

ضیائی

مکتبہ اسلامیہ

پیشانی قرآن مجید کی روشنی
لاہور - کراچی - پاکستان

بازار

مکتبہ اسلامیہ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ضیاء النبی

پیر محمد کرم شاہ الانہری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
گنج بخش روڈ، لاہور



رضی اللہ عنہ



ضیاء الہدی

جلد پنجم

آیات طہیات در شانے مصطفیٰ ﷺ،
سرور عالم ﷺ کے فضائل و کمالات،
آداب معاشرت و اعجازات،
فضائل و روضہ شریف

پیر محمد کرم شاہ الازہری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
گنج بخش روڈ، لاہور

جملہ حقوق محفوظ

ضیاء النبی ﷺ (جلد پنجم)	نام کتاب
پیر محمد کرم شاہ الازہری	مصنف
سجادہ نشین آستانہ عالیہ امیریہ، بھیرہ شریف	
پرنسپل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ	
جج سپریم کورٹ آف پاکستان	
الفاروق کمپیوٹرز، لاہور	کمپوزنگ
پانچ ہزار	تعداد
ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ	تاریخ اشاعت
بار دوم	ایڈیشن
تخلیق مرکز پرنٹرز، لاہور	طابع
محمد حفیظ البرکات شاہ	ناشر
ضیاء القرآن پبلی کیشنز، جٹ بخش روڈ، لاہور۔ فون۔ 7220479	

فہرست مضامین

21	مقدمہ
33	آیات طیبات در ثنائے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء
77	حضور ﷺ کی صفت شہادت
116	دیدار الہی
169	اعداء اسلام کی شرانگیزیوں سے حفاظت کا وعدہ
	سرکارِ دو عالم ﷺ کے فضائل و کمالات احادیث نبوی
215	کی روشنی میں
225	روزِ محشر سرورِ کائنات ﷺ کی بے مثال عزت افزائیاں
238	شقاقت کی مفصل حدیث
245	سید الانبیاء والمرسلین ﷺ کے اسماء مبارکہ
	اللہ تعالیٰ کے وہ اسمائے گرامی جن سے خود اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو
251	موسوم فرمایا ہے
253	ایک شبہ کا ازالہ
	سرورِ کائنات سید الانبیاء والمرسلین ﷺ کو جنت میں جن نعمتوں سے
259	سرفراز کیا جائے گا
261	ایک شبہ کا ازالہ
	خداوندِ قدوس نے جملہ کمالات، کبھی ہوں یا وہی سے اپنے
262	محبوب کریم ﷺ کو مشرف فرمایا
262	جسم مقدس کا حسن و جمال
267	جسم اطہر کی نظافت و پاکیزگی
270	فہم و ذکا
273	حضور ﷺ کی جسمانی قوت

- 275 فصاحت و بلاغت
- 278 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نسب عالی اور وطن ذی شان
- 279 حضور ﷺ کا خلق عظیم
- 284 تربیت خداوندی
- 301 امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کریمہ کا تذکار جمیل
- 301 نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق حسنہ
- 301 حلم، احتیال، عفو اور صبر
- 307 غورث بن حارث (ایک مشرک)
- 318 حضور ﷺ کی شان جو دو کرم
- 329 حضور ﷺ کی شان شجاعت
- 338 حضور ﷺ کی شرم و حیا اور چشم پوشی
- 340 حضور کریم ﷺ کی تواضع
- 356 خلق خدا پر حضور کریم ﷺ کی شفقت و رحمت
- 364 وفائے عہد
- 364 صلہ رحمی
- 367 حضور ﷺ کی شان صداقت و امانت اور عفت و پاکدامنی
- 372 نبی رحمت ﷺ کی شان زہد و قناعت
- 385 روزمرہ کے اخراجات کی ادائیگی
- 392 خشیت الہی
- 400 شفیع عاصیاں ﷺ کی شان استغفار و توبہ
- 402 استغفار کی حکمت
- 404 قصر املہ ﷺ
- 406 حضور نبی کریم ﷺ کی شان عدل
- 413 ہادی برحق ﷺ کی بارگاہ الہی میں گریہ و زاری

- 416 حضور نبی کریم ﷺ کا وقار اور ہیبت
- 419 حضور نبی کریم ﷺ کی شانِ ظرافت
- 425 حضور ﷺ کی ہنسی اور مسکراہٹ
- 428 سرورِ عالم ﷺ کی خوشنودی اور ناراضگی کی پہچان
- 429 سرورِ عالم ﷺ کا اندازِ تکلم
- 430 اندازِ جواب
- 432 زمین پر لکڑی سے لکیریں بنانا
- 432 اثنائے خطبہ مختلف حالات میں مختلف حرکات
- 432 حالتِ تعجب میں تسبیح
- 433 تعجب کے وقت اپنی رانوں پر ہاتھ مارنا
- 433 انگشتِ شہادت اور وسطیٰ (درمیانی انگلی) کو ملا کر اشارہ کرنا
- 434 دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں داخل کرنا
- 435 حقائق کو تمثیل سے ذہن نشین کرنا
- 439 حضور ﷺ کے اعضاءِ مبارکہ کے کمالات
- 439 حضور ﷺ کا ظاہری حسن و جمال
- 441 محبوبِ رب العالمین ﷺ کا رخِ انور
- 446 چشمِ مازاغ
- 452 آپ ﷺ کے لبِ مبارک
- 453 آپ ﷺ کا دہنِ مبارک
- 456 آپ ﷺ کا لعابِ دہن
- 460 حضور ﷺ کی قوتِ سماعت
- 463 حضور ﷺ کی زبانِ مبارک
- 466 حضور ﷺ کی آوازِ مبارک
- 468 حضور ﷺ کا ہنستا
- 469 حضور ﷺ کا گریہ و فغاں

- 469 حضور ﷺ کے دست مبارک
- 478 حضور ﷺ کی انگشتان مبارک (انگلیاں مبارک)
- 479 حضور ﷺ کی ہتھیلی مبارک
- 481 حضور ﷺ کے ناخن مبارک
- 481 حضور ﷺ کے دوش مبارک
- 482 حضور ﷺ کی بغل مبارک
- 482 حضور ﷺ کے بازو مبارک
- 485 حضور ﷺ کی کھائی مبارک
- 486 حضور ﷺ کی گردن مبارک
- 487 حضور ﷺ کا سینہ مبارک
- 488 حضور ﷺ کا قلب مبارک
- 494 حضور ﷺ کی پشت مبارک
- 496 حضور ﷺ کے قدم مبارک
- 497 حضور ﷺ کے جسم مبارک
- 498 حضور ﷺ کا خون مبارک
- 499 حضور ﷺ کا پسینہ مبارک
- 500 حضور ﷺ کا لعاب و ہن مبارک
- 500 حضور ﷺ کے گیسوئے مبارک
- 501 ریش مبارک کے بال
- 502 حضور ﷺ کے چہرہ مبارک کی رنگت مبارک
- 507 آداب معاشرت
- 507 سیرت نبوی ﷺ کے چند راہنما اصول
- 507 اذن طلب کرنا، سلام کرنا، مصافحہ کرنا، گلے لگانا، بوسہ دینا
- 508 اذن طلب کرنے کا صحیح طریقہ

- 509 سلام دینے کی فضیلت
- 511 سلام دینے کے آداب
- 512 اگر کوئی یہودی سلام دے تو اس کو کیسے جواب دینا چاہئے
- 513 ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنا
- 513 کسی فاسق کے سلام کا جواب نہ دینا
- 514 کسی کی طرف سے کسی کو سلام پہنچانا
- 515 جب کوئی شخص آئے اور سلام نہ کرے
- جہاں ایک آدمی جاگ رہا ہو اور دوسرا اس کے پاس سو رہا ہو تو اسے سلام کہئے
- 516 کا کیا طریقہ ہے
- 516 مصافحہ، معافہ اور تقبیل کے آداب
- 518 دست بوسی اور قدم بوسی
- 518 نبی مکرم ﷺ کی نشست و برخاست کی ادائیں
- 519 نگاہ کو آسمان کی طرف بلند کرنا
- 519 حضور ﷺ کا مکہ لگانے کا انداز
- 520 حضور ﷺ کی صحابہ کے ساتھ نشست کا انداز
- 521 مجلس کے اختتام پر دعا
- 522 حضور ﷺ کا مجلس سے قیام
- 524 حضور ﷺ کی رفتار اور اس کی انواع
- 526 حضور ﷺ کا جوتے پہن کر، ننگے پاؤں اور لٹے پاؤں چلنا
- سرور عالم ﷺ بسا اوقات چلتے ہوئے اپنے کسی صحابی کا ہاتھ اپنے دست
- 527 مبارک سے پکڑ لیتے
- 527 ہادی انس و جان ﷺ کے آداب خورد و نوش
- 529 خوئے کریمی
- 529 کھانے سے پہلے ہاتھ صاف کرنا
- 529 مل کر کھانے کی ترغیب

- 530 حضور ﷺ کا گرم کھانے کو ناپسند فرمانا اور کھانے میں پھونک نہ مارنا
- 531 چلتے ہوئے کھانا
- 531 بڑے برتن میں کھانا رکھ کر کھانا
- 532 کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا
- 534 کھانے میں چھری کا استعمال
- 535 دستہ خوان پر کھانا کھانے اور اٹھنے کے آداب
- 536 حضور ﷺ کسی کھانے کی مذمت نہ فرماتے
- 536 مجذوم کے ساتھ مل کر کھانا
- 536 کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد باتھ دھونے میں برکت ہوتی ہے
- 536 کھانا کھانے کے بعد کی دعا
- 537 اگر کسی کے ہاں کھانا تناول فرماتے تو یوں دعا دیتے
- 537 کھانے کے وقت کس طرح بیٹھے
- 538 حضور ﷺ کی روٹی
- 539 ووجہ نور اور پرندے جن کا گوشت حضور ﷺ تناول فرمایا کرتے تھے
- 539 بکری کا گوشت
- 540 تقدید خشک گوشت
- 540 حضور ﷺ بکری کا گوشت بھون کر بھی تناول فرمایا کرتے
- 541 اونٹ کا گوشت
- 541 سمندر کی مچھلی کا گوشت
- 542 مٹری کا گوشت
- 542 مرغی کا گوشت
- 542 سرخاب کا گوشت
- 542 خرگوش کا گوشت
- 543 پیور کا گوشت
- 543 جنگلی مدد

- 544 دماغ کا کھانا
- 545 سرور عالم ﷺ کے مرغوب حلویات
- 553 حضور کریم ﷺ کے پسندیدہ پھل
- 556 حضور کریم ﷺ کی پسندیدہ ہنریاں
- 557 ہنریاں اور گوشت جو حضور ﷺ کو ناپسند تھے
- 558 وہ برتن جو حضور ﷺ کے زیر استعمال رہے
- 559 کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پانی پینا
- 560 پانی پینے کے آداب
- 560 حضور ﷺ کے پسندیدہ مشروبات
- 562 سونے سے پہلے کے معمولات
- 562 دیگر معمولات
- 565 حقیقت خواب
- 566 جھوٹا خواب بیان کرنے کی سخت ممانعت
- 566 لباس پہننے کے آداب
- 567 عمامہ باندھنا
- 569 ٹوپی
- 570 قمیص، تہبند
- 574 حلقہ
- 578 شلوار
- 579 حضور کریم ﷺ کا مصلیٰ اس چمڑہ کا ہوتا جس کو رنگا گیا ہوتا
- 579 برنس، لمبی ٹوپی
- 580 حضور ﷺ کے لباس کے مختلف رنگ
- 581 سیاہ رنگ
- 581 زعفران اور ورس سے رنگے ہوئے کپڑے
- 581 پاپوش مبارک، خفین (موزے)

انگلشٹری مبارک

583

خوشبو اور اس کا استعمال

585

خوشبوؤں اور پھولوں سے حضور ﷺ کی محبت

587

جو خوشبوئیں حضور ﷺ کو پسند تھیں

587

خضاب

587

نبی کریم ﷺ کا کنگھی، سرمہ اور آئینہ کا استعمال

589

حجامت کرانا

590

گھریلو سامان

591

چٹائی، بستر، لحاف، ٹکیہ، رومال، بستر کی چادر

593

حضور ﷺ نے دیواروں پر پردہ چڑھانے اور تصویروں وال

595

پردہ لٹکانے کو ناپسند فرمایا

597

حضور ﷺ کے برتن

597

حضور ﷺ کا سامان جنگ

598

حضور ﷺ کی تلواریں

600

حضور ﷺ کی زرتیں

601

حضور ﷺ کریم کی ڈھالیں، ترکش، تیر

601

حضور ﷺ کے جھنڈے، خیمے اور قبے

602

نبی اکرم ﷺ کے خفین، نعلین

604

حضور ﷺ کی زین، خوگیر اور نیچے بچھانے والی گدی

604

گھوڑے پر سواری کا طریقہ

605

حضور ﷺ کے جانور

607

حضور ﷺ کے گھوڑے

609

آداب سفر

609

سفر پر جانے کے لئے حضور کا پسندیدہ دن

612

سفر میں اندر خوب

- 613 حضور کریم ﷺ کی مراجعت فرمائی سفر کی شان
- 614 سفر پر جانے والوں کو الوداع کہنے کا انداز
- 515 سفر سے آنے والے کو حضور ﷺ کس طرح خوش آمدید کہتے
- المعجزات
- 623 شہلی
- 633 فلسفہ قدیم
- 634 حضور ﷺ کا معجزہ "قرآن حکیم"
- 636 وجوہ اعجاز قرآن
- 651 پہلی وجہ الایجاز
- 651 قرآن کریم کے معجز ہونے کی دوسری وجہ
- 658 قرآن کریم کے معجز ہونے کی تیسری وجہ
- 660 امور غیبیہ پر آگاہ کرنا
- 660 اعجاز قرآن کی چوتھی وجہ
- 669 حضرت یوسف علیہ السلام
- 675 دیگر وجوہ اعجاز
- 686 قرآن کریم کی ہیبت و جلال
- 686 قرآن کریم کے کلام الہی ہونے کا اور ایک پہلو
- 705 حاد و ثمود
- 705 ابرہہ
- 706 معجزہ شق القمر
- 708 غروب کے بعد طلوع آفتاب کا معجزہ
- 711 معجزہ معراج
- 715 اسری
- 720 نزول باران رحمت کا معجزہ
- 730

- 735 ایک دوسرا واقعہ
 738 پانی کا کثیر ہونا
 746 حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے قلیل دودھ کا کثیر ہو جانا
 751 قلیل کھانے کا زیادہ ہو جانا
 751 حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی میزبانی
 753 حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یوم خندق دعوت
 759 مردوں کو زندہ کرنے کے معجزات
 763 بچوں کا نَفَسَہُ رَنا
 764 بچوں کا شفا یاب ہونا
 769 حضور ﷺ کے مس کرنے سے امراض کا کافور ہو جانا
 769 صفات ذمیرہ کا صفات حمیدہ سے بدل جانا
 769 اور چیزوں کی ماہیت کا تبدیل ہو جانا
 775 حضور ﷺ کی دعاؤں کی شان قبولیت
 777 حضرت عبدالرحمن بن عوف کے لئے برکت کی دعا
 779 حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعا
 782 حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اجابت کی دعا
 785 حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے دعا
 786 عروہ بن ابی جعد البارقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعا
 786 ام ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعا اور ان کا ایمان لانا
 790 حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعا
 790 ابوسفیان کے لئے دعا
 790 خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 791 ثعلبہ بن حاطب کے لئے حضور ﷺ کی دعا
 793 ضمیرہ بن ثعلبہ الہمزی کے لئے دعا
 793 میدان بدر میں ہادی برحق ﷺ کی دعائیں

- 797 مدینہ طیبہ کے لئے دعا
 798 غزوہ خیبر میں حضور ﷺ کی دعا
 798 ایک نوجوان کے لئے دعا
 799 عتبہ بن ابی لہب کے لئے بددعا
 800 ابن لہب کے لئے بددعا
 800 غزوہ خندق میں حضور ﷺ کی دعا
 803 عامر بن طفیل کے لئے بددعا
 804 عرین کے لئے حضور ﷺ کی بددعا
 805 وہ معجزات جن کا تعلق عالم نباتات سے ہے
 810 حنین الجذع
 812 وہ معجزات جن کا تعلق عالم جمادات سے ہے
 816 کنکریوں کا تسبیح کہنا
 817 وہ معجزات جن کا تعلق حیوانات سے ہے
 821 بھیڑوں اور بکریوں کا سجدہ
 822 بھیڑیے کا گفتگو کرنا
 824 گدھے کا گفتگو کرنا
 825 گاوہ (سوسمار) کا ایمان لانا
 831 ہرنی کا گفتگو کرنا
 833 شیر کی فرمانبرداری
 834 چشم زون میں اجنبی زبانوں کا ماہر بنادیا
 834 اخبار بالمغیبات
 843 حضرت زبیر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں
 864 حضور ﷺ کا ارشاد گرامی
 864 حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خیبر باغیہ
 865 حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خیبر باغیہ

- 866 نہ فعل بن حارث اور انہماک بالغیب
 867 عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 868 حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 869 حضرت ابو لہ رواء رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 870 ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 871 زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 872 معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 872 برء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 873 عمرو بن سالم الخزاز رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 874 ابوسفیان بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 877 عمرہ بن ابی جہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 877 عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 879 شیبہ بن عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 881 تمیم الداری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 883 حارث والد ام المومنین جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما
 884 عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 885 ذوالجوشن کلابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 886 ابوریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 886 معاویہ بن اسبغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 887 عیینہ بن حصن القرظی
 894 دنیا کے فریب سے بچنے کی ہدایت
 898 روافض کے بارے میں ارشاد
 899 مکررین سنت کے بارے میں ارشاد
 900 شہید و رئیس برینہ عورتوں کے بارے میں
 900 فہموات معظوفی، دوسرا اور دوسرا

- بخار کے لئے
 901 جنات کے اثر کو دور کرنے کے لئے
 901 بچھو کے کانٹے کا دم
 902 فقر و تنگدستی کو دور کرنے کے لئے
 902 چوری سے حفاظت کے لئے
 903 درود و سلام اور ان کے فضائل
 909 حضور ﷺ پر درود و سلام بھیجے کا حکم قرآن وحدیث میں
 909 ہر محفل اور مجلس میں درود شریف پڑھنے کی ہدایت
 915 ہر محفل کے اختتام کے وقت
 915 اذان کے بعد
 916 مسجد میں داخل ہوتے وقت اور نکلنے وقت
 916 دعا کرتے وقت
 916 نماز کے بعد اور دعا سے پہلے
 916 حضور ﷺ کا اسمِ برامی لیتے وقت اور کہتے وقت سنت، وقت اور
 919 اذان کے وقت
 922 تشہد میں حضور ﷺ پر سلام عرض کرنا
 925 کیا درود شریف پڑھنا فرض ہے یا واجب ہے؟
 925 کیا نبی کریم ﷺ کے نام نامی کے ساتھ شروع میں "سیدنا" کا
 925 لفظ بڑھا دینا مستحب ہے؟
 929 "اقول بعد" کے مصنف کا مختصہ تعارف
 932 فرشتے حضور ﷺ کی خدمت میں صلوٰۃ سلام پہنچاتے ہیں
 934 حضور ﷺ سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں
 935 اور نماز ایک سے صلوٰۃ سلام عرض کرنے میں فرق نہیں ہے

- حضور ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ صلوٰۃ و سلام پیش کرنے والے کو
- 936 حضور ﷺ پہچانتے ہیں اور تفصیل سے جانتے ہیں
- 942 کبھیہ الصلوٰۃ علی السی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
- جو حضور ﷺ پر صلوٰۃ و سلام عرض نہیں کرتا اس کے لئے وعید اور
- 946 اس کی مذمت
- 948 سرور عالم ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان لے آتا
- 950 حضور ﷺ کے ہر فرمان کی اطاعت
- 957 ذات پاک محمد مصطفیٰ ﷺ سے محبت
- 959 حضور ﷺ کی محبت کا اجر اور صلہ
- جو خوش نصیب اللہ تعالیٰ کے محبوب مکرم ﷺ سے محبت کرتا ہے
- 964 اس کی نشانیاں
- حضور ﷺ کی شریعت کے احکام کو دوسری تمام باتوں پر ترجیح دینا اور
- 964 اپنے نفس کی خواہش پر اس کو مقدم رکھنا
- 965 حضور ﷺ کی پیروی میں لوگوں سے بغض نہ رکھنا
- 965 حضور ﷺ کا ذکر کرتا
- 966 حضور ﷺ کی تعظیم
- 966 حضور ﷺ کی محبوب چیزوں سے محبت
- 968 حضور ﷺ کی سنت سے محبت
- 969 حضور ﷺ کی امت پر شفقت
- 969 محبت کے اسباب
- 970 مناصب خیر خواہی اور نصیحت
- 972 نبی رحمت ﷺ کی تعظیم و توقیر و تکریم
- 976 صحابہ کرام کا ادب رسول ﷺ
- 978 سرکار دوام ﷺ کا ادب و احترام بعد از وصا
- 980 روایت حدیث کے وقت سلف صالحین کا طریقہ کار

حضور نبی اکرم ﷺ کی اہل بیت، ذریت طاہرہ اور
امہات المؤمنین کی توقیر و تعظیم

984

990

993

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعظیم و تکریم اور ان کے ساتھ احسان و مروت
ان چیزوں کا احترام جن کو حضور ﷺ سے نسبت کا شرف حاصل ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ مَلِكِ يَوْمِ
 الدِّينِ ۝ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝ اهْدِنَا الصِّرَاطَ
 الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ
 عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝ آمِينَ

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِ الْعَالَمِينَ ، شَافِعِ
 الْمَذْنُوبِينَ ، رَحِمَةِ الْمُتَلَمِّذِينَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ
 صَلَواتُكَ مَعْرُوضَةً عَلَيْهِ مَقْبُولَةً لَدَيْهِ مَحْبُوبَةً إِلَيْهِ وَ
 عَلَى آلِهِ الْأَطْهَارِ وَأَزْوَاجِهِ الطَّاهِرَاتِ أَصْحَابِ الْاِحْسانِ
 وَمَنْ أَحَبَّهُ وَاتَّبَعَهُ وَآمَنَ بِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامِ -

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ عَلَى
 قَدَرِ حُسْنِهِ وَجَمَالِهِ ، وَقَضِيَّتِهِ وَكَمَالِهِ وَجُودِهِ وَنَوَالِهِ وَ
 عِزِّهِ وَجَلَالِهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأُمَّتِهِ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ

ضیاء انبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی چار جلدوں کا آپ نے مطالعہ فرمایا ہو گا اور سرور عالم و عالمین
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ کے حالات مبارکہ از یوم ولادت با سعادت تا وصال پر
 ملال پر آگاہی حاصل کر لی ہو گی۔

اب بتوفیق تعالیٰ اس ذات اقدس و اطہر کے ان غیر متناہی کمالات اور بے مثال صفات
 عالیہ کا ذکر کیا جا رہا ہے جن سے متصف کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم کو مرقع
 دلبری و زیبائی بنا کر مبعوث فرمایا تاکہ انسانیت کے گم کردہ راہ کاروں کو صراطِ مستقیم پر
 گامزن فرمادیں۔

بادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تبلیغ اسلام کا آغاز کیا تو اس وقت حضور کے پاس نہ سیم وزر
 کے انہار تھے، نہ مال و دولت کی فراوانی تھی تاکہ سیم وزر سے لوگوں کی جھولیاں بھر کر انہیں

اپنے دین کی طرف راغب کر سکیں اور نہ قوت و سطوت نام کی کوئی چیز تھی جس سے لوگوں کو کلمہ حق کہنے پر مجبور کر سکیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ایمان مقبول ہی نہیں جسے بھاری بھر کم رشوت لے کر قبول کیا گیا ہو یا بزور شمشیر اس کا اعتراف کر لیا گیا ہو۔

رشاد خداوندی ہے۔ لَا أَكْفُرُ أَفِي الدِّينِ دین قبول کرنے میں کسی جبر و آمرانہ کی جازت نہیں۔ قرآن کریم میں بڑی وضاحت سے کئی بار یہ اعلان کیا گیا ہے۔ مَن شَاءَ فَلْيُؤْمَرْ وَمَن شَاءَ فَلْيُكْفَرْ جس کا جی چاہے اپنے خالق و مالک پروردگار پر ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے اپنے رحمن و رحیم پروردگار کی اوسیت کا انکار کر دے جو و تشدد و دوت کا اتق دے کر کسی کو سلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا بلکہ جو شخص ان دو طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کے باعث ایمان لے گا اس کا ایمان مستحکم کر دیا جائے گا۔ ایسا ایمان نہ دنیا میں اس کے کسی کام آئے گا اور نہ روز قیامت اس کے لئے باعث نجات ہوگا۔

بظاہر یہ بات بڑی تعجب خیز معلوم ہوتی ہے کہ باطل تو ہر قسم کی مادی قوتوں سے پس ہوا، اس کے پاس سیم و زر کے انبار ہوں، اس کے پاس ہر قسم کے تباہ کن اسلحہ کی بھر مار ہو، لیکن حق کے پاس اس کی بے سرو سامانی کے بغیر کچھ بھی نہ ہو۔ پھر اس کو حکم دیا جائے کہ وہ باطل کے فوادی قلعوں پر حملہ بول دے اور ان کو روند کر مینا میٹ کر دے۔

لیکن اگر حقیقت بین نظروں سے دیکھا جائے تو یہ صورت حال بے گز تعجب خیز نہیں بلکہ حق کی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی بالادستی قائم کرنے کیلئے، اپنی قوت و شوکت کا پرچم لہرانے کیلئے فقط اپنی طبعی اور فطری توانائیوں پر بھروسہ کرے۔ حق خود ایک قوت ہے، ناقابل تسخیر قوت، اس قوت کو ایسا حسن دیا گیا ہے جس کی دلکشی اور دربارائی کے سامنے ہر چہار دم بھی خجل ہے۔ اور اس کی عظمتوں کے سامنے ہمالہ کی چوٹیاں بھی سر اٹھاندہ ہیں۔ اگر حق قبول کرنے کیلئے کسی کو رشوت دی جائے یا جبر واکراو سے کام لے کر کسی کو حق قبول کرنے پر مجبور کیا جائے تو اس سے بڑھ کر حق کی کوئی توہین نہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حق پیش کرنے والے نے حق کے حسن و جمال کی دلربائیوں کو سمجھ ہی نہیں اگر اس نے حسن کی اثر اندازیوں کا صحیح جائزہ لیا ہو تا تو وہ ابھی ایسی ناشائستہ حرکت نہ کرتا۔

یہاں میں حق کی ناقابل تسخیر قوت کی وضاحت کیلئے قرآن کریم سے دو واقعات ہم یہ قارئین کو بتا رہا ہوں امید ہے کہ ان کے مطالعہ سے حق کے بارے میں امر کسی کے دامن میں

کوئی شک و شبہ ہو گا تو وہ بھی دور ہو جائے گا۔ پہلی مثال۔ سورۃ الشعراء کی آیات 61 اور 62 میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل کو مصر سے فلسطین کی طرف ہجرت پر آمادہ کرتے ہیں۔ جب حضرت موسیٰ سمندر کے کنارے پر پہنچتے ہیں تو فرعون اپنے قشون قاہرہ کے ساتھ ان کے تعاقب میں بھاگا چلا رہا ہے اور سامنے سمندر کی تند و تیز موجیں ان کا راستہ روکے کھڑی ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام نے قوم پر سخت طاری ہو جاتا ہے تو وہ گھبرا کر فریاد کرتے ہیں ”اے موسیٰ اہم تو پکڑے گئے نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ آگے بڑھتے ہیں تو سمندر کی موجیں ہمیں نکلنے کیسے نہ کھوے ہوئے ہیں اگر یہاں رکھتے ہیں تو فرعون اپنے لشکر سمیت ہمیں اپنے محاصرے میں لے گا اور ہمیں موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ اے موسیٰ اب ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔“

لیکن اللہ کا حکیم اور اللہ کا رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے اطمینان و سکون کے ساتھ ان کو جواب دیتے ہیں ”کَلَّا“ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ نہ سمندر کی موجوں کی مجال ہے کہ ہمارا راستہ روک سکیں اور نہ فرعون کے لشکر جہار میں یہ قوت ہے کہ ہمیں زندہ پھنپی سکے۔ ہم اللہ کے حکم سے سفر ہجرت پر نکلے ہیں اور ہمیں اس کی پندہ حاصل ہے۔ اس سے تمہیں گھبرانے کی قطعاً ضرورت نہیں۔

آیات قرآنی کا مطالعہ فرمائیں سطوت و قدرت خداوندی کا کیا جلاں ظاہر ہو رہا ہے ارشاد الہی ہے:

فَلَمَّا سَاءَ لَاجِمَعِينَ قَالَ أَصْحَابُ مُوسَىٰ إِنَّا لَنَنظُرُكَ كَوْنًا ۝

قَالَ كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِي ۝ (1)

”پس جب ایک دوسرے کو دیکھ لیا دونوں گروہوں نے تو موسیٰ کے ساتھی کہنے لگے ہائے اہم تو یقیناً پکڑے گئے آپ نے فرمایا ہرگز نہیں بلکہ شبہ میرے ساتھ میرا رب ہے وہ ضرور میری راہنمائی فرمائے گا۔“
اس سلسلہ کی دوسری مثال وہ ہے جو سورۃ طہ آیت 70 تا 73 میں مذکور ہے۔

فَاتَّخَذُوا السَّحَرَةَ عُقْبًا قَالُوا أَمَّا بِرَبِّ هَرُونَ وَمُوسَىٰ قَالَ
 آمَنَّا لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ إِنَّهُ لَكَبِيرُهُ الَّذِي عَلَيْهِ السُّلْطَانُ
 السَّحَرَةُ فَلَا قُطْعَانَ أَيدِيكُمْ وَارْجِعْكُمْ مِنْ خِلَافِي وَلَا تُصِيبْكُمْ
 فِي جُنُودِ النَّحْلِ وَلَتَعْلَمَنَّ آيَاتُنَا شَدِيدُ الْعَذَابِ وَأَبْقَى ۝
 قَالُوا لَنْ نُؤْثِرَكَ عَلَىٰ مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالَّذِي فَطَرْنَا
 فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ إِنَّمَا تَقْضِي هَذِهِ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝
 إِنَّا آمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطِئَاتِنَا وَمَا أَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنْ
 السَّحَرِ وَاللَّهُ خَيْرٌ وَأَبْقَى (1)

”جس نے اسے جادوگر سمجھ کر تے ہوئے۔ انہوں نے (برط) کو
 دیکھا۔ (وہ سن و) ہم ایمان لے آئے ہیں ہارون اور موسیٰ کے
 رب پر۔ فرعون (کو یہ رائے ضبط نہ رہا) بولا۔ تم تو ایمان لے چکے تھے اس
 پر اس سے پہلے کہ میں نے تمہیں مقابلہ کی اجازت دی۔ وہ تو تمہارا
 (مرد) ہے جس نے تمہیں سکھایا ہے جادو کا فن۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ
 میں کاٹ ڈالوں گا تمہارے ماتھے پاؤں جنی ایک طرف کا ہاتھ ایک
 طرف کا پاؤں۔ اور سوچ چڑھاؤں گا تمہیں بھگور کے تلوں پر اور تم خوب
 جان بو گئے کہ ہم میں سے کس کا عذاب شدید اور دیرپا ہے۔

نبیوں نے کہا کہ فرعون! میں اس کی قسم جس نے ہمیں پیدا کیا ہم
 اسے سزا دیتے ہیں۔ تجھے ان رہنما لیلوں پر جو ہمارے پاس آئی
 ہیں جس ہمارے بارے میں جو فیصلہ تو کرنا چاہتا ہے کر دے (ہمیں ذرا
 پروا نہیں) تو صرف اس فانی دنیا کی زندگی کے بارے میں ہی فیصلہ کر
 سکتے ہیں یقیناً ہم ایمان لے آئے ہیں اپنے رب پر تاکہ وہ بخش دے ہمارے
 سب گناہوں کو اور اس قصور کو بھی جس پر تم نے مجبور کیا ہے۔ یعنی
 فن سحر۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سب سے بہتر ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔“

یہاں ان آیات کے مفہوم کو مزید واضح کرنے کیلئے تفسیر ضیاء القرآن کا ایک اقتباس

ہدیہ قارئین ہے تاکہ قرآن کی جلالت شان کا قارئین میں پوری طرح اندازہ ہو سکے۔
 ”جادوگر، جادو کی حقیقت سے خوب آگاہ تھے جب انہوں نے عصا سے موسیٰ کو اڑھائی کمران رسیدوں کو مڑپ کرتے دیکھ لیا تو انہیں یقین ہو گیا کہ جو پتھر
 موسیٰ نے کر دکھایا ہے وہ جادو کی نظر بندی نہیں ہے بلکہ قدرت خداوندی کی
 جلوہ نمائی ہے۔ سچی اور صداقت کے حسن نے انہیں ایسا متاثر کیا اور رفتہ رفتہ
 کہ تمام خوفناک نتائج سے بے پروا ہو کر پھر سے دربار میں فرعون کے سامنے
 انہوں نے موسیٰ اور ہارون کے رب کریم پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا۔ یہ
 صدمہ پہلی شکست کے صدمہ سے کہیں زیادہ جانکاؤور و رسوا کن تھا لیکن فرعون
 تھا بڑا شاطر اپنا بھروسہ رکھنے کے لیے اس نے فوراً جادوگروں پر سازش کا جھنڈا مار
 دیا۔ بیاد الزام لگادیا اور انہیں دھمکی دی کہ ان کا ایک ماتحت در یک پاؤں تاب نہ
 انہیں سولی پر لٹکا دیا جائے گا۔“

دنیا بھی بڑی میٹھی ہے، دولت و ثروت میں بھی بانی کست ہے، اس کا جادو جس
 دس موہ لینے والا ہے، لیکن یہ سب جوہر اس وقت تک ملتے ہیں جب تک حسن ان
 آنکھوں سے مستور ہو۔ جب جہاں حق کریم فرما رہا ہے، جب نور ہی کے مشعلت چشم
 دل منور ہوتی ہے، جب ساقی کریم عشق و محبت کا ایک جام پلا رہا ہے تو پھر دنیا اپنی تمام تر
 حشمتوں اور درہائیوں کے باوصف، حقیر اور بے وقعت ہو کر رہ جاتی ہے۔ قلم و عشق و
 محبت کے تاجدار نے مدینہ میں یہی یاد دلایا کہ اپنے صحابہ کو پڑھا تھا۔ حق کی انہیں
 دیاویزیوں کو ان کے سامنے بے نقاب کیا تھا۔ ان کے قلب و فطرت کو سچی رحمتوں سے
 شیش کیا تھا پھر انہوں نے یار و فدایت کے میدانوں میں جو جو کارنامے انجام دیے، کاروان
 انسانیت کیلئے وہ آج بھی روشنی کے بند مینار ہیں۔ آئیے بغیر کسی تفسیر و حاشیہ کے آیات
 کا سادہ ترجمہ بار بار پڑھیں شاید ہمارے دل بھی اس لذت و سرور سے نہ شرابہ ج میں
 کیا بعید ہے کہ باطل کے سامنے قاطعین ہا آنت قذین کہنے کی جرأت میں بھی نہ آئے
 دی جائے۔ اِنَّهُ اَرْحَمُ الرَّحِیْمِیْنَ وَاَكْرَمُ الْمَسْئُوْمِیْنَ آیت میں وَالَّذِیْ فُطْرَکَ اَجْمَدُ
 کے متعلق دو قول ہیں۔ بعض نے اَلَا کُوْمًا مَّطْمَیْنًا اور بینات کو معطوف علیہ قرار دیا ہے
 بعض علماء نے اَوَّلُوْکُوْ قَسْمِیہ کہا ہے۔ تقدیر کا مونس و مونس و مونس و مونس

میں نے اس آیت کا ترجمہ اس کے مطابق کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان عاشقانِ با صفا کو اپنی دردناک موت کا کوئی غم نہیں اُٹرا نہیں افسوس ہے تو اس بات کا کہ آج تک کدھر مارے مارے پھرتے رہے، عمر عزیز کہاں برباد کرتے رہے، کیوں اب تک باطل کے خیمہ پر دار بنے رہے؟

۱۔ تالہ از بہر ربائی نکند مرغ اسیر
خورد افسوس زمانے کہ گرفتار نہ بود

۲۔ حق کرتے ہیں گزشتہ ایام کو ضائع کرنے کا جو قصور ہم سے ہوا ہم اس پر تادم میں اور اپنے رب سے معافی کے خواستگار ہیں۔“ (۱)

بعثت کے بعد سرکارِ دو عالم ﷺ کی تیس سالہ زندگی جو صرف تبلیغ اسلام میں صرف ہوئی، اس کی برکت سے جن کے خفقہ بخت بیدار ہوئے، جنہوں نے باطل سے رشتہ توڑ کر حق سے اپنا رشتہ استوار کیا، اس عرصہ میں جن مصائب و آلام سے ان حضرات کو سابقہ پڑا، اس میں جس صبر و استقامت اور ثابت قدمی کا ان نفوسِ قدسیہ نے مظاہرہ کیا، تاریخِ عالم میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اور تاریخِ اسلام کے اس دور کے تذکرہ کا جب مطالعہ کیا جاتا ہے تو اس امر میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ حق خود بڑی قوت ہے جو ناقابلِ تسخیر ہے، خود اس میں ایسی ذاتی کشش ہے کہ ہر قلبِ سلیم رکاوٹوں کے پہاڑوں کو روندتا ہوا شمعِ حق پر پروانہ وار قربان ہونے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء سابقین کو مخصوص اقوام کی طرف اور محدود زمانہ کیلئے مبعوث فرمایا۔ نبوت و رسالت کی جو گراں قدر ذمہ داریاں ان کو تفویض کی گئی تھیں وہ زمان و مکان کی قیود سے محدود تھیں لیکن اللہ رب العزت جل مجدہ نے اپنے نبی و رسول و رحیم کو اپنی تمام مخلوق کیلئے قیام قیامت ہادی و راہبر بنا کر مبعوث فرمایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے محبوب و رسول کی ذمہ داریاں حمد انبیاء سابقین سے کئی گنا زیادہ تھیں اس لئے فضل و کماں، حسن و جمال، صوری محسن اور معنوی خوبیاں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام انبیاء، آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک کو فردا فردا عطا کی تھیں ان تمام محسن کو پوری شان کمال کے ساتھ خاتم

انہیں کی ذات اقدس میں جمع فرمادیا تاکہ ہر شخص جسے قلب سلیم کی دولت بخشی گئی ہے وہ اس چشمہ فیض سے اپنی پیاس بجھا سکے :

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا در ی

آنچه خواہاں ہم دارند تو تنها داری

اس میں ذر شک نہیں کہ جب سیدہ آمنہ کا نور کاو علیہ السلام عظمت مدو عام میں نور بدایت بانٹنے کیلئے تشریف لے آیا تو اس کے پاس نہ سیم و زر کے ہمارے تھے نہ جہ و جہاں نامی کوئی چیز تھی۔ لیکن خالق ارض و سما نے نوع انسانی سے ہادی برحق کو حسن و جمال کی ہمد و نکش اداں کا امن بنا کر بھیجا تاکہ حق کا کوئی متدشچی اس کے ار و مر پر پہنچے تو تمہی، من نہ و نہ۔

اس موقع دہری و زیبائی کی ستائش و توصیف میں ازل سے ایک جہان مصروف ہے اور تابہ مصروف رہے گا۔ پھر بھی شاخو انوں کو یہ احساس بچیں کہ تار ہے گا کہ صد حیف! اپنے آقا اور اپنے محبوب کی مدحت سرائی کا حق ادا نہ ہو سکا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح و ثنا کو مصروف و غور سے سپرد نہیں فرمایا۔ لوگ بھوں بھی جیا کرتے ہیں۔ وہ حقیقت کو پوری طرح سمجھ بھی نہیں سکتے۔ وہ بعض وجوہ کے باعث تحریف و تغیر کے بھی مرتکب ہو سکتے ہیں۔ انسان کی بنائی ہوئی سی ہی سے لکھے ہوئے دفتر کو پانی کا ایک چھینٹا دھو ڈالتا ہے، ایک انہیں چاٹ کر فنا کر دیتی ہے۔ کتابوں میں لکھی ہوئی روایات پر سیدہ اور کہنے ہونے کے بعد ناقابل استعمل ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت اس امر کو برداشت نہیں کر سکتی کہ ذکر تو ہوس کے وہ تمام کا، و ر بردش میل و نہر اس کے من موئے نقش و نگار کو مدھم کر کے ان کی شوقی چھین لے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے خود ہی اپنے محبوب بندے کو کمال و جمال کی ہر شان سے متصف فرمایا اور پھر اپنی قدرت کی پاک زبان سے انہیں بیان کر کے ہمیشہ کیلئے ہر قسم کے تصرفات سے محفوظ کر دیا تاکہ جب تک یہ جہان بہت و بود سداست رہے اس کائنات کے رب کے محبوب کے نوار و تجلیات نوع انسانی کو دعوت حق دیتے رہیں اور جو بھی صدق دل سے ان آیات و بیانات کا مطالعہ کرے اس کے نہاں خانہ دہ میں یقین و ایمان کی شمعیں فروزاں ہوتی جائیں، اور ظن و تخمین کے اندھیرے کا نور ہوتے جائیں اور اس تذکار جمیل کے بارے میں کسی کو شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مقدس کے سچے اور صحیح ہونے اور ہر قسم کے تغیر و تبدل سے محفوظ ہونے کی شہادت خود اپنی زبان قدرت سے دی ہے۔ فرمایا:

(1) وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا

”اور کون زیادہ سچا ہے اللہ تعالیٰ سے بات کہنے میں۔“

(2) وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا

”اور کون زیادہ سچا ہے اللہ تعالیٰ سے بات کرنے میں۔“

اس کے ہم اس مہتمم باشان باب کا آغاز ان آیات کریمہ کے ذکر سے کرتے ہیں جن میں خود رب العالمین نے اپنے محبوب کی مدح و توصیف فرمائی ہے۔ ان کے مطالعہ سے ہر انصاف پسند قاری پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح آشکارا ہو جائے گی کہ کوئی ایسا ماں نہیں ہے جس سے خالق کائنات نے اپنے حبیب کو مشرف نہ فرمایا ہو۔

وہیے تو قرآن کریم میں ایسی بے شمار آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کے جمال و کمال کے مختلف پہلوؤں کا ذکر فرمایا ہے، ان تمام آیات کا حاطہ میرے لئے ممکن نہیں۔ میں چند اہم آیات کے ذکر پر اکتفا کروں گا مجھے یقین ہے کہ جو لوگ ان آیات طیبات کے انوار سے اپنے حریموں کو منور کریں گے ان کیسے بقیہ آیات کریمہ کا فہم آسان ہو جائے گا۔

آیاتِ طیبات درشنائے مصطفیٰ ﷺ

۔ ثنا جس کی ہے قرآن میں ثنا خواں بس کا قرآن ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّا عَظَمْنَا لَكَ الْكَوْثَرَ
فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ
إِنَّ شَيْئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ



بیشک ہم نے آپ کو (جو کچھ عطا کیا) بے حد و
بے حساب عطا کیا۔ پس آپ نماز پڑھا کریں اپنے رب
کے لیے اور قربانی دیں (اُسی کی خاطر) یقیناً آپ کا
جو دشمن ہے وہی بے نام (و نشان) ہوگا۔

(سُورَةُ الْكَوْثَرِ ۱-۳)

آیات طیبات و رثائے مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (1)
”اے ہمارے رب! بھیج ان میں ایک برتریدہ رسول نہیں میں سے
تاکہ پڑھ کر سنائے انہیں تیری آیتیں اور سکھائے، انہیں یہ کتاب اور
دانی کی باتیں، اور پاک صاف کردے انہیں بیشک تو ہی بہت
زبردست اور حکمت والا ہے۔“

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علی نبیہا وعلیہ افضل الصلوٰت و التسلیٰات، جب عبد شریف کی
تعمیر کے حکم کی تعمیل سے فارغ ہوئے تو آپ نے اپنے خداوند قدوس کی بارگاہ میں ہمدردی
و نیاز و امن طلب پھیلایا اور اپنے لئے اور ایہوں کیلئے دعا میں، انہیں اور آخر میں ایک التجا بند
تعالیٰ کی ساری خدا کی کیسے پیش کی۔ اس التجا کو قرآن کریم نے مندرجہ بالا کلمات میں بیان
فرمایا ہے جس کا ترجمہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ مقبولیت کے ان معنی میں یہ التجا کرتے ہیں کہ اے میرے پروردگار
ان میں ایک ایسا جلیل القدر رسول مبعوث فرما جو ان تین عظیم شان فرانگی کی تکمیل کرے
1۔ وہ اپنی طرف سے گھڑ کر کچھ نہ کہے بلکہ وہ صرف تیری آیتیں ہی تلاوت کرے
انہیں سنائے۔

2۔ صرف آیتیں ہی نہ سنائے بلکہ ان آیات ربانی کے معانی اور لطائف سے بھی اپنے
سامعین کو مالا مال کرے۔

3۔ تیسرا فریضہ جس کو وہ نبی رحمت انجام دے وہ یہ ہو کہ گندے دلوں کو اپنی نگاہ پاک
سے پاک و صاف کر دے، ان میں کسی قسم کی کوئی آلودگی نہ رہے، ان کا سینہ دل

یوں صاف ہو جائے کہ انوار الہی اس میں منعکس ہونے لگیں اور تمام حجابات ہمیشہ کیسے اٹھائیے جائیں۔

ان خوبیوں اور کمالات سے متصف نبی کی بعثت کیلئے خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب سے التجا کی اور مولا کریم نے اس دعا کی قبولیت کی بشارت بھی اسی کتاب مقدس میں تازل فرمائی۔ ارشاد خداوندی ہے :

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِسْمَةَ فَلَا تَأْخُذُكُمُ الذُّلُّ وَلَا الْقَنَاطِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكُم مِّمِّنُ السُّعْيِ (۱)

”یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب بھیجا اس نے ان میں ایک رسول انہیں میں سے پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے اور سکھاتا ہے انہیں قرآن اور سنت اگرچہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔“

حضرت ابراہیم کی دعاء اور پروردگار عالم کی طرف سے قبولیت دعاء کی بشارت میں جو کلمات استعمال ہوئے ہیں وہ بالکل ایک جیسے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء کی قبولیت کا مشہد دیا جا رہا ہے کہ میرے خلیل نے قبولیت کی ان گھڑیوں میں جس رسول کیسے التجا کی تھی انہیں صفات سے متصف کر کے ہم نے اپنے حبیب کو مبعوث فرمایا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے ارشادات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے رحمت عالم نے آپ روز اپنے صحابہ سے پوچھا۔ اے میرے صحابہ! تم مجھے جانتے ہو میں کون ہوں؟ انہوں نے عرض کی = اللہ ورسولہ اعلیٰ کہ اس راز کو اللہ جانتا ہے یا اس کا رسول معظم تو حضور نے فرمایا = اَنَا دَعَوْتُ اٰبِيْ اِبْرٰهِيْمَ میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا کا شمر ہوں۔ ان دونوں آیتوں میں حضور کی تین صفات کمال بیان فرمائی گئی ہیں :

1۔ وہ اپنی طرف سے خود گھر کر کوئی کلام نہیں سنا تا بلکہ اس کا فریضہ صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیت اس کے بندوں کو پڑھ کر سنائے۔

آپ خود اندازہ لگائیے کہ جس ہستی کی زبان سے صرف فرمان ہی کا صدور ہوتا ہے اس کی عظمت شان میں ہمسری کا کون دعویٰ کر سکتا ہے۔

2۔ دوسری خوبی یہ بتائی کہ وہ نبی رحمت صرف آیات ربانی کو پڑھ کر سنا تا ہی نہیں ہے بلکہ انہیں سمجھاتا بھی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے بندے اپنے رب کے کلام میں جو معنی، لطائف مضمر ہیں، ان پر بھی ہر طرح سگاہ ہو سکیں۔

3۔ تیسرا کمال جو بے نظیر بھی ہے اور بے مثال بھی وہ یہ ہے کہ وہ اپنی نگاہ نازت دلوں کی کدورتوں کو بھی صاف کر دیتا ہے اور شک، کفر اور فسق و فجور پر قسم کی آلائشیں چشم زدن میں نیست و نابود ہو جاتی ہیں اور تینہ دس س قدر شفاف ہو جاتا ہے کہ اس میں انوار الہی منعکس ہونے لگتے ہیں۔

حضرت سیدنا ابراہیم نے اس نبی کیلئے جو صفات بیان کی ہیں جیسے وہ صفات اس بشارت میں بیان کی گئی ہیں جو اس دعا کی قبولیت کے بارے میں نوع انسانی کو دی گئی یقیناً ان کلمات کی ترتیب میں ایک خفیف سا فرق ہے۔ دعائے خلیل میں پہلے سماء آیت، پھر تعیم کتاب و حکمت اور آخر میں تزکیہ قلوب کا ذکر ہے۔ لیکن اس مرثوہ قبولیت میں اس نبی مکرّم کیلئے جو صفات بیان کی گئی ہیں ان میں ترتیب بدل دی گئی ہے۔ پہلے قلوب آیت دوسرے نمبر پر تزکیہ قلوب اور تیسرے نمبر پر تعیم کتاب و حکمت۔ اس تبدیلی میں یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی التجا سے معلوم ہوتا تھا کہ تزکیہ قلب، تعیم کتاب و حکمت کا نتیجہ ہے اور اس خوشخبری میں بتادیا کہ تعیم کتاب و حکمت بعد میں ہے اور تزکیہ اس سے پہلے، جو نتیجہ ہے چشم ناز کی ذرہ پروری کا۔ حضرت علامہ اقبال نے اس نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے

عقل غیب و جستجو، عشق حضور و اضطراب

کَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيَّكُمْ آيَاتِنَا وَ
يُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ

تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ○ (1)

”جیسا کہ بھیجا ہم نے تمہارے پاس رسول تم میں سے پڑھ کر سنا تا ہے تمہیں ہماری باتیں اور پاک کرتا ہے تمہیں اور سکھاتا ہے تمہیں کتاب و حکمت اور تعیم دیتا ہے تمہیں ایسی باتوں کی جنہیں تم جانتے ہی نہ تھے۔“

اس آیت کے پہلے حصہ میں تو اس رسول مکرم و معظم کی انہیں صفات کا ذکر فرمایا گیا ہے جو حضرات خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا میں مذکور ہیں اس کے بعد ایک اور شان عظمت کا ذکر فرمایا گیا کہ اسے جزیرہ عرب کے باشندہ ائمہ و حروف ابجد سے بھی تثنیہ تھے و شہادت سے ناخواندہ اور ان پڑھ تھے، یہ نبی رحمت تشریف لایا تو اس نے ان علوم سے قرآن کا دیا اور ان اسرار معارف سے تمہارے سینوں کو معمور کیا جن کا تمہیں سامان تک بھی نہ تھا۔

اس آیت میں يُعَلِّمُ کا لفظ دوبار استعمال ہوا پہلے فرمایا ”يُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ“ اس کے بعد فرمایا ”وَيُعَلِّمُكُمُ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ“ بمعنی کہ یہ تمہارے معنی نہیں بلکہ اس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ پہلے نعمہ کا مفعول اور، اور دوسرے بمعنی کا مفعول ثانی اور ہے۔ اس کے بارے میں حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں :

تَكَرَّرَ الْفِعْلُ يَدُلُّ عَلَى أَنَّ هَذَا التَّعْدِيَّ مِنْ جِهَتِ أَخَوِ
تَعَلُّ الْمُرَادُ الْعِلْمُ الَّذِي الْمَأْخُذُ مِنْ بَطْنِ الْقُرْآنِ وَ
مِنْ مَشْكُوتِ صَدْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي لَا
سَبِيلَ إِلَى ذَمِّكَ إِلَّا إِلَّا نَعَاكَسُ۔ (2)

يُعَلِّمُ کا فعل دوبارہ ذکر کیا جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دوسرے يُعَلِّمُكُمْ میں جو تعیم ہے یہ پہلی کتاب و حکمت کی تعیم سے الگ نوعیت کی ہے اور شاید اس سے مراد علم لدنی ہے جو قرآن کے باطن اور نبی مکرم ﷺ کے منور و روشن سینہ سے حاصل ہوتا ہے اور اس کے

حصول کا ذریعہ یہ مروجہ تعبیر و بعد نہیں بلکہ انوکھا ہے یعنی
”تقرب رسالت کی کریمیں اور مقرب نبوت کی شعاعیں ان کے سینہ پر
منکسر ہوتی ہیں۔“

سے عارف ربانی نے اس مسئلہ کو بڑی شریعت و طہ سے بیان کیا ہے شائقین سے تمنا
ہے کہ غیب مظہر کی میں اس کا مطالعہ کریں۔ ”یاء کالمین جو انور نبوت سے حق و ارث ہوتے
ہیں وہ بھی اپنے مریدان باطن پر ہی قسم کے علوم و معارف کا قمار فیضان فرماتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ ہم مسکینوں پر بھی اپنے محبوب ﷺ کے طہیل یہ انعام فرمائے آمین ثم آمین۔“

قَدْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنَّ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ
الْكَافِرِينَ ○

(1)

”آپ فرمائیے طاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی۔ پھر اگر
منہ پھیریں تو یقیناً اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا نہ کرنے والوں کو۔“

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَا
عِندَهُ حَفِظًا ○

(2)

”جس نے اطاعت کی رسول کی تو یقیناً اس نے اطاعت کی اللہ کی اور
جس نے منہ پھیرا تو نہیں جیسا تم نے آپ کو ان کا پاسان بنائے۔“

ان دو آیتوں میں تمام بنی فون نسبت کو اللہ تعالیٰ سے اپنی طاعت کا حکم دیا ہے اور اس
کے ساتھ اپنے محبوب کی طاعت و فرمانبرداری کا حکم بھی دیا ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی اور
اس کے رسول کی اطاعت سے روگردانی کرتے ہیں ان کے بارے میں بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ
دوست نہیں رکھتا نہ کرنے والوں کو۔

اس آیت سے جی شان عظمت مصطفیٰ کا پتا چلتا ہے کہ مولا کریم نے صرف اپنی
اطاعت کا حکم نہیں دیا بلکہ اس کے ساتھ ہی اپنے محبوب کریم ﷺ کی فرمانبرداری کا حکم
بھی دیا ہے۔ ایک بندہ مومن کیسے اس کے بغیر اور کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ اپنے خالق و مالک
کے حکم کے سامنے نہ تسلیم نہ کرے۔ اور اس کے محبوب نبی رحمت ﷺ کے ارشادات

کی بجا آوری میں بھی کاپی و سستی کا مظاہرہ نہ کرے۔

آیت نمبر 5 میں اطاعت پروردگار اور اس کے نبی مکرّم کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ ساتھ ہی اس حقیقت کو بھی آشکارا کر دیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعتیں، علیحدہ علیحدہ اطاعتیں نہیں بلکہ فرمایا جو میرے رسول کی اطاعت کرے گا، وہی میرا مطیع و فرمانبردار ہوگا اور جو میرے رسول کی اطاعت سے پہلو تہی نہ کرتا ہے وہ جانے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے بھی محروم ہے۔

کیا شان ہے اس محبوب رب العالمین کی کہ اس کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کہا ہے اور اس کے فرمانبردار کو اللہ تعالیٰ نے اپنا مطیع قرار دیا ہے۔ جو کسی تاویل و بساطت اللہ کے محبوب کی اطاعت سے رو تابی نہ کرتا ہے وہ سمجھ لے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بھی نافرمان اور سرکش ہے۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ
ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

(1)

”اے محبوب! آپ فرمائیے (انہیں کہ) اگر تم (واقعی) محبت کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے تو میری پیروی کرو (جب) محبت فرمانے لگے گا تم سے اللہ اور بخش دے گا تمہارے گناہ اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔“

جب یہود کو اسلام کی دعوت دی گئی تو انہوں نے یہ کہہ کر اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ ہم تو پہلے ہی محبت الہی سے سرشار ہیں اور اس کے لڑے فرماتے ہیں، ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ کسی نئے نبی کی امت میں داخل ہونے کی زحمت گوارا کریں۔ سابقہ آیات میں قرآن نے ان کے برے اعمال اور ذلیل عادات کا ذکر فرمایا۔ ایسی ناپسندیدہ حرکات کے باوجود وہ خدا کی دوستی کا دم بھر کرتے۔ ان آیات میں انہیں تنبیہ فرمائی جا رہی ہے کہ محبت الہی کا دعویٰ بغیر دلیل کے قابل التفات نہیں اور اس دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے اس برگزیدہ رسول کی اطاعت و فرمانبرداری نہ کرو۔ اگر تم نے اس سے اس رسول کریم کی اطاعت کی تو تمہارا دعویٰ محبت بھی درست تسلیم نہ کیا جائے گا اور اس

کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی ایک سب سے بڑی نعمت سے سرفراز کئے جاؤ گے۔ یعنی تمہیں محبوب الہی ہونے کا شرف بخش جائے گا۔ اور تمہارے اعمال نامہ کی سیاہی کو رحمت و مغفرت سے پانی سے صاف کر دیا جائے گا۔ مصطفیٰ علیہ الخیرۃ والثناء کی عظمت شان ورجاست قدر کا یہ کہنا جس کی غلامی قوم یہود، جیسی راندہ درگاہ و رذیل قوم کو بھی اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا سکتی ہے اور اس کے گھناؤنے کرتوتوں کی بخشش کا سبب بن سکتی ہے۔ اُمر امت مسلمہ! اہل حبیب خدا کو اپنا شعار بنالے اور سنت سرور کائنات کے سانچے میں اپنی سیرت کو ڈھالو۔ تو یہ محبوبیت کی طعنت فاخرہ سے نوزی نہیں جائے گی؟ حیاء کا سر نہ امت کے بوجھ سے نہ نہیں سکتا، جب ہم اللہ تعالیٰ کی محبت کے لیے چوڑے دعوے کرتے ہیں اور عمل کی دنیا میں رسول کریم ﷺ کی سنت سے انحراف کئے ہوتے ہیں۔

کیا اچھا کہا ہے کسی شاعر نے:

لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَأَطَعْتَهُ إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيعٌ

”یعنی اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اپنے محبوب کی طاعت میں سرگرم ہوتا۔ کیونکہ محبت تو ہمیشہ اپنے محبوب کا مطیع ہو کر رہتا ہے۔“

اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ اگر تم میرے محبوب کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں لے لو گے تو اللہ تعالیٰ اپنے دست کرم سے تمہارے سروں پر محبوبیت کا تاج سجادے گا۔ آپ خود غور کریں جس کی غلامی و چاکری انسان کو خاک مذلت سے بھر کر محبوبیت کے مقام رفیع تک پہنچا دیتی ہے اور جہد گنہوں کی آمرزش کا سبب بن جاتی ہے اس محبوب کی اپنی شان کا یہ عالم ہو گا۔

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝ (1)

”بیشک تشریف آیا ہے تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور ایک کتاب (حق کو) ظاہر کرنے والی۔“

امام مفسرین امام ابن جریر اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

يَعْنِي بِالنُّورِ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الَّذِي

أَنَادَ اللَّهُ بِهِ الْحَقَّ وَأَظْهَرَ بِهِ الْإِسْلَامَ وَمَعَقَّ بِهِ الشِّرْكَ
فَهُوَ نُورٌ لِمَنْ اسْتَنَارَ بِهِ -

(1)

"یعنی نور سے م " ایہاں ذات پاک محمد مصطفیٰ ﷺ ہے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حق کو روشن کیا، اسلام کو غلبہ بخشا اور شرک کو نیست، نابود کر دیا۔ حضور نور ہیں مگر اس کے لئے جو اس نور سے دل کی آنکھوں کو روشن کرتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ اس نور مجسم کی تابانیوں اور درخششوں سے ہمارے آئینوں کو جی منور فرماتے اور اپنے محبوب کریم کی غائی اور محبت کی عبادت سے ہر انداز میں۔ آمین ثنائیں۔ علامہ شاہانی نے اپنی تفسیر فتح القدر میں زجرات سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے۔
وَالرُّوحُ الْكَافِرُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (2)
زجرات نے کہا۔ کہ نور سے م اذات پاک محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔

علامہ ابن قطن نے اپنی کتاب "الاحکام" میں حضرت زین العابدین سے نبیوں نے اپنے پر بزرگوار حضرت سیدنا امام حسین سے، انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کو مہذبہ جہ سے حضور سرور عالم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی نقل کیا ہے۔
قَالَ كُنْتُ نُورًا بَيْنَ يَدَيْ رَبِّي قَبْلَ خَلْقِ آدَمَ بِأَرْبَعَةِ عَشَرَ
كَفَّ عَائِدًا -

(3)

"یعنی میں نور تھا۔ اور آدم علیہ السلام کی آفرینش سے چودہویں سال پہلے اپنے رب کریم کے حریم عظمت میں باریاب تھا۔"

اس حدیث کے آخری تین راوی احمد اہل بیت سے ہیں ان کا علم وفہم اور اتقویٰ کسی کی توثیق کا محتاج نہیں ابت چوتھے راوی ابن قطن کے متعلق علماء جرح و تعدیل کی رائے بیان کرنا ضروری ہے تاکہ حدیث کی صحت کے متعلق کسی کو شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ علامہ زر قانی ابن قطن کے متعلق رقمطراز ہیں۔

1. ثمرین حرطی تفسیر جامع میان فی تفسیر قرآن (م 1325ھ) جلد 6 صفحہ 104

2. ثمرین حرطی تفسیر جامع میان فی تفسیر قرآن (م 1325ھ) جلد 2، صفحہ 23

3. علامہ زر قانی تفسیر جامع میان فی تفسیر قرآن (م 1325ھ) جلد 1، صفحہ 49

الْحَافِظُ السَّادِقُ أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
الْحُسَيْنِ كَانَ مِنْ أَبْصَرِ النَّاسِ بِصَنَاعَةِ الْحَدِيثِ وَأَحْفَظِهِمْ
لِلْأَسْمَاءِ وَرِجَالِهِ وَأَشَدَّ هِمًّا عَنَّا فِي الرِّوَايَةِ مَعْرُوفٌ بِالْحِفْظِ
وَالِاتِّعَازِ

(1)

"یہ حافظ اور نقاد حدیث تھے ان کا نام ابو الحسن علی بن محمد بن علی بن
حدیث میں ان کی بصیرت اپنے ہم عصر و انبیا سے زیادہ تھی۔ وہ
رجال کے حافظ تھے۔ روایت حدیث میں آپ بہت اہم درجہ کی حیثیت
برتا کرتے۔ وہ اپنے غلو و افغان کے باعث مشہور، معروف تھے۔"

حضرت جابر نے ایک روز فرمود جو اہل بیت علیہم السلام سے یہ تھا۔

بَارِسُؤَلُ اللَّهِ سَائِلُ نَبِیِّهِ وَهُوَ خَيْرُ سَائِلٍ
حَقَّقَ اللَّهُ نَعْدَى قَوْلَ السُّنَنَ

"یار رسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں، مجھے ارشاد فرما

کہ تمام چیزوں سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کس کو پیدا فرمایا۔"

سرور عالم نے ارشاد فرمایا۔

مَا أَحَبُّهُ إِلَيَّ اللَّهُ نَعْدَى حَقَّقَ قَوْلَ السُّنَنَ

(2)

سُنَن

"اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا توفیق پیدا

فرمایا۔"

ان صحیح احادیث سے، جن کی تصحیح، توثیق مولانا قاضی صاحب نے نشر اطریح میں فرمائی
ہے، ثابت ہوتا ہے کہ حضور کی ذات و اصناف عالم امکان میں تخلیق کے لحاظ سے سب
سے مقدم ہے۔ اہل معرفت کی اصطلاح میں اس نور کو حقیقت محمدیہ کہا جاتا ہے۔ اور یہی
حقیقت محمدیہ حقیقتہً اعتقادی ہے۔

وَبُهِدَ لِعُتْمَدٍ مُسَمًّى لِحُطْطِصِي سُبُورِ نَارِ وَاب

الْأَرْوَاحِ

”اور اسی اعتبار سے نبی کریم ﷺ کو نور الانوار یعنی سب انوار کا سرچشمہ

اور تمام ارواح کا باپ کے اسم مبارک سے موسوم کیا جاتا ہے۔“

ایک روز صحابہ کرام نے عرض کیا۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ مَنَى وَجْهَكَ لَكَ السُّبُوتُ

”حضور آپ کو خلعت نبوت سے کب سر فراز فرمایا گیا۔“

حضور نے جواب میں ارشاد فرمایا

كُنْتُ سَاءَ وَادِمُ نَسِ سُرُوحٍ وَانْحَصَد

”مجھے اس وقت شرف نبوت سے مشرف کیا گیا جبکہ آدم علیہ السلام

تخلیق کے مختلف مراحل (روح اور جسد) طے کر رہے تھے۔“

اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ حدیث

صحیح ہے۔

ابن تیمیہ وغیرہ نے یہ کہا کہ۔

كُنْتُ سَاءَ وَادِمُ نَسِ الْمَاءِ وَالطَّيْنِ لَوْ كُنْتُ نَبِيًّا لَا

آدَمُ وَلَا مَاءٌ وَلَا طَيْنٌ لَأَصْلُ نَهْمًا

ان دو حدیثوں کی کوئی اصل نہیں ہے۔

علامہ خفاجی، ابن تیمیہ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان حدیثوں کو موضوع یا بے اصل

کہنا درست نہیں کیونکہ امام ترمذی کی روایت کردہ حدیث بلاشبہ صحیح ہے اور یہ دونوں

روایتیں بالکل ہم معنی ہیں اس لئے ان کو موضوع کہنا بر گزرد درست نہیں کیونکہ علماء حدیث

نے روایت بالمعنی کو جائز قرار دیا ہے۔

اس حدیث کا یہ مطلب بھی نہیں کہ میں تخلیق آدم سے پہلے علم الہی میں نبی تھا۔

کیونکہ اس میں حضور کی کوئی تخصیص نہ ہوگی اللہ تعالیٰ کے علم میں تمام نبیوں کا نبی ہونا پہلے

سے معلوم تھا علامہ خفاجی نے اس روایت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَلَقَ رُوْحَهُ قَبْلَ سَائِرِ اَنْرَاقٍ وَجَمَعَ
عَلَيْهَا حُبَّةَ الشَّرِيفِ بِاَسْوَةِ اَعْلَامٍا لِّلْمَا لَاَعْلٰی (1)
”بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح سے پہلے اپنے حبیب کی روح کو پیدا
فرمایا اور اسی وقت خلعت نبوت سے سرفراز کیا اور ماء اعلیٰ کو اس
حقیقت پر آگاہی بخشی۔“

بعض لوگ سرکارِ دو عالم ﷺ کی نورانیت کا انکار کرتے ہیں اور سورہ کہف کی آیت
نمبر 110 قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ سے استدلال کرتے ہیں۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی حضرت ابن عباس سے اس آیت کی یہ تشریح نقل کرتے ہیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ رَسُوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ
تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ التَّوَّاضُّعَ لِئَلَّا يَرْبٰى عَلٰی خَلْقِهِ

”ابن عباس نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو ازراہ تواضع یہ
کہنے کا ارشاد فرمایا تاکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر بڑائی کا اظہار نہ کریں۔“

حضرت ابن عباس کا قول نقل کرنے کے بعد قاضی ثناء اللہ صاحب اپنی رائے باری غلط
بیان کرتے ہیں۔

قُلْتُ فِيْهِ سَدُّ لِّبَابِ الْفِتْنَةِ افْتَنَ بِهَا النَّصْرَانِيَّيْنَ رَاَوْا
عِيْسٰی يُعْرِئُ الْاَكْمَنَةَ وَالْاَبْرَصَ وَيُعِي الْمَوْتٰی وَقَدْ اَعْطٰی اللّٰهُ
تَعَالٰی لِیَسِيْنَا صَلٰی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُعْجَزَاتِ
اَضْعَافَ مَا اَعْطٰی عِيْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ وَاَمْرًا بِاِقْرَابِ الْعِبَادَةِ
وَتَوْحِيْدِ الْبَارِئِ لَا شَرِيْكَ لَهٗ۔

”میں کہتا ہوں کہ جس فتنہ میں نصاریٰ مبتلا ہوئے تھے اس فتنہ کا دورِ وارہ
بند کرنے کیسے یہ تعلیم دی گئی۔ عیسائیوں نے جب دیکھا کہ عیسیٰ علیہ
السلام مادرِ زادن دھبے کو مینا کرتے ہیں کوڑھے کو شفا یاب کرتے ہیں اور
مردوں کو زندہ کر دیا کرتے ہیں تو وہ آپ کو خدا کا بیٹا کہنے لگے۔ اللہ
تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم ﷺ کو جو معجزات عطا فرمائے ہیں وہ

اِس عالم باشد تا چار اور اسایہ نبود و نیز در عالم شہادت سایہ شخص از شخص لطیف تر است چون لطیف تر از سب در عالم نباشد اور اسایہ چہ صورت در عالم علیہ و علی آ۔
الصلوات والتسلیمات۔ (1)

”جاننا چاہئے کہ پیدائش محمدی تمام افراد انسان کی طرح نہیں ہند، عالم میں سے کسی فرد کی پیدائش کے ساتھ نسبت نہیں رہتی۔ یہ نہ آنحضرت ﷺ باوجود غصری پیدائش کے حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں، جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”حُفْتُ مِنَ النُّورِ“ کشف صریح سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش اس امکان سے ہوئی ہے، جو صفات اضافیہ کے ساتھ تحقق رہتا ہے نہ کہ اس امکان سے جو تمام ممکنات عالم میں ثابت ہے۔ ممکنات عالم کے سنجہ خواہ کتنا ہی باریک نظر سے مطالعہ کیا جائے لیکن آنحضرت کا وجود مشہود نہیں ہوتا بلکہ ان کی خلقت و مکان کا نشاء عام ممکنات میں سے ہی نہیں کیونکہ یہ اس عالم سے برتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا سایہ نہ تھا۔ نیز عالم شہادت میں ہر ایک شخص کا سایہ اس کے وجود کی نسبت زیادہ لطیف ہوتا ہے اور جب جہان میں ان سے طیف کوئی نہیں تو چہ ان کا سایہ کیسے متصور ہو سکتا ہے۔“

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور صفت بشریت سے متصف ہیں اور حضور کی بشریت کا مطلقاً انکار غلط و تباہی ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ حضور کو بشر کہنا درست ہے یا نہیں۔ ہمہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضور پر نور کی تعظیم و تکریم فرض عین ہے و راہی ہی ہے اپنی سے ایمان سب ہو جاتا ہے اور اعمال ضائع ہو جاتے ہیں ارشاد الہی ہے۔

وَتَعَزَّوْذُكَ وَتَوْقُرُوكَ (2)

”(اے اہل ایمان!) میرے حبیب کی تعظیم و توقیر کو ہمیشہ ملحوظ رکھا کرو۔“
اب دیکھنا یہ ہے کہ بشر کہنے میں تعظیم ہے یا تنقیص۔ وب و احترام ہے یا سوءالاب۔

پہلی صورت میں بشر کہنا جائز ہو گا اور دوسری میں ناجائز ہے۔

مہرِ علم و عرفان حضرت شیخ مہر علی شاہ نور اللہ مرقدہ نے اس عقدہ کا جو حل پیش کیا ہے اس کے مطالعہ کے بعد کوئی اشتباہ نہیں رہتا آپ کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہے۔
 ”لفظ بشر مقبوضہ اور مصداقاً تضمن کمال ہے۔ کیونکہ آدم علیہ السلام کو بشر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا ارشاد باری ہے۔“

(1) مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتَ بِيَدَيَّ؟

”کس چیز نے منع کیا کہ تُو بارگاہِ تمہیں اس کو سجدہ کرنے سے جسے میں نے پیدا کیا اپنے دونوں ہاتھوں سے۔“

(اب ہمیں جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا اس کو سجدہ کرنے سے تجھے منع کرنے کا) کیونکہ اس پیکرِ خالق و اللہ تعالیٰ کے ہاتھ گئے کی عزت نصیب ہوئی اس سے بشر کہا گیا ہے۔ اس خاک کے پتے کی اس سے بڑھ کر عزت افزائی کیا ہو سکتی ہے۔ نیز یہی بشر ہے جو آپ کے الفاظ میں کمال استجلاء کیلئے مظہر بنایا گیا ہے اور ملائکہ جو نہ نقص مظہریت کمال سے محروم تھے۔ یہ دونوں چیزیں اگر ذہن نشین ہوں تو بشر کہنا میں تعظیم و تکریم ہے مگر (چونکہ اس کمال تک پہنچنے کے سوا کس اور اہل تحقیق اور اہل عرفان ربانی نہیں رکھتا لہذا اطلاق لفظ بشر میں خواص بندہ اخص الخواص کا حکم عوام سے علیحدہ ہے۔) خواص جیسے جائز اور عوام کیسے بغیر زیادت لفظ دال بر تعظیم ناجائز ہے۔

اس آیت میں غور طلب بات یہ ہے کہ یہ مماثلت کس چیز میں ہے؟ مراتب و درجات، وہی ہوں یا کسی کمالات علمی ہوں یا عملی، عادات و خصائل، روح پر نور بلکہ جسم عنصری تک میں کسی کو مماثلت تو کجا ادنیٰ مناسبت بھی نہیں پھر یہ مماثلت جس کا ذکر اس آیت میں ہے کون سی ہے اور کہاں پائی جاتی ہے۔ یقیناً صرف ایک بات میں مماثلت ہے وہ یہ کہ رَأَيْتُمْ لَآ إِلَهَ إِلَّا هُوَ حضور بھی ایک خدائے وحدہ لا شریک کے بندے ہیں جس کے تم بندے ہو۔ حضور کا بھی وہی خالق و مالک ہے جو تمہارا خالق و مالک ہے۔

اللَّهُ نُورٌ أَسْمَوَاتٍ وَالْأَرْضِ مِثْلُ نُورٍ كَيْفَ تَكُونُ فِيهَا وَصَبَاحُ

الْمُصْبَا فِي دُجَاهَةِ الرَّحَاةِ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دَرَى يُوقَدُ مِنْ
شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا
يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارُ نُورٍ عَلَى نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ
مَنْ يَشَاءُ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيمٌ

(1)

"اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ اس نے نور کی مثال ایسی ہے جیسے
ایک طاق ہو اس میں چراغ ہو وہ چراغ شیشہ کے ایک فانوس میں ہو وہ
فانوس، گویا ایک ستارہ ہے جو موتی کی طرح چمک رہا ہے جو روشن یا یہ
ہے برکت والے زیتون کے درخت سے جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔
قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہو جائے مگر چہ است آگ نہ چمکے۔
یہ نور ہی نور ہے پہنچا دیتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا
ہے اور بیان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ طرح طرح کی مثالیں دوسری ہدایت
کیلئے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔"

علامہ ابوالفضل جمال الدین ابن منظور اپنی شہرہ آفاق کتاب سنن عرب میں اشاری
وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ النور، اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی سے ہے یونکہ اللہ تعالیٰ
تعالیٰ کے نور سے ہی روشنی پاتا ہے اور گمراہی کی ہدایت سے راہ راست پر کامزن ہوتا ہے
اس لئے اللہ تعالیٰ کو نور کہا جاتا ہے۔

نور کا لفظی معنی بیان کرتے ہوئے علامہ موصوف لکھتے ہیں۔

الظَّاهِرُ فِي نَفْسِهِ الْمُظَاهَرُ لِغَيْرِهِ يَسْتَيْ نُورًا

"جو خود ظاہر ہو اور اپنی روشنی سے دوسروں کو شکار کر دے سے نور

کہا جاتا ہے۔"

حجتہ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اسماء حسنی کی تشریح کرتے ہوئے نور کے ضمن میں
لکھتے ہیں کہ۔

نور اس کو کہتے ہیں جو خود ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کرنے والا ہو۔ کسی چیز

کے ظاہر ہونے کی ضرورت ہے کہ وہ موجود ہو۔ جو چیز موجود نہیں ہوگی اس کا ظاہر ہونا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات واجب الوجود ہے وہ ازل سے موجود ہے اور ابد تک موجود رہے گی نیز وہ اپنے موجود ہونے میں کسی سبب، کسی علت اور کسی فاعل کا محتاج بھی نہیں اس لئے وہی ہے جو صفت نورہ ظہور سے متصف ہونے کا مستحق ہے وہ خود بھی موجود ہے اور اس کے امر کیلئے ہر چیز کو صفت وجود ارادانی ہوتی ہے اس لئے وہ ہر چیز کیلئے نور ہے۔ یعنی منطبق ہے۔

اس سے آئمہ حماء تفسیر نے اس آیت میں نور کا معنی موجد اور مبدع کیا ہے۔ یعنی عدم سے وجود میں لانے والا۔ اس کے علاوہ آیت میں نور سے مراد ہر بھی لیا گیا ہے نہ کہ قوم کا وہ نہیں جو ان کے تمام کاموں کے متعلق سوچا پکارا کرتا ہے اور انہیں صحیح راستہ پر چلاتا ہے اسے نور اقوم کہا جاتا ہے یعنی سب اسی کی رائے کی روشنی میں اپنے ہمدرد مقرر کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس اور حضرت انس سے نور کا معنی "بادی" بھی منقول ہے آیت کا مطلب ہو گا۔

هَادِيْ اَهْلِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَهَلْ يُؤْرِكَ يَّعْنٰی بِهٰذَا اٰيَةً
اِلٰى الْحَقِّ يَهْتَدُوْنَ رَبِّهٖذَا كَاٰمِنْ حَيْرَةٍ الصَّلٰةُ يَجْعُوْنَ

"یعنی آسمان اور زمین والوں کا وہی ہادی ہے جس سے وہ اس کے نور ہدایت سے

حق کی طرف ہدایت پاتے ہیں اور گمراہی کی حیرانی سے نجات پاتے ہیں"

یہ تمام تفسیریں اجلہ حماء سے منقول ہیں ان میں سے ہر ایک درست ہے اور ہر ایک کی اپنی شان ہے امام ابن جریر نے ابن عباس کے قول کو زیادہ پسند فرمایا ہے اور حجتہ الامام کے نزدیک پہلی توجیہ زیادہ پسندیدہ ہے۔

بہرہ یہ ہے کہ پہلے اس آیت کے مشکل الفاظ کی تشریح کر دی جائے جب ان کا مفہوم زمین نشین ہو جائے گا تو پھر حماء کرام کے متعدد اقوال کی روشنی میں اس کا مصداق متعین کرنا آسان ہو گا۔

مَثَلُ كَا مَعْنٰی بِهٖ صِفَتُ

وَالْمُرَادُ بِالسَّمَلِ الصِّفَةُ الْعَجِيْبَةُ اَيْ صِفَةُ نُورِهِ الْعَجِيْبَةُ (1)

یعنی اس کے نور کی عجیب و غریب صفت یوں بیان کی جاتی ہے۔

مَشْكُوَّةٌ اِس مَحْصُوصٍ جَلَدٌ كَوَكْبَةٍ فِي جَوْادِ يَارِ فِي جِرَانٍ رَاحَتُهُ كَيْفَ بَنَانٍ جَانِيَةٍ۔ جو صف
ایک طرف سے کھلی اور باقی طرف سے بند ہوتی ہے۔ مَشْكُوَّةٌ غَيْرُ تَاوُفٍّ فِي الْحِدَادِ
یعنی چراغ، ان مَحْصُوصَاتِ جِلْدِ جِرَانِ کو کہتے ہیں جو خوب روشنی ہے۔ يَدْرَاجُ صَحْمَةً

زُجَاجَةً شَيْشَہ سے بنا ہوا فائوس جس میں چراغ رکھا جاتا ہے۔ شُفَافٌ شَيْشَہ سے بنے ہوئے

فائوس میں آبر بڑا چراغ رکھا ہوا ہے۔ اور اِس چراغ کو مَشْكُوَّةٌ (چراغ دان) میں رکھ دیا جائے۔

جس کی روشنی ہر سمت سے بلند ہو کر ایک ہی سمت میں پھیل رہی ہو تو آپ اندازہ کر سکتے

ہیں کہ روشنی کتنی تیز ہوگی۔ اور چراغ روشن ہو دیا جائے اور اِسے فائوس میں رکھا جائے۔

یہ تو وقت ہو کہ کسی بعد کے سے اس سے بجھ جائے گا خطہ ہوتا ہے نیز اس کی بھی

مدد ہم ہوتی ہے اور اگر چراغ کو شیشہ کے فائوس میں رکھ دیا جائے تو بجھنے کا خطہ بھی نہ رہتا

گا اور اب ہمارے شفاف فائوس سے اس کی روشنی چھین چھین کر اس میں دیا جائے

اسافہ ہو جائے گا اور وہ فائوس کے میدان میں رکھا ہوا ہو اور اس کی روشنی چاروں

طرف پھیل رہی ہو تو جتنی اس کی چمک ہر طرف پھیل جائے گی وجہ سے صاف ہو جائے گی اور

اِس فائوس واسطہ کی ایسے چراغ دان میں رکھ دیا جائے جو صرف ایک طرف صاف ہو تو

ساری روشنی ایک سمت میں پھیلنے کی وجہ سے ہی نکلتی ہو جائے گی۔ وہ چراغ باطل اس

طرح رکھائی جائے گا جیسے تاریک رات میں آسمان پر کوئی دمکتا ہوا ستارہ جو روشنی جھپکی ہو

اور تھپکن جھپکن جھپکن میں چراغ جلد سے ایسے مختلف قسم کے تیل استعمال کئے جاتے تھے

ان تیلوں میں سے زیتون کے تیل کی روشنی بڑی تیز، صاف و درحہ میں سے پاک ہوتی۔

جس چراغ میں زیتون کا تیل لایا جاتا اس کی چمک ایک کامتا بد کوئی اور چراغ نہ کر سکتا۔ پھر

زیتون کا درخت اور اس سے نکالا ہوا تیل ایک قسم کا نہیں ہوتا بلکہ بعض زیتون کے

درخت اپنے علاقہ و آب و ہوا کی وجہ سے دوسرے زیتون کے درختوں سے زیادہ عمدہ ہوتے

ہیں اور ان سے نکالا ہوا تیل کہیں صاف اور روشن ہوتا ہے۔ خصوصاً زیتون کا وہ درخت جو

کئی پہاڑی چوٹی یا کھلے میدان میں اکا، اکا، طلوع آفتاب کے وقت بھی اس کی غباری کر نہیں

سے زندگی بخش ثمرات سے سرشار رہا اس اور اب سورج غروب ہو رہا ہو تب بھی ہوا پر

طرف سے اسے لگتی ہو اس قسم کا درخت اپنے قد و قامت میں بھی نمایاں ہوتا ہے اور اس کا تیل بھی بڑا نفیس ہوتا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ اگر اسے آگ نہ بھی لگائی جائے تو از خود روشنی کے شعلے بھڑک اٹھیں گے۔

آیت کے پہلے حصہ میں چراغ کا ذکر ہوا پھر بلوری فانوس کا اور اس جگہ کا جہاں اسے رکھا جاتا ہے اب بتایا جا رہا ہے کہ جو تیل اس میں جل رہا ہے وہ نہ سوں کا یا تارامیر کا معمولی تیل نہیں بلکہ زیتون کے ایک خاص درخت کا ہے۔ اب اس مثال کی عظمت کا اندازہ کائیے کہ ایسے چراغ کی روشنی کی کیا کیفیت ہوگی۔ اس کی چمک دیکھ دوسرے چراغوں کو مات کر رہی ہوگی اور اپنی صفائی اور لطافت کے باعث دل و نگاہ کو مسحور کر رہی ہوگی۔ ان امور کو ذہن نشین کرنے کے بعد اب علماء کرام نے اس تمثیل کے جو مختلف مطالب بیان فرمائے ہیں، انہیں ملاحظہ فرمائیے۔

1۔ حضرت ابن عباس نے عرب احبار سے کہا۔ اَخْبِرْنِي عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى مَثَلُ نُورٍ كَمِثْلِ شَوْكَةٍ مجھے اس آیت کا مطلب بتاؤ

قَالَ كَعَبِّ هَذَا مَثَلُ ضَرْبٍ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِلَيْكَ شَوْكَةُ صَدْرُهُ وَالزُّجَّاجَةُ قَلْبُهُ وَالْمَصْبَا حُزْنُهَا النَّبُوءَةُ يَكَادُ نُورُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمْرُهُ يَتَّبِعُنِ لِنَتَائِسٍ لَوْلَمْ يَنْكَلَمْ أَنَّهُ نَبِيٌّ كَمَا كَانَ يَكَادُ ذَلِكَ النَّبِيُّ

يُضَيُّ وَيَكُونُ تَسْسَهُ نَارُ نُورٍ عَلَى نُورٍ (1)

”حضرت کعب نے کہا یہ مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے متعلق بیان کی ہے۔ مشکوٰۃ سے مراد سینہ مبارک ہے۔ زجاج سے مراد قلب انور ہے۔ مصباح سے مراد نبوت ہے۔ یعنی حضور کا نور حضور کی شان لوگوں کے سامنے خود بخود عیاں ہو رہی ہے۔ اگرچہ حضور اپنی نبوت کا اعلان نہ بھی کرتے۔“

عارف باللہ علامہ ثناء اللہ پانی پتی یہ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں۔

وَلَنَعْمَ مَا قَالُ كَعَبٌ هَآ اَنْذَا اَذْكُرُ فَضْلًا فِي ظَهْرٍ اَمْرٍ

نُبُوَّتِهِ قَبْلَ اَنْ يُبْعَثَ وَقَبْلَ اَنْ يَتَكَلَّمَ اَنَّهُ نَبِيٌّ (1)

”یعنی کعب نے بہت عمدہ بات کہی ہے اور میں یہاں ایک فصل تحریر کرتا ہوں جس سے پتہ چل جائے گا کہ حضور کی نبوت اور رفعت شان اعلان نبوت سے پہلے ہی ظاہر و باہر تھی۔“

اس کے بعد علامہ موصوف نے ایک طویل فصل لکھی ہے۔ جس میں حضور نبی کریم فخر آدم و بنی آدم ﷺ کے ان معجزات کا ذکر کیا جو اعلان نبوت سے قبل ظہور پذیر ہوئے۔ دل تو چاہتا ہے کہ اہل محبت کی تسکین خاطر کیلئے اس کا ترجمہ پیش کروں لیکن یہاں اس کی گنجائش نہیں اور بالکل محروم رہنا بھی گوارا نہیں۔ صرف ایک واقعہ ذکر کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

حضور ﷺ ابھی کمن ہی تھے کہ تمام عداقہ میں سخت قحط پڑ گیا۔ حضرات و صاحب بارش کی دعا کرنے کیلئے حرم میں آئے اور حضور اقدس کو بھی ہمراہ لے گئے۔ حضور نے صرف انگلی سے اشارہ کیا اور دعا مانگی۔ اس وقت آسمان پر باد کا نام و نشان تک نہ تھا۔ دعا مانگتے ہی دیر تھی کہ،

فَاَقْبَلَ السَّحَابُ مِنْ هَهُنَا وَهَهُنَا وَاعْدَقَ وَاعْدَقَ

اَنْعَجَرَلَهُ الْوَادِي وَفِي ذَلِكَ قَالَ ابُو طَالِبٍ :

وَابْيَعْنُ يَسْقِي الْعَامْرُ بَوَّجِهِمْ رِثْمَالُ الْيَسَامِي عَصْمَةُ اِلَّا رَايْنِ

”اس وقت بادل اوہر اوہر سے ہجوم کر آئے خوب موسلا دھار بارش ہوئی یہاں تک کہ وادیاں بننے لگیں۔ اس وقت ابو طالب نے یہ شعر کہا وہ سفید من موہنی رنگت والا جس کے روئے تاباں کے صدقے بادوں کی التجا کی جاتی ہے وہ قیاموں کا آسر اور بیوہ عورتوں کی ناموس کا محافظ ہے۔“

آیت میں لَا شَرَقِيَّةَ وَلَا غَرْبِيَّةَ فرما کر یہ بتا دیا کہ نبوت مصطفویٰ کا فیض عام ہے جس طرح زمانہ کی پابندی نہیں اسی طرح مکان کی قید بھی نہیں۔ اہل مشرق و مغرب سب

ہیں اور رحمت بھاری ہے اور امن اطمینان کا شہادہ ہے۔

2- ابو احماد نے ابی بن اعب سے نقل کیا ہے کہ یہ مومن کی مثال ہے۔ مشکوٰۃ اس کا نفس ہے۔ زجاجہ اس کا سینہ۔ مصباح نور ایمان اور نور قرآن ہے جو اللہ تعالیٰ مومن کے دل میں پیدا فرماتا ہے اور شجرہ مبارکہ سے مراد اخلاص ہے۔

3- حسن بصری اور ابن زید کہتے ہیں کہ یہ قرآن کی مثال ہے مصباح سے مراد قرآن کریم ہے جس طرح چراغ سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اسی طرح قرآن سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔

زجاجہ سے مراد قلب مومن ہے۔ مشکوٰۃ سے مراد اس کا منہ اور اس کی زبان ہے۔ شجرہ مبارکہ سے مراد اس کی وقی ہے۔

علامہ ابو حیان اللندی نے اپنی تفسیر البحر المحیط میں یہ تین قول درج کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ان صورتوں میں مثل نور کی ضخیم کامر جمع ایک چیزیں ہوں گی جو پہلے مذکور نہیں ہیں اس لئے علی نے اَللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ پر وقف کیا ہے اور آیت کے پچھلے حصہ و کلام متناف قرار دیا ہے۔

هٰذَا الْاَقْوَالُ الثَّلَاثَةُ عَادِيهَا ضَمِيرٌ عَلَى مَذْكُورٍ وَلِذَا لَكَ
قَالَ مَكِّي يُوقِفُ عَلَى الْاَرْضِ فِي يَدِكَ الْاَقْوَالُ الثَّلَاثَةُ

(اس عبارت کا ترجمہ اور منسوب اس سے پہلے چند سطحوں میں درج ہے)

4- یہ نور کی ضخیم کامر جمع اللہ و گواہ صورت میں مصباح سے مراد اودات خداوندی ہوں۔ مشکوٰۃ سے مراد ساری کائنات ہوں اور فانوس (زجاجہ) اس کا نورانی پردہ ہو گا جس کے باعث وہ عیاں اور شکار ہونے کے باوجود اپنی مخلوقات کی نگاہوں سے مخفی اور پناہ ہے۔ یہ خفا اس سے نہیں کہ اس کے خیور میں چھوٹی ہے بلکہ تجلیات کی فراوانی اور انوار کی کثرت اس بات سے مانع ہے کہ کوئی آنکھوں سے دیکھنے کی جرأت کر سکے اَللّٰهُ تَعَالٰی وَرَسُوْلُهُ الْمَكْرُمُ اَعْلَمُ بِاسْرَارِ الْكِتَابِ وَرَمُوزِهِ

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الَّذِي يَخْبِرُ عَنْهُ
مَكْنُوْنًا عِنْدَهُ هُوَ فِي التَّوْرَةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوْفِ
وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ

الْخَبِيثَاتِ وَيَصْنَعْنَ غُرْفَهُمْ أَلَّا يَدْخُلْنَ إِلَيْهِمْ
قَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَةُ نَرُودُكَ وَتَتَّبِعُوا التَّوْرَةَ
أَنْزَلَ مَعَكَ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْرِجُونَ ○

(1)

”جو ہماری کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی کی ہے، جس سے وہ روایت
ہیں لکھ ہو اپنے پاس تورات وانجیل میں وہ نبی عصمت ہے نہیں نہیں ہوا
روکتا ہے انہیں برائی سے اور جس کتابت کے لیے پاک چیزیں ہوں
کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں اور کتابت ان سے ان کا وجہ اور کتابت
زنجیریں جو جکڑے ہوئے تھیں نہیں۔ پس جو وہ ایمان سے کہیں
ان پر اور تعظیم کی آپ کی اور ایمان کی آپ کی اور یہ ان کی ان کی ہوں
اتار آیا آپ کے ساتھ وہی خوش نصیب کامیاب و کامران ہیں۔“

اس آیت میں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے اوصاف جمیدہ اور حضور کی اہمیت کے
مقاصد جلیلہ بڑی وضاحت اور تفصیل سے بیان فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جیسے
ہوئے ہونے کی وجہ سے حضور کو رس اور مخلوق کی طرف سے دعوت ہونے کی وجہ سے حضور
کو نبی فرمایا گیا۔ حضور کو ان کے لیے متعدد وجوہات عطا کر مانی گئی ہیں۔

مَنْسُوبٌ إِلَى الْآخِرِ يَعْنِي هُوَ عَلَى مَا وَدَّعَتْهُ آفَةُ لَمْ يَكْتَسِبْ وَنَحْوُ
يَقْرَأُ

(2)

”ام (ماں) کی طرف منسوب کرتے ہوئے ان کا معنی جیسے نور پیدہ
بچہ پڑھنا لکھنا نہیں جانتا کسی طرف حضور نے بھی کسی امت سے لکھنا
پڑھنا نہیں سیکھا اور اس کے باوجود علوم ظاہری اور باطنی سے سید
مبارک کا بہرہ یز ہوں حضور کا روشن معجزہ ہے۔“

حضرت علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

”میں نے یہ کہہ دیا کہ ہمارا ترجمہ

واقف ز سر نہاں خانہ تقدیر شدیم

یعنی ہمارا ہادی برحق امی تھا لیکن اس کی حکمت کی برکت سے ہم تقدیر کے اندر نہیں پر مطلع ہو گئے۔

2۔ ام القری (مدہ) کی طرف نسبت کی وجہ سے امی کہا گیا۔

3۔ بعض کی رائے ہے کہ امی امت کی طرف منسوب ہے یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صاحب امت ہیں اور امت کی "نساء" نسبت کے وقت حذف کر دی گئی جیسے مدہ سے امی مدینہ سے مدنی میں نساء: محذوف ہے۔

اس مقام پر حضرت قبلہ مولانا محمد نعیم الدین قدس سرہ کا حاشیہ بڑا مفصل ہے۔ اسی کا ایک اقتباس نقل کرنا کافی سمجھتا ہوں۔

"تسب الہیہ حضور سید عالم کی نعت و صفت سے بھری ہوئی تھیں۔ اہل کتاب ہر قرن میں اپنی کتابوں کی تراش خراش کرتے رہے۔ ان کی بڑی کوشش رہی کہ حضور کا ذکر اپنی کتابوں میں نام کو نہ چھوڑیں لیکن ہزاروں تبدیلیاں کرنے کے بعد بھی موجودہ زمانہ کی بائبل میں حضور کی بشارت کا نشان کچھ نہ کچھ باقی رہی گیا۔ چنانچہ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لاہور کی 1931ء میں شائع کردہ یوحنا کی انجیل کے باب چودہ کی سولہویں آیت میں ہے۔"

"اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا جو ابد تک تمہارے ساتھ ساتھ رہے۔"

لفظ مددگار پر حاشیہ ہے اس پر اس کے معنی وکیل یا شفیع لکھے ہیں۔

اب حضرت عیسیٰ کے بعد جو شفیع ہو اور ابد تک ساتھ رہے۔ یعنی اس کا دین بھی منسوخ نہ ہو۔

بخیر سید عالم علیہ السلام کے کون ہے؟

پھر 29-30 آیت میں ہے۔

"اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تاکہ جب وہ ہو جائے تو تم یقین کرو۔ اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔"

کیسی صاف بشارت ہے اور مسیح نے اپنی امت کو حضور کی وادعت کا کیسا منظر بتایا اور شوق دایا ہے۔ دنیا کا سردار خاص سید عالم کا ترجمہ ہے۔

پھر اسی کتاب کے باب 16 کی آیت نمبر 7 ہے۔

”لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں گا تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔“

اسی باب کی آیت نمبر 13 ہے۔

”لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روتے آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا جس سے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو چہ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ سید عالم ﷺ کی آمد پر دین کی تکمیل ہو جائے گی اور آپ سچائی کی راہ یعنی دین حق کو مکمل فرمائیں گے۔“

اس نبی امی کی دوسری خصوصیت یہ بتائی گئی ہے کہ **يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ** وہ نیک کاموں کا حکم دے گا اور برے کاموں سے روکے گا۔ پھر فرمایا **يُحِبُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحِبُّهُمْ عَلَيْهِمُ الْخَبِيثَاتِ** حاس کرے گا ان سے پاک چیزیں اور حرام سر دے گا ان کیسے ناپاک چیزیں۔ پھر فرمایا **وَيُضَرُّ عَنْهُمْ اَصْرُهُمْ** اتار دے گا ان کا بوجھ۔ **وَالْاَعْلَالِ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ** اور کاٹ دے گا ان زنجیروں کو جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔ لفظ ”اَصْر“ دو معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔

اَصْر بمعنی ثقل بوجھ اور اَصْر بمعنی عہد۔ یہاں دونوں معنی ملحوظ ہیں یعنی اعمال شدیدہ کو بجالانے کا جو عہد نبی امیر اکیل سے لیا گیا تھا حضور کی تشریف آوری سے انہیں ان اعمال شاقہ کی ادائیگی سے آزاد کر دیا گیا۔ ان کی شریعت کے چند احکام یہ تھے کہ گر کوئی پٹا نجاست گننے سے پلید ہو جاتا تو اس کو کاٹ دینا پڑتا تھا۔ ایام حیض میں عورت کے ساتھ اغصنا بیٹھنا، ایک ساتھ کھانا پینا تک ممنوع تھا۔ مال غنیمت کا استعمال جائز نہ تھا بلکہ اس کو ایک جگہ جمع کر کے نذر آتش کرنا لازمی تھا۔

اغصا جمع ہے اس کا واحد غل ہے اس کا معنی ہے زنجیر۔ اس سے مراد بھی شریعت موسوی کے وہ شدید اور سخت احکام ہیں جن پر عمل کرنا نبی سرخیل کیسے ناگزیر تھا۔ مثلاً یوم سبت کو ہر دنیاوی کام کی ممانعت تھی۔ اگر کوئی کسی کو قتل کر دیتا تو دیت کی غنیمت نہ تھی بلکہ قاتل کو بطور قصاص قتل کرنا ضروری تھا۔ سی طرح کئی دیگر احکام تھے جن پر عمل کرنا

مشقت سے خالی نہ تھا لیکن رحمتِ عالمیہ ﷺ کی آمد سے ان تمام احکامِ شرعہ میں تخفیف اور نرمی آروی گئی۔ اگر کچھ اپید ہو جائے تو اس کو پاؤں سے لے کر کھینچ کر باہر نکال دیا جائے گا۔ عورت سے صرف ہم بستری ممنوع قرار دی گئی وہ سری پابندیاں تختہ بردی گئیں۔ قاتل سے دیت قبول کرنے کی بھی اجازت دی گئی۔ مالِ غنیمت کا استعمال حلال کر دیا۔ ان احکام میں بڑی تسانیوں اور نرمیوں آروی گئیں۔ نہ اربابِ صلہ و سلامہ ہوں اس حالتِ زیبا پر جس کی آمد سے فحش عالم میں ہمارا آئی، جس کے خاتم ہونے سے کائنات میں جاودا کیا توہمات کے قفس ٹوٹ گئے، عداوی کی زنجیریں کٹ گئیں اور انسان کو شرفِ انسانیت سے آشنا کر دیا گیا۔

اس آیت کے آخر میں بڑے اختصار اور جامعیت کے ساتھ اس حقیقت کو واضح کر دیا گیا کہ فلاح و سعادت دارین سے صرف یہی خوش نصیب و فزونیوں کے جو میرے مصطفیٰ کریم پر سچے دوس سے ایمان لائیں گے اور اسکی تعظیم و تکریم میں کوئی کوتاہی نہ کریں گے اس دین کی نصرت اور اس کی شریعت کی تائید کیسے برقرار رہنی چاہیے پر مستعد ہوں گے اور اس کے نور تاباں (قرآن کریم) کے ارشادات پر عمل کرنے کیسے دل و جان سے آمادہ ہوں گے۔ یہ آیت درحقیقت وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝ کی آیت کی تفسیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نازل فرمائی۔ ایمان کے بعد حضور کی تعظیم و تکریم تمام احکام میں سب سے اہم ہے بلکہ نصرت دین اور اتباع قرآن کا حق، یہی تب ہو سکتا ہے جب دل میں حضور کا ادب و احترام ہو۔

ادبِ پہلہ قرینہ ہے محبت کے قریبوں میں

قَدْ يَأْتِيهَا النَّاسُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ لِيَكُ جَمِيعًا إِلَيْهِ لَكَ
مُدَّتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ لِلَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالُوا
يَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَ
أَتِيَهُمْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ ۝

(1)

”آپ فرمائیے اے دو ایٹم میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف
وہ اللہ جس کے لئے با شامی سے آسمانوں اور زمین کی۔ نہیں کوئی معبود

سوائے اس کے۔ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر جو نبی الہی ہے جو خود ایمان لایا ہے اللہ پر اور اس کے کلام پر اور تم پیروی کرو اس کی تاکہ تم ہدایت یافتہ بن جاؤ۔

اس آیت سے پہلے جتنے رسول کا ذکر ہوا وہ خاص خاص حلقوں اور مخصوص قوموں کے ایک مقررہ وقت تک محدود رہے۔ مثلاً نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ، محمدؐ اور یہ بن کر آئے تھے لیکن اب جس مرشد و مبین، آخرین، جس راہبر اعظم کا ذکر خیر ہو رہا ہے اس کی شان راہبری نہ کسی قوم سے مخصوص ہے اور نہ کسی زمانہ سے محدود۔ جس طرح اس کے بھیجے والے کی حکومت و سروری عالمگیر ہے اسی طرح اس کے رسول کی رسالت بھی جہاں تک ہے۔ ہر خاص و عام، ہر مذہب و فتنہ، امیر، ہر عربی و عجمی، ہر رومی و حبشی کیلئے وہ مرشد بن کر آیا ہے۔ اس بات کا اعلان نبی برحق کی زبان حقیقت ترجمان سے کر دیا کہ سے اولاد آدمؑ میں تم سب کیلئے اپنے زمین و آسمان کے خالق و مالک کی طرف سے مرشد و ہدایت کا پیغام ہے۔ کیا نبیوں و مرشداروں سے ہدایت و فلاں کا بھی راستہ ہے کہ اس کتاب کی پیروی کرو جو میں نے تمہارے پاس کیا ہوں۔ میرے نقوش پا کو اپنے لئے خضر و اوبانہ۔ میری سنت سے رہو موانع افانہ۔ جب تم لعلکم تہتدون کی بشارت کے مستحق قرار پاؤ گے۔

فِيمَا رَحِمَهُ مِنَ اللَّهِ لَئِنْ لَمْ تَكُنْتُمْ فَطْرًا غَيَّبْتُ الْقُبُورَ
لَا تَفْضُوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَارْجُئِهِمْ
فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ
الْمُتَوَكِّلِينَ ○

(1)

”پس (صرف) اللہ کی رحمت سے آپ نرم ہو گئے ہیں ان کیلئے اور نرم ہوتے آپ تہ مزاج، سخت دل تو یہ لوگ منتشر ہو جاتے آپ کے آس پاس سے۔ تو آپ درگزر فرمائیے ان سے اور بخشش طلب کیجئے ان کیلئے ورنہ صدمہ مشورہ کیجئے ان سے اس کام میں اور جب آپ ارادہ کریں (کسی بات کا) تو پھر توکل کریں اللہ پر۔ بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے توکل کرنے والوں سے۔“

تشریح :- ہا۔ موصولہ ہے اور تاکید کیلئے ایسا گیا ہے اس لئے معنی میں "صرف" کا لفظ ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان قصور واروں کو جن کی وجہ سے فتح شکست میں تبدیل ہو گئی نہ اتنا جاسر زلفش تک بھی نہ کرنا بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طوف و محبت سے پیش آنا محض اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جلوہ نمائی ہی تو تھی جس سے اس نے اپنے محبوب کو متصف فرمایا تھا۔ اگر حضور کا حوصلہ اتنا وسیع، رحمت اتنی عام اور غفور و عظیم اتنا بے پایاں نہ ہوتا تو حق کے متناشیوں کا اتنا جھگھٹنا کیسے ہوتا۔ لوگوں سے قصور ہو جاتا تو بعض شر م کے مارے اور بعض م کے خوف سے دور بھاگ جاتے۔ حق تعالیٰ نے نہایت عجیب و غریب پیرایہ میں ان کی سفارش کی (شائبہ) **فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ** میں اپنے رسول کو فرمایا کہ ان سے جو غلطی ہو گئی ہے اسے خود بھی معاف کیجئے اور میری جناب میں بھی شفاعت کیجئے کہ میں بھی ان سے راضی ہو جاؤں۔ سبحان اللہ ایسا شان ہے صحابہ کرام کی اور کتنا بندہ مقام ہے ان کے نبی مکرّم کا اور کیا بنے مولا کے کریم کی رحمت کے جو اس نے اپنے محبوب اور اس کے ذریعہ اپنی سب مخلوق پر کی۔ اس آیت میں بالکل واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم گنہگاروں کے لئے بخشش کی ہے، ہمارے دکھ درد دور کرنے کیلئے حضور نبی کریم ﷺ کی دعا کو وسیط اور وسیع بنایا۔ حضور کو، سید سمجھنا اور حضور کی بارگاہ میں شفاعت کیلئے التجا کرنا شرک نہیں، جین اسلام ہے۔ اور قرآن کریم کی تعلیم ہے پھر اپنے نبی مکرّم کو حکم دیا کہ وہ اپنے مخلص صحابہ کرام سے مشورہ کیا کریں۔

ماہ ابو عبد اللہ اتر طبعی نے اس مقام پر خوب لکھا ہے، فرماتے ہیں :

قَالَ ابْنُ عَطِيَّةَ وَالشُّوزِيُّ مِنْ قَوَاعِدِ الشَّرَائِعِ وَعَزَائِمِ الْأَحْكَامِ

وَمَنْ لَا يَسْتَشِيرُ أَهْلَ الْعِلْمِ وَالْإِيمَانِ فَعَزْلُهُ وَاجِبٌ - (1)

"مشورہ شریعت کے مسلمہ اصولوں اور اہم ترین احکام سے ہے اور جو حکم اہل علم و دین سے مشورہ نہیں کرتا بلکہ خود رائی سے کام لیتا ہے اسے معزول کر دینا لازمی ہے۔"

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ خلفاء اور حکام پر واجب ہے کہ دینی معاملات میں علماء سے، جنگی امور میں قائدین لشکر اور ماہرین حرب سے، اور عام فلاح و بہبود کے کاموں میں

سر دارانِ قبائل سے اور ملک کی ترقی اور آبادی کے متعلق عظمند وزراء اور تجر بہ کار مہمہ داروں سے مشورہ کریں اور حضور کریم ﷺ کو مشورہ کرنے کے حکم کی حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ قرطبی لکھتے ہیں۔

مَا أَمَرَ اللَّهُ نَبِيَّهُ بِالْمُشَاوَرَةِ لِحَاجَةِ قَوْمِهِ إِلَى رَأْيِهِمْ وَلَا لِمَا
أَرَادَ أَنْ يُعَيِّرَهُمْ مَا فِي الْمَشَاوَرَةِ مِنَ الْفَضْلِ وَلِتَقْتَدِيَ
بِرَأْيِهِمْ مِنْ بَعْدِهَا۔

(1)

”اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مشورہ کرنے کا اس لئے حکم نہیں دیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے مشورہ کی ضرورت تھی بلکہ اس امر میں حکمت یہ تھی کہ صحابہ کرام کو مشاورت کی شان کا پتہ چل جائے نیز یہ مشورہ سنت نبوی بن جائے اور امت مسلمہ اس کی اقتداء و اتباع کرے۔ اس کی ایک اور وجہ بھی بیان کی گئی ہے۔

تَطْيِيبًا لِنَفْسِهِمْ وَرَفْعًا لِقُدْرَتِهِمْ
”صحابہ کرام کے دلوں کو خوش کرنا اور ان کی قدرت و منزلت بڑھانا مقصود ہے۔“

(2)

یعنی ان کے بادی و مرشد کی نگاہ میں ان کی بڑی قدرت و منزلت ہے اس سے اہم امور میں ان سے مشورہ فرمایا جائے۔

عمر، خوب غور و غوض اور بحث و تحقیق کے بعد جو فیصلہ کیا جائے اسکو مکمل جامہ پہنانے کا پختہ ارادہ کر لینے کو عزم کہتے ہیں۔ بغیر سوچے سمجھے کوئی کام کرنے میں مشغول ہو جانا عزم نہیں ہے اس لئے عزم و نیت نے لکھا ہے۔ الْعَزْمُ وَالْحَزْمُ وَاحِدٌ
توکل کا اسلامی مفہوم پہلے بیان ہو چکا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ایک بات طے کر لینے کے بعد تذبذب کا شکار ہونا پیغمبر کی شان کے شایاں نہیں اور نہ مومن کو ایسا کرنا زیادہ ہے کیونکہ اس سے دل میں کمزوری اور مزاج میں تلون پیدا ہوتا ہے۔

(3)

وَتَعَلُّبِكَ فِي الشَّيْءِ ۝

”اور (دیکھتا رہتا ہے) جب آپ چدر لگاتے ہیں سجدہ کرنے والوں کے گھروں کا۔“

اس آیت طیبہ کے متعدد مفہوم بیان کئے گئے ہیں۔

1۔ جب آپ نماز ادا کرتے ہیں اور اس میں قیام سے رکوں کی طرف، رکوع سے سجدہ کی طرف پھر سجدہ سے قیام کی طرف جو تبدلات آپ سے صادر ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان تمام کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔

2۔ حضور نے جماعت کرائی بعض صحابہ رکوع و سجود میں حضور سے پہلے چلے گئے۔ نماز سے فراغت کے بعد حضور نے انہیں ایسا کرنے سے منع فرمایا اور انہیں بتایا کہ تم یہ نہ سمجھو کہ جب میں قبلہ رو ہوا ہوں تو میں تمہاری حرکات و سکنات سے بے خبر ہوتا ہوں۔

قَوَّالِہٖ مَا یَخْفٰی عَلَیْکُمْ خُشُوْا عَلَیْہِمْ وَلَا تَکُوْا عَلَیْہِمْ لَآ اَکْثَرُ عِندَہٗ
وَدَّ اَیُّ ظَہُوْرٍۙ

”یعنی مجھ پر نہ تمہارا قلبی خشوع و خضوع مخفی ہوتا ہے اور نہ تمہارا رکوع، میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے سے دیکھ رہا ہوتا ہوں۔“

اس آیت میں اسی امر کی طرف اشارہ فرمایا کہ جب آپ اپنے صحابہ کی ظاہری و باطنی کیفیات مدِ خطہ کر رہے ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے اس فعل کو بھی دیکھ رہا ہوتا ہے۔

3۔ بعض مفسرین نے اس آیت کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ جب نماز تہجد کی فرضیت ختم ہو گئی تو حضور سحری کے وقت اٹھے اور صحابہ آرام کے گھروں کا چکر لگایا یہ دیکھنے کیلئے کہ فرضیت کے ختم ہونے کے بعد کیا وہ آج آرام سے سو رہے ہیں یا اپنے معبود حقیقی کی عبادت میں مصروف ہیں۔ حضور جس صحابی کے گھر کے پاس سے گزرتے تلاوت قرآن کریم اور ذکر الہی کی آوازیں اسی طرح آرہی ہوتیں جیسے شہد کے چھتے سے شہد کی کھیاں غنغنا رہی ہوں۔

فَوَجَدَہَا کَیۡنُوۡتِیۡنِیۡ الْعِلَّ لِیۡمَا سَمِعَ لَهَا مِیۡنَ دَنَدَنَہُمۡ یٰۤیٰۤکَرِ

(1)

اَللّٰہُ تَعَالٰی وَالتَّلَآدَۃِ۔

4۔ بوخیم نے حضرت ابن عباس سے اس کا یہ مفہوم بھی نقل کیا ہے کہ نمٹے سے

مراد تَنْقِلُ فِي الْأَصْلَابِ ہے مَن جب آپ کا نور اپنے بعدائے آپ سے اُجھلا کر
پشتوں سے منتقل ہوتا چلا آ رہا تھا تو اس وقت بھی آپ کا رب، بخیر رہا تھا۔ یونکہ آپ نے
آباء و اجداد کو قرآن کریم نے الشَّجِدِينَ (سجدہ کرنے والے) کہا ہے اس سے اُنشاء اللہ
نے اس آیت سے حضور کریم ﷺ کے والدین پر یحییٰ کے مومن ہونے پر استدلال کیا
ہے۔ اور اہل سنت و جماعت کے کثیر العدد و جلیل قدر علماء کا یہی مسلک ہے۔ چنانچہ علامہ
آؤس لکھتے ہیں۔

”وَجَوَّزَ حَمَلُ التَّقْدِ عَلَى التَّقْدِ فِي الْأَصْلَابِ أَنْ يُرَادَ
بِالشَّجِدِينَ الْمُؤْمِنُونَ وَاسْتَدِلَّ بِأَلَا يُرَى عَلَى إِيْمَانِ
أَبِيهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَمَا ذَهَبَ إِلَيْهِ كَثِيرٌ
مَنْ أَهْلُ أَهْلِ السُّنَّةِ“

(1)

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ جو شخص حضور کے والدین پر یحییٰ کے حق میں ہے انہی نے قلمت
کہتا ہے تو مجھے اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔

وَأَنَا أَخَشَى الْكُفْرَ عَلَى مَنْ يَقُولُ فِيهِمَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
عَلَى رَغْوِ أَنْفِ عَلَى الْقَارِئِ وَأَصْرَاهِ

اس قول کی تائید میں علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد احادیث صحیحہ نقل کی ہیں جن
میں سے ایک حدیث ملاحظہ ہو۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَا أَفْزَقَ النَّاسُ فِرْقَتَيْنِ إِلَّا جَعَلَنِي اللَّهُ مِنْ
خَيْرِهِمَا فَاُخْرِجْتُ مِنْ بَيْنِ أَبِي وَأُمِّي وَلَمْ يُصِبْنِي شَيْءٌ مِنْ
عَهْدِ الْمَنَاجِيهِ خَرَجْتُ مِنْ نِكَاحٍ لَمْ أَخْرُجْ مِنْ سِقَاحٍ
مِنْ لَدُنْ أَدَمَ حَتَّى إِتْرَهَيْتُ إِلَى أَبِي وَأُمِّي فَأَنَا خَيْرُكُمْ
نَفْسًا وَخَيْرُكُمْ أَبًا۔

(2)

”حضور نے فرمایا کہ جب بھی نسل انسانی دو حصوں میں بنی تو مجھے اللہ

تعالیٰ نے اس میں کیا جو ان دونوں سے بہتر تھا۔ اپنے والدین کے ہاں میری ولادت ہوئی اس حال میں کہ مجھے زمانہ جاہلیت کی کسی چیز نے ملوث نہیں کیا۔ آدم سے لے کر اپنے والدین تک میرے اجداد و جدات میں کوئی بھی بدکاری سے پیدا نہیں ہوا۔ میں تم سب سے نفس کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں اور باپ کے لحاظ سے بھی۔“

اس حقیقت پاک سے معلوم ہوا کہ حضور کے آباؤ اجداد سے کوئی مشرک یا فاسق نہیں ہو کیونکہ مشرکین کے بارے میں صراحت مذکور ہے۔ **لَا تَدْعُ الْمُشْرِكُونَ نَحْمِسُ** ”مشرک نجس ہیں“ اور حضور کے آباء نجس نہیں ہو سکتے جن کی تمام حرکات و سکنات و نگاہ قدرت ہر وقت بغور ملاحظہ فرما رہی ہو اس ہستی کی شان عظمت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝ (1)

”اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سراسر اپارحمت بنا کر سارے جہانوں کیلئے۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کو جن کمالات صوری و معنوی، وہی و کسبی سے مشرف فرمایا وہ بلا شک و شبہ بے مثال و بے نظیر میں اور ان کمالات کو قرآن کریم کی آیات طیبات میں جس انداز سے بیان فرمایا اس کا بھی جواب نہیں۔ ان آیات کو پڑھ کر اگر ایک طرف عبد محبوب کے مرتبہ کمال کا پتہ چلتا ہے تو دوسری طرف ان کمالات کے بخشنے والے کی شان کریمی اور ادائے بندہ نوازی دیکھ کر بے ساختہ دل و زبان سے ”سبحان اللہ“ کی صدا بلند ہوتی ہے لیکن اس آیت کریمہ میں جو جامعیت ہے اس نے اس کو دیگر آیات سے ممتاز کر دیا ہے۔ جو کمالات اور صفات عالیہ متفرق اور منتشر تھیں ان سب کو یہاں یکجا کر دیا ہے۔ اس آیت میں حسن محمدی اور جمال احمدی کی ساری رعنائیاں اور درباریاں بکمال لطافت جلوہ نما ہیں۔

ارشاد ہے اے محبوب! جو کتاب مجید، دین حنیف، شریعت بیضاء، خلق عظیم، دل نکل قاہرہ، حج باہرہ، آیات بینات اور معجزات ساطعات غرضیکہ جن ظاہری اور باطنی، جسمانی

اور روحانی نعمتوں سے لالہ مال کر کے ہم نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے اس کی غرض و غایت یہ ہے کہ آپ سارے جہانوں کیسے، سارے جہان والوں کیسے، اپنوں اور بیگانوں کیسے، دوستوں اور دشمنوں کیسے سراپا رحمت بن کر ظہور فرمادیں۔

لغت میں رحمت دو چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے الرَّحْمَةُ الرَّزْقَةُ وَالشَّعْطُ یعنی رحمت، رقت اور احسان و مہربانی کے مجموعے کا نام ہے۔ (1)
علامہ راغب اصفہانی کی تشریح ملاحظہ ہو۔

الرَّحْمَةُ رِقَّةٌ تَقْتَضِي الْإِحْسَانَ إِلَى الْمَرْحُومِ جِنِّي رَحْمَتِ اس رقت کو کہتے ہیں جو اس شخص پر احسان کرنے کا تقاضا کرے جس پر رحمت کی جارہی ہے۔
پھر فرماتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت میں رقت نہیں کیونکہ وہ اس سے پاک ہے بلکہ صرف تعطف اور احسان ہے اور کہیں صرف رقت ہوتی ہے اور یارائے احسان نہیں ہوتا۔“

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو رحمت جامعہ یعنی رحمت کے دونوں مفہوموں سے نوازا ہے عَزَّوَجَلَّ (جس سے تمہیں تکلیف پہنچے وہ چیز میرے محبوب کو بڑی شاق گزرتی ہے) میں اس رقت کا اظہار ہے اور يَا الْمُؤْمِنِينَ رُدُّوْا رِحْمَتِی میں شان تعطف و احسان کا بیان ہے۔ یعنی ہر درد مند کے درد کا احساس بھی ہے اور ہر درد کا درماں بھی۔ کسی غمزدہ اور دکھ درد کے مارے کو دیکھ کر غایت رحمت سے آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں اور نوک مرثگان پاک پر درہم تیمم سے ارجمند تر اور تابندہ تر آنسوؤں کے موتی سراپا التجا بن کر بارگاہ رب العالمین میں گرتے ہیں، تو مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں اور غم و اندوہ کی کالی گھٹائیں کافور ہو جاتی ہیں۔

آپ خود غور فرمائیے کہ جن افراد نے یا جن قوموں نے حضور کے دامن رحمت کو تھا، حضور کے لائے ہوئے دین کو صدق دل سے قبول کیا اور حضور کے پیش کردہ نئے ماحیات کو اپنی عملی زندگی میں اپنایا وہ لوگ کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ گمراہ تھے، لیکن اس نور مبین سے اکتساب نور کرنے کے بعد ظلمت کدہ عالم میں ہدایت کے چراغ روشن کر گئے۔ جاہل تھے،

نیلن میں چشمہ صحرانہ ہے یہ اب ہونے کے بعد دنیا کے جس جس گوشہ میں گئے علم و
 عدلت کے چمن بھاتے گئے۔ نوار اور اجڑتے لیکن پائیدار تہذیب و تمدن کے بانی بن گئے۔
 بہانہ یہی دیا کہ ان کی ایک اچھا ماقصور کیا۔ سامنے پیش کیا جس میں کسی ایسے بادشاہ کی
 نجی شائش نہیں جو مصلحت افغان ہو، جو قانون کی گرفت سے بالاتر ہو، جو سب کا محاسب نہ ہو
 لیکن اس سے باز پرس کرنے کی کواجارت نہ ہو۔ بلکہ جو قوم، ملک کا سربراہ ہو گا اسے
 خلیفہ کہا جائے گا جس کا معنی ماب ہے اور ماب وہ ہے جو سب کے لیے مقرر کیا ہو اور جس
 پر روم و کرم و جو پھر کر کے کا اپنے مقرر کرنے والے کی فلاح و بہبود کے مطابق کرے
 گا۔ ساری قوموں سے وہ افراد اور قومیں برقرار ہو، جنہوں نے حضور کی رسالت کو تسلیم کیا
 اور حضور کے لیے سوائے دین پر ایمان لانے کا شرف حاصل کیا۔

نیلن جو لوگ اپنی کج فہمی کے باعث یہاں تقسیمات میں جتنا سوا اس چشمہ حیا ان سے
 برہنہ ہو رہا ہے یہ جاننے والے وہ بھی اس فیضان سے دانستہ یا نا دانستہ فیض یاب
 ہوتے رہتے۔ آفتاب کی شعاعیں ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں اور روشن کرتی رہیں حتیٰ کہ وہ انداز میں
 کی بنیادیں بنام یہ تکی اور شاک پر تھمی وہ بھی اپنے منہ پر کاندھ عطا دینے میں ترمیم کرنے پر مجبور
 ہو گئے۔ چنانچہ سندھ، تاجکستان میں آریہ سماج اور چینی دنیا میں پروٹسٹنٹ نظریات کا فروغ
 ہوئی کی صداقت پر شاہد حال میں۔ ملکیت اور انیسٹیشن کے نئے ماب کے حکومت کی جگہ
 جمہوری اور شہرانی طرز حکومت کی مقبولیت اسلام کے پیش کردہ ختم یہ سیاست کی فتح نہیں
 تواریک اور پھر یہ رحمت کیا ہے کہ اپنے فسق و فجور اور فخر و شک کے باوجود پہلی
 قوموں کی طرح ان پر فوری عذاب نازل کر کے انہیں نیست و نابود نہیں کر دیا گیا۔

یہ تو عالم مہاسوت میں حضور کی کوتاہیوں و رخصتوں کا ظہور ہے لیکن صرف یہاں ہی نہیں
 بلکہ عالم ملکوت میں بھی حضور کی رحمت کا پرچم ابرار ہے اور حضور کا دست شفقت گل
 فشانی کر رہا ہے۔ وہاں رحمت محمدی نے ظہور میں جو پائیکین ہے اور بحر کرم میں جو مٹھاس اور
 روانی ہے اس کا حال توفیق و انقبوس قدسیہ ہی جانتے ہیں جہیں سہام کی سیاحت ارزانی
 ہوئی ہو۔

خزینہ یہ آفتاب ہے جس کی تابانیوں سے صرف عالم رنگ و بو کی روشن نہیں بلکہ وہ
 جہاں لطیف بھی درخشاں ہے جو رنگ و بو، کم و کیف اور بال و پوست کے قیامات سے ماورا

ہے۔ کچ تو یہ ہے کہ وہاں اس آفتاب کی نورانی کارنامہ ہی نہ اسے جہانِ ہاں پہ یہ بات
اور نہ قلم سے لکھا جاسکے۔ اس رحمتِ مہربان برائتوں سے مثل ہی ہم دور سے دیکھیں
دنیا بھی شاد کام ہے۔

ترجمانِ حقیقت، شاعرِ مشرق نے یاغوب کہا ہے۔

تیر کی نگاہِ ناز سے دلوں میں لپکتے

مثلِ نیاب، اتمہ، متق، سمہ، خدوہ

شواتِ بنجر و سیم تیر۔ جال و نمہ

نقہ جنید و یزید تیرا ہاں ب تاب

حضورِ کریم ﷺ نے اپنی شانِ رحمت سے نقاب رکاتوں سے فرمایا۔

اَنَّا رَحْمَةٌ مَّهِدَاةٌ (یعنی میں وہ رحمتوں کا حوالہ دہاں نے نبیِ متق و مہربان سے
فرمائی)۔

ایک مرتبہ کفار کیلے جب دعا مانگنے کی تجاویز تھیں تو فرمایا۔

اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً وَلَكُمْ اُبْعَثُ عَذَابًا

”یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے مہربان بنا کر بھیجا ہے۔ پھر تم کو عذاب بھیج دوں گا۔“

فرمایا ہے۔

علامہ سید محمود آدنی بغدادی رحمتہ اللہ علیہ اس آیت پر یہ فرماتے ہیں۔

رقطر زمیں۔

وَكُونُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَحْمَةً لِتَجْمِيعِهِ بِأَعْيُنِهِ
أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَأَسْطَةُ الْفَيْضِ الْإِلَهِيِّ عَلَى
الْمُسْلِمَاتِ عَلَى حَسْبِ الْقَوَائِلِ وَلِذَا كَانَتْ نُورُهُ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَ الْمَخْلُوقَاتِ وَفِي الْخَبَرِ أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ
نُورَ نَبِيِّكَ يَا حَاجِبُ، وَجَلَّ اللَّهُ تَعَالَى الْمُعْطَى وَأَنَا الْفَقِيرُ
وَلِلصُّوفِيَةِ قَدْ سَتَّ اسْتِرَارُهُمْ فِي هَذَا الْقَصْرِ كَلَامٌ نُوَقَّ
ذَلِكَ۔

”حضور کریم ﷺ کا تمام کائنات کیلئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ عالم امکان کی ہر چیز کو حسب استعداد جو فیض الہی ملتا ہے وہ حضور کے وسط سے ہی ملتا ہے اسی لئے حضور کا نور تمام مخلوقات سے پہلے پیدا فرمایا گیا۔ حدیث پاک میں ہے کہ اے جابر! سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا۔ اور دوسری حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور میں (اس کی رحمت کے خزانوں کو) ہانکتا ہوں اور صوفیاء کرام نے اس ضمن میں جو اسرار و معارف بیان کئے ہیں وہ ان سے بلند ہیں جو ہم نے بیان کئے ہیں۔“

حضرت علامہ اقبال نے حاملِ لواء الحمد اور صاحب مقام محمود کی مدح میں جب یوں گل فشانی کی ہوگی تو کیا عجیب ساں ہوگا۔

ودائے بل، ختمِ ابرسل، موائے گل جس نے

غبارِ راو کو بخش فروغِ الہی عین

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر

وہی قرآن وہی فرقان وہی سین وہی ط

وَسَلِّ اللَّهُ تَعَالَى أَنْ يَجْعَلَ حَظَّنَا مِنْ رَحْمَتِهِ الْحَظَّ

الْوَافِرِ وَأَنْ يُبَيِّرَ لَنَا أُمُورَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ بِطُفْلِ الْمَوْتَرِ

”اے نبی! ہمیں اپنے محبوب کی رحمت سے حظ وافر عطا فرما اور حضور ﷺ

کے طفلی پیہم سے ہمارے دنیوی اور اخروی کاموں کو آسان فرما۔ آمین

ثم آمین“

وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى حَبِيبِهِ رَحْمَةً تَلْغِي عَيْنَ دَعَايِ الْإِيمِ

وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ

رحمتہ للعالَمین کا اہم اور مبارک ترین پہلو یہ ہے کہ کفر و شرک میں ڈوبی ہوئی دنیا کو پھر

نورِ توحید سے جگمگادیا۔ بندے کا نوا ہوا تعلق اپنے رب سے جوڑ دیا۔ اس کا دل جو دنیا بھر کی

خواہشات کا کباڑ خانہ بنا ہوا تھا، اسے تمام آلائشوں سے پاک کیا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت

کا چراغ روشن کر دیا۔ انسانیت کا کارواں اپنی منزل کی تلاش میں صدیوں سے بھٹک رہا تھا، اسے اپنی منزل کا پتہ بھی دیا اور وہ راہ بھی بتائی جو اسے اپنی منزل تک لے جا سکتی تھی۔ مزید کریم یہ فرمایا کہ مسافر کے دل میں منزل تک رسائی حاصل کرنے کا تماشق پیدا کر دیا کہ وہ ہر طرف سے پہلو بچا کر اپنی منزل کی طرف سب کا ہاتھ گاڑا ہو گیا۔

حضور کی رحمت سب کیلئے ہے۔ ہر در انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان رحمت مدد ملنے سے ہر ایک کو حصہ ملے۔ اہل ایمان کو تو حضور کی رحمت کی برکت سے ہدایت کی نعمت نصیب ہوئی۔ منافق کو اس رحمت کے باعث قتل سے امن ملا اور کافر کو اس رحمت سے یہ حصہ ملا کہ اس پر فوری طور پر عذاب نازل نہیں ہوتا۔ اعرض مومنین اور کافران اس رحمت کے ریزہ وچیس ہیں۔

اَللّٰهُ نَشْرَحُ لَكَ صَدْرَكَ ۖ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ۚ
اَلَّذِيْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۖ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۚ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ
يُسْرًا ۚ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۚ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ۚ
وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝

(1)

”یہاں ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ شہادہ نہیں کر دیا اور ہم نے تار دیا
آپ سے آپ کا بوجھ جس نے جو جھل کر دیا تھا آپ کی پیٹھ کو اور ہم نے
بند کر دیا ہے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو پس یقیناً ہر مشکل کے ساتھ
آسانی کے پیشک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے پس جب آپ (فراغ) سے
نبوت سے فارغ ہوں تو (حسب معمول) ریاضت میں لگ جائیں اور
اپنے رب کی طرف راغب ہو جائیں۔“

ہمارا راغب اصفہانی، اشعار کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اَصْلُ الشَّرْحِ . بَسْطُ اللَّحْمِ وَتَحْوُكُ يُقَالُ شَرَحْتُ اللَّحْمَ
وَشَرَحْتُهُ وَهِيَ شَرْحُ الصَّدْرِ اَيَّ بَسْطِهِ بِتَوْرِدِ الرَّهِيَّةِ وَ
سَيَكُونُ مِنْ جِهَةِ اللّٰهِ وَرَوْحٍ مِنْهُ .

(2)

”گوشت کاٹنے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو اشح کہتے ہیں اسی سے شرح صدر ماخوذ ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ فوراً ہی سے سینہ کا کشادہ ہو جانا اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے تسکین و طمانیت کا حاصل ہو جانا اس کی طرف سے دل میں مسرت و راحت کا شعور پیدا ہوتا ہے۔“

علامہ سید محمود آدمی نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے۔
 کہ سراج اصل میں شادی اور فراش کا مفہوم دلاتا ہے۔ کسی اجنبی، بیوی اور مشابہات کی توضیح کو بھی شرع کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ شرع کے لحاظ کا استعمال دل مسرت و راحت کی خوشی سے بھی ہوتا ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں۔

وَقَدْ يُرَادُّ بِهِ تَارِيْدُ النَّفْسِ بِقُوَّةٍ قُدِّيَّةٍ وَتَوْطُّؤُهَا لِهَيْئَةٍ
 بِحَيْثُ تَكُونُ مَيِّدًا أَنْ لَمْ يَكُنْ الْمَعْلُومَاتُ وَسَمَاءُ لِكُلِّ وَكِبٍ
 الْمَدَكَاتُ وَعَرَشَاتُ الْأَنْوَارِ الْمُجَنَّبَاتِ وَقَرَّتْ لِسَوَائِهِ الْوَارِدَاتِ
 فَلَا يَشْغَلُهُ شَأْنٌ عَنْ شَأْنٍ وَيَسْتَوِي لَدَيْهِ يَكُونُ وَكَانَ
 دَمَا كَانَ۔

(1)

”یعنی شرح صدر کا یہ مفہوم لیا جاتا ہے کہ نفس کو قوت قدسیہ اور نور الہیہ سے اس طرح ملنا کہ وہ معلومات کے قائلوں جیسے میدان بن جائے، ملکات کے ستاروں جیسے آسمان بن جائے، وفتاؤں کی جھکیت کیسے عرش بن جائے اور واردات کے لئے میدان بن جائے۔ جب کسی کی یہ کیفیت ہوتی ہے تو اس کو ایک حالت، و سر کی حالت سے مشغول نہیں کر سکتی۔ اس کے نزدیک مستقبل۔ حال اور ماضی یکساں ہو جاتے ہیں۔“

آپ پھر فرماتے ہیں۔

الْأَنْسَبُ بِمَقَامِ الْإِمْتِنَانِ هَذَا إِذَا دَاكَ هَذَا الْمَعْنَى الْآخِرُ
 ”اس مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے احسان کا ذکر فرماتا ہے اس لئے یہاں شرح صدر کا یہی آخری معنی زیادہ مناسب ہے۔“

اس تحقیق کے بعد آیت کی تشریح کا یہاں اختتام ہوتا ہے۔

فَالْتَعْنَى اللَّهُ لَعْنَةً صَدْرَكَ حَتَّى حَوَى عَالَمِي الْغَيْبِ وَ
الشَّهَادَةِ وَجَمَعَ بَيْنَ مَمْلَكَتِي الْإِسْتِفَادَةِ وَالْإِقَادَةِ فَمَا
صَدَّكَ الْمَلَأَيْسَةُ بِالْعَلَائِقِ الْجَسَمَانِيَّةِ عَنْ إِقْبَابِ الْأَوَارِ
الْمَمْلَكَاتِ الرُّوحَانِيَّةِ وَمَا عَاقَبَكَ التَّعَلُّقُ بِمَصَالِحِ الْخَلْقِ
عَنِ الْإِسْتِغْرَاقِ فِي شُؤْنِ الْحَقِّ

(1)

"یعنی آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا ہم نے آپ کے سینہ کو کشادہ نہیں کر
دیا کہ غیب و شہادت کے دونوں جہان اس میں سمائے ہیں۔ استفادہ و
اقادہ کی دونوں مملکتیں جمع ہو گئی ہیں۔ ملایسہ جسمانیہ کے ساتھ آپ کی
و ابستل مکات روحانیہ کے انور کے حصول میں رکاوٹ نہیں۔ خلق کی
بہبودی کے ساتھ آپ کا تعلق، معرفت الہی میں استغراق کے رستے
میں رکاوٹ نہیں۔"

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح کی تفسیر بیان کی ہے۔
مولانا شبیر احمد عثمانی اس آیت کے ضمن میں کہتے ہیں۔

"اس میں علوم و معارف کے سمندر اتار دیئے اور لازم نبوت اور
فرائض رسالت برداشت کرنے کا بڑا وسیع حوصلہ دیا۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو جو علوم و معارف عطا فرمائے، اہم و صغیر کی رحمت
اللہ علیہ نے قصیدہ برد و شریف میں انہیں یوں بیان کیا ہے۔

فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَصَفَرَتَهَا وَفِي عِلْمِكَ عَلَوُ الْوُجُودِ لَعَلَّكُمْ

"دنیا و آخرت دونوں آپ کے جود و کرم کی مظہر ہیں اور لوح و قلم کا علم
آپ کے علم کا ایک حصہ ہے۔"

علامہ علی قاری حنفی، تخری مصرعہ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

عِلْمُهُمَا أَنْ يَكُونَ سَطْرًا مِمَّنْ سَطُرَ عَلَيْهِمْ وَنَهْرًا مِمَّنْ بُجُورِ عِلْمِهِ

"کہ لوح و قلم کا علم آپ کے علم کے دفتر کی ایک سطر ہے۔ اور آپ
کے علم کے سمندروں کی ایک نہر ہے۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساری زندگی اس آیت کی آئینہ دار ہے حضور نے جس بندہ کو صلیٰ اور اولوالعزمی سے فرائض نبوت کو ادا کیا، جس صبر و شکر کے ساتھ اس راہ میں آنے والی مشکلات کو برداشت کیا، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شرح صدر کے بغیر ممکن نہ تھا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انسانی زندگی کے ہر پہلو کو اپنے علم کے نور سے منور کیا، اس کو بھی شرح صدر کی برکت کے بغیر اور یا بہا جاسکتا ہے۔

اس آیت کے ضمن میں کئی مفسرین نے شرح صدر کی روایات بھی ذکر کیں لیکن ملامہ آدھی لکھتے ہیں۔

حَمَلُ الشَّحْرِ فِي الْآيَةِ عَلَى ذَلِكَ التَّقِيصُ ضَعِيفٌ مِنَ الْمُحَقِّقِينَ (1)

”کہ یہاں جو شرح صدر مذکور ہے اس سے شرح صدر مرادینا محققین کے نزدیک ضعیف ہے البتہ شرح صدر کا ثبوت احادیث نبوی سے ہوتا ہے۔“

اس آیت میں غور کرنے سے کلیم اور حبیب کے درمیان فرق بھی نمایاں ہو جاتا ہے۔ دونوں کو شرح صدر بخش گیا لیکن کلیم کو مانگنے پر اور حبیب کو بن مانگے۔ پھر دونوں کے شرح صدر میں بھی زمین و آسمان کا تفاوت ہے۔

الْوُزْدُ الْحَمْلُ الشَّقِيقُ۔ بارگاہِ اراں

انْقَضَ اس کی تشریح اُنْقَلَبَ ظَهْرُكَ ایسا بوجھ جو پیٹھ کو بوجھل کر دے

صاحب قاموس نے انْقَضَ کا ایک اور معنی تحریر کیا ہے یعنی کسی چیز کا لاغر اور دب ہونا۔

قَالَ ابْنُ عَرَفَةَ اَيَّ اَنْقَلَبَ حَتَّى جَعَلَهُ نَقْصًا اَيَّ مَهْزُولًا

وَهُوَ الَّذِي اَنْقَبَ السَّفَرُ وَالْحَمْلُ وَنَقْصَ لَحْمُهُ

”یعنی اس بوجھ نے آپ کی پیٹھ کو دبلا اور لاغر کر دیا کیونکہ یہیم سفر اور

متواتر کام سے گوشت دبلا ہو جاتا ہے۔“

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

آں بار کہ گراں کردہ بود پشت ترا

یعنی وہ بوجھ جس نے آپ کی پشت کو بوجھل بنا دیا تھا۔

میں نے اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

ایسے لغت عرب میں جب اونٹ کی پشت پر نیا، دو جھ ۱۱ اجاے تو س کی پٹیوں سے ایک قسم کی کڑی آواز نکلتی ہے۔ یہی اَنْقَصَ کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

وہ بھاری بوجھ کیا تھا؟ جو چینیہ کو گراں بار کر رہا تھا، جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سے اٹھایا، اس کے بارے میں علماء تفسیر نے متعدد اقوال لکھے ہیں ان میں سے ۱۱ تو س کی پسندیدہ ہیں۔

1۔ اپنی قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ کر خاطر خاطر ہو بہت تکلیف ہوتی تھی۔ ان کا بے جان ہونے کو چوچنا، فسق و فجور میں غرق رہنا، قمار بازی، شراب نوشی میں اپنی صحت و دوست کو برباد کرنا، غریبوں پر ظلم ڈھانا، ان کے حقوق غصب کرنا، باہمی جھگڑا، جدل اور قتل و غارت، ان کی اخلاقی پستی، ان کی معاشی بدحالی اور ان کی سیاسی بددیانتی، ان تمام چیزوں کو دیکھ کر حضور کو بہت دکھ ہوتا اور اس صورت حال کو یکسر بدل ڈالنے کیلئے ان کے وقت مضطرب رہتا۔

اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت پر فائز کیا اور قرآن کریم جیسے صحیفہ رشید و بدایت حجت فرمایا۔ دین اسلام جیسا جامع اور مکمل نظام حیات مرحمت فرمایا جس سے یہ بوجھ اتر گیا۔ منزل کا یقین بھی ہو گیا اور اس منزل کی طرف لے جانے والا راستہ بھی نور نبوت سے روشن ہو گیا۔

2۔ یا اس بوجھ سے ہر نبوت و رسالت مر رہے۔ ایسے لوگ جو صد ہاسوں سے معبودان باطل کی چوچاٹ میں مشغول تھے۔ جن کی کئی پشتیں اخلاقی آوارگی کی نذر ہو چکی تھیں۔ ظلم و ستم و ملامت، جن کے نزدیک فخر و مہبات کا باعث تھی، ان کو ن پستیوں سے نکال کر توحید، اخلاق حسنة اور نظم و ضبط کی بندیوں پر لے جانا، بڑ جان جو کھوں کا کام تھا۔ اس راستہ میں مشکلات کے فلک بوس پہاڑ سینہ تانے کھڑے تھے اور ناکامیوں کی عمیق غاریں منہ کھوئے ہوئے نکل جانے کیلئے بے تاب تھیں۔ اس فرض کی ادائیگی کا احساس دل کو ہر وقت بے چین رکھتا۔ ان کا تعصب و عناد اور باطل سے چھپنے رہنے پر ان کا احمقانہ صبر اس بے چینی میں مزید ضافہ کر دیا کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے شرع صدر کی دوست سے ۱۱ مال فرمایا اور اس بوجھ کو مٹا کر دیا۔ طبیعت میں قلق و غصہ ب کی جگہ صبر و حریمت نے لے لی۔ اپنی قوم کی

سب اہل حق و سچ اور سچائی پر دل گرفتہ ہونے کے بجائے ہمت و حوصلہ پیدا ہو گیا۔
حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تشریح اپنے مخصوص انداز میں فرمائی
تہ اور خوب فرمائی ہے۔

”آپ کی ہمت عالی اور پیداشی استعداد جن کمالات و مقامات پر پہنچنے کا تامل
کرتی تھیں، قلب مبارک کو جسمانی ترکیب و نفسانی تشویشات کی وجہ سے ان پر
فائز ہونا و شاد معلوم ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب سینہ کھول دیا اور حوصلہ کشادہ
کر دیا تو وہ شادیاں جاتی رہیں اور سب بوجھ ہٹا دیا۔“

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

أَتَانِي جِبْرِئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ إِنَّ رَبَّكَ يَقُولُ أَدْرِي
كَيْفَ رَفَعْتُ ذِكْرَكَ قُلْتُ اللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ قَالَ إِذَا ذُكِرْتُ
ذُكِرْتَ مَعِيَ۔

”حضرت جب جبریل میرے پاس آئے اور کہا کہ آپ کا رب کریم پوچھتا
ہے کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ کے ذکر کو کیسے بلند کیا؟ میں
نے جواب دیا اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی بہت جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا کہ آپ کے رفع ذکر کی کیفیت یہ ہے۔ کہ جہاں میرا ذکر کیا جائے
گا وہاں آپ کا بھی میرے ساتھ ذکر کیا جائے گا۔“

جامعہ ترمذی کہتے ہیں۔

وَأَمَّا رَفْعُ مَقَالٍ أَنْ تَرَى اسْمَهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
بِاسْمِهِمْ عَزَّ وَجَلَّ فِي كَلِمَتِي الشَّهَادَةِ وَجَعَلَ طَاعَتَهُ عَزَّ
وَجَلَّ عَلَيَّ فِي مَلِكِيَّتِهِ وَأَمْرَ الْمُؤْمِنِينَ بِالصُّلَّةِ عَلَيْهِ وَ
خَاطَبِهِ بِالْأَلْفَابِ كَيْ يَهَا الْمُدِيرُ يَأْتِيهِ الْمُرْسَلُ يَأْتِيهِ
الشَّيْءُ يَأْتِيهِ التَّسْوِيلُ وَذِكْرُهُ جُعِلَ تَعَالَى فِي كِتَابِ الْأَدْبَانِ
وَأَخَذَ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَأَمْرُهُمْ أَنْ يُؤْمِنُوا بِهِ
صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔

”اور اس سے بڑھ کر رفعِ درجہ یا بڑھ سکتا ہے۔ کلمہ شہادت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ اپنے محبوب کا نام ملا دیا۔ حضور کی اطاعت کو اپنی طاعت قرار دیا۔ ملائکہ کے ساتھ آپ پر اور انجیل و مومنوں کو درود پاک پر ہنسنے کا حکم دیا۔ اور سب بھی خطاب یا معززاتِ طاہرات سے مخاطب فرمایا **يَا أَيُّهَا الْمَدِينَةُ كُونِي بَيْنَ يَدَيْكَ الْمَوْمِنِينَ** پہلے کہانی محفصل میں بھی آپ کا ترجمہ فرمایا۔ تمام انبیاء اور ان کی امتوں سے وعدہ کیا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں گے۔“

”خانیہ میں کوئی آباءِ ملک ایسا نہیں جہاں درود پاک میں پانچ بار حضور نبی کریم کی رسالت کا اعانہ ہو رہا ہو۔ حضور کے سوا ان پر انبیاؤں کے بیٹے بھی آتے ہیں۔ ان کے کسی نبی کی صحتِ اشیاء اور سلطان کے بارے میں نہیں کہی گئی۔ سب شکارِ احمیہ کے لوگوں نے حضور کریم ﷺ کے درود پاک کو جندِ گار کے لیے جس طرح اپنی زندگیوں، اپنی علمی قوتیں اور حافی اہلِ امتیں، ایمان والے، اپنے وسائل و قوت کے لیے کسی دوسرے کے بارے میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ آپ کے عشاق نے سترہ صوم میں اس بات کو یاد کیا، اب وہ فرمایا ہے اس کی نظیر بھی نہیں ملتی۔ وہ بیعت کے سوا اور میں بھی آپ کے دین کی تبلیغ اور آپ کی سنت کے احیاء کی کوششیں پرکھوں سے ہی جاری ہیں۔ آپ کا نام پاک کے گرام، آپ کا ترجمہ کے گرام، آپ کے محاسن کی گرام، درود پاک کو جو درود اور قدرت نصیب ہوئی ہے اس کا جواب نہیں۔ اپنے قور سے ایک طرف، بیٹوں اور معصوب محسنوں، بھی بارگاہِ رسالت میں شریعتِ مقدسہ پیش کرنے کے بغیر چارہ نہ رہا۔“

”اگر آپ ان حالات کو پیش نظر رکھیں جن حالات میں یہ آیت نازل ہوئی اور پھر اس آیت کو پر حقیقت قوس کے پر ہنسنے کا عطف وہ چند بوجھوں کا۔ ساری دنیا مخالف ہے، مگر کے نامور رہا اور عوام چراغِ مصطفوی کو جھانکے۔ درود پاک میں جس کلمے سے کثرت میں وہاں مخالفت کے وسیعہ کا یہ بات ہیں اور کلمے بھیجے ایک بات ہیں، بدلتوں کے حضور میں جہد و زحمت میں قور کے گرام کا وہ بوجھ اور گرام مبارک پر ایسا جاتا ہے، ان حالات میں یہ آیت نازل ہوئی۔ کوئی یہ تصور نہ کر سکتا تھا کہ اس کا درود پاک ان کے وسیعہ میں بلند ہو گا۔ ان کے دین کی روایتی کے مندرجہ بالا بات۔ حقائق مندرجہ بالا

کروڑوں انسان ان کے نام پر جان اپنے کو اپنے لئے باعث سعادت تصور کریں گے۔ لیکن جو وعدہ مولا کریم نے اپنے بزرگ و بندے اور محبوب رسول کے ساتھ کیا وہ پورا ہوا اور وہاں قیامت تک ذکر محمدی کا آفتاب صوفشایاں برتتا رہے گا۔ اس سارو مبارک میں اللہ تعالیٰ نے اپنی زبان قدرت سے اپنے حبیب ﷺ کی جس طرح دل نشین انداز سے توصیف فرمائی ہے اور حضور کے گونا گوں کمالات اور خوبیوں کا ذکر فرمایا ہے اس کی ہمیں کفایت نہیں ملتی۔ کتنی خوش بخت ہے وہ امت اور کتنے سعادت مند ہیں اس امت کے وہ جمیل بندے اور جو قرآن کریم کی آیات میں اپنے محبوب کے حسن و جمال کی دل بہانے والی آیتیں دیکھتے ہیں اور اپنے قلب نگاہ کو اس کے نور سے روشن کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے آقا، مولا ﷺ کے بحر جود و کرم سے ہمیشہ مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اس شوق فراوان سے نوازے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے صحابہ کرام اور کاتبین امت کو عطا فرمایا تھا۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ

حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ (1)

”بیشک تشریف لایا ہے تمہارے پاس ایک بزرگ و عزیز و رحیم ہے۔ اس بزرگ و رحیم نے تمہارا مشقت میں پرہیزگارانه بہت ہی نرم و ہلکا سے تمہاری جہالتی کا۔ مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمائی۔ اور نہایت رحم فرمائے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم رحمت ماحین ﷺ نے محمدی حق کو بڑے جامع اور نکش انداز میں بیان فرمایا ہے۔ اس آیت کی ابتدا اس سے کہ لَقَدْ جَاءَكُمْ اے بنی فرائد انسان تمہارے پاس تشریف لایا ہے جمیل القدر عظیم الشان رسول۔ رسوں پر تنوین لکھم یعنی عظمت شان کو بیان کرنے کے لئے ہے مِّنْ أَنفُسِكُمْ فرمایا کہ اس امر کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہ خود وارد اور اجنبی نہیں جس کے اخلاق و کردار کے بارے میں تمہیں کوئی واقفیت نہ ہو بلکہ یہ وہ مکرم و محترم مسقی ہے جس کی دولت بھی تمہارے ہاں ہوئی۔ جس کا بچپن بھی تمہارے سامنے گزر گیا اس کی کتاب زندگی کا ورق ایک کھلی کتاب کی طرح تمہارے سامنے ہے اس کا شباب اپنی ساری معصومیت کے ساتھ

ہمیشہ تمہاری توجہ کام کر رہا ہے، الغرض اس نے تم میں چالیس برس کا طویل عمر گزار دی ہے اور اس کی زندگی کا کوئی پہلو تم سے مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے اس سے جب سچی سہبتہ زندگی کو تم پر داغ پاتے ہو، اب تک اس کو اصدق اور ایمین کے نقاب سے مقبلاً کرتے رہے ہو تو اب اس کی دعوت کے بارے میں تمہارا یہ انکار قطعاً معقول نہیں۔ جو ہستی عام انسانوں سے کذب بیانی کو روا نہیں رکھتی وہ ایسے گوارا کر سکتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ کو منسوب کرے۔

اس کے بعد اپنے نبی مکرم کی تعریف و ستائش میں چند جامع کلمات ذکر فرمائے۔ جن میں معافی کے سمندر کا ٹھکانہ بھیں رہے ہیں۔ ان کلمات کا لفظی ترجمہ تو آپ نے پڑھ بیان فرمایا ہے مزید وضاحت کیلئے میں سرور عام ﷺ کی دو صحیح حالت پیش کرتا ہوں۔ ان سے پڑھنے سے نبی مکرم ﷺ کی ان صفات جلیلہ کی وسعتوں کا آپ کو اندازہ ہو سکے گا۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک روز ارشاد فرمایا۔

إِنِّي أُعْطِ فِي سَبْعِينَ أَلْفًا مِنْ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ
بِغَيْرِ حِسَابٍ

فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ هَلَّا اسْتَزِدْتَهُ؟
"میرے رب نے میری امت میں سے مجھے ستر ہزار مسلمان ایسے دیئے ہیں جو جنت میں بغیر حساب کے داخل ہو جائیں گے۔"
"حضرت عمر نے عرض کی یا رسول اللہ کیا چھپا ہوا امر حضور اس تعداد سے زیادہ کے متعلق سوال کرتے۔"

فَقَالَ اسْتَزِدْتَهُ فَأَعْطَانِي هَكَذَا وَقَرَّحَ بَيْنَ يَدَيَّ
وَبَسَطَ بَاعِيَّ وَحَشَى

"حضور نے فرمایا میں نے زیادہ کیلئے استدعا کی اور میرے رب نے اس قدر عطا فرمایا۔ اس قدر کی وضاحت کرتے ہوئے حضور نے اپنے ہاتھوں کو کھولا دونوں بازوؤں کو پھیل دیا اور کھلا دیکھا۔"

بشم کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے جو اس نے اپنے محبوب کو دیا اور اس کی قدر معلوم

نہیں ہو سکتی۔

عمر بن حزمہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تین دن تک رسول کریم ﷺ کا یہ معمول رہا کہ صبح نماز پڑھنے کے بعد اپنے مسجد میں تشریف لاتے اور نماز سے فراغت کے بعد پر خلوت نشین ہو جاتے۔ چوتھے دن حضور پر نور حسب معمول تشریف آئے ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! حضور تین دن تک تم سے الگ تھلک رہے یہاں تک کہ ہمیں اندیشہ لاحق ہوا کہ کوئی حادثہ وقوع پذیر ہو گیا ہے۔ آقا موعود ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَمْ يَجِدْ إِلَّا خَيْرًا إِنَّ رَبِّي وَعَدَنِي أَنْ يَدْخُلَ مِنْ
أَمْرِ الْجَنَّةِ سَبْعِينَ أَلْفًا يَلْجَأُ وَرَأَيْتُ سَأَلْتُ رَبِّي
فِي هَذِهِ السَّالَةِ الْآخِرَةِ الْمَزِيدَ فَوَجَدْتُ رَبِّي مَاجِدًا
كَرِيمًا فَأَعْطَانِي مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ سَبْعِينَ أَلْفًا۔

”میں نے اسے میرے صاحبِ اقدار، اندیشہ کی کوئی بات نہیں۔ بڑا دل خوش کن، اقدار پذیر ہو رہا ہے میرے رب نے میرے ساتھ یہ وعدہ فرمایا کہ میری امت سے ستر ہزار کو بلا حساب جنت میں داخل فرمائے گا۔ میں اپنے رب سے تین دن تک اس قدر افسوس انداز میں التجا کرتا رہا۔ پس میں نے اپنے پروردگار کو بڑا عظیم کریم پایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان ستر ہزار کے ساتھ ان میں سے ہر شخص کے ساتھ ستر ہزار عطا فرمائے جنہیں حساب سے جہنم میں داخل کیا جائے گا۔“

یا رب تو کریمی و رسول تو کریم
صد شکر کہ ہستم میان دو کریم

اور اس آیت کا اختتام بِالْمُؤْمِنِينَ رِءُوفًا رَحِيمًا کے کلمات طہیات سے فرمایا۔
امت کے ساتھ اس کے آقا کا جو رشتہ محبت و الفت ہے، ان پاکیزہ الفاظ سے زیادہ بیشمار ایہ میں سے کا بیان نہیں۔

رِءُوفًا، مبالغہ کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے بے حد مہربانی، ارشفت فرمانے والا۔

رَحِيمًا، جسی سنت مشابہ کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے ہر وقت رحم فرمانے والا۔

اسین بن فضل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو محمد مصطفیٰ ﷺ کے سوا کسی نبی میں

جمع نہیں فرمایا۔

حضور کی صفت شہادت

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۚ

دَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِذَنبِهِ وَيَسِرًّا لِّمَنِيرًا ۙ (1)

”اے نبی مکرم ہم نے بھیجا ہے آپ کو (سب سچوں کا) دہانہ اور خوشخبری سننے والے اور بد وقت ڈرانے والے اور موت دینے والے اور اللہ کی طرف اس کے اذن سے اور آفتاب روشن کرنے والے۔“

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم ﷺ کو بڑے محبت سے نذر میں خطاب فرماتا ہے اور اس کے بعد ان جلیل القدر القابات کا ذکر کرتا ہے جن سے اس نے اپنے محبوب و رفیق فرمایا۔ ان کے ذکر سے اگر ایک طرف اپنے پیارے رسول کی عزت و فانی عظمت دیکھیں تو دوسری طرف مسلمانوں کو بھی حوصلہ دیا جا رہا ہے کہ تم ان طوفانوں سے نہ جھکنا اور نہ تیز بہروں سے پریشان ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ یہ منہ کھولے ہوئے اور لب مقہور کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اس ملت کا سفینہ ہم نے کسی ایسے ملان سے پیدا نہیں کیا جو قسمت و احوال حوصلہ، نااہل اور ناجح بہ کار ہو بلکہ اس کشتی کا ناخد اوہ نبی برحق ہے جس نے ان صفات جلیلہ سے متصف کیا ہے۔ تم صبر و استقامت سے اس کا منہ امانت مضبوطی سے پکڑے رہو یقیناً تمہیں ساحل مراد تک رسائی نصیب ہوگی۔ ساتھ ہی شہنشاہ عالمی ان ناپاک آرزوؤں کو بھی خاک میں ملا دیا جو اپنی سارشان و حیلہ سازیوں سے حق کی اس شمع فروزاں کو بجھنا چاہتے تھے۔ ارشاد فرمایا

اے میرے نبی مکرم! ہم نے تجھے شاہد بنایا ہے۔ شاہد کا معنی گواہ ہے۔ وہ گواہی دینے کی ضروری ہے کہ جس واقعہ کی وہ گواہی دے رہا ہے وہ وہاں موجود بھی ہو۔ اور اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھے بھی۔ چنانچہ علامہ راغب اصفہانی نے اس روایت میں لکھا ہے۔

الشَّهَادَةُ وَالشُّهُودُ. الْحُضُورُ مَعَ الْمُتَشَاهِدَةِ لَا مَقَالًا بِبَصَرٍ أَوْ

بِالْبَصِيرَةِ.

اپنی اسی تفسیر کی تائید میں انہوں نے یہ روایت پیش کی ہے۔

أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ لَيْسَ مِنْ
يَوْمِهَا وَلَا وَيَعْرِضُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّتُهُ
عُدَّةً وَدَعِيَّةً فَيَعْرِضُهُمْ بَيْنَهُمْ وَلِذَا لَكَ يَتَّبِعُهُمْ (1)

”عبداللہ بن مبارک نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کی ہے
کہ ہر روز صبح و شام حضور کی امت حضور پر پیش کی جاتی ہے اور حضور ہم
فرد کو اس کے چہرے سے پچانتے ہیں اس سے حضور ان پر گواہی دیتے
ہے۔“

علامہ ابن کثیر اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

فَقَوْلُهُ تَعَالَى شَاهِدًا عَلَى النَّاسِ بِأَلْوَحْدَانِيَّةٍ وَأَنَّهُ لَا إِلَهَ
عِندَهُ وَعَلَى النَّاسِ بِأَعْمَالِهِمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ. (2)

”حضور اللہ تعالیٰ کی توحید کے گواہ ہیں کہ اس کے بغیر کوئی معبود
نہیں اور قیامت کے روز لوگوں کے اعمال پر گواہی دیں گے۔“
علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

شَاهِدًا عَلَى مَنْ بُعِثَتْ إِلَيْهِمْ تُرَاقِبُ أحوالَهُمْ وَتُسْتَهْدُ
أَعْمَالَهُمْ وَتُؤَدِّيهِمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَدَاءً مَقْبُولًا فِي مَا لَهُمْ وَمَا
عَلَيْهِمْ. (3)

”حضور گواہی دیں گے اپنی امت پر کیونکہ حضور ان کے احوال کو دیکھ
رہے ہیں اور ان کے اعمال کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور روز قیامت ان
کے حق میں یا ان کے خلاف گواہی دیں گے۔“

آگے چل کر علامہ موصوف لکھتے ہیں۔ کہ صوفیاء نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ أَطْلَعَهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
عَلَى أَعْمَالِ الْعِبَادِ فَنَظَرَ إِلَيْهَا لِذَلِكَ أَطْلِقَ عَلَيْهِ شَاهِدًا

”یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کو بندوں کے اعمال پر آگاہ فرمادیا ہے حضور نے انہیں دیکھا ہے اس لئے حضور کو شاید کہا گیا۔“

اس قول کی تائید میں علامہ آلوسی نے مولانا جلال الدین رومی کا یہ شعر نقل کیا ہے۔

در نظر بودش مقامات العباد

ز ان سبب نامش خدا شاہد نہاد

کہ بندوں کے مقامات حضور کی نگاہ میں تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا اسم پر شاہد رخصت یہ کہنے کے بعد علامہ موصوف فرماتے ہیں۔

فَتَأَمَّلْ وَلَا تَغْفَلْ -

”اس بیان کردہ حقیقت میں غور و فکر کرو اور غفلت سے کام نہ دو“

مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس مقام پر جو شیعہ لکھا ہے اس سے بھی اس کی تائید ملتی ہے کہتے ہیں

”اور محشر میں بھی امت کی نسبت واپسی دیں گے کہ خدا کے پیغام کو

کس نے کس قدر قبول کیا۔“

الغرض وہ تمام ابدی صداقتیں جنہیں انسان سمجھنے سے قاصر ہے درحالیہ ٹیب کی وہ

حقیقتیں جو عقل و خرد کی رسائی سے ماورائیں ان سب کی سچائی کے آپ گواہ ہیں۔

حضور کا دوسرا لقب ”مسنر“ ہے یعنی خوشخبری دینے والے۔ آپ نے اپنی امت کو یہ

خوش خبری دی کہ جو اس دین پر ایمان لائے گا اس کے ارشادات پر عمل کرے گا وہ دونوں

جہنوں میں کامیاب و کامران ہوگا۔

علامہ اسماعیل حقّی فرماتے ہیں

مُبَشِّرًا لِأَهْلِ الْإِيمَانِ وَالطَّاعَةِ بِالْجَنَّةِ وَلِلْأَهْلِ الْمَحَبَّةِ

(1)

بِالنُّزُولِ

”اہل ایمان و طاعت کو جنت کی خوشخبری دیتے ہیں اور اہل محبت کو دیر

محبوب کی۔“

تیسرا لقب ”نذیر“ ہے نذیر کا معنی ہے کسی شخص کو نافرمانی کے نتائج سے بروقت آگاہ

کرنے والا۔ یہ بھی حضور کی شان ہے۔

چوتھا لقب **وَعَابِيَا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ** ہے حضور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ اور یہ کام کیونکہ بہت ہی کٹھن اور دشوار ہے، کوئی آدمی اپنے عقیدہ کو چھوڑنے کیلئے بآسانی تیار نہیں ہوتا، خصوصاً مکہ کے مشرک جو کورانہ تقلید اور آباء پرستی میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے، جنہوں نے غور و فکر کے سارے چرخ گھل کر دیئے تھے ان کو کفر و شرک کی تاریکیوں سے نکال کر نور حق کی طرف لے آنا زحد و شوار تھا۔ یہی حالت یہود اور دوسرے اہل کتاب کی تھی اس لئے ساتھ ہی "مادہ" کا کلمہ بڑھا دیا یعنی اے محبوب! ہم نے اس دشوار کام کو آپ کے لئے آسان بنا دیا ہے۔ "مادہ" ایٰیٰ بنسہیلہ و بنسہرہ" اور اس کی صورت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم خاتم النبیین ﷺ کو ان گونا گوں خوبیوں اور لفریبیوں سے ممتاز فرمایا تھا کہ دل خود بخود اس طمعت زیبائی کی طرف کھینچے چلے آتے تھے۔ وہ لوگ جن میں حق پذیری کا ادنیٰ سا بھی ملکہ موجود تھا وہ اس شمع جمال پر پروانہ وار شمار ہوتے تھے اور دنیا نے دیکھا کہ عرب کے اجڑ اور سخت مزاج لوگ کس طرح اپنے بچوں، اپنے آباد گھروں، قیمتی مال و متاع اور وطن عزیز کو چھوڑ کر در مصطفیٰ علیہ اطیب الخیۃ والشاء کی طرف کشاں کشاں جا رہے ہیں۔ ابھی چند روز پہلے خالد بن ولید نے میدان حد میں مسلمانوں کی فتح کو شکست میں تبدیل کر دیا تھا لیکن وہی فاتح خالد، مکہ کو ابوداع کہہ رہا ہے اور اپنے گلے میں غلامی کا قلابہ ڈال کر سرکار مدینہ کی حاضری کیلئے کوہ و دمن، دشت و صحرا کو عبور کرتا ہوا چلا جا رہا ہے۔ یہی "ذُعْبَا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ" کی شان کا ایک ظہور ہے۔

پانچواں لقب: **وَمُحَمَّدًا مِّنْ بَيْنِ يَدَيَّ** فرمایا اے محبوب! میں نے تجھے سر ابراہیم بن کر بھیجا ہے۔ ان دو لفظوں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پر جن انعامات و لطافت کی بارش فرمائی ہے اس کی بیکرانیوں کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ آفتاب اور آفتاب بھی عالم تاب، روشن و راتنا روشن کہ دوسروں کو بھی نور و ضیاء کا منبع و مصدر بنا دینے والا۔

اہل دل نے یہاں بہت کچھ لکھا ہے میں فقط حضرت عارف باللہ مولانا ثناء اللہ پانی پتی کا ایک جملہ لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں فرماتے ہیں۔

إِنَّهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ بِلِسَانِهِ ذَاعِيًا إِلَى
اللَّهِ تَعَالَى وَيَقْدِيهِ وَقَالِيهِ كَانَ مِثْلَ السَّارِجِ يَتَنَوَّنُ

(1) الْمُؤْمِنُونَ يَا نُورٍ وَيَكُونُونَ يُنُورًا -

”یعنی حضور زبان فیض ترجمان سے تو داعی تھے اور قلب مبارک اور قاب منور کی وجہ سے ان منیر تھے۔ اہل ایمان اس آفتاب کے رنگوں میں رنگے جاتے ہیں اور اس کے انوار سے درخشاں و تاباں ہوتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس نور مجسم ﷺ کے انوار سے درخشاں و با حق پر چنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ

(2) وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۝

”اور اسی طرح ہم نے بنادیا تمہیں (اے مسلمانو) بہترین امت تاکہ تم گواہ بنو گے اور (ہمارا) رسول تم پر گواہ ہو۔“

یعنی جیسے ہم نے قبلہ کے معاملہ میں تمہیں راہ راست اختیار کرنے کی توفیق بخشی اسی طرح ہم معاملہ میں تمہیں امت وسط بنایا۔

وَسَطٌ کا لفظ قابل غور ہے اس کا معنی ہے درمیان۔ ہر چیز کا درمیانی حصہ ہی اس کا بہترین حصہ ہوا کرتا ہے۔ انسان کی زندگی کا درمیانی عرصہ عہد شباب اس کی زندگی کا بہترین وقت ہے۔ ان کے درمیانی حصہ وہ پہر میں روشنی اپنے نقطہ عروج پر ہوتی ہے۔ اسی طرح اخلاق میں میانہ روی قابل تعریف ہوتی ہے۔ افراط و تفریط دونوں پہلو مذموم ہیں۔ بخل اور فضول خرچی کی درمیانی حالت کو سخاوت، بزدلی اور طیش کی درمیانی حالت کو شجاعت کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو اس عظیم المرتبت خطاب سے سرفراز فرمایا۔ ان کے عقائد ان کی شریعت ان کے نظام اخلاق، سیاست اور اقتصاد میں افراط و تفریط کا گزر نہیں یہاں اعتدال ہے، توازن ہے اور موزونیت ہے۔ جب مسلمانوں کو اپنے اس عظیم منصب کا پاس تھا اس وقت ان کا ہر قول اور ہر فعل آئینہ تھا اس ارشاد ربانی کا۔ لیکن آج تو ہم یوں بگڑ چکے

کہ قرآن میں جس امت کے محاسن بیان کئے گئے ہیں ہم پہچان ہی نہیں سکتے کہ وہ ہم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال زار پر رحم فرمائے آمین۔

امت محمدیہ گواہ ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ دنیا میں اس کی گواہی اسلامی صداقت پر ہے کیونکہ اسلامی تعلیمات کی وہ زندہ تصویر ہے۔ دنیا میں اس کا ہر قول اور ہر فعل، اس کی انفرادی اور اجتماعی خوشحالی، اس کی سیرت کی پختگی اور اس کے اخلاق کی بندگی ہر چیز اسلام کی صداقت پر گواہی دے رہی ہے۔ قیامت کے روز جب اگلے پیغمبروں کی امتیں اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کریں گی کہ ہمیں کسی نے تیرے پیغام ہدایت نہیں پہنچایا تو اس وقت امت مصطفیٰ ﷺ گواہی دے گی کہ یہ بوک جھوٹ بول رہے ہیں تیرے پیغمبروں نے تیرے پیغام حرف بحرف پہنچا دیا تھا اور جب ان پر اعتراض ہو گا کہ تم اس وقت موجود ہی نہ تھے تم گواہ کیسے بن گئے تو یہ جواب دیں گے کہ اے اللہ تیرے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہمیں بتایا کہ تیرے رسولوں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا اور نبی کریم ﷺ اپنی امت کی صداقت و عدالت کی گواہی دیں گے کیونکہ حضور اپنے امتیوں کے حالات سے پروری طرح واقف ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ عبد حمید اپنی تفسیر فتح اعزیز میں تحریر فرماتے ہیں

”بشاد رسول شمار شاہ گواہ زیر انکہ و مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کد ام درجہ دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چہست و حجابہ کہ ہر ازاں ترقی مجوب ماندہ است کد امست پس اومی شنہ گنہ بان شمار او درجات ایمان شمار او عمل نیک و بد شمار او اخلاص و نفاق شمار۔“ (۱)

”تمہارا رسول تم پر گواہی دے گا کیونکہ وہ جانتے ہیں اپنی نبوت کے نور سے اپنے دین کے ہر ماننے والے کے رتبہ کو، کہ میرے دین میں اس کا کیا درجہ ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور وہ کونسا پردہ ہے جس سے اس کی ترقی رکی ہوئی ہے پس وہ تمہارے گنہگاروں کو بھی پہچانتے ہیں۔ تمہارے ایمان کے درجوں کو بھی۔ تمہارے نیک و بد سارے اعمال کو اور تمہارے اخلاق و نفاق کو بھی خوب پہچانتے ہیں۔“

(1) لَيَكُونَنَّ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شَهِيدًا عَلَى النَّاسِ
 "تاکہ ہو جائے رسول کریم تم پر گواہ اور تم گواہ ہو جاؤ لوگوں پر۔"

ملت ابراہیمی کے برحق، سرپایمن و برکت اور سب اقوام عالم کیلئے آیہ رحمت ہونے پر اگر تمہیں کسی دلیل کی ضرورت ہو، اگر کسی کو کوئی گواہ درکار ہو تو یہ دیکھو میرا رسول مکرم، میرا حبیب معظم کھڑا ہے، اس کی کتاب زیست کا ہر ورق اس دین و ملت کی حقانیت و صداقت کی گواہی دے رہا ہے۔ اس کی راتوں کا سوز و گداز، اس کے دنوں کی مصروفیتیں، اس کا ہر قول، اس کا ہر فعل، اپنے دوستوں کے ساتھ اس کا برتاؤ، اپنے دشمنوں کے ساتھ اس کا حسن سلوک اس کی جنگیں اور اس کی صلحیں، اس کی کئی زندگی غرضیکہ تم اسے جس پہلو سے دیکھنا چاہو دیکھو جس کسوٹی پر پرکھنا چاہو خوب پرکھو۔ اگر تمہاری چشم دل نور حق کو پہچاننے کی صلاحیت رکھتی ہے تو تم بے اختیار کہہ اٹھو گے کہ اس سے سچا گواہ آج تک چشم فلک پیر نے نہیں دیکھا۔ تمہارا دل مان جائے گا کہ جس کی گواہی یہ دے رہا ہے اس کے برحق ہونے میں ذرا تاہل نہیں کیا جاسکتا۔

اور اے ایسے سچے گواہ کی گواہی قبول کر کے ایمان لانے والو! مسلم کے معزز و محترم لقب سے سرفراز ہونے والو! بزم عالم میں تمہارا مقام بھی یہ ہے کہ تم اپنی گفتار، اپنے کردار، اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی اس طرح بسر کرو کہ تم اس دین کے برحق ہونے کی ایسی گواہی دے سکو جس کو تسلیم کرنے کے بغیر کسی کو چارہ کار نہ ہو۔ لوگ تمہیں دیکھ کر، تم سے مل کر اور تم سے معاملہ کر کے یہ یقین کر لیں کہ جس دین کے تم پیروکار ہو وہی سچا دین ہے۔ جس نظام حیات کے تم نقیب ہو، سارے جہان کی فلاح و سلامتی کا صرف یہی ضامن ہو سکتا ہے۔

اس بات پر تاریخ شاہد ہے کہ جب تک مسلمان اس شہادت کی ذمہ داریوں کو انجام دیتا رہا لوگ پر دانوں کی طرح شمع اسلام پر غار ہوتے رہے۔ ایک مرد حق آگاہ بھی اگر کسی ظلمت کدہ میں پہنچ گیا تو اس کے رخ انور کی تابانیوں سے وہاں ہر طرف اجالا ہو گیا۔ ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں لوگ اپنے آبائی عقائد و نظریات کے زہار توڑ کر مشرف باسلام ہوتے رہے۔ اشاعت اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کرو تمہیں پتہ چلے گا کہ امت محمدیہ

علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے ان افراد نے ہر جگہ ہدایت کے یہ چراغ روشن کئے جن کا ظاہر و باطن نور توحید سے جگمگا رہا تھا۔ جو کام سلطان محمود غزنوی کے حملوں اور شہاب الدین کی فتوحات سے نہ ہو سکا وہ کام ان خرقہ پوش صوفیوں نے کیا اور اس خوبی اور شان سے کیا کہ صدیاں گزر جانے کے باوجود ان کی روحانی تسخیرات کی ضیاء پاشیوں میں کمی نہیں ہوئی۔ لاہور۔ اجیر۔ دہلی۔ اورنگ آباد۔ گجرات، سلہٹ چٹاگانگ، گنگوہ، پاکستان میں کس نے برسرِ اقتدار ہاٹل کو شکست فاش دی اور اسلام کا پرچم ہرایا اور اس طرح لہرایا کہ آج بھی لہر رہا ہے اور قیامت تک لہرانا رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ ہستیاں اپنے ساتھ دوست کے خزانے نہیں لائی تھیں۔ لشکرِ جبران کے ہمرکاب نہ تھے۔ فنِ مناظرہ میں بھی مہارت کا انہیں دعویٰ نہ تھا۔ ان کے پاس اپنی زندگی کی کھلی کتاب تھی جس کی ہر سطر سے نورِ عرفان کے چشمے ابل رہے تھے۔ ان کے پاس اپنی دربا سیرت اور بے دغا بردار تھا جو پکار پکار کر اسلام کی حقانیت کی گواہی دے رہا تھا۔ ان کی صداقت کی دلیل ان کے نورانی چہرے تھے جو مہرِ درخشاں کو شرمسار کر رہے تھے۔ کسی مخالف میں یہ ہمت نہ تھی کہ وہ ان کی گواہی کو مشکوک ثابت کر سکے۔ اس کا یہ نتیجہ تھا کہ جود حق قبول کرنے کی استعداد رکھتے تھے وہ دوڑ کر آئے اور دامنِ اسلام سے وابستہ ہو گئے۔

آج بھی دینِ اسلام کو اپنی برتری اور افادیت ثابت کرنے کیسے ایسے ہی گوہر کی ضرورت ہے جو اپنے عمل سے، اپنے اخلاق سے، اپنی روحانی ہندسی سے اور وسعتِ ضم سے اس کے برحق ہونے کی ایسی شہادت دینے کی اہلیت رکھتے ہوں کہ کوئی انہیں جھٹانہ سکے ورنہ جو تبلیغِ آج ہم کر رہے ہیں وہ بیگانوں کو تو کیا اپنوں کو بھی اسلام سے متنفر کر رہی ہے۔ چاک گریباں کو رونا تو کجا ہمارے مہینین ان چاکوں کو در زیادہ وسیع کر رہے ہیں۔ محبت و پیار کا درس دے کر ملت کے پرانندہ شیرازہ کو یکجا کرنا تو بڑی بات ہے، جہاں ان کے سبز قدم پہنچے وہاں فتنہ و فساد کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں۔ آج ہاتھوں میں سوئی نہیں قینچی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال زار پر رحم فرمائے۔

یہ تو ہوئی اس دنیا میں شہادت۔ اور ایک شہادت حضور کریم ﷺ اور حضور کی امت قیامت کے دن دے گی۔ اس شہادت سے انبیاء سابقین اس الزم سے بری کئے جائیں گے جو ان کی امتیں ان پر لگائیں گی کہ الٰہی ان تیرے نبیوں نے ہمیں تیرا کوئی پیغام نہیں پہنچایا اور نہ

انہوں نے ہمیں دعوت توحید دی ورنہ ہم کبھی کفر و شرک میں مبتلا نہ رہتے۔ اس وقت غلامانِ مصطفیٰ علیہ الخیرۃ والثناء آگے بڑھیں گے اور گواہی دیں گے یا اللہ! تیرے رسولوں اور نبیوں نے اپنا فرض پوری طرح ادا کیا اور قصور انہی لوگوں کا ہے جو آج بڑے سیمِ اطیع بنے بیٹھے ہیں۔

آیت بالا سے یہ حقیقت آشکارا ہو گئی کہ ذاتِ پاک محمد مصطفیٰ علیہ الخیرۃ والثناء اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور شانِ کبریائی کی گواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عالمِ انسانیت کی راہنمائی کیلئے جو جامع نظامِ حیات دے کر اس نبی کو مبعوث فرمایا، حضور اس کی صداقت کے بھی شاہدِ عدس ہیں۔ اس شہادت کا صلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی سچے ہونے اور نبی پر حق ہونے کی جانب شہادت دی، کہیں فرمایا واللہ یغفر لہم انت رسولہ۔ اللہ تعالیٰ اس بات کو جانتا ہے کہ آپ اس کے سچے رسول ہیں دوسری جگہ ارشاد فرمایا "ویقولون یٰحسرو کھرو حسرت مر۔ لا قل کھو باللہ سنہیدا یسی و سکھ و من عمدہ عمدہ ککاب" جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ آپ رسول نہیں ہیں آپ فرمائیے میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔ اس کے ملودہ بیسیوں ایسی آیتیں ہیں جن میں اپنے محبوب کی صداقت کی گواہی اللہ تعالیٰ نے خود دی ہے اور اس کے نورانی فرشتوں نے اس کی تصدیق کی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ عَلَى
الَّذِينَ كُفِرُوا كَلِبَةً ۖ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝ (1)
”وہ اللہ ہی ہے جس نے بھیجا ہے اپنے رسول کو (کتاب) ہدایت اور دین
حق دے کر تاکہ غالب کر دے اسے تمام دینوں پر اور اپنے (رسول کی
صداقت پر) اللہ کی گواہی کافی ہے۔“

دین کے غلبہ کی جو بشارت اس آیت میں دی گئی ہے اس سے مراد دونوں غلبے ہیں
دلیل و رہبان کے میدان میں بھی اسلام کو غلبہ نصیب ہو گا اور میدانِ جنگ میں بھی سی کے
مخلص پیر و کاروں کو بر میدان میں فتح و کامرانی نصیب ہو گی۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْتُمْ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ

هَؤُلَاءِ شَرِيفًا ۝

(1)

”تو کیا حال ہو گا (ان نافرمانوں کا) جب ہم لے آئیں گے ہر امت سے ایک گواہ اور (اسے حبیب) ہم لے آئیں گے آپ کو ان سب پر گواہ۔“

قیامت کے دن تمام انبیاء اپنی اپنی امتوں کے احوال و اعمال پر شہادت دیں گے اور حضور پر نور ﷺ انبیاء کرام کی شہادت کے درست ہونے کی گواہی دیں گے۔ اور عموماً کا مشر الیہ امت مصطفویہ کو بھی قرار دیا گیا ہے۔ یعنی حضور علیہ السلام اپنی امت کے احوال پر گواہی دیں گے۔ وَقِيلَ لِلْإِنْسَانِ إِلَىٰ حَمِيمِهِ أَمَّتِهِ (قرطبی) مدد قرطبی نے اس قول کی تائید کیلئے حضرت سعید بن مسیب کا یہ قول نقل کیا ہے۔

لَيْسَ مِنْ يَوْمٍ إِلَّا تَرَضَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَمَّتُهُ عُدُوَّةٌ وَعَشِيَّةٌ فَيَعْرِفُهُمْ بِسِيَّحَاهُمْ وَأَعْمَالِهِمْ
فَإِنَّ ذَلِكَ يَشْهَدُ عَلَيْهِمْ

(2)

”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہر صبح و شام حضور کی امت پیش کی جاتی ہے۔ حضور اپنے ہر امتی کا چہرہ اور اس کے اعمال کو پہچانتے ہیں۔ اس علم کامل کے باعث حضور قیامت کے روز سب کے گواہ ہوں گے۔“

اب ان آیات کا ذکر کیا جا رہا ہے جن میں بظاہر عتاب ہے لیکن درحقیقت اپنے خصوصی لطف و احسان کا اظہار ہے۔

عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذْنَتْ لَكَ

”درگزر فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ سے (لیکن) کیوں آپ نے اجازت دے دی تھی انہیں۔“

حَتَّىٰ يَتَّبِعَنَّ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَذِبِينَ ۝ (3)

”یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے آپ پر وہ سچے جنہوں نے سچ کہا اور آپ جان لیتے جھوٹوں کو“

منفقین بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے اور جہاد میں شرکت نہ کرنے کیلئے مذہب بیان کرتے۔ حضور ﷺ اپنی کریم النفسی کے باعث انہیں پیچھے رہنے کی اجازت فرما دیتے حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ اگر انہیں رخصت نہ دی جاتی تو بھی وہ اس مہم میں شرکت کرنے سے انکار کر دیتے۔ بہتر یہ تھا کہ ان کی معذرتوں کو ٹھکرا دیا جاتا تاکہ جب وہ پیچھے رو جاتے تو ان کے غفاق کا حال سب کو معلوم ہو جاتا۔

یہ دریافت کرنے سے پیشتر کہ اے محبوب! تو نے انہیں پیچھے رو جانے کی اجازت کیوں دی، یعنی ان کو ننگائیوں نہ ہونے دیا، اتنا فرمانے سے پہلے عَفَا اللَّهُ عَنْكَ کے الفاظ ارشاد فرمائے۔

یہاں یہ کلمات کسی گناہ کی معافی کا ذکر کرنے کے لئے نہیں بلکہ اظہارِ تعظیم، تکریم ہیں۔ اہل عرب کا یہ دستور تھا کہ جب کسی کی عزت و توقیر کا اظہار مقصود ہوتا تو اس کے ساتھ گفتگو کا آغاز ایسے ہی کلمات سے کرتے امام رازی فرماتے ہیں۔

إِنَّ ذَلِكَ يُدَلُّ عَلَى مِبَالَغَةِ اللَّهِ فِي تَعْظِيمِهِ وَتَوْقِيرِهِ (1)

”ان کلمات سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی تعظیم و توقیر میں مبالغہ کا اظہار فرمایا ہے۔“

وَلَوْلَا أَنَّ تَبَتُّنَكَ لَقَدْ كُنْتَ تَرَكُنُ إِلَيَّ شَيْئًا قَبِيلًا (2)

اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو آپ ضرور مائل ہو جاتے ان کی طرف کچھ نہ کچھ۔“

علامہ زرکشی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فَأَعْنِي عَنِ شَيْءٍ أَنَّهُ صَنَى اللَّهُ تَعَالَى عِشَّةً وَتَمَّ وَتَمَّ
يُرَكِّنُ إِلَيْهِمْ لَا قَبِيلًا وَلَا كَثْرًا مِنْ جِهَةٍ أَوْ لَا تَمْسُكُ
تَقْنِصِي دَلِيلٌ وَأَنَّهُ مُنْعَ مُقَارَنَةِ أَرْسُكُونَ الْقَبِيلِ خُلَّ وَخُلُودُ
الْشَيْءِ تَقْنِصِي الْكَثِيرُ مِنَ الطَّرِيقِ الْأَوَّلِ -

(3)

1۔ مابعدین ن تمہیدیہ (مطبع المومنین 1324ھ)، جلد 4، صفحہ 443

2۔ ص 74

3۔ مابعدین شریعی، ص 137، طبع دار الفکر، (مصر 1958ء)، جلد 4، صفحہ 137

”اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے پاؤں کو مضبوطی سے راہ راست پر مضبوط کر دیا ہے اس لئے کفار کی طرف اپنی سامیڈن بھی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ حضور سرور عالم ﷺ کی طرف زیادہ مائل ہوں۔“ ”ول“ امتناعیہ کا تقاضا یہی ہے کہ اس کا یہ مفہوم یہاں جائے۔“

آگے چل کر پھر فرمایا

كُلُّ ذَلِكَ تَعْظِيمًا لِشَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَمَا جُعِلَتْ عَلَيْهِ نَفْسُهُ الزَّكَاةُ مِنْ كَوْنِهِ لَا يَكَادِيزُ كُنْ
رَأَيْتُمْ شَيْئًا قَلِيلًا لَلتَّثْبُتِ مَعَهُ مَا جُعِلَتْ عَلَيْهِ .

”نفس کی طہارت کے ساتھ تثبیت خداوندی کی سعادت نے حضور کو اس مقام عالی اور شان رفیع پر فائز فرمادیا ہے۔“

اس سے حضور کی عظمت شان کا پتہ چلتا ہے کیونکہ جتن کوئی زیادہ عزیز ہوتا ہے تنہا ہی اس کی معمولی سی معمولی لغزش ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ ”موئے در دیدہ بود کوہ عظیم“ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور تو معصوم تھے یہ تنبیہ حضور کی امت کوں ہا رہی ہے کہ وہ کسی صورت میں دین حق اور احکام شریعت کو چھوڑ کر کفار کی خوشنودی حاصل کرنے کی طرف مائل نہ ہوں۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَعْصُومًا وَلَكِنْ هَذَا تَعْرِيفُ الْأُمَّةِ بِسَلَاةِ يَوْمِ كُنْ أَحَدُ
وَقَدْ مُطَاعٍ الشَّهِيدِينَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَحْكَامِ اللَّهِ تَعَالَى قَسْرًا (1)

حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور نے بارگاہی میں عرض کی۔

اللَّهُمَّ لَا تَكَلِّبْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةً عَيْنٍ

”اے اللہ! مجھے چشم زدن کیلئے بھی اپنے نفس کے سپرد نہ کرنا۔“

ہر وہ شخص جو دعوت حق کا فریضہ ادا کر رہا ہے اسے ہر لمحہ ان آیات کو پیش نظر رکھنا چاہئے مبادا اس سے کوئی ایسی فرہ گزاشت ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بن

جاء۔ ہمارا علم ناقص ہے۔ ہماری عقل خام ہے ہم شیطان کے دوسرے اندازوں کا صحیح طور پر مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہمارے لئے بچنے کا راستہ یہی ہے کہ صدق دل سے اور عجز و نیاز سے اپنی بے بسی کا پورا اعتراف کرتے ہوئے ہر قدم پر بارگاہ الہی میں یہی التجا کریں۔

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ لَا تَكِلْنِيْ اِلَى نَفْسِيْ طَرَفَةً
عَيْنٍ وَّاصْبِرْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهُ۔

”اے ہمیشہ زندہ رہنے والے اور کائنات کی ہر چیز کو زندہ رکھنے والے
میں تیرے شانِ رحمت سے فریاد کرتا ہوں، الہی! ایک آنکھ جھپکنے کی دیر
تک بھی تو مجھے نفس کے حوالے نہ کرنا اور میرے تمام حالات کو خود
درست فرمانا۔“

قَدْ نَعْمُوْا اِنَّهٗ لَيُحْذَرُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يَكْتُمُوْنَكَ
وَلَكِنَّ الظَّالِمِيْنَ يَآئِدُ اللّٰهُ يَجْحَدُوْنَ ۝
وَلَقَدْ كَذَّبْتَ رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبْرٌ وَّاعِلٰی مَا كُذِّبُوْا
وَاُوْذُوْا حَتّٰی اَتَهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ
وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَّبَاِ الْمُرْسَلِيْنَ (1)

”(اے حبیب) ہم جانتے ہیں کہ رنجیدہ کرتی ہے آپ کو وہ بات جو یہ
کہہ رہے ہیں تو وہ نہیں جھٹلاتے آپ کو بلکہ یہ ظالم (در اصل) اللہ کی
تیموں کا انکار کرتے ہیں۔ اور بیشک جھٹلائے گئے ہیں رسول آپ سے
پہلے تو انہوں نے صبر کیا اس جھٹلائے جانے پر اور ستائے جانے پر یہاں
تک کہ آپ اپنی انہیں ہماری مدد اور نہیں کوئی بدلنے والا اللہ کی باتوں کو
اور آئی چلی ہیں آپ کے پاس رسولوں کی کچھ خبریں۔“

اس کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں حضور نبی کریم ﷺ بذات خود سمجھ نہیں کہا کرتے
تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور نبی ہونے کی حیثیت سے ان کو تبلیغ کرتے تھے اس لئے
حضور کی رسالت کا انکار اور تکذیب گویا آیات الہی کا انکار اور تکذیب ہی تھی۔
دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ حضور کو تو صادق اور راست شہکار یقین کرتے تھے جیسے

ابو جہل نے ایک دفعہ حضور سے کہا کہ ہم آپ کو تو نہیں جھٹلاتے کیونکہ آپ کی صداقت ہمارے نزدیک مسلمہ ہے لیکن یہ پیغام جو لے کر آپ آئے ہیں ہم اسے سچا تسلیم نہیں کرتے

وَكَانَ أَبُو جَهْلٍ يَقُولُ مَا نَكْذِبُكَ إِلَّا نَتَكَّ عِنْدَنَا صَادِقٌ

فَرَأَيْنَا نَكْذِبُ مَا جِئْتَنَا بِهِ -

(1)

سنت الہی بھی یہی ہے کہ حق و باطل کی کشمکش جاری رہے، مصائب کے پہاڑ حق کے علمبرداروں پر ٹوٹتے رہیں اور وہ صبر و ادولوالعزمی سے ان کو برداشت کرتے رہیں۔ حوادث کے طوفانوں میں بھی شمع توحید کو ہر قیمت پر وہ روشن رکھیں۔ حضور کریم صلیہ الصلوٰۃ والسلام کو کفار کے کفر و عناد سے بڑی تکلیف ہوتی تھی اور آپ کے رحیم و شفیق دل کو گوارا نہ تھا کہ کوئی بھی کفر و گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکتا پھرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ سے پہلے بھی انبیاء مبعوث کئے گئے۔ کفار نے ان کو بھی ستیا اور انہوں نے صبر و تحمل سے کام لیا۔ آپ بھی کفار کی اذیت رسانیوں پر صبر و تحمل سے کام لیا کریں۔

جب انبیاء کرام نے تبلیغ اور صبر کا حق ادا کیا اور کفار کی اذیت رسانیوں اور تعصب کی حد ہو گئی تو اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت آئی جس نے باطل کو سرنگوں اور ذلیل کر دیا اور حق کا بول بالا ہو گیا اور کفر کا سارا ترک و احتشام خدا کی نصرت کے وعدہ کو چارہ ہونے سے نہ روک سکا۔ اس طرح اے حبیب! میں نے آپ سے اسلام کو سر بلند کرنے کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔

اب ان آیات کا ذکر کیا جا رہا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلیہ کی مختلف شانوں کی قسمیں کھا کر حضور کی عموں و تبت کا اعلان فرمایا و رشاد ربانی ہے۔

(2) لَعَنَّاكَ يَا نَعْمُ لَعْنُ سَكْرَتِهِمْ لَعْنُهُمْ

”اے محبوب! آپ کی زندگی کی قسم (یہ اپنی طاقت کے نشہ میں) مست ہیں (اور) بے ہوش پھر رہے ہیں۔“

علماء تفسیر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلیہ الخلیۃ والشاکی حیات پاک کی قسم کھائی ہے اور یہ حضور کی عظمت شان اور شرف رفیع کی قوی

دلیل ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔

مَا خَلَقَ اللَّهُ نَفْسًا أَلْزَمَ عَلَيْهِ مِنْ مُعْتَدٍ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

عَلَيْهِ وَالْإِلَهَ وَسَلَّمَ وَمَا أَقْسَمَ بِحَيَاةِ أَحَدٍ إِلَّا بِحَيَاتِهِ

”اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ سے زیادہ کسی چیز کو معزز و مکرم

پیدا نہیں کیا اور حضور کے بغیر کسی کی زندگی کی قسم نہیں کھائی۔“

علامہ قرطبی لکھتے ہیں۔

هَذَا نَهْيَاةُ الْعَظِيمِ وَغَايَةُ الْبِرِّ وَالشَّرِيفِ

”اللہ تعالیٰ کا حضور کریم ﷺ کی زندگی کی قسم کھانا تعظیم و تکریم کی انتہا

ہے۔“

اصل میں یہ غلط عمر، یعنی ع پر ضمد ہے لیکن یہ کثرت استعمال کے لئے مفتوح کر دیا گیا۔

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ عَلَىٰ أَنْ يُبَعِّلَكَ

رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا (1)

”اور رات کے بعض حصہ میں اٹھو اور نماز تہجد ادا کرو (تلاوت قرآن)

کے ساتھ۔ (یہ نماز) زائد ہے آپ کیسے۔ یقیناً فائز فرمائے گا آپ کو

آپ کا رب مقام محمود پر۔“

اس سے پہلے نماز پچکانہ کے اوقات بیان ہوئے جو ہر کس و نا کس پر فرض تھیں اب اس

مخصوص نماز کی ادائیگی کا ذکر ہو رہا ہے جو حبیب کبریا ﷺ پر بطور فرض یا زائد عبادت لازم

ہے یہ نماز تہجد ہے یعنی جب لوگ سو رہے ہوں، ہر طرف سناٹا چھایا ہو، آغوش شب میں ہر

چیز محو خواب ہو، اے حبیب! اس وقت اٹھو اور خلوت گاہ تاز میں شرف باریابی حاصل کر کے

جہنم نیاز کو لذت مجددہ سے آشنا کرو۔

یہ تیری بے خوابیاں، یہ قلق اور بے کلی، یہ اشکوں کا سیل رواں، یہ شان بندگی کا ظہور

سب کو شرف قبول بخشا جائے گا اور آپ کو مقام محمود پر فائز کیا جائے گا۔ اس مقام کی

جلالت شان دیکھ کر دنیا بھر کی زبانیں تیری ثناء گسٹری اور مدح و ستائش میں مصروف ہو

جائیں گی۔ غسی کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس وقت اس کا معنی یقین ہوتا

ہے۔ عَسَىٰ وَكَعَلَىٰ مِنَ اللَّهِ تَعَالَىٰ وَاجِبَتَانِ (1)
مقام محمود کی وضاحت فرماتے ہوئے خود نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

هُوَ الْمَقَامُ الَّذِي أَشْفَعُ فِيهِ لِأُمَّتِي

”یہ وہ مقام ہے جہاں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔“

اہم مسلم نے حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک روز غمگسٹ عاصیوں، چارہ ساز بیسوں
ﷺ نے حضرت خلیل کے اس قول کو پڑھا۔

رَبِّ إِنَّمَنْتُ أَضْلَلَنِي كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ يَّبْعِنِي فَإِنَّهُ

يُبْعِنِي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (2)

”اے میرے رب! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔“

جنہوں نے میری پیروی کی وہ میرے گروہ سے ہوں گے اور جنہوں

نے میری نافرمانی کی تو تو غفور و رحیم ہے۔“

پھر حضرت عیسیٰ کے اس جملہ کو بار بار دہرایا۔

إِنِّي نَعَيْتُ بِهِمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَلَئِنْ تَغْفِرَ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (3)

”اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر انہیں بخش دے

تو تو ہی عزیز و حکیم ہے۔“

کافی دیر تک حضور ان آیات کی تلاوت فرماتے رہے اور حضور نے اپنے مبارک ہاتھ

اٹھائے اور عرض کی۔

أُمِّيُّ أُمِّيُّ تُغَدِّبُنِي

”اے میرے رب! میری امت کو بخش دے میری امت کو بخش دے

پھر حضور زار و قطار رونے لگے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

1۔ البرہان بطور کثی

2۔ سورہ بقرہ 36

3۔ سورہ النور 118

يَا حَبْرَيْلُ اِذْهَبْ اِلَى مُعْتَدٍ وَقُلْ لَهُ اِنَّا سَرَفْنٰكَ فِيْ
اَمْرِكَ وَلَا تَنْوَكْ -

”اے جبریل میرے محبوب کے پاس جا اور جا کر میرا یہ پیغام دے کہ
اے حبیب! ہم تجھے تیری امت کے بارے میں راضی کریں گے اور
آپ کو تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔“

روزِ حشر جب ہر دل پر خوف و ہراس طاری ہوگا، جلالِ خداوندی کے سامنے کسی کو دم
مارنے کی مجال نہ ہوگی، بڑے بڑے شجاع اور زور آور اور سرکش مارے خوف کے پانی پانی ہو
رہے ہوں گے، ساری مخلوق خدا آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت کلیم تک کا دروازہ
کھٹکھٹائے گی لیکن کہیں شنوائی نہ ہوگی۔ آخر کار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے گی اور
ان سے شفاعت کی ہمتی ہوگی آپ جواب دیں گے کہ میں خود تو آج لب کشائی کی جسارت
نہیں کر سکتا ہاں تمہیں ایک کریم کا آستان بتاتا ہوں جس پر حاضر ہونے والا کبھی نامراد
واپس نہیں ہوتا۔ جو اللہ تعالیٰ کے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس اور وہاں جا کر عرض حال
کرو۔ چنانچہ سب بارگاہِ محبوب کبریاء ﷺ میں حاضر ہوں گے اور اپنی داستانِ غم پیش کریں
گے حضور سن کر فرمائیں گے۔

”اے ہاں لہا“ ہاں تمہاری دستگیری کیلئے تیار ہوں۔ میں تمہاری دستگیری کے لئے
تیار ہوں۔ حضور عرشِ عظیم کے قریب پہنچ کر سر بسجود ہو جائیں گے۔ اپنی پاک اور اطہر
زبان سے سبوتِ قدوس رب کی حمد و ثناء کریں گے ادھر سے آواز آئے گی۔

يَا مُحَمَّدُ اِرْقِعْ رَأْسَكَ قُلْ سَمِعْنَا سَلَّ نَعَطًا اَشْفَعُ
نُشْفَعُ

”اے سرِ پاخوبی و زیبائی! اپنے سر مبارک کو اٹھاؤ۔ کہو تمہاری بات سنی
جائے گی۔ تم مانگتے جاؤ ہم دیتے جائیں گے۔ تم شفاعت کرتے جاؤ ہم
شفاعت قبول فرماتے جائیں گے۔“

اس طرح شفاعتِ حبیب کبریاء سے اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں کا دروازہ کھلے گا۔
علامہ قرطبی اور دیگر مفسرین نے قاضی ابوالفضل عیاض سے نقل کیا ہے کہ حضور پر نور
سرورِ عالمیان پانچ شفاعتیں فرمائیں گے۔

1- شفاعت عامہ جس سے مومن و کافر، اپنے اور بیگانے سب مستفیض ہوں گے۔
 2- بعض خوش نصیبوں کیلئے بغیر حساب کے جنت میں داخل کرنے کی شفاعت فرمائیں گے۔

3- وہ موحد جو اپنے گناہوں کے باعث عذاب دوزخ کے مستحق قرار پائیں گے حضور کی شفاعت سے بخش دیئے جائیں گے۔

4- وہ گنہگار جنہیں دوزخ میں پھینک دیا جائے گا، حضور شفاعت فرما کر ان کو وہاں سے نکالیں گے اور جنت میں پہنچائیں گے۔

5- اہل جنت کے مدارج کی ترقی کیسے سفارش فرمائیں گے۔

خود سوچئے، جس کا دامن کرم سب کو اٹھانے ہوگا، جس کی محبوبیت کا ذکر کتاب و حدیث ہوگا، جس کی جلالت شان اپنے بھی دیکھیں گے اور بیگانے بھی، ایسے میں کون اس ہوگا جو اس محبوب کی عظمت کا اعتراف نہیں کرے گا؟ کون سی زبان ہوگی جو اس کی تعریف و توصیف میں زمرہ نہ بنے ہوگی؟

حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ حضور پر نور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

أَنَا سَيِّدُ دَوْلَادِكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَبَيِّنِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ
 وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ بَيِّنِي يَوْمَئِذٍ إِلَّا نَحْتًا
 يَوْمَئِذٍ۔

”قیامت کے دن ساری اولاد تم کا سردار میں ہوں گا۔ حمد کا پرچم میرے ہاتھ میں ہوگا۔ سارے نبی میرے پرچم کے نیچے ہوں گے۔ یہ ساری باتیں اظہار حقیقت کے طور پر کہہ رہا ہوں فخر و مباہات مقصود نہیں۔“

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے ستائیں صحابہ سے حدیث شفاعت مروی ہونے کی تصدیق کی ہے لیکن ان صریح احادیث صحیحہ کے باوجود معتزلہ و روافض نے شفاعت کا انکار کیا علامہ سیوطی فرماتے ہیں یہ حدیث درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہے بڑے بخت ہے وہ آدمی جو شفاعت کا منکر ہے۔

قال سیوطی ہذا حدیث متواتر ومعنی من انکر شفاعتہ

امام بخاری و مسلم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے ایک دن خطبہ میں فرمایا

إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ قَوْمٌ يُكْذِبُونَ بِعَذَابِ الْقَبْرِ
يُكْذِبُونَ بِالشَّفَاعَةِ۔

”یعنی اس امت میں ایک ایسا گروہ پیدا ہو گا جو عذاب قبر کی بھی تکذیب کرے گا اور شفاعت کا بھی انکار کرے گا۔“

آج سے پہلے بھی معتزلہ اور خاریجیوں نے اس کا انکار کیا اور آج بھی ایک طبقہ بڑی شد و مد سے اس کا منکر ہے۔ اور جب دلائل صحیحہ کے باعث انکار نہیں کر سکتے تو شفاعت کا ایسا مفہوم بیان کرتے ہیں جس میں شان مصطفویٰ کا انکار پایا جاتا ہے۔ لیکن انہیں یہ جسارت کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ جو آج شفاعت کا انکار کرے گا وہ کل روز حشر اس سے محروم کر دیا جائے گا۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (1)

”اے سید (عرب و عجم) قسم ہے قرآن حکیم کی بیشک آپ رسولوں میں سے ہیں۔“

س: اس کے متعلق علماء تفسیر کے متعدد اقوال ہیں۔ (1) یہ سورت کا نام ہے۔ (2) قرآن کریم کے اسماء سے ہے۔ (3) یہ اللہ تعالیٰ کا اسم پاک ہے۔ (4) یاسین کا معنی لغت طے میں یا انسان ہے اور اس سے مراد انسان کامل یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ (5) رحمت مہمان علیہ السلام کے اسماء مبارکہ سے ہے۔ (6) ابو بکر و راق کہتے ہیں مخفف ہے یہ سید البشر کا۔ علامہ سید محمود آلوسی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حدیث پاک میں ہے۔

اللَّهُ تَعَالَى الْمُطِیُّ وَأَنَا الْقَائِمُ۔ فَمَنْزِلَةُ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ مِنَ الْعَالَمِیَّاتِ بِمَنْزِلَةِ الْقَلْبِ مِنَ الْبَدَنِ فَمَا
الَطْفَافَةُ قَلْبِ الْقُرْآنِ بِقَلْبِ الْاَنْوَانِ (2)

”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا دینے والا اللہ تعالیٰ اور پائنے والا

میں ہوں۔ اس حدیث پاک کے مطابق کائنات کے جسم میں حضور دل کی مانند ہیں اور سورہ یاسین، قرآن کریم کا دل ہے۔ تو کتنا لطیف اور پیارا آغاز ہے اس سورت کا کہ قرآن کریم کے دل کو ساری کائنات کے دل کے ذکر سے شروع کیا جا رہا ہے۔“

کفار مکہ حضور سرور عام ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور طرح طرح کے الزامات اور استحالے پیش کرتے تھے۔ یہاں خداوند عام قسم اٹھا کر اپنے رسول کی رسالت کی شہادت دے رہے ہیں۔ فرمایا اے انسان کامل یا اے عرب و عجم کے سر درِ مجھے اس قرآن حکیم کی قسم ہے کہ آپ ان برگزیدہ انسانوں میں سے ہیں جن کو میں نے رسالت سے سرفراز فرمایا ہے اور مجھے قرآن حکیم کی قسم ہے کہ آپ سیدھے راستے پر گامزن ہیں۔

اے حبیب! جب تیرا پروردگار تیری رسالت کی شہادت دے رہا ہے اور وہ بھی قرآن کریم کی قسم اٹھا کر، اس کے بعد اگر کوئی بد بخت تیری رسالت کو ماننے سے انکار کرے تو آپ کو رنجیدہ خاطر نہیں ہونا چاہئے۔ قسم اٹھاتے ہوئے صرف ”و انفر“ نہیں فرمایا بلکہ ”و انفران انحرکنہ“ فرمایا۔ یعنی قرآن جس کی قسم اٹھائی جا رہی ہے، یہ کوئی عام قسم کی کتاب نہیں بلکہ یہ کتاب حکیم ہے یعنی یہ پر از حکمت ہے یا یہ ایسی محکم کتاب ہے کہ باطل کسی گوشہ سے اس پر حملہ نہیں کر سکتا۔

لَا أَقِيمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ۝ وَأَنْتَ حَيٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ (1)

”میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی دریاں حالیکہ آپ بس رہے ہیں اس شہر میں۔“

لازماً وہ ہے اور قسم کو موکہ کرنے کیلئے مذکور ہو ہے۔

البلد سے مراد مکہ مکرمہ ہے یہاں شہر مکہ کی اس حیثیت سے قسم کھائی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہے۔ یہ شہر اگرچہ گونا گوں خوبیوں سے متصف ہے لیکن اس مکین ذی شان کی وجہ سے جو عزت و شرف اس کو حاصل ہوا اس کی شان ہی نرالی ہے۔

وَأَنْتَ حَيٌّ وَالْجَمَلُ حَالٌ ۝ بِهَذَا الْبَلَدِ ۝ عَلَامَةُ پانی پتی لکھتے ہیں۔

اَقْسَمَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ بِمَكَّةَ مُقَدَّسَةً اَعْلُوْلَهَا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ
وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اَظْهَارًا لِّمَزِيْدٍ فَضَائِلَهَا بِشَرَفِ التَّحَكُّمِ عَلٰی فَضْلِ
لَهَا فِيْ نَفْسِهَا۔

”اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کی مشروط قسم کھائی ہے کیونکہ اسے حبیب
آپ اس میں سکونت فرمائیں اس طرح مکہ مکرمہ کے دیگر فضائل میں
ایک عظیم امر بہت فضیلت کا اضافہ کیا گیا۔“

اگرچہ مکہ بذات خود بھی بڑی شرف و فضیلت کا حامل ہے لیکن اس کی شان کی شان کے قدم
رنجب فرمانے کی وجہ سے اس کی عظمتوں کو چار چاند تک گئے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس
کی قسم کھائی ہے۔

”وائت حل“ کا ایک اور مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے

ایک تو یہ کہ کفار کی اذیت و سانسوں پر اظہارِ تعجب یا جارہا ہے کہ ویسے تو اس شہر کو یہ
وگ امن کا شہر قرار دیتے ہیں۔ نہ وہاں کسی جنگلی جانور کو ستاتے ہیں، نہ اس کے درختوں
اور گھاس کو کاٹتے ہیں، ان کے باپ کا قاتل بھی اُمر حرم میں پناہ لے لے تو وہ اس پر بھی
دست درازی نہیں کرتے لیکن اسی حرم میں ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کو دکھائی دینے
اور اذیت پہنچانے کو اپنے لئے حلال سمجھ رکھا ہے اور حضور کریم ﷺ کو تکلیف دینے سے
یہ لوگ باز نہیں آتے۔

ق ۱۰ وَالْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ ۝ (1)

”قاف۔ قسم ہے قرآن مجید کی (کہ میرا رسول سچا ہے)“

یہ حروف مقطعات میں سے ہے بعض علماء کے نزدیک یہ اس سورت کا نام ہے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کے ان اسماء حسنی کی کنجی ہے جن کی ابتدا میں قاف ہے مثلاً القدر۔

القادر۔ القهار وغیرہ۔ (2)

علامہ پانی پتی لکھتے ہیں۔

وَالْحَقُّ أَنَّهُ رَمَزَ بَيْنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

"حق یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان ایک رمز ہے جسے بعض نسخوں میں نغمہ ہی جانتے ہیں۔" علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔

قَالَ ابْنُ عَطَاءٍ أَقْسَمَ اللَّهُ بِقُوَّةِ قَلْبٍ حَبِيبِهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ تَحْمِلُ الْخِطَابَ وَالْمُشَاهَدَةَ وَلَمْ يَزِدْ ذَلِكَ فِيهِ لَعْنُو حَالِهِ.

(1)

"یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب محمدؐ کے دل کی قوت کی قسم کھائی ہے کہ عین حق کا مشاہدہ بھی کیا اور شرفِ کلم بھی حاصل ہوا عینِ قیام کی طرح ایک تجلی صفت سے غشِ حائرِ رُبر نہیں پڑا۔"

بعض کتب میں لکھا ہے کہ ق سے م اور ایک پہاڑ ہے (کود قاف) جو ساری زمین گھیرے ہوئے وہ زبرد کا بنا ہوا ہے۔ آسمان کی نیابت کی زبرد کا کلس سے وغیرہ وغیرہ۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ اسرائیلی خرافات ہیں جو مسلمانوں نے علماء کی کتاب سے سنیں اور بغیر تحقیق اپنی کتب میں لکھ دیں بلکہ ان میں سے بھی جو زندقہ تھے انہوں نے ایسی روایتیں گھڑیں تاکہ لوگوں کو دین حق سے ہدایت نہ مل سکے۔

وَيَعْنِي أَنَّ هَذَا وَمِثَالَهُ وَأَشْبَاهَهُ مِنْ اخْتِلَافٍ بَعْضُ زُكَاةٍ فِيهِمْ

اس ضمن میں حضرت ابن عباسؓ سے جو اثر منقول ہے اس کے بارے میں علامہ موصوف لکھتے ہیں۔

لَا يَصِحُّ سَنَدُكَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

"کہ حضرت ابن عباسؓ سے اس کی سند صحیح نہیں ہے۔"

اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی قسم اٹھا رہے ہیں کہ میرا محبوب میرا ہی رسول ہے۔ صاحبِ سالک العرب لکھتے ہیں کہ جب مجید قرآن کی صفت ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے "رَفِيعُ لُغَوِي"

عالیشان۔ بلند مرتبہ۔

علامہ راغب کہتے ہیں کہ قرآن کریم چونکہ مکارم دنیوی و اخروی کو شامل ہے اس لئے اسے مجید کہا گیا۔ قَوْصُفُهُ بِذَلِكَ لِكَثْرَةِ مَا يَتَّصِفُونَ مِنَ الْمَكَارِمِ الدُّنْيَوِيَّةِ وَالْآخِرَوِيَّةِ۔

○

وَالنَّجْوَى إِذَا هُوَ ۚ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى ۚ وَمَا يَبْطِئُ عَنِ الْهَوَى ۚ إِن هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى ۚ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى ۚ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَى ۚ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَى ۚ ثُمَّ دَنَا فَتَدَنَى ۚ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى ۚ فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى ۚ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى ۚ أَفَتُحَرِّفُونَ عَلَى مَا يُرَى ۚ وَلَقَدْ رَاكُمْ نَزَّلَ آخِزًا ۚ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى ۚ عِنْدَ هَا جَنَّةِ الْمَأْوَى ۚ إِذْ يَخْشَى الْيَسْدَرَةُ مَا يَعَشَى ۚ مَا ذَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى ۚ لَقَدْ رَأَى مِنْ

(1) آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى ○

”قسم ہے اس (تائیدہ) سترے کی جب وہ نیچے اترے تمہارا (زندگی بھر کا) ساتھی نہ راہِ حق سے بھٹکا اور نہ بہکا۔ اور وہ تو بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے۔ نہیں ہے یہ مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔ انہیں سکھایا ہے زبردست قوتوں والے نے بڑے دانا نے۔ پھر اس نے (بند یوں کا) قصد کیا اور وہ سب سے اونچے کنارہ پر تھا۔ پھر وہ قریب ہوا، اور قریب ہوا یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ پس وحی کی اللہ تعالیٰ نے اپنے (محبوب) بندے کی طرف جو وحی کی۔ نہ جھٹلایا دل نے جو دیکھا (چشمِ مصطفیٰ نے)۔ کیا تم جھگڑتے ہو اس سے اس پر جو انہوں نے دیکھا اور انہوں نے تو اسے دوبارہ بھی دیکھا سدرۃ المنتہی کے پاس۔ اس کے پاس ہی جنت الماویٰ ہے جب سدرہ پر چھارہا تھا جو چھارہا تھا۔ نہ در ماندہ ہوئی (چشمِ مصطفیٰ) نہ (حد ادب سے) آگے بڑھی۔ یقیناً انہوں نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔“

آیت کے الفاظ کا مفہوم پہلے ذہن نشین کر لیجئے۔ بحسب مطلق ستارہ کو بھی کہتے ہیں اور السحیم ذکر کر کے اس سے ثریا (پروین) مراد لینا بھی اہل عرب میں عام مروج ہے۔ یہاں دونوں معنی لئے جاسکتے ہیں۔ ہوی یہ مادہ دو بابوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ باب عہ غنہ ہوی بھوی۔ اس وقت اس کا معنی محبت کرنا ہوتا ہے۔ ہوہ حنہ دوہ ادب صبر۔ بضرہ ہوی بھوی جیسے یہاں مذکور ہے۔ اس صورت میں یہ دو متضاد معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ نیچے گرنا اور بلند ہونا۔ چنانچہ ہوی بھوی سقط من غبہ ی سفن ارمع و صعد جب کوئی چیز اوپر سے نیچے گرے تب بھی کہتے ہیں ہوی لشیء اور جب کوئی چیز پستی سے بلندی کی طرف جائے اس وقت بھی کہتے ہیں ہوی لشیء ایت مصدر دونوں حالتوں میں الگ الگ ہوگا۔ نیچے گرنے کے معنی میں ہو تو کہیں گے ہوی بھوی ہو یا اور بلند ہونے کے معنی میں ہو تو کہیں گے ہوی بھوی ہونا۔

ستارہ رات کے اندھیرے میں روشنی بھی بہم پہنچاتا ہے۔ فضا کو بھی اپنی ٹمٹمات سے حسن و زینت بخشتا ہے۔ لقا و دق صحرا میں مسافر ستاروں ہی سے اپنی منزل کی سمت کا تعین کرتے ہیں۔ ستارہ جب آسمان کے وسط میں ہو تو اس وقت دور اندیشی نہیں کر سکتا۔ اس سے صرف السحیم کی قسم نہیں اٹھائی، بلکہ اس کی خاص حالت کی جب وہ طلوع ہو رہا ہو یا ڈھل رہا ہو، کیونکہ رہنمائی کا فائدہ اسی وقت حاصل ہوتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

هُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَهْدِي نَزُولَهُ مِنَ
السَّمَاءِ لَيْلَةَ الْمَعْرَاجِ وَجُودَ عَلَى هَذَا أَنْ يُزَادَ بِهِ وَأَكْثَرُ مَعْنَى
وَعُرُوجُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِلَى مَنْقَطَعِ اللَّيْلِ - (1)

یعنی سجدہ سے مراد ذات پاک مصطفیٰ علیہ طیب الخیۃ والثناء ہے۔ ”دا ہوی“ سے مراد حضور کا شب معراج آسمان سے واپس زمین پر نزول فرمانا ہے۔ اس کے بعد آؤسی فرماتے ہیں کہ ”دا ہوی“ سے یہ مراد لینا بھی جائز ہے کہ حضور کا شب معراج وہاں تک عروج کرنا جہاں مکان کی سرحدیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اور واؤ قسیم ہے اور نجم سے مراد حضرت امام جعفر صادق کے ارشاد پاک کے مطابق ذات پاک محمد مصطفیٰ ہے اور یہ قسم اس

بات کو آشکار کرنے کیلئے انھائی گئی ہے کہ رحمت کاملہ تمام جوارح اور اعضاء و قسمتی
اشیاء سے پاک ہیں۔ حضور کے قلب مبارک کے بارے میں فرمایا "ما کذب بعد
مدی" اور ربان حق کی عصمت کو ظاہر کرنے کیلئے ارشاد فرمایا "وما یصل علیہا" اور
چشم بازائی کی حق کو واضح کرنے کے لئے فرمایا "ما راجح صبرہ وما سعی"
قرآن کریم کی وہ مقدار جو ایک مرتبہ نازل ہو اس کو بھی نجم کہتے ہیں۔ بعض علماء نے
یہاں نسخہ سے بھی قرآن کریم کا نازل شدہ حصہ مراد لیا ہے۔

قِيلَ أَكَادِبُكَ الْقُرْآنُ امْنُجَّهَ الْمُرْزَلُ قَدْ رَأَوْا فَقْدَرًا

یہاں نسخہ مقسم ہے۔ اس کا جو معنی آیا جائے وہاں خاص مناسبت پائی جاتی ہے جو
اہل نظر پر عیاں ہے۔

ماصل صاحبک و ما عوی یہ جواب قسم ہے۔ آیت کے کلمات کی تحقیق پہ سماعت
فرمائیے۔ آیت میں صاحبک سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات باریکات ہے۔
صاحب کا معنی سید اور مالک بھی ہے۔ کہتے ہیں صاحب البیت گھر کا مالک، اس کا معنی
ساتھی اور رفیق بھی ہے، لیکن صرف ایسے ساتھی کو صاحب کہا جاتا ہے جس کی رفاقت اور
ملت بکثرت ہو لَا يُقَالُ فِي الْعُرْفِ إِلَّا لِمَنْ كَثُرَتْ مَلَاحِزُهُ (مفردات) عامہ راغب
ضلال کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

الضَّلَالُ الْعَدَاوَةُ عَنِ الطَّرِيقِ الْمُسْتَقِيمِ وَيَصَادُهَا الْهِدَايَةُ
وَيُقَالُ الضَّلَالُ لِكُلِّ عَدُوٍّ عَنِ الْمَنْهَجِ عَمْدًا كَانَ أَوْ سَهْوًا
كَيْسَرًا كَانَ أَوْ كَيْسَرًا

سید جسے راستہ سے روگردانی کو ضلال کہتے ہیں۔ اس کی ضد ہدایت ہے۔ بعض نے مزید
تشریح کی ہے کہ راستہ سے روگردانی دانستہ ہو یا بھول کر ہو، تھوڑی ہو یا زیادہ ہو، اس کو
ضلال کہتے ہیں اور فاضل موصوف غوی کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں اَلْمَعْنَى جَهْدٌ قُوَّةً
إِعْتِقَادٌ قَائِدٌ (مفردات) جنی و جہالت جو باطل عقیدہ کی وجہ سے ہو۔ عدم سمیع حتی
لکھتے ہیں۔

الْعَوَايَةُ هِيَ الْخَطَا فِي الْإِعْتِقَادِ خَاصَّةً وَالضَّلَالُ أَعْقَابُهَا
يَتَنَاوَلُ الْخَطَا فِي الْأَقْوَالِ وَالْأَفْعَالِ وَالْأَخْلَاقِ وَالْعَقَائِدِ (1)

اعتقادی غلطی کو غور یہ کہتے ہیں اور ضلال عام ہے۔ یہ اقوال، افعال، اخلاق اور عقائد کی غلطی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

حضور رحمت عالمین ﷺ نے جب توحید کی دعوت کا آغاز کیا اور بل مہ کو نعرہ شہ سے باز آنے کی تبلیغ شروع کی تو بل مکہ نے کہن شروع کیا کہ آپ کمر اوٹو گئے ہیں، اپنی قوم کا راستہ چھوڑ دیا ہے، ان کا عقیدہ بگڑ گیا ہے۔ خالق رض و سامنے پہ قسم کھالی پھر ان نے الزامات کی تردید کی۔ فرمایا ان کے قول، عمل اور کردار میں کمر ای کا نام و نشان تک نہیں۔ ان کے عقیدہ میں کوئی غلطی اور کجی نہیں اور "صاحنکہ" فرما کر اپنے حبیب کی کتاب حیات کھول کر ان کے سامنے رکھ دی۔ یعنی یہ کوئی اجنبی نہیں جو دیر غیر سے آمر یہاں فردکش ہو گئے ہیں ورنہ نبوت کا وہنداشہ شروع کر دیا ہے۔ تم ان کے ماضی سے، ان کے خاندانی پس منظر سے، ان کے تلوار و احوال سے ورنہ یہ ت و کردار سے کجی طرح واقف ہو۔ ان کا بچپن تمہارے سامنے گزرا۔ ان کا عہد شباب اسی ماحول میں اور تمہارے اسی شہر میں بسر ہوا۔ انہوں نے تمہارے ساتھ اور تمہارے سامنے کاروبار بھی کیا ہے۔ مہجی، قومی اور ملی مسائل میں ان کی فراست کے تم چشم دید و ہوا۔ ان کی کتاب زیست کا کون سا باب ہے جو تم سے پوشیدہ ہے، کون سا ورق ہے جو تم سے مخفی ہے۔ جب ان کی ساری زندگی شبنم کی طرح پاکیزہ، پھول کی طرح شگفتہ اور آفتاب کی طرح بدیع ہے تو تمہیں ان پر ضلالت و غواہیت کے الزام لگاتے ہوئے شرم نہیں آتی؟

کتنا بار عب، حسین اور مدلل انداز بیان ہے۔

نیز اس آیت سے 'وَوَجَدَكَ ضَالًّا' کا مفہوم بھی واضح ہو گیا کہ اس آیت میں ضلال کا معنی گمراہ نہیں، بلکہ کسی کی محبت میں سرگرداں و حیران ہونا ہے جو اس غلط کا دوسرا معنی ہے۔ تحقیق ضیاء القرآن جلد پنجم، سورۃ النضحی کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیے۔

وَمَا يَنْصُقُ عَنْ نَفْسِهِ پہلی آیت کی مزید تائید کی جا رہی ہے، یعنی کوئی غلط قدم اٹھانا، کسی باطل عقیدہ کو اپنانا تو بڑی دور کی بات ہے، ان کا تو یہ عالم ہے کہ وہ خواہش نفس سے یوں کو جنبش بھی نہیں دیتے، ان کی زبان پر کوئی ایسی بات آتی ہی نہیں، جس کا محرک ان کی ذاتی خواہشات ہوں۔

”اِنْ هُوَ لَا وَحْيَ يُوحٰی“ ہُو کا مرجع قرآن کریم ہے۔ یہ آیت ایک سوال کا جواب ہے۔ جب وہ اپنی خواہش سے بولتے ہی نہیں، تو پھر جو کام یہ لوگوں کو پڑھ کر سنتے ہیں، یہ کیا ہے؟ اس کا جواب دیا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کیا جاتا ہے اور جیسے وحی نازل ہوتی ہے، عینہ وہ اسی طرح لوگوں کو پڑھ کر سنتے ہیں، اس میں سر مور وہ بدل نامعین ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ ”ہُو“ کا مرجع صرف قرآن کریم نہیں، بلکہ قرآن کریم اور جو بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان فیض ترجمان سے نکلتی ہے، وہ سب وحی ہے۔ وحی کی دو قسمیں ہیں: جب معانی اور کلمات سب منزل من اللہ ہوں، اسے وحی جلی کہتے ہیں جو قرآن کریم کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے اور جب معانی کا نزول تو من جانب اللہ ہو، لیکن ان کو الفاظ کا جامہ حضور نے خود پہنایا ہو، اسے وحی فنی یا وحی فہم کہتے ہیں جیسے احادیث طیبہ۔ بعض علماء نے ان آیات کے پیش نظر حضور کے اجتہاد کا انکار کیا ہے، یعنی حضور کوئی بات اپنے اجتہاد سے نہیں کہتے، بلکہ جو ارشاد ہوتا ہے، وہ وحی الہی کے مطابق ہوتا ہے، لیکن جمہور فقہانے حضور کے اجتہاد کو تسلیم کیا ہے اور ساتھ ہی تصریح فرمائی ہے کہ یہ اجتہاد بھی باذن اللہ ہوا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ خود ہی اس اجتہاد کی پابندی کرتا ہے۔ حضور جو بات بذریعہ اجتہاد فرماتے ہیں، وہ بھی میں فشاء خداوندی ہوا کرتی ہے۔ حامد آدمی کہتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ اِذَا سَوَّعَ لَكَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةَ وَالسَّلَامَ الْاِجْتِهَادَ

كَانَ الْاِجْتِهَادَ وَمَا يَسْتَدِلُّوْا بِهِ وَحْيًا لَا نَطْلُقًا عَنِ الرَّوْحِ (1)

کتاب احادیث میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن ماس کا یہ واقعہ منقول ہے وہ کہتے ہیں میرا یہ دستور تھا کہ حضور ﷺ کی زبان مبارک سے جو کچھ سنتا، وہ لکھ لیا کرتا۔ قریش کے بعض اصحاب نے مجھے اس سے منع کیا اور کہنے لگے تم حضور کا ہر قول لکھ لیا کرتے ہو، حالانکہ حضور انسان ہیں، کبھی غصے میں بھی کوئی بات فرما دیا کرتے ہیں، چنانچہ میں نے لکھنا بند کر دیا۔ بعد میں اس کا ذکر بارگاہ رسالت میں ہوا اور میں نے سلسلہ کتابت بند کرنے کی وجہ بیان کیں، تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اُکْتُبْ فَاَلَا اَنْزِلَ عَلَیْکَ نَفْسًا بِیْدَیْہَا خَرَجَ مِنْیْ اِلَّا الْحَقُّ اے عبد اللہ! تم میری ہر بات کو لکھ لیا کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، میری زبان سے کبھی کوئی بات حق کے سوا نہیں نکلی۔ اس مسئلے

پر مزید تحقیق کے لئے ملاحظہ فرمائیے فقیر کی تصنیف "سنت خیر الزمان" علیہ الصلوٰۃ والسلام
عَنْهُ شَدِيدُ الْغَوَىٰ سے لے کر لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ تک کی تفسیر میں
علمائے کرام میں اختلاف ہے۔ ایسی روایات موجود ہیں جن سے صحت حدیث چلتی ہے۔ مہم
صحابہ میں بھی ان آیات کے بارے میں اختلاف موجود تھا۔ جہاں تک آیت کی خصوصیت کا
تعلق ہے ان سے دونوں مفہوم اخذ کیے جاسکتے ہیں اور کوئی ایسی حدیث مرفوعہ بھی موجود
نہیں جو ان آیات کے مفہوم کو متعین کر دے، ورنہ ایسے ارشاد نبویؐ کی موجودگی میں ایسا
اختلاف سرے سے رونمائی نہ ہوتا۔ اسی طرح بعد میں آنے والے احادیث کے بارے میں ان آیات
کے بارے میں دو گروہوں میں منقسم ہیں۔ اپنی دیا سدا راہ تحقیق کی روشنی میں ہمیں یہ حق
تو پہنچتا ہے کہ ان دو قووں میں سے کوئی ایک قول اختیار کریں، لیکن ہمیں یہ حق ہرگز نہیں
کہ دوسرے قول کے قائلین کے بارے میں کسی بدگمانی کا شکار ہوں۔

یہ یکمیر ز پہلے عام مفسرین کی رائے کے مطابق ان آیات کی تشریح پیش کرے گا اور
اس کے بعد دوسرے مکتب فکر کی تحقیق پیش کی جائے گی۔ قارئین کرام اس کے بعد
فیصلہ کر لیں کہ کس فریق کا قول زیادہ قرین صواب ہے۔

عام مفسرین کے نزدیک "شَدِيدُ الْغَوَىٰ" سے مراد حضرت جبرئیل ہیں، یعنی جبرئیل
امین نے حضور کو قرآن کریم سکھایا۔ جبرئیل کے شَدِيدُ الْغَوَىٰ ہونے میں کسی کو ایسے شک
ہو سکتا ہے جو چشم زدن میں سدرۃ المنتہی سے فرش زمین پر پہنچ جائے، جو وحی کے بارگاہ
کا متحمل ہو، جس نے بوط کی ہستیوں کو جڑ سے کھینچا، پھر انہیں آسمان کی بندوبست تک نہایا،
پھر انہیں اونڈھا کر کے پھینک دیا۔ ایسی ہستی کی قوت و طاقت کا کیا کہنا۔

مرثۃ اصل میں رسی کو بٹنے اور میل دے کر پختہ اور مضبوط بنانے کو کہتے ہیں۔

أَصْلُهُ مِنْ شَدِيدَةِ قَتْلِ الْحَبْلِ اسی سے دُومِرۃ کا معنی دُومِرۃ یعنی طاقتور اور رور اور کیا یہ
ہے۔ یہ لفظ جسمانی ورزہ یعنی دونوں قوتوں کے لئے استہماں ہوتا ہے، اس لئے حکیم اور دانا کو
بھی دُومِرۃ کہتے ہیں۔

وَقَالَ قَطْرَبُ، يَقُولُ الْعَرَبُ لِكُلِّ جَزَلٍ الزَّأْيِ حَصِيفٍ
الْعَقْلُ دُومِرۃ۔

(1)

مَنْدِي الْقَوِي سے حضرت جبرئیل کی جسمانی قوتوں کا بیان ہے اور ذُو مِرَّة سے ان کی دانش مندی اور عظمت کی کا ذکر ہے۔ بیشک جو آسمانی تمام انبیاء کرام کی طرف اللہ تعالیٰ کی وحی سے گزرتا ہے وہی رسی اور پوری دیانت داری سے اس امانت کو ادا کرتی رہی، اس کی دانش مندی و فراوانگی۔ بارے میں کس شک کو ملتا ہے۔

وَالْحَقِيقَةُ الَّتِي خَلَقَ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهَا "یعنی جبرئیل امین اپنی حقیقی مکی شکل میں نمودار ہو۔ حضور درحالیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ اپنی مکی شکل میں ظہور فرمائیں۔ اوائل نبوت کا زمانہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر تھے آپ کے تشریف فرما ہیں۔ مشرقی افق پر جبرئیل اپنے چہرہ پر وہ سمیت نمودار ہوئے۔ آپ کے سامنے آسمان کے شرعی غریب کنارے چمکے، چار گھنٹہ ابھی آپ نے اپنے چہرہ پر وہ سے صرف وہی چہرہ دیکھا تھا۔ انبیاء کرام میں سے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی جبرئیل کو اپنی اصلی مکی شکل میں دیکھا۔

فَاسْتَوَىٰ كَايَ اَمْرٍ مَّصْبُوحٍ ذَكَرَ يَاسِيَا ہے۔ اَی فَاَسْتَوَى الْقُرْآنُ فِي صَدْرِهِ یعنی جو قرآن جبرئیل نے آپ کو سکھایا، وہ آپ کے سینہ مبارک میں قرار پڑ گیا۔ اب اس کے جوں جوں اے کوئی امکان نہیں۔

ہر کام جمع جبرئیل امین ہیں۔ وہ اس کنارے کو کہتے ہیں جہاں آسمان و زمین آپس میں ملتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ حسی بند ترین۔ آیت کا مطلب یہ ہوا کہ جبرئیل آسمان کے مشرقی کنارے پر جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے، اپنی اصلی شکل میں نمودار ہوئے

دور سے وہ فوں فوں کا فاطل جبرئیل امین ہیں۔ د۔ کا معنی ہے قریب ہونا اور ۔۔۔ کا معنی کسی بند چیز کا نیچے کی طرف اس طرح ٹھنکا کہ اس کا تعلق اپنی اصلی جگہ سے بھی قائم رہے۔ جب ذوال کونوین میں نکایا جائے اور اس کی رسی لٹکانے والے نے پکڑ رکھی ہو تو کہتے ہیں "د۔ د۔" اسی طرح پھلوں کے وہ چمچے جو شاخوں سے ٹک رہے ہوتے ہیں، ان کو بھی د۔ د۔ کہتے ہیں۔ اَلَّذَا اِلَى الشَّامِ الْمَعْلَقُ كَعُنَا فَيَدِ الْعُيُبِ جو شخص پلنگ پر بیٹھا ہو اور اپنی ماتیں لٹکانے ہو، اس کے بارے میں بھی کہتے ہیں۔ ذَلِّي رَجُلًا مِّنْ

ماکدس نفاذ مارتی یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب جبرئیل امین کو ان کی اصلی شکل میں اپنی آنکھوں سے دیکھا تو دل نے اس کی تصدیق کی کہ آنکھیں جو کچھ دیکھ رہی ہیں، یہ ایک حقیقت ہے۔ واقعی یہ جبرئیل ہے جو اپنی اصلی صورت میں نظر آ رہا ہے۔ یہ نظر کا فریب نہیں، نگاہوں نے دھوکا نہیں کھایا کہ حقیقت کچھ اور ہو اور نظر کچھ اور آ رہا ہو۔ ہر شخص کو بھی نہ بھی اس صورت حال سے ضرور واسطہ پڑا ہو گا کہ آنکھوں کو تو کچھ نظر آ رہا ہے، لیکن دل اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ فرمایا جا رہا ہے کہ یہاں ایسی صورت حال نہیں ہے۔ آنکھیں جبرئیل کو دیکھ رہی ہیں اور دل تصدیق کر رہا ہے کہ واقعی یہ جبرئیل ہے۔ دل کو یہ عرفان اور ایقان کیونکر حاصل ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو شیطان کی وسوسہ اندازیوں اور نفسانی شکوک و شبہات سے بالکل محفوظ رکھتا ہے۔ جس طرح ان کو منجانب اللہ اپنی نبوت پر یقین محکم ہوتا ہے، اس بارے میں انہیں قطعاً کوئی تردد نہیں ہوتا، اسی طرح ان پر جو وحی اتاری جاتی ہے، جو فرشتے ان کی طرف بھیجے جاتے ہیں، جن امور و تجلیات کا انہیں مشاہدہ کرایا جاتا ہے، ان کے بارے میں بھی انہیں ذرا تردد نہیں ہوتا۔ یہ علم اور یقین اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں عطا کیا جاتا ہے۔ اسی طرح کافقین حسب مرتب انسانوں، بلکہ حیوانات کو بھی مرحمت ہوتا ہے۔ ہمیں اپنے انسان ہونے کے بارے میں قطعاً کوئی تردد نہیں۔ بچے کے بچے کو اندے سے نکلتے ہی یہ عرفان بخش جاتا ہے کہ وہ پانی میں تیر سکتا ہے، چنانچہ وہ بلا تامل پانی میں کود جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ثُمَّ اَرْوَنَ الْمَرْءَ اَنْهُ خَوْفٌ۔ اس کا معنی ہے جھگڑنا، بحث و تکرار کرنا۔ مِنْ الْمَوَازِیْ وَهُوَ الْمَجَادَلَةُ یعنی اے کفار، تم میرے رسول سے اس بات پر جھگڑتے ہو جس کا مشاہدہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے کیا ہے۔ یہ تمہاری سر اسر زیادتی ہے۔

وَقَدْ رَءٰهُ رُبَّمَا خُرَیْ ثُمَّ تَوَّاسَ بَاتٍ پَر جھگڑ رہے ہو کہ میرے رسول نے جبرئیل کو ایک بار بھی دیکھا ہے یا نہیں، حالانکہ انہوں نے جبرئیل کو دوسری مرتبہ بھی دیکھا ہے۔

عَنْ سَدْرَةِ لَحْنَتِیْ دوسری بار دیکھنے کی جگہ کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ دوسری دید سدرۃ المنتہی کے قریب ہوئی۔ سدرۃ عربی میں پیری کے درخت کو کہتے ہیں۔ منتہی آخری کنارہ، آخری سرحد۔ اس کا لفظی ترجمہ یہ ہو گا کہ پیری کا وہ درخت جو مادی جہاں کی آخری سرحد پر ہے۔ اس کے بارے میں کتاب و سنت میں جو کچھ ہے، ہم اس کو بتا دیتے ہیں۔

کرتے ہیں، البتہ وہ درخت کیسا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس کی شاخوں، پتوں اور پھلوں کی نوعیت کیا ہے؟ ہمیں ان کی ماہیت معلوم نہیں ورنہ ان کی ماہیت جاننے میں ہمارے کوئی دنیوی اور اخروی مفاد ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ اس حقیقت کو خود بیان فرمادیتا۔ یہ ان امر میں سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی جانتا ہے۔

عندھا حنۃ نسائی مائوی اسم ظرف ہے۔ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں انسان قرار پڑتا ہے، آرام کرتا ہے۔ اس جنت کو جنت مائوی یوں کہا گیا ہے، مائے آرام نے اس کی متعدد توجہیں ذکر کی ہیں۔ شہدائی روحیں یہاں تشریف فرما ہیں۔ جبریل اور میکائیل کی یہ رہائش گاہ ہے۔ پر بیہ گار اہل ایمان کی روحیں یہاں ٹھہرتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ علم ہا صاحب۔

إِذْ يَغْشَى السَّدْرَ ذَاكَ مَا يَفْغَىٰ ۚ یعنی جن انوار و تجلیات کے مجموعے سے سدرہ کو گھسپ یا، ان کو بیان کرنے کے لئے نہ کسی لغت میں کوئی لفظ موجود ہے اور نہ اس کی حقیقت کو سمجھنے کی کسی میں طاقت ہے۔ یہ جس طرح ذکر و بیان سے ماورائے کسی طرح فہم و درک کی رسائی سے محال تر ہے۔ اس دلیویہ منظر کی تصویر کشی اس کے بغیر ممکن نہیں کہ یہ کیا دیا جائے۔

إِذْ يَغْشَى السَّدْرَ ذَاكَ مَا يَفْغَىٰ ۚ

ماریع السدر وما صغی علامہ جوہری نے زائے کے دو معنی لئے ہیں۔

الزَّيْفُ، الْمَيْلُ وَقَدْ زَاغَ يَزِيغُ وَزَاغَ الْبَصَرُ أَيَّ كَلَّ (صحیح) یعنی کسی چیز کا دائر میں مڑ جانا، اوڑھ اوڑھ ہو جانا۔ اس کو بھی زینج کہتے ہیں۔ اس معنی کے مطابق آیات کا مطلب یہ ہو گا کہ سرور عالمیاء علیہ السلام کی نگاہ اپنے مقصود کی دید میں محو رہی۔ اوڑھ اوڑھ دوائیں بائیں کسی چیز کی طرف مائل نہیں ہوئی۔ دوسرے معنی ہے نگاہ کا در ماند ہو جانا جیسے دوپہر کے وقت انسان سورج کو دیکھنے کی کوشش کرے تو آنکھ سورج کی روشنی کی تاب نہیں لاسکتی اور چندھیا جاتی ہے۔ فرمایا میر۔ محبوب کی آنکھیں ان انوار کی چمک دمک سے خیرہ ہو کر چندھیا نہیں گئیں، در ماند ہو کر بند نہیں ہو گئیں، بلکہ جی بھر کر ان کا دیدار کیا۔

وَمَا طَغَىٰ ۖ سِ اپنے حبیب کی چشم پاک کی دوسری شان بیان کی گئی ہے۔ طغیٰ کہتے ہیں حد سے تجاوز کر جانا۔ طَغَىٰ يَطْغَىٰ وَيَطْغَوْنِی جَاوَزَ الْحَدَّ (صحیح)

یہاں تک ہم نے ایک مکتب فکر کے مطابق ان آیات کی تشریح کی ہے۔ اس ضمن میں لفاظ کی غوی تحقیق بھی کافی حد تک کر دی گئی ہے۔ ان کے احوال سے چند اضرورت

نہیں پڑے گی۔

دوسرے مکتب فکر کے علمائے اہل علم کے مہ فیل امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

ان حضرات نے ان آیات کی جو تفسیر بیان کی ہے، اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

عَلَّمَہُ کَا فَا لَ اللہ تعالیٰ ہے، شَیْءٌ یُّدِیُّ الْقُوٰی اور ذُو مِرَّة اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ یعنی اللہ

تعالیٰ جو زبردست قوتوں والا دلالت ہے، اس نے اپنے نبی کریم کو قرآن کریم کی تعلیم دی۔

جس طرح الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ میں یہ اللہ نہ کہ وہ ہے۔

فَا تَتَوٰی کَا فَا لَ نبی کریم ہیں، یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قصد فرمایا کہ

آپ سفر معراج میں افضیٰ اعلیٰ پر تشریف فرما ہوئے۔ پھر نبی کریم ﷺ مکان کی یہ حدود

پر اترتے ہوئے لامکان میں رب العزت کے قریب ہوئے اور وہاں فائز ہو کر (عبود

ریز ہو گئے) پس اتنے قریب ہوئے جتنا وہاں نہیں قریب ہوتی ہیں جب انہیں دیکھا جاتا ہے،

بعد ان سے بھی زیادہ قریب۔ اس حالت قرب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے پر افضیٰ

فرمائی جو افضیٰ فرمائی۔ اس حرمِ تاز میں صفائیِ تجلیات اور افضیٰ انوار کا جو مشاہدہ بے تاب

نگاہوں نے کیا، دل نے اس کی تصدیق کی اور تمہارا یہ جھمکنا کہ یہ دیکھا وہ نہیں دیکھا، محض

بے سود ہے۔ دکھانے والے نے جو دکھانا تھا، دکھا دیا۔ دیکھنے والے نے جو دیکھنا تھا وہی پھر

نہ دیکھ سکا۔ اب تم بے مقصد بحثوں میں وقت نہ بے کر رہو۔ یہ نعمت دیدارِ فنا ایک بار

نصیب نہیں ہوتی، بعد اترتے ہوئے دوسری بار بھی نصیب ہوتی۔ یہ دوبارہ شرف دید

سدرۃ المنتہی کے پاس ہوا۔

اس پر تقسیم کے نزدیک یہی قول رائج ہے اور اس کی کئی وجوہ ہیں۔ عہد کی عہد سے

ملاقات کو اس اہتمام، اس تفصیل اور اس کیفِ انمیز اسلوب سے بیان نہیں کیا جاتا۔ مگر

یہاں حضور کی جبرئیل امین سے ملاقات کا ذکر ہوتا تو ایک آیت ہی کافی تھی۔ کیفِ گنیز

انداز بیان صاف بتا رہا ہے کہ یہاں عہدِ کامل کی اپنے معبود برحق کے ساتھ ملاقات کا ذکر

ہے۔ جہاں ایک طرف عشق ہے، نیاز ہے اور سرافندگی ہے اور دوسری طرف حسن ہے،

شانِ صمدیت ہے اور شانِ بندہ نوازی اپنے جو بن پر ہے۔ حضور کی ملاقات جبرئیل سے بھی

بے شک بڑے فوائد کی حامل ہے، لیکن حضور کے سے باعث بہارِ سعادت و وجدِ فضیلت

فیض اپنے محبوب حقیقی کی ملاقات ہے۔ ان آیات کو ایک مرتبہ پھر پڑھئے۔ آپ کا وجد ان

اسلوب بیان کی رعنائیوں پر جھوم جھوم اٹھے گا۔

نیز کفار کا اعتراض یہ تھا کہ جو کلام آپ پڑھ کر نہیں سنا تے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں۔ یا یہ خود گھڑ کر لاتے ہیں یا انہیں کوئی آکر سکھایا جاتا ہے۔ اس کی تردید کی طرف ہوتی چاہئے کہ فرمایا جائے کہ یہ کلام نہ انہوں نے خود گھڑا ہے نہ کسی نے انہیں سکھایا ہے، بلکہ اس خالق کائنات نے انہیں اس کی تحمیل دی ہے جو بڑی قوتوں والا اور حکیم و امانت ہے۔ اس کے علاوہ انتشار ضمر کی وجہ سے ذہن میں جو پریشانی پیدا ہوتی ہے، جو قرآن کے معیار فصاحت سے بھی مناسبت نہیں رکھتی، اس سے رنگارنگی کا صرف یہی رستہ ہے کہ فصاحت حسن بھری کے قوس کو تسلیم کیا جائے۔

ان تمام وجوہ ترجیح کو اگر نظر انداز بھی کر دیا جائے، تو وہ احادیث حیکمہ جن میں، تعلات معراج کا بیان ہے، وہ اس مفہوم کی تائید کے لئے کافی ہیں۔ میں یہاں فقط وہ احادیث نقل کرنے پر کفایت کروں گا اور ان کا بھی فقط وہ حصہ جس سے ان آیات کے سمجھنے میں مدد ملے گی۔ امام مسلم اپنی صحیح میں ایک مفصل حدیث روایت کرتے ہیں جس کا وہ حصہ درج ذیل ہے جس کا ہمارے مدعا سے تعلق ہے۔

.... ثُمَّ عَرَجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَأَسْتَفْتَعَ جِبْرِئِيلُ
فَقِيلَ مَنْ هَذَا قَالَ جِبْرِئِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ
(صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) قِيلَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ
بُعِثَ إِلَيْهِ فَقُتِرَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِأَبِي رَهِيمٍ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
مُسْنِدًا أَظْهَرَ كَأَنَّهُ إِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُورِ وَإِذَا هُوَ يَدْخُلُهُ كُلُّ يَوْمٍ
سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ لَا يَعُودُونَ إِلَيْهِ ثُمَّ ذَهَبَ بِي إِلَى السَّمَاءِ
الْمُسْنَمَى فَإِذَا أَدْرُفُهَا كَأَنَّ الْفَيْلَ وَإِذَا أَمْرُهَا كَأَنَّ الْقَدَالِ
قَالَ فَلَمَّا غَشِيَهَا مِنْ أَمْرِ اللَّهِ مَا غَشِيَ تَغَيَّرَتْ وَمَا أَحَدٌ مِنْ
خَلْقِ اللَّهِ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَنْفَعَهَا مِنْ حُسْنِهَا فَأَوْحَى إِلَيَّ مَا أَوْحَى
فَفَرَضَ عَلَيَّ خَمْسِينَ صَلَاةً فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فَزِلْتُ إِلَى
مَوْلَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ مَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلَيَّ أَمْرٌ قَدْتُ
خَمْسِينَ صَلَاةً قَالَ ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ

قَاتِ أَمَتَكَ لَا يُطِيعُونَ لَكَ قَاتِي قَدْ بَلَوتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ
وَاخْتَبَرْتَهُمْ قَالُوا فَرَجَعْتُ إِلَى رَبِّي فَقُلْتُ يَا رَبِّ خَفِيفٌ عَلَى
أُمَّتِي وَحَظٌّ عَنِّي خَمْسًا فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى وَقُلْتُ خَطَأَتْنِي
خَمْسًا قَالُوا إِنْ أَمَتَكَ لَا يُطِيعُونَ ذَلِكَ فَأَرْجِعْ إِلَى رَبِّكَ
فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ قَالُوا فَلَمْ أَزَلْ أَرْجِعْ بَيْنَ رَبِّي وَبَيْنَ مُوسَى
عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتَّى قَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّهُنَّ خَمْسُ صَلَوَاتٍ كُلُّ
يَوْمٍ وَذَلِيلَةٌ لِكُلِّ صَلَوةٍ عَشْرُ كَذَلِكَ خَمْسُونَ صَلَوةً وَمَنْ
هَمَزَ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبْتُ لَهُ حَسَنَةً فَإِنْ عَمِلَهَا كَتَبْتُ
لَهُ عَشْرًا وَمَنْ هَمَزَ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ تَكُتَبْ لَهُ شَيْئًا
فَإِنْ عَمِلَهَا كَتَبْتُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً قَالُوا فَانْزِلْتُ حَتَّى انْهَيْتُ
إِلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ أَرْجِعْ إِلَى رَبِّكَ
فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقُلْتُ قَدْ رَجَعْتُ إِلَى رَبِّي حَتَّى اسْتَجِيبَتْ مِنِّي.

(1)

”چرخے اور جو نیل کو ساقوں آسمان پر سے جیا گیا۔ جو نیل
نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا۔ آواز سی کون ہے؟ کہا میں جو نیل
ہوں۔ پوچھا ساتھ کون ہے؟ جو نیل نے کہا محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام)
پھر پوچھا کیا انہیں دایا گیا ہے؟ جو نیل نے کہا ہاں۔ پس دروازہ کھلا۔
میں یہ دیکھتا ہوں کہ حضرت امیر ایم علیہ السلام بیت المعمور کے ساتھ
نیل لگا کر تشریف فرما ہیں۔ بیت المعمور وہ مقدس مقام ہے جس میں
ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، لیکن دوبارہ انہیں یہ سعادت
بھی نصیب نہیں ہوتی۔ چرخے سدرۃ المنتہی تک لے جایا گیا۔ (فقہ
مجھے لے جایا گیا) اس کے پتے باقی کے کانوں کی مانند اور پھل مسکوں
کے برابر ہیں۔ حضور نے فرمایا پھر جب دُعا مانگا یا اس سدرہ کو اللہ تعالیٰ
کی طرف سے جس نے دُعا مانگا، تو وہ اتنا خوبصورت ہو گیا کہ مخلوق

میں سے کوئی بھی اس کے حسن و جمال کو بیان نہیں کر سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی میری طرف جو وحی فرمائی اور مجھ پر ان رات میں پچاس نمازیں فرض کیں۔ میں وہاں سے اتر کر موسیٰ کے پاس آیا۔ انہوں نے پوچھ فرمایے آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے۔ میں نے کہا پچاس نمازیں۔ موسیٰ نے کہا اپنے رب کی طرف واپس جائیے اور تخفیف کی التجا کیجئے۔ آپ کی امت اس بوجہ کو نہیں اٹھا سکے گی۔ میں نے بنی اسرائیل کو آزمایا دیکھا ہے۔ چنانچہ میں اپنے رب کی طرف لوٹا اور عرض کی کہ یہ درکار امیر کی امت پر تخفیف فرما۔ پس اللہ تعالیٰ نے پانچ کم کرائیں۔ چنانچہ میں بار بار اپنے رب اور موسیٰ کے درمیان آتا جاتا رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ محبوب! یہ تعداد میں توپاٹی ہیں، لیکن حقیقت میں پچاس ہیں۔ (پس حبیب کی امت پر مزید کم کرتے ہوئے فرمایا) آپ کے امتوں میں سے جس نے نیک کام کرنے کا ارادہ کیا، یقیناً اس ارادہ پر عمل نہ کیا، تو میں اس کے لئے ایک نیکی لکھ دوں گا اور اُمر اس پر عمل جمی، تو اس نیکیاں لکھوں گا اور جس نے برائی کا ارادہ کیا، یقیناً اس پر عمل نہ کیا، تو کچھ بھی نہ لکھا جائے گا اور اُمر اس نے اس برائی کو کیا تو اس کے بدلے ایک گناہ لکھا جائے گا۔ اس کے بعد میں اتر کر موسیٰ کے پاس آیا اور انہیں خبر دی۔ انہوں نے کہا پھر اپنے رب کے پاس جائیے اور تخفیف کے لئے عرض کیجئے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں کئی بار اپنے رب کے حضور میں حاضر ہوا ہوں، اب مجھے شرم آتی ہے۔

اس حدیث کے خط کشیدہ جملوں کو دوبارہ غور سے پڑھئے، حقیقت حال و رو روشن کی طرح واضح ہو جائے گی۔ ساتویں آسمان تک توجہ نیک لے۔ یہاں تک کہ لئے عروج پہنچا جمع کی ضمیر استعمال کی جاتی رہی۔ اس کے آگے جبرئیل کی حد پر زخمی ہوئی، اور حضور کو اکیسے سے جایا، اس لئے ذُہبِ پی میں واحد متکلم کی ضمیر استعمال کی گئی۔ پھر فَادُوحیٰ اِلَیَّ مَا اَوْحٰی اور فَادُوحیٰ اِلَیَّ عَبْدُکَ مَا اَوْحٰی ۝ میں جو یسائیت ہے، دوستان بیان

نہیں۔ اتنی کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اس مقام پر وحی کی جارہی ہے جہاں جبرئیل امین کی مجال نہیں۔ پھر قرص کا قائل خود اللہ تعالیٰ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام سے جب ملاقات ہوتی ہے، تو وہ بارگاہ النبی میں واپس لوٹنے کا مشورہ دیتے ہیں، جبرئیل کے پاس نہیں۔ حضور فرماتے ہیں میں بار بار اپنے رب کی بارگاہ عزت و جلال میں شرف باریابی حاصل کرتا رہا۔

وَكَاذِبَتْنِي فَكَانَ كَأَبِ قَوْمِيْنَ اَوْ اَدْنٰى فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ
مَا اَوْحٰى مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی... وَلَقَدْ رَاٰ نَزْلَهٗ
اٰخِرٰی

ان کلمات طیبات میں آپ جتنا غور کریں گے، حقیقت آشکارا ہوتی چلی جائے گی۔
نویں مرتبہ جب بارگاہ رب العزت میں حاضری ہوئی تو صرف پانچ نمازیں ہی معاف نہیں گئیں، بعد مزید نرمی یہ فرمایا کہ اے حبیب اتنی ہی امت کا کوئی فرد سرکاری کارروائی کرے گا تو اسے ایک خواب دول کا اور اُس عمل کرے گا تو اس نیندیں اس کے نامہ عمل میں لکھوں گا، لیکن سربرائی کا ارادہ کرے گا تو اس کے نامہ عمل میں کوئی نہ لکھا جائے گا اور جب نندہ سر بیٹھے گا تو فقط ایک گنہ لکھا جائے گا۔ قربان جائے انسان اللہ تعالیٰ کے محبوب کی نیاز مند یوں پر اور قربان جائے انسان اس کے رب کریم کی بندہ نوازیوں پر۔

یہاں یہ امر بھی توجہ طلب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ آخر میں پانچ نمازیں ہی فرض کی جائیں گی، تو پھر پہلے پچیس فرض کرنے میں کونسی حکمت ہے۔ اس میں بھی اپنے بندوں کو اپنے محبوب کے امتیاز کو یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ سارے لطف و کرم اس محبوب کریم کے صدقے تم پر ہوا ہے۔ اگر اس کا واسطہ درمیان میں نہ ہوتا تو تمہارے کندھوں پر یہ بار گرا لاد دیا جاتا۔ اس کے بعد یہ چیز بھی توجہ طلب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے محبوب نے تخفیف کے لئے التجائی تو ایک باری پینتالیس نمازیں کیوں نہ معاف کر دی گئیں؟ اس راز کو صرف اہل محبت ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ ادراہت ہی پسند ہے کہ میرے حبیب مانگتا جائے، میں دیتا جاؤں، وہ بار بار دامن طلب پھیلاتا جائے اور میں اس کو بھرتا جاؤں۔ اس بار بار کے مانگنے اور بار بار کے دینے میں تولدت و سرور ہے، اس سے ہر کوئی لطف اندوز نہیں ہو سکتا۔

موسیٰ علیہ السلام نے ایک بار پھر حاضر ہونے کا مشورہ دیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اب

اپنے رب سے جیاتی ہے کہ میری امت ایسی نا اہل ہے اور اتنی ناشکر گزار ہے کہ وہ چوہے میں گھسنے میں پانچ بار بھی اپنے خالق و مالک کی بارگاہ میں جھکے بغیر نہیں ہوں۔ ہم غایمان مسلمان ہیں۔
 علیہ التحیۃ والثناء کا فرض ہے کہ حدیث کے اس آخری حصے کو بھی فراموش نہ کریں۔
 اب آئیے، ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے

..... ثُمَّ مَوْرَتْ بِأَبِي رَاهِمٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ مَوْجِبًا بِالنَّبِيِّ
 الصَّالِحِ وَالْإِبْنِ الصَّالِحِ قَالَ قُلْتُ مَنْ هَذَا؟ قَالَ هَذَا
 أَبُو رَاهِمٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَأَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ أَنَّ ابْنَ
 عَبَّاسٍ وَآبَا حَبَّةَ الْأَنْصَارِيِّ يُقُولَانِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عُرِجَ بِي حَتَّى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوَى أَسْمَعُ
 فِيهِ صَوِيرَ الْأَقْلَامِ قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَالسُّبُّنُ مَذَلِكُ قَالَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ اللَّهُ عَلَى
 أُمَّتِي خَمْسِينَ صَلَوةً قَالَ فَرَجَعْتُ بِذَلِكَ حَتَّى أَمْرُؤُنِي
 عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ مُوسَى مَاذَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلَى أُمَّتِكَ قَالَ
 قُلْتُ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسِينَ صَلَوةً قَالَ بِي مُوسَى فَرَجَعْتُ
 بِذَلِكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَطِيقُ ذَلِكَ قَالَ فَرَجَعْتُ رِقَّةً فَرَضَ
 شَطْرَهَا -

(1)

حضور فرماتے ہیں چہ میں ابو ریمہ کے پاس سے نزل آپ
 نے مجھے، ابو ریمہ کے فرمایا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرزند رجمہد خوش
 آمدید امیر سے پوچھنے پر جب میں نے بتایا یہ ابو ریمہ ہیں۔ ابن شہاب کہتے
 ہیں مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ ابن عباس اور ابو حبیہ انصاری کہا کرتے
 کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہاں سے مجھے اوپر سے چار یا بیس سال تک کہ
 میں اس مقام پر پہنچا یا جہاں سے مجھے اقلہ تقدیر سے چنے کی، از سبلی
 دینے لگی۔ ابن حزم اور انس بن مالک کہتے ہیں کہ حضور نے فرمایا وہاں
 اللہ تعالیٰ نے مجھ پر پچاس نمازیں فرض کیں۔ جب میں لوٹا اور موسیٰ

علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو آپ نے پوچھا کہ آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے بتایا ان پر پچاس نمازیں فرض کی ہیں، تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا اپنے رب کے پاس لوٹ کر جاؤ۔ آپ کی امت اس بوتلوں کو نہیں اٹھا سکتی۔ چنانچہ میں اپنے رب کے حضور میں وٹ کر آیا اور کچھ حصہ معاف ہوا۔ الخ

ان شیعہ و جموں کو ذرا غور سے پڑھئے۔ کیا جس مقام کا یہاں ذکر ہے وہاں جبرئیل موجود تھے؟ یا ان کی رسائی وہاں ممکن تھی؟ کیا نمازوں کی فرضیت میں جبرئیل و جبرئیلہ کی بار بار کی تکلیف میں کوئی اور واسطہ تھا؟ اب یہ آپ کے ذوق پر منحصر ہے کہ آپ عَلَّمَکُمْ شَرِیْذَ الْقَوْلِ سے لے کر مَا ذَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَعْنِ تک کی آیت کو جبرئیل پر منطبق کرتے ہیں یا ان احوال و واقعات پر جو زبان رسالت سے ان احادیث صحیحہ میں ذکر کیے گئے ہیں۔

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ

اس مقام پر انہی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علماء مفسرین نے اس مسئلے پر سیدھا اصل بحث کی ہے کہ یہ حضور پرور عام ﷺ کو شب معراج دیدار الہی نصیب ہوا یا نہیں۔ حضرات اہل ائمہ مہین عاشق صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرات اہل مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے پیروکار اس طرف گئے ہیں کہ شب معراج دیدار الہی نصیب نہیں ہوا، لیکن حضرات اہل عباس، دیگر صحابہ، تابعین اور ان کے علماء اہل حق یہ رائے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج اپنے محبوب کریم ﷺ کو وہ امت دیدار سے مشرف فرمایا۔ آئیے فرشتوں کے پیش کردہ دلائل کا تجزیہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہماری رہنمائی فرمائے۔ آمین

دیدار الہی

جہاں تک امکان روایت کا تعلق ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ سب تسلیم کرتے ہیں کہ اس دنیا میں بیداری کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے۔ اگر محال ہو تا تو موسیٰ علیہ السلام اس کا سوا نہ کرتے، کیونکہ انبیاء کو اس کا علم ہوتا ہے کہ فلاں چیز ممکن ہے اور فلاں چیز محال اور ممنوع ہے۔ محال اور ممنوع کے بارے میں سوال کرنا درست ہی نہیں ہوتا۔ پہلے ہم دلائل پیش کریں گے جن سے روایت باری کا انکار کرنے والے استدلال

۱۔ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ
أَدْنَىٰ - وَفِي قَوْلِهِ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ - وَفِي قَوْلِهِ لَقَدْ
رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ - رَأَىٰ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
لَهُ وَشِجَانَةُ جَنَاحٍ

”حضرت ابن مسعود نے ان آیات کے بارے میں فرمایا کہ حضور ﷺ
اصولہ و اسلام نے جبرئیل کو دیکھا کہ ان کے چہرہ پر تھے۔“

۲۔ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ، قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَأَىٰ رَسُولُ
اللَّهِ جِبْرِيلَ فِي حُلَّةٍ مِنْ رُفْرِ قَدْ مَلَأَ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ
وَالْأَرْضِ

ابن مسعود نے اس آیت کی یوں تشریح کی کہ رسول اللہ ﷺ نے
جبرئیل کو ایک ریشمی حد (پوشاک) میں دیکھا کہ آپ نے آسمان
زمین کے مابین خدا کو پر فرمایا۔

۳۔ وَلِلَّهِ مِزْنٌ فَلْيَمْزُقْ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ
آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ. قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَأَىٰ رُفْرُقَ اخْضَرِ
سَدَأُ افقِ السَّمَاءِ

ترمذی اور بخاری نے اس آیت کے ضمن میں لَقَدْ رَأَىٰ الْآيَةَ میں
کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے ہزاروں
دیکھا جس نے آسمان کے افق کو ڈھلپ دیا تھا۔

۴۔ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ لَقِيَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَعْبًا يَعْرِفُهُ فَنَاقَهُ
عَنْ شَيْءٍ فَكَذَّبَ حَتَّىٰ جَاوَبَتْهُ الْجِبَالُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ
إِنَّا بَنُو هَاشِمٍ فَقَالَ كَعْبٌ إِنَّ اللَّهَ قَتَلَ رُؤَيْتَهُ وَكَلَامَهُ
بَيْنَ مُحَمَّدٍ وَمُوسَىٰ - وَكَلَّمَ مُوسَىٰ مَرَّتَيْنِ وَرَأَاهُ مُحَمَّدٌ
مَرَّتَيْنِ - قَالَ مَسْرُوقٌ فَدَخَلْتُ عَلَىٰ عَائِشَةَ وَقُلْتُ هُنَّ
رَأَىٰ مُحَمَّدٌ رَبَّهُ؟ وَقَالَتْ لَقَدْ تَكَلَّمَ بِشَيْءٍ قَفَّ لَدُنَّ شِعْرِي

قُلْتُ رُوِيَ أَنَّهُ قَرَأَتْ لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى
فَقَالَتْ أَيْنَ تَذْهَبُ يَا؟ إِنَّمَا هُوَ جِبْرِيلُ مِمَّنْ أَخْبَرَكَ
أَنَّ مُحَمَّدًا رَأَى رَبَّهُ... وَقَدْ اعْظَمَ الْغُرْبَةَ وَلَكِنْ مُرَأَى

جَبْرِئِيلَ وَلَمْ يَرَهُ فِي صُورَتِهِ إِلَّا مَوْتَيْنِ - مَرَّةً عِنْدَ رِجْلِ
الْمُنْتَهَى وَمَرَّةً فِي أَجْيَادٍ قَدْ سَدَّ الْأَفْنَ -

”شعنی کہتے ہیں عرفہ کے میدان میں ابن عباس نے کعب سے ملاقات کی اور ان سے کئی چیز کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت کعب نے زور سے نعرہ کتبہ بلند کیا جس کی گونج پہاڑوں میں سنائی دی۔ ان کی حیرت کو دیکھ کر ابن عباس نے کہا کہ ہم بنو ہاشم ہیں۔ ہمارا تعلق خاندان نبوت سے ہے۔ میں کوئی معمولی آدمی نہیں کہ آپ میرے سواں و ماں میں، تو کعب نے کہا، ”وہ یہ حضرت ابن عباس کے سواں کا جواب تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار اور اپنے کلام کو محمد (روحی فدوا) اور موسیٰ کے درمیان تقسیم کر دیا۔ موسیٰ سے دوسرا کلام فرمایا اور محمد مصطفیٰ نے دوسرا کلام فرمایا۔“

ہیثم بن اسودؓ سے مروی ہے کہ جب یہ سن کر میں حضرت عائشہؓ سے حاضر ہوا اور ان سے یہی سواں پوچھا، ”یا حضور نے اپنے رب کو کیسا پسند کیا؟“ آپ پوچھیں تو نے ایسی بات کہ جسے سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں نے عرض کی، ”اگر مجھے اس کا ذکر اچھے بیٹے۔ پھر میں نے یہ آیت پڑھی“

آپ نے فرمایا تھا کہ تم جا رہے ہو۔ اس سے مراد تو جبرئیل ہے۔ جو شخص تمہیں یہ خبر دے کہ حضورؐ یہ مسجد اسلام نے اپنے رب کا پیر کیا ہے اس سے بہت زیادہ اطمینان حاصل کرو، بلکہ حضورؐ نے جبرئیل کو ایک اور ایسی وحی بھی دی تھی کہ وہ مرتبہ دیکھو۔ ایک بار مدینہ منقولہ پہنچے۔ ان کے پاس آیا۔ ان مرتبہ لایا۔ ان کے پاس گئے۔

— *U. S. Fish and Wildlife Service*

عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ كُنْتُ مُتَكِنًا عِنْدَ عَائِشَةَ وَقَالَتْ يَا ابْنَةَ
 عَائِشَةَ: ثَلَاثٌ مَنْ تَكَلَّمَ بِوَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللَّهِ
 الْفِرْيَةَ. قُلْتُ مَا هُنَّ؟ قَالَتْ مَنْ رَعِمَاتٍ مُعْتَدَايَ رَبِّي وَ
 قَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللَّهِ الْفِرْيَةَ قَالَ وَكُنْتُ مُتَكِنًا وَجَلَسْتُ وَ
 قُلْتُ يَا أَمْرَ الْمُؤْمِنِينَ انْظُرْنِي فَلَا تُعَجِّلْنِي الْقَوْلَ يَقُولُ اللَّهُ
 تَعَالَى وَقَدْ رَأَاهُ يَا لَأُفَى السَّمِينِ وَلَقَدْ رَأَاهُ نَزَلَهُ أُخْرَى وَ
 قَالَتْ أَنَا أَوَّلُ هَذِهِ الْأُمَّةِ سَأَلَ عَنْ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّمَا هُوَ جَبْرِئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 لَمْ أَرَهُ عَلَى صُورَتِي الَّتِي خُفِيَ عَلَيْهَا عَيْرَهَا تَيْنِ الْمَوْتَرَيْنِ
 رَأَيْتُهُ مُهَيِّطًا مِنَ السَّمَاءِ سَادًا عَظِيمًا خَفِيفًا مَا بَيْنَ السَّمَاءِ
 وَالْأَرْضِ وَقَالَتْ أَوَلَمْ تَسْمَعْ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ لَا يُدْرِكُهُ
 الْبَصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْبَصَارَ وَهُوَ الْبَاطِنُ الْغَيْبُ أَوَلَمْ
 تَسْمَعْ أَنَّ اللَّهَ يَقُولُ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا
 وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا.

"مسروق سے مروی ہے کہ میں نے کہا میں ام مومنین کی خدمت میں
 حاضر تھا، تو آپ نے فرمایا: مسروق! (اوجا شرت کی نیت سے) تین
 چیزیں ہیں جس نے ان میں سے کسی کے ساتھ تکلم کیا ہے وہ
 تعاقب پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ میں سننے پر چھوڑ دیا۔ آپ نے کہا وہ
 شخص یہ خیال کرے کہ حضور نے اپنے رب کو دیکھا ہے، تو اللہ تعالیٰ پر
 بڑا بہتان باندھا۔ میں ٹیک لگا۔ ہوئے تھا، اٹھ کر بیٹھا اور عرض کی
 اے ام مومنین! میری طرف دیکھئے۔ جلدی نہ کیجئے۔ کیا اللہ تعالیٰ
 خود نہیں فرمایا: وَلَقَدْ رَأَاهُ بِالْأُفَى السَّمِينِ کہ آپ نے اسے حق
 کہیں میں دیکھا اور دوبارہ دیکھا۔ آپ نے جواب دیا اس امت سے میں
 پہلی ہوں جس نے رسول اللہ ﷺ سے بات کے بارے میں
 دریافت کیا۔ حضور نے فرمایا: جب یہ اسرار میں۔ میں نے ان کو

ان کی اصلی شکل میں نہ ف و م تہہ دیکھا مسروق! کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا "لَا تُدْرِكُهُ الْبَصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْبَصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ" کہ آنکھیں اس کو نہیں پہنچتیں۔ وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ وہ لطیف و خبیر ہے۔

اور یہ تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا "وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يَتَكَلَّمَ كَقَوْلِهِ" انسان کو یہ طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے مگر بذریعہ وحی یا پس پردہ مولا فرشتہ بھیجے۔" (مسلم)

۵۔ رَوَى الشَّيْخَانِ قَالَ مَسْرُوقٌ قُلْتُ لِعَائِشَةَ أَيْنَ قَوْلُهُ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ فَأَلْأَمَ الْفَخَّارَ خَبَرْتُ لَوْلَا كَانَ يَأْتِيهِ فِي صُورَةٍ رَجُلٍ وَلَئِنَّ آتَاءَهُ فِي هَذِهِ الْمَرَّةِ فِي صُورَتِهِ الَّتِي هِيَ صُورَتُهُ قَسَدًا أَلْفًا۔

"شیخان (مسلم، بخاری) سے مروی ہے مسروق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے عرض کی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرف آپ نے غور نہیں کیا ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ تو حضرت عائشہ نے فرمایا ان فعلوں کے فاعل حضرت جبریل ہیں۔ وہ اکثر بشری صورت میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ لیکن اس مرتبہ وہ اپنی اصلی صورت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے افق کو ڈھانچ لیا۔"

ان روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی بھی یہ رائے تھی کہ حضور نے اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کیا۔ حضرت عائشہ بھی اس بارے میں بڑی متشدد تھیں۔ انہوں نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لئے دو آیتوں سے استدلال بھی کیا ہے۔

اب ان دونوں کے ذیل سے سماعت فرمائیے جو دیدار الہی کے قائل ہیں۔

۱۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ وَلَقَدْ رَأَاهُ نَزْلَةً

أُخْرَىٰ قَالَ رَأَاهُ بِفُؤَادِهِ مَرَّتَيْنِ۔ (1)

"حضرت ابن عباس نے ان آیات کے بارے میں فرمایا کہ حضور نے

اپنے رب کا دیدار اپنے دل کی آنکھوں سے، و مرتبہ۔“

امام ترمذی روایت کرتے ہیں۔

قال من عباس رضى محمد ^{عليه} ربه قال عكرمة فبسط
الله بقرن لا تدرى انصاره وهو تدرى صاحبها قال وبحث
دانش اد تحسنى سورة ادى هو نور وهدى ربه مرسل

”حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مگر رسول اللہ ﷺ نے اپنے ربؐ کو
 دیکھ لیا۔ حکمران (آپ کے شاہراہ) آتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ
 یا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں **لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ
 الْأَبْصَارَ** کہ آنکھیں اس کا درک نہیں کر سکتیں۔ آپؐ نے فرمایا
 افسوس تم سمجھے نہیں۔ یہ اس وقت ہے جبکہ وہ اس نور کے ساتھ تجلی
 فرمائے جو اس کا نور ہے۔ حضورؐ نے اپنے ربؐ کو دیکھ لیا۔

حضرت شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"ان میں سے ہر ایک مسلمان اجعت ہے۔ اور یہ سید کہہ رہا تھا کہ "ہذا رَای فِجَمَدُ رَبِّکَ" پس وہ گفت "ارفا! پس ان میں تسلیم نمود، وہ قطعاً پروردگار ۱۰۰۰ بار فرقت۔" (۱)

”حضرت ابن عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے اس مسئلہ کے بارے میں رجوع کیا اور پوچھا یہ حضور ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا۔ جس ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ حضورؐ نے اپنے رب کا دیدار کیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے ان کے اس قول کو تسلیم کیا اور تردد و ہمارا راستہ اختیار نہیں کیا۔

علامہ بدر الدین عینی شرح بخاری میں مندرجہ ذیل روایت نقل کرتے ہیں۔

١- دَوَّى ابْنُ خَزِيمَةَ بِإِسْنَادٍ قَوِيٍّ عَنْ أَبِي قَالٍ رَأَى مُحَمَّدًا
رَبَّهِ وَبِهِ قَالَ سَأَلْتُ أَصْحَابَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَكَعْبُ الْأَحْبَرِ
الزُّهْرِيُّ وَصَاحِبُهُ مَعْمَرُ

”اس خرید نے قومی سہولت سہولت نس رضی اللہ عنہ سے روایت

نہایت کہ آپ نے کہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کو دیکھا۔
ای طرح ابن عباس کے شہداء، عبد اللہ بن عباس نے اور معمر کہا کرتے تھے۔

۳۔ أَخْرَجَ النَّسَائِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ وَصَحَّحَهُ الْعَاكِفُ أَيْضًا
مَنْ طَرِيقٍ عِلْمِيَّةٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ اتَّعَجِبُونَ أَنْ تَكُونَ
الْمَخْلُوعَةُ لِإِبْرَاهِيمَ وَالْكَلَامُ لِمُوسَى وَالرُّؤْيَا لِمُحَمَّدٍ صَلَّى
اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟

”یہ روایت نسائی نے سند صحیح سے ساتھ دیا ہے۔ جس صحیح سند کے
ساتھ معمر نے۔ اہل سنت سے حضرت ابن عباس سے نقل کی ہے۔ آپ
کہا کرتے کہ یہ قوم اس پر تعجب کرتے ہو کہ تخت کا تمام ہر ایک
علیہ السلام کے لئے اور کلام کا شرف وہی علیہ السلام کے لئے اور
دیدار کی سعادت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہو۔

4۔ اہل مسلم حضرت ابو ذر سے روایت کرتے ہیں۔

قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ
رَأَيْتَ رَبَّكَ قَالَ نُوْرًا أَتَانِي أَرَاهُ

اس غلط کو، اس طرح سے پڑھ لیا ہے۔ نُوْرًا أَتَانِي أَرَاهُ۔ اور نُوْرًا أَتَانِي أَرَاهُ میں صورت
میں اس کا معنی یہ ہوگا۔ ابو ذر جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم
اپنے رب کا دیدار کیا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ نور ہے، میں اسے یہ نور دیکھ سکتا ہوں۔ اور یہی
صورت میں معنی یہ ہوگا کہ وہ نور اپنے رب میں نے اسے دیکھا۔

5۔ مسلم نے اسی نسخہ پر ایک روایت ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي ذَرٍّ لَوْ رَأَيْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَسَأَلْتُهُ فَقَالَ عَنْ
أَبِي شَيْءٍ بِكُنْتُ تَسْأَلُهُ قَالَ كُنْتُ أَسْأَلُهُ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ؟
قَالَ أَبُو ذَرٍّ قَدْ سَأَلْتُهُ فَقَالَ رَأَيْتُ نُوْرًا۔

کہ میں نے ابو ذر دیکھا ہے۔ یہ روایت بھی وہی جواب دہ کی تائید کرتی ہے۔

حَكِي عَمْدُ الرَّزَاقِيِّ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الْحَسَنِ أَنَّهُ حَلَفَ أَنَّ مُحَمَّدًا

6۔

رَأَى رَبَّهُ (عمدة القاری شریف جلد ۱۹)

کہ حسن بھری اس بات پر قسم کھاتے تھے کہ حضور نے اپنے رب کا یہ ارشید۔

7 وَأَخْبَرَنَا ابْنُ حُزَيْمَةَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ زُبَيْرٍ إِثْبَاتًا وَدُونِ رَجِيحٍ عَنْ ابْنِ خُزَيْمَةَ
نَقَلَ كَمَا هِيَ أَنَّ رَأْيَ رَأْيِ قَاتِلٍ تَحْتَهُ۔

8۔ علامہ ابن حجر نے امام احمد کے بارے میں کہا۔

قَرَوِي الْخَلَالُ فِي كِتَابِ السُّنَنِ عَنِ الْمَرْوُزِيِّ قُلْتُ لِأَحْمَدَ
إِنَّهُمْ يَقُولُونَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ مَنْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا أَرَادَ
رَبَّهُ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللَّهِ الْفِرْيَةَ فَيَا أَيُّ شَيْءٍ يُدْفَعُ قَوْلُهَا
قَالَ يَقُولُ الشَّيْخُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ رَفِئًا
قَوْلَ الشَّيْخِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْبَرُ مِنْ قَوْلِهَا۔ (۶)

”مروزی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ
المومنین یہ کہا کرتے ہیں کہ جس نے یہ کہا کہ حضور نے اپنے رب کو دیکھا
ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بڑا بہتان باندھا ہے، تو حضرت عائشہ کے اس
قول کا کیا جواب دیا جائے؟ آپ نے فرمایا حضور کے اس ارشاد کے
ساتھ رَأَيْتُ رَفِئًا کہ میں نے اپنے رب کو دیکھا، حضرت عائشہ کے
قول کا جواب دیں گے اور حضور کریم ﷺ کا ارشاد حضرت عائشہ کے
قول سے بہت بڑا ہے۔“

یہ مختلف اقوال ہیں جو قائلین روایت کی طرف سے بطور استدلال پیش کئے جاتے ہیں۔
ان میں فحول صحابہ، مشاہدین عباس، کعب احبار، انس، ابی ذر کے علاوہ دوسرے صحابہ، انس
بھری، عمرہ جیسے کابرتائین بھی موجود ہیں اور حضرت امام احمد قائلین کے ساتھ
ہیں۔ ان قول کے علاوہ متعدد روایات بھی آتی ہیں۔

ان تمام اقوال کو با تفصیل پیش کرنے سے بعد مدونہ کوئی کہتے ہیں۔

وَأَذْ صَحِيحَتِ الزُّوَيَاتِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي إِثْبَاتِ الزُّوَيَةِ
وَجَبَّ الْمَصْدُورُ عَلَى إِثْبَاتِهَا فِي تَهْ كَيْسَتْ مِنْهَا يُدْرِكُ بِالْعَقْلِ

وَيُؤْخَذُ بِالظَّنِّ فَإِنَّمَا يَتَلَقَّى بِالْتِمَازِ وَلَا يَسْتَجِيزُ أَحَدًا أَنْ
يُظَنَّ بِإِبْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَكَلَّمَ بِهَذِهِ الْمَسْئَلَةِ بِالظَّنِّ وَالْإِجْتِهَادِ
ثُمَّ إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اثْبَتَ شَيْئًا نَفَاهُ غَيْرُهُ وَالْمُثْبِتُ
مُقَدَّمٌ عَلَى النَّاقِضِ

”حضرت ابن عباس سے جب صحیح روایت ثبوت کو پہنچی گئی کہ انہوں
نے ایسا کہا ہے، تو اب ہم یہ خیال نہیں کر سکتے کہ آپ نے اتنی بڑی
بات محض اپنے قیاس اور ظن کی بنا پر کہی ہوئی۔ یقیناً انہوں نے کسی
مرفوع حدیث کی بنا پر ایسا کہا ہو گا۔ نیز ابن عباس ایک چیز کو ثابت کر
رہے ہیں۔ دوسرے حضرات نفی کر رہے ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ مثبت
کا قول ثانی پر مقدم ہوتا ہے۔“

خدا سے کلام کو مامور نووی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

الْحَاصِلُ أَنَّ الرَّاجِحَ عِنْدَ أَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَبَّهُ بِعَيْنَيْ رَأْيِهِ لَيْلَةَ الْاِسْرَاءِ
.... وَهَذَا إِمْتِلَاحٌ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُشَكَّكَ فِيهِ۔

کہ حاصل بحث یہ ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شب
معراج میں اللہ تعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا اور اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔
مادامہ نووی نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرات ابن مسعود اور حضرت صدیقہ نے اپنے موقف کی
تائید میں کوئی حدیث مرفوعہ پیش نہیں کی بلکہ محض اپنے قیاس اور اجتہاد سے کام لیا ہے۔
اس پر علامہ ابن حجر نے کہا ہے کہ صحیح مسلم جس کی شرح علامہ نووی کر رہے ہیں، اسی کے
اگلے صفحے پر حدیث مرفوعہ موجود ہے۔ ام المومنین نے فرمایا کہ میں نے وَلَقَدْ رَأَاهُ بِالْأَفُقِ
الْمُبِينِ اور وَلَقَدْ رَأَاهُ تَزَلَّةً اخْرَجِي کے بارے میں حضور سے پوچھا تو حضور نے فرمایا وہ
جبریل امین تھے۔ جب مسلم میں یہ حدیث موجود ہے تو حیرت ہے کہ شارح مسلم علامہ
نووی نے کیسے انکار کیا۔

علامہ ابن حجر کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت صدیقہ نے وَلَقَدْ رَأَاهُ
بِالْأَفُقِ الْمُبِينِ۔ بارے میں حضور سے استفسار کیا اور حضور نے فرمایا کہ وہ جبریل ہیں

اور یہ بلاشبہ درست ہے، کیونکہ یہ آیت سورہ تکویر کی ہے اور وہاں حضرت جبریل کا ہی ذکر ہے۔ ارشاد ہے

لَئِنَّ لَقَوْلَ رَسُولٍ كَرِيمٍ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ
مَكِينٍ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ ۚ وَلَقَدْ
رَأَاكَ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ۝ (التکویر ۱۹۱ تا ۲۲۷)

یہ سارا ذکر جبریل امین کا ہے۔ ہم پہلے بتائے ہیں کہ حضور کریم ﷺ نے جب نبیوں کی اصلی صورت میں دیکھنے کی خواہش کی، تو آپ آسمان کے افق پر نمودار ہوئے۔ وہ افق جہاں جبریل نمودار ہوئے اسے افق مبین کہا گیا ہے، مبین یہاں جس افق کا ذکر ہے وہ اعلیٰ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَى ہے۔ آسمان اور زمین کے افق کو افق مبین تو کہہ سکتے ہیں، مبین افق اعلیٰ وہ ہوگا جو تمام آفاق سے بلند تر ہو، یعنی فک اور فلک کا خارِ درخت سے مامونہ کی ناقوس ہی درست ہے کہ شب معراج ثقی رُؤیت کے بارے میں کوئی حدیث مرفوعہ نہیں ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کی تفسیر و تشریح سے فارغ ہونے کے بعد دیدار الہی کے بارے میں اپنی ذاتی رائے کو یوں بیان کرتے ہیں

وَإِنَّا أَقُولُ بِرُؤْيَايِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبِّهِ سُبْحَانَ
وَبْدُؤِهِ مِنْهُ سُبْحَانَكَ عَلَى الْوَجْهِ اللَّادِقِ (1)

”اور میں یہ کہتا ہوں کہ سرور عالم ﷺ اپنے رب کریم کے دیدار سے مشرف ہوئے اور حضور کو قرب الہی نصیب ہوا، لیکن اس طرح جیسے اس کی شان کبریائی کے لائق ہے۔“

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے جب دریافت کیا جاتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کا دیدار کیا، تو آپ جواب میں فرماتے

رَأَاكَ دَاكَا حَتَّى يَنْقَطِعَ نَفْسُهُ (2)

”ہاں حضور نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا، ہاں حضور نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ یہ جملہ اتنی بار و ہراتے کہ آپ کا سانس ٹوٹ جاتا۔“

مولانا سید انور شاہ صاحب اس مسئلے پر مفصل بحث کرنے کے بعد رقمطراز ہیں

وَبِكَيْفَةِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ قَالِهِ وَسَلَّمَ لَشَرَفٍ بِرُؤْيَيْهِ
تَعَالَى وَمَنْ عَلَيْهِ رُبُّهُ بِهَا وَكَرَمَهُ وَلَقَدْ عَلِمَ عَلَيْهِ بِقَوْلِهِ
وَأَقَامَ عَلَيْهِ مِنْ أَفْضَالِهِ قَرَاهُ رَاهُ كَمَا قَالَ أَحْمَدُ رَحِمَهُ
اللَّهُ مَرَّتَيْنِ إِلَّا أَنَّهُ رَاهُ كَمَا يَرَى الْحَبِيبُ إِلَى الْحَبِيبِ الْعَبْدُ
إِلَى مَوْلَاهُ لَا هُوَ يَمْلِكُ أَنْ يُكْفَ عَنْهُ نَظَرًا وَلَا هُوَ يَسْتَطِيعُ
أَنْ يَتَخَصَّصَ إِلَيْهِ بَصَرًا وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى مَا زَاغَ الْبَصَرُ قَطُّ
طَلْعِي -

(1)

”حضور ﷺ دیدار الہی سے مشرف ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دوست
سرمدی سے آپ کو نوازا اور اپنے فضل و احسان سے عزت افزائی
فرمائی۔ پس حضور نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا، حضور نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔
جس طرح امام احمد نے فرمایا ہے، مگر یہ دیدار ایسا تھا جیسے حبیب اپنے
حبیب کا دیدار کرتا ہے۔ نہ وہ آنکھیں بند کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور
نہ اس میں یہ طاقت ہوتی ہے کہ آنکھیں باندھ کر روئے و مدار کو روایت
رہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مضموم ہے۔“ مَا زَاغَ الْبَصَرُ

وَمَا طَلْعِي ○

حضرت شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات کی جلد چہارم میں اس مسئلے کی
تحقیق کرتے ہوئے اسی قول کو پسند فرمایا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے دیدار

کا شرف حاصل کیا۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى ذَلِكَ

آیت سہری کی تشریح کرتے ہوئے علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

وَالْمَرَادُ بِالْآيَاتِ الْعَجَائِبِ الْمَكُونَةِ الَّتِي زَاغَتْ فِي لَيْلَةِ
الْمِعْرَاجِ فِي مَيَّزِهِ وَعَوْدِهِ مِنَ الْبَرَقِ وَالسَّمَوَاتِ الْأَنْبِيَاءِ
وَأَمْنِيَّتِهِ وَالْإِسْدَارِ الْمُنْتَهَى وَجَنَّةِ الْمَدْوَى

(2)

”یعنی آیات کبریٰ سے مراعاً مملکت کی وہ عجیب و غریب چیزیں ہیں جن کا مشاہدہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سفر معراج پر جاتے ہوئے اور واپسی کے دوران میں کیا۔ جیسے براق، سموت، انبیاء، فرشتے، سدرۃ المنتهی، جنت المأویٰ وغیرہ۔“

پھر علامہ مذکور فرماتے ہیں ”رُچہ کائنات کی چھوٹی سے چھوٹی چیز، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کی بہت بڑی نشانی ہے، ان اشیاء کو آیات کبریٰ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان آیات کے ساتھ جن مخصوص تجذبات کا تعلق ہے اور مذکور رحمتوں اور برکات کا نزول جس کثرت سے ان پر ہوتا ہے وہ کسی دوسری آیت کو نہیں۔“

حکیم اور عظیم ذات کا ارادہ ان کو معرض وجود میں لایا ہے۔ اس کی قدرت کا عالم یہ ہے کہ اس کے لئے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا قطعاً مشکل نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کا فعل خیر نہ ہے تو وہ حضرت انسان کو اتنی قوتوں سے ہم دور کرنے کے بعد اس کو یوں چھوڑ نہیں دیتا کہ وہ ان سے پوچھے بھی نہیں کہ انہوں نے خدائی ہوئی قوتوں اور نعمتوں کو کس طرح استعمال کیا ہے؟ یہ بات بھی اس کی حکمت کے برابر منافی ہے کہ جن دلوں نے اس کی ای ہوئی قوتوں کو صحیح استعمال کیا ہے، ان سے اس کی مخلوق کو فائدہ پہنچایا، نیکی اور اخلاق حسنہ کی بیماری کی، ان کو کوئی اجر نہ ملے اور جنہوں نے ان نعمتوں پر ناشکری کی، اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی تباہی کیلئے انہیں استعمال کیا اور فسق، فجور کی، ان غیلانی ان کو ان کے بر قوتوں کی کوئی سزا نہ دی جائے۔

وَالضُّحٰی ۝ وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ۝
وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُولٰی ۝ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ
فَرَضٰی ۝ اَلْعَرَبِیُّكَ یَتٰیْمًا فَاَوٰی ۝ وَوَجَدَكَ ضَالًّا
فَهَدٰی ۝ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰی ۝ فَاَمَّا الْیَتٰیْمَ فَلَا تُفَرِّهْ
وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ (1)

”قسم ہے روزِ روشن کی ویرانہ کی جب وہ سکون کے ساتھ چھا جائے۔
نہ آپ کے رب نے آپ کو چھوڑا اور نہ ہی وہ ناراض ہوا۔ اور یقیناً ہم

آنے والی گھڑی آپ کے لئے پہلی سے بدرجہا بہتر ہے۔ اور غنیمت یہ
 آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ یہ
 اس نے نہیں پایا آپ کو یتیم بچہ (اپنی آغوشِ رحمت میں) جگہ دی۔ اور
 آپ کو اپنی محبت میں خود رفت پیدا تو منزل مقصود تک پہنچا دیا۔ اس نے
 آپ کو حاجتمند پیدا تو غنی کر دیا۔ پس کسی یتیم پر سختی نہ کیجئے اور جو بگڑے آئے
 اس کو مت جھڑکے اور اپنے رب (کریم) کی نعمتوں کا ذکر فرمادیا کیجئے۔“

آیت کی تشریح سے پہلے ان کی شانِ نزول آپ سن میں، سورۃ کا مفہوم سمجھنے میں
 آسانی ہوگی۔ شیخین کی روایت تو یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ طبع سے باعث وہ
 تین روز سحری کے وقت بیدار ہو کر معصوم عبادت نہ ہونے کو ابوسہب کی بیوی ام ہنبل
 جس کا مکان حضور کے مکان کے پڑوس میں تھا وہ آتی اور کہنے لگی مَآ أَرَىٰ شَيْطَانَكَ إِلَّا
 قَدْ تَزَكَّكَ لَٰهَآ أَرَاكَ قَوْلِكَ مُنْذُ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثٍ میں دیکھتی ہوں کہ تمہارا شیطان
 نے تمہیں چھوڑ دیا ہے۔ وہ تین رات سے میں نے اس کو تمہارے نزدیک آتے ہوئے نہیں
 دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس گستاخی کے جواب میں یہ سورۃ پاک نازل فرمائی۔

دوسری روایت میں یہ مذکور ہے کہ ابتدائے بعثت میں کچھ عرصہ نزولِ وحی کا سلسلہ
 جاری رہا اور پھر یک دم رک گیا۔ یہ انتھان بار دیا چند روز کچھ پس دن تک باختلاف
 روایات برقرار رہا۔ حضور کی طبعِ مبارک پر بہت بُرا اثر ہوا۔ وہ کان جو کلام الہی سننے کے
 عادی ہو چکے تھے، وہ دل جو ارشاداتِ ربانی کا خوش ہو چکا تھا اس کے لئے یہ بندش ناقابلِ
 برداشت تھی۔ نیز کفار نے بھی طعن زنی شروع کر دی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خدا نے چھوڑ دیا
 ہے۔ اللہ تعالیٰ ناراض ہو گیا ہے، اس لئے وحی کا نزول رک گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے
 ان خرافات کی تردید قسم انھی کر لی اور اپنے محبوب کریم کو بھی تسلی دی کہ آپ پریشان نہ
 ہوں۔ جس طرح دن کی روشنی کے بعد رات کی تاریکی میں گونا گوں حکمتیں ہیں اسی طرح
 نزولِ وحی اور پھر اس کے بعد انتھان میں بھی بڑی بڑی حکمتیں مضمر ہیں۔

جب سورج پوری آب و تاب سے چاشت کے وقت چمکنے لگتا ہے، وقت کو ”الضحیٰ“
 کہتے ہیں۔ حمامہ قرطبی اور کئی دیگر مفسرین نے لکھا ہے کہ الضحیٰ کالغزوات کے مقابلہ
 میں ذکر کیا جائے تو اس وقت اس سے مراد سارا دن ہوتا ہے جیسے سورہ اعراف میں ہے

أَفَأَمِّنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيِّنًا وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ
 أَوَأَمِّنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ يُلْعَبُونَ؟ (1)
 ”کیا بستی کے باشندے اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا
 عذاب رات کے وقت آئے جب وہ سو رہے ہوں۔ کیا بستی کے
 باشندے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن کے وقت آئے
 جبکہ وہ کھیل رہے ہوں۔“

یہاں ضحیٰ سے مراد چاشت کا وقت نہیں بلکہ سارا دن ہے۔
 وَالضُّحَىٰ کے بعد وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ ہے کہ نئے یہاں بھی پورے ان کی قسم
 کھائی جا رہی ہے۔ علامہ ابن منظور کی بھی یہی رائے ہے۔ آفَى هُوَ النَّهْدُ ذِكْلُهُ (سان
 العرب)

جب رات خوب تاریک ہو جائے اور ہر سو ترام و سکون پھیل جائے تو عرب بستی میں
 سَجَى اللَّيْلُ قَالَ الْفَرَاءُ إِذَا أَظْلَمَ وَدَقْدَقَ فِي طُولِهِ كَمَا يُغَالُ
 بَحْرًا سَاحِلًا وَتَلِيلًا سَاحِلًا
 سمندر پر سکون ہے اور رات پر سکون ہے۔

حضرت امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ ضحیٰ سے مراد وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ
 نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا، و رات سے مراد شبِ معراج ہے۔ (قرطبی)
 حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر عزیز کی چند ملاحظہ اہل
 شوق و محبت کے مطالعہ کے لئے نقل کر رہا ہوں

”بعضے از مفسرین چنین گفته اند کہ مراد از ضحیٰ روز ولادت پیغمبر است
 ﷺ و مراد از لیل شبِ معراج است۔ و بعضے گویند کہ مراد از ضحیٰ
 روزی است پیغمبر ﷺ و از لیل موئے و کہ در سیاہی بچو شب است۔ و
 بعضے گویند کہ مراد از ضحیٰ نور علی است کہ پنجاب را اوادہ بود و بسبب
 آل پرده نشینان عالم غیب منجلی و متکشف گشتند۔ و مراد از شب خلق صفو
 اوست کہ عیوب امت را پوشید۔ و بعضے گویند کہ مراد از روز حدیث

آنحضرت ﷺ است یعنی احوال ظاہر و آنجناب مت کہ خلق بر اہل
مطلع شد و مراد از شب سر آنجناب یعنی احوال باطن او کہ غیر از علام
الغیوب کے بر آں مطلع نیست۔"

"بعض مفسرین نے کہا ہے کہ مخفی سے مراد حضور کی ملاوت باسعادت
کا دن اور لیل سے شب معراج مراد ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ مخفی
سے مراد حضور کا رخ انور ہے اور لیل سے زلف غبریں۔ اور بعض نے
فرمایا کہ مخفی سے مراد نور علم ہے جو آنجناب کو دیا گیا تھا، جس کے سبب
سے عالم غیب کے مخفی اسرار بے نقاب اور منکشف ہوئے اور لیل سے
مراد حضور کا غم و درگزر کا خلق ہے جس نے امت کے پیوں کو
آہانپ دید۔ بعض ملاحکار شاد ہے کہ دن سے مراد حضور ﷺ کے
ظاہر کی احوال ہیں جن سے مخلوق آگاہ ہے اور رات سے مراد حضور کے
احوال باطن ہیں جن کو ملام الغیوب کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔

روشنی ان اور تاریک اور پرسکون رات کی قسم کھا کر کفار کے اعتراضات اور مطمئن
کی تردید فرمائی اور ساتھ ہی اپنے حبیب کی دلجوئی کر دی کہ اے محبوب! آپ کے پروردگار
نے نہ تو آپ کو چھوڑا ہے اور نہ وہ آپ سے ناراض ہوا ہے، بلکہ وحی کے نزول میں بھی اس
کی حکمت تھی اور اس کے انتظام میں بھی کئی حکمتیں مضمحل ہیں۔

وَلَا خِزْيَةَ خَيْرَ لَكَ مِنَ الْأُذَىٰ. فرمایا بلکہ آپ پر آپ کے رب کے لطف و کرم و درخام و
احسان کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ ہر آنے والی ساعت گزری ہوئی ساعت سے، ہر آنے
والی گھڑی گزری ہوئی گھڑیوں سے، ہر آنے والی حالت گزشتہ حالات سے اسی سے اسی،
بہتر سے بہتر، اور ارفع سے ارفع ہوگی۔ اس ایک جملہ سے کفار کے طعن و تشنیع اور ازام
تراشیوں کا سد باب بھی ہو گیا اور اسلام کے درخشاں مستقبل کے بارے میں نوید جانفزا
بھی سنادی۔

دعوت اسلام کے ابتدائی دور کا تصور کیجئے جس میں یہ سورت نازل ہوئی۔ مفتی کے چند
افراد نے اس دین کو قبول کیا تھا۔ باقی تمام اہل مکہ حضور کے خون کے پیا سے تھے۔ انہوں
نے مزہم مصمم کر لیا تھا کہ اسلام کے چرآن کو بجھا کر رہیں گے، تو حید کا یہ گلشن جو مصطفیٰ لگا

رہے ہیں اسکا ایک ایک پودا جز سے اکھڑ پھینٹیں گے۔ اس وقت کون یہ خیال کر سکتا تھا کہ یہ دین چند سالوں میں اتنی ترقی کر جائے گا کہ سارا جزیرہ عرب اس کے نور سے جگمگانے لگے گا۔ اس نبی مکرم کو اللہ تعالیٰ وہ عزت و سروری اور شان محبوبی عطا فرمائے گا کہ آج جو خون کے پیاسے ہیں کل اشارہ ابرو پر اپنی جانیں قربان کرنا سعادت سمجھیں گے اور حضور نے وضو کا پانی نیچے نہیں گرنے دیں گے، اس کو اپنے چہروں اور سینوں پر مل لیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَرَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى أُمَّتِهِ بَعْدَهُ فَتَرَى بِذَلِكَ وَنَزَلَ جِبْرِيلُ يَقُولُ
وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لَكَ مِنَ الْأُولَى.

یعنی حضور کے بعد امت جو فتوحات کرے گی وہ سب کی سب حضور ﷺ کو اُٹھانی نہیں۔ جسے دیکھ کر حضور بہت مسرور ہوئے۔ اسی وقت جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر مارا ہوئے وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لَكَ مِنَ الْأُولَى یعنی ہماری نوازشات صرف ان فتوحات ہی میں منحصر نہیں بلکہ آپ کی ہر آنے والی شان پہلی شان سے اعلیٰ و بالا ہوگی۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسلام کی اشاعت و ترقی کے لئے ہر وقت فکر مند رہا کرتے۔ دین حق کی سر بلندی کے لئے حضور نے اپنی تمام قوتیں اور کوششیں مرکوز کر رکھی تھیں۔ ایک لمحہ بھی چین سے نہ گزرتا تھا۔ اپنی امت کی بخشش و مغفرت کا خیال ہر وقت مضطرب رکھتا تھا۔ ان تمام تفکرات و راضیہ بات کو یہ فرما کر دور کر دیا کہ آپ کا رب اپنے طف و کرم کا آپ پر وہ مہینہ برسائے گا کہ آپ کا قلب مبارک خور سند و مسرور ہو جائے گا۔

علامہ سید محمود گوسی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

هُوَ عِدَّةٌ كَرِيمَةٌ شَامِلَةٌ لِمَا أَعْطَاهُ اللَّهُ تَعَالَى عَزَّ وَجَلَّ
فِي الدُّنْيَا مِنْ كَمَالِ النَّفْسِ وَعُلُومِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ
وَعَلْمِ الْأُمُورِ وَالْعِلَالِ الْبَيْنِ بِالْفَتْوحِ الْوَاقِعَةِ فِي عَصْرِ
صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي أَيَّامِ خُلَفَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَالسَّلَامُ وَغَيْرِهِمْ مِنَ الْمُلُوكِ الْإِسْلَامِيَّةِ وَفَتْوَا الدُّخُوعِ
وَالْإِسْلَامِ فِي مَشَارِقِ الْأَرْضِ وَمَغَارِبِهَا وَلِمَا أَدْعَوْهُ جَلَّ

وَعَلَّاهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْكَرَامَاتِ
الَّتِي لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ. جَلَّ جَلَالُهُ وَعَمَّ نَوَالُهُ.

”یہ اللہ تعالیٰ کا کریمانہ وعدہ ہے جو ان تمام عطیات کو شامل ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے حضور کو دنیا میں سر فراز فرمایا یعنی کمال نفس، اولین و آخرین کے علوم، اسلام کا غلبہ، دین کی سر بلندی، وہ فتوحات جو مہد رسالت میں ہوئیں اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں ہوئیں یا دوسرے مسلمان بادشاہوں نے حاصل کیں اور اسلام کا دنیا کے مشرق و مغرب میں پھیل جانا۔ نیز یہ وعدہ ان منایات اور عنایت افزائیوں کو بھی شامل ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرّم کے لئے سعادت کے لئے محفوظ رکھی ہیں جن کی حقیقت اور نہایت کو اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی نہیں جان سکتا۔“

علامہ نسائی نے یہاں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک روایت نقل کی ہے۔
حرب بن شریح کہتے ہیں کہ میں نے امام مذکور سے پوچھا کہ جس شفاعت کا ذکر اہل عراق کیا کرتے ہیں کیا یہ حق ہے؟ آپ نے فرمایا بخدا حق ہے۔ میں نے محمد بن حنفیہ سے انہوں نے حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے روایت کی۔

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَشْفَعُ
لِأُمَّتِي حَتَّى يُبَادِيَ رَبِّي أَرْضِيَّتَ يَا مُحَمَّدٌ قَا قَوْلُ نَعْمَ يَا رَبِّ
رَضِيَّتُ

”حضرت سیدنا علی سے مروی ہے کہ حضور کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں اپنی امت کے لئے شفاعت کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میرا رب مجھے نذا کرے گا اور پوچھے گا یا محمد کیا آپ راضی ہو گئے؟ میں عرض کروں گا ہاں میرے پروردگار میں راضی ہو گیا۔“

اس کے بعد امام باقر نے اس شخص سے کہا کہ اے اہل عراق تم یہ کہتے ہو کہ قرآن کریم کی سب سے امید افزا آیت یہ ہے

يَعْبَادِي الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ

اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۝ (1)

لیکن ہم اہل بیت یہ کہتے ہیں کہ کتاب الہی میں سب سے زیادہ امید افزا آیت یہ ہے۔
وَلَسَوْفَ يَعْطِيْكَ رَبُّكَ فَارْضٰ ۝
امام مسلم نے اپنی صحیح میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَا قَوْلَ اللّٰهِ
تَعَالٰى فِيْ اِبْرٰهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَمَنْ يَتَّبِعْنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَقَوْلَهٗ
تَعَالٰى فِيْ عِيْسٰى اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ الْاٰيَةُ فَرَفَعَهُ عَلَيْهِ
السَّلَامُ يَدَيْهِ وَقَالَ اللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ وَبِكُنْ. وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى
يَا جِبْرِئِلُ اذْهَبْ اِلٰى مُّحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُلْ
لَهٗ اَنَا سَرَضِيْكَ فِيْ اُمَّتِكَ وَلَا سَوَّكَ -

”حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور ﷺ نے یہ آیت
پڑھی جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی کہ میں پیغمبر
فانے میں (یعنی جس نے میری پیروی کی وہ میرے رب سے ہے) پھر
یہ آیت پڑھی جس میں عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ میں نے
الایہ (یعنی اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں) پھر اپنے
دونوں مبارک ہاتھوں کو دعا کے لئے اٹھایا اور عرض کی کہ اے میری
امت، میری امت۔ پھر حضور زار و قطار رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے
جبریل کو حکم دیا کہ فوراً میرے حبیب کے پاس جاؤ اور سے جا کر یہ
پیغام پہنچاؤ کہ ہم آپ کی امت کے معاملہ میں راضی کریں گے
اور کبھی آپ کو پریشان نہیں کریں گے۔“

یہاں رب کی اضافت اس ضمیر کی طرف ہے جس کا مرجع حضور کی ذات ہے۔ اس میں
لطف و کرم کا جو اظہار کیا گیا ہے وہ ارباب ذوق سے مخفی نہیں۔

اَللّٰهُ يَجِدُكَ يَتِيْمًا فَادٰى وَهُوَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنِّىْ جَبِيْبٌ كَرِيْمٌ كُونُوْا زَيْنًا
ہے اس کے ذکر کے بعد اب ان نعمات و احسانات کو بیان فرمادیا جا رہا ہے جن سے آپ کو

اس سے پہلے سرفراز کیا جا چکا ہے تاکہ قلب مبارک کی تسکین و مسرت کا باعث ہو۔ اس لئے اس جملہ کو الگ مستقلاً ذکر کیا گیا۔

اس آیت میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شہم مادر میں ہی تھے کہ والد ماجد کا سایہ اٹھ گیا۔ پیدا ہونے تو یتیم تھے، لیکن والدہ ماجدہ نے انتہائی محبت و پیار سے پروان چڑھایا۔ عمر شریف چھ سال کی ہوئی تو والدہ ماجدہ بھی دارالبقاء کو سدھاریں تو آپ کی پرورش کی خدمت آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے سنبھالی۔ آٹھ سال کی عمر میں جد محترم بھی داغ مفارقت دے گئے تو یہ سعادت حضور کے حقیقی وراثت چچی جناب ابوطالب کے سپرد ہوئی۔ انہوں نے تادم واپس اس خدمت کو اس حسن و خوبی سے انجام دیا کہ اس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ ویسے تو ہاں اپنے لخت جگر پر ساجان سے قربان ہوتی ہے، ہر داد اپنے متوفی فرزند کے یتیم بچے کو بڑی محبت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہے اور چچا کا پیار بھی اپنے فوت شدہ بھائی کے فرزند کے لئے بڑا عیش ہوتا ہے۔ یمن یہاں معاملہ ہی بالکل جدا ہے۔ بچپن سے ہی جو علامات سعادت و نجابت وقت فوقتاً ظاہر ہوتی رہیں اس نے ماں، دادا اور چچی کی محبت میں کئی گنا اضافہ کر دیا۔

حضور کی معصومانہ ادائیں اور پاکیزہ اطوار نجابت و سعادت کے وہ آثار جو ہر صبح و مسر نمایاں ہو رہے تھے انہوں نے حضور کی محبوبیت میں اتنا اضافہ کر دیا تھا اور آپ کی قدر و منزلت کو ان حضرات کی نگاہوں میں اتنا بلند فرما دیا تھا جو اور کسی بچے کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ اور یہ ساری ادائے دہری اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی تھی اس لئے "قوی" کی نسبت اپنی طرف فرمائی کہ ہم نے اپنی خاص مہربانی سے ان کے دلوں میں حضور کی محبت اور ادب و احترام اور قدر و منزلت پیدا فرمادی۔

علامہ قرطبی نے مجاہد سے ایک تفسیر نقل کی ہے۔ قَالَ مُجَاهِدٌ هُوَ مِنْ قَوْلِ الْعَوْبِ دُرَّةٌ بَيِّنَةٌ کہ یہاں یتیم سے مراد وہ در شہسوار ہے جو اپنی آب و تاب اور قدر و قیمت میں بے مثال ہوتا ہے۔ علامہ آلوسی کہتے ہیں۔

وَالْأَوَّلَى أَنْ يَقَالَ اللَّهُ يَحْيَاكَ وَأَجِدْ أَعْيُنَ النَّظِيرِ لَوْ يَحْيَا مَشَكَ

صَدَقُ الْإِمَّاكَيْنِ فَأَوَالِكُ الْيَتِيمِ وَجَعَلَكَ فِي حَقِّ اصْطِفَائِهِ

"کہ بہتر یہ ہے کہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ساری مخلوقات

میں یگانہ اور عدیم العظیم پایا۔ صدف امکان کو آپ جیسا موتی تاج تہ
نصیب نہیں ہوا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی سخوش رحمت میں آپ کو پناہ
دی۔“ (روح المعانی)

وَوَجَدَ لِكُلِّ ضَالٍّ لَهْدًی اس آیت کے ترجمہ میں بڑے بڑے مدعیان ہم نے ہر کی طرح
ٹھوکر کھائی ہے اس لئے اس کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش فرمائیے۔

ضالاً ضلالت سے اسم فاعل ہے۔ عام طور پر ضلالت کا یہی مفہوم سمجھا جاتا ہے کہ
راست سے بھٹک جانا، گمراہ ہونا، عقیدہ و عمل میں خطہ راستہ اختیار کرنا۔ علماء اہل سنت کا
اس پر اجماع ہے کہ حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام اعدان نبوت سے پہلے بھی اور بعد
بھی عقیدہ اور عمل کی ہر کجی سے معصوم تھے۔ حضور ﷺ نے اس مشرکانہ باتوں میں عمر
بسر کی، لیکن ایک لمحہ کے لئے بھی شرک نہیں کیا۔ زمانہ جاہلیت کی غویات سے حضور کا
دامن ہمیشہ محفوظ رہا۔ تاریخ اس بات کی شہد ہے کہ عرب معاشرہ جس قسم کی قدری و
عملی گمراہیوں میں مبتلا تھا، حضور علیہ السلام ان سے ہمیشہ بالکل منزداد و مبرا تھے۔ مدعیان
نے اپنے حبیب کی سابقہ زندگی کو آپ کی صداقت کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ فَقَدْ
يَسِّرْتُ لَكُمْ عُمَرَاءَ مِنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (۱) میں نے اپنی عمر اس سے پہلے تمہارے
درمیان گزاری ہے۔ کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔ سورہ نجم کی اس آیت مَصَاصِلَ صَاحِبِكُمْ
وَمَصَاغِدَی میں بھی حضور سے عقیدہ اور عمل کی گمراہی کی نفی کی گئی ہے۔ ان آیات کی
موجودگی میں، تاریخ کی اہل شہادت کے باوجود ضالاً کا معنی گمراہ یا بھٹکا ہوا امر تا خود بڑی
ضلالت ہے۔ (العیاذ باللہ)

علمائے تفسیر نے اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے بہت سے اقوال بیان کئے ہیں۔
ان میں سے چند آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

- (۱) ضلالت کا لفظ غفلت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ لَا يَصْنَعُ كَرِيْمٍ وَلَا
يَنْتَنِي (۲) اِنِّی لَا يَغْفُلُ میرا رب نہ کسی چیز سے غافل ہوتا ہے اور نہ کسی چیز کو فراموش
کرتا ہے۔ مذکورہ آیت میں ضالاً بمعنی غافل مستعمل ہوا ہے۔ یعنی آپ قرآن اور احکام

شرعیہ کو پہلے نہیں جانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن کا علم بھی بخشا اور احکام شرعیہ کی تفصیلات سے بھی آگاہ فرمایا۔

أَيُّ لَوْ تَكُنْ تَدْرِي الْقُرْآنَ وَالشَّرَائِعَ فَهَذَاكَ اللَّهُ إِلَى الْقُرْآنِ
وَشَرَائِعِهِ إِلَّا سَلَامًا

ضحیٰ ک شہر بن حوشب وغیرہما سے یہ قول منقول ہے۔ (قرطبی)

(2) جب پانی دودھ میں ملا دیا جائے اور پانی پر دودھ کی رنگت وغیرہ غالب آجائے تو عرب کہتے ہیں ”ضَلَّ الْمَاءُ فِي اللَّبَنِ“ کہ پانی دودھ میں غائب ہو گیا۔ اس استعمال کے مطابق آیت کا معنی ہوگا كُنْتُ مَغْمُورًا بَيْنَ الْكُفَّارِ بِمَكَّةَ فَقَوَّكَ اللَّهُ تَعَالَى حَتَّى أَظْهَرْتَ دِينَهُ (کبیر) یعنی آپ مکہ کے کفار کے درمیان گھسے ہوئے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوت عطا فرمائی اور آپ نے دین کو غالب کیا۔

(3) ایسا درخت جو کسی وسیع صحرا میں تنہا کھڑا ہو اور مسافر اس کے ذریعے اپنی منزل کا سراغ لگائیں اس کو بھی عربی میں ضن کہتے ہیں۔ ”الْعَرَبُ تُسَمِّي الشَّجَرَةَ الْغَرِيْدَةَ فِي الْفَلَاحَةِ مَضَالَةً“ اس منہوم کے اعتبار سے آیت کا معنی یہ ہوگا کہ جزیرہ عرب ایک سنسان ریگستان تھا جس میں کوئی ایسا درخت نہ تھا جس پر ایمان اور عرفان کا پھل لگا ہوا ہو۔ صرف آپ کی ذات جہالت کے اس صحرا میں ایک پھلدار درخت کی مانند تھی۔ پس ہم نے آپ کے ذریعہ سے مخلوق کو ہدایت بخشی۔ (کبیر)

فَأَنْتَ شَجَرَةٌ قَرِيْدَةٌ فِي مَعَانِيَ الْجَهْلِ فَوَجَدْتُكَ ضَالًّا فَهَدَيْتُ
بِكَ الْخَلْقَ

(4) کبھی قوم کے سردار کو خطاب کیا جاتا ہے لیکن اصلی مخاطب قوم ہوتی ہے۔ یہاں بھی یہی معنی ہے۔ اَيُّ وَجَدَ قَوْمَكَ ضَالًّا فَهَذَا أَهْلُ بَيْتِكَ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کو گمراہ کیا اور آپ کے ذریعہ سے ان کو ہدایت بخشی۔ علامہ ابو حیان اندلسی اپنی تفسیر میں اس مقام پر لکھتے ہیں کہ ایک رات خواب میں اس آیت کی ترکیب پر غور کر رہا تھا کہ فوراً میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہاں مضاف محذوف ہے۔ اصل میں عبارت یوں ہے۔ وَجَدَ رَهْطَكَ ضَالًّا فَهَذَا بَيْتُكَ پھر میں نے کہا کہ جس طرح وَاسْتَسْلِمَ الْقَرْيَةَ أَصْل میں وَاسْتَسْلِمَ اَهْلَ الْقَرْيَةِ ہے اور اہل جو مضاف ہے محذوف ہے، اسی طرح یہاں بھی رَهْطُ مضاف

مخدوف ہے۔ (المحر المحیط)

(5) حضرت جنید قدس سرہ سے منقول ہے کہ ضَالًّا کا معنی مُتَحَدِّثٌ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن کریم کے بیان میں حیران پایا تو اس کے بیان کی تعلیم فرمادی۔
(6) امام رازی کہتے ہیں کہ

الضَّلَالُ بِمَعْنَى الْمَحَبَّةِ كَمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى إِنَّكَ فِي ضَلَالٍ
الْعَبْدِيَّةِ

یعنی یہاں ضلال سے مراد محبت ہے، جس طرح سورہ یوسف کی اس آیت میں ہے۔ مذکورہ آیت کا معنی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی محبت میں وارفتہ پایا تو ایسی شریعت سے بہرہ ور فرمایا جس کے ذریعہ آپ اپنے محبوب حقیقی کا قرب حاصل کر سکیں۔ علامہ پانی پتی نے اس قول کو بایں الفاظ بیان کیا ہے

قَالَ بَعْضُ الصُّوفِيَّةِ مَعْنَاهُ وَجَدَكَ مُحِبًّا غَايَتُهَا مُفْرِطًا فِي
الْحُبِّ وَالْعِشْقِ... فَهَذَا ك... إِلَى وَصَلِ مَحْبُوبِكَ حَتَّى كُنْتَ
قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى

یعنی بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی محبت اور اپنے عشق میں از حد بڑھا ہوا پایا تو آپ کو اپنے محبوب سے وصل کی طرف رہنمائی کی یہاں تک کہ آپ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى کے مقام پر فہر ہوئے۔

علامہ آلوسی نے اس آیت کے ضمن میں یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم طفولیت میں اپنے دادا جان سے الگ ہو کر مدہ کی گھائیوں میں چلے گئے۔ حضرت مہر مطلب نے بہت تلاش کیا لیکن آپ نہ ملے جس سے آپ کی بے چینی بہت بڑھ گئی اور غلافِ عجب کو پکڑ کر بارگاہِ الہی میں فرید کرنی شروع کر دی۔ حضور کسی گھائی میں گھوم رہے تھے۔ اسیثناء میں ابو جہل اپنی اونٹنی پر سوار ایک ریوڑ کو بانک کر لارہا تھا۔ اس نے جب حضور کو دیکھا تو اپنی اونٹنی کو بٹھا دیا۔ اتر کر حضور کو جاسا اور اپنے پیچھے بٹھایا اور خود آگے بیٹھا اور اونٹنی کو اٹھنے کا اشارہ کیا، لیکن اونٹنی اٹھنے کا نام ہی نہ لیتی۔ جب بڑی کوشش کے باوجود اس نے جنبش نہ کی تو ابو جہل حیران رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اونٹنی کو قوتِ گویائی بخشی اور اس نے کہا يَا أَهْمَقُ هُوَ الْإِمَامُ وَكَيْفَ يَكُونُ خَلْفَ الْمُتَّقِي۔ یہ قوف ایہ امام میں اور امام متقی کے

پیچھے کھڑا نہیں ہوا کرتا۔ اس نے ناچار آپ کو اٹھا کر آگے بٹھایا تو اونٹنی فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے ذریعے اپنی والدہ تک پہنچایا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس امت کے فرعون ابو جہل کے ذریعے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے جد امجد تک پہنچایا۔

وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ عَالٍ کے دو معنی کئے گئے ہیں (1) اَلْمُفْتَخِرُ تھکدست۔ (2) ذُو عِيَالٍ "اہل و عیال والا۔ آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عیالدار پایا (کیونکہ ساری امت حضور کی عیال ہے) تو غنی کر دیا آپ کو تنگ و ست پایا تو غنی کر دیا۔ غائبی غنی کی تو صورت یہ تھی کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی جان اپنا سارا مال حاضر کر دیا اور اپنے تمام رشتہ داروں کی موجودگی میں یہ اعلان کر دیا کہ یہ ماں اب میرا نہیں بلکہ ان کا ہے۔ چاہیں تو ابھی تقسیم کر دیں اور چاہیں اپنے پاس رکھیں۔ ام المومنین کے وصال کے بعد حضرت صدیق اکبر نے اپنا سارا مال و متاع حضور کی خدمت کے لئے وقف کر دیا، لیکن حقیقی غنی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ ارزانی فرمائی کہ قلب مبارک کو غنی کر دیا اور زمین کے سارے خزانوں کی کنجیاں مرحمت فرمادیں اور کائنات کی ہر چیز کو تابع فرمان فرمادیا۔ ایک دن حضور کا شانہ اقدس میں تشریف لائے۔ مسلسل فاقہ کشی کے باعث شہم مبارک کمر کے ساتھ پیوست ہو گیا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت عائشہ بے تاب ہو گئیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ شہم مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کی یا رسول اللہ! اپنے رب سے اتنا تو مانگئے کہ یوں فاقوں کی نوبت تو نہ آئے۔ حضور نے ارشاد فرمایا اے عائشہ اگر میں چاہوں تو یہ سارے پہاڑ سونے کے بن کر میرے جلو میں چلنا شروع کر دیں۔ کُوْشِدْتُمْ لِسَارَتِ مَبْعَىٰ هٰذِهِ الْجِبَالُ ذَهَبًا حضور کا یہ فقر، فقر اضطراری نہ تھا بلکہ فقر اختیاری تھا۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے خوب لکھا ہے۔

گزید فقر کہ فرماں روائے ملک ابد

مشت خاک ندارد ہوائے سلطانی

یعنی حضور نے فقر کو پسند فرمایا کیونکہ جس کو ملک ابد کی سروری بخشی گئی ہو وہ مشت خاک پر حکومت کرنے کی کوئی خواہش نہیں رکھتا۔

قَامَا السَّبِيحَةَ فَلَا تَقْهَرُ آپ یتیم تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنے آغوشِ ہف و کرم کو آپ کے لئے

کشادہ کر دیا۔ اب دنیا بھر کے یتیموں کے لئے آپ کی بے پایاں شفقت و محبت کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہنا چاہئے۔ کسی یتیم بے نوا پر سختی کرنا، اس پر غصہ ہونا یا اس سے بے اعتنائی کرنا آپ کو ہر گز زیبائے نہیں۔ اس یتیم پر در آقا نے اپنے غلاموں کو بھی یتیم پروری کی بڑی تاکید فرمائی۔ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں اپنی سنگدلی کی شکایت کی۔ حضور نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے تو یتیم کے سر پر دست شفقت پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلا کر دو۔ بخاری شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوَسْطَى

”کہ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والے جنت میں یوں ساتھ ساتھ ہوں

گے، پھر اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کیا۔“

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اِنَّ الْيَتِيْمَ اِذَا بَكَى اَهْتَرَبَ بَكَائِهِ عَوْشَ الرَّحْمٰنِ کہ جب یتیم روتا ہے تو خداوند رحمن کا عرش رز سے لگتا ہے۔

وَاَقَامَ السَّائِلَ فَلَا تَنْهَوْهُمَا سُلُوْنَ مِنْ اَمْرِ الْيَتِيْمِ وَوَلَدِ الْمَرْحُومِ کہ جو کو اپنے سر یا ہاتھ کے ختم ہو جانے یا کم ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ جب آپ کے رب نے آپ کو غنی کر دیا ہے اور یہ خزانے کبھی ختم ہونے والے نہیں تو پھر آپ کسی سائل کو کیوں جھڑکیں یا سائلوں کی آغوش سے تنگ دل کیوں ہوں۔ آپ کو آپ کے رب نے بے شمار دولتیں اور بے حساب نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ آپ انہیں سائل کی استعداد کے مطابق بانٹتے رہیں۔ آپ کے در پر آنے والا کوئی سائل خالی نہ جائے۔

سیرت کی کتب ایسے ان گنت واقعات سے بھری پڑی ہیں جن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو دو کرم کا اندازہ ہوتا ہے۔ جو سائل در اقدس پر حاضر ہوا اس کی جھولی بھر کر اسے واپس کیا گیا اور آج بھی کشور غنی کے اس تاجدار کی سخاوت کی دھوم مچی ہے۔ کوئی آئے، جو چاہے مانگے، اسے خالی واپس نہیں کیا جاتا۔

حضرت شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی نے کیا خوب لکھا ہے

”معلوم میشود کہ کار بہا بدست ہمت و کرامت اوست ہر چہ خواہد ہر

کر خواہد باذن پروردگار خود میدہد۔“ (اشعۃ طلعت، جلد 1، ص 396)

اگر خیریت دنیا و عقبی آرزو داری
بدرگاہش بیا و ہرچہ میخوای تمنا کن

یعنی معلوم ہوتا ہے کہ سب کے معاملات حضور ﷺ کے دستِ ہمت و کرامت کے سپرد ہیں۔ جو چاہتے ہیں، جس کو چاہتے ہیں اپنے پروردگار کے لڑن سے عطا فرماتے ہیں۔
امام بخاری نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نے کبھی کسی سائل کے جواب میں "لا" (نہیں) نہ فرمایا۔

مَا قَالَ لَا قَطُّ إِلَّا فِي تَسْهِيَةٍ كَلَّا الشَّهَدُ كَانَتْ لَأَمْرًا لَعَنَ

یعنی حضور نے لا کبھی نہیں کہا سوائے کلمہ شہادت کے۔ اُمّ یہ کلمہ شہادت نہ ہوتا تو حضور کی "لا" بھی ہاں ہوتی۔

ترمذی شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ بحرین سے نوے ہزار درہم آئے۔ حضور ﷺ نے مسجد میں ایک چٹائی بچھا کر ان کا ذخیرہ لگا دیا۔ نماز فجر ادا کرنے کے بعد ان کو بانٹا دیا اور ظہر تک ایک درہم بھی باقی نہ رہا۔ جب سب درہم بانٹ دیئے گئے تو اتفاقاً ایک سائل آگیا۔ حضور نے فرمایا اب تو کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ البتہ تم کسی دکاندار کے پاس چلے جاؤ اور تمہیں جس چیز کی ضرورت ہے اس سے لے دو اور اسے کہو کہ وہ میرے نام لکھ دے۔ میں اس کی قیمت ادا کر دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر خدمت تھے۔ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ آپ اتنی زحمت کیوں گوارا کرتے ہیں کہ قرض لے کر سائل کو دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا مکلف تو نہیں کیا۔ حضور کو یہ بات پسند نہ آئی اور رخ انور پر ناگواری کے آثار نمایاں ہو گئے۔ ایک انصاری بھی اس وقت بارگاہ اقدس میں حاضر تھا۔ اس نے عرض کیا اَلَيْقَ وَلَا تَحْشَى مِنْ ذِي الْعَرْشِ اِقْلًا لَا اے اللہ کے پیارے رسول! بے دریغ خرچ فرمایا کیجئے اور عرش والے پروردگار سے قلت کا خوف مت کیجئے۔ یہ سن کر حضور خوشی سے ہنس پڑے۔ چہرہ مقدس پھول کی طرح شگفتہ ہو گیا۔ ارشاد فرمایا کہ، مرا بہمک طریق مر فرمودہ اند۔ یعنی میرے رب نے مجھے یہی حکم دیا ہے۔ (تفسیر عزیزی)

وَأَقْبَابُ عِمَّةٍ رَبِّكَ فَحَيِّثُ اللَّهُ تَعَالَى اِپْنِ بَدْعِے پَر جَو فَضْل و کَرَم فرمائے اس کا ذکر اور اس کا اظہار بھی شکر ہے۔ وَالصَّحَّةُ بِنِعْمَةِ اللَّهِ وَالْإِعْتِرَافُ بِهَا شُكْرٌ (قرطبی)

اس آیت میں نعمت سے مراد کوئی نعمت ہے؟ علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔

وَالظَّاهِرُ أَنَّ الْمُرَادَ بِالنِّعْمَةِ مَا أَفَاضَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى نَبِيِّهِ
صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنْ قُنُونِ النِّعَمِ الَّتِي مِنْ
جُمْلَتِهَا مَا تَقَدَّمَ۔

(1)

”یعنی اس نعمت سے مراد وہ گونا گوں نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی
کریم ﷺ پر فرمائی ہیں جن میں سے چند وہ ہیں جن کا ذکر ابھی بھی ہو
چکا ہے۔“

چنانچہ سرور کون و مکاں، فخر زمیں و زمان، ﷺ، ان نعمات کا ذکر و اظہار آٹھ فرما
کرتے جن سے آپ کے رب کریم نے آپ کو بڑی فیاضی سے نوازا ہے۔ بے شمار احادیث
میں سے صرف ایک حدیث سن لیں۔ ایمان تازہ ہو جائے گا۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَنَا سَيِّدُ دُنْيَا أَدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ۔ وَبَيِّدُ لَوْلَا
الْحَمْدُ وَلَا فَخْرَ۔ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يُؤْمِنُ بِأَدَمَ وَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا
تَحْتَ لَوَائِي۔ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَلَا فَخْرَ۔

”حضرت ابو سعید کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے
دن اولاد آدم کا سردار میں ہوں گا۔ یہ بات میں فخر یہ نہیں کہہ رہا بلکہ
حقیقت کا اظہار ہے۔ اس روز حمد کا پرچم میرے دست مبارک میں
ہوگا۔ یہ بات میں فخر یہ نہیں کہہ رہا بلکہ حقیقت کا اظہار ہے۔ اس دن
تمام نبی، آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ جتنے ہیں سب کو میرے پرچم
کے نیچے پناہ ملے گی اور قیامت کے دن سب سے پہلے زمین سے میں
باہر آؤں گا۔ یہ بات فخر یہ نہیں کہہ رہا بلکہ اظہار حقیقت ہے۔“

مولانا ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر لکھتے ہیں:

وَمِنْ هَذَا الْقَبِيلِ مَا قَالَ الشَّيْخُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْقَادِرِ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ،

وَكُلُّ رَجُلٍ لَهُ قَدَرٌ وَلَاقِي عَلَى قَدَرِ النَّبِيِّ بَدَارِ الْكَمَالِ

وَقَوْلُهُ قَدِّمِيْ هَذِهِ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ رَجُلٍ اَللّٰهُ

یعنی حضرت شیخ معین الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے ارشادات اسی قبیل سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہر ولی کا اپنا اپنا مقام ہوتا ہے اور میں حضور کے نقش قدم پر ہوں جو کمالات صوری اور معنوی کے ماہ چہار دہم ہیں۔ نیز آپ کا یہ ارشاد کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔

اسی طرح حضرت مجدد صاحب نے اپنے مد ارنی قرب کا جو ذکر کیا ہے اور اپنے آپ کو مجدد اور قیوم کہا ہے، یہ اقوال بھی اسی زمرہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

فَمَنْ اَنكَرَ عَلَى مَا هُوَ كَذَوِ الرِّجَالِ فِيْ مِثْلِ هَذِهِ الْمَقَالِ كَفَاَنَّهُ

اَنكَرَ هَذِهِ الْاَلِيَّةَ الْكُرْمِيَّةَ مِنَ التَّوْدِي الْجَلَالِ (1)

”جو شخص ان اعلیٰ ظلم رجال کے ان ارشادات کا انکار کرتا ہے اور زبان

طعن دراز کرتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ کی اس آیت کا انکار کرتا ہے۔“

ہر نعمت کا شکر واجب ہے اور شکر کا طریقہ یہ ہے کہ اس نعمت کو منعم کی رضا میں صرف کیا جائے۔ نعمت مال کا شکر یہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خصوص نیت کے ساتھ اسے خرچ کرے۔ صحت کی نعمت کا شکر یہ یہ ہے کہ فرائض کو ادا کرے اور گناہوں سے مجتنب رہے اور علم و عرفان کی نعمت کا شکر یہ یہ ہے کہ جاہلوں کو علم سکھائے اور گم کردہ راہوں کو راہ راست پر گامزن کرے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس سورت کا ایک مجرب خاصہ ذکر فرمایا

ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

”اگر کوئی چیز گم ہو جائے تو اس سورت کو انسان سات بار پڑھے اور اپنے

سر کے ارد گرد انگشت شہادت پھیرتا رہے۔ جب سات بار پڑھ چکے تو

کہے۔ اَصْبَحْتُ فِيْ اَمَانِ اللّٰهِ وَاَمْسَيْتُ فِيْ اَمَانِ اللّٰهِ۔ اَمْسَيْتُ فِيْ

اَمَانِ اللّٰهِ وَاَصْبَحْتُ فِيْ اَمَانِ اللّٰهِ۔ خواندہ دستک زند۔ اور

مالی بجائے۔“ (2)

ن وَالْقَوْمَ مَا يَسْطُرُونَ ۝ مَا أَنْتَ بِنِعْمَةٍ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ۝
 وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَنُونٍ ۝ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُطْبٍ عَظِيمٍ ۝
 فَسَبِّحْ رُبَّكَ وَبِيعُودُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الْمَفْتُونُ ۝ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ
 بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِينَ ۝
 وَذُوا الْوَيْدِ هُنَّ قِيدٌ مِّنْهُنَّ ۝ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝
 هَمَّازٍ مَّشَاقَّةٍ يَنْسِفِ مِمَّا فُتِنَ لِلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝ عُتِلَ بَعْدَ
 ذَلِكَ كَرِيمٌ ۝ أَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ۝ إِذَا اسْتَأْذَنَ عَلَيْهِ
 آيْتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ سَنَسِفُهُ عَلَى الْخُرُطُومِ (1)

”ن۔ قسم ہے قلم کی اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں، آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں۔ اور یقیناً آپ کیسے ایسا ابرہے جو بھی دشمن ہو گا اور بیشک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں۔ منقریب آپ بھی دیکھیں گے اور وہ بھی دیکھ میں گئے کہ تم میں سے (واقعی) مجنون کون ہے۔ بیشک آپ کا رب خوب جانتا ہے ان کو جو اس کی راہ سے بہک گئے ہیں اور انہیں بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت یافتہ ہیں۔ پس آپ بات نہ مانیں (ان) جھٹلانے والوں کی۔ وہ تو تمنا کرتے ہیں کہ ہمیں آپ نرمی اختیار کریں تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔ ورنہ بات ماننے کی (جھوٹی) قسمیں کھانے والے ذلیل شخص کی جو بہت نکتہ چین چغلیاں کھاتا ہے تا ہے۔ سخت منع کرنے والا بھلائی سے، حد سے بڑھا ہوا بدکار ہے۔ اھڑ مزاج ہے، اس کے علاوہ بد اصل ہے (یہ غرور و سرکشی) اس نے کہ وہ مالدار اور صاحب اولاد ہے۔ جب پڑھی جاتی ہیں اس کے سامنے ہماری کہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو پیسہ و گلوں کے فسانے ہیں۔ ہم بہت جلد اسکی سوئے پر داغ لگائیں گے۔“

ن، حروف مقطعات میں سے ہے۔ یہ اللہ اور اس کے رسول مکرّم کے درمیان راز ہیں اور اولیائے کاملین کو ان کا علم بارگاہِ رسالت سے ارزائی ہوتا ہے۔

یہاں ایک اور توجیہ بھی قابل غور ہے جو سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہے۔ وہ اپنی کتاب "الصرفیات" میں لکھتے ہیں۔

النُّونُ : الْعِلْمُ الْإِجْمَالِيُّ يُرِيدُ بِهِ الدَّوَاءُ فَإِنَّ الْحَرْفَ
الَّتِي هِيَ صُورُ الْعِلْمِ مَوْجُودَةٌ فِي مَدَائِهَا إِجْمَالًا دَقِّ قَوْلِهِ
تَعَالَى نَ وَالْقَلَمُ : هُوَ الْعِلْمُ الْإِجْمَالِيُّ فِي الْحَضَرَةِ الْأَحَدِيَّةِ
وَالْقَلَمُ حَضَرَةُ التَّفْصِيلِ۔

النُّون سے مراد دوات ہے جو علم اجمالی سے عبارت ہے، کیونکہ حرف جو علم کی صورت میں ہیں بالاجمال اس میں موجود ہیں اور (ن و نون) میں ن سے مراد علم اجمالی ہے جو مرتبہ احدیت میں ہوتا ہے اور نون تفصیل کا مرتبہ ہے۔ واؤ قسم کے لئے ہے۔ نون سے بعض حضرات نے وہ قلم مراد لیا ہے جس نے امر النبی سے تقادیر عالم کو لوح محفوظ میں تحریر کیا۔ جس کی مابیت سے اللہ تعالیٰ ہی نگاہ ہے۔ اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ نون سے مراد جنس قسم ہے اور اسی کی قسم کھائی جا رہی ہے۔ علوم و فنون، نظریات و افکار کی تعلیم اور اشاعت میں بے شک زبان کی قوت بیانیہ کا بڑا حصہ ہے لیکن اس کی افادیت زمان و مکان کی حد بندیوں میں محصور ہے۔ قلم، ایک ایسا آلہ ہے جو زمان و مکان کی مسافتوں کو تسخیر نہیں کرتا۔ وہ گزشتہ صدیوں کے علوم و فنون سے حال و مستقبل کو روشن کرتا ہے ورنہ دراز علاقوں میں پیدا ہونے والے اولوالعزم حکماء و فضلاء کے افکار و نظریات کو دنیا کے گوشہ گوشہ تک پہنچاتا ہے۔

قرآن حکیم، جو علم و حکمت کی برتری کا علمبردار ہے، جس نے آدم خاں کی عظمت کا رز اس بات کو قرار دیا ہے کہ اس کا سینہ علوم و فنون کا گنجینہ تھا، کوئی مخلوق حتیٰ کہ نوری فرشتے بھی اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتے، اس لئے قرآن کریم نے قلم جو علم کی نشر و اشاعت کا موثر اور سب سے مثال ذریعہ ہے اس کی جلالت شان کو ظاہر کرنے کے لئے اس کی قسم کھائی تاکہ اس قرآن کریم کے ماننے والے قیامت تک حکمت و دانش کے کارواں کی قیادت کرتے رہیں۔ اس کے حصول کے لئے پیہم جدوجہد سے آگاہ جائیں ورنہ دنیا کے گوشہ گوشہ کو اس کی روشنی سے منور کرنے کے لئے اپنی ہر امکانی کوشش کریں۔ صرف قلم کی قسم کھا کر اس کی عزت افزائی نہیں کی گئی بلکہ وَمَا يَسْطُورُونَ فرما کر علم کے ان جواہر

پاروں کی بھی قسم کھائی گئی ہے جو نوک قلم سے صفحہ قرطاس کی زینت بنتے ہیں۔ اس طرح ان کی شان کو بھی دوبا لا کر دیا۔

مَا أَنْتَ سَعْمَةُ رَنْكُ بَعْضُنُونِ یہ جواب قسم ہے۔ کفار و مشرکین، حضور سرور عالم ﷺ پر جنون کا بہتان لگاتے تھے۔ ان کے اس جھوٹے الزام کی تردید خود خالق دو جہاں قسم اٹھا کر کر رہا ہے۔ فرمایا قسم ہے قلم اور وَمَا يَسْطُرُونَ۔ اس میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جس ذات پاک کے بارے میں یہ ایسی غو باتیں کرتے ہیں، دو تو ایسی ستودہ صفات ہستی ہے کہ قسم کو اس کی تعریف و ثناء سے فرصت نہ ملے گی۔ وہی تحریریں ملتی دنیا کے لئے باعث عز و افتخار ہوں گی جن میں اس محبوب و رب کا ذکر پاک ہو گا۔ اس پر تو اس کے رب نے فضل و کرم فرمایا ہے۔ اس کے رونے زیبا کو دیکھ کر آنکھیں روشن ہوتی ہیں، اس کی حکمت بھری باتیں سن کر دلوں کے ویرانوں میں بہار آ جاتی ہے۔ بد بخت، اس کی صحبت میں ہل برابر بیٹھیں تو نہیں ابدی سعادت کا ثا ث پہن دیا جاتا ہے۔ اس کے نام مبارک پر جو لوگ اپنا سر کٹا دیتے ہیں انہیں حیاتِ سرمدی سے سرفراز کر کے شہادت کے منصب عالی پر فائز کیا جاتا ہے۔ ہر سچائی، ہر صداقت کے لئے اس کا قول و فعل شاہدِ عدل تسلیم کیا جاتا ہے۔ خود سوچو، جس کا خلق، عظیم ہو، جس کا علم، بیکس ہو، جس کا گلشن حکمت سد ابہار ہو، جس کی برکات سبہ شمار و خوبیاں ان گنت ہوں، جس کی فصاحت و بلاغت کا دنیا بھر میں کہیں جواب ہی نہ ہو، کیا اس کو مجنون کہنا روا ہے؟ جو اس موقعِ زیبائی و دلہری کو مجنون کہتا ہے اس سے بڑا دیوانہ اس سے بڑا پاگل کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔

حضرت علامہ عارف ربانی اسماعیل حق رحمتہ اللہ علیہ اس آیت کا ایک دوسرے مفہوم

ذکر کرتے ہیں

وَفِي السَّاءِ وَبَلَايَةِ النَّعِيمَةِ مَا أَنْتَ بِنِعْمَةٍ رَبِّكَ بِمَسْئُورٍ عَمَّا
كَانَ مِنَ الْأَزَلِ وَمَا سَيَكُونُ إِلَى الْآخِرَةِ لِأَنَّ الْجَنَّ هُوَ السَّاءُ
وَمَا سَيَكُونُ الْجَنُّ جَنًّا إِلَّا لِأَنَّكَ أَنْتَ عَالِمٌ
لِمَا كَانَ وَخَيْرٌ لِمَا سَيَكُونُ وَيَدُلُّ عَلَى إِحَاطَةِ عَلَيْهِ قَوْلُهُ
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَوْصَحَ كَفُّهُ عَلَى كَتَفَيْ قَوْجَدَتْ بَرْدًا بَيْنَ ثَنَائِي
وَعَلِمْتُ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ

”تاویلات تجیہ میں ہے کہ مجنون کا معنی مستور ہے۔ آیت کا معنی یہ ہے اے حبیب! اللہ تعالیٰ کی نعمت سے آپ پر جوازل میں ہو چکا یا جو ابد تک ہونے والا ہے وہ مستور و پوشیدہ نہیں۔ کیونکہ مجنون، جن سے ہے اور اس کا معنی پر وہ ہے اور جن کو بھی جن اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ انسانوں کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہوتا ہے۔ بلکہ آپ جو چھ ہو چکا اس سے بھی واقف ہیں اور جو ہو گا اس سے بھی خبر دار ہیں اور حضور کے اس مہم کامل پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا۔ میں نے اس کی تختہ ک کو اپنے سینے میں پایا۔ پس میں نے ماکن و مایکون کو جان لیا۔“

یہ اس حدیث شریف کی طرف اشارہ ہے جو امام ترمذی نے روایت کی ہے اور اس کی سند کے بارے میں لکھا ہے۔

حَسَنٌ صَرِيحٌ قَالَتْ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْبَغْدَادِيُّ مِنْ هَذَا
الْحَدِيثِ فَقَالَ هَذَا أَحَدِيَّتٌ صَرِيحٌ

”امام ترمذی نے کہا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ میں نے اس حدیث کے متعلق امام بخاری سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔“

وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ اے حبیب! نبوت کے اس بارگاہ کو جس خوبی سے آپ نے اٹھایا ہے، میرے دین کی تبلیغ و اشاعت میں جس استقامت اور عزیمت کا مظاہرہ آپ نے کیا ہے، میری مخلوق کے قلوب و اذہان کو میرے نور توحید سے جس طرح آپ نے روشن کیا ہے اس کی کوئی نظیر نہیں۔ یہ آفتاب صداقت ابد تک درخشاں و تاباں ہی رہے گا۔ توحید کے یہ دل نشین نغمے بلند ہوتے ہی رہیں گے۔ قیامت تک آنے والے انسان اس سے فیض یاب ہوں گے۔ اس نے آپ کا اجر بھی ہمیشہ جاری رہے گا۔ یہ سلسلہ کبھی منقطع نہ ہو گا۔ مَمْنُونٌ مَقْطُوعٌ کٹ جاتا، ٹوٹ جاتا، منقطع ہوتا۔

وَأَنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ تاق کی زبان، اپنی تخلیق کے شاہکار کی توصیف فرما رہی

ہے۔ اس سے پوری طرح لطف اندوز ہونے کے لئے آپ کو ذرا صبر سے کام لینا ہو گا۔ اس آیت کا ہر کلمہ اپنے اندر معانی و معارف کی ایک دنیا کئے ہوئے ہے، اس لئے ہر کلمہ کا وقت نظر سے مطالعہ کرنا پڑے گا۔ شاید لطف خداوندی پر آپ کو سر کا اے اور شاہد معنی کی ایک جھلک نصیب ہو جائے۔

پہلے یہ سمجھئے کہ خلق کس کو کہتے ہیں۔ امام فخر الدین رازیؒ کی تشریح برتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ **الْخَلْقُ مَلَكَ نَفْسَانِيَّةٍ يَسْهَلُ عَلَى الْمُتَوَصِّلِينَ بِهَا الْإِتْيَانُ يَأْتِ الْأَفْعَالُ الْجَمِيلَةَ**۔ یعنی خلق، نفس کے اس ملک و راستہ کو کہتے ہیں کہ جس میں وہ پہنچ جائے، اس کے لئے افعال جمید اور خصال حمیدہ پر عمل پیرا ہونا آسان اور سہل ہو جائے۔ (بیر)

پھر فرماتے ہیں کسی اچھے اور خوب صورت فعل کا کرنا آگ چیز ہے، لیکن اس کو سہولت اور آسانی سے کرنا آگ چیز ہے۔ کوئی کام خلق اسی وقت کہلے گا جب اس کے کرنے میں تکلف سے کام لینے کی نوبت نہ آئے۔ (بیر) یعنی جس طرح آنکھ بے تکلف دیکھتی ہے، کان بے تکلف سنتے ہیں، زبان بے تکلف بولتی ہے اسی طرح سخاوت، شجاعت، حیا، حق گوئی، تقویٰ وغیرہ تجھ سے کسی تردد اور توقف کے بغیر صادر پذیر ہونے لگیں تو اس وقت ان امور کو تیرے اخلاق شمار کیا جائے گا۔

عَظِيمٌ بہت بڑا۔ علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں۔ **أَيُّ لَا يُدْرِكُ شَأْنًا وَلَا أَحَدٌ مِّنَ الْخَلْقِ** مخلوق میں سے جس کی سرعت رفتار یا عزم و بند کو کوئی نہ پاسکے، اسے عظیم کہتے ہیں۔

عظمیٰ استعلاء کے لئے ہے یعنی کسی پر حاوی ہونے، چھا جانے اور قابو پانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ آیت یوں نہیں ہے۔ **وَأَنَّ لِلَّهِ خُلُقًا عَظِيمًا** بلکہ **وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** خَلْقٌ عَظِيمٌ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اخلاق حمیدہ اور افعال پسندیدہ پر حضور ﷺ کا قبضہ ہے،

یہ سب زیر فرمان ہیں۔ یہ سب مرکب ہیں، حضور ﷺ ان کے راکب اور شہسوار ہیں۔

اس لئے حضور ﷺ کو ان امور کیسے کسی تکلیف اور بناوٹ کی ضرورت نہیں۔ آفتاب ذات محمدی سے صفات محمدیہ اور کمالات احمدیہ کی کرنیں خود بخود پھوٹتی رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے

بھی حکم دیا **قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ** اے حبیب آپ

اعداں کر دیں کہ میں تم لوگوں سے نہ کسی اجر کا مطالبہ کرتا ہوں اور نہ میں تکلف اور بناوٹ

کرنے والوں میں سے ہوں۔

إِنَّكَ لَعَلَىٰ خَلْقٍ عَظِيمٍ فرما کر بتا دیا کہ حضور ﷺ کی ذات تمام کمالات کی جامع ہے۔ وہ کمالات جو پہلے نبیوں اور رسولوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے، وہ مجموعی طور پر اپنی تمام جلوہ سامانیوں اور اپنی جملہ رعنائیوں کے ساتھ اس ذات اقدس و اطہر میں موجود ہیں۔ شکر نوح، خلعت ابراہیم، اخلاص موسیٰ، صدق اسماعیل، صبر یعقوب، تواضع سلیمان عظیم الصلوٰۃ والسلام سب یہاں جمع ہیں۔

حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا داری

آنچہ خویاں ہمہ دارند تو تنہا داری

ماہ شرف الدین بو صیری نے اپنے مخصوص انداز میں کیا خوب فرمایا ہے۔

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا دَلَّمَا تَدْعُ إِلَىٰ خُلُقٍ وَكَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكَ آيَاتِهِ لَعَلَّكَ تَعْقِلُ
فَوَاقَةُ شَمْسٍ فَضْلٌ لَهُمْ كَوَافِرُهُمْ يُظْهِرُونَ أَنَا وَهَآلِ النَّاسِ فِي الظُّلُمِ (1)

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ظاہری شکل و صورت اور سیرت و اخلاق کے اعتبار سے تمام انبیاء سے برتر ہیں۔ کوئی نبی آپ کے مقام علم اور شان کرم کے قریب بھی نہیں پہنچ سکتا۔ حضور کی ذات بزرگی کا آفتاب ہے۔ سارے انبیاء آپ کے ستارے ہیں اور وہ انبیاء اپنے اپنے عہد میں حضور کے انوار اور تابانیوں کو ظاہر کرتے رہے ہیں۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جب کسی نے خلق مصطفوی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے مختصر اور جامع جواب دیا۔ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ حضور کا خلق قرآن تھا۔ یعنی جن محاسن اوصاف اور مکارم اخلاق کو اپنانے کا قرآن نے حکم دیا ہے حضور ان سے کمال درجہ متصف تھے اور جن لغویاتوں اور فضول کاموں سے بچنے کی ترغیب دی ہے، حضور ان سے پوری طرح منزہ و مبرا تھے۔ ایک دوسرے شخص نے جب یہی سوال کیا تو ام المومنین نے فرمایا سورۃ المومنون کی پہلی دس آیتیں پڑھ لو۔ ان میں ہی حضور کے خلق کی صحیح تصویر ہے۔

محمد بن حکیم ترمذی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”بیچ خلق بزرگ تر از خلق محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نبودہ چہ زمشیت خود

دست بازداشت و خود را کلی با حق گزاشت۔“

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلق سے کسی کا خلق اعلیٰ نہیں کیونکہ حضور اپنی مرضی اور مشیت سے دستکش ہو گئے اور اپنے آپ کو کلیتہً حق تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔
امام قشیری کا ارشاد ہے، "نہ از بلا منحرف شدونہ از عطا منصرف گشت" (روح البیان) یعنی نہ آلام و مصائب کے باعث شاہد حقیقی سے منہ موڑا اور نہ جو دو خط سے دامن بھرنے کے بعد اس سے بے رخی برتی۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے مدظلہ ہو

مُبَيَّنَ خُلُقُهُ عَظِيمًا لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لَهُ هَمَّةٌ سِوَى اللَّهِ تَعَالَى

حضور کے خلق کو عظیم اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بغیر حضور کی کوئی خواہش نہ تھی۔ (قرطبی)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خوب ترجمانی کی ہے۔

لَهُ هَمَّةٌ لَا مَنَّةَ لَهَا يَكْبَارُهَا وَهَمَّتُهُ الصُّغْرَى أَجَلُ مِنَ الدَّهْرِ

"حضور نبی کریم ﷺ کی ہمتیں اور حوصلے بے شمار ہیں۔ جو ان میں سے بڑے حوصلے ہیں ان کی توحید ہی نہیں۔ حضور ﷺ کی چھوٹی سے چھوٹی ہمت اور حوصلہ زمانہ سے بزرگ و بڑا تر ہے۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے۔ اَدْبِي رِيّ تَادِيْبًا حَسَنًا اللہ تعالیٰ

نے مجھے ادب سکھایا اور اس کا ادب سکھانا بہت خوب تھا۔

جب عبد کریم کا مؤدب، مربی اور معلم خود رب العالمین ہے تو پھر اس تلمیذ ارشد کے حسن ادب، حسن تربیت اور کمال علم کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے لگاتار دس سال حضور کی خدمت کی۔ حضور نے مجھے کبھی اف نہیں کہا۔ جو کام میں نے کیا اس کے متعلق کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تو نے کیوں کیا اور جو کام نہیں کیا اس کے متعلق کبھی نہیں پوچھا کہ کیوں نہیں کیا۔ حضور ﷺ حسن و جمال میں بھی تمام لوگوں سے برتر تھے۔ میں نے کسی اطمس یا ریشم کو حضور کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم نہیں پایا۔ کوئی مشک، کوئی عطر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پسینے سے زیادہ خوشبودار میں نے نہیں سونگھا۔

شاہ خواہاں علیہ السلام صرف خود ہی ہر کمال، ہر جمال کے پیکر عن اور تصویر جمیل نہ تھے بلکہ

اپنے نیاز مندوں کو بھی ان نعمتوں سے مالا مال کر دیا۔ ان کی ایسی تربیت فرمائی کہ آنے والی نسل انسانی کے لئے وہ ایک دل کش نمونہ بن گئے۔ بے شمار ارشادات نبوی میں سے صرف چند آپ بھی سنئے جن میں صحابہ کرام کو اخلاق حسہ کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ حَيْثُمَا كُنْتَ وَاتَّبِعِ السَّبِيلَةَ الْحَسَنَةَ تَمَّحُهَا وَخَالَقِ النَّاسَ بِخُلُقِي حَسَنٍ۔

”حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور کریم ﷺ نے فرمایا اے ابو ذر! تم جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ کوئی گناہ ہو جانے تو اس کے فوراً بعد نیکی کرو۔ وہ نیکی اس گناہ کو مٹا دے گی۔ اور لوگوں کے ساتھ حسن خلق سے پیش آیا کرو۔“

عَنْ أَبِي الدَّردَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ أَثْقَلَ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقِي حَسَنٍ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَيْدِيَّ۔

”فرمایا قیامت کے دن مومن کے میزان میں حسن خلق سے زیادہ وزنی اور کوئی چیز نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ فحش کلام کرنے والے بد زبان سے بغض رکھتا ہے۔“

وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ شَيْءٍ يُؤْثَرُ فِي الْمِيزَانِ أَثْقَلُ مِنْ حَسَنِ الْخُلُقِ وَلَئِنَّ الرَّجُلَ لَيُذْرِكُ بِحَسَنِ خُلُقِهِ دَرَجَةً قَاتِلُوا النَّبِيلِ وَمَا أَشَدَّ التَّهَادِي۔

”فرمایا میزان عمل میں جتنی چیزیں رکھی جائیں گی، ان میں حسن خلق زیادہ وزنی ہوگا۔ انسان اپنے اخلاق کے باعث اس درجہ پر فائز ہوتا ہے جو رات بھر ذکر الہی میں کھڑے رہنے والے اور عمر بھر روزہ رکھنے والے کو نصیب ہوتا ہے۔“

طه ﴿مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَى﴾ (1)

”طاہا۔ نہیں اتارا ہم نے آپ پر یہ قرآن کہ آپ مشقت میں پڑیں“

تشریح ”قبیلہ عقیل اور قبیلہ عک میں طہ کا معنی یا رخل۔ یعنی اسے شخص۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قبیلہ عک میں طہ بمعنی یا حسبی (اس میرے حبیب) استعمال ہوتا ہے۔“

بعض علماء کے نزدیک یہ اسماء حسنی میں سے ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور رحمت عالمیان ﷺ کا اسم مبارک ہے۔

بعض کے نزدیک طہ، طہارت اور ہاء ہدایت کہنے بطور رمز ذکر ہوا ہے اس کا معنی ہے۔

يَا طَاهِرًا مِّنَ الذُّنُوبِ يَا هَادِيَ الْخَلْقِ إِلَىٰ عِلَاقِهِ الْغُيُوبِ

”اے سناہوں سے پاک اور اے خلق خدا کے راہنما۔“ (القرطبی)

علامہ نظام الدین غیشاوری نے اپنی تفسیر میں ایک اور لطیف توجیہ کی ہے وہ فرماتے ہیں۔

وَقِيلَ الطَّاهِرُ تَسْعَةً فِي الْحِسَابِ وَالْهَاءُ خَمْسَةً وَمَعْنَاكَ

يَا طَاهِرًا الْبَدَدُ

”کہ حساب جمل سے صا کا عدد نو اور ح کا عدد پانچ ہے جن کا مجموعہ چودہ

ہے اور اس کا معنی ہے اے چودھویں کے چاند۔“

حضور سرور عالم ﷺ کی دلی آرزو تھی کہ اللہ تعالیٰ کے جو بندے اپنے رب سے من

موز چکے ہیں اور رشتہ عبودیت توڑ چکے ہیں وہ پھر اپنے رحیم و کریم مالک کو پہچانیں اور اس

سے اپنی بندگی کا رشتہ استوار کریں۔ انسان لَقَدْ كَرِهْنَا كَاتِبًا سِرِّرًا، کمزوری و ریتھ

کی صورتوں کے سامنے پیشانی رگڑ رہا ہو، انسانیت کی اس تذلیل سے حضور کو بڑا دکھ ہوتا

تھا۔ حضور ہر طرح اس کے لئے کوشاں رہتے کہ انسان اپنا بھولا ہوا مقام پہنچنے اور عزت و

تکریم کی جو مسند اس کے لئے بچھائی گئی ہے اس پر پھر تشریف فرما ہو لیکن حضور کی دلاویز

شخصیت، پاک سیرت، درد و سوز میں ڈوبے ہوئے خطبے، اخلاص و ہمدردی سے بھرپور

مواعظ اور پہاڑوں کا دل دہلا دینے والی قرآن کی آیات مینات، کوئی چیز بھی تو ان عقل کے

اندھوں کو نور حق سے روشناس نہ کر رہی تھی۔ انان کے تعصب میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ان

کے اس رد عمل سے ہر وقت حزن و ملال کی گھنٹیں دل انور پر چھائی رہتیں۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کریم کی یہ بے چینی گوارا نہ ہوئی۔ تسلی اور اطمینان دینے کیلئے یہ ارشاد فرمایا اے ماہ تمام! یہ قرآن اس لئے تو نازل نہیں کیا گیا کہ آپ روز و شب بیقرار رہیں۔ یہ تو ایک نصیحت اور یاد دہانی ہے جس میں صلاحیت ہوگی اسے قبول کر لے گا اور جو حق پذیر ہی کی استعداد سے محروم ہے اور ان آیات چنات کو سن کر بھی دعوت حق کو قبول نہیں کرتا تو اس کی قسمت۔ آپ آزر وہ خاطر کیوں ہوں۔ اور آپ کو رنج و قلق کیوں ہو۔

بعض حضرات نے یہ بھی لکھا ہے کہ عہد نبوت کے ابتدائی ایام میں حضور نور ﷺ ساری ساری رات نماز و تلاوت میں کھڑے کھڑے گزار دیتے یہاں تک کہ قدم مبارک سوچ جاتے۔ حکم ہوا اپنے آپ پر سختی کی ضرورت نہیں تسانی سے آپ جتنا پڑھ سکیں اتنا کافی ہے۔

الْإِشْقَاءُ فِي اللَّغَةِ الْعَرَبِيَّةِ وَالشَّعْبُ خُتٌ فِي شِقَاءٍ كَمَا مَعْنَى مُشَقَّةٌ أَوْ تَهْلُوتُ ب۔
(قرطبی) ہو سکتا ہے کہ شقی، شقاوت (بد بختی) سے ہو جو سعادت کے مد مقابل ہے۔
ایک روز ابو جہل اور نضر بن حارث دونوں آئے ورنہ جناب رسالتاب سے کہنے لگے۔

إِنَّكَ شَقِيٌّ لَا تَكُنْ تَوَكَّلْ دِينَ أَبَاكَ

”(خاک بد ہن اشتیاء) آپ شقی ہیں آپ نے اپنے تباہ کا دین چھوڑ دیا ہے۔“

ان کا اشارہ اس طرف تھا کہ پہلے سارا شہر آپ کی عزت کرتا تھا۔ آپ کے راستہ میں چلکیں بچھاتا تھا۔ اب آپ جہاں سے گزرتے ہیں نیچے کانٹے بچھائے جاتے ہیں وپر سے پتھر برسائے جاتے ہیں اور آپ بالکل بے یار و مددگار ہو کر رہ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے احقر! قرآن بد بخت بنانے کیلئے تو نازل نہیں ہوا۔ یہ تو بد بختوں اور رذیلوں کو اوج سعادت تک پہنچانے کیلئے آیا ہے۔
علامہ قرطبی لکھتے ہیں۔

فَأَرَيْنَاكَ ذَلِكَ يَأْتِي دِينَ الْإِسْلَامِ وَهَذَا الْقُرْآنُ هُوَ السُّلْمُ

إِلَى نَيْلِ كُلِّ فَوْزٍ وَالسَّبَبُ فِي ذَلِكَ كُلِّ سَعَادَةٍ

”یعنی ان آیات سے ابو جہل و نضر کی تردید کر دی گئی کہ دین اسلام اور

یہ قرآن تو ہر کامیابی کیلئے زینہ ہے اور ہر سعادت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔“

(1) وَالْعَصْمِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكُفْرٍ

”قسم ہے زمانہ کی۔ یقیناً ہر انسان خسارے میں ہے۔ بجز ان خوش نصیبوں کے جو ایمان لائے۔“

بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ والعصم سے مراد وہ عہد ہمایوں ہے جب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مسعود سے یہ جہان روشن تھا۔

ویسے تو ہر زمانہ اس سورت میں بیان کردہ مضامین کی حقانیت کا گواہ ہے لیکن جیسی اہل اور ناقابل تردید شہادت عہد مصطفوی نے دی ہے اس کی کہیں نظیر نہیں ملتی۔ جن دلوں نے دعوت محمدی کو قبول نہ کیا وہ اپنی امارتوں، ریاستوں اور گونا گوں دیگر خصوصیات کے باوجود مٹ گئے، نیست و نابود ہو گئے۔ انسانیت نے ان کو فراموش کر دیا۔ جن کی چھ یاد باقی ہے ان کا نام گالی کے طور پر ہی استعمال ہوتا ہے لیکن جن خوش نصیبوں نے اس بادی پر حق کی دعوت کو قبول کر لیا اور اس کی غلامی کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کے باعث ان چاروں خوبیوں سے اپنی زندگی کا دامن بھر لیا وہ انسانیت کی آبرورین گئے۔ چشم گیتی کا نور، گلشن ہستی کی بہار اور فخر روزگار بن گئے۔ ان کا نام زبان پر آتا ہے تو پاسبازی اور نفع رسانی کی دنیا میں نور پھیل جاتا ہے۔ ان کے ذکر سے طاغوتی طاقتوں پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ ایک اکھ چومیں نہ رقتہ سیوں کا یہ گروہ اور ان کے نقوش پاک کو خضر راہ بنانے والے کاروان انسانیت کی قیادت کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ انہوں نے اپنی للیت اور خلوص عمل سے انسان کے سرافشار کو بلند کر دیا اس لئے اگر، والعصر سے عہد رسالت مراد لیا جائے تو نہایت موزوں ہوگا۔

فَعَلَّكَ بِأَخِي نَفْسِكَ عَلَى أَثَرِهِمْ إِنَّ لَكَ يُؤْمِنُوا بِهَذَا

(2)

الْحَدِيثِ أَصْفًا

”تو کیا آپ (فطرت سے) کلمہ کہیں گے اپنی جان کو ان کے پیچھے،“

اگر وہ ایمان نہ لائے اس قرآن کریم پر افسوس کرتے ہوئے۔“

تشریح:- ”اُدھر جو رو جفا کا یہ حال ہے کہ کسی معقول بات پر بھی غور نہیں کرتے بلکہ مذاق اڑاتے ہیں اور اُدھر رافت و رحمت کی یہ کیفیت ہے کہ ہر قیمت پر انہیں ہلاکت کے گرداب میں گرنے سے بچانے کا خیال ہے چین رکھتا ہے۔ مسجد حرام کے صحن میں، بازارِ مکہ کی ہنگامہ پرور فضاؤں میں، ان کی نشست گاہوں میں اور ان کے خلوت کدوئوں میں جا جا کر انہیں سمجھایا جا رہا ہے۔ وہ بار بار جھڑکتے ہیں، ناراض ہوتے ہیں، پھرتے ہیں سین انخلاص، محبت کا یہ چشمہ رواں ہی رہتا ہے۔ جب رات کی خاموشی چھا جاتی ہے، ساری سٹکھیں محو خواب ہوتی ہیں تو یہ اٹھتا ہے، سر نیاز بارگاہِ نیاز میں جھکا تا ہے اور اللہ تعالیٰ سے رور و تران کی ہدایت کیسے درد و سوز میں ڈوبی ہوئی التجا میں کرتا ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی ہدایت کی روشنی سے محروم رہا، تو اس کی جان پر تن آئے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی اس بے چینی اور اضطراب کو دیکھتا ہے جس میں کوئی ذاتی منفعت نہیں۔ وہ ان آہوں کے سوز سے واقف ہے، وہ ان آنسوؤں کو جانتا ہے جو اس کے محبوب کی چشمہ مازغ کی پلکوں پر جھمکتے ہیں اور پھر اس کے حضور اس کی رحمت کی بھیب، مانگنے کیسے بُر ہوتے ہیں۔ یہ بے خوابیاں، یہ بے تابیاں کن کیسے ہیں؟ ان کیلئے جو جان کے دشمن اور خون کے پیاسے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو تسلی دیتے ہیں کہ تا غم نہ کیجئے۔

بَجْعَہُ کا معنی ہے غم و اندوہ سے جان تلف کر دینا۔ اَلْبَجْعُ قَتْلُ النَّفْسِ غَتًا (مفردت)

(1) فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُنْكَرِ ۝

”سو آپ اعلان کر دیجئے اس کا جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اور منہ پھیر لیجئے منکر کو۔“

تشریح:- اے میرے محبوب رسول ﷺ جو حکم آپ کو دیا جا رہا ہے اس کو بروا عہدوں کے سامنے بیان کیجئے اور کسی کی مخالفت کی پروا نہ کیجئے۔ فاصدع کا معنی ظاہر کرنا۔ صدع لشق صدع کا معنی چیرنا۔ اس سے پہلے حضور ﷺ پوشیدہ تبلیغ کیا کرتے تھے اس آیت کے نزول کے بعد حضور نے ہر عام اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔

وَلَقَدْ اسْتَفْهَمْنَا بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ خُفَاۓ بِالَّذِيۡنَ لَا يَخْفٰوْنَ

(1) مِنْهُمْ مَنَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝

”اور بلاشبہ مذاق اڑایا گیا رسولوں کا آپ سے پہلے۔ پھر گھیر لیا انہیں جو مذاق اڑاتے تھے رسولوں کا اس چیز نے جس کے ساتھ مذاق اڑایا کرتے تھے۔“

تشریح۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم ﷺ کو تسلی دے رہے ہیں کہ یہ عناد یہ انکار اور یہ مذاق و تمسخر جس سے آپ کو واسطہ پڑ رہا ہے کوئی نئی چیز نہیں۔ آپ سے پہلے بھی انبیاء کے ساتھ منکرین حق کا یہی سلوک رہا ہے۔ وہ بھی ان گستاخیوں اور بے ادبیوں کے باعث برباد کر دیئے گئے اور ان کا انجام بھی سنت الہیہ کے مطابق یہی ہو گا کہ نیست و نابود کر دیئے جائیں گے۔

وَإِنْ يَكْذِبُوا بِكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ وَآلَى اللَّهُ

(2) تُرْجِعُ الْأُمُورَ ۝

”اور اے حبیب! اگر یہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں (تو کوئی نئی بات نہیں)۔ آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا ہے۔ اور (آخر کار) اللہ کی طرف ہی سارے کام لوٹائے جاتے ہیں۔“

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب راہ حق سے ان کی روگردانی ملاحظہ فرماتے تو از حد افسردہ ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے حبیب! ان کا انکار کوئی اچنبھا نہیں۔ ہمیشہ سے باطل پرستوں نے اپنے پیغمبروں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا ہے۔ اس لئے رنجیدہ نہ رہا کریں سب معاملات آخر کار اللہ تعالیٰ کے پاس ہی لوٹ کر آنے والے ہیں وہ خود فیصلہ کر دے گا۔

كَذَلِكَ مَا آتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سِحْرٌ

(3) أَوْ مَجْنُونٌ ۝

”اسی طرح نہیں آیا ان سے پہلے لوگوں کے پاس کوئی رسول۔ مگر انہوں نے یہی کہا کہ یہ ساحر ہے یا دیوانہ۔“

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے حبیب! یہ اہل عرب آپ کو کبھی ساحر کہتے ہیں اور کبھی دیوانہ

کہتے ہیں یہ کوئی نرالی بات نہیں۔ آپ سے پہلے بھی جو انبیاء شریف لائے ان کی قدر شناس قوموں نے ایسے ہی القابات سے انہیں نوازا ہے۔

(1) **وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا**

”اور آپ صبر فرمائیے اپنے رب کے حکم سے۔ پس آپ ہر شے ہماری نگاہوں میں ہیں۔“

تشریح۔ جس قوم کو دعوت حق دینے کیلئے اے حبیب! آپ کو مبعوث فرمایا گیا ہے ان کے حالات سے آپ باخبر ہیں۔ وہ اکھڑ مزاج ہیں۔ عقل و دانش کے چراغ انہوں نے گل کر دیئے ہیں۔ غور و تدبر سے کام لینا ان کا معمول ہی نہیں۔ ہر وقت آپ کو اذیت پہنچنے اور دین حق کی شمع کو گل کرنے کے لئے وہ آپس میں مشورے کرتے رہتے ہیں۔ ہم نے آپ کو بھیجا ہے تاکہ ان کے بے نور سینوں کو آپ روشن کر دیں۔ ان درندہ صفت و گون کو فحشہ سیرت بنادیں۔ ان کی ہٹ دھرمی کی خو کو یکسر بدل دیں اور تسلیم و رضا کا ان کو ایسا درس دیں کہ حق قبول کرنے میں انہیں پھر کبھی تاثر نہ ہو۔ اتنا بڑا انقلاب برپا کرنا آسان نہیں۔ اس کے لئے آپ کو بڑی محنت کرنا پڑے گی۔ بڑے دکھ سہنے پڑیں گے۔ بڑی مصیبتیں برداشت کرنا ہوں گی اس کے لئے آپ صبر و استقامت کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہیں ورنہ فرض پوری دل سوزی سے انجام دیتے رہیں۔ ان کلمات میں آپ پھر غور فرمائیں یہ نہیں فرمایا کہ ان کی اذیت و ساریوں پر صبر کریں بلکہ فرمایا کہ صبر کیجئے کیونکہ یہ آپ کے رب کا حکم ہے۔ اپنے مالک کے حکم کے باعث صبر کرنے میں جو لطف ہے اسے اہل محبت ہی سمجھ سکتے ہیں۔ آپ ہماری نگاہوں میں ہیں۔ ہم خود آپ کے محافظ و نگہبان ہیں۔ کوئی دشمن آپ کو ناکام نہیں بنا سکتا۔ اہل معرفت عماء لکھتے ہیں کہ اس قسم کا جملہ موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی فرمایا گیا **وَلَمُصَنِّعَ عَلَى عَيْنِي** تاکہ آپ میری نگاہ کے سامنے تیار ہوں۔ لیکن اس آیت میں عین واحد اور حرف جار ”عنی“ استعمال ہوا ہے جس کا معنی ہے میری ایک آنکھ کے سامنے لیکن یہاں فرمایا ”باعتین“ حرف جار ”ب“ اور اعراب جمع، یعنی ایک آنکھ نہیں بلکہ ہماری ساری آنکھوں میں۔ علامہ اسماعیل حق لکھتے ہیں۔

وَنَحْنُ نُرَاكَ بِمَجْمَعِ عَيْنُونِ الْبَصَائِتِ وَالذَّاتِ بِنَفْسِ الْمُحِبَّةِ

(1) وَالْعَشَىٰ تَنْظُرُ بِهَا إِلَيْكَ شَوْقًا إِلَيْكَ وَحَرَّاسَةً لِّكَ

”ہم آپ کو دیکھتے ہیں اپنی ذات اور اپنی صفات کی تمام آنکھوں سے بڑے محبت بھرے انداز سے ہم شوق سے آپ کی طرف دیکھتے ہیں اور آپ کی نگہبانی کرتے ہیں۔“

علامہ آلوسی اس جملہ کی تشریح کے بعد لکھتے ہیں۔

وَمَنْ تَنْظُرُ بَعَيْنٍ بِصِيَرَتِهِ عَلَیْهِ مِنَ الْأَيِّتِ الْفَرْقَ بَيْنَ الْحَبِيبِ

(2) وَالْكَیْفِ عَلَيْهِمَا أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالْكَمَلُ التَّكْوِينِ

”یعنی جو شخص نگاہ بصیرت سے ان دو آیتوں کا مطالعہ کرے گا اسے

حبیب و کلیم کے درمیان جو فرق ہے وہ معلوم ہو جائے گا۔“

حضرت ابراہیم بن ادہم بخفی قدس سرہ نے اپنے مریدین کو صبح و شام کے وقت یہ دعا مانگنے کی تلقین فرمائی آپ بھی اگر ان نورانی کلمات سے دست طلب پھیلائیں گے تو خداوند کریم اسے خالی واپس نہ کرے گا۔

اللَّهُمَّ احْرُسْنَا بِعَيْنِكَ الَّتِي لَا تَنَامُ وَاخْفِظْنَا بِرُكْنِكَ الَّتِي لَا يَرَاهُ وَاَرْحَمْنَا بِقُدْرَتِكَ عَلَيْنَا فَلَا تُهْلِكْ وَأَنْتَ تَعْتُنَا وَ

رَحْمَتُكَ تَجِيءُ

(3)

”اے اللہ! ہماری اس آنکھ سے نگہبانی فرما جو سوتی نہیں ہے اور اس

گوشہ میں ہماری حفاظت فرما جس کا کوئی جابر قصد نہیں کر سکتا اور اپنی

اس قدرت سے ہم پر رحم فرما جو تجھے ہم ناجیز بندوں پر حاصل ہے۔

جب تک تو ہمارا بھروسہ اور ہماری امید ہے ہم ہلاک نہیں ہوں گے۔“

اب ان آیات کا ذکر کیا جا رہا ہے جن میں دیگر انبیاء پر حضور کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْنَاكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ

ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ

قَالَ اَقْرَبْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اٰثَرًا قَالُوا اَقْرَبْنَا
قَالَ فَاْتَاهُمْ وَاَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ ۝ فَمَنْ تَوَلٰى
بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

(1)

”اور یاد کرو جب لیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے تمہیں اس کی جو دوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تصدیق کرنے والے ہوں (کتابوں) کی جو تمہارے پاس ہیں تو تم ضرور ایمان لاتا اس پر اور ضرور ضرور مدد کرنا اس کی (اس کے بعد) فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا اور اٹھایا تم نے اس پر میرا بھاری ذمہ اسب نے عرض کی کہ ہم نے اقرار کیا (اللہ نے) فرمایا تو گواہ رہنا اور میں (بھی) تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ پھر جو کوئی پھر سے اس (پختہ عہد) کے بعد تو وہی دُعا حق ہیں۔“

تشریح:- حضرت سیدنا علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ پختہ وعدہ لیا کہ اگر اس کی موجودگی میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوں تو اس نبی پر لازم ہے کہ وہ حضور کی رسالت پر ایمان لائے اور آپ کی امت میں شمولیت کا شرف حاصل کرے اور ہر طرح حضور کے دین کی تائید و نصرت کرے اور تمام انبیاء نے یہی عہد اپنی اپنی امتوں سے لیا۔

علامہ السید الحنفی محمود آلوسی صاحب روح المعانی تحریر فرماتے ہیں۔

وَمِنْ هٰذَا ذَهَبَ الْعَارِفُونَ اِلَى اَنَّهُ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ هُوَ النَّبِيُّ الْمَطْلُوقُ وَالرَّسُولُ الْحَقِيقِيُّ الْمَشْرِعُ
الْاِسْتِقْلَالِيُّ وَاَنَّهُ مَنْ سِوَاهُ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ
وَالسَّلَامُ فِي حُكْمِ النَّبِيِّيَّةِ لَهُ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (2)

”اسی لئے عارفین نے فرمایا ہے کہ نبی مطلق، رسول حقیقی اور مستقل شریعت کے لانے والے حضور نبی کریم ﷺ ہیں اور جمد دیگر انبیاء

حضور علیہ السلام کے تابع ہیں۔“

شب معراج تمام انبیاء کا بیت المقدس میں جمع ہو کر فخر کائنات ﷺ کی امامت میں حضور کی شریعت کے مطابق نماز ادا کرنا اسی بلند مرتبت عہد کی عملی توثیق تھی اور امام الانبیاء والمرسلین کی عظمت شان اور جلالت قدر کا صحیح اندازہ قیامت کے روز ہو گا جب ساری مخلوق خدا خوف خدا سے لرزہ بر اندام ہوگی اور مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناءؐ، حمد باتحہ میں لئے مقام محمود پر فائز ہوں گے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى حَبِيبِكَ وَصَفِيكَ صَاحِبِ لَوَائِي الْحَمْدُ
الْمَقَامِ الْمَحْمُودِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ وَاحْشُرْنَا فِي رُؤُوسِهِ تَحْتَ
لَوَائِيهِ وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهُ وَأَدْخِلْنَا مَعَهُ فِي الْجَنَّةِ إِنَّكَ
سَمِيعُ الدُّعَاءِ ○ ☆

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ
وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَ
الْأَسْبَاطِ وَعِيسَى وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ
وَأَتَيْنَا دَاوُدَ ذُبُورًا ○ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ
وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا ○
رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ
حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ○ لَكِنَّ اللَّهَ
يَشْهَدُ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ أَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ وَالْمَلَكُ يَشْهَدُونَ
وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا ○

(1)

”بیشک ہم نے وحی بھیجی آپ کی طرف جیسے وحی بھیجی ہم نے نوح کی طرف اور ان نبیوں کی طرف جو نوح کے بعد آئے اور (جیسے) وحی بھیجی ہم نے ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان کی طرف اور ہم نے عطا فرمائی داؤد کو زبور اور (جیسے) وحی بھیجی (دوسرے رسولوں پر جن کا حال بیان کر دیا

ہے ہم نے آپ سے اس سے پہلے اور ان رسولوں پر بھی جن کا ذکر ہم نے اب تک آپ سے نہیں کیا۔ اور کلام فرمایا اللہ نے موسیٰ سے خاص کلام۔ (بھیجے ہم نے یہ سارے رسول) خوشخبری دینے کے لئے اور ڈرانے کیلئے تاکہ نہ رہے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہاں کوئی حذر رسولوں کے (آنے کے) بعد اور اللہ تعالیٰ غائب ہے حکمت والا ہے۔ (کوئی تسلیم نہ کرے تو اس کی مرضی) لیکن اللہ تعالیٰ وہی دیتا ہے اس کتاب کے ذریعہ جو اس نے آپ کی طرف اتاری کہ اس نے اسے سارا ہے اپنے علم سے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور کافی ہے اللہ تعالیٰ بطور گواہ۔“

نعت عرب میں وحی کا معنی اشارہ کرنا ہے جیسے فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ أَن سَبِّحُوا بِكُرَّةٍ وَعَشْرًا (1) حضرت زکریا نے انہیں اشارہ کیا کہ وہ صبح و شام اللہ کی تسبیح پڑھیں۔ اور اس کا طریق مختلف مفہوموں پر ہوتا رہتا ہے۔

بطریق الہام کسی چیز کو دل میں ڈال دینے کو بھی، وحی کہتے ہیں جیسے وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ آدَمَ مَوْسَىٰ (2) نیز اپنے طبعی اور غریزی فرائض کی انجام دہی سے جو ہدایت کی گواہی طور پر اپنے خالق کی طرف سے عطا ہوتی ہے اسے بھی، وحی کہا جاتا ہے جیسے وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّعْلِ (3) اور کسی کو پر اسرار طریقہ سے کسی امر کی تعلیم دینے کو بھی، وحی کہتے ہیں جیسے شَيْطَانِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ (4) و انبیاء کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو وحی کی جاتی ہے اس کا مفہوم یہ ہے۔

أَوْحَىٰ اللَّهُ إِلَىٰ أَنْبِيَائِهِ هُومًا يُلْقِيهِ إِلَيْهِمْ مِنَ الْعِلْمِ الْغَرِيبِ
الَّذِي يُخْفِيهِ عَنْ غَيْرِهِمْ بَعْدَ أَنْ يَكُونُوا أَعْدَادًا
يُلْقِيهِ بِوَاسِطَةِ الْمَلَكِ أَوْ بِغَيْرِ وَاسِطَةٍ۔

(5)

1۔ سورہ مريم 11

2۔ سورہ القصص 7

3۔ سورہ النحل 68

4۔ سورہ النحل 113

5۔ سید رشید رضا، تفسیر "معارف" (1368ھ)، جلد 6، صفحہ 68

”اس علم یقینی اور قطعی کو وحی کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ دوسرے لوگوں سے
پنہاں اپنے انبیاء کے دلوں میں القا فرماتا ہے جن کے ارواح طیبہ کو اس
نے پہلے سے اس علم کو قبول کرنے کیلئے تیار کیا ہوتا ہے۔ یہ القاء کبھی
فرشتہ کے واسطے سے ہوتا ہے اور کبھی بلا واسطہ بر لہ راست۔“

وحی کی حقیقت ذہن نشین کر لینے کے بعد آیت پر غور فرمائیے۔ حضور نبی کریم کی
نبوت کو یہود بڑے شک کی نگاہ سے دیکھتے اور بہت حیران ہوتے تھے کہ یہ کیونکر نبی ہو گئے۔
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ سے پہلے اور انبیاء بھی مبعوث ہوئے اور ان پر اللہ تعالیٰ وحی نازل
ہوئی ہے اور جب وہ ان کی نبوت اور ان پر نزول وحی کو تسلیم کرتے ہیں تو آپ کو یوں نبی
نہیں مانتے۔ چند انبیاء کرام کے اسماء گرامی ذکر کر دیئے تاکہ انہیں مجال انکار نہ رہے۔ نیز
اس غلط فہمی کا ازالہ کرنا مقصود ہے کہ انبیاء صرف اتنے ہی ہوئے ہیں جن کے نام قرآن
کریم میں موجود ہیں اس لئے فرمایا کہ بعض ایسے انبیاء بھی ہیں جن کا نام قرآن کریم میں
نہیں آیا اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ دوسرے انبیاء کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی علم
نہ تھا۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔

کہ حضور کو سب انبیاء کا علم تھا۔ یہاں نفی زمانہ گزشتہ کی ہو رہی ہے یہ اس کو مستلزم نہیں کہ
آئندہ بھی نہ بتایا ہو۔ لَا تَقْنَعِي قَصَبَهُمْ مِنْ قَبْلِ لَا يَسْتَلْزِمُ لَقْنِي قَصَبَهُمْ مُطْلَقًا
(۱) مصدر کا ذکر تاکید اور رفع احتمال مجاز کیلئے ہے یعنی کوئی یہ نہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ کی
گفتگو موسیٰ علیہ السلام سے بھی بذریعہ فرشتہ ہوئی اور کلام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف
مجازی ہے بلکہ حقیقۃً اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے بغیر کلام فرمایا اور اللہ تعالیٰ جس بندے کو اپنے
خاص فضل سے ممتاز کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ بے واسطہ گفتگو ہمارے نبی کریم ﷺ سے بھی
ہوئی لیکن موسیٰ سے وادی یمن میں اور مصطفیٰ سے بالائے عرش۔ بس وہی فرق جو کلیم اور
حبیب میں ہے وہی فرق دونوں کے شرف کلام میں ہے۔ علامہ آلوسی بغدادی فرماتے ہیں کہ۔
کسی نبی کو جو معجزہ عطا ہوا وہ معجزہ اللہ تعالیٰ نے بمع زیادتی اپنے محبوب کو بھی مرحمت فرمایا۔

بَلْ مَا مِنْ ذَلِكَ نُورٍ شَعَتْ فِي الْعَالَمِينَ إِلَّا تَصَدَّقَتْ بِهَا
شَمْسُ ذَاتِهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَبَوَّاهَا

هَذَا الْبُصَيْرِي حَيْثُ يَقُولُ

وَكُلُّ أَمْرٍ آتَى الرَّسُولَ لِكِرَامَتِنَا فَكُنَّا نَسْتَلْتُ مِنْ نُورِهِ بِهِمْ (1)

”یعنی سارے جہانوں میں نور کی کرن جو کہیں چمک رہی ہے وہ آفتاب محمدی کا صدقہ ہے اور علامہ بوصیری نے کیا ہی خوب فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے معزز و مکرم رسولوں کو جو معجزہ بھی ملا ہے وہ درحقیقت آپ کے نور کا فیضان ہے۔“

نیز ہم نے کثیر التعداد مختلف علاقوں اور وقتوں میں اس لئے نبی اور رسول مبعوث فرمائے تاکہ لوگوں کو اللہ کی معرفت اور اس تک پہنچنے کا راستہ بتائیں اور یوم حشر جب وہ ہماری جناب میں پیش ہوں تو یہ عذر پیش نہ کر سکیں کہ ہمیں ہماری گمراہی پر کیوں سزا دی جا رہی ہے۔ کیا کوئی ایسا پیغمبر آیا جس نے ہمیں دعوت حق دی اور ہم نے قبول نہیں کی۔ جب ہمیں حق کی طرف جانے والے آپ نے بھیجی ہی نہیں تو پھر ہمیں آج کیوں عذاب دیا جا رہا ہے۔ ان کے اس عذر کو دور کرنے کیلئے انبیاء و رسل مبعوث کئے گئے۔

جس ذات پاک نے آپ سے پہلے آنے والے پیغمبروں پر وحی نازل کی اس نے آپ پر یہ کتاب نازل فرمائی۔ اس حقیقت کو ثابت کرنے کیلئے دوسرے لوگوں کی شہادت کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں، خود اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ اس کی سچائی کی گواہی دے رہا ہے کہ اس نے اپنے کمال علم و حکمت سے اسے اتارا ہے۔ اس کتاب کی ہر آیت ہر جملہ بلکہ ہر کلمہ اللہ تعالیٰ کے کمال علم کی جلوہ گاہ ہے۔ جو شخص تعصب سے بالاتر ہو کر اس کا مطالعہ کرے گا وہ بے ساختہ کہ اٹھے گا کہ یہ کتاب اللہ کی نازل کردہ ہے۔ اس آیت کا سرسری مطالعہ کرنے سے یہ بات آشکارا ہو جاتی ہے کہ بارگاہ رب العزت میں جو شان اور مقام خاتم الانبیاء علیہ الخیرۃ والثناء کو بخش گیا ہے کسی اور نبی کو وہ مقام نہیں دیا گیا۔ اگرچہ سرکارِ دو عالم ﷺ ان تمام انبیاء کے بعد تشریف لائے لیکن اس آیت میں حضور کے ذکر کو، جس سے حضور کی عظمت کو ظاہر کرنا مقصود ہے، تمام انبیاء کے ذکر سے مقدم رکھا گیا۔

إِنَّمَا أُوحِيَ إِلَيْنَا الْكِتَابَ الْآتِیة میں دیگر انبیاء کا تذکرہ جن کا زمانہ پہلے تھا بعد میں کیا گیا اور سرکارِ دو عالم ﷺ کا زمانہ اگرچہ سب سے آخر میں تھا لیکن حضور کے ذکر کو تمام سے مقدم کیا گیا تاکہ لوگوں کو

اللہ کے محبوب کی شان کا ادراک ہو جائے۔

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ
وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ ۚ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ
وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِينَ
مِنْ بَعْدِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَلَكِنْ اخْتَلَفُوا
فَمِنْهُمْ مَنْ آمَنَ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلُوا
وَلَكِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ۝

(1)

”یہ سب رسول، ہم نے فضیلت دی ہے (ان میں سے) بعض کو بعض پر۔ ان میں سے کسی سے کلام فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور بلند کئے ان میں سے بعض کے درجے۔ اور دیں ہم نے عیسیٰ بن مریم کو کھلی نشانیاں۔ اور مدد فرمائی ہم نے ان کی پاکیزہ روح سے۔ اور اگر چاہتا اللہ تعالیٰ تو نہ لڑتے (جھگڑتے) وہ لوگ جو (ان) رسولوں کے پیچھے آئے بعد اس کے کہ آئیں ان کے پاس کھلی نشانیاں۔ لیکن انہوں نے اختلاف کیا، ان میں سے کوئی ایمان پر (ثابت) رہا اور ان میں سے کوئی کافر ہو گیا۔ اور اگر چاہتا اللہ تعالیٰ تو نہ لڑتے (جھگڑتے) لیکن اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کے سب رسول نفس رسالت میں اور جملہ انبیاء نفس نبوت میں برابر ہیں لیکن فضائل و کمالات، مراتب و مقامات، معجزات و کرامات میں ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں۔ کسی کو ایک کمال سے متصف فرمایا کسی کو دوسرے شرف سے مشرف فرمایا لیکن ایک ذات پاک مصطفیٰ ﷺ ہے جو مظہر اتم ہے تمام کمالات جلالیہ اور جمالیہ کی۔ جو مراتب و کمالات دیگر انبیاء و رسل کو ایک ایک کر کے عنایت کئے گئے تھے وہ سب اپنی اعلیٰ ترین اور اکمل ترین صورت میں حضور کریم ﷺ کو عطا کئے گئے اور ان کے علاوہ آپ کو بے شمار مراتب اور ان گنت معجزات بخشے گئے جن میں کوئی نبی، کوئی رسول آپ کی ہمسری تو کیا محض شرکت کا دعویٰ بھی نہیں کر سکتا۔ حضور کو ساری نوع انسانی بلکہ ساری کائنات زمینی اور آسمانی کیسے نبی بنایا یہ محدود وقت کیلئے نہیں بلکہ ابد تک کیسے۔ قرآن جیسی کتاب ارضانی

فرمائی۔ کسی کو کلیم اور کسی کو روح فرمایا لیکن کائنات کے اس آخری سہارے کو صفوت، خلعت، کلام وغیرہ کے علاوہ محبوبیت کی خلعت فخرہ بخشی۔

مفسرین کرام نے تصریح کی ہے کہ **دَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ** سے حضور کریم محمد رسول اللہ ﷺ مراد ہیں لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ کسی نبی کو دوسرے نبی پر یوں فضیلت نہ دو کہ اس سے دوسرے نبی کی معاذ اللہ تحقیر ہو۔

قَالَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ هُنَا عَلَى قَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَالشَّعْبِيُّ
وَمُجَاهِدٍ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(1)

اس آیت طیبہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام کی تصریح کر دی۔ یونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ جلیل القدر رسول بنوں اور بیگانوں کی فراط و تفريط کا نشانہ بن کر رہ گیا۔ نصاریٰ نے انہیں خدا کا بیٹا بنا رکھا تھا اور یہود انہیں ایک شریف انسان بھی مانتے جیسے تیار نہ تھے اس سے ان کا نام لیا اور ابن مریم یعنی مریم کا بیٹا کہہ کر ان کی اوبہیت کا بھڑک کر دیا۔ اور مروجہ انڈس فرما کر یہود کی الزام تراشیوں کا رد کر دیا کہ وہ تو صاحب آیات معجزات نبی تھے جس کی تائید کیسے ہم نے روح اقدس (جبرئیل امین) کو مقرر کیا ہے۔

اگر انسان اس آیت میں کما حقہ تامل نہ کرے تو وہ آسانی سے اس غلط فہمی کا شکار ہو سکتا ہے کہ انسان مجبور محض ہے اس کے اپنے بس میں کچھ نہیں۔ ایک بغیر مرنی قوت (اسے نقد پر کہہ لیجئے) کے ہاتھ میں یہ یک کھوتا ہے اس کا کوئی اچھا بر فعل، اس کی ہر شائستہ وراثت حرکت اس کے اپنے ارادہ سے سرزد نہیں ہوتی بلکہ اس سے جبر اکرائی جاتی ہے۔ لیکن آپ ذرا غور و فکر کی زحمت گوارا کریں گے تو آیت کے لفاظ ہی آپ کی اس غلط فہمی کو دور کر دیں گے **اِخْتَلَفُوا** وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے **كَيْفَ لَهُمْ مِّنْ اَمْنٍ** (ان میں سے بعض نے ایمان قبول کیا) **وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ** (اور ان میں بعض نے کفر اختیار کیا)۔ یہ تینوں فعل بغیر فاعل کے ارادہ اور اختیار کے صادر نہیں ہو سکتے یونکہ ان سب کا تعلق فاعل کی اعضا سے نہیں جن پر جبر کا قانون چل سکتا ہے بلکہ ان کا تعلق ذہن اور قلب سے ہے۔ ب مطلب آیت کا یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل و فکر کی صلاحیت اور عمل کی قوت عطا فرمائی پھر انبیاء کے ذریعہ اس پر ہدایت کا راستہ روشن اور واضح کر دیا۔ لیکن اسے صرف

سیدھے راست پر چلنے کیلئے مجبور نہیں فرمایا بلکہ اسے اتنا اختیار دیا کہ وہ ہدایت کی راہ پر چلے نکلے یا گمراہی کی راہ پر۔ بعض لوگوں نے عقل و فکر سے کام لیتے ہوئے اپنی مرضی سے راہ راست اختیار کی اور بعض نے نفسانی خواہشات اور دنیاوی خواہشات پر اپنی خوشی سے اپنی روحانی ترقی کو قربان کر دیا۔ **وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلُوا الْمَخْرُوعَ** یہ بتانا مقصود ہے کہ انسان کو جو اختیار دیا گیا ہے اس سے وہ قدرت خداوندی سے باہر نہیں نکل گیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت اتنی زبردست اور ہمہ گیر ہے کہ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ جس طرح اس نے انسان کو عمل کرنے کی آزادی دی ہے اسی طرح وہ اس سے یہ آزادی سب کر کے اسے صرف راہ راست پر چلنے کیلئے مجبور بھی کر سکتا ہے اور اس طرح اختلاف کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔ لیکن مصلحت عامہ اور حکمت بالغہ کا تقاضا یہی ہے کہ حق و باطل کی یہ آویزش جاری رہے۔ ہر شخص اپنی مرضی سے حق و باطل میں سے جسے چاہے اختیار کرے۔

اب ان آیات قرآنی کا ذکر کیا جا رہا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ میرے حبیب کا وجود مسعود نابکار اور عصیاں شعار کفار کے لئے بھی پناہ ہے۔

کفار اللہ تعالیٰ کے ساتھ سینکڑوں بتوں کو اس کا شریک اور ہم سر سمجھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے منہ موڑ کر وہ ان اندھے بہرے بتوں کی پرستش میں شب و روز منہمک رہا کرتے تھے۔ جملہ اخلاقی کمزوریوں اور بدکاریوں کو انہوں نے اپنا شعار بنایا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب ان کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کیلئے اور طغیان و سرکشی کی راہ سے ہٹانے کیلئے اپنے محبوب کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا تو بچانے اس کے کہ وہ حضور کے دامن رحمت کو تھم پیتے اور حضور کی دعوت کو قبول کرتے انہوں نے سرکارِ دو عالم ﷺ کی مخالفت میں اور اذیت رسانی میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا۔ طرح طرح کی بہتان تراشیاں کرتے، پھبتیاں کتے، مذاق اڑاتے اور دل آزاری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ جب طائف میں ان کو دعوت حق دینے کیلئے تشریف لے گئے، ان بد بختوں نے جس شقاوت قلبی کا اظہار کیا اس سے قارئین پوری طرح آگاہ ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ ایسے بد سرشتوں اور نابکاروں پر عذاب الہی کی بجلی کو نمدتی اور ان کو خاک سیاہ بنا کر رکھ دیتی، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا عذاب نازل نہیں کیا۔ اس کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا اے محبوب! جب تک تیرا وجود مسعود یہاں تک میں تشریف فرما رہے گا ان پر عذاب الہی نازل نہیں کیا جائے گا۔ تو سب

بدکاروں کیلئے امان ہے۔ میں نے تجھے رحمت ملعا لیں بنا کر بھیجا ہے اس لئے تیرے موجود ہونے کے باعث ان کو عذاب کی چکی میں نہیں پیسا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب تک سرکارِ دو عالم ﷺ مکہ میں تشریف فرما رہے تو یہ عذاب الہی سے محفوظ رہے۔ اور جب رحمتِ عالم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ رونق افروز ہوئے اور حضور کے صحابہ کرام نے مکہ کو چھوڑ کر مدینہ میں اقامت اختیار کی تو اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر نازل ہوا۔ ان کے بڑے بڑے سردار مختلف جنگوں میں موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ ان کے اموال مسلمانوں نے اموالِ غنیمت کے طور پر اپنے قبضہ میں کر لئے۔ ان کی ساری جمعیت بکھر گئی۔ ان کی صولت و شوکت کا جنازہ نکل گیا۔ ان کا وقار اور ان کی آبرو پوؤں میں روند ڈالی گئی۔ ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے محبوب! جب تک تو ان میں تشریف فرما ہو گا اس وقت تک ان پر تباہ کن عذاب نازل نہیں کیا جائے گا۔

وَاِذَا قَالُوا لِلْمُحْضَرِّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِ رَبِّكَ فَاَمْلُؤْ عَلَيْنَا
حِجَابًا مِّنَ السَّمَاءِ اَوْ اُنزِلْ عَلَيْنَا اَيُّ الْيَوْمِ
وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَالْاَنْتَ فِرْعَوْنُ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ
وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ وَمَا لَكُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ
عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْا اَوَّلِيْنَ ۝ اِنْ اَوَّلِيَّاكُمْ اِلَّا
الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

(1)

”جب انہوں نے کہا اے اللہ! اگر ہو یہی قرآن حج تیری طرف سے تو برسایم پر پتھر آسمان سے اور لے آہم پر دروناک عذاب۔ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے انہیں حالانکہ آپ تشریف فرما ہیں ان میں۔ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ عذاب دینے والا نہیں حالانکہ وہ مغفرت طلب کر رہے ہیں۔ (مکہ سے آپ کی ہجرت کے بعد) اب کیا وجہ ہے ان کیلئے کہ نہ عذاب دے انہیں اللہ حالانکہ وہ روکتے ہیں (مسلمانوں کو) مسجد حرام سے اور نہیں ہیں وہ اس کے متولی۔ اس کے متولی تو صرف پرہیزگار لوگ ہیں لیکن ان کی کثرت اس حقیقت کو نہیں جانتی۔“

تشریح :- یہاں قدرۃ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کفار سالہا سال تک اسلام کو مٹانے اور پیغمبر اسلام کو اذیت پہنچانے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر رہے تھے۔ اب تو انہوں نے چیخ بھی دے دیا تھا کہ اے خدا اگر یہ دین اور رسول حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسائے ہمیں ہلاک کر دے۔ اتنی باتوں کے باوجود غضب الہی کو یوں حرکت نہ ہوئی اور ان پر یوں ایسا عذاب نہ اتارا گیا جو انہیں نیست و نابود کر کے رکھ دیتا تاکہ دوسرے لوگوں کو عبرت حاصل ہوئی۔ اس آیت میں اسی سوال کا جواب دیا جا رہا ہے کہ یہ درست ہے کہ ان کے اعمال، ان کے کړتوت اور ان کا دانت کفر پر اصرار اس امر کے مقتضی تھے کہ ان کی خواہش کے مطابق ان پر تباہ کن عذاب نازل کیا جاتا لیکن اے میرے حبیب! جب تک تیرا وجود سرِ یارِ رحمت ان میں موجود ہے ان پر عذاب نہیں اترے گا۔ میں نے تیرے سر پر رحمت للعالمین کا تاج رکھ دیا ہے۔ تیرے سایہ رحمت میں کفار اور عصیان شعار سب کیلئے پناہ ہے **لَا تَلْعَلُكَ مَرْحَمَةٌ** (۱)

دوسری وجہ یہ ہے کہ ان میں تیرے ایسے غلام موجود ہیں جو ہر وقت میری بارگاہ اقدس میں سرِ نیاز خم کر کے طلب مغفرت کر رہے ہیں۔ کیا شان ہے اللہ کے محبوب کی اور کیا عزت ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے نیکو کار بندوں کی کہ ان کی برکت سے کفار اور نافرمان بھی عذاب سے بچے ہوئے ہیں۔ مجاہد کی رائے ہے **كَوْفُهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ** سے مراد وہ سعید و صالح ہیں جو ان کفار کی پشتوں میں تھیں اور ابھی تک عالم اجسام میں ظہور پذیر نہیں ہوئی تھیں۔

جب حضور ﷺ اور حضور کے نام لیوا ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو اب وہ رہ گئے اور ان کے کړتوت ان پر عذاب الہی نازل ہوا جس نے ان کی نخوت و غرور کو پامال کر دیا۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ پہلی آیت میں جس عذاب کی نفی کی گئی ہے وہ عذاب استیصال ہے جو ساری کی ساری قوم کو برباد کر کے رکھ دیتا ہے اور اس آیت میں اس عذاب کا ثبات ہے جو محض تنبیہ اور سرزنش کیلئے کسی کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کیلئے اتارا جاتا ہے۔

اعداء اسلام کی شرائط کیوں سے حفاظت کا وعدہ

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ (1)

”کیا اللہ کافی نہیں اپنے بندے کے لئے؟“ (یقیناً کافی ہے)

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو تسلی دے رہے ہیں کہ آپ کے ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ خود آپ کا حافظ و ناصر ہے اور جس کا حافظ و ناصر خود اللہ تعالیٰ ہو کیا ایسے شخص کو کسی دوسرے سہارے اور مددگار کی ضرورت باقی رہتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

هُوَ الَّذِي آتَاكَ لَفَافَةً وَرَبَّ الْمُؤْمِنِينَ (2)

”وہی ہے جس نے آپ کی تائید کی اپنی نصرت و مومنوں (کی جماعت) سے“

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ
فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (3)

”اے رسول! پہنچا دیجئے جو اتارا گیا ہے آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی جانب سے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو نہیں پہنچایا آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام۔ اور اللہ تعالیٰ پچائے گا آپ کو لوگوں (کے شر) سے یقیناً اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا کافروں کی قوم کو۔“

تشریح۔ جس قوم کی اصلاح و ہدایت کیسے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا تھا، ان کی کوئی بات بھی تو درست نہ تھی۔ سیاسی طور پر وہ بد نظمی اور انتشار کا شکار تھے۔ معاشی طور پر ان کی بد حالی کی مثال نہ تھی۔ اخلاقی لحاظ سے ان کے ہاں الٹی گنگا بہتی تھی۔ شراب نوشی، جو بازی اور بدکاری سرداری و دوست مندی کی علامات تھیں۔ ظلم و قتل کو شجاعت، معصوم بچیوں کو زندہ درگور کرنے کو تقاضائے حمیت و غیرت اور اسراف و فضول خرچی کو سخاوت کہا نہیں جاتا تھا بلکہ یقین کیا جاتا تھا۔ دینی لحاظ سے تو اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے

کہ وہ گھر جو اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کیلئے تعمیر کیا گیا تھا وہاں تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا ہو رہی تھی اور یہ ان کا دین تھا، ان کا عقیدہ تھا، انہیں اس پر کامل یقین بھی تھا اور اس سے والہانہ محبت بھی تھی۔ اب جو ہستی ایک ہمہ گیر انقلاب کی داعی بن کر آئی تھی وہ جسے زندگی کے ہر شعبہ میں ہر خرابی کی اصلاح کے لئے مقرر فرمایا گیا تھا، اس کا فرض تھا کہ اس سیاسی انتشار کے جو محرکات تھے ان پر ضرب کاری لگائے۔ وہ عناصر جن کی دھندلیاں وہاں کی معاشی زندگی کو درہم برہم کر رہی تھیں ان کے منہ میں بھی لگام دے۔ وہ خبیث عادات اور وحشیانہ افعال جن پر اخلاق عالیہ کے دلکش خلاف چڑھے ہوئے تھے ان کو بھی بے نقاب کرے اور اخلاق فاضلہ کا صحیح مفہوم بھی ان کے ذہن نشین کرائے اور ان کی عقیدت کے صنم کدوں میں جتنے بت تھے پتھر کے، تانبے کے، چتل کے، انہی خواہشات کے، اپنے نفس کے، ذاتی اور قبائلی عصبیتوں کے ان سارے بتوں کو **إِلَّا اللہ** کی ضرب سے ریزہ ریزہ کر دے۔ اس کار عظیم کیلئے قدرت کی نظر انتخاب پڑی تو اس پر جس کا کوئی بھائی نہیں۔ جس کے سر پر باپ اور دادا کا سایہ نہیں۔ دولت نہیں، خدام نہیں اس کے پاس صرف اللہ کا نام ہے۔ یہی اس کی ساری قوتوں کا سرچشمہ ہے اور یہی اس کی ساری توانائیوں کا منبع ہے۔ اس نازک اور مشکل ترین خدمت کیلئے اسے متعین فرما کر اس کا رب اسے فرماتا ہے کہ آپ رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور رسول کا کام یہ ہے کہ اپنے بھیجنے والے کا پیغام بے خوف و خطر کسی رد و بدل کے بغیر پہنچا دے۔ اس لئے اپنے منصب رسالت کا پاس رکھتے ہوئے اپنے رب کریم کا جو حکم آپ کو ملے اس کو اس کی مخلوق تک پہنچا دیں۔ اگر کسی حکم کے پہنچانے میں پس و پیش کیا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ آپ نے اپنا فرض منصبی پورا کرنے میں غفلت برتی ہے اور اس کا ذرا حق ادا نہیں کیا۔ باقی ربی دشمنوں کی قوت، کفار کے حملے، منافقین کی سازشیں اور یہود کی ریشہ و انیاں، تو سن لو اللہ تعالیٰ خود آپ کا نگہبان ہے، کوئی آپ کو گزند نہیں پہنچا سکتا۔ اب آپ خود غور کیجئے کہ اس صریح اور پر جلال حکم کے بعد کوئی یہ بدور کر سکتا ہے کہ حضور نے کسی کی پاسداری کیلئے یا کسی کے خوف سے اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو چھپایا ہو۔

مولانا شبیر احمد عثمانی کے یہ الفاظ بڑے معنی خیز ہیں لکھتے ہیں۔

”نوع انسانی کے عوام و خواص میں سے جو بات جس طبقہ کے لائق اور جس کی استعداد کے مطابق تھی آپ ﷺ نے بلا کم و کاست اور بے خوف و خطر پہنچا کر

خدا کی حجت بندوں پر تمام کر دی۔“

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا ۚ لِيَخْفِكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّرَ مِنْ
ذَلِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ لِعَمَّتِهِ عَلَيْكَ وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا
مُسْتَقِيمًا ۚ وَيُصْرِكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝

هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزِدُوا إِيمَانًا
مَعَهَا إِنَّمَا يَهُدِي اللَّهُ جُنُودَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا
حَكِيمًا ۝ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَكَانَ
ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ قَوْلًا عَظِيمًا ۝

(1)

”یقیناً ہم نے آپ کو شاندار فتح عطا فرمائی ہے تاکہ دور فرمادے آپ
کے لئے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو
(ہجرت کے) بعد لگائے گئے اور مکمل فرمادے اپنے انعام کو آپ پر اور
چلائے آپ کو سید می راہ پر اور تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی ایسی مدد فرمائے
جو زیر دست ہے۔ وہی ہے جس نے ہمارا اطمینان کو اہل ایمان کے
دلوں میں تاکہ وہ اور بڑھ جائیں (قوت) ایمان میں اپنے (پہلے) ایمان
کے ساتھ۔ اور اللہ تعالیٰ کے زیر فرمان ہیں سارے شکر آسمانوں اور
زمین کے۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بہت دانا ہے۔ تاکہ دخل
کر دے ایمان والوں اور ایمان والیوں کو باغوں میں رواں ہیں جن کے
نیچے نہریں، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ اور دور فرمادے ان سے ان کی
برائیوں کو اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے۔“

اگرچہ بعض روایات میں اس فتح مبین سے مراد فتح مکہ بیان کی گئی ہے۔ اور بعض
حضرات نے اس سے مراد فتح خیبر لی ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ اس فتح مبین سے مراد فتح
حدیبیہ ہے۔ چنانچہ امام زہری لکھتے ہیں۔

لَقَدْ كَانَ الْحُدُيبِيَّةُ أَعْظَمَ الْفَتْوحِ وَذَلِكَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَلَّمَ إِلَیْهَا فِی الْآفِ وَأَمْرٌ بَعِیْمَانِ لَمَّا
وَقَعَتِ الصَّلَٰةُ مَشَى النَّاسُ بَعْضُهُمْ فِی بَعْضٍ وَعَلِمُوا وَ
سَمِعُوا عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰی فَمَا أَرَادَ أَحَدٌ إِلَّا سَلَامًا إِلَّا تَنَكَّنَ
رَحْمَةً فَمَا مَضَتْ تَابِلَةً السَّنَتَانِ إِلَّا وَالْمُسْلِمُونَ قَدْ جَاءُوا
إِلَى مَكَّةَ فِی عَشْرَةِ الْآفِ -

(1)

”صحیح حدیث یہ ایک عظیم الشان فتح تھی اس کی دلیل یہ ہے کہ اس موقع پر صرف چودہ صد صحابہ حضور کے ہمراہ تھے۔ صلوات کے بعد دوس نے آنا جانا شروع کر دیا۔ اس طرح انہیں اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں جاننے اور سننے کے مواقع میسر آئے اور جس نے اسلام لانے کا ارادہ کیا وہ باسانی اسلام لے آیا۔ صرف دو سال کے عرصہ کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ فتح کرنے کے لئے جب تشریف لائے تو دس ہزار جاہل حضور کے ہمراہ تھے۔“

بظاہر اس آیت کا مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے اگلے پیچھے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ غنہ و غفران کا مرادہ بجا، لیکن اس سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ حضور سے گناہوں کا صدور پہلے بھی ہوتا رہا اور بعد میں بھی ہوتا رہے گا (العیاذ باللہ) حالانکہ اس عقیدہ پر امت کا اجماع ہے کہ ہر نبی خصوصاً نبی الانبیاء سید المرسلین ﷺ معصوم ہیں، حضور کے دامن عصمت پر گناہ کا کوئی وارث نہیں ہے۔ اس شبہ کو دور کرنے کیلئے علماء تفسیر نے متعدد جوابات دیئے ہیں جن کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

1۔ یہاں گناہ سے مراد گناہ صغیرہ ہے۔

2۔ یہاں گناہ سے مراد خلاف اولیٰ ہے اور حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُنَافِقِیْنَ کے قاعدے کے مطابق خلاف اولیٰ کو گناہ کہا گیا ہے۔

3۔ وہ فعل اگرچہ نہ گناہ صغیرہ ہے نہ خلاف اولیٰ لیکن حضور کی نگاہ عالی میں وہ نہیں چلتا اس لئے حضور کے مقام رفیع کے باعث اسے دُک (گناہ) کہہ دیا گیا ہے۔

4۔ بعض علماء نے عَفْر کا معنی بچا لینا اور محفوظ کر لینا کیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ اور معصوم رکھا ہے۔ اس حفاظت ربانی کے باعث نہ پہلے آپ سے کبھی کوئی گناہ سرزد ہوا اور نہ آئندہ کبھی کوئی گناہ سرزد ہوگا۔

5۔ بعض علماء نے یہ توجیہ کی ہے کہ آیت کا مقصد یہ ہے کہ مغفرت عامہ کی بشارت دے کر حضور کے قلب مبارک کو مطمئن کر دیا جائے۔ یعنی پہلے تو آپ سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی۔ بالفرض اگر کوئی سہوا سرزد ہو گئی ہو تو بھی اس سے عفو و درگزر کا مشاہدہ سنایا جاتا ہے تاکہ کسی قسم کی غلط یا مواخذے کا اندیشہ نہ رہے۔

یہ سارے جوابات اپنی اپنی جگہ نہایت اہم ہیں لیکن کلام کے سیاق و سباق کو پیش نظر رکھا جائے تو ان میں سے کوئی مفہوم یہاں چسپاں نہیں ہوتا۔ فتح مبین کی غرض و غایت یا اس کا نتیجہ اور انجام مغفرت بتایا گیا ہے لیکن فتح و مغفرت میں کوئی مناسبت نہیں۔ اس لئے اس آیت میں مزید غور و غوض کی ضرورت ہے تاکہ آیت کا باہمی ربط بھی واضح ہو جائے اور عصمت نبوت پر بھی کسی کو انگشت نہائی کا موقع نہ ملے۔

دَنْب کے لفظ پر غور کیا جائے تو یہ مشکل آسان ہو جائے گی۔

دَنْب کا معنی عام طور پر گناہ کیا جاتا ہے۔ گناہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی کو۔ لیکن اہل لغت لفظ دَنْب کو الزام کے معنی میں بھی استعمال کرتے رہتے ہیں اور الزام میں یہ ضروری نہیں کہ وہ فعل اس شخص سے صادر بھی ہوا ہو بلکہ بسا اوقات بلا وجہ اس فعل کی نسبت اس شخص کی طرف کر دی جاتی ہے۔ اسی مادہ کے دو اور لفظ ہیں دَسَّ اور دَنُوْب۔ دَسَّ کا معنی دم ہے جو جسم کے آخر میں چھٹی ہوتی ہے۔ یوں معصوم ہوتا ہے کہ یہ اس کے جسم کا حصہ نہیں بلکہ باہر سے اس کے ساتھ اسے چمٹا دیا گیا ہے اور پانی نکالنے والے ڈول کو بھی دَنُوْب کہتے ہیں جو رسی کے ایک سرے سے بندھا رہتا ہے اسی مناسبت سے دَنْب کا اطلاق الزام پر بھی ہو سکتا ہے جو کسی شخص کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے خواہ اس نے اس کا ارتکاب نہ کیا ہو۔

قرآن کریم میں بھی دَنْب کا لفظ الزام کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ایک روز موسیٰ علیہ السلام نے ایک اسرائیلی اور ایک قبیلی کو باہم لڑتے دیکھا۔ قبیلی اسرائیلی کو زود و کوب کر رہا تھا۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ کو دیکھا تو انہیں مدد کیلئے پکارا۔ آپ نے پہلے قبیلی کو منع

کیا کہ غریب اسرائیلی پر ظلم و زیادتی نہ کرے جب وہ ہانڈ آیا تو آپ نے اسے ایک مکادے مارا جو اس کے لئے جان لیوا ثابت ہوا۔ اپنے زیر دست ساتھی کی مدد کرتا، اس کے بچاؤ اور اپنے دفاع کے لئے حملہ آور کو مکا مارنا شرعاً کوئی جرم ہے نہ عرف میں یہ فعل قبیح ہے۔ لیکن فرعون چونکہ آپ کا دشمن تھا اور انہیں حکومت کا باغی تصور کرتا تھا اس لئے اس نے آپ پر قتل کا الزام لگا رکھا تھا اور اگر اس کا بس چلتا تو وہ آپ کو وہی سزا دیتا جو قتل عمد کی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ فرعون کے پاس جاؤ اور اسے دعوت حق دو تو آپ نے بارگاہ الہی میں عرض کی۔

(1) وَلَهُمْ عَلَى ذَنْبٍ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ

”انہوں نے مجھ پر الزام قتل لگا رکھا ہے پس مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔“

اس آیت میں ذنب سے مراد گناہ نہیں بلکہ الزام ہے۔ کیونکہ آپ نے اپنے اور اپنے امتی کے بچاؤ کے لئے یہ اقدام کیا تھا۔ آپ کا ارادہ اس کو قتل کرنے کا ہرگز نہ تھا اور نہ عام طور پر مکاتلے سے موت واقع ہوتی ہے۔

ان آیات کے سیاق و سباق کو مد نظر رکھا جائے تو یہی معنی (الزام) یہاں موزوں اور مناسب معلوم ہوتا ہے۔ عفر کا معنی چھپا دینا۔ دور کر دینا۔ ما تقدم سے مراد ہجرت سے پہلے اور ما تخر سے مراد ہجرت کے بعد۔

یعنی اے حبیب! جو الزامات کفار آپ پر ہجرت سے پہلے عائد کرتے تھے اور جو الزامات ہجرت کے بعد اب تک وہ لگاتے رہے ہیں اس فتح مبین سے وہ سارے کے سارے نیست و نابود ہو جائیں گے اور ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے گا۔

پہلے ہم قرآن کریم اور کتب حدیث سے ان الزامات کی چھان بین کرتے ہیں اور اس کے بعد یہ وضاحت کریں گے کہ وہ الزامات اس فتح مبین سے کس طرح دور ہو گئے۔

ہجرت سے پہلے جو الزامات کفار کی طرف سے حضور سرور عالم ﷺ پر عائد کئے جاتے تھے وہ یہ ہیں۔ یہ کابن ہے۔ یہ شاعر ہے۔ یہ مجنون ہے۔ یہ ساحر ہے۔ یہ اوروں سے سن کر افسانے بنا لیتا ہے۔ اسے کوئی اور پڑھاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اس صلح سے پہلے مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان حالت جنگ تھی۔ ایک دوسرے کے ہاں آنا جانا، مل بیٹھنا اور تبادلہ خیال کرنا ناممکن تھا۔ حضور کے خلاف جو بہتان اہل غرض تراشتے، سادہ لوح عوام انہیں سچ تسلیم کر بیٹھے اور اسلام سے کچھ کچھ رہتے۔ مسلمان صرف مدینہ طیبہ میں محصور ہو کر رہ گئے تھے۔ ہجرت کے بعد مکہ میں ان کی آمد و رفت ممنوع قرار دے دی گئی تھی۔ مکہ کے سردار اپنے آدمی بھیج کر بادیہ نشین قبائل میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جھوٹا پراپیگنڈہ کرتے اور ان کے دلوں میں مسلمانوں سے نفرت و رداوت کی آگ بھڑکاتے رہتے۔ یوں عرصہ تک بد و قبائل میں تبلیغ اسلام کے امکانات نہ ہونے کے برابر تھے۔ حدیبیہ کے مقام پر جو صلح ہوئی اس معاہدے پر سرسری نظر ڈالنے سے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں نے بہت دبا کر صلح کی ہے۔ اور کفار اپنی من مانی شرط منوانے میں کامیاب ہو گئے ہیں اسی وجہ سے شکر اسلام کو ان شرائط کا جب علم ہوا انہیں بہت برا لگنا۔ حضرت فاروق اعظم جیسی ہستی بھی بے تاب ہو گئی۔ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر اپنی بے چینی کا اظہار کیا۔ اللہ کے حبیب نے ارشاد فرمایا۔

اَنَا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ لَنْ أَخَالَفَ أَمْرًا وَلَنْ يُضَيِّعَنِي

”میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میں اس کے حکم کی ہر گز مخالفت

نہیں کروں گا اور وہ مجھے ہر گز ضائع نہیں ہونے دے گا۔“

اور ایسا ہی ہوا کہ اس صلح کی وجہ سے فریقین میں جنگ بند ہو گئی، امن قائم ہو گیا اور آمد و رفت کی پابندیاں ختم ہو گئیں۔ مسلمانوں کو ان الزامات کی تردید کا سنہری موقع مل گیا۔ شکوک و شبہات کی کالی گھنٹیں چھٹ گئیں۔ حقیقت اپنے روئے زیبا کے ساتھ آشکارا ہو گئی۔ غلط پراپیگنڈہ کے باعث دلوں میں جما ہوا غبار دور ہو گیا اور ہوگ دھڑ دھڑ دین اسلام کو قبول کرنے لگے۔ چنانچہ اس واقعہ کے صرف دو سال بعد حضور ﷺ فتح مکہ کی مہم کیلئے روانہ ہوئے تو دس ہزار جانباز اور سر فرود ش غلاموں کا لشکر جرار ہر کا ب تھا۔

آپ ان آیات کو اب پھر پڑھئے حقیقت حال روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کو فتح مبین سے بہرہ ور کرنے کے ساتھ اپنے پے درپے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اے محبوب! ہم نے اپنی نعمتوں کی انتہا کر دی۔ دین کو مکمل کر دیا۔ اسلام کی عظمت کا ڈھکا آفاق عالم میں بچ رہا ہے۔ اس کے غلبہ کو دشمنوں

نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔

بِأَعْلَاءِ الدِّينِ وَاتَّقِ اللَّهَ فِي الْبِلَادِ وَعَمِّرْ ذَلِكَ مِمَّا آفَاضَ تَعَالَى
عَلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَعَثِ الْيُسُوفِ وَ
الدُّنْيَا

(1)

”یعنی یہ تکمیل نعمت عبارت ہے دین کی سر بلندی اور دوزخ و درد از مہمکت
میں اس کے پھیل جانے سے۔ اس کے علاوہ دینی اور دنیوی نعمتیں جو
اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پر فرمائی ہیں وہ سب اس میں داخل ہیں۔“

فرائض رسالت کی انجام دہی اور احکام شریعت کی حقیقت کوئی معمولی کام نہیں اس میں
سر مو کو تا ہی بھی ناقابل برداشت ہے اور ستمین تانج کا باعث بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے، اے میرے حبیب! ہم نے آپ کو ان کٹھن، دشوار اور رنج و گداز ذمہ داریوں سے
عہدہ بر آہوئے کیلئے خود راہ راست تک راہنمائی فرمادی۔ کوئی مشکل راہ میں حائل نہیں ہو
سکتی۔ کوئی اشکال باعث اضطراب نہیں بن سکتا۔ علامہ آدوسی نے بھی یہی تشریح کی ہے۔

(2)

أَيُّ فِي تَبْلِيغِ الرِّسَالَةِ وَاقَامَةِ الْحُدُودِ

ان انعامات خصوصی کے آخر میں فرمایا وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ یعنی اللہ تعالیٰ آپ کی ہر
نصرت فرمائے گا کہ حضور ہمیشہ غالب رہیں گے اور کسی قسم کی کمزوری روپذیر نہ ہوگی۔

یہاں ایک نکتہ غور طلب ہے۔ ان آیات میں مذکور تمام افعال کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے
لَئِنْ لِيُغْفِرَ آوَرِ يَنْصُرَكَ کے بعد اللہ تعالیٰ عَزَّ وَجَلَّ کو ظاہر کیا۔ اس کی حکمت یہ بیان کی گئی
ہے کہ مغفرت کا تعلق عالم آخرت کے ساتھ ہے اور نصرت و غلبہ کا تعلق دنیا کے ساتھ۔
گویا فرمادیا اے محبوب! تیری دنیا اور تیری آخرت کے تمام امور ہمارے سپرد ہیں۔ نہ اس
دنیا میں آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت ہے اور نہ عقبیٰ کے بارے میں کسی اندیشہ کی
ضرورت ہے۔

إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ هُوَ الَّذِي يَتَوَلَّى أَمْرَكَ فِي الدُّنْيَا وَ

(3)

الْآخِرَةِ۔

”اللہ تعالیٰ آپ کے دنیوی اور اخروی تمام امور کا ذمہ دار ہے۔“

صلح حدیبیہ کے بعد سرور عالم ﷺ اپنے جاں نثاروں کی معیت میں مدینہ طیبہ روانہ ہوئے تو راستہ میں اس سورت کی پہلی آیات نازل ہوئیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے ساری دنیا سے محبوب تر اور عزیز تر ہے۔ حضور نے دوسری آیت پڑھ کر سنائی۔ جب زبان پاک سے رَلِیْعُفْرِ لَکَ اللّٰهُ اَنْتَ اَعْلَمُ مَنْ ذَنْبُکَ وَمَا تَأْلَمُوْا کے کلمات طیبات ہوا ہوئے تو صحابہ خوشی سے بے قابو ہو گئے۔ مبارکیں پیش کرنے لگے۔ عرض کی هِنِیْثًا لَکَ یَا رَسُوْلُ اللّٰہِ (اے اللہ کے پیارے رسول! مبارک صد مبارک) اللہ تعالیٰ نے حضور کو تو بتا دیا جو معاملہ وہ آپ سے فرمانے والا ہے۔

وَمَا ذَا لَکُنَا یَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا یا رسول اللہ

اس وقت چوتھی اور پانچویں آیات نازل ہوئیں۔

سَکِیْنَةٌ اِس اطمینان اور تسلی کو کہتے ہیں جس سے دل کو قرار آجائے اور ہر قسم کے قلق اور تشویش کا قلع قمع ہو جائے۔

صحابہ کرام کو صلح حدیبیہ سے جو پریشانی اور تشویش تھی اور جس کے باعث ان کے دس بے چین اور بے قرار تھے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کے مضطرب اور بے چین دلوں میں سکون و طمانیت کا نور انڈیل دیا۔ وہ اضطراب جس میں وہ بری طرح گرفتار تھے وہ اطمینان سے بدل گیا۔

اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ مہم جن مرحلوں سے گزری، ہر مرحلہ بڑا صبر آزما اور ہمت شکن تھا۔ حالات کا دباؤ اتنا شدید تھا کہ کسی قدم پر نظم و ضبط کے بند ٹوٹ سکتے تھے۔ جب زائرین حرم کا یہ قافلہ روانہ ہوا تو منافقوں نے برملا کہنا شروع کر دیا کہ یہ لوگ موت کے منہ میں کودنے کو جا رہے ہیں۔ تھوڑی سی تعداد اور وہ بھی غیر مسلح، ان کا بیچ کرواہیں آتا ممکن نہیں۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شمع جمال کے پروانوں نے اس کی قطعاً پروانہ کی مدد سے اس میں جب یہ اطلاع ملی کہ کفار ادھار کھائے بیٹھے ہیں کہ وہ کسی قیمت پر مسلمانوں کو مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ وہ جنگ کی مکمل تیاری کر چکے تھے۔ یہ سب کچھ جان لینے کے بعد بھی مسلمانوں کے دلوں میں خوف و ہراس پیدا نہ ہوا بلکہ بڑی شیر دلی سے آگے بڑھتے گئے۔ پھر جب حضرت عثمان کی شہادت کی افواہ گر ہوئی اور بیعت

رضوان کی دعوت دی گئی اس وقت بھی ان کا جذبہ جان فروشی دیدنی تھا۔ آگے بڑھ کر بیعت کر رہے تھے اور اس عہد کو نبھانے کا عزم کئے ہوئے تھے۔ اور جب صلح کی شلٹا طے پا گئی جو بانی النظر میں کفار کی فتح اور مسلمانوں کی بار دکھائی دیتی تھیں تو اس وقت بھی حضورؐ کی قیادت پر انہیں اس قدر اعتماد اور بھروسہ تھا کہ یہ تسلیم نہ کر دیا۔ ان تمام مرحلوں میں ظلم و غیظ کا امن مضبوطی سے تھے رکھائے وقت خوف و ہراس، اشتعال و انتقام، مایوسی اور بددلی کے تھینے وں کے سامنے ثابت قدم رہنا صرف اسی مرد سے متوقع ہو سکتا ہے جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تسکین و اطمینان کی دولت سے مالا مال کر دیا ہو۔

اسی تسکیم و رضا، جرأت و دلیری اور ہمت و استقامت، جس کا مظاہرہ انہوں نے قدم قدم پر کیا، کا اجر انہیں یہ دیا گیا کہ ان کی قوت ایمانی دو چند ہو گئی اور ان کے یقین کو پختگی نصیب ہوئی۔

زمین و آسمان کے سارے لشکر اللہ تعالیٰ کے زیر فرمان ہیں۔ اس کا اشارہ ملے تو چشمہ ران میں ساری طاغوتی قوتیں تبس نہس کر کے رکھ دی جائیں اور ان کو دم مارنے کی بھی مہبت نہ ملے سین اس کو محض اپنی قوت کا اظہار مطلوب نہیں۔ وہ تمام حالات کو اچھی طرح جانتا ہے۔ ماضی، حال اور مستقبل سب اس کے سامنے عیاں ہیں اور اس کے سارے کام حکمت کے مطابق ہوتے ہیں۔ یہ صبح اس لئے نہیں کی گئی کہ کفار طاقتور تھے ورمسلمان کمزور اور ان سے ٹکر نہیں لے سکتے تھے بلکہ اس صبح میں گوناگوں حکمتیں ہیں جو اپنے اپنے موقع پر نمایاں ہوں گی۔

لَا يَخْلُفُ السُّيُوفُ مَسَاقِ الْاَمَةِ۔ اس کا تعلق قرآن کے ساتھ ہے یعنی مسلمانوں پر سینہ کا نزول اس لئے ہوا کہ اہل ایمان مردوں اور عورتوں کو ان انعامات سے نوازا جائے جن کا بیان اس آیت میں کیا گیا ہے۔

لَا يَخْلُفُ کا معنی غصہ۔ کسی چیز کو ڈھانپ دینا۔ کسی چیز پر اس طرح پردہ ڈال دینا کہ کسی کو اس کے وجود کا پتہ ہی نہ چلے علامہ آنوسی اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اَيُّ يَغْطِيهَا وَلَا يَنْظُرُهَا وَالْمَرَادِيَّةُ مَحْجُوزًا سَبْعَانًا وَتَعْلَى

(1)

وَلَا يُوَاجِزُهُمْ بِهَا

اس کے رسول پر اور تاکہ تم ان کی مدد کرو اور دل سے ان کی تعظیم کرو اور پاکی بیان کرو اللہ کی صبح و شام۔“

تشریح:- شاہد کا معنی گواہ ہے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے نیک اعمال اور برے اعمال پر گواہ ہیں۔

شَهِدًا عَلَيْهِمْ بِأَعْمَالِهِمْ مِنْ طَاعَةٍ وَمَعْصِيَةٍ شَهِدًا
عَلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرَهُ شَهِدًا أَفْعَالَهُمُ الْيَوْمَ وَالشَّهِيدُ
عَلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(1)

”حضور سرور عالم ﷺ اس دنیا میں اپنی امت کے نیک و بد اعمال کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور قیامت کے دن ان پر گواہی دیں گے۔“
علامہ زعزقری لکھتے ہیں۔

تَشْهَدُ عَلَى أُمَّتِكَ كَقَوْلِهِ تَعَالَى وَيَكُونُ الرَّسُولُ
عَلَيْكُمْ شَهِيدًا

(2)

”یعنی حضور اپنی امت کے بارے میں گواہی دیں گے جس طرح ارشاد ہے
وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔“

علامہ خازن لکھتے ہیں آجی شَهِدًا عَلَى أَعْمَالِ أُمَّتِهِ (3) ”اپنی امت کے اعمال کی گواہی دیں گے۔“
علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔

أَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَابْنُ حَبْرٍ عَنْ قَتَادَةَ أَيْ شَهِدًا
عَلَى أُمَّتِكَ وَشَهِدًا عَلَى الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ أَنَّهُمْ قَدْ
بَلَّغُوا

(4)

”عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ سے نقل کیا ہے کہ حضور
اپنی امت پر گواہ ہیں اور سابقہ انبیاء کے بارے میں گواہی دیں گے کہ

1۔ الجامع لاحکام القرآن، جلد 16، صفحہ 266

2۔ انشاف، جلد 3، صفحہ 136

3۔ محمد بن ابراہیم بغدادی، (المازنی) تفسیر القرآن (مصر)، جلد 6، صفحہ 159

4۔ روح المعانی، پارہ 26، صفحہ 95

انہوں نے تبلیغ کا حق ادا کیا۔“

اس کی مزید تحقیق کیلئے ملاحظہ کیجئے ضیاء القرآن سورہ بقرہ آیت 143، سورۃ النساء

آیت 41۔ سورۃ الاحزاب آیت 45۔

تَعَزُّدُوكُمْ کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔

الْمُعْزِيزُ، النَّصْرَةُ مَعَ الْمُعْظِيْمِ

(1)

”کہ کسی کی نصرت و اعانت کرنا اور اس کے ساتھ اس کی تعظیم و تکریم کو بھی ملحوظ رکھنا۔“

علامہ ابن منظور لکھتے ہیں۔

الْمُعْزِيزُ، النَّصْرُ بِاللِّسَانِ وَالسَّيْفِ

(2)

”زبان و گھوڑے سے کسی کی امداد کرنا۔“

عَزْرًا عَظِيمًا وَعَظْمَةً، کسی کی تعظیم و تعظیم کرنا۔

توقیر کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وَقَرَّ الرَّجُلُ، بَجَلَّةٍ وَالْتَوَيْتُ الْمُعْظِيْمَ وَالْمُعْزِيْنِ

”یعنی کسی کی تعظیم و احترام کرنا۔“

یہاں حکم دیا جا رہا ہے کہ میرے پیارے رسول پر سچے دل سے ایمان لاؤ۔ اس کی نصرت و اعانت میں سر دھڑکی بازی لگا دو۔ اس کے دین کی سر بلندی کیلئے اپنے جسدہ مادی اور ادبی وسائل کو پیش کر دو اور اس کے ساتھ ساتھ میرے محبوب کے ادب و احترام کو ہمیشہ ملحوظ رکھو، ایسا نہ ہو کہ تم دین کی خدمت تو کرو لیکن بارگاہ نبوت کے آداب کو ملحوظ نہ رکھو۔ حضور ﷺ کی اعانت اور اسی طرح حضور کی تعظیم و تکریم یکساں اہمیت کی حامل ہیں۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ تَعَزُّدُوكُمْ اور تَوَيْتُكُمْ میں ضمیر مفعول کا مرجع حضور کی ذات والا صفات ہے یہاں وقف تام ہے اور تَنْسَخُوْهُ سے نیا کلام شروع ہوتا ہے۔ اور یہاں مفعول کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کیا کرو۔ بعض علماء نے تمام افعال میں مفعول کی ضمیروں کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات کو قرار دیا ہے تاکہ تفریق ضائر لازم نہ

آئے۔ ومن فرق الغنمائر فقد انعد

علامہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ امام بغوی کا قول ہے کہ پہلے دو فعلوں میں ضمیر مفعول کا مرجع حضور ﷺ اور نسخہ میں ضمیر کا مرجع اللہ عزاسمہ ہے۔

اِسْتَبْعَدَ الزَّمَخْشَرِيُّ لِيَكُوْنَهُ مُسْتَلْزِمًا لَا يَنْتَشِرُ اِلَّا بِمُتَابَعَةٍ

(1) قُلْنَا لَا يَأْسُ بِهِ عِنْدَ قِيَامِ الْقَرْيَةِ وَعَدِمَ الْمَلَكُ

”زمخشری نے اس قول کو پسند نہیں کیا کیونکہ اس طرح انتشار ضمیر لازم آتا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ جب قرینہ موجود ہو اور التباس کا احتمال معدوم ہو تو اس وقت انتشار ضمائر میں کوئی قباحت نہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يَبَايِعُوْنَ اللّٰهَ طَيْدُ اللّٰهِ فَوْقَ

اَيِّ يَمِهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰ

بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهِ اللّٰهُ فَاَسْوَأُ مِنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا (2)

”(اے جان عالم) بیشک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ جس نے توڑ دیا اس بیعت کو تو اس کے توڑنے کا وبال اس کی ذات پر ہو گا اور جس نے ایفا کیا اس عہد کو جو اس نے اللہ سے کیا تو وہ اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔“

حضور رحمت عالم ﷺ حدیبیہ کے مقام پر خیمہ زن ہیں۔ کفار مکہ بضد ہیں کہ کسی قیمت پر وہ مسلمانوں کو عمرہ کرنے کیلئے مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے سفیر بن کر مکہ گئے ہیں اسی اثناء میں یہ افواہ پھیلتی ہے کہ کفار نے حضرت عثمان کو شہید کر دیا ہے۔ اگرچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضور ﷺ کے ساتھی جنگ کے لئے تیار ہو کر نہیں آئے تھے، احرام کی دو چادریں اور قربانی کے جانور ہی ان کا زاد سفر تھا، لیکن یکایک ایسی صورت حال پیدا ہو گئی کہ تعداد کی قلت اور اسلحہ کے فقدان کی پروا کئے بغیر محض قوت ایمانی پر بھروسہ کرتے ہوئے باطل سے ٹکرانا مزیر ہو

گیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوتے ہیں اور بیعت کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ حضرت جابر راوی ہیں کہ یہ بیعت اس بات پر تھی کہ جب تک ہمارے جسموں میں جان ہے، جب تک بدن میں خون کا ایک قطرہ موجود ہے، ہم میدان جنگ میں ڈٹے رہیں گے اور اہل مکہ کو اس خیانت اور سفیر کشی کی جبرست ناک راویں گے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ غدامان حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ و التسمیٰ پر نہ وار دوڑ دوڑ کر حاضر ہو رہے ہیں اور اپنے آقا و مول کے دست مبارک پر اپنا ہاتھ رکھ کر جاں بازی اور سرفروشی کی بیعت کر رہے ہیں۔ الغرض چودہ سو ہزار یوں میں سے کوئی ایک بھی اس سعادت سے محروم نہ رہا۔ البتہ جد بن قیس جو حقیقت میں منافق تھا اس نے بیعت نہ کی۔ بخدا مجھے اب بھی وہ منظر نظر آ رہا ہے کہ وہ نئی اونٹنی کے پیٹ کے ساتھ چمٹا ہوا ہے اور اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں سے چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔

حضور سرور عالم ﷺ نے اپنے ان چودہ سو جاں نثاروں اور سرفروشی مجاہدین کے بارے میں اپنی زبان حق ترجمان سے فرمایا اَنْتُمْ خَيْرُ اَهْلِ الْاَرْضِ الْيَوْمَ اے اللہ کے قابل فخر مجاہدو! آج روئے زمین پر تم سب سے بہترین لوگ ہو۔ حضرت جابر سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد بھی منقول ہے۔ لَا يَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ مِّنْ بَايِعْتُمْ الشَّجَرَةَ (1) جنہوں نے اس درخت کے نیچے میرے ساتھ بیعت کی ہے ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔

ملاحظ اللہ کاشانی شیعہ اپنی تفسیر منہج الصادقین میں لکھتے ہیں

”آنحضرت اصحاب را در تحت شجرہ جمع کردہ ایشان را بجدید بیعت امر نمود و اصحاب بر غبت تمام وجدی ماکلہ دست بردست پیغمبر نہادہ بیعت کردند کہ تا صحن موت طریق متابعت با آنحضرت ﷺ مرعی دارند و در پیچ زمان طریق فرار سلوک نہ نمایند و بجهت کمال رغبت ایشان بود کہ ایں بیعت مسکمی شد بہ بیعت رضوان و در اشائے آب ایں آید نازل شد۔“ (2)

1۔ ابوالفتح محمد بن اسماعیل بن کثیر، ”بن کثیر“، (مصر)، جلد 4، صفحہ 188

2۔ فتح اللہ کاشانی، ”منہج الصادقین“، جلد 8، صفحہ 367

”آنحضرت نے اصحاب کو درخت کے نیچے جمع کیا اور انہیں از سر نو بیعت کرنے کا حکم دیا۔ صحابہ کرام انتہائی شوق و رغبت اور بڑی سنجیدگی سے آگے بڑھے اور حضور کے دست مبارک پر ہاتھ رکھ کر اس بات کی بیعت کی کہ تا دم واپس آنحضرت ﷺ کی متابعت کے راستے پر گامزن رہیں گے اور کسی وقت بھی رملہ فرار اختیار نہیں کریں گے۔ صحابہ کرام کے بے پناہ اشتیاق اور کامل رغبت کے باعث اس بیعت کا نام بیعت رضوان رکھا گیا اور اسی اثناء میں یہ آیت نازل ہوئی۔“

یہ بیعت بظاہر اگرچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست حق پرست پر ہو رہی ہے لیکن درحقیقت یہ بیعت اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھی۔ اگرچہ بظاہر نبی کریم ﷺ کا ہاتھ تھا، لیکن درحقیقت یہ دست خدا تھا۔ جس طرح حضور ﷺ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کہا گیا ہے اسی طرح حضور ﷺ سے بیعت، اللہ سے بیعت اور حضور ﷺ کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ فرمایا گیا ہے۔

علامہ اسماعیل حقی صوفیاء کی اصطلاح کے مطابق اس آیت کی یہ تشریح کرتے ہیں۔

وَقَالَ أَهْلُ الْحَقِيقَةِ هَذِهِ الْآيَةُ كَقَوْلِهِ تَعَالَى مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ
لَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ قَالَتُنِي عَلَيْهِ السَّلَامُ قَدْ فُتِيَ عَنْ قُلُوبِهِمْ
بِالْكَلِمَةِ فَتَحَقَّقَ بِاللهِ فِي ذَاتِهِ وَصَفَاتِهِ وَأَعْقَلِهِ وَكُلِّ مَا
صَدَّاعَتُهُ صَدَّاعِينَ اللَّهَ

(1)

یعنی اہل حقیقت کہتے ہیں کہ یہ آیت بعینہ اس فرمان خداوندی کی طرح ہے کہ جو رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ اپنی ذات و صفات سے فنا ہو کر بقاء باللہ کے مقام پر فائز ہو چکے تھے اس لئے جو فعل حضور ﷺ سے صادر ہوتا درحقیقت اللہ سے صادر ہوتا۔

آج کل جو ہم کسی ولی کامل کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ اسی سنت کا اتباع ہے۔ علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں۔

يَقُولُ الْفَقِيرُ تَبَّتْ بِهِذِهِ الْآيَةُ مَنَّةُ الْمُبَايَعَةِ وَكَفَى التَّوَقُّنِ

مِنَ الْمَكَاثِمِ الْكِبَارِ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَهُمُ اللَّهُ قُطُبَ ارْتِدَاءٍ
بِأَنَّهُ أَفْضَلُهُمْ عَلَى النَّجَى الْمَعْنَى بَعْدَ النَّجَى الْوَلِيَّتِ-

یعنی فقیر کہتا ہے کہ اس آیت سے بیعت کی سنت اور مشرک کبار سے کتاب فیض ثابت ہوتا ہے۔ وہ مشرک جنہیں اللہ تعالیٰ نے قطب ارشاد کے مقام پر فائز کیا ہے۔ وہ اس طرح کہ علمی حلقے سے ترقی دے کر انہیں مشاہدہ کی حلقے تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

حضرت شہداء ابن اوس اور عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے

قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ هَلْ هِيَ كُمْ
هَوْبِيَّةٌ يَعْنِي أَهْلَ الْكِتَابِ قُلْنَا لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَأَمَرَ بِتِلْكَ
الْبَابِ فَقَالَ ارْقُعُوا أَيْدِيَكُمْ فَعَرَّضُوا لَكَ إِلَهُ إِلَّا اللَّهَ فَرَفَعْنَا
أَيْدِيَنَا سَاعَةً ثُمَّ وَضَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ يَدَاهُ ثُمَّ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ
اللَّهُمَّ إِنَّكَ بَخْتَنَ بَيْنَ الْكَلِمَةِ وَأَمَرَ بِهَا وَوَعَدَ بِهَا
عَلَيْهَا الْجَنَّةَ مَا تَكُ لَا تُخْلِفُ الْوَعْدَ ثُمَّ قَالَ أَيُّهَا أَهْلُ الْوَقْفِ
اللَّهُ تَعَالَى عَمَّا كُنْتُمْ

”ان دونوں نے کہا کہ ایک روز ہم بارگاہ رسالت میں حاضر تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا تم میں کوئی بیگانہ (اہل کتاب) تو نہیں؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ یہاں کوئی غیر آدمی نہیں ہے۔ ارشاد ہوا اور واڑہ بند کر دو اور اپنے ہاتھ بلند کر دو اور کہو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ایک گھڑی ہم نے اپنے ہاتھوں کو بلند رکھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک نیچے کیا اور گویا ہوئے الْحَمْدُ لِلَّهِ۔ اے اللہ! تو نے مجھے اس کلمہ کے ساتھ مبعوث فرمایا اور اس کلمہ کا حکم دیا اور میرے ساتھ وعدہ فرمایا کہ جو اس کلمہ پر پکارے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور تو اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ پھر فرمایا۔ اے فرزند ان اسلام! تمہیں مژدہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تم سب کو معاف فرمادیا ہے۔“

اس قسم کی متعدد صحیح روایات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ اپنے غلاموں سے بیعت لیا کرتے تھے۔ مستورات کو بھی اس شرف سے مشرف فرماتے۔ لیکن

ان کی بیعت کا طریقہ یہ تھا کہ پانی کے ایک پیالہ میں پہلے حضور ﷺ اپنا دست مبارک رکھتے۔ اس کے بعد اسے نکال لیتے پھر اس کے بعد ان کو اس پیالہ میں ہاتھ ڈالنے کا حکم دیتے۔ حضور ﷺ نے کبھی کسی اجنبی کے ساتھ مصافحہ نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ کے رسول مکرّم ﷺ کے ساتھ بیعت کر کے جس نے بیعت کو توڑ دیا اس نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا اور جس نے اس بیعت کو پورا کیا اور اس عہد کو ایفاء کیا اس کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ وہ جنت میں اقامت پزیر ہوں گے اور اس میں نہیں ایسی نعمتوں سے نوازا جائے گا جن کو نہ کسی آنکھ نے آن تک دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے دل میں وہ کھنکیں۔

هُوَ الْجَنَّةُ وَمَا يَكُونُ فِيهَا مَتَاعًا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ
وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبٍ بَشَرٍ

جن نفوس قدس نے اس درخت کے نیچے بیعت کی سعادت حاصل کی ان میں سے کسی نے اس بیعت کو نہیں توڑا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

بَايَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ عَلَى
الْمَوْتِ وَعَلَى الْأَنْفِ قَمَا نَكَلَتْ أَحَدًا وَمِنَّا الْبَيْعَةُ إِلَّا جَدُّ بْنُ

قَيْسٍ وَكَانَ مُتَأَفِّفًا اخْتَبَأَ تَحْتَ رِابِطٍ لِبَعِيرِهِ

(1)

یعنی ہم نے اس درخت کے نیچے اس بات پر اللہ کے رسول سے بیعت کی کہ ہم جان دے دیں گے لیکن راہ فرار اختیار نہیں کریں گے۔ پس ہم میں سے کسی نے اس بیعت کو نہیں توڑا۔ جہ بن قیس کے۔ وہ درحقیقت منافق تھا اور جب مسلمان بیعت کر رہے تھے تو وہ اپنے اونٹ کی بغل میں چھپا ہوا تھا۔ جس کے دست مبارک کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ فرمایا۔ جس کی بیعت کو اپنی بیعت فرمایا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کو گناہوں کی بخشش اور جملہ خطاؤں کی آمرزش کا مژدہ سنایا، اس نبی ذی شان کی عظمت مرتبت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

اب ان آیات طیبات کا ذکر کیا جا رہا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو تمام لوگوں کے شر سے محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا اور اپنے محبوب کی عزت شان کو بیان فرمایا۔

وَلَا يَنْفَعُكُمْ الْكَفَرُ وَالْيُسْتَبْرَاحُ أَوْ يَفْتُلُوْكُمْ أَوْ
يُخْرِجُوْكُمْ مَّوَيْنُكُمْ وَاَللّٰهُ غَيْرُ الْمَكِيْرِيْنَ (1)
”اور یاد کرو جب خفیہ تدبیریں کر رہے تھے آپ کے بارے میں وہ
لوگ جنہوں نے کفر کیا تھا تاکہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو شہید کر دیں
یا آپ کو جلا وطن کر دیں۔ وہ بھی خفیہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ بھی
خفیہ تدبیر فرما رہا تھا۔ اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔“

تشریح: اہل یثرب میں اسام کی روشنی پھینکنے سے کفار مکہ کو یہ فکر دامن گیر ہو گئی تھی کہ
کہیں حضور بھی ہجرت کر کے انہیں کے پاس نہ چلے جائیں۔ گریسا ہو تو پھر اسام کے
خطرہ کا سد باب ان کے اختیار سے باہر ہو جائے گا۔ چنانچہ کوئی فیصلہ کن قدم اٹھانے سے
پہلے انہوں نے اپنی پارلیمنٹ (دار اندوہ) میں قوم کے مفکرین اور دانشوروں کا اجلاس
طلب کیا۔ بعض کی رائے یہ تھی کہ ”آپ کو ایک تنگ و تاریک حجرے میں ہمیشہ جیسے قید کر دیا
جائے۔ بعض نے کہا کہ آپ کو یہاں سے جلا وطن کر دیا جائے لیکن سختی فیصلہ جو جہل کی
رائے کے مطابق یہ ہوا کہ مکہ میں جتنے قبائل آباد ہیں ان میں سے ایک ایک بہادر منتخب کیا
جائے۔ سارے قبائل سے چنا ہوا بہادروں کا یہ دستہ رات کے وقت آپ کے گھر کا محاصرہ
کر لے۔ سحری کے وقت جب حضور باہر نکلیں تو یکبارگی آپ پر تلواروں کا مینہ برسا کر
آپ کا چراغ حیات گل کر دیا جائے۔ اس کی حکمت یہ بیان کی گئی کہ اس طرح مکہ کے
سارے قبائل اس قتل میں شریک ہوں گے اور بنی ہاشم کس کس سے انتقام لے سکیں گے،
سخت کار وہ دیت دینے پر رضامند ہو جائیں گے اور ہم سب مل کر باسانی دیت ادا کر دیں گے۔
سب نے اس کو پسند کیا۔ خصوصاً ابلیس جو شیخ نجد بن کر شریک اجلاس ہوا تھا وہ تو خوشی سے
لوٹ پوٹ ہو گیا اور کہنے لگا۔ هَذَا الَّذِي لَدَا حَيِّ عَذْرَا

ادھر رات وہ جہل کے پرستار محبوب خدا کو قتل کرنے کی سازشیں کر رہے تھے اور دھر
رب محمد اپنے محبوب کا بال بھی بیکانہ ہونے کا ارادہ فرما رہا تھا۔ جبریل امین حاضر ہوئے اور
اللہ کا حکم پہنچایا کہ آج کی رات ہجرت کی رات ہے۔ حضور نے امانتیں حضرت علی کے سپرد
کیں۔ سورہ یس تلاوت فرماتے ہوئے اپنے کا شانہ اقدس سے قدم مبارک باہر رکھا۔

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمُ الْآبَةَ (1) آیت پڑھ کر ان شمشیر بکف کی سوراخوں پر پھونکا جو محاصرہ کئے کھڑے تھے۔ ان کی مینائی سلب ہو گئی، نیند سے اوٹھنے لگے اور اللہ کا حبیب اپنے اللہ کی حفاظت میں بخیر و عافیت وہاں سے نکل کر اپنے یار و فاشعار حضرت ابو بکرؓ کے گھر آیا اور ان کو ہمارے کر غار ثور کی طرف روانہ ہو گیا۔

حضرت امام حسن عسکریؑ نے اپنی تفسیر میں تشریح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم فرمایا کہ وہ اس پر خطر سفر میں حضرت صدیق کو ہمراہ لے جائیں۔ وَأَمْرًا أَنْ تَسْتَصْحِبَ أَبَا بَكْرٍ آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ ابو بکر کو ساتھ لے جائیں۔

إِلَّا تَتَصَدَّقَ فَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ إِذَا أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَإِنِّي
أَشْتَرُكَ إِذَا هَمَّ فِي الْقَارِئِ يَقُولُ لِصَاحِبِهِمْ لَا تَغْتَرِبُوا إِنَّ اللَّهَ
مَعَكُمْ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا وَ
جَعَلَ لِكَلِمَةِ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّغْلَى وَلِكَلِمَةِ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا

وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ (2)

”اگر تم مدد نہ کرو گے رسول کریم کی تو (کیا ہوا) ان کی مدد فرمائی ہے خود اللہ تعالیٰ نے جب نکالا تھا ان کو کفار نے۔ آپ دوسرے تھے دو سے جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے جب وہ فرما رہے تھے اپنے رفیق کو کہ مت غمگین ہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر نازل کی اللہ تعالیٰ نے اپنی تسکین ان پر۔ اور مدد فرمائی ان کی ایسے لشکروں سے جنہیں تم نے نہ دیکھا اور کر دیا کافروں کی بات کو سرنگوں۔ اور اللہ کی بات ہی ہمیشہ سربندر رہے گی اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔“

سفر ہجرت میں کئی جا بگسل اور خطرناک مرحلے آئے لیکن اللہ تعالیٰ کا محبوب اپنے رب کریم کی حفاظت میں بخیر و عافیت مدینہ طیبہ میں پہنچ گیا۔ اس کی تفصیل آپ ضیاء نبی جلد دوم صفحہ 102 تا 127 پر ملاحظہ فرمائے۔

إِنَّا آعْطَيْنَاكَ الْكُوثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ إِنَّ شَأْنَكَ

هُوَ الْآهَرُونَ

(1)

”بیلک ہم نے آپ کو (جو کچھ عطا کیا) بے حد و بے حساب عطا کیا۔ پس آپ نماز پڑھا کریں اپنے رب کیلئے اور قربانی دیں (اس کی خاطر)۔ یقیناً آپ کا جود دشمن ہے وہی بے نام و نشان ہو گا۔“

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی متعدد سورتوں میں مختلف عنوانوں سے ان انعامات و احسانات کا ذکر فرمایا جو اس نے اپنے حبیب حبیب پر یا اس کے طفیل اس کی امت پر فرمائے ہیں۔ اس سورت میں ان تمام عنایات کو الکوثر کے ایک کلمہ میں سمو کر رکھ دیا تاکہ چشم حق بین حسن محمدی کے ایک ایک جلوے کو دیکھتی رہے اور سرشار ہوتی رہے۔ اس پیکر جمیل و رعنا کی رعنائیوں اور دلربائیوں میں کھوئی رہے۔ دل اس حسن سرمدی کی دنوازیوں پر قربان ہو رہا ہے۔ اس کی ایک ایک اوجان پرور ہے، اس کا ایک ایک انداز روح افزا۔ زبان قدرت جہاں اپنے حبیب کی شان بیان کرتی ہے وہاں اسلوب ہی بڑا اثر اٹھا رہا جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا انا، ہم نے، جمع کی ضمیر استعمال ہوئی۔ جمع کا صیغہ کبھی کثرت اور تعدد پر دلالت کرتا ہے اور کبھی عظمت شان کے اظہار کے لئے آتا ہے۔ یہاں یہی مقصد ہے۔ جتنی ہم نے جو زمین و آسمان کے خالق مالک ہیں، ہم جو عروس گیتی کو سنوارنے اور نکھارنے والے ہیں، ہم جن کے جود و کرم کا وسیع و ستر خوان ہر وقت بچھ ہوا ہے اور ہر یک کے لئے صدائے عام ہے۔ اے حبیب! ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا ہے۔ جو چیز ہم عطا فرمانا چاہیں اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ جو چیز ہم عطا فرمائیں اسے کوئی چھین نہیں سکتا۔

یہاں اتنا کے بجائے اعطینا مذکور ہے۔ ان دونوں کے مفہوم میں بین فرق ہے۔ اعطی کے لفظ کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے ابن منظور رقمطراز ہیں

الْإِعْطَاءُ وَالْمُعَاطَاتُ جَمِيعًا، الْمُنَاوَلَةُ وَقَدْ أَعْطَاهُ الشَّيْءُ
وَعَطَوْتُ الشَّيْءَ، تَنَاوَلْتُهُ بِالْيَدِ

یعنی اپنے ہاتھ سے کوئی چیز کسی کے حوالے کر دینا۔ (سان اعرب)

اس تحقیق کی رو سے آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ ہم نے اپنے دست قدرت سے الکوثر آپ کے حوالے کر دیا، آپ کو اس کا مالک بنا دیا۔ علامہ نیشپوری اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

اس آیت میں گونا گوں مبالغہ ہے

وَمِنْهَا التَّصْدِيقُ بِرَبِّكَ وَمِنْهَا الْجَمْعُ الْمُفِيدُ لِلتَّعْظِيمِ وَمِنْهَا لَفْظُ
الْإِعْطَاءِ دُونَ الْإِيْتَاءِ وَفِي الْإِعْطَاءِ قَوْلُكَ الشَّيْءُ دُونَ
الْإِيْتَاءِ وَمِنْهَا صِيغَةُ الْمَاضِي الدَّالَّةُ عَلَى التَّحْقِيقِ - (1)

”اس آیت کی ابتداء ان سے کی گئی ہے جو تاکید پر دلالت کرتا ہے۔ پھر
ضمیر جمع ذکر کی گئی ہے جو تعظیم کا مفہوم دیتی ہے۔ نیز یہاں اعطا کا لفظ
استعمال ہوا ہے ایفاء کا نہیں اور اعطاء میں ملکیت پائی جاتی ہے ایفاء میں
یہ معنی نہیں پایا جاتا۔ پھر یہاں ماضی کا صیغہ ذکر کیا جو اس انعام کے
وقوت پذیر ہو جانے پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی یہ کام ہو گیا۔“

علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔

وَفِي إِسْنَادِ الْإِعْطَاءِ لِلَّهِ دُونَ الْإِيْتَاءِ شَارِعًا إِلَى أَنَّ ذَلِكَ
إِيْتَاءٌ عَلَى حَقِّهِ الشَّيْءُ

یہاں اعطاء کا اسناد ضمیر متکلم کی طرف کیا گیا ہے ایفاء کا نہیں اس سے اس امر کی طرف
اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو الکوفہ کا مالک بنادیا ہے۔ کیا شان جو دو سخا ہے دینے والے
کی اور یہ مقام رفعت و علا ہے لینے والے کا۔
اب ذرا الکوفہ کو سمجھنے کی کوشش کیجئے تب آپ کو پتہ چلے گا کہ اس میں فضائل و مکارم
کے کتنے سمندر سموئے گئے ہیں۔

1۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔

الْكُوفَةُ، هُوَ فِعْلٌ مِنَ الْكَثَرِ وَصِيغَةُ مَبَالِغَةٍ الشَّيْءُ الْكَثِيرُ
كَثْرَةُ مَفْرُطَةٌ.

کوفہ، کثرت سے ماخوذ ہے۔ اس کا وزن فعل ہے جو مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی ہے کسی
چیز کا تاکثیر ہونا کہ اس کا اندازہ نہ لگایا جاسکے۔

2۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں۔

وَالْعَرَبُ تُسَمِّي كُلَّ شَيْءٍ كَثِيرٍ فِي الْعَدَدِ وَالْعَدَدُ وَالْخَطَرُ كُوفًا (2)

1۔ نظام مدنی فیث پوری، ”تفسیر عرب القرآن حاشیہ طبری“، (مصر 1329ھ)، جلد 30، صفحہ 175

2۔ ”الجامع للاحكام قرآن“ جلد 20، صفحہ 216

یعنی جو چیز تعداد میں، قدر و قیمت میں اور اپنی اہمیت کے لحاظ سے بہت زیادہ ہو اسے کوثر کہتے ہیں۔ یہاں ایک چیز بڑی غور طلب ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ موصوف اور صفت دونوں یکجا مذکور ہوتے ہیں، لیکن یہاں معامد اس کے برعکس ہے۔ الکوثر جو صفت ہے وہ مذکور ہے، لیکن اس کا موصوف مذکور نہیں۔ اس میں کیا حکمت ہے؟ علماء فرماتے ہیں اگر ایک چیز اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو کوثر (بجود بے حساب) عطا کی ہوتی تو اس کو ذکر کر دیا جاتا۔ اگر چند چیزیں ہوتیں تو ان کے بیان کا تکلف کیا جاتا۔۔۔ یہاں تو حالت یہ ہے کہ جو عطا فرمایا بحدوبے حساب عطا فرمایا۔ کس کا ذکر کیا جائے اور کس کا نہ کیا جائے۔ اس سے صفت ذکر کر دی اور موصوف کو قاری کے ذہن پر چھوڑ دیا گیا۔ مقصد یہ ہے کہ اسے حبیب ہم نے آپ کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں، وہ بجود بے حساب ہیں۔ ہم، ہم، جو دوسرے، غفور، درگزر، الغرض جن محمد سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو سر فراز فرمایا وہ ایک مندر ہے بے پیدا کنار، جس کی حد کو کوئی پا نہیں سکتا۔

علمائے تفسیر نے الکوثر کی تفسیر میں متعدد اقوال ذکر کئے ہیں۔ چند آپ بھی سماعت فرمائیے۔

1۔ کوثر سے مراد جنت کی وہ نہر ہے جس سے جنت کی ساری نہریں نکلتی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو عطا فرمادی ہیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الْكُوثَرُ نَهْرٌ فِي الْجَنَّةِ حَافَتَاهُ مِنْ ذَهَبٍ وَمَجْرَاهُ عَلَى الدَّرِّ
وَالْيَاقُوتِ ثَرْبَتُهُ أَطْيَبُ مِنَ الْيُسْكُثِ وَمَاءُهُ أَحْلَى مِنَ الْعَمَلِ
وَأَبْيَضُ مِنَ الشَّلَاجِ۔

”یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوثر جنت کی ایک نہر ہے جس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں۔ موتیوں اور یاقوت کا فرش بچھا ہوا ہے۔ اس کی مٹی کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ شفاف ہے۔“

2۔ اس حوض کا نام ہے جو میدان حشر میں ہو گا جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے پیاسوں کو میراب فرمائیں گے۔ جس کے کناروں پر پیاسے، آنجورے تنی

کثرت سے رکھے ہوں گے جتنے آسمان پر ستارے ہیں تاکہ در حسیب پر آکر کسی پیاسے کو انتظار کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔ اس حوض کے بارے میں احادیث متواترہ مذکور ہیں اور علماء نے یہ بھی لکھا ہے **قَالَ عَلِيٌّ الْكَافِرُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ الْكَافِرُ** اس کے چاروں کونوں پر خلفائے اربعہ تشریف فرما ہوں گے۔ جو شخص ان میں سے کسی کے ساتھ بغض کرے گا اسے حوض کوثر سے ایک گھونٹ بھی نہیں ملے گا۔

3۔ السُّوءُ: انبیاء تو حضور سے پہلے بھی تشریف لائے، لیکن نبوت محمدیہ کے فیوض و برکات کی کثرت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ آپ کی نبوت کا دامن ساری نوع انسانیت کو سمیٹے ہوئے ہے۔ بلکہ آپ ساری کائنات کے نبی ہیں۔ آپ کا بحر رسالت زمان و مکان کی حدود سے آشنا نہیں۔

4۔ کوثر سے مراد قرآن کریم ہے۔ انبیاء سابقین بھی صحائف اور کتابیں لے کر آئے لیکن جو جامعیت اور ابدیت اس کی تعلیمات میں ہے اس کی نظیر کہاں۔ علوم و معارف کے جو خزانے اس صحیفہ رشد و ہدایت میں مستور ہیں وہ کسی اور کو نصیب نہیں۔ انسانی زندگی کے ان گنت شعبوں پر جس طرح اس کتاب مبین کا نور ضیا پاشیاں کر رہا ہے وہ کسی بصیرت والے سے مخفی نہیں۔

5۔ اس سے مراد دین اسلام ہے۔

6۔ اس سے مراد صحابہ کرام کی کثرت ہے جتنے صحابہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تھے، کسی دوسرے نبی یا رسول کو اتنے صحابہ میسر نہیں آئے۔

7۔ اس سے مراد رفع ذکر ہے۔ ساری کائنات کی بلند یوں اور پستیوں میں جس طرح اس نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر مبارک کا ڈنکا بج رہا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔

8۔ **قَالَ جَعْفَرُ السَّادِقُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ الْوَكَاوِيرُ الْمَلَكَةُ لَوْ مَا**

قَلْبُهُ الَّذِي دَلَّهُ عَلَىٰ أَنَّهُ تَعَالَىٰ وَقَطَعَهُ عَمَّا سِوَاهُ۔

یعنی امام جعفر صادق کے نزدیک کوثر سے مراد حضور کے دل کا نور ہے جس نے آپ کی اللہ تعالیٰ تک رہنمائی کی اور اس واسطے ہر قسم کا رشتہ منقطع کر دیا۔

9۔ مقام محمود۔ روز محشر جہاں شفیع اللہ نہیں شفاعت عامہ فرمائیں گے۔

10۔ حضرت ابن عباس نے الکوثر کی تفسیر بیان کی ہے **الْغَيْرُ الْكَثِيرُ** یعنی خیر کثیر۔
 حضرت سعید بن جبیر نے عرض کیا کہ لوگ تو کہتے ہیں کوثر جنت کی ایک نہر کا نام ہے،
 تو آپ نے فرمایا وہ بھی اس خیر کثیر میں سے ایک ہے۔ **هُوَ مِنَ الْغَيْرِ الْكَثِيرِ**
 علامہ اسماعیل حقی الکوثر کے بارے میں متعدد اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

**وَالْأَظْهَرُ أَنَّ جَمِيعَهُ نِعْمَةٌ وَأَخْلَةٌ فِي الْكَوْثَرِ ظَاهِرَةٌ وَ
 بَاطِنَةٌ. فَمِنَ الظَّاهِرِ حِكْمَاتُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْبَاطِنَةِ
 الْعُلُومُ الدِّينِيَّةُ الْعَاصِلَةُ بِالْفَيْضِ الْوَالِدِيِّ بِغَيْرِ اكْتِسَابٍ - (1)**

یعنی ظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری ظاہری و باطنی نعمتیں کوثر میں داخل ہیں۔ ظاہری
 نعمتوں سے مراد دنیا و آخرت کی بھلائیاں ہیں اور باطنی نعمتوں سے مراد وہ علوم لدنیہ ہیں جو
 بغیر کسب کے محض فیضان الہی سے حاصل ہوتے ہیں۔

علامہ قرطبی نے بھی اسی سے ملتی جلتی تشریح کی ہے۔ علامہ آوسی فرماتے ہیں۔

**إِنَّهُ الْغَيْرُ الْكَثِيرُ وَالنِّعْمَةُ الدُّنْيَوِيَّةُ وَالْآخِرَوِيَّةُ مِنَ الْفَضَائِلِ
 وَالنِّعَاطِلِ وَفِيهِ إِشَادَةٌ إِلَى أَنَّ مَا صَعُرَ فِي الْأَعَادِيثِ
 مِنْ نَعْمَتِهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيَاتُهُ بِالنَّهْرِ مِنْ أَبَابِ
 السَّمِثِيلِ وَالشَّفُوسِيِّ بِمُكْتَنَةٍ**

یعنی کوثر سے مراد خیر کثیر ہے اور دنیوی و اخروی نعمتیں جن میں فضیلتیں اور فضائل سب
 شامل ہیں۔ اس میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ احادیث میں کوثر کا معنی نہر بتایا گیا
 ہے یہ بطور تمثیل ہے۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ الْآيَةَ پہلے اپنی بے پایاں عنایت سے اپنے حبیب کو سرفراز کرنے کا ذکر
 فرمایا۔ اب ان انعامات و احسانات کا شکر ادا کرنے کی تلقین فرمائی جا رہی ہے۔ ارشاد ہے اے
 حبیب! اپنے رب کے لئے نماز پڑھا کر و اور اسی کی خاطر قربانی دیا کر۔ کم فہم لوگ کھاتے
 اللہ تعالیٰ کے دستر خواں سے ہیں، چتے اس کی رحمت کے ٹکڑوں پر ہیں۔ نشوونما اس کے
 آغوش لطف و کرم میں پاتے ہیں، لیکن شکریہ غیروں کا ادا کرتے ہیں۔ عبادت باطل
 معبودوں کی کرتے ہیں۔ قربانیاں بتوں کے نام پر دیتے ہیں۔ اے میرے محبوب! آپ ان

کی روش کو اختیار نہ کرنا۔ یہ سب سے بڑی ناشکری اور کفرانِ نعمت ہے۔

اس عہدِ غیب اور حبیبِ لمیب کی تعمیلِ ارشاد کی یہ حالت تھی کہ ساری ساری رات کھڑے رہ کر نماز ادا فرماتے رہتے۔ یہاں تک کہ پاؤں بھی سوچ جاتے۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! حضور اتنی زحمت کیوں اٹھاتے ہیں۔ فرمایا: **أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا** کیا میں اپنے رب کی بے پایاں نعمتوں پر اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ ساری عمر ہی عبادت و ذکر الہی میں بسر ہوئی۔ روز و شب کا ایک لمحہ بھی تو غفلت میں نہ گزرتا تھا۔ جس نبیِ معظم، ہادیِ معظم کی ساری زندگی سجدہ و رکوع اور خضوع و خشوع میں گزری اس کی امت نہ اپنے رب کے ذکر سے محروم ہو جائے، ان کی پیشانیوں پر اُتر سجدوں کے نشان چہ نہ رہے ہوں، ان کو اگر نماز کی سعادت نصیب نہ ہو تو اس سے بڑی بد قسمتی اور بیاہو سکتی ہے۔

إِنْ شَاءَ رَبُّكَ لایۃ۔ جس کے دل میں بغض و عداوت ہو اس کو شافی کہتے ہیں۔ **أَبَدُّ** سر سے ہے اور سر کا معنی **الْعَقْطُمُ**۔ کسی چیز کو کاٹ دینا ہے۔ اہل لغت کے نزدیک وہ مرد جس کا فرزند نہ ہو اسے **انتر** کہتے ہیں۔ وہ چار پایہ جس کی دم نہ ہو، اسے بھی **انتر** کہتے ہیں۔ نیز ہر وہ کام جس کا نیک اثر باقی نہ رہے اس کو بھی **انتر** کہتے ہیں۔ (قرطبی)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضور سرورِ عالم ﷺ کی یہ اولاد پیدا ہوئی قاسم، پھر زینب، پھر عبد اللہ، پھر ام کلثوم، پھر فاطمہ، پھر رقیہ، صلی اللہ علیہم وعلیہم اجمعین۔ پہلے قاسم کا انتقال ہوا۔ پھر عبد اللہ (جن کا لقب طیب و طاہر ہے) داغِ مفارقت دے گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ نبوت کے بعد تو سارے مکہ والے دشمن بن گئے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے دونوں فرزند فوت ہو گئے ہیں، اب صرف صاحبزادیاں ہی ہیں تو انہوں نے طرح طرح کی باتیں بنانا شروع کر دیں۔ عاص بن وائل کہنے لگا **قَدْ انْقَطَعَ نَسْلُهُ وَهُوَ أَبَدُّ** کہ ان کی سل منقطع ہو گئی، پس وہ **انتر** ہیں۔

کفار جب اسلام کی روز افزوں ترقی کو دیکھتے تو اپنا دل بہلانے کے لئے کہا کرتے فکر کی کوئی بات نہیں، یہ چند روزہ کھیل ہے۔ لڑکا ان کا کوئی نہیں جو ان کے بعد اس مشن کو جاری رکھ سکے۔ یہ چند سال کے مہمان ہیں۔ جب یہاں سے رخصت ہوں گے تو ان کا یہ دین بھی اسی روز نیست و نابود ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس ایک آیت سے ان کی گستاخیوں کا منہ توڑ

جواب دیا۔ ان کی خوش فہمیوں کا خاتمہ کر دیا۔ فرمایا جو میرے محبوب کا دشمن ہو گا، جو اس کے دین کا بدخواہ ہو گا، جو اس کے نظام شریعت سے پر خاش رکھے گا، وہ مٹ جائے گا۔ اس کی قوم اسے بھول جائے گی۔ تاریخ اسے فراموش کر دے گی۔ اس کا کوئی نام لینے والا نہیں ہو گا۔ اس کی اولاد بھی اس کا نام لینا چھوڑ دے گی۔ اس کی طرف ہر قسم کی نسبت ان کے لئے باعث ننگ و عار بن جائے گی اور میرے محبوب کی یہ شان ہے کہ اس کا ہر امتی خواہ وہ کسی قبیلہ کا فرد ہو، کسی ملک کا رہنے والا ہو، کوئی زبان بولنے والا ہو، میرے محبوب کریم کے ذکر پاک کی شمع ہر وقت روشن رکھے گا۔ دوسرے لوگوں کی نسل ان کے بیٹوں سے چمتی ہے، لیکن میں اپنے حبیب کی نسل ان کی نور نظر، نخت جگر بتول زہرا، خاتون جنت سیدہ طاہرہ زکیہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چلاؤں گا اور اس نسل میں اتنی برکت دوں گا کہ دنیائے اسلام کے گوشے گوشے میں یہ نسل پھیل جائے گی۔

یہ سورت اپنے اختصار و ایجاز کے باوصف نصحت و بلغت کا وہ مرتع جمیل ہے کہ نصیحتے عرب، بغائے جہاز کو بھی اسے پڑھ کر کہنا پڑا مَآهَذَا كَلَامُ الْبَشَرِ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ الَّذِي
اَعْطَاكَ رَبُّهُ الْكَوْثَرَ۔ كُلَّمَا ذَكَرُوكُمُ الذِّكْرُ ذَكَرْتُمْ عَنْ ذِكْرِ
الْغَافِلُوْنَ۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّهُ وَاَتْبَاعَهُ وَاَحْسِنَا فِيْ رُحْمَتِهِ
فَصَلِّ لِحَبْلِهِ وَاغْفِرْ لَنَا وَلِوَالِدَيْنَا وَدَرَجَتَيْنَا بِشَفَاعَتِهِ يَا رَبَّ
الْعَالَمِيْنَ يَا اَكْرَمَ الْمُسْتَوْدِعِيْنَ۔



وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ الْمُبِيْنَ لِلنَّاسِ مَا نَزَّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ
يَتَفَكَّرُوْنَ ۝

(1)

”(اسی طرح) ہم نے نازل کیا آپ پر یہ ذکر تاکہ آپ کھول کر بیان کریں لوگوں کیلئے (اس ذکر کو) جو نازل کیا گیا ہے ان کی طرف تاکہ وہ غور و فکر کریں۔“

تشریح۔ اس آیت طیبہ سے واضح ہو گیا کہ ہمارے لئے نبی کریم ﷺ کی سنت کے اتباع کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کا صحیح علم اپنے رسول کو عطا فرمایا اور اس کے معنی و مطالب کے بیان، اس کے اجمال کی تفصیل اور اوامر و نواہی کی وضاحت کا منصب فقط اپنے محبوب کریم ﷺ کو تفویض کیا۔ اس لئے قرآن کریم کی جو تفسیر و تشریح حضور اکرم ﷺ نے فرمائی وہی قابل اعتماد ہے۔ کسی دوسرے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے فہم و خرد پر بھروسہ کر کے کسی آیت کی ایسی تاویل کرے جو ارشاد رسالت مآب کے خلاف ہو۔

چنانچہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

فَالرَّسُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُبَيِّنٌ عَنِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ
مُرَادَهُ وَمِمَّا أَجْمَلَهُ فِي كِتَابِهِ مِنْ أَحْكَامِ الْعَلَاوَةِ وَالزُّكُوفِ
وَعَبَرِ ذَلِكَ وَمِمَّا لَمْ يُفَصِّلْهُ

(1)

”کہ رسول اللہ ﷺ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مراد بیان کرنے پر مقرر ہیں۔ کتاب کے وہ احکام جن کا تعلق نماز، زکوٰۃ وغیرہ اور دیگر احکام شرعی کے ساتھ ہے ان کی وہ تفصیل معتبر ہوگی جو زبان القدس رسالت مآب ﷺ نے فرمائی ہے۔“

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ
النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

(2)

”اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر لیکن (اس حقیقت کو) اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

تشریح اس آیت کی تفسیر اس حدیث پاک سے ہوتی ہے جو حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُومَلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ وَبِئْسَتْ - أُعْطِيتُ

جَمَاعَةِ الْكُفَّوْ، وَنُصَرَّتْ بِالرُّعْبِ فَأُجِلَتْ إِلَى الْغَنَائِمِ
وَجُؤِلَتْ إِلَى الْأَرْضِ مَسْجِدًا وَكُفُّوا وَأُرْسِلَتْ إِلَى الْغَنَائِمِ
كَافَّةً وَخُصِمَتْ فِي اللَّيْثِيَّاتِ

”حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی ہے۔ مجھے اس نے جوامع الکلم عطا فرمائے یعنی قلیل الفاظ میں کثیر معانی کو بیان کر دینا۔ اس نے رعب سے میری مدد کی۔ میرے لئے مال غنیمت حلال کر دیا میرے لئے تمام روئے زمین مسجد قرار دیدی گئی اور اسے طہارت کا ذریعہ بنایا اور مجھے تمام مخلوقات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور مجھے تمام نبیوں کے آخر میں بھیج کر مسند نبوت ختم کیا۔“

کافۃ کے مفہوم اور ترکیب کے بارے میں مختلف اقوال منقول ہیں۔
زجاج کے نزدیک کافۃ کا معنی جامع ہے۔

قَالَ الزَّجَّاجُ أَيْ وَمَا أُرْسِلْتَ إِلَّا جَمَاعَةً لِلنَّاسِ بِأَلْوَانِهِ
وَالْأَلْوَانِ

بعض کے نزدیک یہ کف کا اسم فاعل ہے جس کا معنی رد کرنا ہے۔ نامبالغہ کیلئے ہے، یعنی ہم نے آپ کو اس لئے بھیجا ہے کہ آپ سب لوگوں کو کفر و عصیان سے روکیں۔
معناه كَافَّةً لِلنَّاسِ بِكُلِّ مَذْهَبٍ عَنْ مَذَاهِبِهِ وَمِنْ الْكُفْرِ اور آخرت میں انہیں آپ دوزخ میں گرنے سے روکیں گے۔
اس کی ترکیب میں بھی متعدد اقوال ہیں۔

بعض نے اسے مصدر محذوف کی صفت بنایا ہے اس تقدیر پر عبارت یوں ہوگی۔

وَمَا أُرْسِلْتَ إِلَّا رِسَالَةً كَافَّةً تَعْنِي عَامِلَةً شَامِلَةً

بعض نے اسے أُرْسِلْتَ کی ضمیر خطاب کا حال بنایا ہے اور لِلنَّاسِ جار مجرور اس کے ساتھ متعلق ہے۔ اور بعض نے اسے للناس کا حال بنایا ہے۔ اگرچہ اکثر نحو کی مجرور پر حال کو مقدم کرنا درست نہیں سمجھتے۔ لیکن یہاں اہتمام کی وجہ سے تقدیم جائز ہے۔

وَكَافَّةً حَالِ قَيْنِ النَّاسِ فُتِمَ عَلَيْهِمُ الْإِهْتِمَامُ يَعْنِي
أَرْسَلْنَاكَ لِأَجْلِ إِرْشَادِ النَّاسِ كَافَّةً عَامَةً أَحْمَرُهُمْ
أَسْوَدُهُمْ۔

(1)

”کافۃ الناس کا حال ہے اور اس کے اہتمام کے پیش نظر اسے مقدم
کیا گیا ہے یعنی ہم نے آپ کو بھیجا ہے تمام لوگوں کی راہنمائی کرنے
کیلئے سرخ اور سیاہ سب کے لئے۔“

اس آیت سے اس امر کی بھی وضاحت کر دی ہے کہ میرا حبیب سب اقوام عالم کیلئے
تاریز قیامت ہادی و راہنما بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔ زمین کا کوئی دور افتادہ خطہ اور اس کے
کسی گوشہ میں جو قبائل آباد ہیں، قیامت تک ذات محمدی ان سب کیلئے آفتاب ہدایت بن کر
ان کی شاہراہ حیات کو منور کرتی رہے گی۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ
مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَأَلَمُوا
بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيُّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يُوْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَ
اتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ○

(2)

”آپ فرمائیے اے لوگو! بیشک میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی
طرف۔ وہ اللہ جس کے لئے بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین کی۔ نہیں
کوئی معبود سوائے اس کے۔ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ پس
ایمان لے آؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر جو نبی امی ہے جو خود ایمان بایہ
اللہ پر اور اس کے کلام پر اور تم پیروی کرو اس کی تاکہ تم ہدایت یافتہ ہو
جاؤ۔“

تشریح اللہ تعالیٰ کے دیگر تمام برگزیدہ رسول خاص خاص علاقوں اور مخصوص قوموں کے
ایک مقررہ وقت تک مرشد و رہبر بن کر آئے تھے لیکن اب جس مرشد اولین و آخرین،
جس راہبر اعظم کا ذکر خیر ہو رہا ہے اس کی شان راہبری نہ کسی قوم سے مخصوص ہے اور نہ

کسی زمانہ سے محدود۔ جس طرح اس کے بھیجنے والے کی حکومت و سروری عاظمیٰ ہے اس طرح اس کے رسول کی رسالت بھی جہاں گیر ہے۔ ہر خاص و عام، ہر فقیر و امیر ہر محمی و عربی، ہر رومی و حبشی کیلئے وہ مرشد بن کر آیا اس لئے اس بات کا اعلان اس کی زبان حقیقت ترجمان سے کر دیا کہ اے اولاد آدم! میں تم سب کیلئے اپنے زمین و آسمان کے خالق و مالک کی طرف سے رشد و ہدایت کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ اب تمہارے سے ہدایت و فلاح کا راستہ یہی ہے کہ اس کتاب کی پیروی کرو جو میں لے کر تمہارے پاس آیا ہوں اور میرے نقوش پا کر اپنے لئے خضر راہ بناؤ۔ میری سنت سے انحراف نہ کرو۔

اَلَمْ يَأْتِ اَوَّلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهُمْ اَتَمَّهُمْ
وَاُولَئِكَ الْاَرْحَامُ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهَاجِرِيْنَ اِلَّا اَنْ تَفْعَلُوْا اِلٰى اَوْلِيَائِكُمْ
مَّمْنٌ وَّفَا كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝

(1)

”نبی (کریم) مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ اور قریبی رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں کتاب اللہ کی رو سے عام مومنوں اور مہاجرین سے مگر یہ کہ تم کرنا چاہو اپنے دوستوں سے کوئی بھلائی (تو اس کی اجازت ہے)۔ یہ (علم) کتاب (الہی) میں لکھا ہوا ہے۔“

تشریح۔ اللہ تعالیٰ اس تعلق کی کیفیت اور نوعیت بیان فرماتے ہیں جو نبی کریم ﷺ کو اپنے غلاموں کے ساتھ ہے۔ بتایا تمہاری خیر خواہی، اصداغ احوال، فلاح داریں اور تم پر عطف و کرم فرمانے میں میرا محبوب تم پر تمہارے نفسوں سے بھی زیادہ مہربان اور شفیق ہے جتنا میرے نبی کو تمہاری عزت، خوشحالی اور اخلاقی برتری کا خیال ہے تمہیں خود بھی اپنا اس قدر خیال نہیں۔ اس حقیقت کی وضاحت ایک دوسری آیت میں کر دی گئی ہے۔

عَزِّزْ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ يَا مُؤْمِنٰیْنَ دُوْنَ

(2)

دَرَجٰتِہُمْ ۝

”یعنی جو چیز تمہارے لئے تکلیف دہ ہے وہاں نہیں بھی گزرتی ہے۔
وہ تمہارے متعلق حریص ہیں اور اللہ ایمان کیلئے بڑے مہربان اور رحیم
ہیں۔“

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ سے ایک حدیث روایت کی ہے اسے بھی پڑھئے
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

لَا تَمْلِكُ مِثْلِي وَمِثْلُ أَمِيَّتِي كَمِثْلِي رَجُلٌ لَا يَتَوَقَّعُ نَارًا فَجَعَلَتْ
الدَّوَابَّ وَالْفَرَاشُ يَقَعْنَ فِيهِ وَأَنَا أَخَذْتُ بِحَبْزِكُمْ وَأَنْتُمْ
تَقَعَمُونَ فِيهِ

(1)

”میری اور میری امت کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ
جلائی اور مختلف جانور اور پروانے اس میں گرنے کیلئے دوڑتے چلے آ
رہے ہوں۔ میں تمہیں تمہاری کمروں سے پکڑ رہا ہوں اور تم اس میں
گرنے پر اصرار کر رہے ہو۔“
صحیح بخاری کی یہ حدیث بھی ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَأَنَا أَوَّلِي يَوْمَ الدِّنْيَا
وَالْآخِرَةِ أَقْرَبُ إِلَيْنِ شَتْمُ الْمُتَّقِينَ أَوَّلِي بِالْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ
أَنْفُسِهِمْ وَأَيْتِمًا مُؤْمِنِينَ مَاتَ وَتَرَكَ مَالًا فَدِيرُهُ عَقَبَتُهُ
مَنْ كَانُوا وَمَنْ تَرَكَ دِينًا أَوْ ضِيَاءًا فَلْيَا بَنِي فَإِنَّا مَوْلَاكَ

”کوئی ایسا مومن نہیں جس کا دنیا و آخرت میں میں والی نہیں۔ اگر تم
چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھو۔ اَلْمُتَّقِينَ اَوَّلِي بِالْمُؤْمِنِينَ اور جو مومن فوت
ہو اور اپنے پیچھے مال چھوڑ جائے تو اس کے قریبی رشتہ دار اس کے
وارث ہوں گے اور جو مومن قرضہ وغیرہ چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس
آئے میں اس کا والی ہوں۔“

حضور کی شان کریمی پر انسان قربان جائے کتنی شفقت اور محبت کا اظہار فرمایا جا رہا ہے۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہمارے ساتھ ایسا تعلق ہے، حضور کی خیر خواہی اور لطف و کرم کا یہ عالم ہے تو پھر حیف ہے ہم پر اگر ہم حضور کی شریعت کو چھوڑ کر اپنے نفسوں کی خواہشات کی پیروی میں لگ جائیں۔ اپنے دوستوں کو خوش کرنے کیلئے، اعلیٰ حکام کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے ہم اپنے نبی پاک کی اطاعت سے سرتابی کریں۔ نیز سلامی حکومتوں اور قانون ساز اداروں کو بھی اس امر کا پورا پورا احساس ہونا چاہئے کہ وہ کس دعوے کی طرف رجوع کر رہے ہیں اور کس کی اطاعت کو اپنا شعار بنارہے ہیں۔

وَمَنْ يُصَلِّ اللَّهَ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَوَّلِيَّ بِالْمُؤْمِنِينَ
مِنْ أَنْفُسِهِمْ أَىْ أَوْفَ بِهِمْ وَأَعْطَفَ عَلَيْهِمْ هَذَا هُوَ
يَدَّ عَوْهُمْ إِلَى النَّجَاةِ وَأَنْفُسُهُمْ تَدَّ عَوْهُمْ إِلَى الْهَلَاكِ

یعنی حضور کے اولیٰ بالمؤمنین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حضور ان پر ان کے نفسوں سے بھی زیادہ مہربان اور شفقت کرنے والے ہیں کیونکہ حضور انہیں نجات کی طرف بلاتے ہیں اور ان کے نفس انہیں ہلاکت کی دعوت دیتے ہیں۔
حضرت سہل فرماتے ہیں۔

مَنْ كَوَّرَ نَفْسَهُ فِي مِلْكِ الرَّسُولِ وَلَوْ بِرَدَّ لَآيَةٍ عَلَيْهِ
فِي جَبِينِهِمْ أَحْوَالَهُ كَوَّيْنُ قِيَّ حَلَاوَةً سُنَّتِهِمْ -

”یعنی جو شخص حضور کا اپنے آپ کو غلام نہ سمجھے اور تمام حالات میں اپنے آپ پر حضور کی حکمرانی تسلیم نہ کرے اس نے سنت کی شیرینی کا مزہ ہی نہیں چکھا۔“

حضور رسالت مآب علیہ التحیات والتسلیمات کی ازواج مطہرات کی عزت افزائی فرمائی جا رہی ہے کہ یہ مسلمانوں کی، نہیں ہیں۔ اس تعلق کے باعث ہر مومن کا فرض ہے کہ ان کا اس طرح احترام کرے جس طرح اپنی ماں کا احترام کیا کرتا ہے۔ اگر ان جسمانی ماؤں کا احترام نہ کرنے والا رحمت الہی سے محروم ہو جاتا ہے تو جو بد نصیب اپنی روحانی ماؤں کے متعلق گستاخیاں کرنے سے باز نہیں آتے انہیں اپنے حشر کا ابھی سے اندازہ لگالینا چاہئے۔

(1) قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ

”آپ فرمائیے (خود بخود) نہیں جان سکتے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں
غیب کو سوائے اللہ تعالیٰ کے۔“

تشریح اللہ تعالیٰ کی توحید پر واضح دلائل اور براہین ساطعہ ذکر کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ کے علم محیط کا بیان ہو رہا ہے اور بتایا جا رہا ہے کہ تخلیق کائنات، تدبیر شئون عالم، خست و دلوں اور آشفٹہ حالوں کی فریادری، رزق رسانی وغیرہ باصفات میں جس طرح اس کا کوئی شریک نہیں، اسی طرح اس کی صفت علم میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں۔ غیب کے کہتے ہیں اس کا مفہوم یہ ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں مَالًا يَقَعُ تَحْتَ الْحَوَائِثِ وَلَا تَعْقُصِيهِ بَدَاهَةُ الْعَقْلِ الْغَيْبِ (المفردات) یعنی وہ علم جو جو اس کی رسانی سے بالاتر ہو اور جو قوت عقل سے بھی حاصل نہ کیا جاسکے اسے غیب کہتے ہیں۔ آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہو گا کہ زمین و آسمان میں جو بھی موجود ہیں، فرشتے، جنات، انسان جن میں علماء، اولیاء، انبیاء اور اولوالعزم رسل بھی داخل ہیں اور دیگر لوگ کوئی بھی، انعبث! کو نہیں جان سکتا۔ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ عالم غیب ہے۔ جس طرح اس کی ذات میں اور اس کی دیگر صفات میں کوئی ہمسری کا دم نہیں ہو سکتا اسی طرح اس کی صفت علم میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی شخص اس کی صفت علم میں کسی کو شریک بنائے گا تو وہ بھی اسی طرح مشرک ہو گا اور دائرہ اسلام سے خارج ہو گا جس طرح اس کی دوسری صفات میں کسی کو شریک بنانے والا یا اس کی ذات کی طرح کسی کو واجب الوجود ماننے والا مشرک ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

قرآن کریم کی آیات کا مفہوم بیان کرتے ہوئے ضروری ہے کہ انسان اس بات کا خیال رکھے کہ آیات کا ایسا مفہوم اور تشریح نہ بیان کی جائے جو قرآن کی دوسری آیات کے سرسبز خلاف ہو، ورنہ وہ قرآن حکیم کی حقانیت ثابت کرنے کے بجائے اپنے سامعین کے دہ میں یہ غلط فہمی پیدا کرنے کا سبب بن جائے گا کہ قرآن کی بعض آیتیں دوسری آیتوں سے ٹکراتی ہیں اور ٹکڑی کر دیتی ہیں (العیاذ باللہ)۔ اور وہ کتاب جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کا بطلان کر رہا ہو اسے عقلمند انسان کا کلام بھی نہیں کہا جاسکتا چہ جائیکہ اسے خداوند عظیم و حکیم کا کلام مانا جائے جو ہمہ میں بھی ہے اور ہمہ دان بھی۔

قرآن کریم نے اپنے کلام الہی ہونے پر دیگر دلائل کے علاوہ ایک دلیل یہ بھی پیش کی

ہے کہ اس میں اختلاف نہیں پایا جاتا، ارشاد ہے۔ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لَوُجِدُوا فِيهِ
اِخْتِلَافًا كَثِيرًا (۱)۔ یعنی یہ اگر اللہ تعالیٰ کا کلام نہ ہوتا تو تم اس میں جگہ جگہ پر اختلاف اور
تضاد پاتے۔ گویا قرآن میں اختلاف کا نہ پایا جانا اس بات کی محکم دلیل ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا
کلام ہے۔

اگر غور و فکر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ کر اس آیت کا ترجمہ کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہو
گا کہ زمین و آسمان میں جو مخلوق بھی ہے وہ غیب کو نہیں جانتی، حالانکہ قرآن کی بے شمار
آیتوں سے ہمیں فرشتوں کا، نزول وحی کا، قیامت، جنت و دوزخ کا علم ہے اور ان پر ہمارا
ایمان ہے۔ حالانکہ یہ تمام عالم غیب کی چیزیں ہیں۔ نیز کثیر آیات اور صحیح احادیث
سے حضور اکرم ﷺ کا امور غیبیہ پر مطلع ہونا ثابت ہے۔ اس لئے ہمیں اس آیت میں غور
کرنا چاہئے کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ علماء کرام نے تصریح کی ہے کہ اس آیت سے مراد یہ
ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے اور بتائے بغیر کوئی بھی غیب پر نگاہ نہیں ہو سکتا۔ خود قرآن
حکیم نے بھی اس قول کی تصدیق فرمادی۔

عَلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ

(۲)

مِنْ رَّسُولٍ

”اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیب پر کسی کو آگاہ نہیں
کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔“

اس آیت نے بتادیا کہ اللہ تعالیٰ کی دوسری تمام صفات کی طرح اس کی یہ صفت بھی
قدیم ہے، ذاتی ہے اور غیر متناہی ہے۔ یعنی ایسا نہیں کہ وہ پہلے کسی چیز کو نہیں جانتا تھا اور
اب جاننے لگا ہے بلکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ سے ہر چیز کو اس کے پیدا ہونے سے پہلے بھی، اس کی
حیثیات میں بھی اور اس کے مرنے کے بعد بھی اپنے علم تفصیلی سے جانتا ہے۔ نیز اس کا
یہ علم اس کا ذاتی ہے کسی نے اس کو سکھایا نہیں ہے۔ نیز اس کے علم کی نہ کوئی حد ہے نہ
نہایت۔ اگر کوئی شخص کمنا یا کمیٹھا یعنی مقدار اور کیفیت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی کسی
صفت کا کسی کے لئے اثبات کرے تو وہ ہمارے نزدیک شرک کا مرتکب ہو گا۔

اس لئے حضور پر نور امام الاولین والاخرین ﷺ کا علم مبارک خداوند کریم کے علم کی طرح قدیم نہیں بلکہ حادث ہے یعنی پہلے نہیں تھا، بعد میں اللہ تعالیٰ کے تعلیم دینے سے حاصل ہوا۔ خداوند کریم کے علم کی طرح ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سکھانے سے حاصل ہوا۔ نیز حضور سرور عالم کا علم خداوند کریم کے علم کی طرح غیر متناہی اور غیر محدود نہیں بلکہ متناہی اور محدود ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے علم محیط کے ساتھ حضور فخر موجودات ﷺ کے علم کی نسبت اتنی بھی نہیں جتنی پانی کے ایک قطرہ کو دنیا بھر کے سمندروں سے ہے۔

ہاں اتنا فرق ضرور ہے کہ حضور رحمت عالم ﷺ کا یہ حادث، عطائی اور محدود علم اتنا محدود نہیں جتنا بعض حضرات نے سمجھ رکھا ہے۔ اس کی وسعتوں کو یاد دینے وال جانتا ہے یا لینے والا۔ یا سکھانے والے کو پتہ ہے یا سیکھنے والے کو۔ ہم تم تو کس گنتی میں ہیں، جبریل امین بھی وہاں دم مارنے کی مجال نہیں رکھتا۔ **فَاَوْحَىٰ اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى** اس نے وحی فرمائی اپنے بندے کی طرف جو وحی فرمائی۔ علم و معرفت کی وہ وسعتیں اور بے کرائیاں جن پر بیان کا ہر جامہ تنگ ہے، ان کی حد بر آری ہم کرنے لگیں گے تو ٹھو کریں نہیں کھائیں گے تو اور کیا ہو گا۔

اس تلمیذِ رحمن نے اپنی زبان حق ترجمان سے ہمیں خود جو کچھ بتایا ہے ہم اس کو حق تسلیم کرتے ہیں اور اسی پر ہمارا ایمان ہے۔ اسی کی زبان پاک سے نکلا ہوا یہ قول طیب ہم نے سنا ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَأَيْتُ رَفِيَّ عَزَّوَجَلَّ
فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ قَالَ فِيمَا يَخْتَوِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى قُلْتُ أَنْتَ
أَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَسَّطَتْ بَرْدًا بَيْنَ كَتِفَيَّ
فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِينَ -

(1)

”رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا آج میں نے اپنے بزرگ و برتر پروردگار کی زیارت کی ہے بڑی حسین اور پیاری صورت میں۔ تو مجھ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ملا اعلیٰ کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں میں نے

عرض کی، اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی ہتھیلی میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھی۔ جس کی ٹھنڈک میں نے سینے میں محسوس کی۔ پھر میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں تھا اور زمین میں تھا۔

اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ کی شرح اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں۔

”پس دانستم ہرچہ در آسمانہا و ہرچہ در زمینہا بود۔ عبارتست از حصول تمام علوم جزوی و کلی و احاطہ آں“

”پس جو چیز آسمانوں میں تھی اسے بھی میں نے جان لیا اور جو چیز زمینوں میں تھی اسے بھی میں نے جان لیا۔ (پھر فرماتے ہیں کہ) اس ارشاد نبوی کا مقصد یہ ہے کہ تمام علوم جزوی اور کلی مجھے حاصل ہوئے اور ان کا میں نے احاطہ کر لیا۔“

علامہ ملا علی القاری علیہ الرحمۃ اپنی کتاب المرقاة شرح مشکوٰۃ میں پہلے اس حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد شارح بخاری علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں۔ میں یہاں اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے فقط علامہ ابن حجر کے قول پر اکتفا کرتا ہوں۔

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ آيَ جَمِيعِهِ الْكَائِنَاتُ الَّتِي فِي السَّمَوَاتِ بَلَدًا
فَوْقَهَا..... وَالْأَرْضُ هِيَ بِمَعْنَى الْجَنَسِ آيَ وَجَمِيعِهِ مَا فِي
الْأَرْضَيْنِ السَّبْعِ وَمَا تَحْتَهَا..... يَعْنِي أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَرَادَ
إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالسَّلَامُ مَلَكَوَتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَيْنِ
وَكَشَفَ لَهُ ذَلِكَ وَهَمَّ عَلَى أَبْوَابِ الْغُيُوبِ۔

(1)

”علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تمام کائنات جو آسمانوں میں تھی بلکہ ان کے اوپر بھی جو کچھ تھا اور جو کائنات سات زمینوں میں تھی بلکہ ان کے نیچے بھی جو کچھ تھا وہ میں نے جان لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی

دکھائی تھی اور اسے آپ پر منکشف کیا تھا اور مجھ پر اللہ تعالیٰ نے غیب کے دروازے کھول دیئے ہیں۔“

ممکن ہے اس حدیث کی سند کے بارے میں کسی کو شک ہو اس لئے اس کے متعلق مشکوٰۃ کے مصنف کی رائے غور سے سن لیجئے جو انہوں نے یہ حدیث متعدد طرق سے نقل کرنے کے بعد تحریر کی ہے۔ اگر دل میں حق پذیری کا جذبہ موجود ہے تو بغضہ تعالیٰ یقیناً تسلی ہو جائے گی۔

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَسَنٌ صَرِيحٌ وَسَأَلْتُ مُحَمَّدَ
بْنَ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيَّ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ
صَرِيحٌ (1)

اس حدیث کو امام احمد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے متعلق امام بخاری سے دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا هَذَا حَدِيثٌ صَرِيحٌ یہ حدیث صحیح ہے۔ امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا

قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا تَرَكَ
شَيْئًا يَكُونُ فِي مَقَامِهِ ذَلِكَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا حَدَّثَ
بِهِ حَفِظَهُ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَ مَنْ نَسِيَ قَدْ عَلِمْنَا أَهْلَابِي
هَؤُلَاءِ وَلَا نَهْ لِيَكُونَ مِنْهُ الشَّيْءُ قَدْ نَسِيْتُهُ فَأَرَاهُ قَدْ ذُكِرَ
كَمَا يَذْكُرُ الرَّجُلُ وَجْهَ الرَّجُلِ إِذَا غَابَ عَنْهُ ثُمَّ ذَارَاكَ (2)

”ایک روز حضور رسول اکرم ﷺ ایک مقام پر خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے اور قیامت تک ہونے والی کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کا ذکر حضور نے نہ فرمایا ہو۔ یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا اور بھلا دیا اسے جس نے بھلا دیا۔ میرے یہ سارے صحابہ اس کو جانتے ہیں۔ اور ایسا ہوتا ہے کہ

کوئی ایسی شے وقوع پذیر ہوتی ہے جسے میں بھول چکا ہوتا ہوں تو اسے دیکھتے ہی مجھے یاد آ جاتا ہے (کہ حضور ﷺ نے یونہی فرمایا تھا) بالکل اس طرح جیسے تیرا کوئی واقف آدمی کافی عرصہ تجھ سے غائب رہا ہو اور جب تو اسے دیکھے تو تو اسے پہچان لیتا ہے۔“

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے وہ بھی مدظلہ فرمائیے۔

عَنْ عُمَرَ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدَأِ الْخَلْقِ حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حِفْظَ ذَلِكَ مَنْ حِفْظُهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ۔

(1)

”حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ایک دن رسول اللہ ﷺ قیام فرما ہوئے اور تخلیق کائنات کی ابتدا سے کر اہل جنت کے اپنی منازل میں اور اہل دوزخ کے اپنے ٹھکانوں میں داخل ہونے تک کے تمام حالات سے ہمیں خبر دی یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا اور بھلا دیا اسے جس نے بھلا دیا۔“

علامہ علی القاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ طبیبی کا یہ قول نقل کرتے ہیں :-

قَالَ الطَّبِيبِيُّ حَقَّقَ غَايَةَ أَخْبَرَنَا أَيُّ أَخْبَرَهُ مُبْتَدِئًا مِنْ بَدَأِ الْخَلْقِ حَتَّى انْتَهَى إِلَى دُخُولِ أَهْلِ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَدَخَلَ النَّارَ النَّارَ مَوْضِعَ الْمَصَارِعِ مُبَالَغَةً لِلتَّحْقِيقِ الْمُسْتَفَادَةِ مِنْ قَوْلِ الصَّادِقِ الرَّضِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(2)

”علامہ طبیبی فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں حتی کا لفظ بیان غایت کے

لئے ہے۔ یعنی حضور ﷺ نے اپنے اس جامع خطبہ میں کائنات کی آفرینش سے لے کر اس وقت تک کے تمام حالات بیان فرمائے جبکہ جنتی اپنے اپنے محلات میں قیام پذیر ہو جائیں گے۔ پھر فرماتے ہیں کہ جنتیوں کا جنت میں دخول تو زمانہ مستقبل میں ہو گا اس لئے حَاشٰی یَدْخُلْنَ یعنی مضارع کا صیغہ استعمال ہونا چاہئے تھا۔ حدیث میں ماضی کا صیغہ (حَاشٰی دَخَلْنَ) کیوں استعمال ہوا ہے۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ کیونکہ یہ خبر دینے والا صادق (سچا) اور امین (دیاندار) رسول ہے۔ اس نے آئندہ کے متعلق جو فرمادیا کہ ایسا ہو گا اس کا ہونا بھی اتنا ہی یقینی ہے جتنی اس بات کا جو پہلے واقع ہو چکی ہو۔“

اللہ تعالیٰ اسلاف کرام کا نور ایمان عطا فرمائے تب ہی کتاب و سنت کے آئینہ میں حق کا رخ زیبا نظر آتا ہے، ورنہ ساری عمر شک و شبہ کی جھاڑیوں میں دامن الجھا رہتا ہے اور قیل و قال سے ہی فرصت نہیں ملتی۔

قرآن کریم کی آیات طیبات اور ان احادیث صحیحہ کے بعد ہم کسی سے اپنے مومن ہونے کا سرٹیفکیٹ لینے کے لئے یہ ماننے یا زبان پر لانے یا اس کا تصور کرنے کے لئے بھی تیار نہیں کہ شیطان کا علم فخر عالم کے علم سے زیادہ ہے یا ایسا علم تو گاؤں خروار ہر سفید کو بھی حاصل ہے۔ اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ

اس آیت کا جو مفہوم میں نے بیان کیا علماء کرام کی تصریحات بھی اسی کی تائید کرتی ہیں۔ چنانچہ علامہ سید محمود آلوسی بغدادی اس پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

وَلَعَلَّ الْحَقَّ اَنْ يَقَالَ اِنَّ الْعِلْمَ الْغَيْبِيِّ الْمَنْفِقَ عَنْ غَيْرِ جَلٍّ
وَعَلَاهُ مَا كَانَ لِلشَّعْوِ لِنَاثِمَةِ اَيَّ بِلَادٍ اسْتَطَاعَ فِي بُيُوتِنَا
وَمَا وَكَلَهُ لِلْعَوَايِسِ لَيْسَ مِنْ هَذَا الْعِلْمِ الْمَنْفِقِ فِي شَيْءٍ مُّزَوَّجًا
اَنْهَ مِنَ الْوَاجِبِ عَزَّوَجَلَّ اَخَاصَهُ عَلَيْهِمْ بَرُوجِهِمْ وَجُودِهِ

الْإِنْفَانَةُ-

(1)

”یعنی حق بات یہ ہے کہ جس علم غیب کی نفی کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سوا اسے کوئی نہیں جانتا اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اسے خود بخود نہیں جان سکتا۔ اور خاص بندوں کو جو علم حاصل ہے وہ یہ علم نہیں جس کی آیت میں نفی کی گئی ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی فیض رسانی سے انہیں حاصل ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی فیض رسانی کے متعدد وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے انہیں مرحمت فرمایا ہے۔“

علامہ موصوف اس سے آگے چل کر لکھتے ہیں

وَالْجَمَلَةُ عَلَى الْغَيْبِ بِلَا وَاسِطَةٍ كَلَّا أَوْ بَعْضًا مَخْصُوصًا بِاللَّهِ
مَجَلَّةٌ وَعَلَا لَا يَعْنِيهِ أَحَدٌ مِنَ الْخَلْقِ أَصْلًا۔

(1)

”یعنی ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ علم الغیب بلا واسطہ کلاً اور بعضہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ یعنی نہ سار علم غیب بغیر اس کے بتائے کوئی جان سکتا ہے اور نہ بعض کوئی جان سکتا ہے۔“

حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَعَيْنُهُ تَعَالَى لَا يَعْلَمُ إِلَّا بِأَعْلَانِهِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جان سکتا مگر اللہ تعالیٰ کے جمانے اور سکھانے سے۔“

آخر میں اپنی رائے ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

قُلْتُ وَيُمْكِنُ أَنْ يَكُونَ الْقَدِيرُ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ

وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا بِاللَّهِ أَمْ يَتَعَلَّمُهُ

(2)

”یعنی میں کہتا ہوں کہ قدر عبارت یوں ہے کہ زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور سکھانے کے بغیر غیب کو نہیں جان سکتی۔“

اس تحقیق کے بعد بھی اگر کوئی صاحب ہم اہل سنت پر شرک کا الزام لگائے تو اس کی مرضی۔ اس آزادی کے دور میں ہم اس کے لئے دعائے ہدایت کے بغیر کیا کہہ سکتے ہیں۔ البتہ اسے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس بہتان کے متعلق اس سے باز پرس ہوگی۔ اور اس پر آشوب دور میں امتِ مصطفویہ علیٰ نبیہا افضل الصلوٰۃ وازکی التسلیمات میں فتنہ و فساد کا دروازہ کھولنے پر اسے روزِ حشر جوابدہ ہوتا ہوگا۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى حَبِيبِهِ وَ
عَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے
فضائل و کمالات

احادیثِ نبوی کی روشنی میں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَمَسَّ

بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

اور

اپنے رب (کریم)
کی

نعمتوں کا ذکر فرمایا

کیجئے!

(سُورَةُ الْفُتُحِ ۱۱۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرور عالم ﷺ کے فضائل و کمالات

احادیث نبوی کی روشنی میں

اس سے پہلے میں نے آپ کے سامنے فرقان حمید کی آیات طیبہ کو بیان کیا ہے جن میں رب العزت نے اپنے حبیب کریم ﷺ کے مقامات رفیعہ اور محامدہ سنیہ، اپنی زبان قدرت سے بیان کئے ہیں۔ اگرچہ میں نے قرآن کریم کی متعدد آیات پیش کی ہیں لیکن درحقیقت قرآن کریم کی ان آیات کا احاطہ میرے لئے ممکن نہیں جن کے آئینہ میں جمال و کمال حبیب کبریاء کا عکس جمیل منعکس ہو کر قلوب واذہان کو پناہ ویدہ بنا رہا ہے۔ صدق دل اور دقت نظر سے جو خوش نصیب فرقان حمید کا مطالعہ کرے گا اسے بیشمار ایسی آیات مبارکہ ملیں گی جو میں اپنی تنگ دہائی یا کم عمری کی وجہ سے اس ضمن میں پیش نہیں کر سکا۔ مذکورہ آیات، ان قرآنی آیات کا عشر عشیر بھی نہیں جو قرآن کریم کے صفحات پر اپنے انوار بکھیر رہی ہیں۔

اب میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے صاحب مقام محمود، محبوب رب العالمین، قائد الفرق المجملین المبعوث رحمة للعالمین کی ان دربار جلوہ آرائیوں کا ذکر کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں جو آتھا بنعمۃ ربک فحدیث کے فرمان لمی کی تعمیل کرتے ہوئے مرشد جن و انس، راہبر انسانیت ﷺ نے اپنی زبان حق ترجمان سے ذکر فرمائی ہیں۔ درحقیقت یہ ایک بحر بے پیدائنا ہے جس کے کنارے پر کوئی شہر نہیں پہنچ سکتا۔ یہ سمندر اپنی پہنائیوں کے باوجود اتنا عمیق ہے کہ کوئی غواص اس کی تہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

بظور تبرک ان حدیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سے چند منتخب احادیث پیش کر رہا ہوں امید ہے کہ دل بانگن جہاں نبوت کو ان کے مطالعہ سے تسکین نصیب ہوگی اور

بادیہ ضلالت میں بھٹکنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے محبوب کا صحیح عرفان میسر آئے گا۔
وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ۔

اب سنبھل کر بیٹھئے اور اپنے دیدہ و دل کو روشن کرنے کیلئے اپنے ہادی برحق ﷺ سے نورانی ارشادات کا مطالعہ فرمائیے۔

عَنْ وَائِلَةَ بِنِ اسْتَعْمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى مِنْ ذُلْدِ اِبْرَاهِيمَ
اِسْمَاعِيلَ۔ وَاصْطَفَى مِنْ ذُلْدِ اِسْمَاعِيلَ بَنِي كِنَانَةَ۔ وَ
اصْطَفَى مِنْ بَنِي كِنَانَةَ قُرَيْشًا وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي
هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ۔

(1)

”حضرت وائلہ بن اسعمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے لولہ ابراہیم علیہ السلام سے حضرت اسماعیل کو جن لیا پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے بنی کنانہ کو منتخب فرمایا اور بنی کنانہ کی اولاد سے قبیلہ قریش کو فضیلت بخشی اور قبیلہ قریش سے خاندان ہاشم کو ممتاز کیا اور خاندان بنو ہاشم سے مجھے چن لیا۔

(اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام ترمذی نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ یہ روایت صحیح ہے۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِنَّا أَلْزَمْنَا آدَمَ عَلَى رَبِّي وَلَا عَظْمَ۔

(2)

”آدم علیہ السلام کی تمام ذریت سے میں اپنے رب کے نزدیک معزز و مکرم ہوں۔ میں یہ بات فخر و مباہات کیلئے نہیں کہہ رہا بلکہ انصار حقیقت کر رہا ہوں۔“

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ

سَلَّمَ أَنَا أَلْزَمُ الْأَقْلَبِينَ وَالْأَخْيَرِينَ وَلَا فَخْرَ

”میں تمام پہلے گزرے ہوئے انسانوں سے اور بعد میں آنے والے انسانوں سے بارگاہ الٰہی میں زیادہ معزز و مکرم ہوں۔ میرا یہ قول ذرا فخر و مباہات نہیں بلکہ یہ اظہار حقیقت ہے۔“

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا فِي جَبْرِئِلَ فَقَالَ قَلْبُكَ مَشَارِقُ الْأَرْضِ وَمَغَارِبُهَا فَلَمْ أَرِ رَجُلًا أَفْضَلَ مِنِّي لِحَمْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ أَرِ بَنِي آدَمَ أَفْضَلَ مِنِّي هَاشِمِيًّا۔

”حضرت عائشہ کنتی ہیں کہ سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ایک روز جبرئیل میرے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں نے زمین کے مشارق و مغارب کو چھان مارا ہے لیکن میں نے کوئی ایسا مرد نہیں دیکھا جو محمد مصطفیٰ ﷺ سے افضل ہو اور نہ کوئی خاندان دیکھا ہے جو خاندان بنو ہاشم سے ارفع و اعلیٰ ہو۔“ رواہ الطبرانی و ابوی نعیم والبیہقی

”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ شب معراج نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں سواری کیلئے براق پیش کیا گیا تو اس نے شوخی دکھانا شروع کی۔ جبرئیل امین نے اسے جھڑک کر کہا۔ کیا اللہ کے محبوب محمد مصطفیٰ کے سامنے شوخی دکھا رہے ہو۔ آج تک تیری پشت پر کوئی ایسا آدمی سوار نہیں ہوا جو بارگاہ ایزدی میں ان سے زیادہ معزز و محترم ہو۔ جبرئیل کی اس سرزنش پر براق پسینہ پسینہ ہو گیا۔“

هَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُتِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَيَسْتَأْذِنُ بِيَدِي وَأُتِيتُ خَزَائِنَ الْأَرْضِ وَوُضِعَتْ فِي يَدَيَّ وَخِطَرِي النَّبِيُّونَ۔

(1)

”اُمّ مسلم اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی

اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ رعب سے میری مدد کی گئی ہے۔ مجھے جو امع الکلم عطا فرمائے گئے ہیں۔ اور اس وقت جبکہ میں سویا ہوا تھا زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھوں میں رکھ دی گئیں اور میری ذات پر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی بعثت کا سلسلہ ختم کر دیا۔

عَنْ عَقَبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِلَيَّ فَحُطَّ لَكُمْ وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ - وَلَئِنِّي
وَاللَّهُ لَا أَنْظُرُ إِلَى حَوْضِي الْآنَ فَلَئِنِّي قَدْ أُعْطِيتُ مَغَايِرَ
خَزَائِنِ الْأَرْضِينَ - وَلَئِنِّي وَاللَّهُ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا
بَعْدِي وَنَكَيْتِي أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُتَافِسُوا (1)

”حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا اے میرے امتیاء! میں تمہارا پیش رو ہوں۔ اور میں تم پر گواہی دینے والا ہوں۔ اور میں بخدا ایساں بیٹھے ہوئے اپنے حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں۔ اور بلاشبہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں مجھے عطا فرمادی گئی ہیں۔ اور مجھے خدائی قسم اس بات کا ذرا اندیشہ نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرنے سو گے۔ البتہ مجھے یہ خوف ہے کہ تم دنیا کی دولت کو اور سامان عشرت کو جمع کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگو گے۔“

اس حدیث پاک سے متعدد امور واضح کر دیئے گئے ہیں۔

1۔ حضور نے فرمایا۔ میں تمہارا پیش رو ہوں۔ عربی میں حرد پیشرو اس کو کہتے ہیں جو اپنے کارواں سے پہلے اگلی منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ وہاں جا کر ان کیلئے طعام و قیام کا انتظام کرتا ہے ان کے جانوروں کے لئے چارے کا بندوبست کرتا ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ ایساں اپنے آپ کو فرط کے لفظ سے ذکر فرما رہے ہیں۔

پھر فرمایا کہ میں تمہارے ایمان اور اعمال صالحہ پر بارگاہِ رب العزت میں گواہی دوں گا۔

اور یہاں اپنی چشم مازاغ کی قوت پیمائی کا ذکر بھی فرمادیا کہ مسجد نبوی میں منبر پر بیٹھے ہونے کروڑوں میل دور حوض کوثر کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ یہ بھی وضاحت فرمادی کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے خزانوں کی ساری کنجیاں اپنے حبیب مکرم کے حوالے فرمادی ہیں۔ یہ وہی وہی ہے کہ اپنے علم خدا داد سے اس بات کا علم تھا کہ ایک وقت وہ اسے کا کہ جس میرے غلاموں پر شرک کی تمہمت لگائیں گے اس لئے اپنے غلاموں کی صفائی پیش کرتا ہوں۔ فرمادیا کہ مجھے اس چیز کا قطعاً کوئی اندیشہ نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرنے سوئے البتہ مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ تم دولت و ثروت کو زیادہ سے زیادہ سمیٹنے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرو گے۔

رَوَى عَنْ ابْنِ وَهَبٍ أَنَّهُ عَلَيَّ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالَ .
قَالَ اللَّهُ تَعَالَى

سَلِّ يَا مُحَمَّدُ وَقُلْتُ مَا أَسْأَلُ يَا رَبِّ - ائْتَذَتْ اِبْرَاهِيمَ
خَبِيلًا كَوَلَّمْتُ مُوسَى نَكِيلًا وَاصْطَفَيْتُ نُوحًا وَنَطَيْتُ
سُلَيْمَانَ مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي -
فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى - مَا أَعْطَيْتُكَ خَيْرًا مِّنْ ذَلِكَ - أَعْطَيْتُكَ
الْكَوْثَرَ - وَجَعَلْتُ اسْمَكَ مَعْرَاسِي - وَيَسَّادَى بِرَقِي جَوْفِي
السَّمَاءِ وَجَعَلْتُ الْأَرْضَ طَهُورًا لَّكَ وَلاَ مَمْلُوكَ - وَعَفَّرْتُ
لَكَ مَا لَقَدَّ مَرُونَ ذُنُوبَكَ وَمَا تَأَخَّرَ - فَأَنْتَ تَمْشِي فِي النَّاسِ
مَغْفُورًا لَّكَ فَلَمَّا أَصْنَعُ ذَلِكَ لِأَحَدٍ قَبْلَكَ وَجَعَلْتُ قُلُوبَ
أُمَّتِكَ مَصَاحِفَهَا - وَخَبَأْتُ لَكَ شَفَاعَتَكَ وَلَمْ أَخْبَأْهَا
لِبَنِي عَدْنِكَ -

(1)

”بن وہب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اے میرے محبوب مجھ سے مانگو۔ میں نے عرض کی اے میرے پروردگار! میں تجھ سے کیا مانگوں۔ تو نے حضرت ابراہیم کو پنا خلیل بنایا، موسیٰ سے بد واسطہ کلام کیا، نوح

علیہ السلام کو جن لیا، سلیمان علیہ السلام کو وہ ملک عظیم عطا کیا جو آپ کے بعد کسی کو نہیں دیا جائے گا۔ اپنے حبیب کریم ﷺ کا یہ جواب سن کر اللہ جل مجدہ نے فرمایا: اے میرے حبیب! جو میں نے آپ کو عطا فرمایا ہے وہ ان تمام انعامات سے اعلیٰ و افضل ہے۔ میں نے آپ کو کوثر عطا فرمایا۔ میں نے آپ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے جو ہر اذان و شہادت کے وقت فضا میں گونج رہا ہے۔ اور میں نے بتایا ہے زمین کو آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے طہارت کا سبب۔ اور آپ پر جو الزامات ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد لگائے گئے میں نے ان سب سے آپ کے دامن کو پاک کر دیا ہے۔ آپ لوگوں میں اس حالت میں چلتے ہیں کہ آپ مغفور ہیں اور یہ مہربانی آپ سے پہلے میں نے کسی کے ساتھ نہیں کی۔ اور میں نے آپ کے لہجوں کے دلوں کو قرآن کریم کا حامل بنا دیا ہے۔ اور میں نے مقام شفاعت آپ کے لئے مخصوص کر رکھا ہے حالانکہ میں نے آپ کے بغیر کسی نبی کو یہ شان عطا نہیں فرمائی۔“

اس حدیث پاک میں بھی، اللہ تعالیٰ نے جن مخصوص انعامات سے اپنے حبیب مکرم کو سرفراز فرمایا ہے، ان کو بیان کیا گیا ہے اور اس میں اس امر کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ اگرچہ حضور کی آمد سے پہلے اولوالعزم رسولوں کو مقام رفیعہ پر فائز کیا گیا لیکن جو شانیں اور عظمتیں آپ کے رب نے آپ کو عطا فرمائی ہیں وہ تمام سابقہ انعامات سے اعلیٰ و رفیع ہیں۔

عَنْ حَدِیْقَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّہُ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ
قَالَ بَشَّرَنِیْ یَعْنِیْ رَبِّیْ اَنَا اَوَّلُ مَنْ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَمَعِیْ مِنْ
اُمَّتِیْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا وَمَعَ کُلِّ اَلْفٍ سَبْعُوْنَ اَلْفًا کَیْسَ
عَلِیْہِمُ حِسَابٌ -

وَاَعْطَانِیْ اَنْ لَا تَجُوعَ اُمَّتِیْ وَلَا تَغْلَبَ
وَاَعْطَانِیْ النَّصْرَ وَالْعِزَّةَ وَالرُّعْبَ یَسْنِیْ بَیْنِ یَدَیْ اُمَّتِیْ
شَہْرًا -

وَطَیَّبَ لِیْ وَلَا اُمَّتِی الْمَغَانِمَ

وَأَحَلَّ لَنَا كَثِيرًا مِّمَّا شَدَدَ عَلَيْنَا مَن قَبْلُنَا

وَلَمْ يَجْعَلْ عَلَيْنَا فِي الدِّينِ مِنْ حَرْجٍ (1)

”حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے رب کریم نے مجھے یہ بشارتیں دی ہیں۔

1۔ جنت میں سب سے پہلے میں داخل ہوں گا اور اس وقت میرے ساتھ ستر ہزار امتی ہوں گے اور ہر امتی کے ساتھ ستر ہزار اہل ایمان ہوں گے جو سب میرے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے اور ان سے روز محشر کوئی حساب نہیں لیا جائے گا۔

2۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ خوشخبری بھی دی ہے کہ میری مت فاقہ سے فنا نہیں ہوگی اور نہ دشمن اس کو مغلوب کر سکیں گے۔

3۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے نصرت، عزت اور رعب اس طرح عطا فرمایا ہے کہ میرا دشمن مجھ سے اور میری امت سے اگر ایک ماہ کی مسافت پر ہوگا تو پھر بھی وہ لرزاں و ترساں ہوگا۔

4۔ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے اور میری امت کیلئے اموال غنیمت کو حلال کر دیا ہے۔ اور بہت سی ایسی چیزیں جو پہلی امتوں پر حرام تھیں انہیں ہمارے لئے حلال فرمایا ہے۔

5۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز نہیں رکھی جس سے ہمیں تنگی اور حرج ہو۔“

عَنِ الْعِرْبَابِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ فَإِنْ أَدْرَأْتُمْ جَدًّا فِي طِينَتِي أَنَا دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ وَبَشَاةُ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔

”حضرت عریاض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا

میں اللہ کا بندہ ہوں، اور میں خاتم النبین ہوں۔ میں اس وقت خاتم النبین تھا جبکہ آدم علیہ السلام کا کچھرا بھی گوندھا جا رہا تھا۔ میں وہ دعا ہوں جو میرے باپ ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کی تھی۔ میں وہ مژدہ ہوں جو حضرت عیسیٰ بن مریم نے نوح انسانی کو سنایا تھا۔“

ابو محمد مکی، ابوللیث سمرقندی اور ان کے حلاوہ دیگر علماء رہ ایت کرتے ہیں۔

إِنَّا أَدْرَعْنَا مَعْصِيَتَكَ قَالَ اللَّهُ مَعْصِيَتِي مُحَمَّدًا وَإِبْرَاهِيمَ
خَطِيئَتِي وَتَقَبَّلْ تَوْبَتِي۔

”آدم علیہ السلام سے جب خطا سرزد ہوئی تو آپ نے بارگاہ رب العزت میں التجائی، اے اللہ! محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل میری خطا کو معاف فرما دے اور میری توبہ قبول فرما لے۔“

فَقَالَ لَهُ اللَّهُ مِنْ آيِنَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اللَّهُ تَعَالَى نَعَىٰ أَفْ كُو فَرَمَا كُو تُو نَعَىٰ مُحَمَّدٌ ﷺ كُو كَيْسِي بَحْجَانَا
فَمَا كُو دَايَتِي فِي كُلِّ مَوْضِعٍ مِنَ الْجَنَّةِ مَكْتُوبًا لِّكَ لَالَهُ إِلَّا اللَّهُ
مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ

”آپ نے عرض کی کہ میں نے جنت میں ہر جگہ پر یہ لکھا ہوا دیکھا ہے۔
اللہ محمد رسول اللہ“

فَعَلِمْتُ أَنَّهُ أَكْرَمُ خَلْقِكَ عَلَيْكَ فَتَابَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَغَفَرَهُ۔
”اس طرح میں نے جان لیا کہ یہ بستی جس کا نام نامی محمد ﷺ ہے وہ تمام مخلوق سے تیرے نزدیک زیادہ معزز و مکرم ہے پس اللہ تعالیٰ نے یہ دعا، جو آپ نے نبی رحمت کے وسیلہ سے مانگی تھی، اس کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمایا۔“

اس حدیث کے راوی یہ کہتے ہیں کہ فَتَنَّا نَعَىٰ أَدْرَعْنَا مِنْ رَبِّهِمْ كَلِمَاتٍ فَتَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ
کلمات سے مراد یہی دعائیہ کلمات ہیں۔

علامہ ابو بکر محمد بن حسین الاجری البغدادی، جو ایک جلیل الشان کاتب، کاتب الاشرف فی السنۃ اور دیگر کتب کے مصنف ہیں جو ساری عمر مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر رہے

اور 360ھ میں انتقال فرمایا۔ انہوں نے آدم علیہ السلام کے واقعہ توبہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

فَقَالَ اَدْرُمْنَا خَلَقْتَنِي نَفَعْتُ رَاسِي اِلَى عَرْشِكَ فَاِذَا فِيهِ
مَكْتُوبٌ لِّاِلَهِ اِلَا اِنَّهُ مَحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ فَعِلِمْتُ اَنَّهُ لَيْسَ
اَحَدٌ اَعْظَمُ قَدْرًا عِنْدَكَ مِنْ جَعَلْتَ رَاسِي مَعْرَاسِيكَ۔

”آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار جب تو نے مجھے پیدا فرمایا اور میں نے سر اٹھا کر تیرے عرش کی طرف دیکھا تو وہاں یہ لکھا ہوا پایا کہ اے اے اللہ محمد رسول اللہ۔ پس میں نے جان لیا کہ یہ ہستی جس کے نام کو تو نے اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے اس کی قدر، منزلت تیری بارگاہ میں بہت بڑی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو یہ وحی کی۔

وَعِزَّتِي وَجَلَالِي لَانَّهُ لَاحِقُ النَّبِيِّنَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ وَلَوْلَا مَا
خَلَقْتُكَ۔

”مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم تیری اولاد میں یہی ہستی خاتم النبیین ہے اور اگر یہ نہ ہوتے تو اے آدم! میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی تفسیر میں اس آیت کا ترجمہ کتر لکھا کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

قَالَ لَوْ مِّنْ ذَهَبٍ فِيهِ مَكْتُوبٌ عَجَبًا لِّمَنَ اَيُّقَنُ بِالْقَدْرِ
كَيْفَ يَنْصَبُ عَجَبًا لِّمَنَ اَيُّقَنُ بِالنَّارِ كَيْفَ يَصْحَكُ عَجَبًا
لِّمَنَ رَاى الدُّنْيَا وَتَغَلَّبَهَا بِاَهْلِهَا كَيْفَ يَطْمَئِنُّ عَلَيْهَا۔
اَنَا اللهُ لَا اِلَهَ اِلَّا اَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدِي وَرَسُوْلِي۔

اس خزانہ میں سونے کی ایک تختی تھی جس میں مندرجہ بالا عبارت کندہ تھی جس کا ترجمہ پیش ہے۔

”اس آدمی کی حالت پر بڑی حیرت ہوتی ہے جو قدر پر ایمان رکھتا ہے اور پھر بھٹک جاتا ہے۔ تعجب ہے اس شخص پر جو نار جنم پر یقین رکھتا

ہے کہ وہ کیسے ہنستا ہے۔ تعجب ہے اس شخص پر جو دنیا کو اور اس کی گردشوں کو دیکھتا ہے کہ اسے اطمینان کیسے نصیب ہوتا ہے۔ اور اس سونے کی سختی کے آخر میں لکھا ہے کہ میں اللہ ہوں میرے بغیر اور کوئی اللہ نہیں ہے اور محمد مصطفیٰ ﷺ میرے بندے اور رسول ہیں۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ مَكْتُوبٌ اِنِّى اَنَا اللّٰهُ، كَرِهَ الْاَلَا اَنَا، مُحَمَّدًا
رَّسُولُ اللّٰهِ - لَا اُعَذِّبُ مَنْ قَالَهَا - (1)

”کہ جنت کے دروازے پر یہ لکھا ہوا ہے کہ میں اللہ ہوں اور میرے بغیر اور کوئی خدا نہیں ہے۔ اور محمد مصطفیٰ ﷺ میرے رسول ہیں۔ جس نے یہ کلمہ پڑھا میں اس کو عذاب نہیں دوں گا۔“

روز محشر سرور کائنات ﷺ کی

بے مثال عزت افزائیاں

حضرت کعب بن مالک سے مروی ہے کہ شفیق عاصیوں ﷺ نے فرمایا۔

يُنْخَسِرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَإِذَا كُنْتُ أَنَا وَأُمِّي عَلَى تِلْكَ
وَيَلْسُوْنِي رَقِي حُلَّةً خَضْرَاءَ ثُمَّ يُؤْذَنُ لِي فَأَقُولُ مَا شَاءَ
اللَّهُ أَنْ أَقُولَ فَذَلِكَ الْمَقَامُ الْمَحْمُودُ۔

(1)

”قیمت کے دن اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو میدانِ حشر میں جمع فرمائے گا۔
میں اور میری امت ایک اونچے نیلے پر ہوں گے۔ میرا پروردگار اس دن
مجھے سبز پوشاک پہنائے گا۔ پھر مجھے لب کشائی کی اجازت دی جائے گی
اور جو اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ میں کہوں گا۔ یہی مقام محمود ہے۔“

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پر نور نے فرمایا کہ روز
قیمت مجھے عرش کی دائیں جانب ایسے مقام پر کھڑا کیا جائے گا جہاں کسی اور کو قدم رکھنے کی
مجال نہ ہوگی۔ اس وقت اولین و آخرین میرے ساتھ رشک کریں گے۔ (2)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا

حُيِّتُ بَيْنَ أَنْ يَدْخُلَ نِصْفُ أُمَّتِي الْجَنَّةَ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ
فَأَخَّرْتُ الشَّفَاعَةَ لِأَنَّهَا أَعْوَدُ أَثَرُ وَنَهَا لِلْمُتَّقِينَ لَا
وَلَكِنَّهَا لِلْمُذْنِبِينَ الْمُخْطِئِينَ۔

(3)

”اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا کہ یا میں اپنی نصف امت کو جنت میں داخل

کراؤں یا شفاعت کروں۔ میں نے شفاعت کو پسند کیا کیونکہ شفاعت کا فیضان عام ہے (اگر نصف امت کو جنت میں داخل کرنے پر میں قناعت کرتا تو باقی نصف امت کا کون پرسان حال ہوتا) چنانچہ میں نے شفاعت کو پسند کیا تاکہ جب تک میری امت کا آخری فرد بھی جنت میں پہنچ نہ جائے اس وقت تک میں شفاعت کا حق استعمال کرتا رہوں۔ پھر فرمایا یہ شفاعت متقین کیلئے نہیں ہوگی بلکہ میری شفاعت گناہ گاروں اور خطاکاروں کیلئے ہوگی۔“

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ آتَانِي جِبْرِيلُ
وَقَالَ إِنَّ رَبِّي وَرَبَّكَ يَقُولُ لِلَّذِي تَدْرِي كَيْفَ رَفَعْتُ ذِكْرَكَ
قُلْتُ اللَّهُ أَعْلَمُ قَالَ يَقُولُ إِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتُ مَعِي. (1)
”حضرت ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے
فرمایا ایک روز جبرئیل میرے پاس آئے اور کہا کہ میرا رب اور آپ کا
رب آپ کو فرماتا ہے کہ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں نے آپ کے ذکر کو
کس طرح بلند کیا؟ حضور نے جواب میں کہا اللہ اعلم۔ اللہ تعالیٰ ہی
بہتر جاننے والا ہے جبرئیل امین نے جواب دیا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ
اس رفع ذکر کی صورت یہ ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے گا اس وقت
میرے ذکر کے ساتھ تیرا ذکر بھی کیا جائے گا۔“ جیسے اَشْهَدُ اَنْ لَا
اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ
حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ
أَجْمَعِينَ. (2)

”حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے پیارے رسول

1۔ یوسف بن یعقوب البہانی، ”حجۃ اللہ علی العالمین“ (مصر)، جلد 1

2۔ بخاری شریف، مسند شریف

ﷺ کو یہ کہتے تھے۔ تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں بن سکتا جب تک میری محبت اس کے دل میں اپنے والد، اپنے بیٹوں اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔“

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا أَنَا رَحِمَةٌ مَهْدَاةٌ

”حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے حضور نے فرمایا میں مجسم رحمت ہوں جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں بطور ہدیہ عطا فرمائی ہے۔“

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ تَلَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِبِّ إِنْهُمْ أَضَلُّنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

(ابن ماجہ ۳۶۱) وَقَوْلُهُ تَعَالَى - إِنْ تَعَذَّرْتُمْ بِهِمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ فَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (المائدة: ۱۱۸) فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ اللَّهُمَّ آمَنِي آمَنِي وَبَكِي وَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا جِبْرِيلُ أَذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ وَرَبِّكَ أَعْلَمُ فَاسْتَلْهُ مَا يَكُونُ فَإِنَّا أَجْبَرُئِيلُ فَاسْتَلَّ فَأَخْبَرَهُ بِمَا قَالَ وَهُوَ أَعْلَمُ وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا جِبْرِيلُ أَذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ فَقُلْ لَهُ إِنَّا سَمِعُونَا فِي آتُونَاكَ وَلَا تَسْؤُنَاكَ

(۱)

”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے دو آیتیں تلاوت فرمائیں (اے میرے پروردگار ان بتوں نے تو گمراہ کر دیا بہت سے لوگوں کو۔ پس جو کوئی میرے پیچھے چلا تو وہ میرا ہوا گا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس کا معاملہ تیرے سپرد ہے بیشک تو غفور و رحیم ہے) اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو بخش دے ان کو تو بلاشبہ تو ہی سب پر غالب ہے اور بڑا دانا ہے۔) حضور یہ آیتیں پڑھتے رہے اور بارگاہ رب اعزت میں دست

سوال دراز کر کے زار و قطار روٹا شروع کر دیا اور بار بار عرض کرتے اے اللہ امیری امت میری امت! اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کو حکم دیا، فرمایا فوراً میرے حبیب کے پاس جاؤ۔ اگرچہ تیرا رب سب کچھ جانتا ہے لیکن میرے حبیب سے پوچھو کیوں رو رہے ہیں۔ جبرئیل امین خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور رونے کی وجہ دریافت کی۔ حضور ﷺ نے عرض کی میں اپنی امت کی بخشش کیسے رو رہا ہوں۔ جبرئیل نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ جواب پیش کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پہلے بھی جانتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو حکم دیا فوراً میرے محبوب کی بارگاہ میں جاؤ اور میری طرف سے انہیں یہ پیغام دو اے حبیب آپ کی۔ امت کے بارے میں ہم آپ کو راضی کریں گے اور اس بارے میں آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے دیں گے۔“

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ. ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ مَرَّةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ اسْتَلُوا اللَّهَ الْوَسِيلَةَ. فَإِنَّهَا مَعْدِنَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَبْغِي إِلَّا الْعَبِيدَ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ. فَمَنْ سَأَلَ اللَّهَ فِي الْوَسِيلَةِ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ.

”حضرت عبد اللہ بن عمرو نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو وہ جملے دہراتے جاؤ جو وہ کہہ رہا ہے۔ جب تم اذان سے فارغ ہو تو مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ دس بار اس پر درود شریف بھیجتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ مجھے وسیلہ کے مرتبہ پر فائز کرے۔ جنت میں یہ ایک مقام ہے جو اللہ کے بندوں سے کسی ایک کو عطا فرمایا جائے گا، مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں گا۔ پھر اپنے امتیوں کو فرمایا جو شخص میرے لئے اس مقام کے حصول کی دعا کرے گا اس کے

لئے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔“

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ سَبَبٍ وَتَسْبِيبٍ يَنْقُطُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا سَبَبِي وَتَسْبِيِي.

”حضرت عمر بن خطاب سے مروی ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز تمام تعلقات اور رشتہ داریاں منقطع ہو جائیں گی لیکن میرا تعلق اور میرا نسب اس روز بھی قائم رہے گا۔“

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ جَلَسَ أَنَسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ حَتَّى إِذَا دَنَا مِنْهُمْ سَمِعَهُمْ يَتَذَكَّرُونَ. قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ إِنَّ اللَّهَ اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا. قَالَ آخَرُ مُوسَى كَلِمَةً اللَّهُ تَكَلَّمَ بِهَا. وَآخَرُ دَرِيسَى كَلِمَةً اللَّهُ دَرَوْحَهُ. وَقَالَ آخَرُ آدَمُ اصْطَفَا اللَّهُ وَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْ جَمَعْتُ كَلَامَكُمْ وَتَجَمَّعْتُ رَأْيَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ اللَّهِ وَهُوَ كَذَلِكَ. مُوسَى نَبِيُّ اللَّهِ وَهُوَ كَذَلِكَ. وَدَرِيسَى رَوْحُ اللَّهِ وَهُوَ كَذَلِكَ. وَآدَمُ اصْطَفَا اللَّهُ وَهُوَ كَذَلِكَ. أَلَا وَآتَا حَبِيبُ اللَّهِ وَلَا فَخْرَ. وَأَنَا حَامِلُ لَوَاؤِ الْحَبِيبِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَتَحْتَهُ آدَمُ وَمَنْ دُونَهُ وَلَا فَخْرَ. وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشْفِعٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ. وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يُجِيرُكَ جِلْدُ الْجَنَّةِ قِيَمَتُهُ اللَّهُ بِي فَيُدْخِلُنِيهَا وَيَمِيتُ فُرْأَاءَ الْمُؤْمِنِينَ وَلَا فَخْرَ. وَأَنَا أَكْرَمُ الْأَقْلَامِ وَالْأَخْيَرِينَ عَلَى اللَّهِ وَلَا فَخْرَ.

(1)

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک روز بعض صحابہ کرام ایک جگہ بیٹھے تھے حضور اپنے کاشانہ اقدس سے نکلے تو جہاں صحابہ بیٹھے تھے اس کے قریب پہنچ کر کھڑے ہو گئے۔ تاکہ صحابہ

آپس میں گفتگو کر رہے ہیں۔ کسی نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل بنالیا۔ کسی نے کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا۔ کسی نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا کلمہ اور روح ہیں۔ کسی نے کہا آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جنم لیا ہے۔ کچھ دیر حضور خاموشی سے ان کی گفتگو سنتے رہے پھر ان کے پاس تشریف لائے اور اپنے صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا میں نے تمہاری گفتگو سنی ہے اور تمہاری حیرت و استعجاب کا بھی اندازہ کیا ہے۔ تم نے کہا ابراہیم اللہ کے خلیل ہیں۔ بیشک وہ اس کے خلیل ہیں۔ موسیٰ نجی اللہ ہیں بیشک وہ ایسے ہی ہیں۔ عیسیٰ روح اللہ ہیں بیشک وہ ایسے ہی ہیں اللہ تعالیٰ نے آدم کو چنا بیشک یہ صحیح ہے، لیکن کان کھول کر سن لو۔ میں اللہ کا حبیب ہوں اور میں یہ بات فخر یہ نہیں کہہ رہا قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میں نے اٹھایا ہوگا، آدم علیہ السلام اور تمام انبیاء اس کے سائے میں ہوں گے۔ میں یہ فخر یہ نہیں کہہ رہا۔ سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی۔ میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ سب سے پہلے جنت کے کنڈے کو میں جنبش دوں گا، اللہ تعالیٰ میرے لئے جنت کے دروازے کو کھولے گا، پھر مجھے اس میں داخل کرے گا اور میرے ساتھ میری امت کے فقراء کا ایک جم غفیر ہوگا۔ یہ بات میں بطور فخر نہیں کہہ رہا ہوں۔ میں تمام پہلے لوگوں اور پچھلے لوگوں سے اللہ کی بارگاہ میں زیادہ مکرم و محترم ہوں اور میں یہ بات فخر یہ نہیں کر رہا بلکہ اظہار حقیقت کر رہا ہوں۔“

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَوَّلُ النَّاسِ حُجُوجًا إِذَا بُعِثُوا وَ
أَنَا قَائِدُهُمْ إِذَا وَقَدُوا وَأَنَا خَاطِبُهُمْ إِذَا انْصَبُوا وَأَنَا
مُسْتَشْفِعُهُمْ إِذَا حُيِّسُوا وَأَنَا مُبَشِّرُهُمْ إِذَا أَيْسُوا. الْكِرَامَةُ
وَالْمَقَاتِمَةُ يَوْمَئِذٍ سَيِّدِي وَلِوَاءِ الْعَمِيدِ يَوْمَئِذٍ سَيِّدِي أَنَا

اَكْرَمُ وَلَدِ اَدَمَ عَلَى رِجْلَيْ يَطْلُوْنَ عَلَى الْفَخَّادِمِ كَانَهُمْ بَيْضٌ
مَنْكُونٌ اَوْ لَوْلَا مَذْشُوْرٌ

(1)

”حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن تمام لوگوں سے پہلے میں مرقد انور سے باہر نکلوں گا۔ جب لوگ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کیلئے جائیں گے میں ان کا قائد ہوں گا۔ جب وہ مہربلب ہوں گے میں ان کا خطیب ہوں گا۔ جب نہیں روک دیا جائے گا میں ان کی شفاعت کروں گا۔ اور جب وہ مایوس ہو جائیں گے میں ان کو مغفرت کی خوشخبری سنوں گا۔ ساری عزتیں اور سارے خزانوں کی کنجیاں قیامت کے روز میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اللہ کی بارگاہ میں تمام ادا آدم سے میں معزز و مکرم ہوں گا ایک ہزار خادم میری خدمت کیسے جنت میں دست بستہ حاضر ہوں گے۔ وہ اتنے خوبصورت ہوں گے جیسے چھپائے ہوئے انڈے ہوں یا بکھرے ہوئے موتی ہوں۔“

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ فَاَكْتَسَبِي حِلَّةً مِنْ حُلِيِّ الْجَنَّةِ ثُمَّ اَقُوْمُ عَنِ الْعَرْشِ لِكَيْسَ اَحَدًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ يَقُوْمُ ذَلِكَ الْمَقَامَ غَيْرِي۔

(2)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں حضور نے فرمایا سب سے پہلے میری قبر شریف کھلے گی اور میں باہر آؤں گا۔ مجھے جنت کی پوشاکوں سے ایک خلعت پہنائی جائے گی۔ پھر میں عرش الہی کی دائیں طرف کھڑا ہوں گا۔ میرے علاوہ کسی کو اس مقام پر کھڑا ہونے کا شرف نصیب نہیں ہوگا۔“

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَدَا اللَّهُ أَنْ يَقْنِي بَيْنَ خَلْقِهِ تَأْدَى
مُنَادٍ أَيْنَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَّتُهُ فَأَقْرَمُوهُ
تَتَّبِعُنِي أَمِّي غُرَامُ حَبِيبِينَ مِنْ أَشْرَ الطُّهُورِ - قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ الْآخِرُونَ الْأَوَّلُونَ وَ
أَوَّلُ مَنْ يُحَاسِبُ وَتُعْرَجُ لَنَا الْأُمُورُ مِنْ طَرِيقَتَا وَتَقُولُ
الْأُمُورُ كَادَتْ هَذِهِ الْأُمَّةُ أَنْ تَكُونَ أَنْبِيَاءَ كُلِّهَا - (1)

”حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس روز اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے درمیان فیصلہ کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو ایک منادی کرنے والا بلند آواز سے اعلان کرے گا کہیں ہیں محمد مصطفیٰ ﷺ اور کہاں ہے ان کی امت۔ میں کھڑا ہو جاؤں گا، میری امت میرے پیچھے پیچھے ہوگی، ان کی پیشانیاں اور ان کے پاؤں وضو کے اثر سے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ ہم سب سے آخر میں آنے والے ہیں اور جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے ہیں اور ہمارا سب سے پہلے حساب ہوگا۔ اور امتوں کو حکم ہوگا کہ وہ ہمارا راستہ خالی کر دیں۔ میری اور میرے غلاموں کی یہ عزت افزائی دیکھ کر ساری امتیں حیران و ششدر ہو جائیں گی اور کہیں گی یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ سارے انبیاء ہیں۔“

عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي جَرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِي سَأَلْتُ رَبِّي شَفَاعَةَ لَأَمِيَّتِي - فَأَعْطَانِي ثَلَاثَ أَمِيَّتٍ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا شُكْرًا لِلرَّبِّ ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِي وَ سَأَلْتُ رَبِّي لَأَمِيَّتِي فَأَعْطَانِي ثَلَاثَ أَمِيَّتٍ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِلرَّبِّ شُكْرًا ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِي وَ سَأَلْتُ رَبِّي فَأَعْطَانِي الثَّلَاثَ الْآخِرَ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِلرَّبِّ -

”حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے رب کریم سے سوال کیا اور اپنی امت کی شفاعت کی۔ اللہ تعالیٰ نے میری امت کا تیسرا حصہ مجھے عطا فرمایا۔ میں اس احسان عظیم کا شکریہ ادا کرنے کیلئے سر بسجود ہو گیا۔ پھر کچھ دیر کے بعد میں نے سجدہ سے سر اٹھایا اور پھر رب کریم کی بارگاہ میں اپنی امت کی بخشش کیلئے التجا اور شفاعت کی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی امت کا دوسرا تہائی حصہ عطا فرمایا۔ اپنے کریم رب کے لطف عیم کا شکریہ ادا کرتے ہوئے پھر سجدہ ریز ہو گیا۔ پھر کچھ دیر کیسے سر کو ٹھیا، پھر اپنی امت کی بخشش کیلئے التجا کی۔ اللہ تعالیٰ نے حسان فرماتے ہوئے وہ آخری تہائی بھی مجھے عطا فرمائی۔ میں اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو گیا۔“

عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَبَّحَ جِبْرِائِيلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ إِنَّ رَبَّكَ يَقُولُ إِنْ كُنْتَ تَأْخُذُ بِإِبْرَاهِيمَ خَلِيلِكَ فَقَدْ أَخَذْتُكَ حَبِيبًا. وَمَا خَلَقْتُ خَلْقًا أَكْرَمَ عَلَى مِنْكَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنْيَا وَ أَهْلَهَا لِأَعْرِضَهُمْ كَرَامَتِكَ وَمَنْزِلَتِكَ عِنْدِي. وَلَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا.

(1)

”حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز جبریل امین بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کی بیشک آپ کا رب فرماتا ہے اگرچہ میں نے ابراہیم کو خلیل بنایا ہے لیکن آپ کو میں نے اپنا حبیب بنایا ہے میں نے آج تک کوئی ایسی چیز پیدا نہیں کی جو آپ سے زیادہ میرے نزدیک مکرم ہو۔ میں نے دنیا اور اس کے رہنے والوں کو اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ میں آپ کی کرامت اور آپ کے درجہ رفیعہ سے ان کو آگاہ کروں۔ اگر آپ کی ذات نہ ہوتی تو میں دنیا کو بھی پیدا نہ کرتا۔“

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصحیح میں حضرت ابو زید عمرو بن الخطاب سے ایک جامع حدیث روایت کرتے ہیں اس کا متن بدیہ قارئین ہے۔

قَالَ (أَبُو زَيْدٍ) صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الظُّهُرُ فَزَلَّ فَصَلَّى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ وَصَلَّى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَآخَبَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ وَأَعْلَمْنَا أَحْفَظْنَا۔ (1)

”ابو زید عمرو بن الخطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی، اس کے بعد منبر پر تشریف لے گئے اور ہمیں خطبہ دینا شروع کیا، یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ حضور منبر سے نیچے تشریف لائے اور ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی اس کے بعد پھر حضور منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دینا شروع کیا۔ یہاں تک کہ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا حضور منبر سے تشریف لائے اور ہمیں عصر کی نماز پڑھائی پھر حضور منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دینا شروع کیا۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ صحابی فرماتے ہیں کہ حضور نے اپنے اس مفصل اور طویل خطبہ میں، جو ہو چکا تھا اور جو آئندہ ہونے والا ہے، اس کے بارے میں ہمیں خبر دار کیا۔ جتنا زیادہ کسی کو وہ خطبہ یاد ہے اتنا ہی وہ سب سے بڑا عالم ہے۔“

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصحیح میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے درج ذیل حدیث نقل کی ہے۔

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَامَ فَبَيَّنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدْرِ بْنِ الْحَنَلِيِّ حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذَلِكَ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَ مَنْ نَسِيَ۔ (2)

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں ایک روز سرکارِ دو عالم ﷺ ایک جگہ قیوم فرما ہوئے (اور خطبہ ارشاد فرمایا) اس میں ہمیں ابتدائے آفرینش سے لے کر اس وقت تک جب اہل جنت اپنی منزلوں میں فروکش ہوں گے اور دوزخی جہنم میں آگ میں جھل رہے ہوں گے ہمیں تمام حالات کی خبر دی۔ یاد رکھنا ارشاداتِ نبوت کو جس نے یاد رکھا اور بھل دیا نہیں جس نے بھل دیا۔“

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فِي أَحْسَنِ مَوْجِعٍ قَالَ فِيمَا يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى قُلْتُ أَنْتَ أَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتَفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرَكَةً بَيْنَ تَدَايٍ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ -

”رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا آج میں نے اپنے بزرگ و برتر پروردگار کی زیارت کی، بڑی حسین اور پیاری صورت میں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ملائعہ اعلیٰ کے مکین کس بات پر جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے عرض کی: اے اللہ تعالیٰ! تو ہی زیادہ جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی تعظیم میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھی جس کی ٹھنڈک میں نے سینے میں محسوس کی پھر میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں تھا اور زمین میں تھا۔“

اس حدیث پاک کی تشریح کرتے ہوئے حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ کی شرح اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں۔

پس دانستم ہرچہ در آسمانها و ہرچہ در زمینها بود۔ عبارتست از حصول تمامہ علوم جزوی و کلی و احاطہ آں

”پس جو چیز آسمانوں میں تھی اسے بھی میں نے جان لیا اور جو چیز زمینوں میں تھی اسے بھی میں نے جان لیا (پھر فرماتے ہیں) کہ اس ارشادِ نبوی کا مقصد یہ ہے کہ تمام علوم جزوی و کلی مجھے حاصل ہو گئے اور ان کا میں نے احاطہ کر لیا۔“

علامہ علی القاری علیہ الرحمۃ اپنی کتاب المرقاة شرح مشکوٰۃ میں پہلے اس حدیث پاک کا مفہوم بیان کرتے ہیں اس کے بعد شارح بخاری علامہ ابن حجر کا قول نقل کرتے ہیں۔ میں یہاں اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے فقط علامہ ابن حجر کے قول پر اکتفا کرتا ہوں۔

قَالَ ابْنُ حَجْرٍ آيُ جَبِيَّةِ الْكَائِنَاتِ الَّتِي فِي السَّمَوَاتِ بَلْ
وَمَا قَوْهَا..... وَالْأَرْضُ هِيَ بِمَعْنَى الْجَنِينَ آيُ وَجَبِيَّةُ
مَا فِي الْأَرْضِ السَّبِيحَ وَمَا تَحْتَهَا..... يَعْنِي أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَرَى
إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَلَكُوتَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَكَشَفَ لَهُ ذَلِكَ وَفَتَحَ عَلَى أَبْوَابِ الْجَنَّةِ-

(1)

”علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تمام کائنات جو آسمانوں میں تھی بلکہ ان کے اوپر بھی جو کچھ تھا۔ اور جو کائنات سات زمینوں میں تھی بلکہ ان کے نیچے بھی جو کچھ تھا وہ میں نے جان لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی دکھائی تھی اور اسے آپ پر منکشف کیا تھا اور مجھ پر اللہ تعالیٰ نے غیب کے دروازے کھول دیئے ہیں۔“

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ منقول ہیں۔

وَصَحَّ كَقَمَّةٍ بَيْنَ كَتَفَيْ قَدَّ وَجَدَتْ بَرْدَ أَنَامِلِهِ بَيْنَ ثَدَيَّ قَتَبَيْ
بِي كُلِّ شَيْءٍ وَكَوَعْرَتُ-

(2)

”اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے کندھوں کے درمیان رکھا۔ اور دست قدرت کی انگلیوں کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی۔ پس ہر چیز میرے لئے واضح ہو گئی اور ان کو میں نے پہچان لیا۔“

ممکن ہے اس حدیث کی سند کے بارے میں کسی کو شک ہو اس لئے اس کے متعلق مشکوٰۃ کے مصنف کی رائے غور سے سنئے جو انہوں نے یہ حدیث متعدد طرق سے نقل کرنے کے بعد تحریر کی ہے اگر دل میں حق پذیری کا جذبہ موجود ہو تو بفضلہ تعالیٰ یقیناً تسلی

ہو جائے گی۔

رواہ احمد والترمذی۔ وَقَالَ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَسَلَّطْتُ مُحَمَّدَ بْنَ
إِسْمَاعِيلَ الْبَغْدَادِيَّ مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ (1)
”اس حدیث کو امام احمد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام
ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے متعلق امام بخاری سے
دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔“

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک بڑی پیاری حدیث روایت کی ہے اسے قارئین
کی خدمت میں پیش کرتا ہوں تاکہ انہیں حبیب کریم ﷺ کی بے عدیل فصاحت و بلاغت
پر مطلع ہونے کے ساتھ ساتھ ان جذباتِ عبدیت پر بھی آگاہی حاصل ہو جو اللہ تعالیٰ کے
برگزیدہ رسول اور محبوب بندے کے دس میں اپنے خالق و مالک کے بارے میں موجزن
رہتے تھے۔

يَجْمَعُ اللَّهُ النَّاسَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ حَتَّى يُسْمِعَهُمُ الدَّاعِيَ وَ
يَنْفَعَهُمُ الْبَصْرَ حَقًّا عَمَّا أَكْثَرُ خَلْقُوا سَكُونًا لَا تَكَلُّوا نَفْسُ
إِلَّا بِإِذْنِهِ۔

”اللہ تعالیٰ روزِ قیامت سب لوگوں کو ایک وسیع میدان میں جمع فرمائے
گا حتیٰ کہ وہ بلانے والے کی آواز کو سن سکیں گے اور نگاہ ان سے پار
ہو سکے گی۔ وہ پاؤں سے ننگے و عریاں ہوں گے جس طرح وہ جب ماں
کے شکم سے باہر آئے تھے تو عریاں تھے۔ سب پر سکتہ طاری ہوگا۔ اللہ
تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی شخص سب کشتی کی جرات نہیں کر سکے گا۔“
اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کو ندا فرمائے گا۔ یا محمد پیکرِ عجز و نیاز محمد مصطفیٰ
علیہ التحیۃ والثناء ان کلماتِ طہارت سے اپنی بندگی کا اظہار فرمائیں گے۔

لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ وَ
الْمُهْتَدَىٰ مِنْ هَدَايَتِكَ وَعَبْدُكَ بَيْنَ يَدَيْكَ وَلَكَ وَالْيَقِي
لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ۔ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ بِخَلْقِكَ

دَبَّ الْبَيْتِ-

(1)

محبت و نیاز کے جذبات سے معمور دل میں اتر جانے والے ان پیارے پیارے کلمات کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو یا محمد کہہ کر ندا فرمائیں گے تو حضور جواباً عرض کریں گے۔

”اے میرے رب! میں حاضر ہوں۔ ساری سعادتیں تیرے دست قدرت میں ہیں، ساری بھلائیاں تیرے قبضہ میں ہیں، شر کا تیرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ ہدایت یافتہ وہی ہوتا ہے جسے توبہ ایمت دے۔ تیرا یہ بندہ دست بستہ تیرے سامنے حاضر ہے۔ میں تیرا ہوں اور میرے سارے معاملات تیرے سپرد ہیں۔ میرے لئے کوئی پناہ گاہ اور نجات کی جگہ نہیں ہے سوا تیرے۔ تو بڑی برکتوں والا ہے بڑی اونچی شان والا ہے۔ اے خانہ کعبہ کے پروردگار! تو ہر عیب سے پاک ہے۔“

کوثر و سبیل سے دھلے ہوئے یہ کلمات طلیبات ارشاد فرمانے کے بعد حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

یہ ہے وہ مقام محمود، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں کیا ہے۔ قاضی عیاض نے بیہقی اور التہائی سے اسے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

شفاعت کی مفصل حدیث

امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے اپنی صحیحین میں حدیث شفاعت کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بالتفصیل بیان کیا ہے جس کا مطالعہ ہم جیسے خطاکاروں اور گنہ گاروں کیلئے باعث صد طمانیت ہے۔ اس لئے اس حدیث مبارک کو قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

”جب لوگ میدان حشر میں جمع ہوں گے تو سورج ان کے سروں کے

بالکل نزدیک ہو گا۔ لوگ ناقابل برداشت غم و اندوہ میں مبتلا ہوں

گئے۔ طویل انتظار کے بعد ان کو یارائے صبر نہ رہے گا۔ وہ آپس میں

مشورہ کریں گے اور کہیں گے کہ کیا تم کسی ایسی ہستی کے پاس نہیں جیتے جو تمہارے لئے خداوند ذوالجلال کی بارگاہ میں شفاعت کرے۔ چنانچہ وہ سب ابوالانبیاء آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یوں عرض گزار ہوئے۔

أَنْتَ أَدَمُ ابْنُ الْبَشَرِ خَلَقْتَ اللَّهُ بَيْدَهُ وَنَفَعَكَ فَيْتَ مِنْ دُوحٍ
وَأَسْكَنْكَ جَنَّةً وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ وَعَلَّمَكَ اسْمَاءَ كُلِّ
شَيْءٍ - إِنْ شِئْنَا بِعِنْدَ رَبِّكَ حَتَّى يُرِيحَنَا مِنْ مَكَانِنَا الْأَتْرَى
مَا عَنَّ فَيْتُ -

"آپ آدم ہیں، ساری نوع انسانی کے باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا اور آپ میں اپنی روح پھونکی۔ پھر آپ کو جنت میں بسایا۔ تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آپ کو سجدہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔ اسے بڑی شان والے ہمارے پدر بزرگوار! ازراہ عنایت ہمارے لئے بارگاہ رب اعزت میں شفاعت کیجئے تاکہ اس تکلیف دہ موقف سے ہمیں رہائی نصیب ہو۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کس کرب و غم میں مبتلا ہیں۔

آدم علیہ السلام فرمائیں گے میرا رب آج بہت غضبناک ہے۔ وہ اس سے پہلے اتنا غضبناک کبھی نہیں ہوا تھا اور نہ آج کے بعد وہ کبھی اتنا غضبناک ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے درخت کا پھل کھانے سے منع کیا تھا، میں نافرمانی کر بیٹھا۔ بمسی بمسی ادھو ای عبوی یعنی مجھے تو آج اپنی فکر ہے مجھے تو آج اپنی فکر ہے شفاعت کی التجا کرنے کیسے کسی اور کے پاس جاؤ۔"

پھر ساری مخلوق نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہوگی اور عرض کریں گے۔

أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ وَسَمَّاكَ اللَّهُ عَبْدًا اشْكُرُوا

اَلَا تَرٰى مَا تَعْمَلُ فِىۡهِۗۤ اَلَا تَرٰى مَا يَلْقٰۤى اُولٰٓئِكَ نَارُ لٰٓئِلٰہِ رَبِّكَ

”اے نوح علیہ السلام! آپ اہل زمین کی طرف سب سے پہلے رسول بنا کر بھیجے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عہد اشکور (شکر گزار بندہ) کا لقب ارزانی فرمایا ہے۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں؟ کیا آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ہمارے لئے شفاعت نہیں کریں گے؟“

حضرت نوح علیہ السلام جواب دیں گے۔

”آج میرا پروردگار از حد غضبناک ہے، اتنا غضبناک نہ وہ کبھی پہلے ہوا تھا اور نہ کبھی آئندہ ہوگا۔ مفسی مفسی مجھے تو آج اپنی ذات کی فکر ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک دعائے گنہگار کا حق دیا تھا جو وہ ضرور قبول فرمائے گا۔ میں نے اپنا یہ حق استعمال کر لیا ہے اور اپنی قوم کی بربادی کی دعائے گنہگار ہے۔ اب میں اللہ کی بارگاہ میں شفاعت کیلئے لب کشائی کی جرات نہیں کر سکتا کسی اور کے پاس جاؤ۔ حضرت ابراہیم کے پاس جاؤ وہ اللہ کے خلیل ہیں۔

پھر ساری مخلوق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئی۔ اور بڑے ادب سے عرض کریں گے۔ اَنتَ سِیِّدُ اللّٰہِ وَحَبِیۡہٖ مِّنْ اَہْلِ لَّارِصٍ اَشْمَعُ لَنَا اِلٰی رَبِّکَ الْاٰتِری مَا عَمِلَ فِہٖ ”آپ اللہ کے نبی ہیں اور تمام اہل زمین میں سے اللہ کے خلیل ہیں۔ ازراہ نوازش اپنے خداوند کریم کی بارگاہ میں ہمارے لئے شفاعت کریں۔ کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں۔“

حضرت سیدنا ابراہیم بھی وہی جواب دیں گے کہ آج میرا رب از حد غضبناک ہے۔ میں تمہارے لئے شفاعت نہیں کر سکتا مجھے تو آج اپنی جان کی فکر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ کلیم اللہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے تورات جیسی کتاب

مرحمت فرمائی ہے اور اس کو قریب بلا کر اس سے سرگوشی کی ہے۔ ساری مخلوق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی عرضداشت بعد ادب پیش کرے گی۔ آپ بھی معذرت کریں گے کہ تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ کا کلمہ اور روح ہیں۔

پس سب لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی حالت راز بیان کریں گے اور ان سے درخواست کریں گے کہ بارگاہ الہی میں وہ ان کی شفاعت کریں۔

آپ بھی معذرت فرمائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کی پریشان حال اور غم و اندوہ سے غم حال مخلوق کو ایک ایسے کریم اور محبوب کا پتہ بتائیں گے جس کے دروازے پر آنے والی کوئی سائل کبھی محروم نہیں ہوتا۔ آپ انہیں کہیں گے کہ محمد عربی کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہو کر یہ فریاد کرو۔ کیونکہ حضور اللہ تعالیٰ کے ایسے برگزیدہ اور مقبول بندے ہیں جن کی اگلی بچھی خطاؤں کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ساری مخلوق در در کی ٹھو کریں کھانے اور ہر دروازہ سے مایوس ہونے کے بعد میرے پاس آکر فریاد کرے گی۔ تو میں نہیں جواب دوں گا۔

آٹا لٹھا آٹا لٹھا ہاں مجھے یہ حق پہنچتا ہے کہ میں اپنے رب کی بارگاہ میں شفاعت کروں یعنی اب تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ رحمت عالم ﷺ فرماتے ہیں۔

کہ میں وہاں سے چل کر عرش الہی کے پاس حاضر ہوں گا اور اپنے رب سے شفاعت کرنے کی اجازت طلب کروں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں گے۔ جب میں اپنے کریم پروردگار کو عرش عظیم پر جلوہ فرما دیکھوں گا تو سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ مجھے شرح صدر کی نعمت مرحمت فرمائے گا اور میں اس کے ایسے مد بیان کروں گا

اور اس کی ایسی شاد ستائش کروں گا کہ آج تک اس طرح میں حمد و ثنا نہیں کر سکا تھا۔ میں دیر تک سجدہ ریز رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئے گی **يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ۔ سَلْ تُعْطَهُ وَاشْفَعْ تُشَفَّعَ** "اے میرے محبوب اپنا سر مبارک سجدہ سے اٹھاؤ اور مانگو جو تم مانگو" میں عطا کروں گا۔ آپ شفاعت کریں جس کی آپ شفاعت کریں گے اس کے بارے میں آپ کی شفاعت قبول ہوگی۔"

یہ مژدہ جاننا اس نر میں سجدہ سے سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا۔

يَا رَبِّ اُمَّيْ يَآ رَبِّ اُمَّيْ اے میرے پروردگار میری امت پر رحم فرما اور اس کو نجات دے۔ اے میرے پروردگار میری امت پر رحم فرما اور ان کو نجات دے۔ میرا پروردگار مجھے فرمائے گا۔

اَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَكَ حِسَابٌ عَلَيْهِ مِنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ مِنْ ابْوَابِ الْجَنَّةِ۔

"جنت کے دروازوں سے دائیں جانب کے دروازے سے اپنے ان امتیوں کو داخل کرو جن سے کوئی حساب نہیں لیا جائے گا۔ اور جنت کے دوسرے دروازوں سے بھی آپ کی امت جنت میں داخل ہوگی۔"

حضرت انس سے اس سلسلے میں یہ الفاظ مروی ہیں۔

ثُمَّ اَخْرَجُوْا سَاجِدًا يُقَالُ لِيْ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ يُشَفَّعُ لَكَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعُ وَسَلْ تُعْطَهُ فَاَقُولُ يَا رَبِّ اُمَّيْ اُمَّيْ وَ يُقَالُ اَنْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ بُرَّةٍ اَوْ شَعِيرَةٍ مِنْ اَيْمَانٍ فَاَخْرِجْهُ وَاَنْطَلِقْ وَاَفْعَلْ۔

"میں پھر اللہ تعالیٰ کی جناب میں سر بسجود ہو جاؤں گا۔ مجھے کہا جائے گا اے میرے صیب اپنا سر مبارک اٹھاؤ تم جو عرض کرو گے میں سنوں گا۔ تم جس کی شفاعت کرو گے میں شفاعت قبول کروں گا۔ آپ جو

مانگیں گے وہ ضرور آپ کو دیا جائے گا۔ اس ذن عام کے بعد میں عرض کروں گا اے میرے پروردگار میری امت کو بخش دے۔“

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ رحمت سے یہ جواب ملے گا۔

آپ تشریف لے جائیے اور آپ کے جس امتی کے دل میں گندمیہ جوئے والے برابر بھی ایمان ہے اس کو دوزخ سے نکال کر جنت میں لے جائیے۔

حسب ارشاد میں جاؤں گا اور ایسے تمام لوگوں کو جن کے دل میں گندمیہ جوئے والے کے برابر بھی ایمان ہو گا ان کو بھڑکتے ہوئے جہنم سے نکال کر فردوس بریں و بہاروں میں داخل کرادوں گا۔

پھر لوٹ کر میں اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سجدہ و ریزہوں گا۔ پھر اس کی حمد و ثناء میں مصروف رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ پھر مجھے فرمائیں گے۔۔۔ حبیب اب جزو نیازنی انتہو چکی اب سجدہ سے سر مبارک اٹھائیے تم مانگتے جاؤ میں دیتا جاؤں گا۔ تم کہتے جاؤ میں سنتا جاؤں گا۔ تم سفارش کرتے جاؤ میں شفاعت قبول کرتا جاؤں گا۔

پھر ارشاد ہو گا بروہ شخص جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہے اس کو نکال کر جنت میں پہنچاؤ چنانچہ میں اپنے تمام امتیوں کو جن کے دلوں میں رائی کے برابر بھی ایمان ہو گا اس کو فردوس بریں میں پہنچاؤں گا۔

تیسری مرتبہ پھر یہی صورت حال ہوگی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔

مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ آذَى آذَى مِنْ شَيْءٍ حَبِيبٍ مِنْ
خَوَدَيْهِ فَاذْعُدْ

اے میرے محبوب! جس تیرے غلام کے دل میں رائی کے دانے سے بھی کم بہت کم بہت کم ایمان ہے اس کو بھی جہنم سے نکال کر جنت میں پہنچاؤ میں چنانچہ میں ایسا ہی کروں گا۔“

چوتھی مرتبہ پھر عربیہ معربہ حریص عسکہ ناموں رواف رحمہ کی شان رفیع کا مالک اللہ کا رسول اور ہمارا آقا پھر سجدہ و ریزہ ہو گا۔ اپنی عاجزانہ التجاؤں سے رحمت الہی کو پھر اپنی طرف ملتفت کرے گا۔ پھر ارشاد ربانی یوں سامع نواز ہو گا۔

اِذْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ يَسْمَعُ لَشَفَعَةٍ تَشْفَعُ سَلَّ تَعْطَا

”اے میرے حبیب! اپنا سر مبارک اٹھاؤ تم کہتے جاؤ میں سنتا جاؤں گا۔
تم شفاعت کرتے جاؤ میں شفاعت قبول کرتا جاؤں گا۔ تم مانگتے جاؤ میں
دیتا جاؤں گا۔“

حضور فرماتے ہیں میں چوتھی بار یہ عرض کروں گا۔

يَا رَبِّ اِثْنَتَيْنِ فِي مَنْ قَالَا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

”اے میرے پروردگار مجھے اجازت عطا فرمائیں کہ ہر اس شخص کو جنت
میں پہنچاؤں جس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا ہے۔“

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے حبیب! یہ میرا کام ہے مجھے اپنی عزت کی قسم، اپنی برائی کی
قسم، اپنی عظمت کی قسم، اپنے جبر و قہر کی قسم میں ہر اس شخص کو آتش جہنم سے نکال دوں گا
جس نے کہا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (1)

یہ حدیث شفاعت صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں بالتفصیل مذکور
ہے۔ میں نے یہ حدیث الشفا بحر رفیع حقوق المصطفیٰ للقاضی عیاض کی جلد اول مطبوعہ
دارالکتب العربی بیروت سے نقل کی ہے۔

حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ جب لوگ بارگاہ مصطفویٰ میں حاضر ہوں گے اور
شفاعت کیلئے التجا کریں گے تو بل صراط کو بچھا دیا جائے گا۔ حضور کی شفاعت سے جن کو
نجات مل جائے گی وہ اس بل سے گزر کر جنت میں جائیں گے۔ بعض لوگ بجلی کی تیزی سے
گزر رہے ہوں گے۔ بعض ہوا کی رفتار سے گزر رہے ہوں گے اور بعض پرندوں کی طرح پرواز کرتے
گزر رہے ہوں گے۔ حضرت حذیفہ آخر میں فرماتے ہیں۔

ذَنِّبْتُكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى الصِّرَاطِ يَقُولُ اللَّهُمَّ

سَلِّمْ سَلِّمْ حَتَّى يَمْتَكِزَ النَّاسُ

”جب حضور ﷺ کی شفاعت سے نجات پانے والے لوگ اس بل
صراط سے گزر رہے ہوں گے تو سرور عالم ﷺ اس بل کے قریب
کھڑے ہوئے التجا کر رہے ہوں گے۔ اے میرے اللہ! میرے امتوں کو
اس تازک مرحلہ سے سلامتی سے گزارنا۔“

کیا شان رحمتہ للعالمین ہے، اس محبوب رب العالمین کی کہ دنیا میں بھی اپنے امتوں کی بخشش اور نجات کیلئے آنسوؤں کے دریا بہاتے رہے اور قیمت کے دن بھی کبھی مقام محمود پر سرفراز ہو کر اور کبھی ہل صراط کے قریب کھڑے ہو کر ان کی سلامتی کی دعا میں مانگ رہے ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

يَكُنْ نَبِيَّ دَعْوَا دَعَائِي فِي أُمَّتِهِ فَاسْتَجِيبْ لَهُ
وَأَنَا أُبِيدُ أَنْ أَذْخِرَ دَعْوِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ

”ہر نبی کو ایک دعا مانگنے کی اجازت دی گئی جس کی قبولیت کا رب العالمین نے وعدہ کیا۔ سب انبیاء نے اپنی اس مخصوص دعا کو اس دنیا میں مانگ لیا۔ حضور فرماتے ہیں کہ میں نے اس مقبول دعا کو چھپا رکھا ہے تاکہ قیمت کے دن میں اس دعا کو امت کی شفاعت میں مانگوں۔“

سید الانبیاء والمرسلین کے اسماء مبارکہ

جب کوئی شخص جمال و کمال کی اداؤں کا مرقع زیب تن کر ظاہر ہوتا ہے تو وہ دلوں کی آنکھوں کا نور اور دلوں کا سرور بن جاتا ہے اور اس کی صفات حمیدہ سے باعث مختلف ناموں سے اسے موسوم کیا جاتا ہے۔ جتنی کسی شخصیت میں محبوبیت ہوگی اتنے ہی اس کے نام بیش تعداد میں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم سے زیادہ کسی کو حسین و جمیل نہیں بنایا۔ کسی کو ان مقامات رفیعہ پر فائز نہیں کیا جہاں اللہ کے محبوب کا طرہ ہمت تشریف بند ہے۔ اسی لئے حضور ﷺ اپنے بے شمار ناموں سے موسوم ہوئے۔

ہم قارئین کی خدمت میں ان پیارے پیارے ناموں کا ذکر کرتے ہیں جن سے یا تو خود اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو موسوم فرمایا۔ یا رحمت عالم ﷺ نے ان اسرار سے پردہ اٹھایا، یا جو مقبولان بارگاہ خداوندی کی زبان سے ادا ہوئے۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي خَمْسَةِ أَسْمَاءٍ
أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللَّهُ فِي الْكُفْرِ

وَأَنَا الْعَاقِبُ -

(1)

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میرے پانچ نام ہیں۔ (1) میں محمد ہوں۔

(2) میں احمد ہوں (3) میں الماحی ہوں میرے ذریعہ اللہ تعالیٰ کفر کو مٹا

دے گا۔ (4) میں ایشی ہوں۔ یعنی میں سب سے پہلے قبر انور سے نکلوں

گا اور لوگ میرے بعد قبروں سے نکل کر میدان حشر میں جمع ہوں

گے۔ (5) میں العاقب ہوں یعنی تمام انبیاء کے بعد آنے والا۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں اپنے حبیب کو ان دو ناموں سے موسوم فرمایا ہے۔

ارشاد ہے۔ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ (النح 29) مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ

الْأَيَّة - (الاحزاب 60) يَا أَيُّهَا بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (الصف 6)

اللہ تعالیٰ نے جن ناموں سے اپنے محبوب کو مشرف فرمایا ہے یہ حضور کے نام ہیں اور

ان میں حضور ﷺ کی مدح و ثنا بھی ہے اور ان میں اظہارِ شکر بھی ہے۔

أَحْمَدُ اور مُحَمَّدٌ کا وہ حمد ہے۔ احمد کا وزن فعل ہے۔ یہ مبالغہ پر دو۔ ست کرتا

ہے۔ یعنی اپنے رب کی سب سے زیادہ حمد کرنے والا۔ حمد کی صفت حضور ﷺ کی ذات میں

پایہ تکمیل تک پہنچی ہوئی ہے۔ مُحَمَّدٌ ﷺ کا وزن مفعول ہے یہ بھی مبالغہ کا صیغہ ہے اور

کثرتِ حمد پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی جس کی سب سے زیادہ حمد کی گئی ہو۔ یعنی نبی اکرم ﷺ

جن لوگوں کی حمد کی گئی ان سب سے جلیل القدر اور عظیم الشان ہیں نیز احمد سے یہ بھی پتہ

چلتا ہے کہ حضور ﷺ احمد الحمودین ہیں اور احمد ای مدین ہیں۔ یعنی جن لوگوں کی حمد و

ستائش کی گئی ہے ان سب میں سے حضور اپنے رب کی زیادہ حمد کرنے والے ہیں۔ روز

قیمت حضور کو لواء الحمد عطا کیا جائے گا جس سے حضور کی صفت حمد کی تکمیل ہوگی۔

میدان حشر میں حضور صاحبِ لواء الحمد کے نام سے مشہور ہوں گے۔

شفاء شریف کے محشی علی محمد الجاوی لواء الحمد کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وَمَعْنَى لِّوَاءِ الْحَمْدِ أَنْ تَلْوَأَ يَتَّبِعُهُ كُلُّ حَامِدٍ وَمُحَمَّدٌ

”یہ وہ جھنڈا ہے جس کی ہر حمد اور محمودیہ دہی کرے گا۔“

نیز روز محشر اللہ تعالیٰ حضور کو مقام محمود پر فائز کرے گا جس کا وعدہ اس کریم پروردگار

نے اپنے اطاعت گزار بندے سے کیا تھا۔ عَلَيَّ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا

”اے حبیب آپ کا رب یقیناً آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا۔ پھر سرکارِ دو عالم ﷺ اس مقام رفیع پر جلوہ فرما ہوں گے اور سب کیسے شفاعت کریں گے تو اس وقت اگلے اور پچھلے سب انسان حضور ﷺ کی شاکستی میں رطب لسان ہوں گے جس سے صدقہ انبیاء حشر کی گھٹن سے نجات ملی۔ جس کی شفاعت سے ان کے گناہ بخشے گئے اور جس کی شفاعت سے ان کے لئے جنت الفردوس کے دروازے کھول دیئے گئے نیز اسی رازِ بندہ تعالیٰ اپنے حبیب کو شرح صدر کی نعمت سے مالا مال فرمائے گا اور اس شرح صدر کی برکت سے بندہ کا محبوب بندہ اپنے رب کریم کی حمد و ثناء میں ایسے ایسے پھول کھلے گا جو کسی کے حاشیہ خیال میں بھی نہ آئے ہوں گے۔ فصاحت و بلاغت کا ایک سمندر موحزن ہو گا اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی موجیں ٹھٹھکیں مار رہی ہوں گی۔

انبیاء سابقین کی کتب میں حضور کی امت کو حمدائین کے لقب سے سرفراز کیا گیا ہے۔ ان امور کے باعث اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو محمد اور احمد کے اسماء جدیدہ سے موسوم فرمایا ہے۔

ان اسماء میں اگر غور کیا جائے تو عجیب و غریب خصوصیات آشکارا ہوتی ہیں۔

حضور ﷺ کے عصر مبارک سے پہلے اہل عرب میں سے کسی باپ نے اپنے کسی بچے کا نام احمد نہیں رکھا تھا لیکن انبیاء سابقین نے حضور کا یہ نام لے کر بشدتیں دی گئی ہیں۔ سائے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے کسی کو یہ توفیق نہیں دی کہ وہ اپنے کسی بچے کا نام احمد رکھے تاکہ ایسے بچے کا وجود کسی اشتباہ کا باعث نہ ہو۔ اور کوئی شخص اس سائے گمراہ نہ ہو جائے کہ قرآن میں آنے والے نبی کا نام احمد ہے اور اس کا نام بھی احمد ہے ممکن ہے یہ وہی ہو۔

اسی طرح محمد بھی اہل عرب میں حضور کی ولادت سے پہلے کسی شخص کا نام نہیں تھا۔ البتہ جب حضور کی بعثت کا زمانہ قریب آ پہنچی تو تمام قبائل و شعوب میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ ایک نبی کی بعثت کا زمانہ قریب آ گیا ہے اور اس نبی کا نام محمد ہو گا اس سائے بعض لوگوں نے اس وجہ سے اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھا کہ شاید اس کا بیٹا وہ خوش نصیب ہو جس کے سر پر عنقریب نبوت کا تاج سجایا جائے والا ہے۔ اس کے باوجود صرف چھ آدمی ایسے ملتے ہیں جن کا نام ان کے والدین نے محمد رکھا۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔

محمد بن احمہ۔ محمد بن مسلمہ الانصاری۔ محمد بن براء البکری۔ محمد بن سفیان بن مجاشع۔

محمد بن عمران الجعفی۔ محمد بن خزاعی السلمی۔ (1)
اور کوئی ساتواں لڑکا ایسا نہیں جس کا نام محمد ہو۔

نام کی مشابہت سے جس اشتباہ کا امکان تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح کا لحد مکر دیا کہ
ان چھ آدمیوں سے کسی نے بھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ کسی اور شخص نے ان میں سے
کسی کو نبی کہا۔

حضور کا تیسرا اسم مبارک اَلْمَسِيحُ ہے اس کا معنی ہے مٹانے والا۔
حضور ﷺ کو اس نام سے اس لئے موسوم کیا گیا کہ اَلَّذِي يَمْحُو اللَّهُ فِي الْكُفْرِ حُضُور
ﷺ کی تبلیغ اور جدوجہد سے کفر کا نام و نشان مٹ جائے گا۔

مکہ مکرمہ اور جزیرہ عرب کے اطراف و اکناف سے کفر و شرک کا نام و نشان تک مٹا دیا گیا۔
حدیث پاک میں اس کی تفسیر اِن الْغَاظَہِ کی گئی ہے۔

اَلَّذِي مُجِيتٌ بِہِ مَيْتَاتٌ مِّنْ اَتْبَعَتْہِ
”یعنی جو حضور ﷺ کے پیروکار ہوں گے یہ نبی مکرم ان کی ساری
بدکاریوں کو مٹا کر رکھ دے گا۔“

چوتھا اسم مبارک: اَلْمُنَاشِئُ ہے۔ یعنی تمام لوگ حضور کی پیروی میں میدانِ حشر میں
دور محشر کی بارگاہ میں جمع ہوں گے۔

پانچواں اسم مبارک اَلْعَاقِبُ ہے۔ یعنی سب سے پیچھے آنے والا۔ حضور ﷺ کے
بعد اور کوئی نبی نہیں آئے گا۔

سرورِ عالم ﷺ نے اس کی تشریح یوں فرمائی ہے۔

اَنَا الْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدِي نَبِيٌّ
”میں عاقب ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔“

سرورِ عالم ﷺ نے دوسری حدیث پاک میں فرمایا جو ابو نعیم نے اپنے حلیہ میں اور ابن
مردویہ نے تفسیر میں روایت کی ہے۔

حضور کریم نے فرمایا:

(2) رُبِّيْ عَشْرَةً اَسْمَاءً وَذَكَرْتُهَا ظِلًّا وَنِيسَ

”میرے دس نام ہیں ان میں سے دو نام ذکر فرمائے۔ طہ و یسین۔“

علامہ آلوسی نے طہ کا یہ مفہوم بیان کیا ہے۔

يَا بَدَدَ سَمَاءٍ عَلَاجِ الْاِمْكَانِ

”اے عالم امکان کے آسمان کے ماہ تمام اور اے فلک وجود کے چودھویں

کے چاند۔“

اور یسین کا معنی اے سید عرب و عجم کیا ہے۔ ابو بکر و راق کہتے ہیں کہ یہ مخفف ہے سید البشر کا۔

وَدَوَى النَّفَاسُ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقُرْآنِ

سَبْعَةُ أَسْمَاءٍ - مُحَمَّدٌ وَأَحْمَدٌ وَيُسُ - طه - الْمَذْذُورُ -

الْمَرْقُولُ - عَبْدُ اللَّهِ

”نفاس نے روایت کی ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا قرآن مجید

میں میرے سات نام ہیں محمد۔ احمد۔ یس۔ طہ۔ مدثر۔ ام۔ ط۔

عبد اللہ۔“

حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پر نور ﷺ ہمیں اپنے یہ اسماء گرامی بتایا کرتے تھے، فرماتے:

أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَحْمَدُ وَالْمُقَفَى وَنَبِيُّ التَّوْبَةِ - نَبِيُّ الْمُلْحَمَةِ

وَنَبِيُّ الرَّحْمَةِ -

”میں محمد ہوں۔ احمد ہوں۔ مقفی ہوں۔ نبی التوبہ ہوں۔ نبی الملحمہ

ہوں۔ نبی الرحمتہ ہوں۔“

نبی الملحمہ کا معنی ہے جہاد و قتال کا نبی۔ نبی الرحمتہ کا معنی ہے سرپار رحمت نبی۔

ان اسماء گرامی کے علاوہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو متعدد ایشان

القابات سے یاد فرمایا ہے جو بطور اسم زبان زد خاص و عام ہیں۔ ان میں سے چند القابات جدیدہ

پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

النُّورُ - السَّعَادَةُ - الْمُنِيرُ - الْمُنْذِرُ - النَّذِيرُ - الْمُبَشِّرُ - الْبَشِيرُ -

الشَّاهِدُ - الشَّهِيدُ - الْحَقُّ الْمُبِينُ - خَاتَمُ النَّبِيِّينَ - الرَّؤُفُ -

الرَّحِيمُ - الْأَمِينُ - قَدَمُ صَدِيقٍ - رَحْمَةُ الْعَالَمِينَ -
 رَحْمَةُ اللَّهِ - الْعُرْدَةُ الْوُثْقَى - الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ - النِّجْمُ
 الشَّاقِبُ - الْكَرِيمُ - السَّيِّدُ الْأَرْقَى - دَاعِي اللَّهِ - (دَاعِي إِلَى اللَّهِ)

بعض اسماء گرامی جو احادیث نبوی میں مذکور ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

الْمُصْطَفَى - الْمُجْتَبَى - أَبُو الْقَاسِمِ - الْحَبِيبُ رَسُولُ
 رَبِّ الْعَالَمِينَ - الشَّفِيعُ - الْمَشْفَعُ - الْمُتَّقَى - الْمُصْلِحُ
 الظَّاهِرُ - الْمُهَيَّمُ - الصَّادِقُ - الْمَصْدُوقُ - الْهَادِي
 سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ - سَيِّدُ الْمُرْسَلِينَ - إِمَامُ الْمُتَّقِينَ - قَائِدُ
 الْعُرَى الْمُعْتَمِدِينَ - حَبِيبُ اللَّهِ - خَلِيلُ الرَّحْمَنِ - صَاحِبُ الْخَوْضِ
 الْمُرْدُودِ - صَاحِبُ الشَّفَاعَةِ وَالْمَقَامِ الْمَعْمُورِ - صَاحِبُ
 الْوَسِيلَةِ وَالْفَضِيلَةِ وَالذَّرَجَةِ الرَّقِيعَةِ - صَاحِبُ التَّاجِ
 وَالْمُعَارِجِ وَاللَّوَاءِ وَالْقَضِيْبِ - رَاكِبُ الْبَرَقِ وَالنَّاقَةِ
 وَالْخَيْبِ - صَاحِبُ الْحَبَّةِ وَالسُّلْطَانِ الْخَاتَمِ - الْعَلَامَةُ
 الْبُرْهَانُ - صَاحِبُ الْهَرَاوَةِ وَالنَّعْلَيْنِ -

نبیاء سابقین پر جو آسمانی کتب نازل کی گئیں ان میں محبوب رب العالمین ﷺ کو ان اسماء
 گرامی سے یاد کیا گیا۔

الْمُتَوَكِّلُ - الْمُعْتَذَرُ - (تورات میں) مُقِيمُ الشَّعَةِ (تورات و زبور میں)
 الْمُقَدَّسُ - رَوْحُ الْحَقِّ انجیل میں - (انجیل میں حضور ﷺ کا اسم
 مبارک اَلْبَارَقُ قَلِیْطٌ مذکور ہے اس کا معنی ہے حق و باطل میں تفریق
 کرنے والا) مَا ذَا مَا ذَا اس کا معنی طیب و پاکیزہ ہے - حَمْطَايَا - خاتم
 سریانی زبان میں حضور ﷺ کا اسم مبارک مُشَقَّعٌ اور الْمُنْحَمَتَا ہے
 تورات میں اَحَبُّ دَامِ نَامِ بھی مذکور ہے۔ (1)

مشکل الفاظ کی تشریح

قَضِيْبٌ لوہے کی کموار۔ الْخَيْبُ اونٹ ہر اوڑھ عصار۔ حَمْطَايَا محرمات جن کا زمانہ جاہلیت

میں رواج تھا ان سے منع کرنے والا۔ اُسار غنط۔ حق و باطل میں امتیاز کرنے والا۔
الْخَاتَمُ۔ اَلْخُطْبُ اس کا معنی محمد ﷺ۔ اَلْمَنْعَتَا۔ اس کا معنی محمد۔ اَلثَّابِتُ سے مراد
 عمامہ۔ اس وقت صرف اہل عرب ہی سر پر دستار باندھ کرتے تھے چنانچہ اَبَا یَا الْعَمَّائِمُ
 رَتَّبَانُ الْعَرَبِ۔ عمامے اہل عرب کے تاج ہیں۔

رحمت عالم ﷺ کے اوصاف گرامی۔ القاب جلیلہ و در خصائص حمیدہ و شیعہ و قدہ میں
 کتب تاریخ و سیرت میں مرقوم ہیں۔ ان میں سے ان چند اسماء و القاب کے بیان پر اکتفا
 جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان ناموں کی برکات سے اور یہ نام اپنے والوں کی توجہات سے
 دارین میں سعادت دارین سے بہرہ ور فرمائے۔

کنیت: حضور کی جو کنیت زبان زد خاص و عام تھی وہ اَبُو الْقَاسِمِ ہے۔ حضور کے فرزند
 حضرت ابراہیم جب تولد ہوئے توجہ نیک امین حاضر خدمت ہوئے اور اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا
 اَبَا اَبْرٰهیم سے حضور کو مخاطب کیا۔

اللہ تعالیٰ کے وہ اسمائے گرامی جن سے خود اللہ تعالیٰ
 نے اپنے محبوب کو موسوم فرمایا ہے

اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی	حضور کے اسماء گرامی
الرَّؤُفُ الرَّحِيمُ	لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ
	عَلَيْكُمْ مَا عِنْتُمْ حَرِيصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ
	رَّءُوفٌ رَّحِيمٌ
اَلْحَقُّ الْمُبِیْنُ	قَدْ جَاءَكُمْ اَلْحَقُّ مِّنْ رَبِّكُمْ
	قَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِیْنٌ
	بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ

یہاں حق سے مراد حضور کی ذات القدس ہے

النُّور

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی میں سے ایک اسم قَدْ جَاءَكُمْ مِّنْ اللّٰهِ نُوْرٌ وَكُنْتُ مُبِیْنٌ
 انور ہے۔ اللہ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یہاں نور سے مراد حضور کی ذات القدس ہے

اس کا مفہوم بیان کیا گیا ہے اِنِّیْ خَالِقُہٗ اَوْ
مُنَوِّرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بِالْاَنْوَارِ وَمُنَوِّرُ قُلُوْبِ
الْمُؤْمِنِیْنَ بِالْہِدٰیۃِ۔

اللہ زمین و آسمان کا نور ہے یعنی اس کا خالق
ہے یا زمین و آسمان کو روشن کرنے والا ہے یا
ہدایت کے نور سے مسلمانوں کے دلوں کو
روشن کرنے والا ہے۔

الشَّہِیْدُ
اِس کا معنی ہے کائنات کی ہر چیز کو جاننے والا
اَلْکَرِیْمُ
شہید سے مراد سرور عالم کی ذات اقدس ہے
اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ یہاں کریم سے

مراد حضور کی ذات ہے حدیث پاک میں ہے
اَنَا اَكْرَمُ وُلْدِاَدَمَؑ میں تمام آدمیوں سے
زیادہ مکرم ہوں۔

الْجَبَّارُ
زبور میں حضور کو اس نام سے مخاطب کیا گیا
تَقْلَدَ اَیْمَہَا الْجَبَّارُ سَیْفَکَ فَاِنَّا نَامُوْسَکَ
وَشَرَّ اَعْمَکَ مَقْرُوْنَهٗ بِکَہٰیۃِ یَمِیْنِکَ۔ آپ
تکوار کو اپنے گھلے میں ڈال لیں کیونکہ آپ کی
وحی اور شریعت کی عزت آپ کے دست
مبارک سے قائم ہے۔

الْحَمِیْدُ
اَلرَّحْمٰنُ فَسَلِّ بِہٖ حَمِیْدًا یہاں حمید سے
مراد حضور کی ذات اقدس ہے

الشُّکُوْرُ
ارشاد نبوی ہے
اَقْلًا اَکُوْنُ عَبْدًا شُکُوْرًا
اِس کا معنی ہے اَلْمُتَّیْبُ عَلٰی الْعَمَلِ
اَلْقَبِیْلِ وَقَبْلَ الْمُنْتَفٰی عَلٰی الْمَطِیْعِیْنَ
کیا میں اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندوں سے نہ
تھوڑے سے نیک عمل کو ثواب جزیل دینے ہوں۔

ان دونوں اسماء کا مادہ اشتقاق ایک ہے یعنی حم
یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے جس کے ازالہ کے لئے علامہ قاضی عیاض نے ایک خصوصی
فصل قلم بند کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

”یہ شبہ صرف ان لوگوں کو پریشان کرتا ہے جن کے ذہن کمزور ہوں۔
جن کے دل بیمار ہوں اور جنہی قلوبہ غرض کی کیفیت سے دوچار
ہوں۔ ذہین اور دانشمند آدمی جو دل کی بیماری سے محفوظ ہو اس کے
ذہن میں یہ شبہ پیدا ہی نہیں ہوتا اور نہ کسی ذہنی غلطی سے اس کو دوچار
ہونا پڑتا ہے۔“

وہ شبہ جو صرف کند ذہن لوگوں اور مرعیض لوگوں کے مانگوں کو پریشان کرتا ہے وہ یہ
ہے کہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا محبوب محمد رسول اللہ ﷺ باوجود مراتب عالیہ اور
مقامات رفیعہ پر فائز ہونے کے عید ہے اور حادث ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حادث اللہ
تعالیٰ کی صفات قدیمہ سے متصف ہو۔ اور اگر ایسا ہو تو پھر یہ شرک نہیں ہو گا تو یہ ہو گا۔
اس شبہ کو دور کرنے کیلئے حضرت قاضی عیاض نے بڑی مختصر اور ایمان افروز بحث
تحریر کی ہے اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ میری دلی آرزو ہے کہ اس بحث کو آسان سے
آسان اسلوب میں قارئین کی خدمت میں پیش کروں تاکہ ہر شخص اپنی ذہنی استعداد کے
مطابق اس سے پوری طرح مستفید ہو سکے۔ وہ لکھتے ہیں۔

وَهُوَ أَنْ يَعْقِدَ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى جَلَّ اسْمُهُ فِي عَظَمَتِهِ وَكِبَرِيَّاتِهِ
وَمَلَكُوتِهِ وَحُسْنِ اسْمَائِهِ وَعَلَى صِفَاتِهِ لَا يُشَبِّهُ شَيْئًا قَوِيًّا
مَخْذُوعَاتِهِ وَلَا يُشَبِّهُ بِهِ

(1)

”مومن کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل اسماہ اپنی شان عظمت میں، اپنی
کبریائی میں، اپنی سلطانی میں اور اپنے اسماء حسنی میں اور اپنی اعلیٰ و ارفع
صفات میں اپنی حقوق میں سے کسی چیز سے مشابہت نہیں رکھتا اور نہ کوئی
مخلوق اللہ تعالیٰ کی ان صفات میں مشابہت کا تصور تک کر سکتی ہے۔“

مندرجہ بالا عقیدہ مومن کا پختہ عقیدہ ہے۔ اور مختلف کلمات کی تشریح و تطبیق کرتے

ہوئے اس عقیدہ کو ملحوظ خاطر رکھنا ہو گا۔

کسی عبارت کا مفہوم بتاتے ہوئے متکلم کے عقیدہ کو پیش نظر رکھنا از حد ضروری ہے۔ علماء معانی و بلاغت نے اس حقیقت کو واضح کرنے کیلئے ایک مثال بیان کی ہے۔ اس کے مطالعہ کے بعد کوئی ابھڑا باقی نہیں رہتا۔ لکھتے ہیں۔

اس جملہ میں اَنْبَتَ الرَّسْمِیُّ النَّبَاتِ (کھیتی کو موسم بہار نے اکایا ہے) ہم دیکھیں۔ کہ اس کے متکلم کا عقیدہ کیا ہے۔ اگر وہ مومن ہے تو یہ جملہ حقیقی معنی پر محمول نہ ہو گا بلکہ اس کو مجاز پر محمول کیا جائے گا۔ یعنی چونکہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اور جملہ شے انبات کا اس کی ذات کو فاعل حقیقی سمجھتا ہے اس لئے اس جملہ کو مجاز پر محمول کیا جائے گا۔ انبات کے فعل کی نسبت ربیع کی طرف حقیقی نہیں مجازی ہے۔ چونکہ بہار کا یہ وہ موسم ہے جس میں خزاں کے بعد کھیتوں میں سرسبزی و شا اُبلتی ہوتی ہے۔ اس لئے یہی کسی فعل کی نسبت اس کے زمانے کی طرف کر دی جاتی ہے اور وہ نسبت مجازی ہوتی ہے۔

اور اگر اس جملہ کا قائل کافر ہے تو یہ جملہ مجاز نہیں بلکہ حقیقت ہو گا۔ چونکہ اس جملہ متکلم کے نزدیک موسم بہار بذات خود عام نباتات کو شاداب و سرسبز کرتا ہے۔ اس مثال سے یہ بتانا مقصود ہے کہ متکلم کے کلام کا مفہوم اور مصداق متعین کرنے کیلئے اس کے عقیدہ کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہو گا۔

اب جبکہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ مومن بعد کی ذات و صفات میں کسی مخلوق کو اس کا ہم پلہ اور مشابہ قرار نہیں دے سکتا۔ اسی طرح کوئی مخلوق کسی جہت سے جی اپنے خالق کی ذات و صفات میں اس کی مشابہ نہیں ہو سکتی۔

اب قرآن کریم کی وہ آیات جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء حسنیٰ کو اپنے حبیب کی شان رفیع کے اظہار کیلئے بیان فرمایا ہے وہاں درحقیقت کسی جہت سے کسی پہلو سے، خالق اور اس کے بندے کے درمیان مشابہت کا وہمہ نہیں ہو سکتا۔ اگر مشابہت ہوگی تو فقط لفظی ہوگی، مثلاً دَعُوْهُمْ دَعِیْمًا کا لفظ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے بھی ہے، اور خود مولا کریم نے ان دو صفاتی ناموں سے اپنے محبوب کو بھی موصوف فرمایا ہے۔ الفاظ تو یکساں ہیں لیکن اپنے معانی کے اعتبار سے ان کے مصداق میں بعد لشریقین سے بھی زیادہ دوری ہے۔

علامہ قاضی عیاض لکھتے ہیں۔

فَلَا تَشَابُهَ بَيْنَهُمَا فِي الْمَعْنَى الْحَقِيقِيَّةِ
وَكَمَا أَنَّ ذَاتَهُ لَا تَشْبِهُ الذَّاتِ كَذَلِكَ
وَصِفَاتُهُ لَا تَشْبِهُ صِفَاتِ الْمَخْلُوقِينَ

(1)

”حقیقی معنی کے اعتبار سے ان دونوں میں کوئی مشابہت کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ قدیم کی صفات اور مخلوق کی صفات میں بعد الشرحین ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات دوسری حادث ذاتوں سے مشابہت نہیں رکھتی اسی طرح کوئی حادث ذات خالق قدیم کی صفات سے بھی مشابہت نہیں رکھتی۔“

اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ موصوف لکھتے ہیں۔

کیونکہ مخلوق کے اعمال یا تو جب نفع کیلئے یا دفع ضرر کیلئے ہوتے ہیں یا فاعل کے پیش نظر کوئی اور غرض ہوتی ہے۔ نیز جب بندہ کوئی کام کرتا ہے تو اس کے لئے اسے اسباب مہیا کرنے پڑتے ہیں۔ جیسے مکان بنانے کیلئے اینٹیں لکڑی سر یا سینٹ وغیرہ۔

لیکن اللہ تعالیٰ کے جتنے افعال ہیں وہ ان اغراض سے پاک ہیں۔ نہ وہ اپنے ان افعال سے کسی نقصان سے بچنا چاہتا ہے اور نہ کوئی فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ البتہ اس کے ثمرات اور اس کی حکمتیں پیش نظر ہوتی ہیں کیونکہ **فَعَلَّ الْحَكِيمُ لَا يَخْلُوعَيْنِ الْحِكْمَةِ** ”حکمت والے کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔“

علامہ قاضی عیاض نے اس مسئلہ کو مزید واضح کرنے کیلئے چند علماء ربانین کی عبارات نقل کی ہیں۔ فرماتے ہیں۔

وَلَيْتَهُ دَرَجَةٌ مَنْ قَالَ مِنَ الْعُلَمَاءِ الْعَارِفِينَ الْمَحْقُوقِينَ:
الْتَّوَحُّيدُ اثْبَاتُ ذَاتٍ غَيْرِ مُشَبَّهَةٍ لِلذَّاتِ وَلَا مُعْطَلَةٍ
عَنِ الصِّفَاتِ

(2)

”جس عالم ربانی نے یہ لکھا ہے کیا خوب لکھا ہے کہ توحید اس کو کہتے ہیں

کہ کسی ایسی ذات کا اثبات جو کائنات کی کسی چیز سے کوئی مشابہت نہیں رکھتی اور نہ وہ صفات کمال سے عاری ہوتی ہے۔

اس نکتہ کی تشریح کرتے ہوئے علامہ واسطی رحمۃ اللہ نے جو بات لکھی تھی، یہی ہمارے مقصود و مدعا ہے فرماتے ہیں۔

لَيْسَ كَذَاتِهِ ذَاتٌ - وَلَا كَأَسْمِهِ اسْمٌ - وَلَا كَفِعْلِهِ فِعْلٌ -
وَلَا كَوَصْفِهِ وَصْفٌ إِلَّا مِنْ جِهَةٍ مُوَافِقَةٍ اللَّفْظِ اللَّفْظَ.

”یعنی اس کی ذات کی طرح کوئی ذات نہیں اس کے اسم کی طرح کوئی اسم نہیں۔ اس کے فعل کی طرح کوئی فعل نہیں۔ اس کی صفت کی طرح کوئی صفت نہیں۔ بجز اس کے کہ غلط ایک جیسے ہیں۔“

لیکن وہ اپنے معانی اور مطاب و مصادیق کے اعتبار سے باہمی کوئی مشابہت نہیں رکھتے۔ یہی عارف ربانی اپنے اس جملہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

وَجَلَّتِ الذَّاتُ الْقَدِيمَةُ أَنْ تَكُونَ لَهَا وَصْفٌ حَدِيثٌ كَمَا
اسْتَحَالَ أَنْ تَكُونَ لِلذَّاتِ الْمُحَدَّثَةِ وَصْفٌ قَدِيمٌ.

”جو ذات قدیم ہے وہ اس سے رفع و اعلیٰ ہے کہ اس کی کوئی صفت حادث ہو جس طرح یہ امر محال ہے کہ وہ ذات جو حادث ہے وہ کسی ایسی صفت سے موصوف ہو جو قدیم ہو۔“

یہ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں۔

وَهَذَا كُلُّهُ مَذْهَبُ أَهْلِ الْحَقِّ وَالسُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ رَضِيَ
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ.

”ہم نے جو اوپر لکھا ہے یہ اہل حق اور اہل سنت و جماعت رضی اللہ عنہم کا عقیدہ ہے اور یہ مذہب ہے جس پر وہ کاربند ہیں۔“

امام ابو القاسم القشیری رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے زمانہ کے عارف کامل تھے، علامہ واسطی کے مندرجہ بالا قول کی مزید تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

هَذِهِ الْحِكَايَةُ تَشْتَمِلُ عَلَى جَوَابِ مَسَائِلِ التَّوْحِيدِ.

”ہم نے جو اوپر بیان کیا ہے یہ توحید کے تمام مسائل کا جامع ہے۔“

ایک اور شیخ طریقت نے اپنے مریدوں کو توحید کا درس دیتے ہوئے یہ فرمایا۔
 مَا تَوْهَمْتُمُوهُ يَا دُهَامِكُمْ اَوْ اَذْرَكْتُمُوهُ يُعْثَوِيكُمْ فَهُوَ مُحَرَّبٌ
 وَمُشَلَّكٌ۔

”ہر وہ چیز جو تمہارے وہم و گمان میں آجائے یا تم عقل و فہم سے اس کا
 اور اک کر لو وہ حادث اور فانی ہے وہ اللہ نہیں جو قدیم ہے۔“

ابو المعالی الجعفی جو اپنے عہد میں فقہ، اصول فقہ اور کتاب و سنت کے ماہر مامر تھے
 انہوں نے اپنے اس جملہ میں اس مفہوم کو مزید نکھار دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

مِنْ اَظْمَانٍ اِلَى مَوْجُودٍ اَتَمَّتْ اِلَيْهِ فِكْرُهُ فَهُوَ مُشْتَبِهٌ۔
 ”جو شخص اپنے فکر سے کسی موجود تک رسائی حاصل کرتا ہے اور پھر وہ
 مطمئن ہو جاتا ہے کہ یہی اللہ تعالیٰ ہے تو اس نے ٹھوکر کھائی وہ تو
 منشتہ سے یعنی اس نے خالق قدیم کو مخلوق حادث کے ساتھ تشبیہ
 دینے کی غلطی کی ہے۔“

پھر لکھتے ہیں۔

وَمِنْ اَظْمَانٍ اِلَى نَفْيِ الْمَحْضِ فَهُوَ مَعْطَلٌ۔

”جو شخص صفات کی نفی کر کے مطمئن ہو جاتا ہے وہ بھی موحد نہیں
 بلکہ وہ معطل ہے یعنی اس نے بھی اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا مکمل
 انکار کیا ہے۔“

آخر میں اپنے اس کلام کا خلاصہ اس سرپا حکمت و حقیقت جملہ میں بیان فرماتے ہیں۔

وَ اِنْ قَطَعَ تَوْجُودَ اعْرَافٍ بِالْعَجْرِ عَنْ دَرْكِ حَقِيقَتِهِ فَهُوَ مُوَحَّدٌ
 ”جو شخص اس ذات پر ایمان لایا جس کے بارے میں اس نے یہ اعتراف
 کیا کہ میری عقل و دانش اس کے فہم سے قاصر ہے تو وہ سچا مومن ہے۔“

علامہ قاضی عیاض اس جملہ کی تصویب کرتے ہیں اور اسے اس آیت کی تفسیر سمجھتے ہیں۔
 كَيْسَ كَيْمُثْلِهِ شَيْءٌ اِنْ وَعَايِهِ جُمْلُوْنَ پَر قَاضِي عِيَاذُ اِنِّیْ عَمِی تَحْقِیْقِی بَحْثٌ كُوْخَمٌ كَرْتِیْ۔

فَبَيَّنَّا لِلَّهِ وَلَا تَاكَ عَلَى التَّوْحِيدِ وَالْإِشْبَاتِ وَالْمُتَزَيُّدِ وَ
 جَنَّبْنَا طَرَفِي الضَّلَالَةِ وَالْفَوَايَةِ مِنَ التَّعْطِيلِ وَالنَّشْبِیْهِ

يَسْتَمِعُ وَرَحْمَتِهِ

(1)

”اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اس توحید خالص پر ثابت قدم رکھے۔ وہ صفات جو اللہ تعالیٰ کی شایان شان ہیں ہم وہ ثابت کریں اور وہ صفات جو اس کے شایان شان نہیں، ہم اسے ان سے منزہ مانیں۔ اور ہمیں اللہ تعالیٰ افراط و تفریط دونوں گمراہیوں سے محفوظ رکھے۔ نہ ہم تعظیفات کی گمراہی میں مبتلا ہوں اور نہ تشبیہ کی ضلالت میں گرفتار ہوں۔“

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ وَنَبِیِّهِ مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ وَعَلَمَآءِ مِلَّتِهِ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ -



سرور کائنات سید الانبیاء والمرسلین کو جنت میں جن نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا

وسیلہ، درجہ رفیعہ، کوثر، فضیلہ

اِنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا سَمِعْتُمُ الْمَوْذِنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلٰی فَرَاثِهِ مَنْ صَلَّى عَلٰی مَرَّةٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا ثُمَّ صَلُّوْا اللّٰهُ لِحَبِ الْوَسِيْلَةِ فَرَاثَهَا مَنَزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِيْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَارْجُوْا اَنْ اَكُوْنَ اَتَا هُوَ - وَمَنْ سَأَلَ اللّٰهُ لِي الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّقَاعَةُ

(2)

”حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے آپ روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا جب تم موزن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو جو کلمات وہ اپنی زبان سے ادا کرتا ہے تم بھی انہیں اپنی زبان سے دہراتے جاؤ۔ اس کے بعد مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک

مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود شریف بھیجتا ہے۔
اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی جناب میں التجا کرو کہ وہ مجھے وسیلہ عطا
فرمائے۔ وسیلہ جنت کا ایک مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں سے
صرف ایک بندے کو مرحمت فرمایا جائے گا اور مجھے امید واثق ہے کہ وہ
میں ہوں گا۔ پس جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرے لئے اس مقام
وسیلہ پر فائز ہونے کی دعا کرتا ہے اس کے لئے میری شفاعت واجب
ہو جاتی ہے۔“

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے۔

الْوَسِيلَةُ أَعْلَىٰ دَرَجَةٍ فِي الْجَنَّةِ

”وسیلہ جنت کے اعلیٰ ترین درجات میں سے ایک درجہ کا نام ہے۔“

یہ حدیث جسے امام بخاری، امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے اپنی اپنی صحاح اور سنن میں
نقل کیا ہے، اہل سنت و جماعت اذان کے بعد اپنے آقاہ مولا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو درود
سلام پڑھتے ہیں، اس صحیح حدیث سے اس کا سنت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور جو لوگ اس کو
بدعت کہتے ہیں ان کی فکری خطا آشکارا ہو گئی ہے۔ جو لوگ اہلسنت پر اس وجہ سے طعن و
تشنیع کے تیر برساتے ہیں کہ اہل سنت کے نزدیک وہ اذان جو حضور کے زمانے میں دی جاتی
تھی وہ نامکمل تھی اب اسے یہ سنی لوگ مکمل کر رہے ہیں، اس بہتان کی لغویت بھی واضح
ہو گئی کہ یہ اذان کے ساتھ اضافہ نہیں ہے جو سنیوں نے کر دیا ہے بلکہ حضور کے ارشاد کی
تعمیل ہے کہ جب موزن اذان کہہ لے تو پھر مجھ پر درود پڑھا کرو اور ساتھ ہی اس درود کی
فضیلت بیان کر دی ہے کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ دس مرتبہ اس پر درود
بھیجتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول مکرم ﷺ نے فرمایا۔

يُنِيَا أَنَا أَيْمُنُ فِي الْجَنَّةِ إِذْ عُرِضَ لِي تَهْرُجَاتُهَا قَبَابُ

النُّوُورُ قُلْتُ لِجِبْرِئِيلَ مَا هَذَا؟ قَالَ هَذَا الْكُتُبُ الَّذِي

أَعْطَاكَ اللَّهُ تَعَالَىٰ۔

(1)

”دریں اثنا کہ میں جنت میں سیر کر رہا تھا میرے سامنے ایک نہر پیش کی گئی جس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے خیمے نصب تھے۔ میں نے جبریل سے پوچھا یہ کیا ہے؟ جبریل نے کہا یہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ارزانی فرمایا ہے۔“

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جہاں سے یہ نہر بہہ رہی ہے اس کی زمین پر موتیوں کی یا قوت کا فرش بچھا ہوا ہے۔ اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ نے فرمایا۔

أَلْكَوْثَرُ الْخَيْرِ الَّذِي أَعْطَاهُ اللَّهُ إِيَّائِي

”کوثر وہ خیر کثیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب محمد کو عطا فرمایا ہے۔“

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں۔

(1) النَّهْرُ الَّذِي فِي الْجَنَّةِ مِنَ الْخَيْرِ الَّذِي أَعْطَاهُ اللَّهُ

”وہ نہر جو جنت میں جاری ہے وہ ان خیرات میں سے ایک ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو مرحمت فرمائی ہیں۔“

ایک شبہ کا ازالہ

یہاں دل میں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ان احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ افضل الانبیاء ہیں۔ اس دنیا اور دارِ آخرت میں جو مقام رفیع اللہ تعالیٰ نے اپنے اس برگزیدہ بندے کو عطا فرمایا ہے اور کسی کو عطا نہیں فرمایا۔

لیکن دیگر متعدد احادیث سے یہ ثابت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے صحابہ کو فرمایا کہ وہ انبیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دیا کریں۔

علاء کرام نے اس شبہ کے متعدد جوابات دیئے ہیں لیکن جامع اور مختصر جواب یہ ہے۔

مطلق تفصیل سے منع نہیں کیا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ بلکہ ایسی فضیلت سے منع کیا گیا ہے جس سے دوسرے انبیاء کی

تنقیص ہوتی ہے (۱) یا ان کے مقام رفیع کے بارے میں کسی کے دل میں شک و شبہ پیدا ہوتا ہے
اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب کریم ﷺ کی شان رفیع کا عرفان عطا فرمائے اور دیگر انبیاء
کرام کی تنقیص کے تصور سے بھی محفوظ رکھے۔ آمین نہ آمین

خداوند قدوس نے جملہ کمالات، کسی ہوں یا وہی

سے اپنے محبوب کریم کو مشرف فرمایا

ہر خوبی اور ہر کمال، جس کا تعلق جسم سے ہو یا روح سے، ظاہر سے ہو یا باطن سے، دنیا
سے ہو یا آخرت سے، فکر سے ہو یا عمل سے، فرد واحد سے ہو یا ساری قوم سے، زمانہ ماضی
سے ہو یا حال و مستقبل سے، کسی کی جدوجہد کا نتیجہ ہو یا محض عطاء الہی ہو، یہ گونا گوں خوبیاں
اور ہر قلموں کمالات اپنی جملہ رعنائیوں اور دلقریبیوں کے ساتھ ذات پاک سید انبیاء محمد
مصطفیٰ علیہ و علی آلہ اطیب الخلق والثناء میں بھٹائے الہی اپنی اکمل ترین صورت میں پائے
جاتے ہیں۔

جہاں و جلال محمد رسول اللہ ﷺ کا تذکار ایک ٹھنڈی مارتا ہوا بحر بیکراں ہے جس کا
احاطہ انس و ملک میں سے کسی کے بس کا روگ نہیں۔

ہم بیشمار وان گنت فضائل و کمالات احمدی میں سے چند ایسے امور بیان کرنے کی سعادت
حاصل کریں گے جن کی صحت اور صداقت پر اس خیر الامم کے علماء نے مہر تصدیق ثبت کی
ہے اور اللہ تعالیٰ سے یہ امید رکھتے ہیں کہ اس کے حبیب کے شاکل کے ذکر سے اس ناچیز کی
دنیا و آخرت بھی سنور جائے گی اور اس کے قارئین کے دلوں میں بھی اس کے حبیب مکرم
ﷺ کی عظمت اور محبت کے چراغ روشن ہو جائیں گے۔

جسم مقدس کا حسن و جمال

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی ایک کثیر جماعت نے اپنے محبوب مکرم کے سراپا کی
رعنائیوں اور دلربائیوں کا ذکر بڑے ذوق شوق سے کیا ہے۔ اسے پڑھ کر دل پر کیف و سرور
کی ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اس لئے میں ان حضرات صحابہ کے اسماء گرامی سے
اس صفحہ کو مزین کر رہا ہوں۔ پھر ان کے فصاحت و بلاغت کے قالب میں ڈھلے ہوئے

ارشادات کو ذکر کر کے اپنے بخت خفتہ کو بیدار کرنے کی سعی کروں گا۔ التوفیق من اللہ۔
مندرجہ ذیل گرامی قدر حضرات نے اپنے آقا کا حلیہ مبارک بیان کرنے میں بڑی شہرت
حاصل کی ہے۔

”سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔ حضرات انس بن مالک۔ ابو ہریرہ۔

براء بن عازب۔ ام المومنین سیدتنا صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ ابن ابی

ہالہ۔ ابی حنیفہ۔ جابر بن سمرہ۔ ام معبد۔ حضرت ابن عباس۔ معمر بن

معقوب۔ ابو الطفیل۔ عداء بن خالد۔ خریم بن فاتک۔ حکیم بن حزام۔

وغیر ہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔“ (1)

ان حضرات نے حضور ﷺ کا حلیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

مِنْ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حضور سرور عالم ﷺ کا رنگ مبارک سرخ و

كَانَ أَزْهَرَ اللَّوْنِ

أَدْعَبَ

سید تھ

چشمہ مازخ بڑی بڑی تھیں۔ ان کا سفید حصہ

بہت سفید اور سیاہ حصہ بہت سیاہ تھ۔

چشمہ ہائے مبارک بڑی تھیں

آنکھ کے سفید حصہ میں سرخ ذورے تھے

مژگان مبارک لمبی تھیں

برؤں کا درمیانی حصہ باؤں سے صاف تھا ابرو

کمان کی طرح خمیدہ اور لمبے تھے

ناک مبارک اونچی اور پتلی تھی

دندان مبارک چوستہ تھے درمیان میں تھوڑا

ساز صلا تھ۔

رخ انور گول تھ

پیشانی مبارک فراخ تھی

ریش پر نور گھنی تھی

أَجَلَّ

أَشْكَلَ

أَهْدَبَ الْأَشْفَادِ

أَهْلَجَ

أَزَجَّ

أَقْفَى

أَقْلَجَ

مَدَّ وَرَ الْوَجْهِ

وَاسِعَ الْجَبِينِ

كَثَّ اللَّحْيَةِ

تَمَلُّاُ صَدْرَا

سَوَاءَ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ

وَأَسْعَ الصَّدْرِ

عَظِيمَ الْمُشْكَبِينَ

ضَخَمَ الْعِظَامِ

عَبْدَ الْعَصْدَيْنِ وَالذَّارَعَيْنِ وَالْأَسَافِلِ

رَحَبَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ

سَائِلَ الْأَطْرَافِ

أَوْرَ الْمَتَجَرِّدِ

حَقِيقَ الْمَسْرُوبِ

رَبْعَةَ الْقَدِ

لَيْسَ بِالطَّوِيلِ الْبَاقَيْنِ

وَلَا بِالْقَصِيرِ الْمُرَدِّدِ

وَمَعَ ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ يُعَارِثُهُ أَحَدٌ

يُنْسِبُ إِلَى الطُّولِ إِلَّا طَالَ

رَجُلَ الشَّعْرِ

إِذَا لَفَّ رَضَاحًا

إِفْتَرَعَنَّ وَمِثْلَ سَنَا الْبَرْقِ

وَعَنْ مِثْلِ حَيْثُ الْقَمَامِ

إِذَا تَمَكَّمَا

جو سینہ مبارک پر پھیلی ہوئی تھی۔

شکم مبارک اور سینہ مبارک ہموار تھے

صدر پر نور شادہ تھا۔

کندھے بڑے بڑے تھے۔

جسم کی ہڈیاں بھرنی بھر کم تھیں

ہاتھوں سے کندھوں تک اور دونوں گالیاں اور

پنڈیاں

بہت مضبوط اور طاقتور تھیں

ہاتھوں کی دونوں ہتھیلیاں اور دونوں مبارک

پاؤں شادو تھے۔

انگشت ہائے مبارک ہموار تھیں

جسم مبارک نورانی تھا

سینہ کے بالوں کی وہ لکیر جو سینہ کی ہڈی سے

ناف تک چلی جاتی ہے وہ پتلی تھی

قامت زیادہ میانہ خمی

حضور زیادہ دراز قامت نہ تھے اور نہ از حد

پست قامت

بایں ہمہ اگر کوئی دراز قامت انسان سرور عالم

ﷺ کے ساتھ چلتا تھا تو حضور ﷺ اس

سے اونچے دکھائی دیتے تھے

گیسوئے مبارک زیادہ گھٹکھریا لے نہ تھے۔

جب حضور ہنستے تو دندان مبارک یوں چمکتے

تھے جس طرح بجلی کی چمک یا ژالہ باری کے

وقت گرنے والے دانے۔

جب حضور گفتگو فرماتے تو یوں معلوم ہوتا تھا

ذُو كَالنُّورِ يَخْرُجُ مِنْ ثَنَائِيكَ
أَحْسَنَ النَّاسِ عُنُقًا

کہ دامن مبارک سے نور نکل رہا ہے۔
حضور کی گردن مبارک تمام لوگوں کی گردنوں
سے زیادہ خوبصورت تھی

لَيْسَ بِمُطَرَّقٍ وَلَا مُكَلِّثٍ

حضور کا جسم طہر نہ زیادہ فروغ تھا اور نہ
بدن مبارک مضبوط اور بھرا ہوا تھا۔
جسم پر گوشت زیادہ نہ تھا۔

مَتَمَاسِكَ الْبَدَنِ

مَرَبِّ النَّجْمِ (1)

وارفتگان جمال محمدی نے اپنے محبوب کے جمال جہاں تر کو دیکھ کر اپنے جذبات صادقہ کا
اظہار ایک ایک جملہ میں کیا ہے۔ وہ جسے بھی ترز جان بنانے کے لائق ہیں۔
حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں۔

مَا رَأَيْتُ مِنْ ذِي لَيْلَةٍ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ أَحْسَنَ مِنْ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

"میں نے کسی لمبی زلفوں والے کو سرخ لباس پہنے ہوئے اتنا حسین و جمیل
نہیں دیکھا جتنے رحمت عالم ﷺ حسین و جمیل دکھائی دیتے تھے۔"
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَ الشَّمْسُ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ، وَإِذَا أَصْبَحَ
يَتَلَاؤُ فِي الْمَجْدِ

"میں نے کسی کو رسول کریم ﷺ سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا۔
یوں معلوم ہوتا تھا گویا "قرب حضور کے رخ انور میں درخشاں ہے۔
حضور جب ہنستے تھے تو اس کی روشنی سے دیواریں چمکنے لگتی تھیں۔"
حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہیں۔

قَالَ لَهُ رَجُلٌ كَانَ وَجْهُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ
السَّيْفِ فَقَالَ لَا، بَلْ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَكَانَ مُسْتَبِيرًا - (2)

ایک شخص نے سرور انبیاء کے بارے میں کہا۔ حضور کا رخ انور تلوار کی

طرح چمکدار تھا۔ آپ نے کہا ہرگز نہیں۔ بلکہ حضور کا رخ انور آفتاب و ماہتاب کی طرح گول تھا۔

حضرت ام مہدی نے نبی کریم ﷺ کا حلیہ مبارک اپنے خاص انداز میں بیان کیا ہے اس کا مفصل تذکرہ ضیاء النبی ﷺ جلد دوم صفحہ 75-174 میں آپ پڑھ آئے ہیں۔ یہاں صرف ایک جملہ کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ وہ فرماتی ہیں۔

أَجْمَلَ النَّاسِ مِنْ بَعِيدٍ وَأَعْلَاهُ وَأَحْسَنُهُ مِنْ قَرِيبٍ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ كَلِمَاتُ ذِكْرَةِ الذَّاكِرُونَ وَ
عَقَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغُفْلُونَ

”حضور کو جب دور سے دیکھا جاتا تھا تو حضور تمام لوگوں سے زیادہ حسین و جمیل دکھائی دیتے تھے اور جب قریب سے آپ کو دیکھا جاتا تو حضور کے حسن خداداد کی منہاس اور اس کی دلربائی دلوں کو فریفتہ کر لیتی تھی۔“

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فرزند کا یہ جملہ ملاحظہ فرمائیے۔

يَتَلَأَلُ وَجْهَهُ تَلَأَلُ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ

”حضور سرور کائنات کا رخ انوریوں چمکتا تھا جس طرح چودھویں کی رات کو بدر تمام چمکتا ہے۔“

وَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي الْخَيْرِ وَصَفِهِ لَهُ

مَنْ زَاكَ أَبَدًا هَابَةً وَمَنْ خَالَطَهُ مَعْرِفَةً أَحَبَّهُ (1)

”سیدنا علی مرتضیٰ اپنے مرشد و ہادی کا سراپا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو حضور کو اچانک دیکھتا تھا وہ ہیبت زدہ ہو جاتا اور جو حضور کے ساتھ میل جول کرتا تھا وہ حضور کی محبت کا اسیر بن جایا کرتا تھا۔“

حضور کی مدح سرائی کرنے والا یہ کہنے پر مجبور ہو جایا کرتا تھا۔

يَقُولُ تَابِعْتُهُ لَمْ أَدْرِ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَالْآلِ وَسَلَّمَ۔

”کہ ایسا پیکر جمیل نہ اس نے پہلے کبھی دیکھا اور نہ حضورؐ کے بعد اسے کبھی دکھائی دے گا۔“

اگرچہ بحث بڑی دلکش بھی ہے اور روح پرور بھی لیکن ہم انہی چند اقتباسات پر اکتفا کرتے ہیں۔
جسم اطہر کی نظافت و پاکیزگی

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کے جسم مبارک کو تقاطیف اور نفیس بنایا تھا۔ گرد و غبار کی وہاں گنجائش ہی نہ تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بڑے نظافت پسند تھے اور اپنے غلاموں کو بھی اپنے جسم و لباس کو صاف رکھنے کی ہدایات فرمایا کرتے تھے۔ ایک ارشادِ گرامی سنئے، فرمایا۔

بُنيَ الدِّينُ عَلَى النَّظَافَةِ

”دین اسلام کی بنیاد نظافت پر ہے۔“

حضرت انس، خادم خاص بارگاہِ نبوت، فرماتے ہیں۔

مَا شَمَمْتُ عَنَبْرًا قَطُّ وَلَا مَسَكًا وَلَا شَيْئًا أَطْيَبَ مِنْ رِيحِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

”میں نے کبھی کوئی عنبر، کوئی مشک یا کوئی اور چیز کی نہیں سونگھی جس کی مہک شاہِ خواباں ﷺ کی مہک سے زیادہ خوشبودار ہو۔“

حضرت جابر بن سمرہ اپنے محبوب کی اس روح پرور ادا کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ خَدَّاهُ قَالَ

فَوَجَدْتُ شَرَّ لِبَدِي بَرْدًا قَرِيْبًا كَأَنَّمَا أَخْرَجَهَا مِنْ جُودَةِ عَطَّارٍ (1)

”یعنی ایک روز سرورِ انبیاء ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے رخسار پر پھیرا۔ تو حضور کے دست مبارک کی خوشبو میں نے محسوس کی تو یوں معلوم ہوا کہ جیسے عطار کی صندوقچی سے یہ دست مبارک بھی اُٹھائی نکالا تھا۔“

علامہ خفاجی لکھتے ہیں۔ جب کوئی شخص حضور ﷺ سے مصافحہ کرتا تو سارا دن اس کا ہاتھ خوشبو سے مہکتا رہتا تھا۔ سرور عالم اگر کسی بچے کے سر پر دستِ رحمت پھیلتے تو اس خوشبو کے باعث وہ تمام بچوں میں شناخت کیا جاسکتا تھا۔

ایک روز سرکارِ دو عالم ﷺ، حضرت انس کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں اسے است فرمایا ہوئے۔ عیند کی حالت میں حضور کو پسینہ آ گیا۔ حضرت انس کی والدہ ایک شیشی لے کر آئیں اور رحمتِ عالم ﷺ کے پسینے کے قطرے جمع کرنے لگیں۔ سرور عالم ﷺ کی آنکھ کھلی تو حضور نے ان سے پوچھا۔ کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حضور نے پسینے کے قطروں کو میں اپنی خوشبو میں ملاؤں گی۔ اس طرح میری خوشبو تمام خوشبوؤں سے زیادہ خوشبودار ہو جائے گی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "تاریخ کبیرہ" میں حضرت جابر سے روایت کیا ہے۔ "نبی کریم ﷺ جس گلی سے گزر جاتے تھے وہ گلی خوشبو سے مہکتی جاتی تھی۔ وہ بچپن لیتے تھے کہ جان بہاں ﷺ کا گزر اس گلی سے ہوا ہے۔"

حضور کے جسم مبارک سے ہر وقت خوشبو اٹھتی رہتی تھی۔ اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ حضور عطر استعمال کئے ہوتے تھے بلکہ کوئی خوشبو استعمال کئے بغیر حضور کے جسم اطہر سے جو فضا چھو جاتی تھی وہ از خود مہکتی لگتی تھی۔

حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

حضور کے وصال کے بعد میں نے جسد اطہر کو غسل دیا۔ اس میں کسی آلودگی اور نجاست کا نشان بھی نہ تھا جو عام طور پر ہر میت میں پائی جاتی ہے۔ میں اپنے آقا کی اس حالت میں بھی ایسی نظافت و پاکیزگی کو دیکھ کر حیران ہو گیا۔ میں نے کہا رَطَبَتْ حَيَاتًا وَهَيَّتَا یا رسول اللہ آپ زندگی کی حالت میں بھی طیب و پاکیزہ تھے اور وصال کے بعد بھی حضور طیب و پاکیزہ ہیں۔"

آپ فرماتے ہیں کہ اس حالت میں بھی حضور کے جسم مبارک سے خوشبودار ہوا کی پٹیں اٹھتی تھیں۔ اتنی خوشبودار ہوا آج تک میں نے کہیں نہیں پائی۔

جنگِ احد میں نبی مکرم ﷺ کی پیشانی مبارک میں جب خود کی کڑیاں چھ گئیں تو حضرت مالک بن سنان نے اپنے دانتوں سے ان کڑیوں کو نکالا اور جب اس زخم سے خون بہنے

لگا تو حضرت مالک نے اس کو چوس لیا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا مالک اخون تو ناپاک ہوتا ہے تو نے اسے کیوں چوسا۔ بلکہ حضور ﷺ نے اس پر پسندیدگی کا اظہار کیا اور انہیں بشارت دی۔

لَنْ تُصِيبَهُ النَّارُ (1) (مالک کو کبھی کوئی آگ نہیں چھوے گی۔)

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے پھپھنے لگوائے۔ حجام نے حضور کے خون کو ایک برتن میں رکھ دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو حکم دیا کہ یہ خون لے جا۔ اور کسی پاک جگہ پر ڈال دو۔ آپ لے کر گئے، ادھر ادھر دیکھا کوئی ایسی جگہ نظر نہ آئی جو اس قابل ہو کہ وہاں اللہ تعالیٰ کے محبوب کا خون پاک ڈال دیا جائے، تھوڑی دیر قابل یہ پھر یہ فیصلہ کیا کہ میں اسے اپنے اندر اٹھیل دوں اس سے بہتہ در کون سی جگہ ہو سکتی ہے۔ چنانچہ وہ سارا خون آپ نے پی لیا۔

جب واپس آئے تو سرکارِ دو عالم ﷺ نے دریافت کیا کہ وہ خوب تم نے کہاں ڈالا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی موزوں جگہ نظر نہ آئی جہاں آپ کا مبارک خون ٹڈیوں تو آخر میں نے فیصلہ کیا کہ میں خود اس کو پی لوں۔ یہی بہترین جگہ ہے۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے ناراضگی کا اظہار نہیں کیا کہ خون حرام ہے، حرم چہ کو تو نے کیوں پی۔ بلکہ یہ فرمایا کہ اس خون کے پینے سے تمہارے اندر اسی قوت اور شجاعت پیدا ہوگی کہ جو دشمن تمہارے ساتھ لڑائی کرے گا تم اس کو موت کے گھاٹ اتار دو گے۔ حضور نے فرمایا۔

وَيْلٌ لَّكَ مِنَ النَّاسِ وَيْلٌ لَّهٖ مِنْكَ

”جو دگ تم سے لڑیں گے ان پر تمہاری طرف سے ہلاکت ہوگی وروہ

تمہاری ہلاکت کا باعث بنیں گے۔“

ان روایات اور دیگر روایات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضلات اور خون دیگر انسانوں کی طرح ناپاک اور بدبودار نہیں ہیں بلکہ وہ طیب و طہر ہیں ورنہ نبی کریم ﷺ اس پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے ورنہ بشارتوں سے نہیں خور سند نہ کرتے۔ اسی طرح ایک صحابیہ جن کا نام برکتہ تھ۔ انہوں نے ایک رات حضور کا پیشاب پی

لیا۔ حضور نے ان کو منہ دھونے اور دوبارہ ایسا نہ کرنے کا حکم نہیں دیا۔

یہ روایت امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ یہ خاتون نبی کریم ﷺ کی خدمت گزار تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ رسول مکرم ﷺ کا لکڑی کا ایک پیالہ تھا جو حضور کی چارپائی کے نیچے پڑا رہتا تھا تاکہ حضور کو رات کے وقت اگر پیشاب کی حاجت ہو تو اس کو استعمال کریں۔ ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صبح بیدار ہوئے، پیالہ دیکھا تو وہ خالی تھا۔ نبی کریم نے حضرت برکہ سے پوچھا کہ پیشاب کہاں گیا انہوں نے عرض کیا کہ رات کو بیدار ہوئی مجھے سخت پیاس لگ رہی تھی میں نے اس پیالہ میں جو تھا وہ پی لیا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس میں پیشاب ہے۔ حضور نے اسے بشارت دی کہ اس کی برکت سے تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہ ہوگا۔

دوسرے تمام انسانوں کو اگر نیند آجائے اور وہ با وضو ہوں تو نیند سے ان کا وضو نوت جاتا ہے لیکن رحمت عالمین ﷺ وضو کر کے سو جاتے تھے یہاں تک کہ گلے سے خرخر کی آواز بھی آتی تھی لیکن جب حضور بیدار ہوتے تو نیا وضو کئے بغیر نماز ادا فرماتے۔ کسی نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا۔

(1)

عَيْنَايَ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي

”میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل بیدار رہتا ہے۔“

فہم و ذکا

ہادی انس و جان ﷺ کو جس قوم کی ہدایت اور راہنمائی کیلئے مبعوث فرمایا گیا وہ علم و بردباری کے نام سے بھی واقف نہ تھی۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر تلواریں بے نیام ہو جاتیں، خون کے دریا بہنے لگتے اور کشتوں کے پستے لگ جاتے۔ اور قتل و غارت کا یہ سلسلہ ختم ہونے کا نام نہ لیتا۔ ایسی تیز مزاج قوم کو حضور پر نور نے علم و بردباری کا علمبردار بنادیا۔ نیز وہ قوم جو اخلاقی لحاظ سے پستی کی انتہا میں گر چکی تھی، فسق و فجور کی دلدل میں تابددش غرق تھی، پیشہ ور عورتیں اپنے گھروں پر جھنڈے نصب کر کے لوگوں کو دعوت گناہ دے رہی ہوتی تھیں، بڑے بڑے شرفاء وہاں جا کر اپنا منہ کالا کرتے لیکن نہ ان کو کسی سے شرم محسوس

ہوتی اور نہ انہیں کوئی برا بھلا کہتا، وہ قوم شراب جس کی گھٹی میں تھی، وہ قوم جو گاڑھے پسینے کی کماٹی ہوئی دولت کو شراب خوری اور قمار بازی میں پانی کی طرح بہا دینے کے عادی تھے، اور اس کو وہ باعث عز و افتخار سمجھتے تھے ایسی قوم کو انتہائی دانشمندی سے رحمتِ دو عالم ﷺ نے قعرِ مذست سے نکالا اور عفت و پاکدامنی کا خوگر بنایا۔ وہ قوم جو کسی کی اطاعت کیسے تیار نہیں تھی، جس کی اتانیت کسی قانون اور دستور کی پابند نہ تھی، جن کے باب و ثمار اور ڈک زنی کوئی عیب شمار نہ ہوتا تھا، اس قوم کو سرورِ عالم ﷺ نے اپنے حکیمانِ کلمات اور دانشمندانِ مواعظ سے جس طرح قانون و آئین کی پابندی کا خوگر بنادیا وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ وہ قوم جو متعدد قبائل میں بٹی ہوئی تھی، ایک دوسرے کی جان و مال کو نقصان پہنچانا ہر حقور پناہ حق سمجھتا تھا، ان بکھرے ہوئے قبائل کو خدا کے مقدس رسول نے سیسہ پلائی ہوئی دیور کی طرح یکجا کیا اور عدل و انصاف کے مضابطوں کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا عادی بنادیا۔ یہ ہمہ پہلو انقلاب جو عرب کے اجڑے بدوں میں برپا ہوا یہ سب امور حضور کی دانش و خردمندی کی ناقابل تردید دلیلیں ہیں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنی قوم کے ظاہر کو بھی نہیں بدلا بلکہ اس کے باطن کو بھی صدق و صفا، عفت و تقویٰ، تواضع و انکسار اور جذبہ اطاعت امیر سے مزین کر دیا۔ جب سے اولادِ آدم اس کرہ ارضی پر آباد ہوئی ہے اس وقت سے لے کر آج تک کوئی فاتحِ عالم، کوئی سلطانِ ہفت اقلیم، کوئی سیاسی مدبر، ایسا جامع انقلاب برپا نہ کر سکا جس طرح اللہ کے حبیب محمد مصطفیٰ نے قلیل ترین وقت میں برپا کیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عقل کی برتری ثابت کرنے کیلئے اس سے بڑھ کر اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں کہ سرورِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑے حکیمانہ انداز سے ہر قسم کے لوگوں کو اسلام کے سانچے میں اس طرح ڈھالا کہ ان کے مزاج، اخلاقی فطرت، بدل کر رکھ دی علامہ زینی دحلان کا یہ تجزیہ غور طلب ہے۔

قَدْ اُطْلِعَهُ اللّٰهُ عَلَى ظَوَاهِرِ اَحْوَالِ الْمَلَائِكَةِ وَحَقَائِقِهَا
حَتّٰى يُصَلِّحَهَا وَيُرْسِدَ هَمْلَ لَاحِسِنِ وَنُهَا وَهُوَ مَبْعُوثٌ اِلٰى
سَاۡتِرِ الْعِبَادِ خَاصًّا اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَهٰذَا اِنَّمَا يَكُوْنُ بِرِصْلَاۡلِهِ
بَوَاطِنُهُمْ وَظَوَاهِرُهُمْ وَهُوَ يَتَوَقَّفُ عَلٰى مَعْرِفَةِ ذٰلِكَ وَنَبِيِّنَا
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَاهُ اللّٰهُ الْعِلْمَ بِالظّٰهَرِ وَالْبَاطِنِ

وَكَانَ يَنْظُرُ إِلَى ظَوَاهِرِ الْغَلَّاقِينَ وَبَوَاطِنِهِمْ وَيُعَامِلُ كُلَّ
إِنْسَانٍ بِمَا يَقْتَضِيهِ خَالُهُ وَمِنْ رِعَايَةِ ظَاهِرِهِمْ وَبَوَاطِنِهِمْ (1)

"اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حبیب ﷺ کو تمام مخلوقات کے ظاہری و باطنی احوال پر آگاہ کر دیا تھا تاکہ حضور ان احوال کی اصلاح فرما سکیں اور جو بہترین حالات ہیں ان کی طرف لوگوں کی رہنمائی کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اپنے تمام بندوں کی طرف مبعوث فرمایا تھا تاکہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دیں اور یہ کام اس وقت تک انجام پذیر نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہر شخص کے ظاہر و باطن کی اصلاح نہ کر دی جائے اور اس بات کا دار و مدار ان ظاہری و باطنی حالات کے جاننے پر ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی مکرم ﷺ کو ہمارے ظاہر و باطن کا علم عطا فرمایا۔ حضور مخلوقات کے ظاہر و باطن کے جملہ احوال کو ملاحظہ فرمایا کرتے اور ہر شخص کے ساتھ اس طرح برتاؤ کرتے جس طرح اس کے ظاہری و باطنی حالات کا تقاضا ہوتا۔"

اسی لئے وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ آپ نے کہا کہ میں نے بہتر کتابوں کا وقت نظر سے مطالعہ کیا ہے اور ان سب کے جملہ مصنفین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ
إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَجَعَ النَّاسَ
عَقْلًا وَأَفْضَلَهُمْ دِينًا (2)

"یعنی حضور عقل و دانش کے لحاظ سے تمام لوگوں سے برتر تھے۔ ہر معاملہ میں حضور کی رائے تمام لوگوں کی آراء سے افضل تھی۔"

انہیں وہب سے یہ روایت بھی منقول ہے۔

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَمْ يُعْطِ جَمِيعَةَ النَّاسِ مِنْ أَبْدَاءِ الدُّنْيَا إِلَى
إِنْقِصَاءِهَا مِنَ الْعَقْلِ فِي جَنِّبِ عَقْلِهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا كَحَبَّةٍ دَمَلٍ مِنْ بَيْنِ يَمَالِ الدُّنْيَا (3)

1۔ محدثین، طبرانی، المعجم، جلد 3، صفحہ 230

2۔ ایضاً

3۔ ایضاً، صفحہ 231

”ابتدائے آفرینش سے لے کر قیام قیامت تک اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو جو فہم و فراست عطا فرمائی ہے، نبی کریم کی عقل و راے کے سامنے اس کی حیثیت اتنی بھی نہ تھی جتنی ریت کے ایک ذرہ کی نسبت تمام ریگستانوں کے ذرات سے ہوتی ہے۔“

بل اہدیٰ کے مصنف کا یہ قول بھی آپ کی توجہ کا مستحق ہے۔

وَالْعَقْلُ بِمِائَةِ جُزْءٍ، تِسْعَةٌ دَسْعُونَ فِي الشَّيْءِ صَلَّی
اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَجُزْءٌ فِي سَائِرِ النَّاسِ (1)

”اگر عقل کی سو جز میں تصور کی جائیں تو ان میں سے ننانوے حصے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو ارزانی فرمائے اور ایک حصہ ساری مخلوق کو عطا فرمایا۔“

اس ساری مخلوق میں دانشور، علماء، فضلاء، فلاسفہ، سائنس دان، موجد، شاعر، خطیب، فاضلین عالم سب شامل ہیں۔

حضور کی جسمانی قوت

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے کو جسمانی قوت بھی اس قدر عطا فرمائی تھی کہ وہ بڑے سے بڑا پہلوان بھی حضور کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

رکانہ، عرب کا ایک نامور پہلوان تھا جس کی جسمانی طاقت کی دعویٰ میں کوئی ترقی۔ مشہور تھا کہ وہ اکیلا دوسو آدمیوں کا مقابلہ کر کے انہیں پچھاڑ سکتا ہے۔ سنن ترمذی میں ہے۔ ایک روز نبی کریم ﷺ عرب کے کسی کو ہستانی علاقہ سے گزر رہے تھے کہ رکانہ سے ملاقات ہو گئی۔ سرور عالم کی یہ عادت مبارک تھی کہ جو شخص بھی ملاقات کرتا حضور اس کو اسلام قبول کرنے کی دعوت اپنے من موہنے انداز میں ضرور دیتے۔ چنانچہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے رکانہ کو بھی دعوت دی کہ تم بت پرستی سے توبہ کرو اور اللہ تعالیٰ جو وعدہ، شریک ہے اس پر ایمان لے آؤ۔ اس نے کہا۔ میں ایک شرط پر آپ کی دعوت کو قبول کرنے کو تیار ہوں، اگر آپ مجھے پچھاڑ دیں تو میں ایمان لے آؤں گا۔

نبی رحمت ﷺ جن کے دن اکثر فاقہ کشی سے گزرتے تھے۔ کئی کئی ماہ تک حضور ﷺ کے کا شانہ رحمت میں چولہے میں آگ تک نہیں جلائی جاتی تھی، گاہے کھجور کا ایک دانہ منہ میں ڈال کر پانی پی لیا اور شب دروز گزار لئے، رکانہ تو ہر روز معلوم نہیں کتنی مقدار گوشت گھی اور دودھ کی استعمال کرتا ہوگا، بایں ہمہ حضور پر نور ﷺ نے اس پیل تن پہلوان کی اس شرط کو قبول کیا، فرمایا اے رکانہ! اگر تم اس شرط پر ایمان لانے کا وعدہ کرتے ہو تو میں وہ شرط پوری کرنے کو تیار ہوں۔

چنانچہ رکانہ لنگوٹہ کس کر میدان میں آکھڑا ہوا۔ سرور انبیاء علیہ الخیرۃ والثناء بھی اکھاڑے میں تشریف لائے۔ اس کا بازو پکڑ کر اس کا بازو پکڑ کر ایک جھٹکے میں اسے چاروں شانے چت کر دیا۔ وہ حیران و مبہوت ہو کر رہ گیا لیکن پھر اٹھا اور کہنے لگا کہ میں ابھی سنبھل نہیں تھا، بے دھیانی میں آپ نے مجھ پر غلبہ حاصل کر لیا ہے، ایک مرتبہ پھر آپ مجھے گرا دیں تو میں ایمان لے آؤں گا۔ اس داعی برحق نے اس کے اس چیلنج کو قبول کیا، حضور کھڑے میں تشریف لائے، اس کا بازو پکڑ کر اسے جھٹکا دیا اور زمین پر بیچ دیا۔ اسے سان و گمان بھی نہ تھا کہ اس کو یوں گرا دیا جائے گا۔ سرا سیمہ ہو کر پھر اٹھا اور تیسری بار پھر کشتی کی دعوت دی۔ حضور ﷺ نے اسے یہ نہیں کہا کہ دو مرتبہ میں نے تمہاری شرط پوری کر دی اب تم ایمان نہیں لاتے تو تمہاری قسمت بلکہ حربص عبکم کی جو شان تھی اس کا اظہار فرماتے ہوئے تیسری بار بھی فرمایا تمہارا چیلنج قبول کرتا ہوں۔ پھر اس کو اس طرح جھٹکا دیا کہ وہ چشم زدن میں زمین پر آ پڑا۔ اب اسے یارائے انکار نہ رہا اس نے بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھا اور اعلان کیا کہ یہ جسمانی قوت نہیں۔ آپ نے مجھے اپنی روحانی قوت سے تین بار پنجا ہے۔ یہ تسلیم کرتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرعت رفتار میں اللہ کے پیارے رسول ﷺ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ جب حضور چلتے تو یوں معلوم ہوتا کہ زمین خود بخود لپٹی چلی جا رہی ہے۔ ہم چلتے تو پوری قوت کے ساتھ چلتے اور حضور ﷺ بڑی بے پرواہی سے جاوہ پیا ہوتے پھر بھی کوئی شخص حضور ﷺ کی تیز رفتاری کا مقابلہ نہ کر سکتا۔

فصاحت و بلاغت

اہل عرب فصاحت و بلاغت میں تمام اقوام عالم سے برتر اور افضل تھے۔ انہیں اپنے اس وصف پر اتنا ناز تھا کہ وہ اپنے سوا تمام اقوام عالم کو گچی (گوچکا) کہتے تھے۔ ان فنی، بھنی، میں بھی حضور ﷺ کی شان فصاحت عدیم امثال تھی۔

حضور کی شان فصاحت کا کوئی شخص نکار نہیں کر سکتا تھا۔ حضور نے عرب میں بدنی سلاست و روانی تھی۔ یوں معلوم ہوتا کہ کلمت نور کے سانچے میں داخل ہر زبان قدس سے ادا ہو رہے ہیں۔ جو بات زبان مبارک سے نکلے وہ ہم عیب سے پاک ہوتی۔ اس میں تکلف کا شائبہ تک نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو جو مع الکرم سے نور تھا۔ میں انقاد قلیل ہوتے لیکن لطائف و معانی کا ایک سمندر ان میں موجزن ہوتا تھا۔ حضور کی زبان مبارک سے ایسے حکیمانہ جیسے صادر ہوتے جو حکمت و نانی میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔

عرب کے مختلف خطوں میں جو عربی بولی جاتی تھی اس میں بڑا تفاوت ہوتا تھا۔ ر ہار و دوعالم ﷺ کا وطن مبارک اگرچہ حجاز تھا لیکن حضور ﷺ اہل حجاز کی لغت میں بھی جب گفتگو فرماتے تو فصاحت و بلاغت کے چمن آباد ہو جاتے اور عرب کے دیگر علاقوں کی علاقائی زبانوں میں بھی اس سلاست و قادر الکلامی سے گفتگو فرماتے کہ سننے والے یہ نہ سوچتے جاتے۔ حضور ﷺ جب بھی کسی کو مخاطب فرماتے تو اس کی علاقائی زبان میں خطاب فرماتے۔ اسی زبان کے محاورے استعمال فرماتے۔ انہیں کی شان فصاحت کا مقصد کرتے یہاں تک کہ صحابہ کرام جب کسی دوسرے علاقہ کی زبان میں حضور کو گفتگو کرتے سنتے تو کئی الفاظ کی تشریح و توضیح کیلئے اپنے آقا کی طرف رجوع کرتے۔

ذوالعشعار ہمدانی سے اس وقت ملاقات ہوئی جب حضور تبوک سے واپس تشریف لائے تھے۔ بنی نہد کے خطیب طہفہ النہدی، قطن بن حارثہ، اشعث بن قیس، وائل بن حجر الکندی اور حضر موت کے قبیلوں کے رؤسا اور یمن کے بادشاہوں سے گفتگو فرماتے تو انہیں کی زبان اور انہیں کے لہجہ سے۔

بطور مثال ہادی برحق ﷺ کا ایک مکتوب یہاں پیش کر رہا ہوں جو سرکار نے قبیہ ہمدان کے سردار ذوالعشعار ہمدانی کی طرف اس کی زبان میں لکھا تھا۔

إِنَّ لَكُمْ فِيهَا دَرَسًا طَيِّبًا وَعَزَازَهَا- تَأْكُلُونَ مِنْهَا
وَتَرْعَوْنَ عَفَاءَهَا لَتَأْتِيَنَّكُمْ دَفِيقُهُمْ وَوَصَرَامُهُمْ مَا سَلِمُوا
بِالْيَمِينِ وَالْأَمَانَةِ وَلَهُمْ مِنَ الصَّدَقَةِ الثَّلَاثَةُ النَّابِ
وَالْفَصِيلُ- وَالْفَارِضُ وَالْدَّاجِنُ وَالْكَبْشُ الْحَوْرِيُّ وَ
عَلَيْهِمْ فِيهَا الصَّالِغُ وَالْفَارِغُ- (1)

(اس کے ترجمہ کی ضرورت نہیں یہ سارے جیسے اہل عرب کیلئے بھی غریب اور مشکل ہیں)
قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر متعدد مقامی زبانوں کے نمونے نقل
کئے ہیں۔

بنی نہد قبیلہ کے سردار طہفہ کیلئے حضور کے ارشادات، وائل بن حجر کے نام حضور
ﷺ کا گرامی نامہ، مختلف قبائل کے روسا اور سلاطین کی طرف حضور ﷺ کے مکتوبات،
اگرچہ ہم ان کلمات میں سے اکثر کو نہیں سمجھ سکتے لیکن ان میں جو روانی اور سادگی، جو
جزاست اور فصاحت ہے، پڑھنے والا سمجھے بغیر اس کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

جب عرب کی ان علاقائی زبانوں میں جو متداول نہ تھیں، حضور کی فصاحت و بلاغت کا
سمندریوں ٹھٹھیں مار رہا ہو تاکہ پڑھنے اور سننے والے سمجھے بغیر ان کی فصاحت و جزاست
سے لطف اندوز ہوتے تو روزمرہ کی زبان میں جو شیرینی اور دلکشی ہوگی اس کا کون اندازہ
کا سکتا ہے۔

کئی ادباء نے سرور عالم ﷺ کے جوامع الکلم اور حکیمانہ اقوال کے مجموعے تالیف کئے
ہیں جو عربی زبان کا طرہ امتیاز ہیں اور اہل عرب اپنے فخر و مبہات کا باعث ہیں جوامع الکلم اور
اقوال حکمت کے چند نمونے مدح و تحسین۔

ارشاد نبوی ہے

1- الْمُسْلِمُونَ تَتَكَافَأُ دِمَاءُهُمْ تَمَامَ مُسْلِمَانٍ كَانُوا مِثْلًا مِثْلًا

یعنی قصاص و دیت میں کسی شخص کو اس کی ثروت اور اس کے خاندان کے پیش
نظر ترجیح نہیں دی جائے گی بلکہ سب کا قصاص یکساں ہوگا۔

2- يَسْعَى بَيْنَ قَبَائِلِهِمْ أَذْنَاهُمْ أَرَّ كَوْنِي أَمْدَرُ بَعِي ۝ مُسْلِمَانِ قَوْمٌ كَوْمَانِ ۝
عبد آبرو کا تو سب مسلمانوں پر اس کی پابندی لازمی ہوگی۔

3- وَهُمْ يَدْعُ عَلَىٰ مَنْ سِوَاهُمْ تمام مسلمان دشمن کے مقابلہ میں یکجان ہوں گے۔

یہ تین چھوٹے چھوٹے جملے ہیں لیکن اُراں میں غور کیا جائے تو ان سے مہر، حکمت کے چشے اچھے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ ان کی تشبیہ میں بڑبڑاوت و فائز لکھے جاسکتے ہیں۔

حضور کے متعدد ارشادات جو جو مع الکلم میں سے ہیں اور ان کا امان حکمت نے انبیا موتیوں سے معمور ہے ان میں سے چند ایک یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

1- النَّاسُ كَأَسْتِنَانِ الْمَشْطِ تمام انسان اس طرح برابر ہیں جس طرح شیشی کے دندانے۔

2- وَالْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ ہر انسان کو اس کی معیت حاصل ہوں جس کے ساتھ وہ محبت کرتا ہے۔

3- لَا خَيْرَ فِي صُحْبَةٍ مَّنْ لَا يَزِي لَكَ مَا تَوَلَّى لَهُ۔ اس شخص کی ہم نشینی میں کوئی فائدہ نہیں کہ تو اس کے بارے میں خیر کی تمنا کرے اور وہ تمہیں رُک پہنچانے کے منصوبے بناتا رہے۔

4- وَالنَّاسُ مَعَادِنُ لَوْ كُنُوا مِزَانٍ مُّخْتَلِفٍ قِسْمَ كَيْ هُوَ تَبَيَّنَ فِي جَسَدِهِ زَمِينٍ میں مختلف قسم کی معدنیات ہوتی ہیں۔

5- وَمَا هَٰذَا أَمْرٌ عَرَفَ قَدْرَهُ جَوَانِي قَدْرَ كُوَيْبِ نَسَاہِ وہ ہلاک نہیں ہوتا۔

6- الْمُسْتَشَارُ مَوْتَمِنٌ وَهُوَ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَكَلَّمْ جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے۔ جب تک وہ اپنی رائے کا اظہار نہ کرے بلکہ خاموش رہے اسے اختیار ہے کہ وہ مشورہ دے یا نہ دے۔

7- لِحَمْدِ اللَّهِ عَبْدًا قَالَ خَيْرًا فَعَزَّزَهُ أَوْ سَكَتَ فَسَلِمَ (1) اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو اچھی بات زبان سے نکالتا ہے اور اس سے فائدہ پہنچتا ہے یا سکوت اختیار کرتا ہے اور تمام لوگوں کی ایذا رسانی سے محفوظ رہتا ہے۔

یہاں علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے حضور پر نور صلیہ الصلوٰۃ و سلم کی جو مع

الکلمات کی بہت سی مادر مثالیں درج کی ہیں۔ ان سے پڑھنے سے یقیناً نور بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نسب عالی اور وطن ذی شان

سرکارِ دو عالم ﷺ کا تعلق قبیلہ قریش سے تھا جو حمد قبائل عرب میں افضل اور ابرم شمار ہوتا تھا۔ اس قبیلہ کی ایک شاخ بنو ہاشم تھی جو اپنی گونا گوں خوبیوں اور کمالات کے باعث لامتناہی تھی۔ حضور کے والدین کریمین اسی قبیلہ بنی ہاشم کے چشم و چراغ تھے۔ اس خاندانی برتری کے ساتھ ساتھ وہ خود حمد کمالاتِ جدیدہ سے بھی متصف تھے۔

جس ہستی کے قبیلہ، خاندان اور والدین کریمین کی یہ شان ہو اس کی عالی نسب ثابت کرنے کیسے مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

حضور سرورِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مولد اقدس مکہ مکرمہ ہے، جس میں حرم شریف ہے جو اپنے دامن میں بیت اللہ شریف کے انوار و تجلیات اور برکات و سعادت کو سمیٹے ہوئے ہے۔ کوئی دوسرا شہر اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

حضرت و امیر بن اسحاق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ مِنْ وَلَدِ إِبْرَاهِيمَ إِسْمَاعِيلَ وَاصْطَفَىٰ مِنْ
وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ بَنِي كِنَانَةَ وَاصْطَفَىٰ مِنْ بَنِي كِنَانَةَ قُرَيْشًا۔

وَاصْطَفَىٰ مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ وَاصْطَفَىٰ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ (1)

”اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے حضرت اسماعیل

کو چنا۔ حضرت اسماعیل کی اولاد سے بنی کنانہ کو چنا۔ بنی کنانہ سے قریش

کو چنا۔ اور قریش سے بنی ہاشم کو چنا اور بنو ہاشم سے مجھے چن لیا۔“

امام ترمذی نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرمایا ”ہذا حدیث صحیح“ یہ حدیث صحیح

ہے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

دوسری روایت جو حضرت ابن عمر سے مروی ہے اس میں حضور پر نور کا یہ ارشاد گرامی

یوں منقول ہے۔

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى اخْتَارَ خَلْقَهُ فَاخْتَارَ مِنْهُمْ بَنِي آدَمَ ثُمَّ اخْتَارَ
بَنِي آدَمَ فَاخْتَارَ مِنْهُمْ الْعَرَبَ ثُمَّ اخْتَارَ الْعَرَبَ فَاخْتَارَ مِنْهُمْ
قُرَيْشًا ثُمَّ اخْتَارَ قُرَيْشًا فَاخْتَارَ مِنْهُمْ بَنِي هَاشِمٍ ثُمَّ اخْتَارَ
بَنِي هَاشِمٍ وَاخْتَارَ مِنْهُمْ وَلَمْ أَزَلْ خِيَارًا مِنْ خِيَارِ آلَا
مَنْ أَحَبَّ الْعَرَبَ فَيَحْيَى أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَ الْعَرَبَ
فَيَبْغُضُنِي أَبْغَضَهُمْ.

(1)

”اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا اور ان تمام انواع و اقسام
سے بنی آدم کو منتخب فرمایا۔ پھر بنی آدم سے عرب کو منتخب فرمایا۔ پھر
اہل عرب سے قریش کو ممتاز کیا۔ پھر قریش سے خاندان بنی ہاشم کو
امتیاز بخشا۔ اور خاندان بنو ہاشم سے مجھ کو منتخب فرمایا۔ خیر داراجس نے
عرب سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی وجہ سے اہل عرب سے
محبت کی۔ اور جس نے اہل عرب سے بغض کیا اس نے میرے ساتھ
بغض کی وجہ سے ان سے بغض کیا۔“

حضور کا خلق عظیم

(2)

وَلَا تَكْ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ

اس سے پیشتر کہ سرور عالم ﷺ کے اخلاق حسنہ کے بارے میں گفتگو کی جائے میں
مناسب سمجھتا ہوں کہ پہلے غلط فہمی کی تشریح کر دی جائے تاکہ قارئین کو معلوم ہو جائے
کہ خلق کا مفہوم کیا ہے۔

اگرچہ علماء محققین نے اس غلط فہمی کی تشریح کرتے ہوئے بہت کچھ لکھا ہے لیکن میں مجتہد
الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے خلق کی تشریح کروں گا۔ آپ کی ہستی،
دانش ایمانی اور دانش برہانی دونوں کی جامع ہے۔ آپ کی عبارت اگرچہ مختصر ہے لیکن غلط
خلق کی تعریف و تشریح کیسے اس سے بہتر تعبیر شاید ممکن نہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں۔

فَالْخُلُقُ عِبَادَةٌ عَنْ هَيْئَةٍ فِي النَّفْسِ رَاسِخَةٌ عَنْهَا تَصَدُّدُ

الْأَفْعَالُ بِسُوءِلِهِ وَيُسَيِّرُ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ إِلَى فِكْرٍ وَرَدِّهِ. (1)

”خلق، نفس کی اس راسخ کیفیت کا نام ہے جس کے باعث اعمال بڑی جوت اور آسانی سے صادر ہوتے ہیں اور ان کو عملی جامہ پہنانے میں کسی سوچی بچارے تکلف کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔“

اس تشبیہ سے معلوم ہوا کہ وہ اعمال جو کسی سے اتنا قلیا کسی وقتی جذبہ اور عارضی جوش سے صادر ہوتے ہیں وہ خواہ کتنے ہی اعلیٰ و عمدہ ہوں انہیں خلق نہیں کہا جاتا۔ خلق کا اطلاق ان خاص امادات پر ہو گا جو پختہ ہوں۔ جن کی جڑیں قلب و روت میں بہت گہری ہوں۔ خست عرب کے نام ملکہ ابن منظور اپنی لغت کی مشہور کتاب لسان العرب میں لکھتے ہیں۔

الْخُلُقُ وَالْخُلُقُ، السَّجِيَّةُ وَهُوَ الدِّينُ وَالطَّبْعَةُ وَالسَّجِيَّةُ
وَحَقِيقَتُهُ أَنَّهَا لُصُورَةُ الْإِنْسَانِ الْبَاطِنَةِ وَهِيَ نَفْسُهُ وَ
أَوْصَافُهَا وَمَعَانِيهَا الْمُخْتَصَّةُ بِهَا بِمُزِيلِ الْخُلُقِ لُصُورَتِهِ
الْقَلَامِيَّةَ وَأَوْصَافُهَا وَمَعَانِيهَا۔

”خلق اور خلق کا معنی فطرت اور طبیعت ہے۔ انسان کی باطنی صورت و جمع اس کے اوصاف اور مخصوص معانی کے خلق کہتے ہیں جس طرح اس کی ظاہر کی شکل و صورت کو خلق کہا جاتا ہے۔“

علامہ یوسف الصالحی الثامی اپنے سفر جلیل، ”سبل الہدی وارشاد“ میں خلق کی تعریف اور اخلاق حسنہ کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

وَحَقِيقَةُ حُسْنِ الْخُلُقِ، قُوَى نَفْسَانِيَّةٍ تَسْهَدُ عَلَى السَّوْفِ
بِهَا الْإِنْسَانُ بِالْأَفْعَالِ الْحَمِيدَةِ وَالْأَدَابِ الْمَرْضِيَّةِ
فَيَصِيرُ ذَلِكَ كَالْإِنْقِلَابِ فِي صَاحِبِهِ۔ (2)

”حسن خلق کی حقیقت وہ نفسانی قوتیں ہیں جن کی وجہ سے افعال حمیدہ اور آداب پسندیدہ پر عمل کرتا بالکل آسان ہو جاتا ہے۔ اور یہ چیزیں اس کی فطرت بن جاتی ہیں۔“

یعنی جس طرح آنکھ بغیر کسی تکلف کے دیکھتی ہے اور کان بغیر تکلف کے ہر آواز کو سنتے ہیں اسی طرح وہ تمام افعال حسہ پر بغیر تکلف کے عمل پیرا ہو جاتا ہے۔

خلق کی تعریف کے بعد آپ اخلاق حمیدہ کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: حسن خلق میں مندرجہ ذیل امور کو شامل کیا جاتا ہے۔

انسان، بخل و کنجوسی سے پرہیز کرے، جھوٹ نہ بولے، دیگر خلاق نہ موم نہ مجتنب رہے۔ لوگوں کے ساتھ ایسی گفتگو کرے اور ایسے کام کرے جو پسندیدہ ہوں۔ کشادہ روئی کے ساتھ اپنا مال خرچ کرے تاکہ ان کی نگاہوں میں اس کا وجود محبوب ہو جائے۔ وہ اپنے رشتہ داروں اور بیگانوں کے ساتھ کشادہ روئی سے پیش آئے۔ وہ تمام معاملات میں آسانی کو ملحوظ رکھے اور سب سے رازگزر کرے۔ کسی سے قطع تعلق نہ کرے۔ اعلیٰ اور دنی کی طرف سے جو تکلیف اسے پہنچے اس پر وہ ترش روئی کا مظاہرہ نہ کرے۔

آخر میں کہتے ہیں۔ **فِي هَذِهِ الْخِصَالِ ثَمَنُهُ عَمَلُ الْاِحْلَاقِ وَمَكَارِمُ الْاَفْعَالِ** انہیں خصال حمیدہ میں تمام اخلاق حسہ اور افعال کریمہ منحصر ہیں اور رحمت عالم ﷺ میں یہ تمام صفات حمیدہ و جمیدہ کامل ترین صورت میں پائی جاتی تھیں، اس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کیلئے یہ فرمایا۔

(1)

وَاِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ

اس آیت میں ”علی“ اظہار غیبہ کیلئے ہے جنی نبی کریم ﷺ ان اخلاق عالیہ پر پوری طرح قابو رکھتے ہیں۔ اگرچہ یہ امور بڑے مشکل ہیں اور ہر موقع پر ان پر عمل پیرا ہونا زحمت و شہار ہے، لیکن سرور کائنات کیلئے ان کو بجا لانے میں کوئی دقت نہ تھی۔ حضور بڑی سہولت اور آسانی سے تمام حالات میں ان پر عمل پیرا رہتے تھے۔

حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حضور کے خلق کو خلق عظیم اس لئے کہا گیا ہے **لَا تَكُنْ لَكَ دِينٌ كُنْ لَكَ هِمَّةٌ يَسْوَى** اللہ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا حضور کے دل میں کوئی آرزو نہ تھی۔

عام طور پر خلق کی صفت، کریم ذمہ کی جاتی ہے جیسے خلق کریم، لیکن یہاں مویا کریم

نے اپنے محبوب کے خلق کی صفت کرم بیان نہیں کی بلکہ اس کی عظمت کو بیان کیا ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ اگر کریم کہا جاتا تو اس سے صرف غفور و کریم، سمیع و عارف کا ذکر تو آجاتا لیکن حضور ﷺ کے اخلاق حسنہ کی جامعیت آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی۔ کیونکہ حضور ﷺ صرف نرم خو ہی نہ تھے بلکہ جب کفار اور فساق سے معاملہ ہوتا تو حضور ﷺ کی سختی اور شدت سے پہاڑ بھی لرز جاتے۔ کیونکہ رحمت عالم ﷺ کا خلق، ان دونوں پہلوؤں کا مرقع زیبا تھا اس لئے حضور ﷺ کے خلق کو عظیم کی صفت سے متصف کیا۔

بَلْ كَانَتْ دَجِيمًا بِالْمُؤْمِنِينَ، تَقِيًّا بِهِمْ شَيْدًا عَلَى الْكَافِرِ
عَلِيظًا عَلَيْهِمْ مُّهِيبًا فِي صُدُورِهِمْ

(1)

”حضور مسلمانوں کے ساتھ رحمت و رافت کا سلوک فرماتے۔ حضور کے رعب و دبدبہ سے کفار کے دل ان کے سینوں میں کانپتے رہتے تھے۔“

امیرِ اربعہ رحمت اللہ علیہ خلق اور خلق کا فرق بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔
”کہ انسان کی وہ حیثیت و صورت جس کا ادراک بصر سے کیا جاتا ہے اس کو خلق کہا جاتا ہے اور انسان کی وہ قوتیں اور خصلتیں جن کا ادراک بصر سے نہیں ہند نور بصیرت سے کیا جاتا ہے ان کو خلق کہا جاتا ہے۔“

اہل علم کا اس بات پر اختلاف ہے کہ خلق کیا محض عطاء خداوندی اور وہی ہے یا کسب اور ریاضت سے بھی حاصل ہو سکتا ہے؟

جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ خلق ایک فطری قوت ہے یعنی محض عطاء خداوندی ہے ان حضرات نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ قَسَمَ بَيْنَكُمْ أَخْلَاقَكُمْ كَمَا قَسَمَ آدَمًا أَقْلَكُمْ

(2)

”اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان اخلاق کو اس طرح تقسیم کیا ہے جس طرح اس نے تمہارے درمیان تمہارے رزق کو تقسیم کیا ہے۔“

امام قرطبی فرماتے ہیں۔

”خلق، نوع انسانی کی ایک جہت ہے۔ لوگوں کے اس میں درجات مختلف ہیں۔ بعض لوگ تو ان صفات حسنہ اور خصال حمیدہ کے ذریعہ اعمال پر خیر زان ہوتے ہیں اور ساری دنیا ان کی شان و ان کی مدح میں رطب اعلان ہوتی ہے اور بعض میں یہ صفات ہوتی تو ہیں لیکن ان کا درجہ بہت مختلف ہوتا ہے۔ ان میں بعض خامیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ ان خامیوں کو دور کرنے کے لیے انہیں ریاضت اور سب سے کام لینا پڑتا ہے تاکہ وہ ان نقائص سے پاک ہو کر بلند درجہ تک رسائی حاصل کر سکیں۔“

بنی عبد القیس کا ایک فرد جس کا نام المنذر بن عائد بن منذر بن حارث تھا اور جو شامیہ سے مشہور تھا، ایک روز سرور عالم ﷺ نے اسے فرمایا۔

إِنَّ فِيكَ لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللَّهُ تَعَالَى وَرَسُولُهُ: الْجِلْدُ وَالْإِسَاءَةُ۔

”کہ تجھ میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ اور اس کا رسول پسند فرماتا ہے۔ خودی بتایا وہ خصلتیں یہ ہیں صدم اور بردباری اور شجاعت و وقار۔“ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھ میں یہ صفتیں پہلے سے ہیں یا اب پیدا ہوئی ہیں۔ حضور نے فرمایا پہلے سے، یہ سن کر انہیں نے بہاد۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَنِي عَلَىٰ خَيْرَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللَّهُ تَعَالَى (1)

”میں اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں جس نے مجھے دو ایسی خصلتیں دی ہیں جو

میری جہت کا حصہ ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ بعض اخلاق وہ ہیں جو فطری اور وہی ہیں، انسان کے کسب کا ان میں کوئی دخل نہیں اور بعض اخلاق ریاضت و مشق سے حاصل ہوتے ہیں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کی یہ دو دعائیں اس مفہوم پر دیاست کرتی ہیں۔

(2) اللَّهُمَّ كَمَا حَسَنْتَ خَلْقِي فَخَسِّنْ خُلُقِي۔

”اے اللہ! جس طرح تو نے میری ظاہری شکل و صورت کو حسین و جمیل بنایا ہے اس طرح میرے خلق کو بھی حسین و جمیل بنادے۔“

حضرت امام احمد اور ابن حبان روایت کرتے ہیں۔

سہ کار دو عالم ﷺ جب اپنے پروردگاری بارگاہ میں دعا کیلئے ہاتھ اٹھاتے تو یوں عرض کرتے۔

وَاهِدْنِي لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ (ثُمَّ لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ) (1)

”اے اللہ! میرے اخلاق کو دلکش و زیبا بنادے کیونکہ خوبصورت اخلاق کی طرف تو ہی راہنمائی فرماتا ہے۔“

حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ایک لطیف نکتہ بیان کیا ہے فرماتے ہیں۔

امام مومنین حضرت عاشر صدیق رضی اللہ عنہا نے جب حضور کے خلق کی وضاحت کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ آپ کا مقصد یہ تھا کہ حضور کے اخلاق، اخلاق ربانیہ کا نمونہ ہیں۔ لیکن بارگاہ خدائے کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے یہ تو نہیں کہا کہ حضور اخلاق خدائے سے متصف و مزین ہیں بلکہ فرمایا حضور کا خلق قرآن کریم کے و امرو نو ہی کے عین مطابق تھا۔

آپ نے انوار الہی کی چمک و دمک سے خجالت محسوس کرتے ہوئے یہ تعبیر اختیار کی۔

رَأَيْتُ حَيَاءً مِّنْ سَبْحَاتِ الْجَلَالَةِ (2)

بعض حضرات نے اس تعبیر کی وجہ یہ بیان کی ہے۔

جس طرح قرآن کریم کے معانی کی کوئی انتہا نہیں اسی طرح رحمت عالم ﷺ کے اخلاق کریمہ کی اداس کی بھی کوئی نہایت نہیں۔“

تر بیت خدائے

نبی مکرم ﷺ نے نہ کسی استاد کے سامنے زانوئے تہمتہ کیا، نہ علماء و فضلاء کی مجالس میں شرست کی، نہ سابقہ کتب کا مطالعہ کیا، اس کے باوجود اخلاق و کردار کا وہ عظیم الشان اور

دلکش مظاہرہ کیا کہ کوئی شخص ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور تربیت کا نتیجہ تھا کہ سرور عالم ﷺ کی ذات اقدس نوع انسانی جیسے بدایت و ختمت کا وہ بند مینار ثابت ہوئی جس کی شوخ کرنوں نے انسانی زندگی کے ہمدرد شعبوں و آفاق تک منار بنایا اور اب بھی منور کر رہی ہیں اور تا قیامت نور برساتی رہیں گی۔
نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

بُعِثْتُ لِأَيِّتِهِم مَّكَارِمَ الْأَخْلَاقِ
(1)
”اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا تاکہ میں اخلاق حسنہ کو رچہ مال میں پہنچا دوں۔“

رازدار اسرار نبوت و رسالت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور کے خلق کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے مختصر و جامع جواب دیا۔ اس شخص کی اور قیامت تک آنے والے ایسے مسلمانوں کی راہنمائی فرمائی، آپ نے فرمایا۔
كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ يَرْضَى بِرِضَاةٍ وَيَسْخَطُ بِسُخْطِهِ
”حضور کا خلق قرآن تھا اس کے مروئی کی تعمیل نصرت کی طاقت تھی
تقاضا تھا۔ اس کے بارے میں حضور کو غور و فکر اور سوچ و پکار کی قلعہ ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔“

ایک اور حدیث ہے جسے ائمہ حدیث، ابن ابی شیبہ بخاری فی باب منہاج المسلم، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے۔
اس حدیث میں ام المومنین حضرت صدیقہ نے حضور کے خلق کو تفصیل و وضاحت سے بیان کیا ہے۔ ایک روز کسی شخص نے سرور عالم کے خلق کے بارے میں حضرت ام المومنین سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔

مَا كَانَ أَحَدٌ أَحْسَنَ خُلُقًا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ يَرْضَى بِرِضَاةٍ وَيَعْصَبُ بِعَصَبِهِ
لَوْ يَكُنْ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَعِّشًا - وَلَا صَغَابًا فِي الْأَسْوَاقِ لَا
يَجْزِي بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلَكِنْ يَعْفُو وَيَصْفَحُ -
(2)

”رسول اللہ ﷺ سے کوئی شخص بھی زیادہ اخلاق حسنہ سے متصف نہ تھا۔ حضور کا خلق قرآن تھا۔ جس سے قرآن راضی ہوتا اس سے حضور راضی ہوتا، جس سے قرآن ناراض ہوتا حضور اس سے ناراض ہوتا۔ حضور فحش کلام نہ تھے اور نہ بازوؤں میں شور کرنے والے تھے اور نہ یہ ان کا مدد برائی سے دیتے تھے لیکن غفور و رزیر حضور کا شیوہ تھا۔“

ان ارشادات کے بعد آپ نے اس سائل کو بتایا کہ دو سورۃ المؤمنون کی پہلی اس آیتیں تلاوت کرے۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی زبان قدرت سے اپنے حبیب مکرّم ﷺ کے اخلاق حسنہ کا تفصیل سے تذکرہ فرمایا ہے۔

ثُمَّ قَالَتْ إِذَا مَا سُورَةُ الْمُؤْمِنُونَ - اِقْرَأْ قَدْ آفَلَ الْمُؤْمِنُونَ إِلَى الْعَشِيرِ -
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

قَدْ آفَلَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۝
وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ
فُعِلُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِمَا رَزَقْنَاهُمْ حَافِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَى
أَرْوَاحِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝
فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۝ وَالَّذِينَ
هُمْ لَا مَلِيَّةَ لَهُمْ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ رُغُوعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ
يُحَفِظُونَ ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ۝ الَّذِينَ يَرِثُونَ
الْأَرْضَ دُونَ ۝ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝

”یشک دونوں جہانوں میں ہمارا ہو گئے ایمان والے، وہ ایمان والے جو اپنی نمازیں بجز و نیاز سے ادا کرتے ہیں۔ اور وہ جو ہر بیہودہ امر سے منہ پھیرے ہوتے ہیں۔ اور جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ بجز اپنی بیویوں کے اور ان کنیزوں کے جو ان کے ہاتھوں کی ملکیت ہیں۔ یشک انہیں ملامت نہ کی جائے گی۔ اور جس نے خواہش کی ان دو کے علاوہ کسی اور کی تو یہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ نیز وہ (مومن ہمارا ہیں) جو اپنی

امانتوں اور اپنے وعدوں کی پاسداری کرنے والے ہیں۔۔ اور وہ جو نمازوں کی پوری طرح حفاظت کرتے ہیں۔۔ یہی وارث ہیں جو وارث نہیں گئے فردوس (بریں) کے۔۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔۔
بزاز سے مروی ہے کہ رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا۔

(1) **يُحِبُّ مَنْ لَا يُتِمُّ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ**

”مجھے اس لئے مبعوث کیا گیا ہے تاکہ میں خدق منہ کو پایہ تکمیل تک پہنچا دوں۔“

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رحمت کائنات ﷺ نے اپنے پیروں سے فرمایا۔

(2) **اللَّهُمَّ كَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِي فَحَسِّنْ خُلُقِي**

”اے اللہ العالمین جس طرح تو نے میری شکل و صورت کو حسین بنایا ہے اسی طرح میرے اخلاق کو بھی دلکش و دلربا بنا دو۔“

بزاز حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى

لَهُ سَبْعُونَ مِثْقَلًا ذِكْرًا لِكُنْ بَعَثَنِي مُعَلِّمًا وَمُيَسِّرًا

(3) ”اللہ تعالیٰ نے مجھے سختی اور شدت کرنے کیلئے نہیں بھیجا بلکہ مجھے معلم

اور استاد بنا کر بھیجا ہے اور آسانیاں پیدا کرنے کیلئے مبعوث فرمایا ہے۔“

حضور سرور کائنات ﷺ کے اخلاق کریمہ کے بارے میں خود خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لئے فرماتے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن خلق کی وسعت اور گہرائی آپ کو اندازہ ہو سکے۔ آپ فرماتے ہیں۔

”کہ میں نے اللہ کے پیارے رسول کی دس سال خدمت کی۔ اس وقت میری عمر آٹھ سال تھی۔ میں سفر و حضر میں حضور کی خدمت انجام دیتا کرتا تھا۔ اس طویل عرصہ میں رحمت عالم ﷺ نے کبھی مجھے اف تک نہیں کہا۔ جو کام میں کرتا اس کے بارے میں کبھی نہیں فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ جو کام نہ کرتا

اس کے بارے میں کبھی نہیں فرمایا کہ یہ کام تم نے کیوں نہیں کیا۔ حضور نے کبھی میرے کسی کام کی تنقید نہیں کی۔ (رواد الشیخان)

امام مسلم نے اپنی صحیح میں ایک بڑی دل پذیر روایت نقل کی ہے لکھتے ہیں۔

”معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایک روز وہ سرور عالم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے کہ ایک شخص کو چھینک آئی۔ میں نے کہا برحمت اللہ (اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمت فرمائے)۔ دوسرے نمازی مجھے گھور گھور کر دیکھنے لگے۔ پھر میں نے اس شخص کو کہا برحمت اللہ۔ پھر قوم مجھے گھور گھور کر دیکھنے لگی۔ ان کی اس حرکت سے میں حیران ہو کر رہ گیا۔ میں نے کہا وائیکل امہ۔ مے میری ماں مرے! یہ لوگ مجھے یوں گھور گھور کر دیکھ رہے ہیں۔ پھر نمازیوں نے اپنی رانوں پر اپنے ہاتھ مارے۔ اب مجھے سمجھ آئی کہ وہ مجھے خاموش رہنے کی تلقین کر رہے تھے۔

جب رحمت عالم ﷺ نے نماز سے سلام پھیرا تو مجھے اپنے پاس بدیا۔

فَيَا بَنِي هُوَ وَأَمِّي مَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ أَحْسَنَ تَعْلِيمًا مِنْهُ۔

”میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں میں نے حضور سے پہلے اور حضور کے بعد کوئی ایسا معلم نہیں دیکھا جو اس بہترین انداز سے تعلیم دیتا ہو۔“

وَاللّٰهُ مَا صَرَّبَنِي وَلَا سَبَّحَنِي وَلَا نَهَرَنِي وَلَكِنْ قَالَ اِنْ صَلَوَاتِكَ هٰذَا لَا يَصْلُحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ اِنَّهَا فِي السَّبِيْهِ وَالْتَكْبِيْرِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ

(1)

”نہ حضور نے مجھے مارا، نہ مجھے برا بھلا کہا، نہ مجھے جھڑکا، صرف اپنے من موہنے انداز میں اتنا کہا کہ تیری اس نماز میں لوگوں کی طرح گفتگو درست نہیں بلکہ نماز میں تو اللہ کی تسبیح و تکبیر کہی جاتی ہے اور قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے۔“

”(اے نوجوان) جس چیز کو تم اپنے لئے ناپسند کرتے ہو اسے دوسروں کیلئے بھی ناپسند کرو اور جو چیز تم اپنے لئے پسند کرتے ہو اس کو دوسروں کیلئے بھی پسند کرو۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک روز یہودیوں کا ایک جتھہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور کہا اَلَسَّاهُمْ عَلَیْکُمْ۔ السام کا معنی موت ہے۔ انہوں نے اپنے خیال میں حضور کو بددعا دی مگر عالم نے کسی غصہ اور تاراج کی کا اظہار نہیں کیا صرف اتنا فرمایا عسکم۔

حضرت عائشہ صدیقہ نے یہودیوں کی اس بات کو سن لیا اور انہیں یاد دلائے ضبط نہ رہا۔ انہوں نے ان کے جواب میں کہا اَلَسَّاهُمْ عَلَیْکُمْ وَاللَّعْنَةُ تَمَّ پر موت نازل ہو اور اللہ کی پینکار۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

مَهْلًا يَا عَائِشَةُ۔ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يُحِبُّ الرِّفْقَ فِی الْاَمْرِ کُلِّہٖ
 ”اے عائشہ اتنی تندگی کا اظہار نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ ہر کام میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔“

امام امومنین نے عرض کی یا رسول اللہ! جو کچھ اس انہوں نے کیا ہے حضور نے نہیں سنا؟ فرمایا۔ میں نے سنا ہے اور میں نے ملکہ کہہ کر ان کو جواب بھی دیدیا ہے۔ (1)
 حضرت ابو بکر امیر امومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتے ہیں۔
 ایک روز آپ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ
 ہم اللہ کے پیارے رسول کے ساتھ سفر و حضر میں ہوتے تھے یعنی حضور کی کوئی بات ہم سے مخفی نہ تھی حضور کا یہ معمول تھا۔

كَانَ یَعُوذُ مَرَضًا نَا حَضْرَہ ہمارے بیماروں کی عیادت فرمایا کرتے تھے۔
 وَیُسِّدُہُمْ جَنَازَاتِنَا ہمارے جنازوں میں شرکت کرتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عالم ﷺ کی عیادت مبارک کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔
 جب کوئی شخص حضور کے ساتھ مصافحہ کیا کرتا تو سرور عام ﷺ اس

وقت تک اپنا دست مبارک اس کے ہاتھ سے نہ کھینچتے جب تک وہ خواہنا
اپنا ہاتھ نہ کھینچ لیتا۔ اور جب کوئی شخص حاضر خدمت ہوتا تو حضور اس
کی طرف سے روگردانی نہ فرماتے جب تک وہ شخص ٹھہر نہ چلا جاتا۔
یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ اپنے جان نثار غلاموں کی مجلس میں حضور بیٹھے
ہوں اور اپنے کسی ہم جلس کے سامنے اپنا پاؤں مبارک راز کر دیا ہو۔ (۱)
نور مجسم ﷺ کی شان تعلیم و تربیت کا ایک روح پرور اور ایمان افروز واقعہ کا امتداد ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

ایک روز ایک اعرابی مسجد میں داخل ہو۔ سرکارِ عالم ﷺ بھی وہاں تشریف
فرماتے۔ اس نے دو رکعت نفل پڑھے اس کے بعد دعا پڑھا۔ اے ہاتھ اوروں
دعا کی۔

اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي وَمَحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَلَا
تَرْحَمْنَا أَحَدًا۔

”اے اللہ! مجھ پر رحم کر اور (حضور کا نام لے کر) آپ پر رحم فرما اور
ہمارے ساتھ کسی اور پر رحمت نہ فرما۔“

سرورِ عالم ﷺ نے یہ سنا تو فرمایا۔

لَقَدْ تَجَبَّرْتَ وَإِسْعًا تَوْنِي وَسَيِّئَ خِيَرَتِي كَوْنِي مَدَوْنِي كَرِيْمِي۔

پھر تھوڑی دیر رکنے کے بعد وہ اعرابی انھوں اور مسجد کے ایک کونہ میں جا کر پیشاب کرنا
شروع کر دیا۔ لوگ اسے روکنے کیلئے دوڑے۔ اللہ کے کریم نبی نے ان دونوں کو سختی سے منع
کیا اور فرمایا۔

لانر موه اس کو پیشاب کرنے سے مت روکو۔

چنانچہ اس نے اطمینان سے پیشاب کیا۔ جب وہ فارغ ہوا تو حضور نے پہلے اپنے صحابہ کو
تلقین کرتے ہوئے فرمایا۔

إِنَّمَا بُعِثْتُكُمْ مُبَشِّرِينَ وَلَكُمْ تُبْعَثُوا مُعَذِّبِينَ

”اے میرے صحابہ تمہیں تسلیاں پیدا کرنے کیلئے بھیجا گیا ہے تمہیں

لوگوں کو مشقت میں مبتلا کرنے کیلئے نہیں بھیجا گیا۔“

پھر فرمایا

عَلَمُوا دَيْتِيرُوا وَلَا تَعْتِرُوا

”لوگوں کو علم سکھاؤ ان پر آسانیاں کرو اور ان پر سختی مت کرو۔“

پھر فرمایا، جہاں اس نے پیشاب کیا وہاں پانی کا ایک ڈول بہا دو

جب اعرابی کو دین کے مسائل کی سمجھ آگئی تو اس نے کہا۔

میرے ماں باپ اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول پر قربان ہوں۔ اس ناشائستہ حرمت پر حضور

نے نہ مجھے جھڑکا نہ برا بھلا کہا، بلکہ اپنے من موہنے انداز میں صرف اتنا فرمایا۔

إِنَّ هَذَا الْمَسْجِدَ لَا يُبَالُ فِيهِ إِنَّمَا بَنِيَ لِنُكْرٍ اللَّهُ تَعَالَى

(1)

قَلِيلٌ صَلَوَاتُكَ۔

”اس مسجد میں پیشاب نہیں کیا جاتا اس کو اس لئے تعمیر کیا گیا ہے کہ

اس میں اللہ کا ذکر کیا جائے اور نماز پڑھی جائے۔“

حضرت امام احمد، بخاری اور امام مسلم روایت کرتے ہیں قبیلہ دوس کار نہیں طفیل بن

عمرہ، بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ گزارش کی یا رسول اللہ اقبیلہ دوس نے بڑی سرکشی کا

مظاہرہ کیا، میں نے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی انہوں نے اس دعوت کو مسترد

کر دیا قَادِمُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ حضور ان کیلئے بددعا فرمائیے۔

طفیل کی یہ گزارش سن کر حضور قبلہ رو ہو کر بیٹھ گئے اور دعا کیلئے اپنے مبارک ہاتھوں

کو بند کیا۔ لوگ چیخ اٹھے کہنے لگے ہنکو! اسوم دوس کا سارا قبیلہ آج تباہ و برباد ہو جائے گا

لیکن اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ نے دست دعا بلند کر کے اپنے کریم و رحیم مولیٰ کی بارگاہ میں

ان کیلئے یہ التجا کی۔

(2)

اللّٰهُمَّ اهْدِ دُورًا ذَاتَ بَرْہٖ جَمِیعًا۔ ثَلَاثًا

”اے اللہ اوس کو ہدایت دے اور ان سب کو میرے پاس لے آ۔“

یہ مبارک دعائیہ جملہ حضور نے تین مرتبہ دہرایا۔

چنانچہ بہت جلد وہ دن آیا جس روز قبیلہ دوس کے تمام مرد و زن چھوٹے بڑے ہار گاہ رسالت میں شرف باریابی حاصل کرنے کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

حضرت ابوالحسن بن ضحاک، زید بن اسمہ رضی اللہ عنہم سے حدیث مرسل روایت کرتے ہیں۔

کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز ایک قوم کے پاس سے گزرے جو ایک دوسرے کی طرف پتھر پھینک رہے تھے (یعنی وہ تفرق طبع کیلئے تھے) کھیل رہے تھے کسی کو زخمی کرنا یا قتل کرنا مقصود نہ تھا۔ حضور ان کے پاس سے گزر گئے اور کسی کو کچھ نہ کہا۔ بعض صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر حضور ان کو جھڑک دیتے تو بہتر ہوتا۔

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔

(1) إِنَّمَا بُعِثْتُ مُبَيِّسًا لِّأَكْثَرِ أُمَّةٍ مُّنْفَرًا

"اللہ نے مجھے آسانیاں پیدا کرنے کیلئے مبعوث فرمایا ہے، ان لوگوں پر نارہ پابندیاں لگا کر انہیں منفرد کرنے کیلئے نہیں بھیجا۔"

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ تفرق طبع کیلئے کوئی کھیل کھینا سدا میں مباح ہے۔ حضور نے صحابہ کو اس سے منع نہیں فرمایا۔ گر ناجائز ہو تا تو سرور عالم ﷺ نہ ورا نہیں منع فرماتے۔

حضرت عباس کے ایک صاحبزادے جن کا نام تمام تھا روایت کرتے ہیں سرکارِ دو عالم ﷺ حضرت عباس کے صاحبزادوں عبد اللہ، عبید اللہ، کثیر اور قثم وغیرہم کو ایک صف میں کھڑا کرتے اور پھر فرماتے تم دوڑ لگاؤ۔ جو سب سے پہلے میرے پاس پہنچے گا اس کو یہ یہ انعام ملے گا۔

وہ صاحبزادگان دوڑ لگاتے اور پھر کوئی حضور کی پشت مبارک پر کوئی سینہ اقدس تک پہنچ جاتا۔ فَيَقْبِلُهُمْ وَيَلْزِمُهُمْ حضور ازراہ محبت و شفقت ان کو بوسے دیتے اور سینے سے لگا لیتے۔ (2)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ اگر کسی صحابی کو تین دن تک

نہ دیکھتے تو خود اس کے بارے میں دریافت فرماتے۔ اگر پتہ چلتا کہ وہ سفر پر ہے تو اس کی بخیریت واپسی کیلئے دعا فرماتے۔ اگر وہ گھر میں موجود ہوتا تو اس کی ملاقات کیلئے خود، قدم رنج فرماتے۔ اور اگر پتہ چلتا کہ وہ بیمار ہے تو اس کی عیادت کیلئے خود تشریف لے جاتے۔

محمد بن عمرو والاسلمی اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے جب سفر کا ارادہ فرمایا تو صدیق اکبر نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے پاس ایک اونٹ ہے اس پر سامان سفر اور کھانے پینے کی چیزیں۔ اس کے رسول کریم ﷺ نے فرمایا: **لَا دُنَّ دُنَّ** نہ ٹھیک ہے۔

ایک بار برداری کا اونٹ سرور عالم ﷺ کا تھا اور ایک صدیق اکبر کا۔ سنائیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنا اور ستو ہوا لئے۔ یہ سارا سامان حضرت صدیق اکبر کی دفتی پر لاد دیا گیا۔ حضرت صدیق اکبر نے وہ اونٹ اپنے ایک غلام کے حوالے کیا کہ وہ اونٹ اور اس پر لدے ہوئے سامان کی حفاظت کرے۔ راستہ میں ایک روز غلام سو گیا اور وہ اونٹ بھاگ گیا۔ جب سرور عالم ﷺ اپنی سواری کے اونٹ سے اترے تو غلام حاضر ہو گیا۔ ہاتھ میں نہ اونٹ تھا نہ زاوراں۔ حضرت صدیق اکبر نے پوچھا اونٹ کدھر ہے؟ اس نے عرض کی وہ غم ہو گیا ہے۔ صدیق اکبر اس کو مارنے لگے کہ غلام تیرے پاس صرف ایک اونٹ تھا تو اس کی حفاظت بھی نہ کر سکا اور اس کو گم کر دیا۔ اُمر اونٹ پر صرف میرا زاوراں سفر ہوتا تو کوئی بات نہ تھی لیکن اس پر تو سرور عالم ﷺ اور حضور کے اہل خانہ کا زاوراں بھی تھا۔

حضرت صدیق اپنے غلام کو جھڑک رہے تھے اسے سخت ست کہہ رہے تھے در حضور سرور عالم ﷺ اپنے پیار کے غصہ کو دیکھ کر تبسم فرما رہے تھے اور فرماتے لوگو! تم نہیں دیکھ رہے کہ جس شخص نے احرام باندھا ہوا ہے وہ کیا کر رہا ہے۔ بعض صحابہ کرام نے حسیں کا ایک پیالہ بھرا، بارگاہ رسالت میں لے کر آئے اور خدمت اقدس میں پیش کر دیا۔

الْمَحْسِنُ طَعَامٌ مِنَ الشَّيْءِ وَالْإِقْطُ وَالشَّيْءُ

”یہ ایک کھانا ہے جس میں کھجور، اقط (ترکاری) اور پھل ملا کر پکایا جاتا

ہے۔“

نبی کریم ﷺ نے صدیق اکبر کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اے ابو بکر! اللہ تعالیٰ نے تیرے پاس پانچ دھند بھیج دی ہیں۔

صدیق اکبر کا غصہ ابھی فرو نہیں ہوا تھا۔ انہیں اپنی فکر نہ تھی بلکہ سرور کائنات ﷺ اور حضور کے اہل خانہ کی فکر تھی۔ رسول مکرّم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اے ابو بکر! فکر مت کرو۔ یہ نہ تیری ذمہ داری ہے اور نہ میری۔ یہ غلام تو از حد حریص تھا کہ اونٹ گم نہ ہو۔ چنانچہ حضور پر نور نے وہ کھانا اپنے اہل خانہ سمیت مل کر کھایا۔ جتنے دوسرے ہمراہی تھے ان کو بھی کھایا یہاں تک کہ سب یہ ہو گئے۔ (1)

احمد بن عبد اللہ بن محمد جو محبت طبری کے لقب سے معروف ہیں وہ روایت کرتے ہیں۔ رحمت دو عالم ﷺ اپنے صحابہ کرام کی معیت میں ایک سفر پر تھے۔ جب ایک جگہ آرام فرمانے کیلئے رکے تو صحابہ کو حکم فرمایا کہ بکری کا گوشت تیار کریں۔ یہ صحابی نے عرض کی۔ بکری کو ذبح کرنے کی ذمہ داری اٹھاتا ہوں۔ دوسرے نے عرض کی یا رسول اللہ اس کا چمڑا اتارنا میرے ذمہ ہے۔ ایک اور غلام گویا ہو یا رسول اللہ اس کو پکانا اور اس کو تیار کرنا میرے ذمہ ہے ہر دو انبیاء ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

وَعَلَى جَنْمِ الْحَطِيبِ

(سارے کام تم کرو) میں جنگل میں جا کر لکڑیاں کاٹ کر لے آؤں گا تاکہ اس بکری کا گوشت پکایا جائے۔ صحابہ کرام اپنے اتفاقاً یہ ارشاد سن کر عرض پر داز ہوئے۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ نَكْفِيكَ الْحَمَلُ اے اللہ کے پیارے رسول! ہم غلام یہ فریضہ ادا کریں گے، ہمارے ہوتے ہوئے حضور کیوں زحمت برداشت کریں۔

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا

قَدْ عَلِمْتُ أَنَّكُمْ تَكْفُونِي میں یہ جانتا ہوں کہ تم اس کام کو کر سکتے ہو اور مجھے اس کام کیلئے زحمت اٹھانے کی ضرورت نہیں۔

وَلَكِنْ اَمَرْتُكُمْ اَنْ اَتَمِّزَ عَلَيْكُمْ لِيَكُنْ فِي اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو تم پر فوقیت دوں۔

اس ارشاد کے بعد حضور نے ایک ایسا جملہ ارشاد فرمایا جس میں تمام بعد میں آنے والوں کیلئے درس ہدایت ہے، فرمایا۔

وَاتَّ اللَّهُ يَكْرَهُ مِنْ عَبْدِهِ أَنْ يَرَاهُ مَتَمَيِّزًا بَيْنَ أَصْحَابِهِ (1)
 ”بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بند سے اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ وہ اپنے
 احباب میں سے اپنے آپ کو ممتاز دیکھے۔“

(یہاں یہ امر ملحوظ رہے کہ محبت طبری اور ابن جریر طبری دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ محبت
 طبری کا نام احمد بن عبد اللہ بن محمد الطبری ہے۔ ان کا سال وفات 694ھ ہے۔ اور ابن جریر
 طبری کا مکمل نام ابو جعفر محمد بن جریر طبری ہے۔ ان کا سال وفات 310ھ ہے۔ یہ ابن جریر
 طبری المؤرخ کے نام سے مشہور ہیں)

امام الانبیاء
محمد رسول اللہ ﷺ
کے اخلاقِ کریمہ کا تذکارِ جمیل

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَاللَّهُ عَلَىٰ خَلْقِ عَظِيمٍ



اور بے شک آپ
عظیم الشان خلق کے مالک ہیں

(سُورَةُ النِّعَمِ، ۴۱)

امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کے اخلاقِ کریمہ کا تذکارِ جمیل

اب ہم یہاں قدرے تفصیل سے راہبر انسانیت، قافلہ سازِ دینی فوجِ انسان کے اخلاقِ حسنہ کی چند جھلکیاں قارئین کو دکھانے کی سعادت حاصل کرتے ہیں تاکہ اس تدارکِ تیس کی برکت سے ہم بھی اخلاقِ رفیلہ سے نجات حاصل کر کے خلاقِ عالیہ بن سکیں۔ تہمت پیدا کریں اور جو فسق و فجور اور کفر و طغیان کی ہر ایوں میں سرچت میں ملے گا۔ اپنے مقامِ رفیع پر آشیاں بند ہونے کا حوصلہ پیدا کر سکیں۔

نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاقِ حسنہ
حلم، احتمال، عفو اور صبر

یہ چند الفاظ بظاہر قریب المعنی ہیں لیکن اس کے باوجود ہر ایک میں ایسا امتیازِ شان ہے جو اسے دوسرے کلمات سے ممتاز کرتی ہے۔
حلم کی تعریف علماءِ محققین نے یہ فرمائی ہے۔

لَا تِلْكَ الْحِلْمُ حَالَةٌ تَوْقِیْرٌ تُبْکِیْتُ عِنْدَ الْأَسْبَابِ الْمُحْزِنَاتِ

”یعنی بڑے اشتعال انگیز عوامل کے باوجود انسان میں پچھپھورے پس کا ظہور نہ ہو بلکہ وہ کوہِ قارِ بنا ہو اپنے موقف پر ڈھار ہے۔“

الْصَّبْرُ حَبْسُ النَّفْسِ عِنْدَ الْأَلَمِ وَالْمُؤْذِيَاتِ

”یعنی تکلیف پہنچانے والے وراذیت رساں حالات میں نفس اپنے آپ کو بے قابو نہ ہونے دے بلکہ اپنے نفس کی باغِ مضبوطی سے پکڑے رہے تاکہ وہ سلطانِ عقل کے سامنے ہر تسلیمِ خمر کر دے اور

عقل اسے جو حکم دیتی ہے اس پر اطمینان سے گامزن ہو جائے۔ ”یہ صبر ہے اور الْإِحْتِمَالُ کا بھی یہی مفہوم ہے
الْعَفْوُ : هُوَ تَرْكُ الْمَوَاحِدَةِ
 ”یعنی کسی زیادتی کرنے والے سے وہ بدل لینے کے بارے میں سوچے بھی نہیں۔“

یہ تمام صفات وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کی تادیب و تربیت کی تھی اور ان کو ان پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا تھا۔

حُذِنَ الْعَفْوُ وَأَمْرٌ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ (1)
 ”قبول کیجئے معذرت خطا کاروں سے۔ حکم دیجئے نیک کاموں کا اور رنج انور پھیر لیجئے نادانوں کی طرف سے۔“

اس آیت کی تشریح کیلئے ضیاء القرآن سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے۔
 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی تادیب و تربیت کرتے ہوئے تین مکارم اخلاق کو اپنانے کا حکم دیا ہے۔

1۔ جو قصور وار معذرت طلب کرتا ہو آپ کے پاس آئے اسے کمال فراخ دل اور شفقت سے معاف کر دیجئے۔ بدلہ اور انتقام لینے پر اصرار نہ کیجئے۔
 صاحب روح المعانی لکھتے ہیں۔ **أَيُّ حُذِنَ الْعَفْوُ عَنِ الْمُنَافِقِينَ الْمُرَادُ أَعْفُ عَنْهُمْ** یعنی آپ گناہ گاروں کو معاف فرمادیں۔

2۔ مفید اور عمدہ چیزوں کے کرنے کا آپ لوگوں کو حکم دیں۔

الْعُرْفُ : الْمَعْرُوفُ : الْمُسْتَحْسِنُ عَنِ الْأَفْعَالِ
 غلط عرف کی تشریح کرتے ہوئے علامہ بیضاوی فرماتے ہیں۔
 جو باتیں اچھی اور مستحسن ہیں ان کو اپنائیے۔

3۔ جاہل اور ناسمجھ لوگ اگر آپ کو برا بھلا کہیں تو ان سے الجھے نہیں۔

حضرت امام جعفر الصادق علیہ وعلی آباءہ السلام نے فرمایا۔

قرآن کریم میں اخلاق حسنہ کے متعلق یہ جامع ترین آیت ہے۔

وَلَيْسَ فِي الْقُرْآنِ أَجْمَعٍ لِمَكَارِهِمُ الْأَخْلَاقِ مِنْ هَذِهِ الْآيَةِ

ہر مومن کو ان صفات حسنہ سے متصف ہونا چاہئے۔ خصوصاً اس طبقہ کو جن سے امر اشاعت دین اور تبلیغ اسلام کا فریضہ ہے انہیں خصوصی طور پر اپنے آپ کو ان مسائل حمیدہ سے مزین کرنا چاہئے۔ اس مضمون کو حضور نبی کریم ﷺ نے زیادہ تفصیل سے اس ارشاد گرامی میں بیان فرمایا ہے۔

أَمَرَنِي رَبِّي بِتَسْمِيَةِ الْأَخْلَاصِ فِي الْبَيْتِ وَالْعَلَانِيَةِ
وَالْعَدْلِ فِي الرِّضَا وَالْغَضَبِ وَالْقَصْدُ فِي الْغِنَى وَالْفَقْرِ
وَأَنْ أَعْفُو عَنْ مَنْ ظَلَمَنِي وَأَصِلَ مَنْ قَطَعَنِي وَأُعْطِيَ
مَنْ حَرَمَنِي وَأَنْ يَكُونَ نُطْقِي ذِكْرًا وَصَبْرِي فِكْرًا
وَنُظْرِي عِبْرَةً۔

”مجھے میرے پروردگار نے 9 باتوں کا حکم دیا ہے۔
ظاہر و باطن میں اخلاص کو اپنا شعار بنائوں۔
خوشنودی اور ناراضگی دونوں حالتوں میں عدل کروں۔
خوشحالی اور تنگدستی میں میانہ روی اختیار کروں۔
جو مجھ پر ظلم کرے اس کو معاف کر دوں۔
جو مجھ سے قطع تعلقی کرے اس سے صلہ رحمی کروں۔
اس کو دوں جو مجھے محروم رکھے۔
میری زبان گویا ہو تو ذکر الہی سے۔
خاموشی کی حالت میں، میں اس کی آیتوں میں غور و فکر کروں۔
میرے دیکھنے میں عبرت پذیری ہو۔“

علامہ سیوطی نے ابن جریر۔ ابن ابی حاتم ابوشیخ کی تفسیر کے حوالے سے لکھا ہے۔
کہ جب یہ آیت حُذِرَ الْعَفْوُ الْآلَايَةِ نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے جب نیل سے اس کے مفہوم کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے عرض کی کہ میں مدینہ سے واپس آ کر
اس کا مفہوم بیان کر سکتا ہوں۔ چنانچہ جب نیل اجارت نے بار بار گوارب عزت میں حاشہ

ہوئے وہاں سے یہ پیغام لے کر واپس آئے عرض کی۔

يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ يَامُرُكَ اَنْ تَقْلَ مَنْ قَطَعَكَ وَتُعْطِيَ
مَنْ حَرَمَكَ وَتَعْفُو عَنْ ظَلْمِكَ۔ (1)

”یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ جو آپ سے قطع رحمی کرے اس سے آپ صلہ رحمی کریں۔ جو آپ کو محروم رکھے اس کو آپ عطا کریں اور جو آپ پر ظلم کرے اس سے آپ غفور و کریم کریں۔“
اسی سلسلہ میں ارشاد الہی ہے۔

وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا اَلَا يُحِبُّونَ اَنْ يَّعْفِيَ اللّٰهُ لَكُمْ
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (2)

”چاہئے کہ یہ لوگ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم اس بات کو دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے اور اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔“

اگرچہ اس مضمون کی بہت سی آیات قرآن کریم میں موجود ہیں لیکن میں صرف سی ایک آیت کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے بصد عجز و نیاز التجا کرتا ہوں کہ مجھے ناچیز کو اور تمام غلامانِ مصطفیٰ علیہ الخیرۃ والثناء کو ان اخلاقِ حسنہ اور فضائلِ عالیہ سے اپنے آپ کو مزین کرنے کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ یہی وہ اخلاقِ عالیہ ہیں جن میں عظمتِ انسانی کا راز پنہاں ہے۔

وَلَكِنْ صَبِرْ وَغْفِرْ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (3)

”جو شخص (مصائب و آلام میں) صبر کرتا ہے اور جو شخص مخالفین (کے جو رو جفا) کو معاف کرتا ہے تو بیشک یہ طرزِ عمل ان امور میں سے ہے جن کی شان بڑی بلند ہے۔“

امام مسلم اور امام بخاری نے صحیحین میں اللہ تعالیٰ کے محبوب کے صم و عفو کی شان جمیل کو شکار کرنے کیلئے ایک واقعہ قلمبند کیا ہے جو نقل کر رہا ہوں۔

رَوَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كُسِرَتْ
رُبَا عَيْنُهُ وَشُجِّهَ وَجْهُهُ يَوْمَ أُحُدٍ شَقَّ ذَلِكَ عَلَى أَصْحَابِهِ
شَدِيدًا وَقَالُوا لَوْ دَعَوْتَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ إِنْ لَمْ أُبْعَثْ لَعَنَّا
وَلَكِنِّي بُعِثْتُ دَاعِيًا وَرَحْمَةً أَللَّهُمَّ اهْدِ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا
يَعْلَمُونَ۔

(1)

”جنگ احد میں جب حضور پر نور کے دندان مبارک شہید کر دیئے گئے اور رخ انور کو زخمی کر دیا گیا تو صحابہ کرام کو از حد تکلیف ہوئی۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ان موزیوں اور بدکاروں کیلئے اگر حضور بددعا کر دیتے تو غضب خداوندی انہیں ملایا میٹ کر دیتا۔ رحمت مجسم نے اپنے جاں نثار صحابہ کرام کو یہ ارشاد فرمایا اے میرے صحابہ! میں لعنت بھیجنے کیلئے مبعوث نہیں کیا گیا (یعنی بددعا کرنے کے لئے) بے اللہ تعالیٰ نے مجھے حق کا داعی اور سرلپار حمت بنا کر بھیجا ہے۔ اس ارشاد کے بعد حضور نے اپنے مبارک ہاتھ دعا کیلئے بارگاہ رب العالمین میں پھیلا دیئے۔ اور ان ظالموں اور جفاکاروں کی تباہی کے بجائے یہ التجا کی اسے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے (ساتھ ہی ان کی عذر خواہی کرتے ہوئے عرض کی) یا اللہ ان کی یہ ظالمانہ حرکتیں اس لئے ہیں کہ وہ مجھے جانتے نہیں۔ اگر وہ مجھے پہچان لیتے تو ہرگز ایسا نہ کرتے۔“

کفار مکہ کے علاوہ عرب کے اکثر مزاج اور گنوار بھی ایسی ایسی ناشائستہ حرکتیں کرتے تھے جن سے درگزر کرنا ہر ایک کے بس کا روگ نہ تھا۔ وہ صرف ذات پاک مصطفیٰ ہی تھی جو ان دل آزاریوں پر صبر کا مظاہرہ فرماتی تھی۔

امام بخاری و مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جابر نے فرمایا۔

أَبْصَرْتُ عَيْنَيَّ وَسَمِعْتُ أُذُنَيَّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ بِالْجَعْرِ أَنَّهُ دَفَى ثَوْبِي بِلَالٍ فِضَّةً وَكَانَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْضُهَا عَلَى النَّاسِ يُعْطِيهِمْ

قَالَ لَهُ رَجُلٌ اَعِدْ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ وَيْلَكَ فَمَنْ يَعِدُ
اِذَا الْمَوَاعِدُ - لَقَدْ خَبَيْتُ وَخَيْرْتُ اِنْ لَمْ اَعِدْ -

"کہ یہ واقعہ میری دو آنکھوں نے دیکھا اور میرے دو کانوں نے سنا کہ
اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم ﷺ جعرانہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت
جال کی چادر میں چاندی تھی۔ حضور ﷺ اسے تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک
 آدمی نے کہا یا رسول اللہ تقسیم میں عدل و انصاف فرمائیے۔ سرکارِ دو عالم
ﷺ نے اس کو فرمایا تیرا خانہ خراب ہو اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور
کون عدل کرے گا۔ اگر میں عدل نہ کروں تو میں غائب و غاسر ہوں۔"

یہ گفتگو سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ دعوتِ اِقتلِ ہذا
الْمُتَنَافِقِ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کو قتل کر دوں۔ سرورِ عالم ﷺ نے ارشاد
فرمایا۔ مَعَاذَ اللَّهِ اَنْ يَّحْدِثَ النَّاسُ اَنْبِيَّ اَقْتُلُ اَصْحَابِي میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ
لوگ میرے بارے میں یہ گفتگو کرنے لگیں کہ اب میں نے اپنے صحابہ کو قتل کرنا شروع
کر دیا ہے۔

پھر اس منافق کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

اِنَّ هَذَا وَاَصْحَابَهُ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُحِبُّوا وَزُحِلُوا فَهُمْ اَوْ
حَنَاجِدُهُمْ يَمُرُّونَ مِنَ الدِّيَارِ مُرُوقًا السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَةِ (1)
"یہ (گستاخ) شخص اور اس کی پارٹی وہ لوگ ہیں جو قرآن کی قرات
کرتے ہیں لیکن قرآن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترتا۔ یہ لوگ دین
سے اس طرح بھیگتے ہیں جس طرح تیرا اپنے ہدف سے۔"

حضور کے اس آخری ارشاد سے پتہ چلتا ہے کہ جو نبی رحمت ﷺ کی ذاتِ اقدس پر
کوئی اعتراض کرتے ہیں وہ گستاخ اور بے ادب ہیں۔ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ایک ایسا فرقہ ہوگا
جن کا ایسا عقیدہ ہوگا۔ قرآن ان کے گلے میں ہی انک کر رہ جائے گا۔ ان کے دل تک قرآنی
تعلیمات کا کوئی اثر نہیں ہوگا اور دین سے وہ بھاگتے ہوں گے۔ العیاذ باللہ۔
علامہ طبرانی نے حضرت ابی امامہ سے ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے جسے پڑھ کر حضور

کے علم کی دستوں اور گہرائیوں کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

ایک عورت ہرزہ سرائی اور یادہ گوئی میں معروف تھی۔ ہر مرد سے وہ ناشائستہ گفتگو کرنے کی عادی تھی۔ سرکارِ دو عالم ﷺ شریعہ تاول فرما رہے تھے اور ایک چنانچہ بیٹھے تھے۔ وہ یہیں سے گزری۔ کہنے لگی ذرا دیکھو ان کی طرف، غلاموں کی طرح بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کی طرح کھا رہے ہیں۔ علم و وقار کے اس کوہِ گراں نے اس سے جواب میں ارشاد فرمایا: **وَأَيُّ عَبْدٍ أَحَبُّ إِلَيَّ** مجھ سے بڑھ کر اور عبد اور غلام کون ہے۔ پھر وہ نے گئی تو وہ کھا رہے ہیں اور مجھے نہیں کھاتے۔ حضور نے فرمایا تم بھی کھاؤ۔ چوتھائی مجھے اپنے ہاتھ سے دیجئے۔ حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے شریہ دی۔ پھر سب نے یہ نہیں جو آپ کے منہ میں ہے وہ مجھے دیجئے۔ سرورِ عالم ﷺ نے اپنے دہن مبارک سے قند نکال کر اسے دیا۔ جب اس نے وہ لقمہ کھایا تو حضور کے اس متبرک قند کی برکت سے اس کی ساری بد اخلاقیوں اور بے حیائیاں ہمیشہ ہمیشہ کیسے ختم ہو گئیں۔ جب تک زندہ رہی یہ سب کچھ کسی سے بیہودہ گفتگو نہ کی۔“ (1)

غورث بن حارث (ایک مشرک)

لشکرِ اسلام ایک دفعہ جہاد سے واپس آ رہا تھا۔ دو پہر ہو گئی۔ گرم و در چڑھتی، سوپ نے مزید سفر کو تکلیف دہ بنادیا۔ ایک جگہ گھنے درخت تھے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے مجاہدین کو ان درختوں کی گھنی چھاؤں میں قیلولہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ ہر مجاہد نے اپنے لئے مناسب جگہ تجویز کی اور وہاں بیٹ گیا۔ رحمتِ عام ﷺ نے بھی سرمر فرائے کیسے ایک جگہ منتخب کی اور حضور وہاں بیٹ گئے اور آنکھ لگ گئی۔ اسی اثناء میں غورث بن حارث وہاں پہنچا اور جب اس نے دیکھا کہ حضور استراحت فرما رہے ہیں۔ آنکھ لگ گئی ہے اور قرب و جوار میں کوئی صحابی بھی نہیں تو اس نے حضور ﷺ کی اس تنہائی سے فائدہ اٹھانے کیلئے اپنی تلوار بے نیام کر لی اور حضور ﷺ پر حملہ کرنے کا ارادہ کر کے آگے بڑھا۔ اچانک حضور کی آنکھ کھل گئی اور غورث کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ اپنی تلوار لہرا رہا ہے۔

اس نے حضور سے کہا: **مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي** آپ کو مجھ سے کون بچ سکتا ہے۔ (2)

1۔ سعید حوی، "ارسول"، (ج 2)، ص 126

2۔ سبل الہدی، جلد 7، صفحہ 33

دشمن کے اچانک در آنے سے حضور ﷺ پر خوف و ہراس کی کوئی کیفیت طاری نہ ہوئی۔ پورے وثوق سے فرمایا "اللہ" مجھے میرا رب بچائے گا۔ یہ پر جلال جواب سن کر اس پر لرزہ طاری ہو گیا۔ لہذا اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ رحمت عالم ﷺ نے اس کو اٹھایا پھر اس سے پوچھا مَتَّيْمَعُكَ مِيقًا اب بتا تجھے میرے وار سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا كُنَّ خَيْرًا خِيَانًا (یعنی جو اپنے مخالف پر قابو پا کر اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں آپ ان میں سے ہو جائیں) حضور نے اس کو معاف کر دیا اور چلے جانے کی اجازت دیدی۔

جب وہ اپنی قوم کے پاس پہنچا تو بیساختہ کہنے لگا۔

جِئْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ خَيْرِ النَّاسِ

"وہ شخص جو تمام لوگوں سے بہترین ہے میں اس کے پاس سے آیا ہوں۔"

حضور کی شان عفو و درگزر کو پوری طرح سمجھنے کیلئے اگر آپ کو مزید کسی دلیل کی ضرورت ہو تو اس یہودی عورت کو یاد کرو جس نے حضور ﷺ کو ایسی بکری کا گوشت کھلایا تھا جس میں اس نے زہر ملا دی تھی۔ اس عورت نے اپنے جرم کا اعتراف بھی کیا لیکن رحمت عالم ﷺ نے اپنی بے مثل عفو و درگزر کا اظہار کرتے ہوئے اس کو معاف کر دیا۔

لبید بن اعسم یہودی نے حضور ﷺ پر جادو کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب اس کا راز فاش کر دیا اور اسے پکڑ کر بارگاہ نبوت میں پیش کیا گیا تو حضور ﷺ نے اسے کوئی سزا دینا تو کجا سزائیں تک بھی نہ کی اور اس کو رہا کر دیا۔

رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کی کارستانیوں کسی سے مخفی نہیں۔ وہ حضور کے راستہ میں قدم قدم پر رکاوٹوں کے پہاڑ کھڑے کرتا تھا۔ حضور ﷺ کو اذیت پہنچانے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کرتا تھا۔ جنگوں میں جب لشکر اسلام مدینہ طیبہ سے روانہ ہوتا تو عبد اللہ بن ابی اور اس کے منافق ساتھی اپنے اسلام کو ظاہر کرنے کیلئے لشکر اسلام کے ہمراہ روانہ ہوتے لیکن چند فرلانگ لشکر اسلام کے ساتھ چل کر بلا وجہ واپس لوٹ آتے۔ اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ بقیہ لشکر اسلام میں بے دلی پیدا ہو جائے اور وہ جم کر کفار کا مقابلہ نہ کر سکیں۔ اس کی حجت بازیاں، اس کی دل آزریاں، اس کی بہتان تراشیں، اس کے خطرناک منصوبے اور لشکر اسلام کو دھوکہ دینے کی وارداتیں، ان کے ذکر سے سیرت و

تاریخ کی ساری کتابیں بھری پڑی ہیں۔ بعض صحابہ نے مشورہ دیا کہ ان منافقین کو ان کے سردار کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار کر واصل جہنم کر دیا جائے۔ سردار عالم علیہ السلام نے صحابہ کرام کے اس مشورہ کو مسترد کر دیا۔ فرمایا اگر میں ایسا کروں گا تو لوگ کہیں گے۔

إِنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ

”کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے۔“

میں دشمنوں کو ایسا پر اپنی نگاہ کرنے کا موقع فراہم نہیں کرنا چاہتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے بتایا کہ میں ایک روز اپنے تقاضیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی جس سے کنارے بڑے کھردرے تھے۔ دریں ثناء ایک اعرابی آیا اس نے اس چادر کو پکڑ کر بڑے زور سے کھینچی۔ اور اتنے زور سے کھینچی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک پر اسکے نشان پڑ گئے۔ اس گستاخانہ حرکت کے بعد وہ بڑی بے حیائی سے کہنے لگا۔

يَا مُحَمَّدُ احْمِلِي عَلَيَّ بَعِيرِي هَذَيْنِ مِنْ مَالِ اللَّهِ
الَّذِي عِنْدَكَ

”اللہ کا جو مال تیرے پاس ہے اس سے میرے ان دو اونٹوں کو لاد دو۔“

فَإِنَّكَ لَا تَحْمِلِينَ مِنْ مَالِكَ وَمَالِ أَمِيكَ۔

”(مزید بے حیائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولا) آپ اپنے اور اپنے باپ کے مال سے میرے اونٹوں کو نہیں لاد رہے۔“

ایسی گستاخانہ جسارت پر سرِ اُپارِ حمت و رافت نبی نے ذرا برہمی کا اظہار نہ کیا اور سکوت اختیار کیا۔

پھر فرمایا

الْمَالُ مَالُ اللَّهِ وَأَنَا عَبْدُهُ۔

”کہ بیشک جو مال میرے پاس ہے وہ اللہ تعالیٰ کا مال ہے اور میں اس کا بندہ ہوں۔“

پھر فرمایا جو تم نے چادر کھینچی مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ میں اس کا انتقام تم سے ضرور دوں گا۔

وہ کہنے لگا ہر گز نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں؟ اس بدو نے کہا۔

لَا تَلْعَلَكُمْ كَافِيُ الْيَسْتِةِ السَّيْتَةِ

”(کیونکہ میں بخوبی جانتا ہوں) کہ آپ کا شیوہ یہ ہے کہ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیا کرتے۔“

سرکارِ دو عالم ﷺ اس کی بات سن کر ہنس پڑے اور حکم دیا کہ اس کے ایک اونٹ پر جو کی بھری بوریاں لادو اور دوسرے پر بکھجوریں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے آقائے نامدار کے اخلاقِ کریمہ بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں۔

میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ اگر کسی نے آپ پر ظلم اور زیادتی کی ہو تو حضور ﷺ نے اس سے اس کا انتقام لیا ہو، جب تک کوئی شخص اللہ کی حدود سے کسی حد کو نہ توڑتا۔ سرورِ عالم ﷺ نے جہاد فی سبیل اللہ کے بغیر کبھی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا نہ کسی خادمہ کو بھی مارا اور نہ کبھی کسی عورت کو۔ (1)

حضرت امام احمد اور طبرانی سے مروی ہے کہ حضرت جعدہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک روز دیکھا کہ بارگاہِ رسالت پناہ میں ایک شخص کو پیش کیا گیا۔ اس کے بارے میں عرض کی گئی کہ اس شخص نے ارادہ کیا ہے کہ حضور ﷺ کو شہید کر دے۔ نبی رحمت ﷺ نے اس شخص کو مخاطب کرتے ہوئے دوبارہ فرمایا۔

لَنْ تُؤَاخِزَنَّ مُؤَاخِرَ

”ہر گز خوفزدہ نہ ہو۔ ہر گز خوفزدہ نہ ہو۔“

پھر فرمایا اگر تو یہ ارادہ کرتا تب بھی اللہ تعالیٰ تجھے مجھ پر مسلط نہ کرتا۔ (2)

عبداللہ بن سلام سے مروی ہے کہ زید بن سعد جو یہود کا بڑا جید عالم تھا، اس نے بتایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی جتنی علامتیں ہماری کتب میں بیان کی گئی ہیں میں نے ان سب کا مشاہدہ کر لیا کہ وہ حضور ﷺ میں تمام پائی جاتی ہیں مگر دو علامتیں ایسی تھیں جن کے بارے میں نے ابھی حضور ﷺ کی آزمائش نہیں کی تھی وہ دو باتیں یہ تھیں۔

أَنْ يَسِيْرَ حِلْمُهُ جَهْلَهُ

1- الشفاء، جلد 1، صفحہ 140، زبیدی و حذانی، جلد 3، صفحہ 223، تہذیب اللہ، جلد 7، صفحہ 34-33

2- الشفاء، جلد 1، صفحہ 141، تہذیب اللہ، جلد 7، صفحہ 33

”اس کا علم، اس کے جہل سے سبقت لے جاتا ہے۔“

وَلَا تَزِيدُكَ شِدَّةَ الْجَبَلِ إِلَّا حِلْمًا

”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جہالت اور حماقت کا جتنا مظاہرہ کیا جائے

اتنا ہی حضور ﷺ کے حلم میں اضافہ ہوتا ہے۔“

میں لطائف الخیل سے ان دو صفات کا حضور ﷺ میں مشاہدہ کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے اس مقصد کیلئے سرور عالم ﷺ سے کھجوریں خریدیں اور ان کی قیمت نقد ادا کر دی۔ حضور ﷺ نے وہ کھجوریں اس کے حوالے کرنے کیلئے ایک تاریخ مقرر فرمادی۔ ابھی اس میعاد کو دو دن باقی تھے کہ میں آگیا اور کھجوروں کا مطالبہ کر دیا۔ میں نے حضور ﷺ کی قیص اور چادر کو زور سے پکڑ لیا اور بڑا غضبناک چہرہ بنا کر آپ کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ پھر میں نے حضور ﷺ کا نام لے کر کہا۔

”کیا تم میرا حق ادا نہیں کرو گے، اے عبدالمطلب کی اولاد! بخدا تم بہت نال

منول کرنے والے ہو۔ مجھے تمہاری اس عادت کا پسینہ بھی تجربہ ہے۔“

اس وقت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ اقدس میں حاضر تھے انہوں نے جب ابن سہم کی یہ گستاخانہ گفتگو سنی۔ تو اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

أَيُّ عَدُوٍّ لِلَّهِ: أَلْقَوْلُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَا أَسْمَعُ۔

”اے اللہ کے دشمن! تم یہ کہو اس اللہ تعالیٰ کے رسول کے بارے میں

میری موجودگی میں کر رہے ہو۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔“

نبی کریم ﷺ حضرت عمر کی اس گفتگو کو بڑے سکون و تحمل کے ساتھ سنتے رہے اور مسکراتے رہے پھر حضرت عمر کو فرمایا۔

أَنَا وَهَؤُلَاءِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ هَذَا أَمْنِكَ يَا عُمَرُ تَأْمُرُنِي

بِحُسْنِ الْأَدَاءِ وَتَأْمُرُنِي بِحُسْنِ التَّبَاعَةِ۔

”اے عمر! جو بات تو نے اسے کہی ہے ہمیں تو اس سے بہتر بات کی توقع

تھی۔ تمہیں چاہئے تھا کہ مجھے کہتے کہ میں حسن و خوبی سے اس کی

کھجوریں اس کے حوالے کر دوں اور اسے کہتے کہ وہ اپنے حق کا مطالبہ

شانگلی سے کرے۔“

عمر جاؤ۔ اور اس کا حق (کھجوریں) اس کے حوالے کر دو اور جتنا اس کا حق ہے اس سے
میں صاع زائد کھجوریں اس کو دو تاکہ تو نے اسے جو خوفزدہ کیا ہے اس کا بدلہ ہو جائے اور
اس کی دلجوئی ہو جائے۔

زید بن سعد کہتے ہیں کہ حضرت عمر مجھے اپنے ہمراہ لے گئے اور اپنے آقا کے فرمان کی
تعمیل کرتے ہوئے میری کھجوریں بھی میرے حوالے کر دیں اور میں صاع اس سے زیادہ
بھی مجھے دے دیئے۔

اس وقت میں نے حضرت عمر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے عمر! حضور ﷺ کی نبوت کی جتنی علامات ہماری کتب میں مذکور تھیں ایک
ایک کر کے ان سب کا مشاہدہ میں نے آپ کی ذات میں کر لیا مگر وہ علامتیں
ایسی تھیں جن سے میں نے ابھی تک حضور ﷺ کو آزمایا نہیں تھا۔ اب میں
نے ان دونوں کو بھی آزمایا ہے۔

فَاشْهَدُكَ اَنِّي نَصِيتُ يَا اَللّٰهُ رَبَّنَا يَا اَسْلَمَ رَجُلًا وَبِمُحَمَّدٍ

(صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) نَبِيًّا۔ (1)

”آج میں اے عمر آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں اس بات پر راضی ہو گیا
ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا رب ہو اسلام میرا دین ہو اور سرور انبیاء محمد
مصطفیٰ ﷺ میرے نبی ہوں۔“

حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضور سرور عالم ﷺ نے ایک
اعرابی سے اونٹ خریدے اور اس کے عوض بطور قیمت کھجوریں دینے کا وعدہ فرمایا۔ پھر
فرمایا ہم تمہیں ذخیرہ کی کھجوریں بطور قیمت ادا کریں گے (ذخیرہ ایک خاص جگہ کا نام ہے
جہاں کی کھجوریں اعلیٰ قسم کی ہوتی تھیں)۔ حضور سرور عالم ﷺ گھر واپس تشریف لائے
اور ذخیرہ کی کھجوروں کو تلاش کیا لیکن وہ نہ ملیں۔ حضور ﷺ اس اعرابی کے پاس تشریف
لے گئے۔ اسے فرمایا اے اللہ کے بندے! ہم نے تجھ سے اونٹ خریدے ہیں اس کے بدلے
میں تمہیں ذخیرہ کی کھجوریں دینے کا وعدہ کیا ہے لیکن اس قسم کی کھجور ہمارے پاس نہیں ہے۔

اعرابی بولا وَأَعْذَرَاهُ وَأَعْذَرَاهُ ہائے دھوکہ بازی ہائے دھوکہ بازی۔

صحابہ نے اس گستاخی پر اسے جھڑکا حضور ﷺ نے جب دیکھا تو مسیہ کو منع کیا کہ اسے کچھ نہ کہو فان لصاحب الحق مفعلاً حق دار کو بات کرنے کی اجازت ہے۔ حضور ﷺ نے یہ بات تین بار دہرائی۔ جب حضور ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس اعرابی کو اس بات کی سمجھ نہیں آئی تو حضور ﷺ نے ایک صحابی کو حکم دیا کہ وہ خولہ بنت حکیم بن امیہ صحابیہ کے پاس جائے اور انہیں حضور ﷺ کا یہ پیغام دے کہ اگر تمہارے پاس ذخیرہ کھجوروں کا وقت ہو تو وہ ہمیں مستعار دیدو جس وقت ہمارے پاس اس قسم کی کھجوریں آئیں گی ہم ادا کر دیں گے۔

حضرت خولہ کو یہ پیغام ملا۔ انہوں نے عرض کی اس قسم کی کھجور یہ ہے۔ پاس ہے۔ حضور ﷺ اس آدمی کو میرے پاس بھیج دیں میں اس کے حوالہ کردوں گی۔ رسول عام ﷺ نے اس آدمی کو کہا کہ جاو۔ اور اس اعرابی کا جتن حق بنتا ہے اس کو دے دو۔ چنانچہ اس شخص نے حضرت خولہ سے مطلوبہ مقدار کھجوروں کی لے کر اس اعرابی کے سپرد کردی۔ وہ اپنی کھجوریں وصول کرنے کے بعد واپس لوٹا۔ دیکھا کہ اللہ کا رسول اپنے صحابہ کے حلقہ میں تشریف فرما ہے تو اس کو یاد آئے ضبط نہ رہا۔ کہنے لگا۔

(1) جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا وَقَدْ أَذْفَيْتَ وَأَطْبَيْتَ

”اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ بیشک حضور ﷺ نے میرا

حق پورا پورا ادا کر دیا ہے اور بڑی عمدگی کے ساتھ۔“

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی مدح و ثنا جس طرح قرآن کریم میں مذکور ہے بعینہ اسی طرح تورات میں بھی موجود ہے (تورات کی یہ آیت ملاحظہ فرمائیے)

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَحَدَّثْنَا
لَا مُبَيِّنِينَ أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي مَسْمُومُكَ الْمُتَوَكِّلِ - كَيْسَ
بَقِيظًا وَغَلِيظًا وَلَا صَغَابَ فِي الْأَسْوَابِ وَلَا يَجْزِي بِالسَّيْتَةِ

التَّيْتَةُ وَلَكِنْ يُعْفَو وَيَصْفَحُ (1)

”اے نبی مکرم ہم نے بھیجا ہے آپ کو گولوبنا کر۔ نیز بشارت دینے والا۔ بروقت ڈرانے والا۔ ناخواندہ لوگوں کیلئے پناہ۔ تو میرا بندہ ہے اور میرا رسول ہے۔ میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے۔ نہ سختی کرنے والا نہ تند مزاج۔ نہ بازاروں میں شور مچانے والا۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں۔“

تورات کی اس آیت کے آخر میں محبوب رب العالمین ﷺ کی چند خصوصیات بھی بیان کی گئی ہیں آیت ہے۔

لَنْ يَغِيْبَهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ الْمَلَكُ الْعَوْبَاءُ بِأَنْ يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَيَقْتُلَ أَعْيُنًا عَمِيًّا وَإِذَا نَامُوا فَكَلَمُوا عُلْفًا (2)

”اللہ تعالیٰ ان کی روح قبض نہیں کرے گا جب تک کہ کج رولت کو درست کر دیں۔ کہ وہ یہ کہنے لگیں لا الہ الا اللہ اور یہاں تک کہ اندھوں کو بینا کر دیں، بہروں کو شنوا کر دیں اور طرح طرح کے غلافوں میں لپٹے ہوئے دلوں سے یہ خلاف اتار دیں۔“

سرکارِ دو عالم ﷺ کی شانِ حلم و عفو کے بارے میں محیر العقول واقعات سے کتابیں بھری پڑی ہیں، یہاں سب کا احاطہ ممکن نہیں۔ اور یہ روایات درجہ تواتر تک پہنچ چکی ہیں ان کے بارے میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

قریش مکہ حضور پر نور ﷺ پر جس طرح، طرح طرح کے مظالم توڑا کرتے تھے اور اذیت پہنچانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے تھے، پھر ان اذیت رسائیوں پر حضور ﷺ جس جو انمردی سے استقامت کا مظاہرہ فرماتے تھے وہ محتاج بیان نہیں۔ ان کے دلوں کو ہلادینے والے جو روستم کا سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو فتح مبین عطا فرمائی۔ مکہ مکرمہ نے اپنے بند دروازے اللہ کے نبی مکرم کیسے کھول دیئے۔ حضور ﷺ بڑی فاتحانہ شان سے اپنے جانثاروں کے جم غفیر سے ساتھ نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے

ہوئے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ سب سے پہلے نبی مختتم ﷺ خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں تین صد ساٹھ بت نصب کئے گئے تھے۔ جس بت کی طرف سب اپنی چھڑی کا اشارہ کرتے وہ دھڑام سے منہ کے بل گر پڑا۔ صحابہ کرام نے ان بتوں کو اٹھایا اور وہاں پھینک دیا۔ اللہ کے گھر کو کفر و شرک کی آلودگیوں سے منزه کرنے کے بعد حضور ﷺ تشریف لائے اور بیت اللہ شریف کے دروازے پر توقف فرمایا۔

سارا حرم شریف لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ کل دھڑنے کی جگہ بھی نہ تھی۔ کفار مکہ کو اپنی کارستانیاں ایک ایک کر کے یاد آ رہی تھیں۔ انہیں یقین تھا کہ ان کا قتل مہیا جاوے گا اور کسی کو زندہ نہیں رہنے دیا جائے گا۔ اسی اثناء میں نبی رحمت ﷺ کی صد بندہ ہونی انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

مَا تَقُولُونَ إِنِّي فَأَعْلَىٰ بِكُمْ

”مجھے بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیا سوکرتے ہوں۔“
 ”انہوں نے جواب دیا حَیْرًا۔ اَخْ كَرِيْمًا وَابْنُ اَخِي كَرِيْمًا
 ہمیں حضور ﷺ سے خیر کی امید ہے۔ آپ کریم بھائی ہیں اور
 کریم بھائی کے بیٹے ہیں۔“

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں تمہارے بارے میں وہی بات کہوں گا جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو کہی تھی۔

لَا تَزِيْبُ عَنْكُمْ الْيَوْمَ يَعْرِضُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ○
 ”(اے مکہ کے جفاکارو) آج تم پر کوئی سختی نہیں کی جائے گی۔ بتدقن تمہیں معاف فرمائے، وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔“

اس آیت کی تلاوت کے بعد ان کو آزادی کا مشرودہ سنایا۔ فرمایا

اِذْهَبُوا وَانْتُمْ الطَّلَقَاءُ

”چلے جاؤ۔ تم آزاد ہو۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہیں ایام میں ایک روز جب حضور ﷺ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے اور تمام اہل ایمان صفیں باندھے اپنے آپ کی اقتد میں مصروف

عبادت تھے، تنہیم کی طرف سے اسی کفار نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا لیکن فرزند ان اسلام نے ان کو فوراً بوج لیا اور انہیں اپنا قیدی بنالیا۔

جب ان احسان فراموش ظالموں کو پکڑ کر بارگاہ رسالت میں پیش کیا گیا تو حضور ﷺ نے پھر بھی انہیں جھڑکا تک نہیں۔ اور یہ بھی نہیں کہا کہ دو روز پہلے تمہارے سنگین جرائم کو معاف کیے، تمہیں آزادی کی نعمت سے نوازا، میرا وہ احسان تم بھول گئے اور بڑی خست کا مظاہرہ کرتے ہوئے تم نے ہم پر حالت نماز میں حملہ کر دیا۔ حضور ﷺ نے کوئی ایسی بات نہیں کہی بلکہ انہیں عفو عام کی بشارت سنا کر آزاد کر دیا۔ (1)

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے اس خلق جمیل پر یہ آیت نازل فرمائی۔

هُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ دَائِبَةً إِنَّكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنٍ مَكَّةَ

مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا (2)

”اللہ وہی ہے جس نے روک دیا تمہا ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے وادی مکہ میں باوجودیکہ تمہیں ان پر قابو دیدیا تھا۔ اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھ رہا ہے۔“

ابوسفیان کی اسلام دشمنی سب پر روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ اس نے فتح مکہ سے پہلے اپنی ساری زندگی مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے میں صرف کر دی۔ میدان جنگ میں ہادی برحق ﷺ کو شکست سے دوچار کرنے کیلئے بار بار کوششیں کیں۔ جنگ خندق میں عرب کے تمام مشرک قبائل کو مدینہ طیبہ پر چڑھائی کرنے کے لئے اس نے جمع کیا۔ میدان احد میں حضور ﷺ کے چچا سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر جلیل القدر صحابہ رضوان اللہ علیہم کو بڑی بے درداری سے شہید کیا۔ پھر ان کے کان، ناک اور آنکھیں کاٹ کاٹ کر ان کا مشلہ کیا۔ ان کے پیٹ چاک کئے اور ان کے دل و جگر کو ٹکڑے کر کے ان ٹکڑوں کے ہار پرو کر اپنے گلوں میں ڈالے۔ لیکن ان ستم کشیوں کے بعد وہ فتح مکہ کے دن بارگاہ رحمت للعالین میں گرفتار کر کے پیش کیا گیا تو اس رحمت مجسم نے اس کی جملہ سفاکیوں، سنگین زیادتیوں، خطاؤں، اذیت رسانیوں اور ہولناک سازشوں پر قلم عفو پھیر

دیا۔ اور بڑے محبت بھرے انداز میں اس سے گفتگو فرمائی۔ جب وہ بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا تو شفیع کریم نے بڑے شفقت سے اسے فرمایا۔

وَيُحَلِّفُ يَا أَبَا سَفْيَانَ الْكَذِبَ إِنَّكَ أَنْ تَعْلَمَ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 ”اے ابوسفیان! تیرا خدا بھلا کرے۔ ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تو اس
 روشن حقیقت کو جان لے اور مان لے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی عبادت
 کے لائق نہیں؟“

ابوسفیان یہ شفقت سے لبریز جملے سن کر پانی پانی ہو گیا اور عرض کی۔

يَا بِي أَنْتَ دَارِي مَا أَحْلَمَكَ وَمَا أَوْصَلَكَ وَمَا أَكْرَمَكَ (1)
 ”میرا باپ اور میری ماں آپ پر قربان جائیں۔ آپ کتنے حمیم ہیں۔
 آپ کتنے صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ آپ کتنے کریم ہیں۔ میرے
 جیسے بدکار اور سنگدل مجرم کو اپنی شان و حرمت سے نوازا رہے ہیں۔“

یہ حضور ﷺ کے غنودہ گزر کا اثر تھا کہ حضور ﷺ اپنی امت پر ایسے احکام نافذ نہیں
 کرتے تھے جن پر عمل کرنا اتنیوں کیلئے دشواری کا باعث ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔
 اگر میری امت پر یہ بات گراں نہ گزرتی تو میں انہیں حکم دیتا کہ جب بھی وضو کریں تو وہ
 مسواک کریں۔ ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنا اتنیوں کیلئے مشقت کا باعث تھا اس لئے حضور
 ﷺ نے اس کا حکم نہیں دیا۔

اسی طرح ارشاد فرمایا اگر میرے امتیوں کو تکلیف نہ ہوتی تو میں انہیں حکم دیتا کہ عشاء کی
 نماز رات کا تیسرا حصہ گزرنے کے بعد ادا کیا کریں۔

کیونکہ اتنی دیر تک جاگنا اتنیوں کیلئے باعث تکلیف اور مشقت تھا اس لئے یہ حکم نہیں
 دیا۔ اسی طرح حضور ﷺ نے صوم وصال سے اپنی امت کو روکا کیونکہ حضور کا اتباع کرتے
 ہوئے اگر لوگ صوم وصال رکھیں گے تو انہیں بڑی مشقت کا سامن کرنا پڑے گا۔

اسی طرح بہت سے احکام ہیں جن میں فرزند ان اسام کی سہوت اور سہانی کو ملحوظ
 رکھا گیا ہے۔ یہ بات ملحوظ رہے کہ نبی رحمت ﷺ کی یہ صفات حمیم و غنودہ اور رافت و کرم ان
 امور کے بارے میں تھیں جن کا تعلق حضور ﷺ کی اپنی ذات والا صفات کے ساتھ تھا۔

لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی قائم کی ہوئی حدوں کو کوئی توڑنے کی جرأت کرتا تھا تو حضور ﷺ کے غیظ و غضب کی حد نہیں رہتی تھی۔ شانِ جلالِ نبوت کا یوں اظہار ہوتا تھا کہ ہر چیز لرزنے لگتی تھی۔

جب غزوہ خندق میں ایک روز مشرکین نے اپنی پیہم تیر اندازی اور سنگ افگنی کے باعث نماز عصر ادا کرنے کی مہلت نہ دی اور نماز قضا ہو گئی تو اس وقت حضور ﷺ نے ان کیسے زبردست بددعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اَمَلًا يُّطَوِّنُهُمْ نَارًا

”اے اللہ ان کی قبروں کو آتشِ جہنم سے بھر دے۔“

مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا

”اللہ تعالیٰ ان کی قبروں اور ان کے گھروں کو آگ سے بھر دے۔“

حضور کی شانِ جود و کرم

عربی زبان میں جود، کرم، سخا اور سخاوت ایسے الفاظ ہیں جن کے معنی قریب قریب ہیں۔ لیکن لغت عرب کے ماہرین نے ان میں بڑا لطیف فرق بیان کیا ہے جس کے سمجھنے سے پتہ چلتا ہے کہ مترادف ہونے کے باوجود ان الفاظ میں انفرادیت موجود ہے۔ علامہ قاضی عریض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف لطیف ”الشفاء“ میں وہ لطیف فرق بیان کئے ہیں جو ان کلمات میں ہیں کرم کا معنی یہ بتاتے ہیں۔

اَلْكَرَمُ الْاِلْتِفَاقُ بِطَيْبِ النَّفْسِ فَيَمَّا يَعْظُمُ حَظُّكَ وَلَقَعُ

ایسی چیز کو خرچ کرنا جو بڑی قدر و منزلت کی مالک ہو اور نفع بخش ہو۔ اور خوش دلی سے خرچ کرنا۔ اس کو کرم کے لفظ سے تعبیر کیا جائے گا۔ اور اسے حریت بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا مقابل نزالت ہے۔ حسنت اور کمینگی۔

سبحا کسی قبیح چیز کے سب کرنے سے مجتنب رہنا اور مال کو بڑی آسانی سے خرچ کرنا۔

اَلتَّحَنُّنُ سَهْوَةٌ اِلِلْتِفَاقٍ وَتَجَنُّبُ كِتَابٍ مَا لَا يُحَمَدُ

محور اس کا بھی تقریباً یہی معنی ہے اس کا مقابل تنصر ہے جس کا معنی ہے لنقص فی الاموال خرچ کرتے وقت تنگدلی محسوس کرنا۔

قَالَ النَّاسُ الْجَوَادُ، الَّذِي يَتَفَضَّلُ عَلَى مَنْ يَسْجُو دَلِيلُ
لِيُعْطَى مَنْ لَا يَسْأَلُ وَيُعْطَى الْكَثِيرُ وَلَا يَخَافُ الْفَقْرَ مَنْ
قَوْلُهُ مَطْرُجَوَادُ إِذَا كَانَ كَثِيرًا دَفْرُسُ جَوَادُ

لغت و نحو کے امام نحاس، جواد کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں جواد وہ ہے جو مستحق کو ملے
کرتا ہے۔ اور جو سوال نہیں کرتا اس کو دیتا ہے اور جب دیتا ہے تو قلیل نہیں دیتا بلکہ بیشمار
ہے۔ اسے فقر و افلاس کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔ موسلا دھار بارش کو عرب مطر جواد کہتے ہیں
رفقار گھوڑے کو فرس جواد اور جو سائل کے سواں کرنے سے پہلے اس کی جھون جھونکات
جس میں یہ صفات پائی جائیں اسے اہل عرب جواد کہتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ جواد کا
مترادف ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ جواد کا مرتبہ بخیر سے ارفع ہے۔

السَّامِحَةُ، التَّجَانِّي عَمَّا يَسْتَحِقُّهُ الْمَرْءُ عِنْدَ غَيْرِهِ بِطَيْبِ
النَّفْسِ۔

(1)

کسی آدمی کی کوئی چیز کسی دوسرے کے قبضہ میں ہے۔ خوش دل سے اس چیز کو اس سے واپس
نہ لینا اور اس کو نظر انداز کر دینا سماحت کہلاتا ہے۔

حضور کی شان جود و کرم

صفت جود و کرم، سخاوت و فیاضی میں کوئی شخص بھی صاحب خلق عظیم، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ ہر شخص جس کو کبھی بارگاہ نبوت میں حاضر کی کسی سعادت
میسر آئی ہو اور زبان مبارک سے رشد و ہدایت کے ارشادات سننے کا شرف حاصل ہوا ہو،
وہ اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

کثیر التعداد جلیل القدر محدثین کرام جن میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں ناظرین
ہیں۔ ابو علی الصدفی الشہید۔ قاضی ابوالوید الباجی۔ ابو ذر الرضی۔ ابوالہیثم الکشمیری ابو محمد
اسر خسی۔ ابواسحاق البہلی۔ ان سب نے کہا کہ ہمیں یہ حدیث ابو عبد اللہ انور بری نے سنائی
وہ کہتے ہیں کہ امام بخاری نے ہمیں بتائی۔ وہ کہتے ہیں کہ محمد بن کثیر نے سفیان سے روایت

کی انہوں نے ابن المعدی سے وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

مَا سِئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ ۖ وَقَالَ لَا (1)
 ”ایسا کبھی نہیں ہوا کہ نبی کریم ﷺ سے کسی سائل نے کوئی سوال کیا
 ہو اور حضور ﷺ نے اس کے جواب میں نہ فرمایا ہو۔“

فرزدق نے کیا خوب کہا ہے۔

مَا قَالَ لَا قَطْرًا لَاقِي تَشْهِيدٍ كَلَوْلَا الشَّهَدُ كَانَتْ لَأَوْدَةَ نَعْدُ (2)
 ”میرے مدوح نے تشہد کے بغیر کبھی ”لا“ نہیں کہا اور اگر تشہد میں
 اشہد ان لا اله الا الله کہنا ضروری نہ ہوتا تو پھر ان کی ”لا“ بھی نعم
 ہوتی۔“

حضرت ابن عباس حضور ﷺ کی شان جو دو کرم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ
 وَكَانَ أَحْوَدَ مَا يَكُونُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ
 بِالْوَحْيِ وَيُبَايِعُهُ الْمُرَّانَ فَلَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 أَحْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمَرَسَكَةِ (3)

”نبی کریم ﷺ لوگوں کو بھلائی پہنچانے میں ساری دنیا سے زیادہ خفی
 تھے اور ماہ رمضان المبارک میں حضور ﷺ کی شان جو دو کرم نرالی ہوا
 کرتی تھی۔ حضور ﷺ کی جب جبریل امین سے ملاقات ہوتی تو آپ
 کی سخاوت کا یہ عالم ہوتا کہ جیسے تیز ہوا چلتی ہے۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ایک آدمی نے حضور ﷺ کے سامنے
 دست سوال دراز کیا تو حضور کے دست جو دو سخاوت اس کو اتنی بکریاں عطا فرمائیں جن سے
 دو پہاڑوں کے درمیان کی وسیع وادی بھر گئی۔ لوٹ کر جب وہ اہل وطن کے پاس آیا تو اس
 نے انہیں کہا۔

1۔ النقاء، جلد 1، صفحہ 82

2۔ سل الہدی، جلد 7، صفحہ 82

3۔ شاکل ترمذی، صفحہ 74۔ مسلم شریف، صفحہ 180

اَسْلَمُوا فَاِنَّ لِمُحَمَّدٍ اَيُّعْطٰ عَطَاوَمَنْ لَا يَحْتَسِبُ الْفَاقَةَ (1)

”وقت ضائع کئے بغیر فوراً اسلام قبول کرو کہ محمد کریم ﷺ جب کسی کو کوئی چیز عطا فرماتے ہیں تو پھر اسے فقر و فاقہ کا اندیشہ نہیں رہتا۔“

حضور ﷺ کی یہ فیاضی صرف اس سائل کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ان محنت لوگ آئے اور اپنی جھولیاں بھر کر لے گئے۔ دینے والے نے انہیں ان کی توقعات سے کہیں زیادہ عطا فرمایا۔

جس رات عار حرام میں حضور پر نور ﷺ پر وحی الہی کا نزول ہوا تو آپ گھر واپس تشریف لائے۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے سارا ماجرا بیان کیا۔ وہ حضور ﷺ کو لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس حاضر ہوئیں۔ تو حضرت ورقہ نے حضور ﷺ کے حالات سن کر فرمایا۔

اِنَّكَ تَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ

”(آپ کو پریشان ہونے کی بالکل ضرورت نہیں) آپ تو قرض کے بارگراں کے نیچے دبے ہوئے لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ جو نادر ہو س کی ضروریات زندگی مہیا فرماتے ہیں۔“

اس سے واضح ہوا کہ حضور ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے ہی حضور ﷺ کی شان جو دو کرم زبانِ زو خاص و عام تھی۔

غزوہ حنین میں قبیہ ہوازن سے مقابلہ ہوا۔ ان کو شکست فاش ہوئی۔ ان کے چھ ہزار مرد و زن کو فرزند ان اسلام نے جنگی قیدی بنایا اور بیشمار امواں قیمت قبضہ میں لے گئے۔ کچھ روز بعد بنو ہوازن کے چند نمائندے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور ان کی رہائی کیسے التجا کی۔ حضور سرور عالم ﷺ نے ان تمام قیدیوں کو فدیہ لے کر بغیر آزاد کر دیا اور بنی ہوازن کا جو فدیہ درخواست کرنے آیا تھا ان کے سپرد کر دیا اور کہا انہیں لے جاؤ۔

ایک دفعہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر حضور ﷺ کا سحاب کرم برسا۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ میں بہت زیر بار ہوں۔ غزوہ بدر کے بعد میں نے اپنا فدیہ بھی ادا کیا اور اپنے بھتیجے عقیل کا فدیہ بھی ادا کیا اس لئے مجھے کچھ عطا فرمائیے۔ حضور ﷺ کے پاس

سُنے چاندی کا ایک ڈھیر لگا تھا۔ حضرت عباسؓ نے اپنی چادر بچھا دی اور اس تیر سے سنا چاندی اٹھا اٹھا کر اپنی چادر پر رکھنے لگے۔ جب وہ اپنے دل کی حسرت پوری کر چکے تو کھڑی باندھ لی۔ جب اس کو اٹھا کر اپنے سر پر رکھنے لگے تو وہ اتنی دیر بیٹھی کہ اسے اٹھانے سے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ اس کے اٹھانے میں میری مدد فرما میں۔ حضور ﷺ نے انکار کر دیا پھر عرض کی کسی اور کو حکم دیں کہ وہ اس کے اٹھانے میں میری مدد کرے۔ حضور ﷺ نے پھر بھی ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ دوسری مرتبہ وارن میرا اور باقی ماندہ کو بدقت سر پر اٹھایا اور گھڑی طرف روانہ ہو گئے۔ جب تک حضرت عباسؓ نظر آتے رہے حضور ﷺ ان کو دیکھتے رہے اور تعجب کرتے رہے۔

اس روایت کے بعد علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عباسؓ کا قہر بند قامت اور سلیم الفطرت آدمی تھے اس قوت و قامت کے باعث جو پچھو نبیوں نے کھڑی میں اٹھایا وہ چاہیں ہزار سے کم نہ تھا۔ (1)

ایک دفعہ بارگاہ رسالت میں نوبتِ ارادِ بزمِ پیش کے گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا چنانچہ پران کو رکھ دو۔ پھر حضور ﷺ اسے تقسیم کرنے سے خود کھڑے ہوئے۔ جو شخص بھی آیا اس کی جھولی بھر کر اسے واپس لیا یہاں تک کہ وہ درہم ختم ہو گئے۔ اس کے بعد ایک سال حاضر ہوا، اس نے طلب کا واسن پھیلایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا میرے پاس تو بکولی چیز نہیں ہے اب تے ایسا کرو فلاں دکاندار کے پاس جا کر اپنی ضرورت کی چیزیں میرے نام پر خرید لو۔ جب دکاندار میرے پاس آئے گا تو میں یہ رقم اسے دو اور دوں گا۔ حضرت فاروق اعظمؓ خدمتِ اقدس میں حاضر تھے آپ نے عرض کی۔

مَا كَلَفَتْكَ اللَّهُ مَالًا تَقْدِرُ عَلَيْهِ

”یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اس بات کا مکلف نہیں کیا جس کی آپ میں قدرت نہیں ہے۔“

نبی رحمت ﷺ کو یہ بات پسند نہ آئی۔

ایک انصاری وہاں حاضر تھے انہوں نے عرض کی۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْفِقْ وَلَا تَخَفْ مِنْ ذِي الْعَرْشِ إِقْدَالًا (2)

”اے اللہ کے پیارے رسول آپ بے دھڑک خرچ کریں اور یہ اندیشہ نہ کریں کہ آپ کا رب جو عرش کا مالک ہے وہ آپ کو نکل دست کر دے گا۔“

اپنے غلام کی یہ بات سن کر حضور ﷺ مسکرائے گئے۔ خوشی کے آثار رہنے اور پہنچائی دینے لگے اور فرمایا۔

بہند اُبرئت مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت معوذ بن عفراء سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ میں ایک بڑے طشت میں تارہ کھجوریں بھر کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ یہ کار و عام ﷺ نے چاندی اور سونے کی مٹھی بھر کر مجھے عطا فرمائی۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا يَدَّخِرُ شَيْئًا بَعْدَ -

”نبی رحمت ﷺ کل کے لئے کچھ بچا کر نہیں رکھتے تھے۔“

بارگاہ رسالت میں ایک روز ایک آدمی حاضر ہوا اور سواں آیا۔ یہ کار کے پاس کوئی چیز موجود نہ تھی۔ ایک دکاندار سے نصف وسق (وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ہر صاع چار میر کا) آیا۔ جس سے قرض یا تھا وہ آدمی اپنا قرض مانگنے کیسے حاضر ہوا۔ حضور علیہ السلام نے نصف وسق اسے واپس نہیں کیا بلکہ پورا وسق دیا۔ فرمایا نصف وسق قرض کی ادائیگی کیسے اور نصف وسق تمہیں عطیہ دیا جاتا ہے۔

طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے آپ فرماتے ہیں۔

کہ حضور ﷺ ایک روز بزاز کے ہاں تشریف لے گئے ورس سے چار درہم کی قمیص خریدی۔ وہ قمیص پہن کر حضور ﷺ باہر تشریف لے گئے۔ ایک انصاری گھبرا کر عرض کی یا رسول اللہ!

اَلَيْسَ قَمِيصًا كَسَاكَ اللَّهُ مِنْ ثِيَابِ الْجَنَّةِ

”زر اور مہم یہ قمیص مجھے پہنا دیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کا لباس

پہنائے۔“

رحمت عالم ﷺ نے بلا تامل وہ قیص اتاری اور اس انصاری کو مرحمت فرمادی۔ پھر دکان پر تشریف لے گئے اور اپنے لئے چار درہم کی ایک اور قیص خریدی۔ حضور پر نور ﷺ جب گھر سے تشریف لائے تھے اس وقت حضور ﷺ کے پاس دس درہم تھے۔ آٹھ درہم خرچ ہو گئے باقی دورہ گئے۔ اچانک حضور ﷺ نے دیکھا ایک لوٹری راستے پر کھڑی رو رہی ہے۔ رحمت عالم نے اس سے پوچھا تم کیوں رو رہی ہو۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے گھر والوں نے مجھے دو درہم دیئے تھے تاکہ ان کا آنا خرید کر لاؤں۔ وہ مجھ سے گم ہو گئے ہیں اس لئے رو رہی ہوں کہ گھر کی مالکہ مجھے مزا دے گی۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے پاس جو دو درہم باقی رہ گئے تھے وہ حضور ﷺ نے اس کو عطا فرمائے پھر کچھ وقفہ کے بعد اس بچی کی طرف دیکھا تو وہ رو رہی تھی۔ حضور ﷺ نے پوچھا اب تم کیوں رو رہی ہو دو درہم تو تم نے لے لئے ہیں۔ اس نے عرض کی میں ڈر رہی ہوں کہ میرا مالک مجھے مارے گا۔ غریب نواز ﷺ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے سفارشی بن کر اس کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ جب ان کے گھر کے باہر پہنچے تو حسب معمول اہل خانہ کو السلام علیکم فرمایا۔ انہوں نے آواز سن بھی لی، پہچان بھی لی کہ سلام دینے والے اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں لیکن انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضور ﷺ نے دوبارہ سلام فرمایا پھر کچھ دیر کیلئے انتظار کی لیکن کوئی جواب نہ آیا۔ تیسری بار پھر حضور ﷺ نے سلام فرمایا اس وقت اہل خانہ نے سلام کا جواب عرض کیا۔ سرورِ عالم ﷺ نے پوچھا جب میں نے پہلی دفعہ تمہیں سلام کیا تھا تو کیا تم نے سنا تھا؟ انہوں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ ہم نے سنا تھا۔ ہم دانستہ خاموش رہے تاکہ حضور ﷺ ہمیں بار بار سلام فرمائیں اور حضور ﷺ کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہمیں ہر آفت سے سلامت رکھے۔

انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمارے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان ہوں۔ آپ نے کیسے قدم رنجہ فرمایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ بچی ڈر رہی تھی کہ تم اسے رو گے اس کی سفارش کیسے میں اس کے ہمراہ آیا ہوں۔ اس بچی کے مالک نے عرض کی۔ **يٰۤاَيُّهَا اللّٰهُ لِمَ مَشَاكَ مَعَ هٰذَا حَضْرًا** نے اس لوٹری کو لوجہ اللہ آزلو کر دیا ہے۔

کریم آقائے انہیں بھلائی اور جنت کی خوشخبری سے خورسند فرماید۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

و علی آلہ واصحابہ اجمعین پھر حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان دس درہموں میں بڑی برکت ڈالی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھی اس سے قیص پہنائی، ایک انصاری کو بھی قیص پہنائی اور ایک لوٹری کو بھی اس کی وجہ سے آزاد کیا۔

(1) **أَحْمَدُ اللّٰهُ الَّذِي رَزَقَنَا هَذَا يَتَذَكَّرُ**
 ”میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں جس نے اپنی قدرت سے ہمیں یہ رزق عطا فرمایا۔“

لام بخاری اور دیگر محدثین نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک خاتون بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی۔ وہ ایک چادر ہموار لائی جس کا حاشیہ بھی تھا اور عرض کی یا رسول اللہ میں نے اس کو اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے تاکہ حضور ﷺ اسے زیب تن فرمائیں پس ازراہ نوازش اسے قبول فرمائیں۔ سرور عالم ﷺ نے اپنی جان نثار خادمہ کی محبت بھری پیشکش کو قبول فرمایا۔ حضور ﷺ اس چادر کو بطور تہبند باندھ کر باہر ہمارے پاس تشریف لائے۔ فوراً ایک اعرابی نے عرض کی یا رسول اللہ امیرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان ہوں مہربانی کر کے یہ چادر مجھے عطا فرمائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں میں یہ چادر تمہیں دوں گا۔ کچھ دیر نبی رحمت اس مجلس میں تشریف فرما رہے پھر کاشانہ اقدس میں واپس چلے گئے۔ اس چادر کو تہ کیا اور اس اعرابی کی طرف بھیج دی۔ لوگوں نے اسے کہا کہ تمہیں یہ معلوم تھا کہ سرور عالم ﷺ کی یہ عادت مبارکہ ہے کہ آپ سے جب کوئی چیز مانگی جاتی ہے تو حضور ﷺ دینے سے انکار نہیں کرتے۔ حضور ﷺ کو اس چادر کی ضرورت تھی تم نے یہ سوال کیوں کیا۔

اعرابی نے کہا خدا کی قسم! میں نے یہ چادر تہبند بنانے کیلئے نہیں مانگی بلکہ میں نے تو اس لئے اس کے بارے میں درخواست کی ہے کہ میں اس کو اپنا کفن بناؤں گا۔ مجھے یہ امید ہے کہ سرکار نے اس کو پہنا ہے، حضور ﷺ کی برکت سے یہ میرے لئے عذاب سے نجات کا باعث ہوگی۔

چنانچہ اس شخص نے اس چادر کو سنبھال کر رکھ لیا تاکہ اس کا کفن بنائے۔ حضور ﷺ نے ایک پارچہ باف کو کہا کہ اس شخص کیلئے چادر بنائے۔ مقصد یہ تھا کہ اس چادر کے بجائے

اسے نئی چادر بنوا کر دے دی جائے لیکن اس سے پیشتر کہ نئی چادر تیار ہوتی وہ اس سے پہلے ہی راہی عتب بھا ہو گیا اور اسے اس چادر میں کفن دیا گیا جسے حضور ﷺ کے جسم اطہر کے ساتھ مس ہونے کا شرف حاصل تھا۔ (1)

امام بخاری اور مسلم نے حضرت جابر سے روایت کیا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ وہ اونٹ بہت تھکا ہوا تھا بڑی مشکل سے قدم اٹھاتا تھا۔ سرور عالم ﷺ حضرت جابر کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ ان کا اونٹ بڑی مشکل سے قدم اٹھا رہا ہے تو سرکار نے اپنی چھڑی سے اسے کچوکا دیا اور اس کے لئے دعا بھی فرمائی۔ چنانچہ وہ بڑی تیز رفتاری سے چلنے لگا۔ اس سے پہلے وہ اتنا تیز نہ چلتا تھا۔ سرکار دوام ﷺ نے حضرت جابر کو کہا یہ مجھے فروخت کر دو۔ حضرت جابر نے عرض کی یا رسول اللہ میرا باپ اور میری ماں حضور پر تصدق ہوں۔ میں یہ اونٹ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، ازراہ بندہ پروری قبول فرمائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا مفت نہیں دلوں گا قیمت ادا کروں گا۔ چنانچہ حضرت جابر نے وہ اونٹ حضور ﷺ کو فروخت کر دیا۔ سرکار دوام ﷺ نے حضرت جابر کو حکم دیا کہ جابر کو اس اونٹ کی قیمت ادا کرو۔ چنانچہ انہوں نے حکم کی تعمیل کی اس کے بعد رحمت عالم نے حضرت جابر کو فرمایا۔

(2) **يَذْهَبُ بِالشَّمَنِ وَالْجَمَلِ بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فَرَمًا**

”اے جابر! یہ قیمت بھی لے جاؤ اور اپنا اونٹ بھی لے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ

ان دونوں میں تیرے لئے برکت دے۔“

حضرت انس سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ الْاَجْوَدِ - اللَّهُ الْاَجْوَدُ وَاَنَا اَجْوَدُ وَلَدٍ

(3) **اَحَقَّ**

”فرمایا کیا تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ سب سے زیادہ سخی کون ہے خود ہی جو ب

میں فرمایا اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ سخی ہے۔ اور اولاد آدم میں سے سب

سے زیادہ سخی میں ہوں۔ اور میرے بعد سب سے زیادہ سخی وہ شخص ہوگا

جس نے علم پڑھا پھر اپنے علم کو پھیلا دیا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز سے قبر سے اٹھائے گا تو وہ شخص فرد واحد نہیں ہو گا بلکہ پوری امت کی حیثیت سے حاضر ہو گا۔ نیز وہ شخص سب سے زیادہ نفعی ہے جس سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ اس کو قتل کر دیا گیا۔

ابن ابی شیمہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

کہ آپ جب سرور عام ﷺ کی مدینہ و شامیں رطب لسان ہوتے تو حضور ﷺ سخاوت کا ضرور ذکر کرتے۔ فرماتے کہ ان احوال میں جس تک یعنی حضور ﷺ اپنی تخیل مبارک سے عطیہ دینے میں تمام لوگوں سے زیادہ نفعی تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیارے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا

لَوَاتِنِي مِثْلَ جَبَالٍ يَهَامَةُ ذَهَبًا لَقَسَمْتُه بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُ رُفِي كَذِبًا وَلَا بَخِيلًا۔

(1)

”اگر میرے پاس اتنا سونا ہوتا جتنے تہامہ کے پہاڑ ہیں تو اس سارے سونے کو میں تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا۔ تم مجھے نہ جھوٹا پتہ اور نہ بخیل۔“

بعض نیاز مندوں نے اپنے آقا و مولیٰ حضور ﷺ کی بڑے شوق سے یہ جبہ خواہاں۔ اس جبہ کو ہونے میں جو صوف استعمال ہوئی اس کی رنگت کان تھی۔ اس قسم کا جبہ عام طور پر اعرابی پہنا کرتے تھے۔ ایک روز حضور پر نور ﷺ وہ جبہ زیب تن فرما کر اپنے صحابہ کرام کے پاس تشریف لے گئے۔ یہ عربی نے جب حضور ﷺ کو ایسا خوبصورت جبہ پہنے دیکھا تو اس نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ مجھے عطا فرمائیں۔ حسہ للعالمین ﷺ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب کوئی سائل حضور ﷺ سے کوئی چیز مانگتا تو حضور ﷺ اس کے جواب میں ”یا“ یعنی نہ نہ کرتے۔ حضور ﷺ نے اس اعرابی کو فرمایا ”نعم“ میں تیرا یہ سوال قبول کرتا ہوں۔ پھر اپنا جبہ اتار کر اس کو دے دیا۔ اگرچہ وہ حضور ﷺ کو بہت پسند تھا۔

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ جب غزوہ حنین میں بے شمار اموال غنیمت مسلمانوں کے حصہ میں آئے تو حضور نے گائے بکریاں اونٹ ان لوگوں میں بے محابہ تقسیم فرمادیئے یہاں تک کہ ہر چیز ختم ہو گئی۔

امام الانبیاء علیہ السلام کے جو دو کرم اور فیض و عطا کے پیش نظر شہرت یا نیک نامی نہیں ہوا کرتی تھی بلکہ حضور ﷺ کی یہ ساری ادائیں محض رضائے الہی کیلئے ہوا کرتی تھیں۔ حضور ﷺ کے فیض و عطا کا ایک انداز نہ تھا بلکہ متعدد انداز تھے۔ کبھی حضور ﷺ سارا مال فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیا کرتے۔ کبھی مجاہدین فی سبیل اللہ کو جنگی ساز و سامان مہیا کرنے کیلئے خرچ کرتے۔ کبھی ان لوگوں کی تالیف قلب کیلئے خرچ کرتے جن کے اسلام قبول کرنے سے اسلام کو تقویت پہنچنے کی توقع ہوتی اور کبھی اپنی ذات اور اپنی اولاد کی ضرورتوں کو بھی پس پشت ڈال دیا کرتے۔ جو کچھ موجود ہو تا محتاجوں میں بانٹ دیا کرتے۔ حضور ﷺ کو خود اور اہل و عیال کو فقر و فاقہ کی طویل عرصہ تک مشقت برداشت کرنا پڑتی۔ کبھی کبھی ایک دو ماہ تک کاشانہ نبوت میں چولہے میں آگ نہ جلائی جاتی۔ حضور ﷺ کی جو دو عطا کی ایک اور ادائیگی ہی دلقریب ہے۔ ایک روز سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا حاضر خدمت ہوئیں اور اپنے رءوف و رحیم والد گرامی کے سامنے اپنے ہاتھ پیش کئے جن پر عیہم چکی چلانے سے گئے پڑے تھے۔ عرض کی گھر کے سارے کام یہاں تک کہ جھاڑو دینے کی خدمت بھی مجھے خود ادا کرنا پڑتی ہے۔ میں نے سنا ہے حضور ﷺ کے پاس چند جنگی قیدی آئے ہیں اگر ایک خادم مجھے عطا فرمائیں تو میری اس تکلیف میں تخفیف ہو جائے گی۔ اپنی جان سے عزیز تر صاحبزادی کی یہ درخواست سن کر اللہ کے پیارے محبوب نے فرمایا

لَا أُعْطِيكَ وَادْعُ أَهْلَ الصُّفَّةِ تَطْوِي بَطْنَهُمْ مِنَ الْجَوْعِ

آپ نے فرمایا اے فاطمہ! یہ ناممکن ہے کہ میں تمہیں خادم مہیا کروں اور اہل صفہ کو نظر انداز کر دوں کہ وہ خالی پیٹ پہلو بدلتے رہیں البتہ میں تمہیں ایک اور تحفہ دیتا ہوں ہر نماز کے بعد 33 بار سبحان اللہ 33 بار الحمد للہ 34 بار اللہ اکبر پڑھا کرو۔

سلطان الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو دو کرم کا اگر آپ نے اندازہ لگاتا ہو تو صرف اس مال غنیمت کا اندازہ لگائیے جو جنگ حنین کے بعد حضور ﷺ کے حصہ میں آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ

نے اموال غنیمت سے پانچواں حصہ اپنے رسول کے لئے مقرر فرمایا تھا اور حنین کے غزوہ کے بعد جو مال غنیمت مسلمانوں کو ہاتھ آیا تھا اس کا خمس جو حضور ﷺ کا حصہ تھا اس کی تفصیل یوں ہے۔

آٹھ ہزار بکریاں، چار ہزار آٹھ صد اونٹ۔ آٹھ ہزار اوقیہ چاندی۔ گیارہ سو جنگی قیدی۔ اسی ایک مال غنیمت سے جو خمس حضور ﷺ کے قبضہ میں آیا تھا اس کا آپ نے اندازہ لگایا۔ اس کے علاوہ بنی قریظہ، بنی نضیر کے اور دیگر غزوات میں جو اموال غنیمت مسلمانوں کو ملے تھے ان سب میں سے پانچواں حصہ حضور ﷺ کا حصہ تھا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے دل میں اگر دولت کی محبت ہوتی تو حضور ﷺ اس گراں بہا سرمایہ کو مزید کاروبار میں لگا کر بے شمار نفع حاصل کر سکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے حبیب نے انتہائی سادگی اور قناعت سے زندگی بسر فرمائی اور کئی بار فاقہ کشی تک نوبت پہنچتی۔ جب حضور ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو چند صاع جو کے عوض حضور ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی تھی۔ اس سے یہ بات آشکارا ہو جاتی ہے کہ جو دولت حضور ﷺ کے حصہ میں آتی تھی وہ سرکارِ دو عالم بڑی دریادلی سے ضرورت مندوں، فقیروں، یتیموں اور یتیموں پر خرچ کر دیا کرتے تھے۔ یہ ہے اللہ کے محبوب کا وہ جو دو کرم جس کی تمہیں کہیں مثال نہیں ملتی۔ (۱) حضور ﷺ کے اس جو دو کرم کا نتیجہ تھا کہ وہ لوگ جن کے دلوں میں حضور ﷺ کی عداوت کی آگ بھڑک رہی تھی وہ اس جو دو کرم کے باعث حضور کے متوالے بن گئے اور شیعہ رسالت پر پروانوں کی طرح سب کچھ لٹانے کیلئے بیقرار ہو گئے۔

حضور کی شان شجاعت

لفظ شجاعت کی تشریح کرتے ہوئے حضرت قاضی عیاض لکھتے ہیں۔

الشَّجَاعَةُ قُوَّةُ الْغَضَبِ وَالْثَبَاتُ دَاكِلُ الْعَقْلِ

”یعنی شجاعت قوتِ غضب کی ایک فضیلت ہے۔ جہاں یہ غضب عقل

کے ماتحت ہو اس کو شجاعت کہتے ہیں۔“

لغت عرب میں تین لفظ ہیں۔ تھور، جبن اور شجاعت۔

(۱) تھور۔ اس کو کہتے ہیں کہ سوچے سمجھے بغیر خطرات میں کود جانا۔ قوتِ غضب کا یہ وہ پہلو

ہے جس کو افراتفری ہے۔

(2) جس بزدلی۔ جہاں خطرات کا مقابلہ نہ دہری ہو اس وقت پسپائی اختیار کرنا جہنم کا دروازہ ہے۔

(3) شجاعہ عقل کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے خطرات کے سامنے سینہ سپار ہونا ہے۔

ہونا اس کو شجاعت کہا جاتا ہے اور یہی چیز محمو اور قابل تعریف ہے۔
 علماء اخلاق نے یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں ایک ایسی قوت ودیعت کی ہے جو
 ہونا خطرات کے وقت پیش قدمی پر جرات دلاتی ہے۔ ایسے موقع پر بسا اوقات جان
 بھی قربان کرنا پڑتی ہے لیکن اس قوت غصیہ کے باعث وہ جان قربان کرنے سے بھی باز
 نہیں آتا اور اس کے سامنے یہ جمد رہتا ہے۔

لَا يُغْنِي حَذَرُهُمْ قَدْ

”کوئی احتیاط انسان کو تقدیر کے فیصلہ سے بچا نہیں سکتی۔“

اس صفت کی تین حالتیں ہیں افراتفری۔ تفریط۔ اعتدال

شجاعت کا ہم معنی ایک غظ الجدة ہے اس کی تعریف قاضی عیاض نے اس جمد سے کی ہے۔

الْتَجِدَكَ نَفْسُ النَّفْسِ عِنْدَ اسْتِزَارِهَا إِلَى الْمَوْتِ

”جب نفس موت کی طرف پیش قدمی کر رہا ہو تو اسے کوئی خوف نہ ہو

اور بڑے اطمینان سے وہ موت کو گلے لگانے کیلئے تیار ہو۔“

آپ نے سیرت نبوی کا مطالعہ فرمایا ہے۔ میموں ایسے واقعات اور حالات رونما
 ہوئے جن کے سامنے بڑے بڑے بہادروں کا زہر و آب ہو جاتا ہے۔ ان کے ہوش و حواس
 از جات ہیں اور بجائے پیش قدمی کے وہ پسپائی پر مجبور ہو جاتے ہیں لیکن از حد خطرناک
 حالات میں بھی ہم نے سرور عالم ﷺ کو ہمیشہ مصائب کے مقابلہ میں سینہ سپر دیکھا ہے۔
 قلق یا اضطراب، خوف یا ڈر کا کہیں دور دور تک نشان نہیں ملا۔ سفر ہجرت جو خطرات سے
 لبریز ہے، غزوہ بدر جس میں دشمن کے لشکر جرار کے ساتھ مقابلہ کرنے کیلئے سلام کے
 پرچم کے نیچے ایک قبیل قعدا ہے، احد، جبکہ ایک موقع پر بڑے بڑے نامور جنگ آزمائوں
 کے قدم پھسل گئے اور انہوں نے راہ فرار اختیار کی، غزوہ خنین، جبکہ دشمن کی اچانک حیر
 فانی سے بڑے بڑے جوانمردوں کے حوصلے پست ہو گئے، ان تمام واقعات میں کہیں بھی نبی

کریم ﷺ کو پریشان و مضطرب نہیں دیکھا گیا۔ دشمن کے ہجوم کے سامنے، تیرہ دنوں کی بارش میں، تنگی تلواریں کے جھرمٹ میں، سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ و التحیات پر قسم کے خطرات سے بے نیاز ہو کر ثابت قدمی کا مظاہرہ فرماتے رہے، جنگِ حنین میں جب مجاہدین جان بچانے کیلئے اوھر اوھر ہو گئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام جس ٹپے پر سوار تھے اس دائرہ کا رہے تھے تاکہ دشمن کی طرف بڑھے اور نبی کریم ﷺ بندہ آؤست یہ حد تک فدا رہتے تھے۔

أَنَا الشَّيْءُ لَا كَذِبَ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

”میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ میں عرب سے ہوں۔ ہاشم کے رئیس اعظم عبدالمطلب کا فرزند ہوں۔“

خوف و ہراس کی اس کیفیت میں جب حضور ﷺ نے اپنے بھترے ہوئے ہاتھوں و لٹکارا تو اپنے آقا کی لٹکار سننے ہی وہ پروانوں کی طرح وڑتے چلے گئے اور ہارواں ہو کر حضور ﷺ کے آس پاس حلقہ باندھ کر دشمن کے سامنے ایک فولادی دیوار قائم کر دی۔ اس قسم کے متعدد سنگین واقعات آپ نے اپنے ہمتیوں کے جن سے حضور نبی کریم ﷺ کی شانِ شجاعت کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کو صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہی غصہ آتا تھا۔ جہاں کسی نے اللہ تعالیٰ کی حد کو توڑا یا اس کے کسی فرمان سے سرِ تابی کی تو حضور ﷺ کا غضب و جہاں دیدنی ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ بڑے اشتعال انگیز حالات میں بھی حضور ﷺ کو غصہ نہیں آتا تھا۔ ہفت روزہ عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے۔

مَا رَأَيْتُ أَشْجَعًا وَلَا أَمَجَدًا وَلَا أَجُودًا وَلَا أَرْضَى وَلَا أَفْضَلَ
مَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ (1)

”میں نے رسول کریم ﷺ سے زیادہ نہ کوئی شجاع دیکھا ہے نہ بہادر دیکھا ہے نہ غنی دیکھا ہے اور نہ جلد راضی ہونے والا اور نہ کسی کو کسی صفت میں بھی حضور ﷺ سے ہرگز دیکھا ہے۔“

سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اپنے آقا علیہ السلام کی شجاعت و بہادری کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”جب جنگ شدت اختیار کر لیتی تھی اور فرط غضب سے آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں تو ہم سرکارِ دو عالم ﷺ کے دامن میں آکر پناہ لیتے تھے۔ حضور ﷺ سب سے زیادہ دشمن کے قریب ہوتے تھے۔ میں نے حضور پر نور ﷺ کو معرکہ بدر میں دیکھا کہ حضور ﷺ دشمن کے سامنے چٹان بنے کھڑے ہیں اور ہم حضور ﷺ کے قرب میں پناہ لئے ہوئے ہیں۔ اس روز حضور ﷺ کی قوت و صولت بے مثال و بے نظیر تھی۔ ہم اسکو شجاع کہا کرتے جو حضور ﷺ کے قریب ہوا کرتا۔“ (1)

جتنے بہادر اور شجاع لوگ گزرے ہیں ان میں سے ہر ایک کا قدم کبھی نہ کبھی پھسلا ہے صرف حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات ہے جو ہر میدانِ جنگ میں ہر مشکل گھڑی میں، ہر قسم کے خطرناک حالات میں ثابت قدم رہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ حسین، بخئی اور زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات اچانک مدینہ طیبہ کے کسی سمت شوراٹھا، اہل مدینہ گھبرا کر اٹھے، جس طرف سے آواز آئی تھی اس طرف روانہ ہو گئے تاکہ معلوم کریں کہ یہ آواز کس کی ہے۔ جب اہل مدینہ اس آواز کی تحقیق کیلئے، کوئی پیادہ کوئی سوار، جارہے تھے وہ کیا دیکھتے ہیں کہ ان کا آقا و مولا محمد مصطفیٰ علیہ التوحید والسلام اس آواز کی تحقیق کے بعد مدینہ لوٹ رہے ہیں۔ حضور ابو طلحہ کے گھوڑے پر سوار تھے۔ اس کی پشت نگلی تھی اس پر کوئی زین نہیں تھی۔ نکوار حضور ﷺ کے گلے میں حائل تھی۔ حضور ﷺ نے ہمیں دیکھا تو فرمایا اے ترعا اے مت گھبراؤ مت گھبراؤ۔ میں ساری بات کی تحقیق کر کے آ رہا ہوں کوئی خطرے کی بات نہیں (2) ابو طلحہ کا گھوڑا اپنی سست رفتاری کی وجہ سے مشہور تھا حضور ﷺ کی سواری کی برکت سے اتنا تیز ہو گیا کہ کوئی گھوڑا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ سرورِ عالم ﷺ نے واپس آکر فرمایا، وَجَدْنَاهُ بَحْرًا ہم نے اس گھوڑے کو سمندر کی طرح پایا۔

حضرت عمران بن حصین کہتے ہیں جب کبھی کفار کے لشکر سے ہماری ٹکر ہوئی حضور ﷺ سب سے پہلے ان پر وار کیا کرتے تھے۔ (3)

غزوہ احد کے موقع پر کسی نے ابی بن خلف کو دیکھا۔ وہ پوچھ رہا تھا ایس محمد ﷺ کہاں ہیں۔ لاجوت ان نجا۔ اگر وہ آج صبح سلامت واپس چلے گئے تو میری بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ جس روز اس نے اپنے بیٹے عبداللہ کاندیہ ادا کر کے اسے رہا کر دیا تھا اس دن اس نے محبوب رب العالمین کو مخاطب کرتے ہوئے ہدیان سرائی کی۔ اس نے ڈیج ماری۔

عَبْدِي قَوْمٌ أَعْلَفُهَا كُلُّ يَوْمٍ فَخَطَا قَتْلُ ذُرِّيَةِ أَقْتَلَتْ عَلَيْهَا

اس احمق نے کہا ”میرے پاس بڑا طاقتور گھوڑا ہے۔ ہر روز میں اس کو سولہ رطل مکئی کا دانہ کھاتا ہوں۔ میں اس پر سوار ہو کر (معاذ اللہ) آپ کو قتل کروں گا۔“

اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول نے اس دشمن اسلام کو جواب دیا۔

تم میں یہ جرأت کہاں کہ میرا بل بھی بیکا کر سکو البتہ اس روز میں تمہیں موت کے گھاٹ اتاروں گا۔ انشاء اللہ۔

جب غزوہ احد میں معرکہ کارزار گرم ہوا تو ابی بن خلف اپنے گھوڑا دوڑا کر حضور ﷺ پر حملہ کرنے کے لئے بڑھا۔ صحابہ کرام اس کے آگے کھڑے ہو گئے اور گھوڑے کو روک لیا۔ جب نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو دیکھا کہ وہ اس کا راستہ روکے کھڑے ہیں تو حضور ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا۔

اے میرے صحابہ! ہٹ جاؤ اس کو میرے سامنے آنے دو۔

صحابہ کرام سامنے سے ہٹ گئے وہ گھوڑا دوڑاتا ہوا جب نزدیک آیا تو محبوب رب العالمین ﷺ نے حارث بن صمرہ سے چھوٹا نیزہ لیا اور اس پر بجلی کی سی سرعت سے حملہ کیا۔ وہ نیزہ اس کی گردن میں لگا وہ لڑکھڑایا اور گھوڑے کی پشت سے زمین پر گر گیا۔ پھر دوڑ کر لشکر قریش میں آگھسا اور شور مچا دیا قَتَلَنِي مُحَمَّدٌ۔ قَتَلَنِي مُحَمَّدٌ مجھے محمد نے قتل کر دیا۔ اس کے دوست اس کو تسلی دے رہے تھے کہ اے ابی! یہ بالکل معمولی زخم ہے تم نے یوں ہی شور مچا رکھا ہے۔ چند دنوں میں زخم بھر جائے گا اور تم تندرست ہو جاؤ گے۔

وہ بولا احمق! جو ضرب مجھے لگی ہے اگر وہ تمام لوگوں پر بانٹ دی جائے تو کوئی بھی اس سے جانبر نہ ہو سکے گا۔ کیا انہوں نے میرے بارے میں یہ نہیں کہا تھا۔ اَنَا أَقْتُلُكَ إِنْ شَاءَ

اللہ میں تم کو قتل کروں گا۔ بخدا اگر وہ مجھ پر نیچے کا وار کرنے کے بجائے تھوک بھی دیتے تب بھی وہ تھوک میرے لئے موت کا پیغام ہوتی کیونکہ اسے یقین تھا کہ زبان مسطفی سے جو نکلتا ہے وہ تقدیر بہر مہر ہے پوری ہو کر رہتی ہے۔

جب یہ لشکر کفار احد سے خانہ وخامر ہو کر مکہ کے لئے روانہ ہو کر اسرف کے مقام پر پہنچا تو ابی سہم توڑ دیا اس طرح سرکارِ دو عالم ﷺ کا فرمانِ ذی شان چرا ہوا۔ فَنُتِنَ لَنَبَا لَہِ مِیْرَہِ اللہ نے چاہا تو میں تجھے موت کے حادثات ماروں گا۔

حضور کی روحانی قوت کا اندازہ لگانا ہمارے لئے ممکن نہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو جو جسمانی طاقت و قوت ارزانی فرمائی تھی اس کو دیکھ کر بھی لوگ حیران و ششدر رہ جاتے تھے۔ غزوہ خندق میں جب مدینہ طیبہ کو مشرکین عرب کے لشکرِ جرار کی زد سے بچانے کے لئے خندق کھودنے کا منصوبہ طے پایا تو سارے صحابہ اپنے اپنے حصہ کی کھدائی میں مصروف ہو گئے اتفاق سے ایک جگہ ایک ایسی چٹان آئی جس کو توڑنے کیسے تمام مجاہدین اسلام نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ لیکن اس کو توڑنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ لاچار ہو کر محبوبِ رب العالمین ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے فرمایا یا رسول اللہ ایک ایسی چٹان حائل ہو گئی ہے کہ اگر اس کو یوں ہی رہنے دیتے ہیں تو خندق کھودنے کی ساری محنت رائیگاں جائے گی دشمن اس کو بل کے طور پر استعمال کر کے مدینہ طیبہ میں داخل ہو جائے گا۔

رحمتِ دو عالم ﷺ وہاں پہنچے جہاں وہ فوادِی چٹان تھی۔ حضور نے حضراتِ امیر المؤمنین علی مرتضیٰ سے ایک گینتی پکڑی اور اللہ کا نام لے کر اس چٹان پر ضرب لگائی اس ضرب سے اس کا تیسرا حصہ ٹوٹ کر پرے جا گرا۔ پھر دوسری مرتبہ اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر سے ضرب لگائی اس کا ایک اور تہائی حصہ ٹوٹ کر پرے جا گرا۔ تیسری مرتبہ اللہ کے محبوب نے اپنے خداوندِ قدوس کے نام کا نعرہ بلند کیا اور بقیہ تیسرا حصہ بھی ریزہ ریزہ ہو گیا۔

وہ چٹان جس پر سارے صحابہ جن میں حضرت علی مرتضیٰ جیسے خیرِ شہین پہلوان موجود تھے اس کو توڑنے سے قاصر رہے اس ذاتِ اقدس، اطہر نے جب اس پر اللہ کا نام لے کر ضرب لگائی تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔

رکانہ پہلوان کو چاروں شانے چٹانے کا واقعہ آپ ابھی ابھی پڑھ رہے ہیں یہ شخص دس پہلوانوں کا تنہا مقابلہ کیا کرتا تھا۔

ایک دفعہ اس کا بیٹا یزید بن رکانہ جس کے پاس تین صد بکریاں تھیں، حضورؐ خدمت میں حاضر ہوا کہنے لگا کیا آپ میرے ساتھ کشتی کریں گے؟ حضورؐ نے فرمایا: ہاں میں تمہیں گرا دوں تو تم مجھے کیا دو گے؟ اس نے کہا ایک سو بکری۔ حضورؐ نے اس سے ساتھ کشتی لڑی اس کو گرا دیا پھر اس نے کہا آپ دوسری مرتبہ میرے ساتھ کشتی کرنے کے لیے تیار ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا اگر دوسری بار گرا دوں تو کیا دو گے؟ تو اس نے کہا ایک سو بکری۔ پھر حضورؐ نے اس کو گرا دیا۔ تیسری بار پھر وہ عرض کرنے لگا ایک بار پھر۔ حضورؐ چہرہ چلیج قبول کیا اور کشتی ہوئی تو حضورؐ نے پھر اس کو زمین پر پٹختا دیا۔ جب تیسری مرتبہ وہ اسے خفت اٹھانا پڑی تو کہنے لگا آپ سے پہلے اس زمین پر کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جس نے میری پیٹھ لگائی ہو۔ میری نگاہوں میں آپ سے زیادہ مبغض کوئی نہیں تھا لیکن آج میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ

حضور اس کے سینے سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کو وہ تین صد بکریاں واپس لے لیں۔ عرب کا ایک اور پہلوان تھا جس کا نام ابوالاسود جمحی تھا۔ وہ بہت طاقتور تھا اس کی قوت کا اندازہ اس سے لگایا جاتا ہے کہ وہ گائے کی کھال پر کھڑا ہوتا اور دس آدمی اس چڑاے کو اس کے نیچے سے کھینچتے وہ چمڑا پارہ پارہ ہوتا لیکن اس کو جہنم نہ ہوتی تھی۔

ایسے پہلوان نے اللہ کے محبوب کو کشتی کی دعوت دی اور کہا اگر آپ نے مجھے گرا دیا تو میں حضورؐ پر ایمان لاؤں گا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کو ایک بار نہیں بار بار گرایا لیکن وہ ایمان نہ لایا۔

بدرا، احد اور حنین کے معرکوں میں بڑے بڑے ہوشربا حاکمات بھی رونما ہوئے لیکن سرکارِ دو عالم ﷺ بڑی جرات و حوصلہ کے ساتھ دشمن پر حملہ آور ہوتے رہے اور کبھی سر مو پیچھے ہٹنے کا نام نہیں لیا۔ ہر بہادر اور شجاع کے ہارے میں یہ ثابت ہے کہ کبھی نہ کبھی اس نے پسپائی اختیار کی لیکن ایک اللہ تعالیٰ کے محبوب کی ذات ستودہ صفات ہے جس کے دامن پر پسپائی کا کوئی داغ نہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، حضرت براء سے روایت کرتے ہیں کہ نبی قیس کے ایک آدمی نے

ان سے پوچھا۔

اَقْدَرْتُمْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ يَوْمَ حُنَيْنٍ

کہ کیا معرکہ حنین کے روز آپ لوگ حضور کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔

حضرت براء نے جواب دیا لیکن اللہ کے رسول ﷺ اپنی جگہ پر ثابت قدم رہے، حضور ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹے۔ پھر حضرت براء نے اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا کہ بنو ہوازن بلا کے تیر انداز تھے ان کا تیر نشانہ سے خطا نہیں ہوا کرتا تھا۔ حنین کے معرکہ میں پہلے ہم نے ان پر حملہ کیا اور وہ فرار ہو گئے۔ جب دشمن بھاگ گیا اور میدان خالی ہو گیا تو ہم اموال غنیمت کو جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔ جب بنی ہوازن نے ہمیں اموال غنیمت جمع کرنے میں مصروف پایا تو وہ پلٹ آئے اور انہوں نے ہم پر تیروں کی موسلا دھار بارش کر دی۔ اس مشکل وقت میں بھی میں نے دیکھا کہ سرکارِ دو عالم اپنے سفید خچر پر سوار ہیں اور ابوسفیان بن حارث نے اس کی لگام پکڑی ہوئی ہے اور حضور بڑی جرأت سے یہ اعلان کر رہے ہیں۔

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

لوگو! میں لو میں اللہ کا نبی ہوں۔ اس میں کوئی جھوٹ نہیں اور بنو ہاشم کے سردار عبدالمطلب کا فرزند ہوں۔

اس خطرناک موقع پر حضور کا اپنے خچر پر سوار رہنا اور سر مودائیں بائیں نہ ہونا یہ حضور کی بے مثال شجاعت کی روشن دلیل ہے۔ جنگ کے موقع پر عام طور پر جنگجو تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں تاکہ کروفر اور دشمن پر حملہ کرنے میں آسانی ہو لیکن خچر میں گھوڑے کی تیز رفتاری کہاں پائی جاتی ہے۔ حضور کا اس سست رفتار جانور پر سوار ہو کر ڈٹے رہنا اور پھر اپنے بارے میں یہ اعلان کرنا کہ میں وہ نبی مکرم ہوں جس کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے تم سب آئے ہو۔ ایسے مواقع پر عام طور پر دشمن سے اپنے آپ کو پوشیدہ رکھا جاتا ہے لیکن حضور بلند آواز سے اعلان فرما رہے ہیں تاکہ اگر کسی کو حضور کی یہاں موجودگی کا علم نہیں تو اب اسے معلوم ہو جائے۔

حضور کی شرم و حیا اور چشم پوشی

اعباء قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ حیا کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

الْحَيَاءُ رِقَّةٌ تَعْتَرِي وَجْهَ الْإِنْسَانِ عِنْدَ فِعْلِ مَا يَتَوَقَّعُ
كَرَاهَةً۔

(1)

”جب انسان سے کوئی ناپسندیدہ فعل صادر ہوتا ہے تو اس کے اثرات

چہرے پر نمایاں ہو جاتے ہیں۔ اس کیفیت کو حیا کہا جاتا ہے۔“

الاعضاء: چشم پوشی کرنا

التَّغَافُلُ عَمَّا يَكْرَهُ الْإِنْسَانُ بِطَبِيعَتِهِ

”کسی انسان کو کوئی ناپسندیدہ حرکت کرتے ہوئے دیکھ کر اس سے زبرد
تغافل آنکھیں پھیر لینا۔“

شرم و حیا میں اور پردہ پوشی میں حضور کریم ﷺ تمام انسانوں سے ارفع و اعلیٰ تھے۔ کسی
شخص کو اگر کوئی ناپسندیدہ حرکت کرتے دیکھتے تو اس کی طرف سے زبرد تغافل نہ نکھیں
پھیر دیتے۔

ابوسعید خدری سے یہ روایت منقول ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَدَّ حَيَاءً مِنْ
الْعَذْرَاءِ فِي خَدْرِهَا۔ وَكَانَ إِذَا كَرِهَ شَيْئًا عَرَفْنَاكَ فِي
وَجْهِهِ۔

”رسول اللہ ﷺ ایک پردہ نشین کنواری سے بھی زیادہ حیا دار اور

شرمیلے تھے۔ جب کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو (زبان سے کچھ نہ فرماتے)

اس کے آثار رخ انور پر نمایاں ہو جاتے تھے۔“

حضرت عائشہ صدیقہ ارشاد فرماتی ہیں۔

جب کسی شخص کے بارے میں بارگاہ رسالت میں کوئی شکایت کی جاتی تو حضور ﷺ

اس کا علیحدہ ذکر کر کے اس کو شرمندہ نہ کرتے بلکہ یوں فرماتے وگوں کو سیا ہو گیا ہے کہ وہ

ایسا کرتے ہیں۔

علامہ زینی و حلان نے حیاء کی تشریح ان الفاظ سے کی ہے۔

وَفِي الشَّرْعِ، الْحَيَاءُ، خُلُقٌ يَبْعَثُ عَلَى اجْتِنَابِ الْقَبِيحِ وَ

يَمْنَعُ مِنَ التَّقْصِيرِ فِي حَقِّ ذِي الْحَقِّ - (1)

”شریعت میں حیاء اس خلق کو کہتے ہیں جو انسان کو کسی قبیح چیز سے

اجتناب کرنے پر ابھیختہ کرتا ہے اور کسی حق دار کے حق کی ادائیگی میں

کمی کو گوارا نہیں کرتا۔“

ایک حدیث پاک میں ہے۔

الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ - وَالْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلَّهُ

”حیاء ایمان کا حصہ ہے اور حیاء تمامہ خیر ہی خیر ہے۔“

دوسری حدیث شریف میں ہے۔

إِذَا لَمْ تَسْتَحْيَ فَأَصْنَعْ مَا شِئْتُمْ

”جب تم حیاء کی چادر اتار کر پھینک دو تو پھر جو چاہو کرتے رہو، تمہارا

ضمیر کسی حیا سوز حرکت پر تمہیں ملامت نہیں کرے گا۔“

حیاء کی کئی قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک قسم کو حیاء بندگی کہتے ہیں۔ کہ بندہ اپنے خالق

کی حکم عدولی کی جسارت نہیں کرتا۔ جب اسے یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ بندہ ہے اور یہ فرمان

اس کے پروردگار نے اسے دیا ہے تو پھر اس میں یہ ہمت نہیں ہوتی کہ وہ حکم عدولی کر سکے۔

دوسری قسم اپنی ذات سے حیا کرتا ہے۔ یہ ان لوگوں کا شیوہ ہے جو شریف اور کریم

انفس ہوتے ہیں انہیں اس بات سے شرم آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوتے ہوئے اس کے

کسی حکم سے سرتابی کریں یا اس کے بندوں سے کسی بندے کی حق تلفی یا دل آزاری کریں۔

اس حیاء کے باعث وہ اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرمانبردار ہوتے ہیں اور عالم انسانیت کیلئے ان کا

وجود سراپا خیر و برکت ہوتا ہے۔

اور حیاء کا اکمل ترین درجہ یہ ہے، کہ وہ اپنے مالک و خالق سے شرم و حیا کرے اور اس حیاء کی

تشریح یوں کی گئی ہے۔

وَهُوَ أَنْ لَا يَرَاكَ حَيْثُ نَهَاكَ وَلَا يَفْقِدَكَ حَيْثُ أَمَرَكَ (1)
 "یعنی وہ تمہیں اسکی جگہ موجود نہ پائے جہاں قدم رکھنے سے اس نے
 تمہیں منع کیا ہے اور وہاں تمہیں غیر حاضر نہ پائے جہاں حاضر ہونے کا
 اس نے تمہیں ارشاد فرمایا ہے۔"

كَانَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَشَافُهُ أَحَدٌ إِلَّا يَكْرَهُهُ
 حَيَاءً وَكَرَمًا نَفْسٍ -

(2)

"سرکارِ دو عالم ﷺ اپنے طبعی شرم و حیا اور کریم انفسی سے باعث کی
 کے منہ پر اسکی بات نہ کہتے جس کو وہ ناپسند کرتا۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سرورِ عام کی صفت دیا، ان غیر کرتے ہوئے یوں فرمادیں
 کرتیں۔

لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاحِشًا مُتَفَحِّشًا وَلَا
 مَخَابِيًا وَلَا سَوَاقٍ - وَلَا يَجْزِي بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةُ - لَكِنْ
 يَعْفُو وَيَصْفَحُ -

(3)

"نبی کریم ﷺ کوئی فحش بات یا زبان پر نہ آتے تھے۔ ورنہ باز روں
 میں شور مچاتے تھے۔ حضور ﷺ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے
 تھے۔ بلکہ غفور و درگزر سے کام لیتے تھے۔"

حضور کریم کی تواضع

تواضع کی تشریح کرتے ہوئے علامہ الصامی الشافعی رقمطراز ہیں۔

التَّوَاضُّعُ : مَصْدَرُ تَوَاضَعٍ هُوَ هَضْمُ النَّفْسِ مِنَ الْمَلَكَاتِ
 الْمَرْصِيَّةِ الْمُورِثَةِ لِلْمَحَبَّةِ مِنَ اللَّهِ وَهِيَ خَلْقُهُ

"تواضع بابِ تَعَاوُلٍ کا مصدر ہے۔ اس کا معنی ہے عجز و انکسار اور یہ ان
 خصائلِ حمیدہ میں سے ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی اس کے

1۔ زین الدین، "اسیرِ اللہ"، جلد 3، صفحہ 254

2۔ الشفاء، جلد 1، صفحہ 153

3۔ شامل ترمذی، صفحہ 68

موصوف سے محبت فرماتا ہے اور اس کے بندے بھی اس سے پیار کرتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم کو جن اعلیٰ و ارفع مقامات پر فائز کیا وہ کسی پر مخفی نہیں۔ بارگاہ رب العزت میں اتنا بلند مرتبہ پالینے کے باوجود حضور ﷺ میں غرور اور تکبر کا شائبہ تک نہ تھا۔ بلکہ حضور ﷺ اپنے قول و فعل میں ہمیشہ عجز و انکسار کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ ابو نعیم، ابن عساکر نے متعدد طرق سے حضرت ابن عباس سے یہ روایت نقل کی ہے اور ابن سعد نے حضرت عائشہ سے اور ابو نعیم نے حضرت ابن عمر سے مرفوعاً نقل کی ہے۔ ایک روز سرور عالم ﷺ تشریف فرما تھے۔ خدمت اقدس میں حضرت جبرائیل امین حاضر تھے کہ اچانک آسمان ایک کنارے سے پھٹا۔ اچانک ایک فرشتہ کو دیکھا کہ وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہے۔ وہ حضرت اسرافیل تھے جو اس سے پہلے کبھی کسی نبی پر نازل ہوئے اور نہ آج کے بعد کبھی وہ آسمان سے اتریں گے۔ انہوں نے عرض کیا۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ رَبَّكَ يُعِيدُكَ السَّلَامَ۔ اِنَّ رَسُوْلَ رَبِّكَ اِلَيْكَ اَمَرَنِي اَنْ اُخْبِرَكَ اِنْ شِئْتَ نَبِيًّا عَبْدًا قُلْتُ شِئْتَ نَبِيًّا مَلِكًا۔ فَنَظَرْتُ اِلَى جِبْرِئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَاَنَّ شَيْئًا فَاَشَارَ اِلَى جِبْرِئِلَ يَمِيْنِهِ اَنْ تَوَاضَعُ فَقُلْتُ بَلْ نَبِيًّا عَبْدًا۔ يَا عَائِشَةُ لَوْ كُنْتُ نَبِيًّا مَلِكًا لَّمْ شِئْتُ لَصَارْتُ مَعِيَ الْجِبَالُ ذَهَبًا۔

(1)

”یا رسول اللہ! آپ پر سلام ہو اور آپ کا پروردگار بھی آپ کو سلام فرماتا ہے۔ میں آپ کے رب کی طرف سے آپ کی خدمت میں بحیثیت قاصد حاضر ہوا ہوں۔ میرے اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو اختیار دوں چاہے تو آپ ایسے نبی بنیں جو عہد ہے اور چاہے تو آپ ایسے نبی بنیں جو بادشاہ ہے۔ جبرائیل پہلے ہی حاضر خدمت تھے۔ حضور ﷺ نے مشورہ طلب کرتے ہوئے ان کی طرف نگاہ فرمائی۔ انہوں نے تواضع اختیار کرنے کے بارے میں عرض کی۔ حضور ﷺ

نے حضرت اسرافیل کو فرمایا میں اللہ کے عہد میں ایسا نبی بنا چاہتا ہوں جو اپنے خالق و مالک کا بندہ ہو۔ اور اسے عائنہ اگر میں ایسا نبی بنا پسند کرتا جو بادشاہ ہو تو یہ پہاڑ سونابن کر میرے ہمراہ ہوتے۔“

نبی کریم ﷺ میں کوئی اسکی خونہ تھی جو مشکبہوں اور مغروروں کا شیوہ ہو کرتی ہے۔ جو شخص بھی حضور ﷺ کی دعوت کرتا وہ سرخ رنگ کا ہو یا سیاہ، حضور ﷺ اس کی دعوت قبول فرماتے۔ زمین پر گری ہوئی کھجور پاتے تو اسے اٹھالیتے۔ حضور ﷺ سے گدھے پر سواری کرنے کو عار محسوس نہ کرتے جس کی پیٹھ پر کوئی پہر نہ ڈالایا ہو۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں ایک روز سرور عالم اپنے کاشانہ القدس سے باہر تشریف لائے۔ گدھے پر جو عبا ڈالی تھی اس کے دونوں طرفوں کو رو دی ہوئی تھی۔ ایک اعلیٰ حاضر ہوا، عرض کی یا رسول اللہ! حضور ﷺ نے ایسی عبا کیوں پہنی ہوئی ہے؟ فرمایا: وَيَحْيَا لِيَقِي لَيْسَتْ هَذَا إِلَّا قَمْعٌ يَدُ الْكَبِيرِ (1) میں نے اس لئے یہ معمولی قبا پہنی ہے تاکہ میں کبر و نخوت کی بیخ کنی کر سکوں۔

حجۃ الوداع کے موقع پر جبکہ جزیرہ عرب کے دور دراز گوشوں سے شیعہ جمال محمدی کے پروانے اپنے آقا کی زیارت اور حضور ﷺ کی قیادت میں حج ادا کرنے جمع ہوئے تھے۔ اس وقت حضور ﷺ جس اونٹ پر سوار تھے اس کا جو کبوتر تھا وہ پرانا اور بوسیدہ تھا۔ اور جو چادر اس پر ڈالی ہوئی تھی اس کی قیمت صرف چار درہم تھی۔ اس بجز و انحصار کے ساتھ حضور سرابا بجز و نیاز بن کر اپنے مول کریم کی بارگاہ میں عرض کر رہے تھے۔

اللَّهُمَّ حُجَّةً مَبْرُورَةً لَا رِيَاءَ وَلَا سُمْعَةً (2)

”اے اللہ اس حج کو حج مبرور بنا جس میں کوئی ریاکاری اور شہرت کی خواہش نہ ہو۔“

ابن سعد حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام گدھے پر سوار ہوتے تھے اپنے پیچھے کسی اپنے خادم کو بھی بٹھا لیتے۔ اور اگر کوئی غلام بھی حضور ﷺ کی دعوت کرتا تو اس کی دعوت قبول فرماتے۔

امام بخاری بزاز سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے غزوہ خندق کے وقت اللہ کے پیارے رسول سرکار دو عالم ﷺ کو دیکھا کہ حضور ﷺ خندق کھودتے اور اس کی مٹی کو اٹھا اٹھا کر باہر پھینکتے تھے۔ اس مٹی کے گرنے سے سارا شتم مبارک گرد آلود ہو گیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کثرت سے ذکر اہی کرتے تھے اور فضول باتوں میں وقت ضائع نہیں کرتے تھے۔ حضور ﷺ کی نماز لمبی ہوتی تھی اور خطبہ مختصر۔ اگر کسی بیوہ مسکین کے ساتھ ان کے کسی کام کیلئے جانا پڑتا تو حضور ﷺ اس سے نفرت نہ کرتے بلکہ ان کے کام کیلئے ان کے ساتھ تشریف لے جاتے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور سرور عالم ﷺ کو نکمہ لگا کر کھانا تناول کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا اور نہ حضور ﷺ سب سے آگے چلا کرتے۔

حضور ﷺ کی شان تواضع کو بیان کرتے ہوئے حضرت انس فرماتے ہیں۔

سرکار دو عالم ﷺ زمین پر بیٹھ جایا کرتے۔ اس پر کھانا تناول فرماتے۔ بکری کی نانگیں باندھ کر اس کو دو جتے۔ اگر کوئی غلام دعوت کیلئے عرض کرتا تو حضور ﷺ قبول فرماتے۔ سرور انبیاء کے معمولات میں سے تھا کہ حضور ﷺ گدھے پر سواری فرماتے، مریض کی عیادت کرتے، جنازہ میں شمولیت فرماتے اور اگر کوئی غلام دعوت دیتا تو قبول فرماتے۔ جس روز یہودیوں کے قبیلے بنو قریظہ پر حملہ کیا گیا اس وقت حضور ایسے گدھے پر سوار تھے جس کے منہ میں ایسی لگام تھی جو کھجوروں کے پتوں کو بٹ کر بنائی گئی تھی اور اس کے اوپر جو خوگیر تھا وہ بھی کھجور کے پتوں سے بنایا گیا تھا۔ حضرت ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے امام بیہقی نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کا معمول مبارک تھا کہ جب کوئی آدمی ملاقات کرتا تو سب سے پہلے حضور ﷺ اسے سلام فرماتے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَاللّٰهُ مَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُغْلِقُ
دُونَهُ الْاَبْوَابَ وَلَا يَكُونُ دُونَهُ الْحِجَابُ. مَنْ اَرَادَ اَنْ
يَلْقَى نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَائِهِ كَانَ يَجْلِسُ

عَلَى الْأَرْضِ وَيُطْعَمُ وَيَلْبَسُ الْعَلِيظُ وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ
وَيُرَدِّفُ خَلْفَهُ وَيَلْعَقُ يَدَهُ -

(1)

”نبی کریم ﷺ جس حجرہ میں تشریف فرما ہوتے اس کا دروازہ بند نہ کیا جاتا اور نہ دربان مقرر کئے جاتے جو دو گول کو آگے بڑھنے سے روکیں۔ جو شخص حضور ﷺ سے ملاقات کا ارادہ کرتا حضور ﷺ اس سے ملاقات کرتے۔ حضور ﷺ زمین پر بھی بیٹھ جاتے سادہ کھانا کھاتے، کمر درالہاس پہنتے، گدھے پر سواری کرتے، اپنے پیچھے کسی خادم کو بٹھاتے اور اپنے ہاتھ مبارک کو چاٹتے۔“

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ایک شخص سے رسول اللہ ﷺ نے ”فَتَلَوْا فَرَمَانِي تَوْهُ خَوْفَ رَبِّهِ هَانِئًا - رَكَارًا“ عالم ﷺ نے اسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔

هَوْنٌ عَلَيْكَ فَإِنِّي لَسْتُ بِمَدِيدٍ إِنَّمَا أَتَى ابْنُ أُمِّرَاءٍ مِّنْ
قُرَيْشٍ كَانَتْ تَأْكُلُ الْعِدَّةَ

(2)

”گھبراؤ نہیں، اطمینان کرو، میں بادشاہ نہیں ہوں، میں توقیش کی اس خاتون کا بیٹا ہوں جو دھوپ میں سکھایا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی۔“

حضرت عبداللہ بن بسر روایت کرتے ہیں۔

ایک روز بارگاہ رسالت میں ایک بھنی ہوئی بھری پیش کی گئی۔ حضور ﷺ نے کھنوں کے بل بیٹھ کر تناول فرمانے لگے۔ ایک اعرابی نے عرض کی یا رسول اللہ یہ کیا طریقہ ہے۔ اس سرپاہرمت والفت نبی نے فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَنِي عَبْدًا كَرِيمًا ذَلِكُمْ يَجْعَلُنِي جَبَّارًا
عَيْنِيًّا -

(3)

”اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا کریم النفس بندہ بنایا ہے مجھے صاحب جبروت اور سرکش نہیں بنایا۔“

ابو بکر اشفعی اور ابو نعیم حضرت انس سے روایت کرتے ہیں۔

ایک روز سرور عالم ﷺ اپنے بہت سے عقیدت مندوں کی معیت میں ایک راستہ میں تشریف لے جا رہے تھے۔ سامنے سے ایک خاتون آگئی۔ عرض کی اے اللہ کے پیارے رسول! میں ایک ضرورت کیلئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے بادشاہ! اس گلی میں جس جگہ تم چاہو بیٹھو میں تیرے پاس بیٹھوں گا۔ چنانچہ وہ ایک جگہ بیٹھ گئی۔ حضور ﷺ بھی بیٹھ گئے اور اس وقت تک بیٹھے رہے جب تک وہ خاتون اپنی عرضداشت پیش کرنے سے فارغ نہ ہوئی۔

عدی بن حاتم سے امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ وہ ایک دن بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ کیا دیکھا کہ ایک خاتون اپنے چھوٹے بچوں کے ساتھ حضور ﷺ کے بالکل نزدیک بیٹھی ہے اور اپنی معروضات پیش کر رہی ہے۔ عدی کہتے ہیں یہ منظر دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ حضور ﷺ کسری و قیصر کی طرح بادشاہ نہیں بلکہ اللہ کے نبی ہیں۔

ابو بکر بن ابی شیبہ، حضرت انس سے روایت کرتے ہیں۔

مدینہ طیبہ کی کمسن بچیاں اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہوتیں۔ اگر کسی بچی کو کوئی کام ہوتا تو وہ اپنے آقا کا دست مبارک پکڑ کر آپ کو اپنے ساتھ لے جاتی اور حضور ﷺ اپنا دست مبارک اس کے ہاتھ سے کھینچتے نہیں تھے جب تک اس کا مقصد پورا نہ ہوتا۔

حضرت ابو امامہ روایت کرتے ہیں۔

ایک مفلوک الحال مسکینہ بیمار ہو گئی۔ بارگاہ رسالت میں عرض کیا گیا کہ حضور ﷺ کی فداں خادمہ بیمار ہے۔ حضور ﷺ اس کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ حضور ﷺ کا یہ معمول تھا کہ وہ فقراء و مسکین کی عیادت فرمایا کرتے اور ان کا حال دریافت کرتے۔

ایک روز حضرت معاذ بن جبل ایک بکری کی کھال اتار رہے تھے۔ حضور ﷺ پاس سے گزرے۔ دیکھا کہ اسے کھال اتارنے کا ڈھنگ نہیں آتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے معاذ! ہٹ جاؤ میں تمہیں دکھاتا ہوں کہ کھال کیسے اتاری جاتی ہے۔ سرور عالم ﷺ نے اس بکری کی کھال اتار کر دکھائی پھر فرمایا باعلامہ حکم و مسجع اے نوجوان اس طرح کھال اتار کر۔

سرور کائنات ﷺ فتح مکہ کے دن جب فاتحانہ جاہ و جلال سے مکہ میں داخل ہوئے تو

سرور عالم ﷺ نے اپنی گردن جھکائی ہوئی تھی، حضور ﷺ کی ریش مبارک پاؤں کے سامنے والی لکڑیوں کو چھو رہی تھی اور چشم ہائے مبارک سے ازراہ تواضع شکر رواں تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے سر تاج کے معمولات کے بارے میں رشتہ فہمی ہیں۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْبِطُ تَوْبَةً وَيَحْصِفُ
لَعْلَهُ دَيْرَقَمٌ دَلْوَةٌ وَيَغْلِي تَوْبَةً وَيَغْلِبُ شَاتَةً وَيَخْدِمُ
نَفْسَهُ.

”میری سرکار اپنے پارچے کو خود سیا کرتے، جوتے کو خود گانٹتے تھے، اپنے ذول کو بھی درست کرتے تھے، اپنی بکری کا خود دودھ دوہتے تھے اور اپنی خدمت خود کیا کرتے تھے۔“

حضرت عائشہ صدیقہ اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن اخلاق و تواضع کی ایک جھلک دکھاتی ہیں جو شخص بھی حضور ﷺ کو پکارتا، وہ صحابہ سے ہو یا اہل خانہ سے کوئی بھی ہو، حضور ﷺ اس کے جواب میں ہمیشہ سنت (میں حاضر ہوں) فرماتے۔ حضرت عائشہ سے جب حضور ﷺ کی خانگی مصروفیت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔

كَانَ الْاَيْنَ النَّاسِ بِشَا مَا ضَعَا كَالْمُرْقَطِ مَا دَارِجِدِيهِ
بَيْنَ اَصْحَابِهِ.

(1)

”حضور ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ نرم خو تھے۔ ہر وقت مسکراتے اور ہنستے رہتے۔ کسی نے حضور ﷺ کو کبھی اپنے صحابہ کی محفل میں پاؤں پھیلانے ہوئے نہیں دیکھا۔“

امام احمد بن حنبل سے مروی ہے کہ سرور عالم ﷺ جب گھر تشریف لاتے تو بیکار نہ رہتے۔ اگر کوئی کپڑا پہنا ہوتا تو اسے سیتے، اپنے جوتے کی مرمت فرماتے، کنوئیں سے ڈول نکالتے اور اس کی مرمت کرتے۔ اپنی بکری کا خود دودھ دیتے، اپنے ذاتی کام خود انجام دیتے، کبھی کبھی کاشانہ اقدس کی صفائی بھی فرمادیتے اپنے دنٹ کے گھٹنے باندھتے۔ اپنی وٹنی کو چارہ

ڈالتے۔ خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے۔ حضرت عائشہ کے ساتھ آنا گوندھتے بازار سے اپنا سودا سلف خود اٹھا لاتے۔

یہ سارے کام اس لئے کرتے تاکہ اپنے صحابہ کو تواضع و انکسار کا طریقہ سکھائیں اور تکبر و غرور سے باز رہنے کی عملی تلقین کریں۔

حضور نبی کریم ﷺ جب سفر سے مدینہ طیبہ واپس تشریف لاتے تو مدینہ کے بچے حضور ﷺ کے استقبال کیلئے دوڑ کر آتے۔ حضور ﷺ ان کو اپنے ساتھ سوار کر لیتے۔ اگر کچھ بچے رہ جاتے تو صحابہ کرام کو حکم دیتے کہ ان کو اپنے ساتھ سوار کریں۔

سرکارِ دو عالم ﷺ نے جب بنی قریظہ اور بنی نضیر کے قلعوں پر حملہ کیا تو اس وقت حضور ﷺ کسی عربی گھوڑے پر سوار نہیں تھے بلکہ ایک گدھے پر سوار تھے اور اس کے منہ میں جو لگام تھی وہ کھجور کے پتوں سے بٹ کر بنائی گئی تھی اور اس کی پشت پر کھجور کے پتوں کی بنی ہوئی چٹائی تھی۔ وہ ذاتِ پاک کہ زمین و آسمان اور پہاڑ جس کے ادنیٰ اشارے کے منتظر رہتے ہوں اس کے تواضع و انکساری کی یہ شانیں درحقیقت فخر کائنات ﷺ کی حقیقی عظمتوں اور عچی رفعتوں کی شاہدِ عدل ہیں۔

حضور ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ خوش طبعی بھی فرمایا کرتے۔ ان کے ساتھ میل جول کرتے۔ ان سے بلا تکلف گفتگو فرماتے۔ ان کے بچوں سے بھی کھیلتے ان کو اپنی گود میں بٹھاتے۔ مدینہ طیبہ کے دور دراز محلوں میں اگر کوئی صحابی بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کیلئے تشریف لے جاتے۔ اگر کسی شخص سے کوئی قصور سرزد ہوتا اور وہ معافی طلب کرتا تو حضور ﷺ اسے معاف فرما دیتے۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص حضور ﷺ سے سرگوشی کرتا تو حضور ﷺ اپنا کان مبارک اس سے نہ بٹاتے جب تک وہ سرگوشی سے فارغ نہ ہو جاتا۔ جب کوئی آپ کا دست مبارک پکڑتا، جب تک وہ دست مبارک کو پکڑے رہتا حضور ﷺ خود اپنے دستِ اقدس کو نہ کھینچتے۔ اپنی مجلس میں بیٹھنے والوں سے اپنے گھٹنوں کو آگے نہ کرتے۔ جو حضور ﷺ سے شرفِ ملاقات حاصل کرتا حضور ﷺ اسے سلام کہنے میں پہل فرماتے اور اپنے صحابہ کے ساتھ مصافحہ کرتے۔ حضور ﷺ اپنے ملاقاتیوں کی عزت افزائی کیا کرتے۔ بس اوقات اپنی چادر مبارک ان کیلئے بچھاتے اور اس کے اوپر بیٹھنے پر اصرار کرتے۔

اور اگر تکلیف ہو تا تو اپنے مہمان کو پیش کرتے اور اسے مجبور کرتے کہ وہ اس پر بیٹھے۔ اپنے صحابہ کو کنیت سے جلاتے تاکہ ان کی عزت افزائی ہو۔ اگر کسی صحابی کے متعدد نام ہوتے تو اس نام سے اسے یاد کرتے جو اسے زیادہ پسندیدہ ہوتا۔ اگر کوئی شخص گفتگو کر رہا ہو تا تو قطع کلام نہ کرتے۔ حضور ﷺ اگر نماز میں مصروف ہوتے تو کوئی شخص ملاقات کیلئے حاضر ہوتا تو حضور ﷺ اپنی نماز کو مختصر کر دیتے اور اس سے اذراہ لطف دریافت کرتے کہ وہ کیوں آیا ہے۔ جب اس کی حاجت براری سے فارغ ہوتے تو دوبارہ نماز پڑھتے۔

عبداللہ بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے اپنے سقا علیہ السلام سے زیادہ کسی کو مستورات نہیں دیکھا۔ امام مسلم حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ طیبہ کے خدام صبح سویرے اپنے پانی سے بھرے برتن لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے اور سرور عالم ﷺ اپنا دست مبارک اس برتن میں ڈالتے، خواہ پانی کتنا ٹھنڈا اور موسم کتنا خشک ہوتا۔ وہ حضور ﷺ کے دست مبارک کے لمس سے اس پانی کو متبرک بنانے کیلئے حاضر ہوتے۔ سرکار دو عالم ﷺ کے حسن اخلاق کی تشریح کرتے ہوئے علامہ قاضی عیاض رقمطراز ہیں۔

رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے دلوں میں باہمی الفت و محبت پیدا کرنے کی کوشش فرماتے اور ایک دوسرے سے متنفر نہیں کیا کرتے تھے۔ اگر کسی قبیلہ کا سرور حاضر ہوتا تو حضور ﷺ اس کی تکریم فرماتے اور اسی کو اس قبیلہ کا رئیس بناتے۔ اپنے تمام ہم نشینوں کے ساتھ برابر کا سلوک کرتے۔ حضور ﷺ کے پاس بیٹھنے وال کوئی شخص بھی یہ گمان نہ کرتا کہ فلاں آدمی مجھ سے زیادہ حضور ﷺ کی نگاہوں میں معزز ہے۔ کوئی شخص اگر کسی ضرورت کیلئے حاضر ہوتا اور حاضرین کے ہجوم میں قریب ہونے کی کوشش کرتا تو حضور ﷺ اس کو اپنے قریب کرتے اور صبر و تحمل سے اس کی داستان سنتے۔ یہاں تک کہ وہ خود واپس چلا جاتا۔ اگر کوئی شخص حضور ﷺ سے کوئی حاجت طلب کرتا تو حضور ﷺ اسے خالی واپس نہ بھیجتے۔ اگر اس کی حاجت براری ممکن نہ ہوتی تو اس کے ساتھ حضور ﷺ بڑے پیر سے گفتگو فرماتے یہاں تک کہ وہ خوش و خرم واپس ہوتا۔

ان خوبیوں اور کمالات کے باعث حضور ﷺ کو سب مسلمان اپنا باپ سمجھتے تھے۔ جس طرح ہر بچے کا اپنے باپ پر حق ہوتا ہے اسی طرح حضور ﷺ کے سب صحابہ اپنے آقا کی

نگاہوں میں برابر ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم کی اس ادائے دلنوازی کو اس آیت کریمہ میں بڑے پیارے انداز میں بیان فرمایا ہے۔

فِيمَا رَحِمَهُ مِنَ اللَّهِ لِمَنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ قَطًّا عَلِيْظَ الْقَلْبِ
لَا تُفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ۔

(1)

”پس صرف اللہ کی رحمت سے آپ نرم ہو گئے ہیں ان کیلئے۔ اگر ہوتے آپ تند مزاج اور سخت دل تو یہ لوگ منتشر ہو جاتے آپ کے آس پاس سے۔“
دوسری آیت میں ہے۔

إِذْ قَرَّبْنَا بِلِقَىٰ هِيَ أَحْسَنَ السَّيِّئَةِ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَصِفُونَ (2)

”دور کر ویرانی کو اس چیز سے جو بہت بہتر ہے۔ ہم خوب جانتے ہیں جو باتیں وہ بیان کرتے ہیں۔“

محبت طبری اپنی مختصر یہ ست نبوی میں لکھتے ہیں۔

حضور ﷺ ایک دفعہ ننگی پشت والے مدھے پر سوار ہو کر قبا کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ہمراہ تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے ابوہریرہ یہ یا تمہیں اپنے ساتھ سوار نہ کر لوں؟ عرض کی یا رسول اللہ جیسے حضور کی مرضی۔ حضور نے فرمایا میرے ساتھ سوار ہو جا۔ انہوں نے سوار ہونے کیلئے چھلانگ لگائی۔ وہ سوار نہ ہو سکے اور حضور کو پکڑ لیا یہاں تک کہ دونوں زمین پر آ گئے۔ پھر حضور سوار ہوئے ابوہریرہ کو دوبارہ فرمایا کہ تجھے سوار کر لوں؟ عرض کی یا رسول اللہ جیسے حضور کی مرضی۔ فرمایا میرے ساتھ سوار ہو جاؤ۔ دوسری بار بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سوار نہ ہو سکے۔ حضور ﷺ کو پکڑ لیا یہاں تک کہ دونوں زمین پر آ رہے۔

تیسری بار پھر حضور سوار ہوئے پھر پوچھا ابوہریرہ کیا تجھے سوار کر لوں؟ عرض کی یا رسول اللہ نہیں مجھ میں حضور کے ساتھ سوار ہونے کی ہمت نہیں۔ میں تیسری بار حضور کو نیچے لانے کا سبب نہیں بن سکتا۔

(3)

ابن اسحاق اور بیہقی حضرت ابو قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ حبشہ سے نجاشی کا ایک وفد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ بذات خود ان کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ہم غلامان کی خدمت کیلئے کافی ہیں حضور کیوں تکلیف فرماتے ہیں اس کریم آقا نے فرمایا۔

رَأَيْتُمْ كَانُوا لِأَصْحَابِنَا مُكْرِمِينَ وَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَكْفِيَهُمْ (1)

”ان لوگوں نے میرے صحابہ کی بڑی تکریم کی تھی میں چاہتا ہوں کہ میں خود اس کا بدلہ دوں۔“

امام ابو داؤد اپنی سنن میں حضرت ابو طفیل عامر بن وائل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جمرانہ کے موقع پر اپنے آقا علیہ السلام کو تشریف فرما دیکھا۔ میں اس وقت نو عمر تھا۔ اسی اثنا میں ایک خاتون گئی اور سرکارِ دو عالم ﷺ کے قریب ہوئی۔ حضور علیہ السلام نے اپنی چادر مبارک اس کے سے بچھنی اور اس کو اس کے اوپر بٹھایا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا یہ کون صاحبہ ہیں؟ نبیوں نے بتایا کہ یہ حضور ﷺ کی رضاعی والدہ ہے جس نے حضور کو دودھ پلایا تھا۔

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں ایک روز سرکارِ دو عالم ﷺ تشریف فرما تھے۔ آپ کا رضاعی باپ حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے اپنی چادر کا ایک گوشہ اس کے لئے بچھ دیا۔ وہ اس پر بیٹھ گیا۔ آپ کی والدہ تشریف آئیں حضور نے اپنی چادر کا دوسرا گوشہ اس کے لئے بچھ دیا وہ بھی اس پر بیٹھ گئیں۔ پھر آپ کا رضاعی بھائی آیا۔ حضور کھڑے ہو گئے اور اسے اپنے سامنے بٹھایا۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی روایت کرتے ہیں۔

اگر کوئی بیوہ عورت یا مسکین شخص کسی کام کیلئے حاضر خدمت ہوتا تو حضور ذر ناپسندیدگی کا اظہار نہ کرتے بلکہ ان کی حاجت براری کیسے ان کے ساتھ تشریف لے جاتے۔ ایک دفعہ حضور ﷺ کے نواسے سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ اس وقت نماز ادا کر رہے تھے۔ جب حضور ﷺ سجدے میں گئے تو حضرت حسن حضور کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے۔ حضور ﷺ نے سجدے کو اس وقت تک سہا کیا

جب تک حضرت حسن نیچے نہ اترے۔ جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو کسی صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ آج حضور ﷺ نے بڑا مبارکباد کیا ہے۔ کریم تانا نے فرمایا میرا بیٹا میرے اوپر سوار ہو گیا تھا میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ میں اس کو جلدی اترنے پر مجبور کروں۔ ایک دفعہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما حاضر ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کے دونوں نور نظر سیدنا امام حسین اور امام حسن حضور ﷺ کی پشت پر سوار ہیں۔ حضرت جابر نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا **نِعْمَ الْجَمَلُ جَمَلُکُمَا اے حسین و یحییٰ تمہارا اونٹ بہترین اونٹ ہے۔**

اس نکتہ شناس اور دلنواز آقائے فرمایا **وَفَعَّمُ التَّارِكِينَ هُمَا** (اے جابر تم نے صحیح کہا کہ ان کی سواری بہترین ہے) لیکن سواروں کو تو دیکھو یہ کتنے بہترین ہیں۔ حضور ﷺ کی صاحبزادی سیدہ زینب کی صاحبزادی حضرت لہمہ بھی بسا اوقات، حضور ﷺ جب حاست نماز میں ہوتے، تو سوار ہو جاتیں۔

اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے سوار ہونے سے حضور ﷺ کے خضوع و خشوع میں خلل واقع ہوتا ہوگا اور حضور ﷺ کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہٹ جاتی ہوگی۔ اس موقع پر عالم ربانی ولی کامل سید احمد بن زینی دحلان نے خوب لکھا ہے۔ فرماتے ہیں۔

مِثْلُ هَذَا لَا يَشْغُلُ أَرْبَابَ الْكَمَالِ عَمَّا هُمْ فِيهِ مِنْ حُسْنِ الْحَالِ حَيْثُ وَصَلُوا إِلَى مَرْتَبَةٍ جَمِيعِ الْجَمْعِ۔

”اس قسم کے حالات ارباب کمال کو ان کیفیات سے منحرف نہیں کرتے کیونکہ وہ جمع الجمع کے مقام پر فائز ہوتے ہیں۔“

فَلَا تَمْتَنُهُمُ الْوَحْدَةُ عَنِ الْكَثَرَةِ وَلَا الْكَثَرَةُ عَنِ الْوَحْدَةِ
”جو اس مقام پر فائز ہوتے ہیں، نہ وحدت انہیں کثرت سے روکتی ہے اور نہ کثرت انہیں وحدت سے روکتی ہے۔“

قُلُوبُهُمْ كَأَيْمُونٍ بَأَيْمُونٍ قَرِيبُونَ عَرِيبُونَ عَرِيبُونَ فَرِيقُونَ
يَحْسِبُ الْأَدْوَارُ اللَّيْفَةَ وَالْأَشْيَاءُ الشَّمِيفَةَ

”یہ ارواح لیفہ اپنے مختلف مدارج کے باعث متحد بھی ہوتے ہیں جدا

بھی ہوتے ہیں۔ قریب بھی ہوتے ہیں دور بھی۔ عرشی بھی ہوتے ہیں فرشی بھی۔“

علامہ مذکور کا آخری جملہ غور طلب ہے۔

وَالَّذِي مَا ذَاغَبُصْرُهُ وَمَا طَغَىٰ فِيمَا زَايَ مِنْ آيَاتِنَا رَبِّهِ
الْكَذِبَىٰ (1)

”کہ وہ ذات پاک کہ اپنے رب کریم کی آیات کبریٰ کا مشاہدہ کرتے ہوئے جن کی نگاہیں حد ادب سے آگے نہیں بڑھیں، ان کو یہ معمولی چیزیں کس طرح اپنے رب سے دور کر سکتی ہیں۔ اور یہ ساری باتیں حضور ﷺ کی شان تواضع اور حسن خلق کی شاہد عدل ہیں۔“

حضور ﷺ ہر بیمار کی عیادت کیلئے تشریف لے جایا کرتے خواہ وہ کافر اور یہودی ہو۔

ایک دفعہ نبی رحمت ایک یہودی نوجوان کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ یہ یہودی حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ حضور ﷺ اس کے سر ہانے کے قریب بیٹھ گئے، فرمایا اسلم۔ اسلام قبول کر لے۔ اس بیمار نے اپنے باپ کی طرف دیکھ کر دیکھا تو اس سے ذن طلب کر رہا تھا۔ اس کے باپ نے اس سے کہا اصع ما فاسم ابولقاسم محمد رسول اللہ جو فرماتے ہیں اس کی تعمیل کرو۔ چنانچہ وہ خوش بخت مسلمان ہو گیا۔ حضور ﷺ اس کے پاس سے تشریف لائے تو حضور کی زبان پر یہ کلمات حمد تھے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَكَ مِنَ النَّارِ

”ساری تعریفیں اللہ کریم کیلئے ہیں جس نے اس کو آتش جہنم سے نجات دی۔“

سرور عالم مرشد برحق ﷺ صرف خود ہی بیماروں کی عیادت کیلئے تشریف نہ لے جایا کرتے بلکہ مختلف اسایب سے اپنے امتیوں کو بھی تمقین کیا کرتے کہ وہ بھی بیماروں کی عیادت کیلئے جایا کریں۔

امام ترمذی اپنی سنن میں یہ حدیث روایت کرتے ہیں۔

مَنْ عَادَ مَرِيضًا نَادَاهُ مُنَادٌ طَيِّبٌ وَطَابَ مَمْسَاكُهُ

تَبَوَّاتٌ مِنَ الْجَنَّةِ مَازِلًا۔

”جو شخص کسی مریض کی عیادت کیلئے جاتا ہے تو ایک منادی کرنے والا یہ ندا کرتا ہے تو پاک ہو گیا اور تیرا چلنا بھی پاکیزہ ہو گیا اور جنت میں ایک بندہ منزل پر تجھے متمکن کر دیا گیا۔“
امام ابو داؤد اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں۔

مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ وَعَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ فَحَقِيبًا
تُبْعِدَ مِنْ جَهَنَّمَ سَبْعِينَ خَرِيفًا۔

”جو شخص وضو کرتا ہے اور بڑی احتیاط سے وضو کرتا ہے، پھر محض رضائے الہی کیلئے اپنے بیمار بھائی کی بیمار پرسی کرتا ہے تو اسے جہنم سے ستر سال کی مسافت پر دور کر دیا جائے گا۔“
علامہ قسطلانی المواعظ اللہ فیہ میں رقمطراز ہیں۔

کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے ایک دن خزیرہ (ایک کھانے کا نام) پکایا اور لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ حضور ﷺ اس روز ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ حضور سرور عالم ﷺ میرے درمیان اور حضرت سودہ کے درمیان بیٹھے تھے۔ میں نے حضرت سودہ کو کہا آپ بھی کھائیے۔ انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ میں نے دوسری بار کہا انہوں نے انکار کیا۔ تیسری بار کہا لَتَأْكُلْنَ أَوْ لَا تَأْكُلْنَ يَهْدِيْكُمْ رَبُّكُمْ آپ کو یہ کھانا پڑے گا ورنہ میں یہ آپ کے چہرے پر مل دوں گی۔ انہوں نے پھر بھی انکار کر دیا۔ میں نے اس برتن سے خزیرہ یا اور ان کے چہرے پر مل دیا۔ حضور ﷺ میرے اس فعل پر خوب ہنسے۔ پھر حضور ﷺ میرے سر کو اپنی ران پر رکھا اور حضرت سودہ سے کہا اب یہ قابو کی ہوئی ہے تو اپنا بدلہ لینے کیلئے وہ کھانا اس کے چہرے پر مل دے۔ انہوں نے بھی اس برتن سے کھانا لیا اور میرے چہرے پر مل دیا حضور ﷺ اس روز خوب ہنسے۔

حضرت امام احمد ازواج مطہرات کے ساتھ حضور کے حسن معاشرت کو بیان کرتے ہوئے ام المومنین حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا۔
ایک روز میں سفر میں حضور ﷺ کی معیت میں روانہ ہوئی۔ اس وقت بالکل نو خیز تھی

اور دہلی پہنچ گئی، میرے جسم پر ابھی گوشت نہیں چڑھا تھا۔ حضور ﷺ نے دوسرے لوگوں کو کہا کہ تم آگے چل جاؤ۔ جب لوگ آگے چلے گئے حضور ﷺ نے مجھے فرمایا بے حدی حتیٰ اسباق آؤ میرے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کرو۔ میں اس وقت بکی پھسکی تھی میں آگے نکل گئی۔ حضور ﷺ نے سکوت اختیار کیا۔ چند سال بعد جب میں فریب ہوئی تو پتہ ایک سفر میں حضور ﷺ کے ہمراہ گئی۔ حضور ﷺ نے مونوں کو فرمایا آگے چل جاؤ۔ مجھے حکم دیا، میرے ساتھ دوڑ میں مقابلہ کرو۔ اب میں بہت فریب تھی اور حضور علیہ السلام مجھ سے آگے بڑھ گئے۔ حضور ﷺ ہنسے اور فرمایا ہد سنت یہ اس کے مقابلے میں ہے نہ۔ لحاظ رکھا حضرت صدیقہ کے دل کو خوش کرنے کیسے حضور ﷺ نے ایسا کیا۔ (1)

امام طبرانی نے صغیر اور اوسط میں حضرت انس سے روایت کیا ہے ایک روز صحابہ کرام حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرے میں بارگاہ رسالت میں حاضر تھے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک بڑا پیالہ کھانے سے بھرا ہوا پیش کیا گیا جو حضرت ام سلمہ نے بھیجا تھا۔ وہ پیالہ حضور ﷺ کے سامنے رکھ دیا گیا۔ حضور ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا ہاتھ آگے بڑھاؤ اور کھاؤ۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنا دست مبارک بڑھایا اور ہم نے کھانا شروع کر دیا۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ نے ام سلمہ کا پیالہ حضور ﷺ کے سامنے جب دیکھا تو انہوں نے بھی جلدی سے کھانا پکانا شروع کر دیا۔ جب عائشہ کھانا پکا چکیں تو وہ کھانے آئیں اور حضور ﷺ کے سامنے رکھ دیا اور حضرت ام سلمہ کا پیالہ اٹھایا اور اس کو زمین پر دے مارا اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے حکم دیا حضرت عائشہ کے کھانے سے کھاؤ۔ عارت امکم تمہاری ماں کو بڑی غیرت آتی ہے۔ پھر حضور ﷺ نے عائشہ کا پیالہ، ام سلمہ کی طرف بھیجی، فرمایا طعام کے بدلے طعام اور برتن کی جگہ برتن۔

حضرت عائشہ صدیقہ کو اپنے کئے پر بڑی ندامت ہوئی۔ عرض کی یا رسول اللہ۔ ما کفارہ اس کا کفارہ کیا ہے؟ فرمایا **لَا تَأْكُلُ وَلَا تَشْرَبُ وَلَا تَلْبَسُ وَلَا تَلْبَسُ وَلَا تَلْبَسُ**۔ طعام کے بدلے طعام۔

ان تمام حالات میں حضور ﷺ نے اپنی کسی زوجہ پر ناراضگی اور ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا نہ اسے ملامت کی۔ یہ سرکار دو عالم ﷺ کے حسن خلق کا ایک دلکش واقعہ ہے۔

عبدالرزاق اپنی مصنف اور امام ترمذی اپنی سنن میں حضرت انس سے روایت کرتے ہیں۔
 سرور عالم ﷺ کا ایک صحابی جن کا نام زحیر بن حرام الاشجعی تھا۔ صحرا میں اقامت
 گزیرا تھا۔ اس کا یہ طریقہ تھا کہ جب بارگاہ رسالت میں حاضری دینے کیلئے آتا تو صحرا کی
 عمدہ سبزیاں اور لذیذ پھل لاتا اور خدمت اقدس میں بطور ہدیہ پیش کرتا۔ سرکارِ دو عالم
 ﷺ اس کے عوض اس کو شہر کی پسندیدہ اور قیمتی چیزیں بطور تحفہ عطا فرماتے۔ حضور ﷺ
 فرمایا کرتے زحیر ہمارا صحرا ہے اور ہم اس کے شہر ہیں۔ حضور ﷺ اس سے بڑی محبت کیا
 کرتے۔ ایک روز حضور بازار تشریف لے گئے، زحیر کو دیکھا سامانِ فروخت کر رہا ہے۔
 حضور ﷺ اس کی پشت کی طرف سے آئے اور اس کو اپنے سینے سے لگا کر خوب بھینچا۔ زحیر
 نے جان سیا کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اپنی پشت کو حصولِ برکت
 کیلئے حضور کے صدر مبارک کے ساتھ کافی دیر تک رگڑتا رہا۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے پیچھے سے اس کو اپنے بازوؤں میں لیا۔ اس
 نے نہ دیکھا کہ مجھے اپنے بازوؤں میں کس نے لیا ہے۔ اس نے کہا ارسسی من ہدا مجھے
 چھوڑو تم کون ہو۔ پھر اس نے توجہ کی تو اسے معلوم ہوا کہ اس کے آقا ہیں جو اس پر لطف و
 کرم فرما رہے ہیں۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ وہ حضور ﷺ ہیں تو وہ دیر تک اپنی پشت کو
 حضور ﷺ کے سینہ مبارک سے رگڑتا رہا اور لذت حاصل کرتا رہا۔ نبی رحمت ﷺ نے
 اس کے ساتھ خوش طبعی فرماتے ہوئے کہا: ہے کوئی اس غلام کو خریدنے والا؟ زحیر نے
 عرض کی یا رسول اللہ اگر حضور ﷺ مجھے فروخت کریں گے اِذَا تَعَدُّنِي كَايَوْمًا مجھے
 آپ کھونا پائیں گے جس کی کوئی قیمت نہ ہوگی۔ حضور نے ازراہ بندہ پروری فرمایا تم کھوٹے
 نہیں بَلْ أَنْتَ عِنْدَ اللَّهِ غَالٍ بلکہ بارگاہِ خداوندی میں تم گراں قیمت ہو۔ (1)

یہ تھی سرکارِ دو عالم ﷺ کی شانِ تواضع کی ایک دلیل کہ بدوؤں اور گنواروں کے
 ساتھ حضور ﷺ کس طرح لطف و کرم کا برتاؤ کیا کرتے تھے۔

ایک اور صاحبِ حق جن کا نام عبداللہ تھا، حمار کے لقب سے ملقب تھے۔ ان کا طریقہ
 تھا کہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے اور ایک کچی گھی یا شہد کی پیش کرتے۔ اس کچی کا مالک آتا
 اور اس سے قیمت طلب کرتا تو وہ اسے لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا، عرض

کر تیار رسول اللہ اس تھی اور شہد کا یہ مالک ہے اور قیمت کا مطالبہ کر رہا ہے اسے عطا فرمائے۔ حضور ﷺ اپنے غلام کی اس ظرافت پر ہار اٹھ گئی اور برہمی کا اظہار نہ فرماتے بلکہ مسکرا کر اس کی دلجوئی فرماتے اور حکم دیتے اس کی قیمت ادا کر دی جائے۔ (۱)

اس قسم کا واقعہ حضرت نعمان بن عمر بن رفاعہ الانصاری کے بارے میں بھی مروی ہے۔

ایک اور صاحب تھے جن کا نام طرفہ تھا۔ انہیں جب مدینہ طیبہ آنے کا کبھی اتفاق ہوتا تو وہ ادھار پر کوئی چیز خریدتے اور اسے لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے، عرض کرتے یا رسول اللہ! اس ناچیز کی طرف سے بطور تحفہ قبول فرمائیں۔ اس چیز کا مالک جب نعمان کو تلاش کرتے ہوئے پہنچتا تو وہ اس کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا عرض کر تیار رسول اللہ اس کا سامان تھا اس کی قیمت ادا فرمائیں۔ حضور فرماتے تو نے یہ چیز بطور تحفہ نہیں دی؟ وہ عرض کر تیار رسول اللہ! بطور تحفہ دی ہے لیکن بخدا میری جیب میں تو پھوٹی کوڑی نہ تھی میں نے اسے اس لئے پیش کیا کہ حضور ﷺ اسے کھائیں گے۔ حضور ﷺ اس زندہ دلی پر ازراہ مسرت ہنستے اور اس آدمی کو اس کی قیمت داکر نے کا حکم دیتے۔ خوش طبعی اور زندہ دلی حضور ﷺ کا معمول تھا لیکن اس وقت بھی حضور ﷺ ہمیشہ سچ بولا کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں حکم دیا کہ وہ اپنے رسول کی اطاعت کریں۔ اگر حضور کسی وقت بھی غلط بیانی سے کام لیتے تو لوگوں کو جھوٹ بولنے کا غدار ہاتھ آتا۔

حضور سرور عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وہ ہیبت اور رعب عطا فرمایا تھا کہ جو شخص سامنے آتا وہ شدت خوف سے لرزنے لگتا۔ اس لئے حضور ﷺ اگر صحابہ کرام کے ساتھ خوش روئی سے پیش نہ آتے اور گفتگو کے وقت خوش طبعی اور زندہ دلی کا مظاہرہ نہ کرتے تو دو گ مارے خوف کے قریب آنے کی جرأت نہ کرتے اور آب حیات کے اس چشمہ شیریں سے فیض یاب نہ ہو سکتے۔ حضور ﷺ کی مزاح اور فکاہت کے بہت سے واقعات کتب حدیث میں موجود ہیں۔

امام ترمذی، ابوداؤد اور دیگر ائمہ حدیث نے ایک واقعہ لکھا ہے۔

ایک شخص جو امور دنیا کے بارے میں غافل تھا وہ حاضر خدمت ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ مجھے اونٹ عطا فرمائیں اس پر سوار ہو کر میں جہاد کروں۔ حضور ﷺ نے ازراہ

خوش طبعی اسے فرمایا میں اونٹنی کے بچے پر تمہیں سوار کروں گا۔ اس نے سمجھ کہ اس سے مراد اونٹنی کا چھوٹا بچہ ہے اس نے عرض کی یا رسول اللہ میں اونٹنی کے بچے پر سوار ہو کر کیا کروں گا۔ حضور نے فرمایا **وَيَحْكُمُ هَلْ يَلِدُ الْجَمَلُ إِلَّا النَّاقَةَ** حیرا بھلا ہو کیا اونٹ کو اونٹنی ہی نہیں جنتی۔

اسی طرح ایک عورت حاضر ہوئی اس نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے سواری کیلئے اونٹ عطا فرمائیں۔ حضور ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اسے اونٹ کے بچے پر سوار کر دو۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ میں اس بچے کو لے کر کیا کروں گی؟ حضور ﷺ نے فرمایا **هَلْ يَخْبِي عَنْكَ لَازِلٌ** معنی لا نہیں کیا اونٹ کے بچے کے بال ہی اونٹ پیدا نہیں ہوتا۔

ایک دفعہ حضرت صفیہ جو حضور ﷺ کی چھو بھی تھیں، حضرت زبیر بن عوام کی دامادہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں۔ عرض کی یا رسول اللہ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کرے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے زبیر کی اماں! بوڑھیاں جنت میں نہیں جائیں گی۔ یہ سن کر وہ گھبرا گئیں۔ حضور ﷺ نے انہیں مطمئن کرنے کیسے فرمایا جب تم جنت میں داخل ہونے لگو گی تو اللہ تعالیٰ تم کو نوجوان بنادے گا۔ کیا تم نے اللہ کا فرمان نہیں سنا **إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً فَجَعَلْنَهُنَّ أَزْوَاجًا** کہ ہم نے پیدا کیا ان کی بیویوں کو حیرت انگیز طریقہ سے اور پس بنادیا انہیں کنواریاں۔ (1)

خلق خدا پر حضور کریم کی شفقت و رحمت

قرآن کریم کی بہت سی ایسی آیات ہیں جن میں سرور عالم کی اس صفت جمیدہ کو بیان کیا گیا ہے۔ ان میں سے متعدد آیات کا مطالعہ آپ مختلف مقامات پر کر چکے ہیں صرف آپ کی یاد تازہ کرنے کیلئے ایک دو آیتیں پیش کرتا ہوں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ

(2)

”گراں گزرتا ہے آپ پر تمہارا مشقت میں مبتلا ہونا۔ وہ بہت ہی خواہشمند ہیں تمہاری بھلائی کے۔ مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی

فرمانے والے اور ہمیشہ رحم کرنے والے ہیں۔“

دوسرا ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

(1)

”میں نہیں بھیجا ہے ہم نے آپ کو مگر سارے جہانوں کیلئے مہربان رحمت بنا کر۔“

تیسری آیت مبارکہ میں ہے۔

وَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا رُفِّعُوا رُءُوسَكُمْ لِلَّذِينَ آمَنُوا

”اور آپ مومنین کے ساتھ بڑے مہربان اور ہمیشہ رحم کرنے والے ہیں۔“

اس شفقت و رحمت نبوی کو واضح کرنے کیلئے ایک ایمان افروز حدیث آپ کے سامنے

پیش کرتا ہوں۔ اس کے مطالعہ سے حضور سرور عالم ﷺ کی جہاں شان شفقت و رحمت کا قارئین کو علم ہو گا وہاں وہ باہمی تعلق بھی آشکار ہو جائے گا جو نبی رحمت کو اپنی امت سے تھا۔

ایک روز ایک بدو خدا مت اقدس میں حاضر ہوا اور سواں لیا کہ اسے کوئی چیز عطا کی

جائے۔ سرور عالم ﷺ نے اس وقت جو میسر تھا اسے دیدیا اور پوچھا۔ کیا میں نے تیرے

ساتھ کوئی احسان کیا ہے؟ اعرابی بولا نہ آپ نے میرے ساتھ کوئی بھلائی کی ہے ورنہ کوئی

قابل تعریف بات کی ہے۔

اس کے اس گستاخانہ جواب کو سن کر اہل اسلام غصہ سے بھر گئے اور اس کی طرف

دوڑے تاکہ اس گستاخ کا سر قلم کر دیں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے انہیں سختی سے حکم دیا،

كُفُّوا رُءُوسَكُمْ لِمَنْ كُفِّرَتْ عَنْكُمْ

اس ارشاد کے بعد حضور ﷺ اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لائے۔ بدو کو بھی بلا

بھیجا۔ جب وہ حاضر ہوا تو اس کو مزید عطا فرمایا اور اس کی جھون بھر دی۔ پھر دریافت کیا کیا

میں نے تمہارے ساتھ کوئی بھلائی کی ہے۔ کہنے لگا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ اے اللہ کے رسول

آپ نے بڑا احسان فرمایا وَجَزَاكَ اللَّهُ مِنْ أَهْلِ دُؤُوبٍ وَخَيْرٌ قَوْلًا اللَّهُ تعالیٰ آپ کو جزائے

خیر عطا فرمائے۔ میرے اہل و عیال کی طرف سے بھی اور میرے قبیلہ کی طرف سے بھی۔

نبی کریم ﷺ نے جب یہ حمد سنا تو اسے فرمایا کہ تم نے پہلے جو بات کہی تھی اس سے

میرے صحابہ کو بڑا دکھ ہو۔ اگر تم پسند کرو تو یہی بات ان کے سامنے دہراؤ تاکہ ان کا رنج

دور ہو جائے اور تیرے بارے میں ان کے سینے میں جو خلش ہے وہ نکل جائے۔ اس نے عرض کی بعد مسرت میں ان کے سامنے یہ جملہ دہرانے کیلئے تیار ہوں۔

دوسرے روز صبح یا عشاء کے وقت وہ پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ رحمت عالم ﷺ نے اپنے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

اس اعرابی نے کل جو بات کہی تھی اور تم نے سنی پھر ہم نے اس کو مزید عطا فرمایا اور اس کی جھولی بھر دی تو اس نے بتایا کہ وہ اب راضی ہو گیا ہے۔ حضور ﷺ نے اب اس اعرابی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اَكْذَلِكْ کیا یہ بات ٹھیک ہے کہ تم راضی ہو گئے ہو۔ اس نے کہا، نعم۔ میں راضی ہوں جَزَاكَ اللهُ مِنْ أَهْلِ دَعْيَئَةٍ خَيْرًا اللهُ تعالیٰ میرے اہل و عیال اور قبیلہ کی طرف سے حضور ﷺ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

یہ جو آپ نے عطا فرمایا ہے یہ ان کے فقر و افلاس کو دور کر دے گا۔

اس کے بعد نور مجسم رحمت عالم ﷺ نے اس تعلق کی وضاحت کی جو حضور ﷺ کا

اپنے بھتیوں کے ساتھ ہے جس میں حَوَيْمٌ عَلَيْكُمْ کی صفت جلیلہ کے جلوے نمایاں ہو رہے ہیں۔ سرور عالم ﷺ نے حاضرین کی طرف توجہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا

میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کی اونٹنی بھاگ نکلے۔ لوگ اس کو پکڑنے کیلئے اس کے پیچھے دوڑنے لگیں۔ وہ لوگوں کے پاؤں کی آہٹ سن کر اور زیادہ بد کے اور تیزی سے بھاگنا شروع کر دے۔ اسی اثناء میں اس کا مالک آجائے تو وہ تعاقب کرنے والوں کو بند آواز سے کہے خَلُّوا بَيْنِي وَبَيْنَ نَاقَتِي میرے درمیان اور میری اونٹنی کے درمیان رکاوٹ نہ بنو۔ درمیان سے ہٹ جاؤ اور اس کا تعاقب نہ کرو فَإِنِّي أَزْفِقُ بِهَا مِنْكُمْ وَأَعْلَمُ میں تم سے زیادہ اپنی اونٹنی کا مزاج شناس ہوں اور اس کے ساتھ نرمی کرنے والا ہوں۔

اس کی بات سن کر تمام لوگ رک گئے۔ اس نے اپنے دامن میں سبز چارو ڈالا اور اونٹنی کی طرف بڑھا۔ اونٹنی نے اپنے مالک کی جب مانوس آواز سنی اس نے مڑ کر دیکھا کہ اس کا مالک اپنی جھولی میں سبز چارہ لئے دوڑا آ رہا ہے۔ وہ اونٹنی رک گئی اور جہاں اس کا مالک تھا اسی طرف جانے لگی۔ مالک نے اس کی تکمیل پکڑ لی اسے پیٹنے کا اشارہ کیا وہ پیٹھ گئی پھر اپنا کچا وہ اس

پر کس کر باندھا اور اس پر سوار ہو گیا۔

یہ مثال بیان کرنے کے بعد آپ نے فرمایا۔

كَأَنِّي كُنْتُ نَزَّلْتُكُمْ حَيْثُ قَالَ الرَّجُلُ مَا قَالَ وَقَتَلْتُمُوهُ

دَخَلَ النَّارَ۔

(۱)

”(کل اس شخص نے جو گستاخانہ بات کی تھی اور تم اس کو قتل کرنے

کیسے دوڑے تھے) اگر میں درمیان میں رکاوٹ نہ بنتا اور تم اس کو قتل نہ

دیتے تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہوتا۔“

میں نے اس کو اپنے حکیمانہ انداز سے بارگاہ رسالت کی تعظیم اور اب کو ملحوظ رکھنے کی

طرف راہنمائی کی۔ وہ جہنم سے بچ گیا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق قرار پایا۔

اس روایت کا خلاصہ یہ ہے۔

ہم لوگ جو امتی ہیں اور اس کے باوجود احکام الہی کی خلاف ورزیاں کرتے رہتے ہیں

ہماری مثال اس بھگنے والی اونٹنی کی ہے۔

گویا ہم اس بھگے ہوئے اونٹ کی طرح ہیں جس کو پکڑنے کی چھ لوگ کوشش کرتے ہیں

اور وہ ڈر کر مزید تیز بھگتا ہے۔ ہمارے نبی رؤف رحیم ہیں۔ وہ ہمارے مالک ہیں۔ جو راستہ دوزخ

کی طرف جاتا ہے اس سے ہٹا کر اس راستہ پر گامزن کرنا جو جنت کی طرف لے جاتا ہے ہمارے

نبی کریم کا کام ہے۔ خدا کرے ہم وہ سرکش اونٹ ہوں جس کے مالک ہمارے آقا و مولا محمد

رسول اللہ ﷺ ہوں۔ جو اپنی شفقت اور شان رحمت سے ہمیں دوزخ میں گرنے سے بچ

لیں اور جنت کی بہروں سے لطف اندوز ہونے کیسے ہمیں جنت میں پہنچا دیں۔

اپنی امت کے ساتھ حضور ﷺ کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ ایسے احکام کی بھی توری کا

انہیں مکلف نہیں بنایا کرتے تھے جو ان پر گراں گزرتے ہوں۔ مثلاً حضور ﷺ نے فرمایا کہ

اگر میری امت پر یہ امر گراں نہ گزرتا تو میں ان کو حکم دیتا کہ جب بھی وضو کریں مسواک

ضرور کیا کریں۔ کیونکہ اس حکم سے کئی لوگوں کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ تھا اس لئے یہ حکم

نہیں دیا۔

نماز تہجد کے بارے میں فرمایا کہ میں نے اس نماز کو تم پر لازم نہیں کیا کہ کہیں تم پر یہ

نماز فرض نہ کر دی جائے پھر تم اس کو ادا نہ کر سکو اور مجرم و گنہگار ٹھہرو۔
حضور کی عظیم شفقت کے بارے میں امام بخاری نے یہ حدیث روایت کی ہے۔

لَمَّا كَذَبَ قَوْمُهُ أَنَا هُ جَبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لَكَرَاتِ
اللَّهُ تَعَالَى قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوْا عَلَيْكَ - وَقَدْ
أَمَرَ مَلَكُ الْجِبَالِ لَتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيهِمْ - فَتَادَاهُ مَلَكُ الْجِبَالِ
وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَقَالَ مَرُوفِي بِمَا شِئْتَ فَإِنْ شِئْتَ أَنْ أَطِيقَ
عَلَيْهِمْ الْأَخْشَبِيْنَ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ
أَرْجُوا أَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يُعْبُدُ اللَّهَ وَحْدَهُ
وَلَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا -

(1)

"جب سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنی قوم کو دعوتِ توحید دی تو انہوں نے
بڑی ترش روئی سے ایسا جواب دیا جس سے حضور ﷺ کو از حد دکھ ہوا۔
اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کو حکم دیا اے جبرئیل! میرے محبوب کی
خدمت میں حاضر ہو کر اسے بتاؤ کہ آپ کی قوم نے جو ہدیان سرائی کی
ہے آپ کے اللہ نے اس کو سن لیا ہے۔ اور پہاڑوں کے فرشتے کو حکم دیا
ہے کہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو اور ان نابکاروں کیسے جو سزا آپ
تجویز کریں وہ اس کے مطابق عمل کرے۔ اس وقت پہاڑوں کا فرشتہ
خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا اور اس کے بعد یہ
گزارش کی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ ان کے بارے میں جو
حضور ﷺ کی مرضی ہو اس کو بجالاؤں۔ اگر آپ کی مرضی ہو تو میں
اخشبین (دو پہاڑوں) کو اکھاڑ کر اس قوم کے اوپر دے ماروں اور ان کا نام
و نشان تک باقی نہ رہنے دوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ
خداوند کریم ان کی پشتوں سے ایسی نسلیں پیدا کرے گا جو اللہ وحدہ
لشریک کی عبادت کریں گے اور کسی چیز کو اس کا شریک نہیں
ٹھہرائیں گے۔ اس سئے میں تمہیں یہ حکم نہیں دیتا کہ ان پہاڑوں کو

جڑوں سے اکھڑ کر ان پر دے مارو اور ان کو تہس نہس کر دو۔"

ابن المہدیٰ سے مروی ہے کہ جبرئیل امین علیہ السلام بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں کو حکم دیا ہے کہ وہ آپ کے ہر فرمان کی تعمیل کریں۔ حضور نے جواب دیا۔ میں اپنی امت کو مہلت دینا چاہتا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی توبہ قبول کرے۔
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا
بِالْمَوْعِظَةِ مَخَافَةَ السَّامَةِ عَلَيْنَا۔

(1)

"رسول اللہ ﷺ ہمیں وقفہ وقفہ کے بعد وعظ و نصیحت فرمایا کرتے۔
ہر روز اس لئے وعظ نہ فرماتے کہ کہیں ہم آسمانہ جا میں۔"

سرکارِ دو عالم ﷺ ہر روز ہمیں وعظ نہیں فرمایا کرتے تاکہ ہم اس سے غفلت نہ جائیں بلکہ کچھ وقفہ کے بعد ہمیں وعظ و نصیحت کرتے تاکہ ہم شوق سے سنیں اور اس پر عمل کرنے کیلئے تیار رہیں۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ایک رات حضور ﷺ نے قیام فرمایا۔ ایک ہی آیت کی بار بار تلاوت فرماتے رہے۔ کبھی رکوع کبھی سجدہ میں کبھی کھڑے ہو کر اس آیت کو دہراتے، یہاں تک کہ سپیدہ سحر طلوع ہو گیا۔ وہ آیت یہ تھی۔

لَا تَعْبُدُوهُمْ قُلُوبُكُمْ عِبَادُكَ لَئِنْ تَعَفَّرَ لَهُمْ فَآتَاكَ أَنْتَ
الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○

(2)

"اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ بندے ہیں تیرے اور اگر تو بخش دے ان کو تو بلاشبہ تو ہی سب پر غالب ہے اور بڑا دانائے۔"

صبح میں حاضر خدمت ہوا عرض کی یا رسول اللہ! آج ساری رات حضور ﷺ اس آیت کی تلاوت کرتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنی امت کے بارے میں اپنے رب سے شفاعت کی التجا کی ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ

نے کیا جواب دیا؟ حضور ﷺ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس الحجا کو قبول کر لیا۔ حضرت ابو ذر نے عرض کی اجازت ہو تو میں لوگوں کو یہ مژدہ سنا دوں؟ فرمایا بیشک۔ حضرت فاروق اعظم حاضر خدمت تھے۔ عرض کی یا رسول اللہ! ابو ذر کو یہ بشارت سنانے کی اجازت نہ دیں ورنہ لوگ عبادت سے غافل ہو جائیں گے چنانچہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ابو ذر کو واپس بلا لیا۔ (1)

امام بخاری اور مسلم نے حضرت ابو قتادہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں نماز شروع کرتا ہوں اور میرا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ آج لمبی تلاوت کروں گا۔ پھر مجھے کسی بچے کے رونے کی آواز آتی ہے تو میں مختصر کر دیتا ہوں۔
یہ رحمت صرف انہوں تک ہی محدود نہ تھی۔ صرف انسان ہی اس چشمہ رحمت و شفقت سے سیراب نہیں ہوا کرتے بلکہ پرندوں، اور دیگر حیوانات پر بھی حضور ﷺ کا ہر شفقت یوں ہی برسا کرتا تھا۔

امام بخاری ”الادب“ میں حضرت ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں۔
”رسول اللہ ﷺ نے ایک جگہ قیام فرمایا۔ وہاں ایک چڑیا کا گھونسلہ تھا۔ کسی شخص نے اس گھونسلے سے اس کے انڈے اٹھائے۔ وہ چڑیا آئی اور حضور ﷺ کے سر پر چکر لگانے لگی۔ حضور ﷺ نے صحابہ سے پوچھا کس نے اس کے انڈے اٹھا کر اسے تکلیف پہنچائی ہے؟ ایک صحابی نے عرض کی انا یا رسول اللہ!
”یا رسول اللہ! انڈے میں نے اٹھائے ہیں۔“ حضور ﷺ نے فرمایا جادو اور اس کے انڈے اس کے گھونسلے میں رکھ دو۔“ (2)

ابن ابی شیبہ حضرت ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں۔

ایک روز رسول مکرم ﷺ نے نماز پڑھائی اور بڑی مختصر چھوٹی چھوٹی سورتیں تلاوت کیں۔ حضور ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ابو سعید خدری نے عرض کی یا رسول اللہ! حضور ﷺ نے آج نماز ادا کی ہے اور آج تک میں نے حضور ﷺ کو ایسی مختصر نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ حضور نے فرمایا۔

اَنَا سَمِعْتُ بَكَّاءَ الصَّبِيِّ خَلْفِي وَتَوَصَّفَ الْيَسَاءُ اَدَّتُ اَنْ
تَغْرَضَ لَهَا اُمُّهُ

”اثنائے نماز میں نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی اور مسلم خواتین
بھی صغیر باندھے نماز پڑھ رہی تھیں۔ یقیناً اس میں اس بچے کی ماں
ہوگی۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں جلدی نماز سے فارغ ہوں تاکہ وہ ماں
نماز سے فارغ ہو کر اپنے بچے کو گود میں لے اور اسے چپ کرادے۔“

حضور ﷺ کی شانِ رحمت کا ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

عبداللہ بن ابی بکر بن حزم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

کہ فتح مکہ کے موقع پر جب عرج کے مقام سے روانہ ہوئے تو حضور ﷺ نے ایک کتیا
دیکھی جس کے چھوٹے چھوٹے بچے اس کا دودھ پی رہے تھے اور وہ غرارہ ہی تھی۔ سرکارِ دو
عالم ﷺ نے ایک صحابی کو حکم دیا کہ وہ اس کتیا اور اس کے بچوں کی حفاظت کیے یہاں کھڑا
رہے تاکہ کوئی لشکر کی انہیں اذیت نہ پہنچائے۔ (1)

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ حضرت انس کی معیت میں اپنے صاحبزادے ابراہیم حبیب السلام کے
پاس تشریف لے گئے۔ حضور ﷺ نے اپنے فرزند کو بلایا اسے سینے سے لگایا۔ حضرت انس
فرماتے ہیں میں نے دیکھا ان پر نزع کی حالت طاری تھی۔ اس حالت میں اپنے لخت جگر کو
دیکھ کر حضور ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں فرمایا۔

تَدْمَعُ الْعَيْنُ وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ وَلَا تَقُولُ إِلَّا مَا يُرِضِي رَبَّنَا

وَلَا تَأْيِيكَ لِمَحْزُونٍ - (2)

”آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں اور دل غمگین ہے لیکن ہم اپنی زبان
پر صرف وہی جملہ لاتے ہیں جو ہمارے رب کو راضی کرنے کا باعث
ہو۔ اے ابراہیم! ہم تیری اس جدائی پر از حد غمزدہ ہیں۔“

وقائے عہد

عبداللہ بن ابی الحساء رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے میں نے حضور ﷺ کو کوئی چیز فروخت کی لیکن جو چیز میں نے فروخت کی وہ ساری کی ساری اس وقت حضور ﷺ کی خدمت میں پیش نہ کر سکا۔ اس کا کچھ حصہ باقی رہ گیا۔ میں نے وعدہ کیا کہ حضور ﷺ یہاں ٹھہریں میں ابھی بقیہ لے کر حاضر ہوتا ہوں۔ میں چلا آیا مجھے یہ بات بھول گئی اور دیگر کاموں میں مصروف ہو گیا۔ تین دن کے بعد مجھے اچانک یاد آیا کہ میں تو آپ کے ساتھ وعدہ کر آیا ہوں کہ میں بقیہ چیز آپ کو لا کر دیتا ہوں آپ میرا انتظار کریں۔ جب میں وہ چیز لے کر وہاں پہنچی تو رحمتِ دو عالم ﷺ اسی جگہ تشریف فرما تھے جہاں میں حضور کو چھوڑ گیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے کسی ناراضگی اور غضب کا اظہار نہیں کیا بلکہ اپنے من موہنے انداز میں اتنا فرمایا۔

يَا قَتِي لَقَدْ شَقَقْتَ عَلَيَّ وَآتَاهُنَّامُنْدُ ثَلَاثِ اَنْظِرُكَ (۱)

”اے نوجوان: تو نے مجھے بڑی تکلیف پہنچائی ہے میں تین دن سے یہاں

تمہارے انتظار میں بیٹھا ہوں۔“

صلہ رحمی

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ بارگاہِ نبوت میں جب کوئی شخص بد یہ پیش کرتا تو حضور ﷺ فرماتے کہ یہ فلاں خاتون کو پہنچا دو کیونکہ وہ میری رفیقہ حیات خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلی تھی۔ وہ حضرت خدیجہ سے محبت کرتی تھی۔

حضرت عائشہ سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ جب کوئی بُری ذبح کرتے تو اس کا گوشت ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی سہیلیوں کی طرف بھیج کرتے۔ ایک دفعہ آپ کی بہن حضور ﷺ کی ملاقات کیلئے آئی۔ حضور ﷺ نے بڑی خوشی سے ان سے گفتگو کی اور ان کی بات سنی۔

ایک دن ایک خاتون حاضر خدمت ہوئی۔ حضور ﷺ نے اس کی آمد پر بڑی مسرت کا اظہار کیا اور اس کے حالات احسن طریق سے دریافت کئے۔ وہ چلی گئی تو حضور ﷺ نے

فرمایا: یہ وہ خاتون ہے کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ کے زمانہ میں اکثر حاضر ہوتی تھی۔
حضور نے فرمایا

لَا تَحْسَنَ الْعَهْدَ مِنَ الْإِيمَانِ
(1)
”پرانے تعلقات کو ٹھونڈا رکھنا اور جو تم سے محبت کرے اس کا خیال رکھنا
اور جو تیرے محبت کرنے والے سے محبت کرے اس کا خیال رکھنا ایمان
کا حصہ ہے۔“

سرور عالم ﷺ کی نواسی جن کا نام امہ تھا حضور ﷺ نماز کی حالت میں بھی ان کو اپنے
کندھوں پر بٹھاتے۔ جب عجدہ میں جاتے تو ان کو نیچے رکھ دیتے پھر جب قیام فرماتے تو ان کو
اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھتے۔

حضرت ابو قتادہ روایت کرتے ہیں ایک دفعہ نجاشی کی طرف سے ایک وفد آیا۔ حضور
ﷺ بنفس نفیس ان کی مہمانداری اور خاطر مدارات کا انتظام کرنے لگے۔ صحابہ کرام نے
عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم حاضر ہیں ہم ان کی خاطر مدارات میں کوئی سہ نہیں اٹھا
رکھیں گے، حضور ﷺ خود کیوں تکلیف فرماتے ہیں۔ اس کریم آقا نے ارشاد فرمایا۔

لَا تَهْتَدُ كَأَنَّا لَصَحَابُنَا مَكْرُومِينَ وَإِنِّي أَلْحِبُّ أَنْ أَكَا فَرَمَهُمْ (2)
”میرے صحابہ جب وہاں گئے تو ان لوگوں نے ان کی بڑی عزت کی۔
میں چاہتا ہوں کہ میں ان کو اس خاطر مدارات کا خود صلہ دوں۔“

غزوہ ہوازن کے جنگی قیدیوں میں حضور ﷺ کی رضاعی بہن شیماء بھی شامل تھی۔
اس نے حضور ﷺ کو اپنا تعارف کرایا کہ میں حضور ﷺ کی رضاعی بہن ہوں۔ حضور
ﷺ نے اس کے لئے اپنی چادر بچھائی، اس کو اوپر بٹھایا پھر اسے فرمایا اگر تم پسند کرو تو
ہمارے پاس ہی قیام کرو۔ ہم تمہاری عزت و تکریم کریں گے اور تجھ سے محبت کی جائے
گی۔ اور اگر تم واپس اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جانا چاہو تو ہم تجھے انعام و اکرام سے
واپس کر دیں گے۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ! میں اپنے اہل خانہ کے پاس جانا چاہتی
ہوں۔ حضور ﷺ نے اسے ساز و سامان دے کر عزت و احترام کے ساتھ واپس جانے کی

اجازت دے دی۔

ابو طفیل کہتے ہیں کہ میں نے ایک روز دیکھا، جب میں ابھی بچہ تھا، کہ ایک خاتون حضور ﷺ کی خدمت میں آئی جب وہ قریب پہنچی تو حضور ﷺ نے اپنی چادر مبارک اس کے لئے بچھا دی اور اس کو اپنی چادر پر بیٹھنے کا حکم دیا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون خاتون ہے جس کی حضور ﷺ اتنی تعظیم و تکریم فرما رہے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضور ﷺ کی رضاعی والدہ ہے۔

تویہ جو ابو لہب کی لونڈی تھی اس نے سرور عالم ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ حضور ﷺ ہمیشہ اس کی طرف تحائف بھیجتے جن میں اس کے پہننے کے کپڑے بھی ہوتے۔ جب وہ فوت ہو گئی تو حضور ﷺ نے اس کے قریبی رشتہ داروں کے بارے میں پوچھا۔ عرض کی گئی اس کا کوئی رشتہ دار زندہ نہیں ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اگر اس کے قریبی رشتہ داروں سے کوئی زندہ ہوتا تو حضور ﷺ اس کو بھی ضرور اپنے انعام و اکرام سے نوازتے رہتے۔

جس شب جبریل امین نے غار حرا میں حاضر ہو کر پہلی وحی (اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ) سے مشرف فرمایا تو حضور ﷺ گھر واپس آئے اور اپنی رفیقہ حیات کو سراہا جبرائیل۔ حضور ﷺ پر تحریر اور سراہی کی حالت طاری تھی۔ اس وقت حضرت ام المومنین خدیجہ الکبریٰ نے جن کلمات طیبات سے حضور ﷺ کی دلجوئی کی اور تسلی دی، اس میں سرکارِ دو عالم ﷺ کے اخلاقِ حسنہ اور شہاںِ جمید کا اس طرح اظہار فرمایا کہ رحمتِ دو عالم ﷺ کو تسلی ہو گئی۔ آپ نے عرض کی۔

أَبَشِّرْ، فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا۔

إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَ تَحْمِلُ الْكَلَّ وَ تَكْسِبُ الْمَعْدُومَ

تَقْرَى الصَّنِيفَ وَ تُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ (1)

”یا رسول اللہ! مژدہ باد۔ بخدا اللہ تعالیٰ کبھی آپ کو رسوائہ کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ اپنی کمائی سے غریبوں، ناداروں کی امداد فرماتے ہیں۔ مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اگر کسی پر کوئی مصیبت آجائے تو آپ اس کی امداد فرماتے ہیں۔“

حضور کی شان صداقت و امانت اور عفت و پاکدامنی

امانت، عفت، سچائی اور عدل، محبوب رب العالمین ﷺ کی وہ صفات تھیں کہ وہ دشمن جو حضور ﷺ کے خون کے پیاسے تھے، اسلام کا نام و نشان مٹانے کیلئے اپنی جان کی بازی لگانے کیلئے مستعد رہتے تھے، ایسے دشمن بھی حضور ﷺ کی ان صفات کا انکار نہیں کر سکتے تھے بلکہ تسلیم کرتے تھے کہ حضور ﷺ سے زیادہ سچا اور امین اور کوئی نہیں ہے۔

نبوت کے اعلان سے پہلے ہی حضور ﷺ امین اور صادق کے القاب سے اپنے معاشرہ میں معروف و مشہور تھے۔ جب کعب شریف کی پہلی عمارت پے در پے سیلابوں سے شکست ہو گئی تو اہل مکہ نے کعبہ کو از سر نو تعمیر کرنے کا پروگرام بنایا۔ جب اس کی بنیادیں وہاں تک پہنچ گئیں جہاں حجر اسود کو رکھنا تھا تو اس شرف کو حاصل کرنے کیلئے ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ یہ شرف اسے حاصل ہو۔ اس کشمکش نے یہ سنگین صورت اختیار کر لی کہ قریب تھا کہ خونریز جنگ شروع ہو جائے اور کشتوں کے پشتے لگ جائیں۔ کسی صاحب نے کہا کہ اس بات پر ایک دوسرے کا خون بہانے کے بجائے تم اپنے میں کوئی ثالث چن لو جو اس کے بارے میں تمہارے اس جھگڑے کا فیصلہ کرے۔ سب نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور طے یہ پایا کہ کل صبح جو سب سے پہلے حرم شریف میں داخل ہو وہ ہمارا اثاثہ ہو گا۔ جو فیصلہ وہ کرے گا ہم تمام قبائل دل و جان سے اس کو قبول کریں گے۔ چنانچہ دوسرے دن لوگ اس نظر میں تھے کہ دیکھئے کون شخص سب سے پہلے حرم شریف میں داخل ہوتا ہے۔

جب صبح ہوئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ اللہ کا محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ وہ پہلے شخص ہیں جو حرم شریف میں داخل ہوئے۔ حضور ﷺ کو دیکھ کر سب کے دل مطمئن ہو گئے اور خوشی سے وہ یہ کہنے لگے۔

(1) هَذَا مُحَمَّدٌ الْأَمِينُ قَدْ رَضِينَا بِهِ

”یہ محمد مصطفیٰ ہیں جو امین ہیں۔ ہم اپنی رضا مندی سے ان کو اپنا اثاثہ

تسلیم کرتے ہیں۔“

رحمت و عالم ﷺ اگر چاہتے تو حجر اسود کو خود اٹھ کر اس کے مقام پر رکھ دیتے ورسارا

شرف خود حاصل کرتے لیکن جس ہستی کو اللہ تعالیٰ نے سرپا رحمت بنا کر مبعوث فرمایا تھا وہ ایسا کام کرنے کیلئے تیار نہیں تھی جس سے سارا شرف آپ کو حاصل ہو اور باقی سارے قبیلے اس سے محروم قرار پائیں۔ رحمت للعالمین نے اس طرح اس کام کو انجام دیا کہ اپنے بیگانے سب لوگ مطمئن بھی ہو گئے اور خوش بھی۔ حضور ﷺ نے اپنی چادر مبارک بچھائی، حجر اسود کو اٹھایا اور اس چادر مبارک میں رکھ دیا پھر تمام قبائل کے رئیسوں کو بلایا۔ سب کو کہا اس چادر کو پکڑ لیں اور حجر اسود کو اٹھا کر دیوار کے پاس لے جائیں۔ چنانچہ سب نے اس چادر کو اٹھایا۔ جب حجر اسود کو لیکر اس جگہ پہنچے جہاں اسے رکھنا تھا تو وہاں خود سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس پتھر کو اٹھا کر اس جگہ پر رکھ دیا۔

حضور ﷺ کی اس تدبیر سے اہل مکہ قتل و غارت سے بھی بچ گئے اور ہر ایک کو حجر اسود کو کعبہ شریف میں رکھنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔

آپ نے پڑھا جب کفار نے صبح سویرے حضور کریم ﷺ کو سب سے پہلے حرم میں داخل ہوتے دیکھا تو پکار اٹھے۔ هَذَا مُحَمَّدٌ بِالْمَبِينِ قَدْ رَضِينَاهُ۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ نے جس شہر میں بچپن، لڑکپن اور جوانی گزاری تھی، اس شہر کے لوگ آپ کی امانت کے قائل تھے۔

ربیع بن خثیب فرماتے ہیں اعلان نبوت سے پہلے زمانہ جاہلیت میں بھی جب کوئی ایسا مشکل مرحلہ ہوتا تھا جس کا تصفیہ وہ نہیں کر پاتے تھے تو اس نزاع کے دور کرنے کیلئے وہ سرکارِ دو عالم ﷺ کو اپنا ثالث مقرر کیا کرتے۔ گویا تمام اہل عرب کو آپ کی امانت اور شان عدل و انصاف پر کامل یقین تھا اور بڑی خوشدلی سے اپنے تنازعات کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرتے تھے۔

سرکارِ دو عالم ﷺ اپنے بارے میں خود فرمایا کرتے۔

(1) وَاللّٰهُ اِنِّیْ لَآَمِیْنٌ فِی السَّمَاۗءِ اَمِیْنٌ فِی الْاَرْضِیْنَ

”یعنی آسمان کے امین بھی مجھے امین جانتے ہیں اور زمین کے بننے والے

بھی مجھے امین تسلیم کرتے ہیں۔“

ابو جہل جیسا دشمن حق بھی حضور ﷺ کی صداقت کو تسلیم کرتا تھا۔ سیدنا علی کرم اللہ

وجہ سے مروی ہے۔

کہ ایک روز ابو جہل حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہنے لگا: لَا نَكْذِبُ وَلَكِنْ نَكْذِبُ مَا جُنْتُ بِهِ (1) ہم آپ کو نہیں جھٹلاتے ہم تو اس دین کو جھٹلاتے ہیں جو آپ سے کر آئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی۔

فَأَنذَرْتُهُمْ لَا يَكْذِبُوا نَفْسَهُمْ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ يَأْتِيَتِ اللَّهُ يَجْعَدُونَ (2)

”وہ آپ کی تکذیب نہیں کرتے لیکن یہ ظالم و اللہ کی باتوں کا انکار کرتے ہیں۔“

جب اسام اور کفر کی فوجیں میدان بدر میں صف بندی کر رہی تھیں تو انص بن شریق کی تنہائی میں ابو جہل سے ملاقات ہوئی تو اس نے ابو جہل سے پوچھا اے ابوالحکم (ابو جہل کی کنیت) یہاں ہم تنہا ہیں، میرے اور تیرے بغیر کوئی ہماری گفتگو کو سن نہیں رہا، مجھے یہ بتاؤ کہ تمہاری (حضور ﷺ) کا نام نامی لیکر ان کے بارے میں کیا رائے ہے، وہ بچے ہیں یا جھوٹے ہیں۔

اس تنہائی میں ابو جہل کے منہ سے یہ بچی بات نکل کر رہی، اس نے کہا

(3) وَاللَّهِ إِنَّا مُحَمَّدٌ الصَّادِقُ وَمَا كَذِبَ مُحَمَّدٌ قَطُّ

”خدا اے قسم محمد (ﷺ) یقیناً سچے ہیں اور تج تک محمد (ﷺ) نے جھوٹ نہیں بولا۔“

اب ابو جہل نے حضور ﷺ پر ایمان نہ لانے کی وجہ بیان کرتے ہوئے حقیقت سے پردہ اٹھایا۔

إِذَا ذَهَبَ بِمَوْضِعِي بِالْوَأْدِ وَالسَّقَايَةِ وَالْحِجَابَةِ وَالنَّدَاةِ

(4) وَالنَّبُوءَةِ وَمَاذَا يَكُونُ لِسَانُ قُرَيْشٍ

”یعنی جب عزت و منصب کے سارے مناصب بواء، سقایہ، حجابہ، ندوہ

1- الشفاء، جلد 1، صفحہ 173

2- سورہ النعام 33

3- الشفاء، جلد 1، صفحہ 173

4- ربیع، خلاص، السیرۃ النبویہ، جلد 3 صفحہ 263

سب پہلے ہی بنو قصىٰ کے پاس ہیں، اگر نبوت بھی ہم ان کیلئے مخصوص

کر دیں تو عزت و شرف کے مناصب میں ہمارے لئے کیا رہ جائے گا۔“

اس سے واضح ہو گیا کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب اس لئے نہیں کرتا تھا کہ
نعوذ باللہ حضور ﷺ سچے نہیں یا قرآن کا لام الہی نہیں یا اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی اور سچا خدا
ہے۔ ان کا وہ انکار نہیں کرتا تھا۔ جھگڑا سارا جادو منصب کا تھا۔ وہ سوچتا تھا کہ اگر نبوت بھی
بنی قصىٰ میں چلی گئی تو ہمارے لئے کیا رہ جائے گا۔

اسی طرح ہر قل نے جب ابوسفیان سے یہ سوال کیا کہ ان کے نبوت کے دعویٰ سے پہلے کیا
تم ان پر جھوٹ کی تہمت لگایا کرتے تھے، تو اس دشمن اسلام کو بھی یہ اعتراف کرنا پڑا۔
”لا“ کہ ہم نے کبھی حضور ﷺ پر جھوٹ بولنے کی تہمت نہیں لگائی۔

نضر بن الحارث، مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا۔ مظلوم اور بے بس مسلمانوں پر ظلم و
ستم کے پہاڑ توڑ کر اسے بڑی مسرت ہوتی تھی۔ ایک روز اس نے قریش سے چچا کہ نبوت
کا اعلان کرنے سے پہلے محمد (ﷺ) نے تم میں اپنی کافی زندگی بسر کی۔ ان کے غفوان
شباب کو بھی تم نے دیکھا۔ اس وقت تم سب میں ان کی شخصیت پسندیدہ تھی۔ وہ صادق
القول تھے۔ ان کی صفت امانت شک و شبہ سے بالاتر تھی۔ یہ تو اس وقت ان کی کیفیت تھی
جب وہ جوان تھے اور جب اس کی کنپٹیوں میں سفید بال ظاہر ہونے لگے جو بڑھاپے کی
علامت ہے اور وہ قرآن کریم لے کر تمہارے پاس آئے تو تم نے یہ کہنا شروع کر دیا یہ
ساحر ہے جادوگر ہے۔ ہر گز نہیں، خدا کی قسم! وہ جادوگر نہیں ہے۔ (1)

حضرت عائشہ صدیقہ حضور کی عفت و پاکدامنی کی گواہی دیتے ہوئے فرماتی ہیں۔

(2) مَا لَمْ تُسْأَلْ يَدًا يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ لَا يَمْلِكُ رِقْعًا

”میرے آقا کے ہاتھ نے کبھی کسی ایسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا

جو حضور ﷺ کی زوجیت میں نہ تھی۔“

مشہور ادیب اور نحوی، ابو العباس المبرد لکھتے ہیں۔

کسریٰ شہنشاہ ایران نے اپنے دنوں کو اس طرح تقسیم کیا ہوا تھا، وہ کہتا تھا جس روز

ٹھنڈی ہوا چل رہی ہو وہ دن سونے کیلئے ہے۔ جس دن بادل گھر کر آئے ہوں وہ دن شکار کیلئے مخصوص ہے۔ جس روز بارش برس رہی ہو وہ مے نوشی اور لہو و لعب کیلئے ہے اور جس دن سورج نکلا ہو وہ دن لوگوں کی حوائج کو پورا کرنے کیلئے ہے۔

لیکن ایک دانشور ابن خالویہ کہتے ہیں کہ کسریٰ کے مقابلہ میں ہمارے نبی ﷺ نے جس طرح اپنے اوقات کو تقسیم فرمایا ہوا تھا۔ اس کا مطالعہ کریں، آپ کو خود بخود ایک شہنشاہ اور اللہ کے نبی میں جو فرق ہے معلوم ہو جائے گا۔

وہ کہتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے اپنے ہر دن کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہو تھا ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور یاد کیلئے۔ دوسرا حصہ اپنے اہل خانہ کیلئے اور تیسرا حصہ اپنی ذات کیلئے۔

پھر اپنے تیسرے حصہ کو حضور ﷺ نے لوگوں کی حوائج بخشنے اور ان کو پورا کرنے کیلئے وقف کیا تھا۔ حضور ﷺ عوام کے حالات کو جاننے کیلئے خواص سے رابطہ قائم کرتے اور انہیں فرماتے۔

أَبْلَغُوا حَاجَةً مَنْ لَا يَسْتَطِيعُ إِبْلَاقِي فَوَاتَ مَنْ أَبْلَغَ حَاجَةً

مَنْ لَا يَسْتَطِيعُ إِبْلَاقَهَا أَمَّنَهُ اللَّهُ تَعَالَى يَوْمَ الْقَرَارِ الْأَكْبَرِ (1)

”وہ لوگ جو اپنی تکایف مجھے نہیں پہنچا سکتے۔ ان کی حاجات تم مجھے پہنچا کر دیکو کیونکہ جو شخص ایسے آدمی کی تکلیف کو حضور ﷺ تک پہنچاتا ہے جو خود رسائی حاصل نہیں کر سکتا تو اللہ تعالیٰ اسے روز محشر خوف سے امن عطا فرمائے گا۔“

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَأْخُذُ أَحَدًا بِقَضَائِي

أَحَدٍ وَلَا يُصَدِّقُ أَحَدًا عَلَى أَحَدٍ - (2)

”حضور سرور عالم ﷺ کسی کے تہمت لگانے سے کسی کو سزا نہیں دیتے تھے۔ اگر کوئی کسی کے خلاف شکایت کرتا تو اس کی تصدیق نہ فرماتے۔“

نبی رحمت ﷺ کی شان زہد و قناعت

اس موضوع پر اظہار خیال سے پہلے ضروری ہے کہ زہد کا مفہوم قارئین کے ذہن نشین کیا جائے تاکہ وہ حضور ﷺ کی شان عالی کا صحیح طور پر اندازہ کر سکیں۔
 نسیم الریاض کے مصنف زہد کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

الزُّهْدُ: مَعْنَاهُ تَرْكُ الدُّنْيَا رَغْبَةً فِيمَا عِنْدَ اللَّهِ - (1)

”یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس جو ابدی نعمتیں اور سرمدی راحتیں ہیں ان کو حاصل کرنے کیلئے دنیا کے سامان پیش و عشرت سے دستبردار ہو جانا۔“

نبی کریم ﷺ کی ساری زندگی اسی زہد سے عبارت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کے خزانوں کی کنجیاں اپنے حبیب کے حوالے کر دی تھیں لیکن حضور ﷺ نے ان تمام نعمتوں کو پس پشت ڈال دیا اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے حصول کیلئے فاقہ کشی اور محنت کی زندگی بسر فرمائی۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، جو محبوب پروردگار کی جلو تلوں اور خدو قوں میں رو پذیر ہونے والے تمام واقعات و حالات سے خبردار تھیں، حضور ﷺ کی شان زہد کے بارے میں آپ نے جو ارشادات فرمائے ہیں وہی اس زہد کی عظمتوں اور رفعتوں کی ترجمانی کا حق ادا کر سکتے ہیں۔ آپ ارشاد فرماتی ہیں۔

مَا شَهِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ

تَبَاغَا قَمَرٌ حَبِيزٌ حَتَّى مَضَى لَيْسَبِيلَهُ -

”رسول کریم ﷺ نے ساری حیات طیبہ میں کبھی بھی مسلسل تین دن تک پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔“

دوسری روایت میں آپ فرماتی ہیں۔

مَا شَهِدَ الرَّسُولُ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنْ

حَبِيزٍ بَرَزَ حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ تَعَالَى - (2)

”رحمت عالم ﷺ کی آل اطہار نے گندم کی روٹی سے گاتار تین دن

تک شکم سیر ہو کر نہیں کھایا۔“

پہلی حدیث میں حضور ﷺ کا ذکر ہے، دوسری میں حضور ﷺ کے اہل بیت کا ذکر ہے۔ یعنی صرف خود ہی فاقہ کشی کو اپنا معمول نہیں بنایا بلکہ حضور کے اہل بیت کی حالت بھی ایسی ہی تھی کہ حضور ﷺ کے اہل بیت نے گندم کی روٹی سے کبھی شکم یہ ہو کر نہیں بھریا۔

یہ حضرت صدیقہ ہی فرماتی ہیں کہ پورا مہینہ گزر جاتا تھا ہم پوتے میں تک نہیں جلاتے تھے کھجور اور پانی پر ہماری گزراوقات تھی۔

آپ ہی ارشاد فرماتی ہیں سرور عالم ﷺ نے جب س جہان فانی سے رحلت فرمائی تو کوئی دینار، درہم کوئی بکری اور اونٹ بطور ترکہ نہیں چھوڑا۔

امام مومنین حضرت حصہ فرماتی ہیں کہ ہمارے پاس ایک چادر تھی جس کا ہم ۱۰۰۰ کر کے حضور ﷺ کے بستر پر بچھتی تھیں۔ ایک روز ہم نے اس کو دوہا کر کے بچھا چھوڑ کر کے بچھایا تاکہ بستر نرم اور گداز ہو جائے اور حضور ﷺ آرام سے استراحت فرمائیں۔

جب صبح ہوئی تو حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تن رات تم نے میرے لیے کیا بستر بچھایا؟ ہم نے عرض کی کہ وہی چادر ہم نے چوبھائی کر کے تن رات کو بچھائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کیا کرو بلکہ پہلے کی طرح دوہائی کر کے بچھیا کرو۔ کیونکہ آج شب رات کے گداز ہونے کی وجہ سے میں رات کو نہیں جا سکے گا۔

حضور عام طور پر ایسی چارپائی پر آرام فرماتے جو کھداری سے بنی ہوتی اور حضور ﷺ اپنے تئیں تو اس کے نشانات حضور کے جسم اطہر پر نمایاں ہو جاتے۔

حضرت صدیقہ فرماتی ہیں۔

کہ کئی بار فاقہ کشی کے باعث حضور ﷺ کا شکم مبارک سر سے ٹک جاتا۔ میں اس پر ہاتھ پھیرتی۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے، عرض کرتی۔

نَفْسِي لَكَ الْفِدَاءُ! لَوْ تَبَلَّغْتَ مِنَ الدُّنْيَا بِمَا يَقُولُكَ.

”اے اللہ کے محبوب میری جان آپ پر قربان آپ اپنے رب سے اتنا تو مانگتے کہ فاقہ کشی سے یہ نوبت نہ آتی۔“

امام الانبیاء نے ارشاد فرمایا۔

”اے عائشہ میرا اس دنیا سے کیا تعلق ہے۔“

پھر فرمایا 'مجھ سے پہلے جو اولوالعزم رسول گزرے ہیں انہوں نے اس سے زیادہ تکلیف دہ حالت پر صبر کیا۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے انجام کو بہت معزز بنادیا اور ان کے ثواب کو عظیم کر دیا اگر میں اس دنیا میں عیش و آرام کی زندگی بسر کروں تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں بارگاہ رب العزت میں اپنے بھائیوں سے پیچھے نہ رہ جاؤں اور مجھے پیچھے رہنے سے حیا آتی ہے۔

میری عزیز ترین تمنا یہ ہے کہ میں اپنے بھائیوں اور دوستوں کے ساتھ مل کر بارگاہ ایزدی میں حاضری کا شرف حاصل کروں۔

نبی رحمت کا یہ فاقہ اور افلاس اضطرابی نہیں تھا کہ حضور ﷺ کی خواہش تو یہ تھی کہ مجھے عیش و راحت کے سارے سامان میسر ہوں، رہائش کیسے آراستہ پیوستہ محل ہو، دستر خوان بچے ہوں، ان پر انواع و اقسام کے لذیذ اور خوش ذائقہ کھانے چنے جائیں، خدام کا ایک لشکر ہو جو تعمیل حکم کیلئے ہمہ وقت مستعد ہو، لباس پہنیں تو بڑا قیمتی اور زرق برق، ان امور میں سے کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کی خواہش محبوب رب العالمین کے دل میں پیدا ہوئی ہو۔ اگر کوئی آرزو تھی، اگر کوئی تمنا تھی تو صرف یہ کہ جس رب کریم کا میں بندہ ہوں، جس نے مجھے یہ شان رفیع ارزانی فرمائی ہے۔ جس نے مجھے تمام انبیاء کا امام بتایا ہے۔ میں اس کریم رب کی زیادہ سے زیادہ رضا اور خوشنودی حاصل کر سکوں۔ تو یہ حالت افلاس اضطرابی نہ تھی بلکہ اختیاری تھی۔

سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دانستہ اور عمدہ دنیا کی ساری نعمتوں اور لذتوں، عیش و عشرت کے سامانوں سے علیحدگی اختیار کی تاکہ قرب الہی کی نعمت سے مالا مال ہوں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

”اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا اگر تو چاہے تو میں مکہ کے پہاڑوں کو سونا بنا دوں۔ میں نے عرض کی یا رب العالمین 'مجھے اس کی خواہش نہیں، میری آرزو یہ ہے کہ میں ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن کھانا کھاؤں جس روز میں فاقہ کروں اس روز میں تیری بارگاہ میں عجز و نیاز کا یہ پیش کروں اور تیرے ذکر اور تیری یاد میں مصروف رہوں۔ اور جس روز سیر ہو کر

کھاؤں اس دن میں تیرا شکر کروں۔ سارا وقت تیری حمد و ثناء میں گزاروں۔" (1)

ایک روز جبریل امین علیہ السلام بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے عرض کی۔

إِنَّ اللَّهَ يُعَرِّفُكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ لَكَ أَتُحِبُّ أَنْ أَجْعَلَ
هَذِهِ الْجِبَالَ ذَهَبًا وَتَكُونَ مَعَكَ حَيْثُمَا كُنْتَ۔

"اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کیا آپ اس بات کو
پسند کرتے ہیں کہ میں ان پہاڑوں کو سونابندوں اور جدھر آپ تشریف
لے جائیں وہ آپ کے ساتھ جائیں۔"

یہ سن کر کچھ دیر کیلئے حضور ﷺ نے سر مبارک جھکایا اور غور و فکر کرنے لگے کہ اس
خداوندی پیشکش کا کیا جواب دوں۔ تھوڑی دیر کے بعد سر مبارک اٹھایا فرمایا۔

يَا جِبْرِئِيلُ إِنَّ الدُّنْيَا دَارُ مَنْ لَا دَارَ لَهُ وَمَالٌ مَنْ لَا مَالَ
لَهُ فَذَنْ يَجْمَعُهَا مَنْ لَا عَقْلَ لَهُ۔

"اے جبریل ادنیٰ اس شخص کا گھر ہے جس کا ور کوئی گھر نہ ہو اور یہ اس
کا مال ہے جس کے پاس کوئی مال نہ ہو۔ اس دنیا کو وہ آدمی جمع کرتا ہے جو
عقل و دانش سے محروم ہو۔"

سرور عالم ﷺ کا یہ جواب سن کر حضرت جبریل نے عرض کی۔

بَشِّرَكَ اللَّهُ يَا مُحَمَّدُ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ

"اے اللہ کے محبوب اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ حق پر ثابت قدم رکھے۔"

نیز امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک حدیث شریف ذکر کی ہے جس میں حضور ﷺ نے
فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے زمین کے سارے خزانوں کی کنجیوں عطا فرمائی ہیں۔
وہ حدیث شریف میں قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں تاکہ ان کو اس کے بارے میں
کوئی شک و شبہ نہ ہو۔

فَصَلَّى عَلَى قَتْلَى أُحُدٍ كَأَنَّهُ مُوَدِّعٌ أَصْحَابَهُ عَنْ قَرِيبٍ
ثُمَّ طَمَعَ الْمَنْبِرَ فَقَالَ إِنِّي بَيْنَ أَيْدِيكُمْ قَرِطٌ وَأَنَا عَيْنُكُمْ
مَشْهُدٌ فَإِنَّ مُوَدِّعَكُمْ الْحَوْضُ وَإِنِّي لَا أَنْظَرُ إِلَيْكُمْ مِنْ مَقَامِي
هَذَا وَإِنِّي قَدْ أُعْطِيتُ مَقَاتِلَكُمْ خَزَائِنَ الْأَرْضِ وَإِنِّي لَسْتُ

أَخْشَىٰ عَلَيْكُمُ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي وَلَكِنْ أَخْشَىٰ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا
أَنْ تُنَافِسُوا فِيهَا وَتَهْدِكُوا كَمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ. (1)

”حضور ﷺ ایک روز شہداء احد کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے لئے دعاء مغفرت کی اور انہیں الوداعی سلام فرمایا۔ پھر حضور ﷺ واپس تشریف لائے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ میں تمہارا پیشرو ہوں۔ اور میں تم پر گواہی دوں گا۔ میری اور تمہاری ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے۔ اور میں یہاں منبر پر بیٹھ کر حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی ساری کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں۔ مجھے یہ اندیشہ نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم دنیا کو جمع کرنے میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرو گے۔ اس وجہ سے تم ہلاک ہو گے جس طرح پہلی قومیں اس وجہ سے ہلاک ہوئیں۔“

اس الوداعی پیغام میں جو بادی برحق ﷺ نے اس دنیا سے رحلت کرنے سے چند روز قبل منبر پر بیٹھ کر اپنی امت کو پہنچایا اس سے کئی مسائل ثابت ہو جاتے ہیں۔

1۔ ایک تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو اتنی بینائی عطا فرمائی ہے کہ اپنی مسجد میں منبر پر بیٹھ کر حوض کوثر کا ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ مدینہ طیبہ سے حوض کوثر کی دوری کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو جو بینائی مرحمت فرمائی اس کے سامنے یہ دوریاں اور فاصلے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

2۔ دوسرا یہ مسئلہ حضور ﷺ نے حل فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین کی سارے خزانوں کی کنجیاں اپنے حبیب کو مرحمت فرمائیں۔ کنجیوں کا گچھا اس لئے نہیں دیا کہ حضور ﷺ اسے اٹھائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ) اس کے بوجھ کو نہیں ٹھہا سکتا بلکہ ان کو دینے کا مقصد یہ ہے کہ اپنے حبیب کو ان میں تصرف کرنے کا اختیار دیا۔

3۔ نیز رحمت عالم ﷺ نے اس بات کا اعلان فرمایا کہ مجھے اپنی امت کے بارے میں قطعاً اندیشہ نہیں کہ میرے یہاں سے رخصت ہونے کے بعد شرک کریں گے۔ فرمایا مجھے

تمہارے بارے میں اگر اندیشہ ہے تو یہ کہ دولت جمع کرنے میں تم ایک دوسرے سے مقابلہ کرو گے اور یہ چیز تمہاری ہلاکت کا باعث بنے گی جس طرح پہلی قوموں کی ہلاکت کا باعث بنی۔

اس ارشاد نبوی سے واضح ہو گیا کہ حضور ﷺ کی امت میں کوئی شخص شہ کا مرتکب نہیں ہو گا۔ وہ حضرات جو امت مسلمہ پر شرک کے فتوے لگانے میں بڑے جری ہیں وہ اللہ کے پیارے رسول کے اس ارشاد پر غور کریں اور اس فتنہ طرزی سے باز رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے حبیب کو سارے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی تھیں تو حضور ﷺ کا فقر قطعاً اضطرابی نہ تھا۔ جس کے قبضہ میں ساری دنیا کے خزانوں کی کنجیاں ہوں وہ نادار و مفلس کیونکر ہو سکتا ہے۔ بلکہ حضور ﷺ کا یہ فقر اختیاری ہے اور حضور ﷺ نے دانستہ ان تمام چیزوں کو پس پشت ڈال دیا اور ساری زندگی اپنے رب کریم کی رضا جوئی کیسے وقف فرمادی۔

اس سلسلہ میں قاضی محمد سیمان منصور پوری نے رحمت اللعین جداول کے اختتام پر بارگاہ رسالت میں جو قصیدہ لکھا ہے اس کا یہ شعر اس ابھرنے کو درکار ہے کیسے کافی ہے۔ آپ عرض کرتے ہیں۔

گزید فقر کہ فرمانروائے ملک ابد

بہ مشقت خاک ندارد ہوائے سلطانی

”یعنی نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اپنی مرضی سے دوست و ثروت کو

پائے حقارت سے ٹھکرا دیا اور فقر کو اپنے لئے اختیار کیا کیونکہ حضور

ﷺ ملک ابد کے فرمانروا ہیں اور جس کی سلطانی کا یہ عالم ہوا ہے ایک

مشقت خاک پر حکومت کرنے کا خیال کب آ سکتا ہے۔“

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن سرور انبیاء ایک چٹائی پر استراحت فرما ہوئے۔ اس کے پٹھے کے نشانات پہلو مبارک میں نظر آنے لگے۔ جب حضور ﷺ بیدار ہوئے تو میں اس جگہ کو ملنے لگا جہاں نشانات پڑے تھے۔ اس اثناء میں میں نے عرض کی یا رسول اللہ اگر حضور ﷺ اجازت دیں تو ہم یہاں آرام دہ بستر بچھ دیں، اس پر حضور آرام فرمائیں۔ حضور ﷺ نے میری اس گزارش پر یہ ارشاد فرمایا

مَا لِي وَلَا دُنْيَا، مَا أَنَا وَالْدُّنْيَا إِلَّا كَرَاكِبٍ سَارٍ فِي يَوْمٍ

مَا يَفِيكَ وَقَالَ نَحْتِ شَجَرَةٍ ثُمَّ تَذَكَّرَهَا (1)

”میرا دنیا سے کیا تعلق ہے میری اور دنیا کی یہ مثال ہے جس طرح کوئی مسافر ہو گرمی کے موسم میں دن میں سفر کرے۔ دوپہر کا وقت آئے تو قیلولہ کرنے کیلئے کسی درخت کے سایہ میں آرام کرے۔ پھر آرام کے بعد اس جگہ کو چھوڑ کر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جائے۔“

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا میں ایک دفعہ بارگاہِ رسالت پناہ میں حاضر ہوا۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضور ﷺ کھردرے ہان کے ساتھ بنی ہوئی چٹائی پر ٹیک لگائے بیٹھے ہیں اور اس کے نشانِ حضور ﷺ کے پہلو میں صاف نظر آ رہے ہیں۔ میں نے سر اٹھا کر کاشانہ اقدس کو دیکھا تو بخدا مجھے وہاں کوئی چیز ایسی نظر نہ آئی جو آنکھوں کے سامنے سدِ راہ بن سکے۔ بجز تین چیزوں کے جن کو رنگنے کیلئے لٹکایا گیا تھا اور ایک کونہ میں جو کا ایک ڈھیر تھا۔ اس بے سروسامانی کو دیکھ کر میری آنکھیں اشک آلود ہو گئیں۔ سرکار نے پوچھا عمر کیا ہو گیا ہے کیوں رو رہے ہو؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ۔

أَنْتَ صَفْوَةُ الْبَشَرِ مِنْ خَلْقِكَ وَكُنْتُمْ هِي وَقِصْرٌ قِصْبًا هُمَا فَيَوُ

”حضور اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہیں (اور حضور ﷺ کی یہ حالت ہے) اور کسری و قیصر عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔“

حضرت عمر کی بات سن کر حضور ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا، اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے تلمیذ ارشد کو مخاطب کر کے فرمایا۔

أَوَلَيْكَ قَوْمٌ يُحِبُّونَ لِقَاءَ طَلِبَاتِهِمْ فِي حَيَاتِهِمُ الدُّنْيَا

”قیصر و کسری وہ لوگ ہیں جن کو اس دنیوی زندگی میں ساری رحمتیں دے دی گئی ہیں۔“

أَمَّا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْآخِرَةُ

”اے میرے تلمیذ ارشد! کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ انہیں تو دنیا دے دی جائے اور ہمیں آخرت میں انعامات سے سرفراز کیا جائے۔“

طرف جا رہا ہوں۔ اسی اثنا میں سرور عالمیاں ﷺ بھی تشریف لائے اور اپنے دونوں یاروں سے پوچھا کہ اس وقت تم گھروں سے نکل کر کدھر جا رہے ہو۔ دونوں نے عرض کی یا رسول اللہ! مسلسل فاقہ کی وجہ سے کسی پہلو قرار نہیں آتا تھا اس لئے خانہ خدا کا قصد کیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا

انا والذی تقیبتہ بیدہ ما اخرجتہ عنہ

کہ بخدا اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میرے اس وقت گھر سے باہر آنے کی بھی یہی وجہ ہے۔ تینوں حضرات حضرت ابویوب انصاری کے گھر تشریف لے گئے۔ انہیں جب اس حقیقت کا علم ہوا تو آپ نے ایک بکری ذبح کی، سے پکایا اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ سرور عالم ﷺ نے اس بھنی ہوئی بکری کا ایک حصہ کانا، اسے روٹی پر رکھا، فرمایا اے ابویوب! یہ (میری تخت جگر) فاطمہ کو پہنچا دو۔ کیونکہ اس نے کئی دنوں سے کچھ نہیں کھایا۔ جب سب نے سیر ہو کر کھالیا تو حضور ﷺ نے فرمایا یہی وہ نعم ہے جس کے بارے میں قیامت کے روز تم سے پوچھا جائے گا اِنَّ شَسْتَنَ یَوْمَئِذٍ مِّنْ شَعْبَةٍ (1) یہ بات صحابہ کرام پر بہت گراں گزری تو سرور عالم ﷺ نے اس کی پریشانی کو دور کرنے کیلئے ایک نسخہ بتلایا۔ فرمایا جس وقت تم کھانے کیلئے ہاتھ بڑھاؤ تو کہو بسم اللہ جب سیر ہو جاؤ تو کہو

نَحْمَدُکَ اَیُّہُ رَبِّیْ شَعْبًا وَنَعْمَ عِبَادٌ فُقُورٌ

بِکِفَافٍ هَذَا (2)

”تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں وہ ذات جس نے ہمیں کھلایا اور جس نے ہم پر انعام فرمایا اور وہ ذات سب سے زیادہ فضل ہے پس بے شک یہ کافی ہے۔“

یہ اس کا بدلہ ہو جائے گا اور ان نعمتوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔ بن عدی، ابو سعید سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز آپ نے تمام صحابہ کرام کو خطاب کرتے ہوئے ان ایمان افروز ہدایات سے انہیں سرشار کیا۔ فرمایا۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ لَا حِمْلَکُمْ اَنْفُسُکُمْ عَلٰی صُلْبِ رَزَقَ مِنْ عِزِّ حَتّٰی سَمِعْتُ سُبْحَانَ رَبِّکُمْ یَقُوْلُ اِنَّہُمْ یوقی لِقَابِ

وَلَا تَوْفِیْ عِبْیَا وَاحْشُرْنِیْ مِنْ رُمْزَةِ انْعِسَاكُنْ مَا نَ اشْفِی
 الْاَشْقِیَاءُ مِنْ اِجْتَمَعْ عَلَیْهِ فَقْرُ الذُّبِّ وَعَذَابُ لَاحِرِهِ (1)
 "اے لوگو! تمہیں تنگدستی اور غربت اس بات پر برا بھلا نہ کرے کہ تم
 حرام ذریعہ سے رزق طلب کرو کیونکہ میں نے اللہ کے پیارے رسول
 ﷺ کو یہ فرماتے سنا اے اللہ امیری وفات ہو تو فقر کی حالت میں۔
 مجھے غنی کر کے اس دنیا سے رخصت نہ فرما۔ میرا حشر بھی زمرہ
 مساکین میں ہو۔ (اس ارشاد گرامی کا آخری جملہ از حد غور طلب ہے۔
 فرمایا) سب سے زیادہ شقی اور بد بخت وہ ہے جس کے لئے یہ دونوں
 چیزیں جمع ہو جائیں جب تک زندہ رہے فقر و فاقہ اس کا مقدر ہو اور
 آخرت میں وہ ابدی عذاب میں مبتلا کر دیا جائے۔"

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک روز حضرت صدیق اکبر
 کے ساتھ تھا کہ آپ نے پینے کیلئے پانی طلب فرمایا۔ پانی میں شہد ملا کر پیش کیا گیا۔ جب آپ
 نے وہ برتن اپنے ہاتھ پر رکھا تو زار و قطار رونے لگے۔ ہمیں خیال گزرا کہ آپ کو کوئی
 تکلیف ہے لیکن ہم پوچھ نہ سکے۔ جب آپ پانی پینے سے فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کی
 اے اللہ کے محبوب رسول کے خلیفہ آپ اچانک یوں زار و قطار یوں رونے لگے؟ آپ نے
 فرمایا مجھے (عہد نبوت کا) ایک واقعہ یاد آگیا میں خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ میں نے دیکھا
 حضور ﷺ اپنے دست اقدس سے کسی چیز کو دھکیل رہے ہیں لیکن وہ چیز ہمیں نظر نہ آئی۔
 میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمیں تو کوئی چیز نظر نہیں آئی حضور ﷺ کس کو دھکیل رہے
 تھے؟ حضور ﷺ نے فرمایا۔

الدُّنْيَا تَطْلَعَتْنِيْ کہ دنیا میری طرف جھانک رہی تھی۔

میں نے فرمایا اَلَيْسَ عَقْبِيْ مجھ سے دور ہو جاؤ۔

اس دنیا نے مجھے بہا یا رسول اللہ میری چال نہیں کہ میں حضور ﷺ کے دامن کو چھو
 سکوں۔ یہ بیان کرنے کے بعد صدیق اکبر نے ارشاد فرمایا۔ پس یہ مشروب مجھ پر گراں گزرا
 (شہدے پانی میں شہد ملا کر مجھے دیا گیا) مجھے خوف ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا مجھے اپنے دام

میں پھنسالے۔ اس لئے مجھ پر گریہ طاری ہو گیا۔

محدث کبیر ابن عساکر، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا ایک روز انصار کی ایک خاتون میرے گھر آئی۔ نبی رحمت ﷺ کا بستر ملحظہ کیا۔ اس پر ایک کھر درہی قسم کی عبا رکھی ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر چپکے سے چلی گئی اور میری طرف ایک ایسا بستر بھیجا جس کے اندر صوف بھری ہوئی تھی۔ میں نے وہ بستر بچھا دیا پھر اللہ کے پیارے رسول ﷺ تشریف لائے اور نرم و گداز بستر کو دیکھ کر فرمایا یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ فلاں انصار یہ آئی تھی حضور ﷺ کے بستر کو دیکھا تو چپکے سے چلی گئی اور میری طرف یہ بستر حضور ﷺ کے استعمال کیلئے بھیجا۔ حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا اس بستر کو واپس بھیج دو۔ حضور ﷺ نے بار بار مجھے حکم دیا کہ میں یہ بستر اس خاتون کو واپس کر دوں۔ جب میں نے اس بستر کے واپس کرنے میں تامل کیا تو رحمت عالم ﷺ نے زور دے کر فرمایا۔

رُدِّيْهِ يَا عَائِشَةُ فَإِنَّهُ لَوْ شِئْتُ لَأَجْرَى اللَّهُ مَعِيَ الْجَبَالُ
ذَهَبًا وَفِضَّةً۔

(1)

”اے عائشہ اس بستر کو لوٹا دو، بخدا اگر میں چاہتا تو اللہ تعالیٰ ان پہاڑوں کو سونے اور چاندی کا بنا دیتا اور وہ پہاڑ سفر میں میرے ہمرکاب رہتے۔“

حضرت امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبِيتُ اللَّيْلَ إِلَى الْمَتَابَعَةِ
طَائِلًا ذَاهِلًا لَا يَحِدُّونَ عَشَاءً وَكَانَ عَامَةً خَيْرَهُمُ الشَّعْبِيُّ (2)
”یعنی رسول اللہ ﷺ مسلسل کئی راتیں بغیر کچھ کھائے گزارا کرتے
تھے اور حضور ﷺ کے اہل بیت کے پاس رات کا کھانا بھی نہیں ہوتا
تھا۔ اور ان کا عمومی کھانا جو کی روٹی ہوتی تھی۔“

امام احمد اور بیہقی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ
رسول اکرم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب سفر پر تشریف لے جاتے تو سب کو منہ کے بعد

آخر میں ازدواج مطہرات سے رخصت ہوتے۔ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت سیدہ فاطمہ کے حجرہ مبارکہ میں قدم رنجہ فرماتے۔ ایک دفعہ حضور ﷺ غزوہ سے واپس تشریف لائے۔ حسب معمول حضرت سیدہ کی ملاقات کیسے گھر تشریف لے گئے۔ دیکھ آپ کے دروازے پر پردہ لٹکا ہوا ہے اور آپ کے دونوں فرزندوں حسین، حسن نے چاندی کے کڑے پہنے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھتے ہی رحمت عالم ملاقات کئے بغیر واپس تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہ مزاج شناس نبوت تھیں آپ فوراً سمجھ گئیں کہ میں نے جو پردہ لٹکا رکھا ہے اور بچوں کو چاندی کے کڑے پہنا رکھے ہیں حضور ﷺ کو یہ دونوں چیزیں ناگوار گزری ہیں اور حضور ﷺ واپس تشریف لے گئے ہیں۔ آپ نے اسی وقت پردہ اتار کر پھینک دیا اور معصوم بچوں سے دونوں کڑے چھین لئے اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ دونوں صاحبزادے رونے لگے پھر ان کڑوں سے ٹکڑوں کو بانٹ دیا۔ دونوں صاحبزادے اپنے جد کریم کی بارگاہ میں روتے ہوئے حاضر ہوئے۔ سرکارِ عالم ﷺ نے انہیں پکڑ لیا اور فرمایا اے ثوبان امیرے اس بچے کو فلاں نصاریٰ کے گھر لے جا دو اس سے پاس سے فاطمہ کیلئے ایک بار (جو ایک سمندری جانور جس کو فرعون کہا جاتا تھا) کے پنجوں سے بار بتائے جاتے تھے ان میں سے ایک بار) اور ہاتھی دانت کا ایک کڑا خرید کر دو۔ اور فرمایا یہ میرے اہل بیت ہیں اور میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ وہ اپنے نیک اعمال کا اجر کسی دنیا میں کھا کر یہاں سے جائیں۔ (۱)

حمیدی، حبیب بن ابی ثابت سے اور وہ حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ کارکنن قضاء قدر نے ایک روز عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر حضور ﷺ کی مرضی ہو تو ہم دنیا کے سارے خزانے اور ان کی کنجیاں آپ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ یہ سب اندازِ نعمتیں نہ آپ سے پہلے کسی کو عطا کیں اور نہ آپ کے بعد کسی کو عطا کریں گے۔ دنیا میں نعمتوں کی یہ فراوانی آخرت میں آپ کے درجات کو کم کرنے کا باعث نہیں بنے گی۔ اس کے جواب میں رحمت عالم ﷺ نے فرمایا جَمْعُوْهُنَّ لِيْ فِیْ لَحْرَةٍ اِنْ تَمَّ نِعْمَتُوْكُمْ کُوْمِیْ میرے لئے آخرت میں جمع فرمادیں۔

جب اللہ کے حبیب نے دنیوی نعمتوں اور آسائشوں سے یوں بے رخی کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ

نے یہ آیت نازل فرمائی۔

تَبَارَكَ الَّذِي إِنْ شَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِنْ ذَلِكَ حَتَّى
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَيَجْعَلَ لَكَ فُصُورًا (1)
”بڑی خیر و برکت والا ہے اللہ تعالیٰ جو اگر چاہے تو بنا دے آپ کیسے بہتر
اس سے (یعنی ایسے) بناوات، رواں ہوں جن کے نیچے نہریں اور بنا
دے آپ کے لئے بڑے بڑے محلات۔“

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات اپنے پیلو
کے نیچے ایک کھجور پانی سے تھول فرمایا پھر ایسی بے چینی ہوئی کہ ساری رات نیند نہ آئی
یہ زہد محترم نے عرض کی یا رسول اللہ آج ساری رات آپ نہیں سوئے۔ اس کی وجہ
یا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے بستر پر ایک کھجور کا دانہ پایا اسے کھالیا پھر مجھے
خیال آیا میرے پاس صدقہ کی کھجوریں تھیں ہمیں یہ کھجور ان میں سے نہ ہو اس بے چینی کی
وجہ سے نیند نہ آئی۔

سرور عالم ﷺ کے زہد کی کیفیت کا آپ اس بات سے اندازہ لگائیں کہ جہاں کسی چیز
کے ناجائز ہونے کے بارے میں واپس بھی ہوتا اس بنا پر بھی حضور ﷺ اس چیز سے
اجتناب فرمایا کرتے۔

مہم بصری پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل فرمائے، حضور ﷺ کی شان زہد میں کیا پیاری
باتیں نکلی ہیں، آپ نے کہا۔

رَأَوْتُهُ الْجِبَالَ الشُّحُومَ ذَهَبَ عَنْ نَفْسِهِ فَأَرَاهَا أَيَّامًا مَمُومًا
”بڑے اونچے اونچے سونے کے پہاڑوں نے حضور ﷺ کو لپیٹا چا بائیں
حضور سرور عالم ﷺ نے اپنی بے نیازی کی وہ بلند چوٹیاں انہیں
دکھائیں کہ وہ اپنا سامنے لے کر رہ گئے۔“

وَكَيْفَ تَدْعُو إِلَى الدُّنْيَا ضَرْدَكَيْنِ لَوْلَا لَمْ تَخْرُجِ الدُّنْيَا مِنَ الْعَدَمِ (1)
”تم دنیا کی طرف حضور ﷺ کے اُتارنے کا کیسے دعویٰ کر سکتے

ہو حالانکہ حضور ﷺ کی ذات پاک تو وہ ذات ہے کہ اگر حضور ﷺ نہ ہوتے تو دنیا کبھی بھی پردہ عدم سے منہ نہ شہود پر ظاہر نہ ہوتی۔

امام بخاری اور امام مسلم اپنی صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ بارگاہ خداوندی میں یوں التجا کرتے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوتًا

”اے اللہ! آل محمد کے رزق کو قوت بنا دے۔“

روزمرہ کے اخراجات کی ادائیگی

امام ابو داؤد اور بیہقی ابی عامر عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن موفان نبی ﷺ سے حلب میں میری ملاقات ہوئی۔ میں نے پوچھا کہ ہاں! مجھے بتاؤ کہ نبی رحمت ﷺ کے روزمرہ کے اخراجات کی کیا کیفیت تھی؟ حضرت ابن نے نہیں بتایا کہ حضور ﷺ کے روزمرہ کے اخراجات کی ادائیگی کا انتظام میرے ذمہ تھا۔ حضور ﷺ کے روزمرہ کے اخراجات تک میں ہی ان اخراجات کو ادا کرتا تھا۔ جب جی کوئی شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتا اور حضور ﷺ دیکھتے کہ وہ بربند ہے حضور ﷺ مجھے حکم دیتے اور میں کہیں سے قرض لے کر اس سے پارچہ خرید کر اسے پہناتا اور اسے کھانا بھی کھاتا۔ ایک روز مشرکین میں سے ایک آدمی میرے پاس آیا کہنے لگا کہ میں نے پاس دوست فراواں ہے اور میرے علاوہ کسی اور سے قرض نہ لیا کرو، میں خود اس کا انتظام نہ کر دوں گا۔ میں نے اس کی بات مان لی اور اس کے بعد جب بھی قرض کی ضرورت محسوس ہوتی تو میں اسی سے لیا کرتا۔ ایک دن میں نے وضو کیا اور پھر نماز کیسے پڑھ دیئے سیدھے کھڑا ہوا تو وہ مشرک تاجروں کے ایک دستہ کو ہمراہ لئے میرے پاس آیا اور مجھے بڑے درشت لہجہ میں کہنے لگا۔ یا حبشی! اے حبشی! میں نے کہا ہیک۔ پھر اس نے خشنک چہرہ بنا کر بڑے اکھڑ پن سے مجھے یہ بات کہی کہ تمہیں علم ہے کہ تیرے درمیان اور میرے درمیان ویر تیری تاریخ ادائیگی کے درمیان صرف چار راتیں رو گئی ہیں۔ اس روز میں اپنا تمام قرضہ تم سے وصول کروں گا میں نے تمہیں جو قرضہ دیا ہے اس سے نہیں دیا کہ میرے دل میں

تمہاری بڑی عزت تھی اور نہ اس لئے کہ تمہارے صاحب کامیرے دل میں بڑا احترام تھا بلکہ میں نے اس لئے تمہیں قرض دیا ہے کہ میں تمہیں اپنا غلام بنا سکوں اور تم پھر میری بکریاں چرایا کرو۔

مجھے اس کی اس بات سے بڑا دکھ ہوا۔ پھر میں مسجد میں گیا اور اذان کہی۔ جب میں نماز عشاء پڑھنے سے فارغ ہوا تو رحمت عالم ﷺ اپنے اہل خانہ کے پاس گئے۔ میں نے حاضری کیلئے اذن طلب کیا، چنانچہ اذن مل گیا۔ حاضر خدمت ہو کر میں نے التجا کی یا رسول اللہ میرا باپ اور ماں حضور ﷺ پر قربان ہوں وہ مشرک جس کے بارے میں میں نے عرض کیا تھا اس نے مجھے کہا ہے کہ جب بھی تمہیں قرض کی ضرورت ہو مجھ سے آکر لے لیا کرو۔ میں کافی عرصہ سے اسی سے قرض لیتا رہا آج وہ مجھے ملا ہے اس کا چہرہ بڑا خشنماں تھا۔ اس کی آواز میں بد کی سختی تھی اس نے مجھے کہا ہے اگر مقررہ میعاد کے روز تم نے مجھے پوری ادائیگی نہ کی تو میں تمہیں پکڑ کر اپنا غلام بنالوں گا اور ہمارے پاس تو کوئی ایسی چیز نہیں جس سے ہم اس کا قرض ادا کریں۔ وہ تو ہمیں بازار بھر میں رسوا کر دے گا۔ اگر حضور ﷺ اجازت فرمائیں تو میں ان قبائل کے پاس جاؤں جو مسلمان ہوئے ہیں اور ان سے قرض لے کر میں اس مشرک کا قرض ادا کروں۔ حضور ﷺ نے مجھے اجازت فرمائی۔ بلال کہتے ہیں کہ میں بارگاہ رسالت سے اجازت لے کر اپنے گھر آیا۔ میں نے اپنا سامان سفر تگوار، نیزہ اٹھایا اور جوتیاں سر کے پاس رکھ دیں اور سونے کیسے لیٹ گیا۔ میں نے اپنا رخ مشرق کی طرف کیا جب بھی آنکھ لگتی فوراً کھل جاتی۔ اس مشرک کی اس دھمکی میں ساری رات پریشان رہا۔

صبح صادق تک میں یوں ہی پہلو بہ لتا رہا پھر اٹھا ان قبائل میں جانے کا ارادہ کیا تو میں نے من کوئی شخص مجھے بلند آواز سے بلارہا ہے اور کہہ رہا ہے، یا بلال! جب رسول اللہ ﷺ اے بلال! بارگاہ رسالت پناہ میں فوراً حاضر ہو جاؤ۔ چنانچہ میں سرور عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا چار اونٹ بیٹھے ہیں اور ان پر سامان لدا ہے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری کی اجازت طلب کی۔ حاضر ہوا تو نبی رحمت نے فرمایا منبر یا بلال اے بلال! خوشخبری ہو، اللہ تعالیٰ نے تیرا قرضہ ادا کرنے کیسے انتظام فرمادیا ہے۔ یہ اونٹ جو تم نے دیکھے ہیں جو کچھ ان پر لدا ہے وہ سب تمہارے لئے ہے۔ ان اونٹوں پر پیرچات تھے، کھانے پینے کی چیزیں تھیں۔ فدک کے رئیس نے اسے بارگاہ رسالت میں بھیجا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے

بدل ان کو اپنے قبضہ میں لے لو اور ان سے قرضہ ادا کرو۔ میں نے ایسا ہی کیا وہ سامان اتار کر اونٹوں کے گھنٹوں کو باندھا اس سے فارغ ہونے کے بعد صبح کی نماز کیلئے اذن دینے واپس آیا۔ رحمت عالم ﷺ جب نماز صبح سے فارغ ہوئے تو میں جنت البقیع میں آیا۔ میں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالیں اور بند آواز سے اعلان کیا۔ اگر کسی نے رحمت عالم ﷺ سے کوئی قرضہ لینا ہے تو فوراً حاضر ہو جائے۔ چنانچہ جن لوگوں نے کچھ لینا تھا وہ آتے گئے، میں ضرورت سے زیادہ چیزیں فروخت کرتا رہا اور جو قیمت ملتی وہ میں قرض خواہوں میں تقسیم کرتا رہا یہاں تک کہ تمام قرض خواہوں کے مطالبات پورے کر دیئے گئے اور اڑھائی وقیع بچ گیا۔ پھر میں مسجد کی طرف گیا بہت سادہ گزر چکا تھا رحمت عالم ﷺ مسجد میں تہاروتی افراد تھے میں نے سلام عرض کیا۔ مجھے ارشاد فرمایا جو چیزیں تمہارے پاس تھیں ان کے بارے میں کیا کیا؟ میں نے عرض کی اے اللہ کے پیارے حبیب۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے ذمہ جتنا قرض تھا، وہ سب کا سب ادا کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا کوئی چیز بچی؟ میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ۔ حضور ﷺ نے فرمایا باقی ماندہ کو یوں رکھ نہ چھوڑنا بعد ان کے حقداروں تک پہنچی کر مجھے آرام پہنچاؤ۔ میں اپنے گھر نہیں جاؤں گا جب تک ان سب چیزوں کو تم خرچ نہ کر لو۔

بدل فرماتے ہیں سارا دن گزر گیا لیکن میرے پاس کوئی طلبگار نہ آیا۔ چنانچہ رات حضور ﷺ نے مسجد میں گزاری۔ دوسرا دن پھر حضور ﷺ کا مسجد میں گزر گیا جب اس دن کا آخری وقت آیا تو دوسرا میرے پاس آئے اور انہوں نے اپنی ضرورت کیلئے درخواست کی۔ میں ان دونوں کو لے کر بازار گیا، کپڑے سوا کر پہنائے، انہیں پیٹ بھر کر کھانا کھلایا پھر عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد کریم قانے مجھے یاد فرمایا اور چھ بدل کیا بنا۔ میں نے عرض کی۔ بھلا رحمت اللہ منہ جو بچ گیا تھا جس سے حضور ﷺ بڑی تکلیف محسوس فرما رہے تھے اللہ تعالیٰ نے اس سے حضور ﷺ کو نجات دی ہے اور حضور ﷺ کی راحت کا سامان فرما دیا ہے۔ یعنی وہ سب میں نے ضرورت مندوں میں بانٹ دیا اس میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ یہ سن کر فرط مسرت سے حضور ﷺ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔ حضور ﷺ کو یہ کوفت اس لئے تھی کہ حضور ﷺ کو اندیشہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ میں رفیق اعلیٰ کی طرف کوچ کر جاؤں اور میرے گھر میں اس سامان سے کوئی چیز باقی رہ جائے۔

اس سے فارغ ہونے کے بعد حضور ﷺ گھر تشریف لے گئے۔ میں پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ حضور ﷺ اپنی تمام ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے گئے اور ہر روضہ کریمہ کو سلام فرمایا پھر اپنے اس حجرہ میں تشریف لائے جہاں حضور ﷺ نے وہ رات بسر فرماتا تھی۔ یہ بیان کرنے کے بعد آپ نے کہا

هَذَا نَدَى سَنِي عَنْهُ اے ابو عامر! جو سوال تو نے مجھ سے کیا ہے اس کا یہ جواب ہے۔

سُبْحَنَ اللّٰهُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِنَا
رَسُولِ اللّٰهِ صَاحِبِ الْخَلْقِ الْعَظِيْمِ۔

(1)

امام ترمذی، ابن مسعود سے اور ابو داؤد الطیلسی اور ابن سعد وائلہ بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن بارگاہ رسالت میں ایک مہمان آیا۔ ہر دو عالم ﷺ نے مہمان کو مہمان کی طرف آدمی بھیجا کہ کسی کے پاس اُتر کھانے کیسے سمجھ ہو تو وہ بہارے نورہ مہمان کیلئے بھیجے لیکن کسی ام المومنین کے ہاں کوئی ایسی چیز دستیاب نہ ہوئی جو مہمان کے سامنے پیش کی جائے۔ عبدغیب رضی اللہ عنہ نے اپنے کریم ملک کے سامنے دست سواں درار کیا اور عرض کی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وَرَحْمَتِكَ فَاِنَّهُ لَا یَمْلُکُهَا
اِلَّا اَنْتَ۔

”اے اللہ میں تجھ سے تیرے فضل اور تیری رحمت کی بھیک مانگتا ہوں
کیونکہ صرف تو ہی فضل و رحمت کے خزانوں کا مالک ہے۔“

یہ کہنے کی دیر تھی کہ ایک بھونی ہوئی بکری اور تازہ روٹیاں کوئی لے کر حاضر ہو گیا۔ سب سے پہلے حضور ﷺ نے اہل صفہ کو کھلایا یہاں تک کہ وہ سیر ہو گئے۔ پھر ارشاد فرمایا اے صحابہ! ہم نے اپنے پروردگار سے اس کے فضل اور اس کی رحمت کی بھیک مانگی ہے اس کا فضل تو یہ ہے جو تم نے تناول کیا اور ہم اس کی رحمت کے منتظر ہیں۔ (2)

ابن سعد اور دارقطنی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے کہ ابو حازم عوف بن عبدایرث کہتے ہیں کہ میں نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا عبد رسالت پناہ ﷺ میں

چھاننی کا رواج تھا؟ آپ نے کہا کہ میں نے عہد رسالت میں چھاننی نہیں دیکھی اور نبی رحمت ﷺ نے چھنا ہوا جو کا آنا کبھی استعمال نہیں فرمایا یہاں تک کہ اس انبیاء و رخصت ہو گئے۔ ہم جو پیسا کرتے، اس کے تے کے اوپر جو چھلکے جمع ہو جاتے ان کو پھونک مارا اڑاتے۔ کچھ اڑ جاتے کچھ بچ جاتے سی کا آنا گوندھ کر روٹی پکائی جاتی۔ (1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے اہل خانہ پر پے در پے تین مہینے گزرتے کہ ان کے چولہے میں آگ نہیں جلائی جاتی تھی۔ نہ روٹی پکانے کیلئے نہ سالن پکانے کیلئے۔ سننے والوں نے پوچھا اب ابو ہریرہ پھر وہ زندہ کیسے رہتے تھے؟ آپ نے بتایا کہ کھجور اور پانی پر گزر وقت تھی۔ نیز انصار میں سے بعض گھرانے ان کے پڑوسی تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے وہ اپنی شیردارانہ خدمت کا دھرم ادا کر رہے تھے۔

امہات المؤمنین کے گھروں میں رات کے وقت دیا بھی نہیں جلتا تھا۔

حضرت جریری فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر ملی کہ ایک روز مد کے محبوب رسول ﷺ اپنے ایک صحابی کے ساتھ بیٹھے تھے۔ اسی اثناء میں حضور ﷺ نے اپنے بیٹ کو ابی اس صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ میرا باپ اور میری ماں حضور ﷺ پر قربان جائیں یا بیٹ میں تکلیف ہے جس لئے آپ دبا رہے ہیں؟ فرمایا نہیں۔ میں جس کی وجہ سے ایسا کر رہا ہوں۔ وہ صحابی اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا اور انصار کے ایک باغ میں گیا۔ دیکھا ایک انصاری ڈول نکال نکال کر اپنے باغ کے درختوں کو پانی دے رہا ہے۔ اس صحابی نے اس انصاری سے کہا کیا تمہیں یہ بات منظور ہے کہ میں تمہارے باغ کی آپاشی کر دوں اور تمہارے ڈول کے بدلے ایک اچھی قسم کی کھجور مجھے دیدو۔ اس نے کہا مجھے منظور ہے۔ چنانچہ اس صحابی نے اپنی چادر اتار کر رکھ دی اور پھر ڈول نکال نکال کر پانی دینا شروع کر دیا۔ وہ صحابی بڑا طاقتور تھا۔ کچھ دیر جب جوش و خروش سے ڈول نکالتا رہا اس کا سانس پھول گیا اور وہ رک گیا۔ پھر اس نے اس باغ کے مالک کو کہا کہ اب مجھے کھجوریں گن کر دو جب وہ کھجوریں گنی گئیں تو رطل یعنی 1/2 میر کے برابر تھیں۔ وہ لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور حضور ﷺ کے قدموں میں انہیں بکھیر کر رکھ دیا۔ حضور ﷺ ان کھجوروں سے مٹھی بھر لے کر اور قسم

دیتے اِذْهَبُوا بِهَا إِلَى فُلَانَةٍ یہ فلاں خاتون کو پہنچا دو۔ پھر مٹھی بھرتے فرماتے یہ فلاں خاتون کو پہنچا دو۔ اسی طرح حضور ﷺ مٹھیاں بھر بھر کر نام لے لے کر بھجواتے رہے۔ وہ صحابی جو کھجوریں لے کر حاضر ہوا وہ یہ دیکھ کر بڑا حیران ہو رہا تھا کہ حضور ﷺ مٹھیاں بھر بھر کر دے رہے ہیں اور کھجوریں ویسی کی ویسی موجود ہیں، ان میں کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! حضور ﷺ مٹھیاں بھر بھر کر دے رہے ہیں اور یہ کھجوریں ویسی کی ویسی پڑی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم یہ آیت نہیں پڑھا کرتے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ کون سی آیت۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ (1)

”جو چیز تم خرچ کرتے ہو تو اس کی جگہ اور دے دیتا ہے۔ وہ بہترین

رزق دینے والا ہے۔“

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوہ خندق کے موقع پر جب مسلمان اس پتھریلی زمین میں خندق کھود رہے تھے تو تین دن رُز گئے نہ سرور عالم ﷺ نے کوئی چیز کھائی اور نہ صحابہ کرام کو ایک لقمہ تک نصیب ہوا۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے جب قریب ہو کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھا ہوا تھا تاکہ بھوک کی وجہ سے سر جھک نہ جائے۔ (رواد احمد والشیخ ابویعلیٰ سند جید)

امام ترمذی نے سند جید قوی کے ساتھ حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ بوٹھو رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ہم نے بارگاہ رسالت میں اپنی فاقہ کشی کی شکایت کی اور قمیص کا پدہ اپنے پیٹ سے اٹھ کر دکھایا کہ ہر ایک نے اس پر پتھر باندھے ہوئے ہیں۔ نبی رؤف ورحیم ﷺ نے بھی اپنے شکم مبارک سے جب قمیص کا پدہ اٹھایا تو ہم نے دیکھا کہ حضور سرور عالم ﷺ نے ایک کے بجائے دو پتھر باندھے ہوئے تھے۔

محمد بن جابر نے، جو اندلس کے بڑے غزل گو شاعر ہیں، بارگاہ رسالت میں ہدیہ نعت پیش کرتے ہوئے کچھ اشعار عرض کئے ہیں، ان میں سے چند اشعار آپ کی ضیافت طمع کیلئے پیش خدمت ہیں۔

كَانَ عِيَالُ النَّاسِ طَرَا عِيَالُهُ فَكَلَّمَهُمْ مَتَا لَدَيْهِ يُعَالِ

”سب لوگوں کے اہل و عیال خود حضور ﷺ کے اہل و عیال ہیں اور سب اہل و عیال کی ضرورتوں کو پورا کیا جاتا ہے۔“

يَسِيْرُ عَلَى فِقْرٍ وَلَوْ شَاءَ حَوَّلَتْ لَهُ ذَهَبًا مَحْضًا رَبِّيْ جَبَّارٌ
”حضور ﷺ فقر وفاقہ پر رات بسر کرتے تھے اور اگر حضور ﷺ چاہتے تو تمام بے اور پہاڑ حضور ﷺ کے لئے زر خالص بنادیتے جاتے۔“

وَمَا كَانَتْ الدُّنْيَا لَدِيْهِ بِمَوْقِعٍ وَقَدْ صُرِّمَتْ فِيْهَا لَدِيْهِ جَبَّارٌ
”حضور ﷺ کی بارگاہ میں دنیا کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔ اس سے تعلقات کی ساری رسیاں کاٹ دی گئی تھیں۔“

رَأَى هٰذِهِ الدُّنْيَا سِرِّيًّا رَوَّالَهَا وَلَمْ يَرْضَ شَيْئًا تَعَابِيْرِيْهِ زَوَالٌ
”حضور ﷺ نے دیکھا کہ یہ دنیا بڑی تیزی سے زوال پذیر ہے۔ پس حضور ﷺ نے اس چیز کو ہر گز پسند نہ کیا جس کو زوال لاحق ہوتا ہے۔“

اَنْتُمْ مَفَاتِيْحُ الْكُنُوْزِ فَسَدَّهَا وَعَافَتْ يَمِيْنٌ مَسْمَاوَسْمَاوُ
”حضور ﷺ کی خدمت میں زمین کے سارے خزانوں کی کنجیاں پیش کی گئیں لیکن حضور ﷺ نے ان کو مسترد کر دیا۔“

جَمِيْلٌ جَلِيْلٌ هَانٌ غَيْرُ مَانٍ عَلَيْهِ وَقَادَرٌ ظَاهِرٌ جَلَانٌ
”حضور ﷺ جمال و جلال سے مزین تھے آپ عطا کرنے والے تھے منع کرنے والے نہیں تھے۔ حضور سرور عالم ﷺ کے رخ انور پر وقار اور جلال ظاہر ہو رہا تھا۔“

شَفِيْعٌ رَفِيْعٌ قَاصِدٌ نَاصِحٌ لَّنَا رَحِيْمٌ رَحِيْبٌ الْعَفْوُ حِيْنَ يُّبَالِكُ
”حضور ﷺ گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے ہیں اونچی شان کے مالک ہیں۔ اپنے غلاموں کی مدد کرنے والے ہیں اور ہمارے خیر خواہ ہیں۔ حضور رحیم ہیں اور حضور کو کوئی تکلیف پہنچائی جاتی ہے تو حضور ﷺ کی غفور و درگزر بڑی کشادہ ہوتی ہے۔“

جَبِيْبٌ اِلَى رَبِّ الْاَتَامِ مُجَبَّبٌ اِلَى الْخَنَنِ الْاَمِنْ كَدِيْبٌ مُّضَلَّانُ (1)

”حضور ﷺ تمام مخلوق کے پروردگار کے حبیب ہیں اور ساری مخلوق کے محبوب ہیں۔ بجز اس بد بخت کے جس کے مقدر میں ضلالت و گمراہی ہو۔“

خشیت الہی

اللہ جل مجدہ کی الوہیت و بریائی کا جتن کسی کو عرفان نصیب ہوتا ہے اسی قدر اس کے دس میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے۔ ساری کائنات میں سے اپنے رب کا جتن عرفان محبوب رب احدین ﷺ کو حاصل تھا اتنا کسی پیغمبر کو اور نہ کسی فرشتہ کو حاصل تھا۔ اسی لئے نہ کار و نہ عالم ﷺ کے قلب کریم میں اللہ تعالیٰ کا جتن خوف تھا کوئی فرشتہ، کوئی مقبول بارگاہ الہی، کوئی نبی، کوئی اولوا العزم رسول اس مقام پر رسائی حاصل نہ کر سکا۔

امام ترمذی اپنی سنن میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

رَأَيْتُ أَدْرَى مَا لَا تَرَوْنَ وَأَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُونَ. أَطْلُبُ السَّمَاءَ وَحَقَّ لَهَا أَنْ تَنْقُطَ مَا فِيهَا مَوْضِعُ أَرْبَعِ أَصَابِعٍ إِلَّا وَمَعَكَ وَاضِعٌ جَبْهَتَهُ سَاجِدًا لِلَّهِ تَعَالَى. وَاللَّهُ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا..... وَلَخَرَجْتُمْ إِلَى الصُّعَدَاتِ تَجِدُونَنَ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى (قَالَ أَبُو ذَرٍّ)

لَوِ دِدْتُ إِلَى شَجَرَةٍ لَعَصَدْتُ (1)

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے میں وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔ آسمان چیں چیں کر رہا ہے اور اس کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ ایسا کرے کیونکہ آسمان پر چار انگشت کی مقدار بھی ایسی جگہ نہیں جہاں کوئی فرشتہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہوئے اپنی پیشانی رکھے ہوئے نہ ہو۔ بخدا اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے۔ اور تم بند و باراستوں پر نکل جاتے اور رُڑ رُڑا کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں فریادیں کرتے۔“

حضرت ابو ذر نے اس روایت کے بعد کہا میں پسند کرتا ہوں کہ کاش میں ایک درخت ہوتا جسے کاٹ دیا جاتا۔

رحمت عالم ﷺ رات کو نفل پڑھنے کیلئے کھڑے ہوتے تو اتنی دیر قیام فرما رہتے کہ حضور ﷺ کے قدم مبارک سون جاتے۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ حضور ﷺ تنی تلیف کیوں برداشت کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مغفرت کی نوید سنائی۔ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا (جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ سب پاؤں انعامات اور احسانات فرمائے ہیں) تو کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ ہوں۔ ماموئین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے آقا و مولا ﷺ کے عمل کی یوں تصویر کشی کرتی ہیں فرماتی ہیں۔

كَانَ عَمَلُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِيَّةً وَ
اَيُّكُمْ يُطِيعُ مَا كَانَ يُطِيعُ - (1)

”اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا عمل مسلسل ہوا کرتا تھا یعنی اس میں انقطاع نہیں ہوتا تھا اور تم میں سے کون ہے جس میں تنی حاکت و ہمت ہو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے کو رزانی فرمائی تھی۔“

یعنی حضور ﷺ جو عمل فرمایا کرتے اس میں تسلسل اور وام ہوتا۔ حضور ﷺ پابندی سے اسے انجام دیتے اس میں انقطاع اور ناغہ نہ ہوتا اور ہم میں سے کون ہے جس میں تنی ہمت اور طاقت ہو جتنی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرّم کو رزانی فرمائی۔

حضرت عوف بن مالک نے فرمایا کہ میں نے ایک رات حضور ﷺ کی معیت میں گزار دی۔ حضور ﷺ بیدار ہوئے تو پہلے مسوک کیا، وضو فرمایا، پھر کھڑے ہو کر نماز شروع کی۔ میں بھی اپنے آقا کے ساتھ کھڑ ہو گیا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے سورہ بقرہ سے تلاوت کا آغاز کیا۔ جہاں بھی کوئی رحمت کی آیت آتی تو حضور ﷺ رک جاتے اور اس رحمت کے بارے میں التجائیں کرتے رہتے۔ جب اس آیت کی تلاوت فرماتے جس میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ذکر ہے تو وہاں بھی توقف فرماتے اور اللہ تعالیٰ سے اس عذاب سے پناہ مانگتے۔ سورہ بقرہ کو ختم کرنے کے بعد رکوع میں گئے اور اتنی دیر ہی رکوع میں ٹھہرے رہے

جنتی دیر حضور ﷺ نے قیام فرمایا تھا۔ اور یہ تسبیح پڑھتے رہے **سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ
وَالْمَلَائِكَةِ وَالْعِظَمَةِ** یعنی اے جبر و قہر کے مالک اے وسیع و عریض مملکت کے بادشاہ!
اے ساری عظمتوں کے مالک! تو ہر شریک اور ہر ضد سے ہر مذمے اور ہر عیب سے پاک ہے۔
رکوع کے بعد حضور ﷺ سجدے میں گئے اور وہاں بھی اتنی ہی دیر لگائی پھر دوسری
رکعت میں سورہ آل عمران کی تلاوت کی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ یہی روایت نقل
کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

مَجِدَّ نَحْوًا مِّنْ قِيَامِهِ جنتی دیر حضور ﷺ نے قیام فرمایا اتنی دیر ہی سجدہ میں تسبیح و
تہلیل کرتے رہے۔ پھر دو سجدوں کے درمیان جلوس فرمایا اور یہاں بھی اتنی دیر لگائی۔ چنانچہ نبی
کریم ﷺ نے ان نوافل میں سورہ بقرہ، آل عمران، النساء اور المائدہ تلاوت فرمائی۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں کہ اللہ کے محبوب
کریم ﷺ نے ایک روز نماز شروع کی اور ایک آیت تلاوت فرمائی۔ ساری رات یہی ایک
آیت تلاوت فرماتے رہے۔ اور ملاطی قاری شرح شفاء میں لکھتے ہیں کہ سورہ مائدہ ہی یہ
آیت تھی۔

لَنْ نَعْذِبَهُمْ فَانَّهُمْ عِبَادُكَ وَلَنْ تَغْفِرَ لَهُمْ فَاِنَّكَ أَنْتَ
الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔

(1)

”اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ بندے ہیں تیرے اور اگر تو بخش دے ان
کو تو بلاشبہ تو ہی سب پر غالب اور دانا ہے۔“

حضرت ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوَاسِلَ الْأَحْزَانِ
دَائِمًا الْفِكْرَ لَيْسَتْ لَهُ رَاحَةٌ۔

”رحمت عالم ﷺ ہمیشہ حزن و ملال کی کیفیت میں رہتے تھے۔ ہمیشہ
اپنی امت کے بارے میں فکر مند رہتے تھے۔ کبھی راحت و آرام نہیں
پایا تھا۔“

سیدنا علی مرتضیٰ کریم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے

حضور ﷺ کے طریقہ کار کے بارے میں دریافت کیا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ (۱)

الْمَعْرِفَةُ لَأَسْ مَالِي
وَالْعَقْلُ أَصْلُ دِينِي
وَالْحُبُّ آسَاسِي
وَالشُّوقُ مَرْكَبِي

اللہ تعالیٰ کی معرفت میری پونجی ہے
عقل و دانش میرے دین کی اساس ہے
اور اللہ تعالیٰ کی محبت میری بنیاد ہے۔
قرب الہی کے حصول کا شوق میری
سواری ہے۔

وَذَكَرُ اللّٰهُ اَنْبِيَئِي
وَالشَّعْثَةُ كَثْرَتِي
وَالْحُزْنُ نَفْسِي
وَالْعِلْمُ سَلَابِي
وَالصَّبْرُ دَرَاكِي
وَالرِّضَاءُ غَنِيَّتِي
وَالْعِزُّ غُذْرِي
وَالزُّهْدُ حِرْفَتِي
وَالْيَقِينُ قُوَّتِي
وَالصِّدْقُ شَفِيعِي
وَالطَّاعَةُ حَسْبِي
وَالْجِهَادُ خُلُقِي

اللہ تعالیٰ کا ذکر میری دلجوئی کرنے والا ہے
اللہ تعالیٰ پر بھروسہ میرا خزانہ ہے۔
حزن و اندوہ میرا رفیقِ راہ ہے۔
اور علم میرا ہتھیار ہے۔
اور صبر میری چادر ہے۔

وَقُرْآنُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ
ثَمَرَةُ قُوَادِي فِي ذِكْرِهِ
وَعَيْتِي لِاجْلِ اُمِّي
وَشَوْقِي اِلَى رَبِّي

اور اللہ تعالیٰ کی رضا میرے لئے قیمت ہے
اور بارگاہِ الہی میں میرا عجز و نیاز میرا فخر ہے
ماں و دولت سے اجتناب میرا پیشہ ہے۔
اور یقین میری قوت کا سرچشمہ ہے۔
اور سچائی میری شفاعت کرنے والا ہے
اللہ تعالیٰ کی اطاعت میرا سرمایہ افتخار ہے۔
اور اللہ کے راہ میں جہاد میرا خلق ہے۔
میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔
اور میرے دل کا ثمر اللہ کا ذکر ہے۔
میرا غم و اندوہ محض اپنی امت کے لئے ہے
میرا راہوار شوق قرب الہی کی طرف
گامزن ہے۔

حضرت ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے اخلاق حسنہ کے بارے میں

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو جو بتایا تھا وہ ہم ابتدا میں بھی لکھ آئے ہیں لیکن یہاں ایک
جملہ کا اضافہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں جو وہاں لکھا نہیں آیا تھا۔

وَيَقُولُ لِيُبَيِّنَ الشَّاهِدُ مِنْكُمْ الْغَائِبَ وَيُلْغُوَنِي حَاجَةً
مَنْ لَا يَسْتَطِيعُ ابْلَاغِي حَاجَتَهُ فَإِنَّهُ مَنْ أَبْلَغَ سُلْطَانًا
حَاجَةً مَنْ لَا يَسْتَطِيعُ ابْلَاغَهَا ثَبَّتَ اللَّهُ قَدَمَيْهِ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ۔

”حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں اور میری گفتگو سن
رہے ہیں یہ ان لوگوں کو پہنچائیں جو اس مجلس سے غیر حاضر ہیں۔ پھر
فرمایا کہ جو شخص بر اور است مجھے اپنی حاجت سے آگاہ نہیں کر سکتا اسکی
حاجت تم لوگ مجھ تک پہنچا یا کرو۔ یونکہ جو شخص کسی سلطان کو ایسے
آدمی کی تکلیف و حاجت سے آگاہ کرتا ہے جو خود ایسا کرنے سے قاصر
ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو قیامت کے دن ثابت قدم رکھے گا۔ جب وہ
پل صراط سے گزریں گے تو ان کا پاؤں پھسلے گا نہیں بلکہ ثابت قدم
رہیں گے۔“

ماوی اس وجہ سے حضور ﷺ حقائق و مختلف انداز سے اس طرح بیان فرماتے کہ سامعین کے
دل میں حضور ﷺ کے ارشادات اتر جاتے اور پھر انکے نقوش بھی مدہم نہ پڑتے۔
خشیت الی کے مضمون و مختلف اسباب سے رحمت دو عالم ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔ ہر
وہاں ہے، ہم اسلوب دُکھش اور دُغریب ہے۔ حضور ﷺ کی شان خشیت الہی کو حضرت
ابوہریرہ و ارشاد نبوی سے یوں بیان کرتے ہیں۔

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَارِبُوا، سَيَدُودُوا
وَأَعْلَمُوا أَنَّهُ لَنْ يَتَّبِعُوا أَحَدًا مِنْكُمْ بِعَمَلِهِ، وَفِي لَفْظٍ لَا
يَدْخُلُ أَحَدٌ مِنْكُمْ الْجَنَّةَ بِعَمَلِهِ قَالُوا وَلَا أَنْتَ قَالَ وَلَا
أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَّعِدَنِي اللَّهُ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ (1)

”شیخین“ حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے پیار سے

رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ميانہ روئی اختیار کرو، سیدھے راستے پر چلو۔ اچھی طرح جانو کہ کوئی شخص اپنے عمل کی بنا پر نجات نہیں پا سکتا۔ کوئی شخص محض اپنے عمل سے جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ بھی؟ فرمایا میں بھی عمر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و فضل سے مجھے ڈھانپ لے۔“

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ شَيْئًا وَرَخَّصَ فِيهِ فَنَزَّاهُ عَنْهُ قَوْمٌ قَبْلَهُ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَطَبَ وَحَمَدَ اللَّهُ تَعَالَى مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُونَ عَنِ الشَّيْءِ اصْنَعُوا فَوَاللَّهِ إِنِّي لَا أَعْلَمُهُمْ بِاللهِ وَأَشَدُّهُمْ لَهْ خَشْيَةً (1)

”رسول اللہ ﷺ نے ایک کام کیا اور اس کو کرنے کی اجازت بھی عطا فرمائی لیکن بعض لوگوں نے اس کو کرنے سے اجتناب کیا۔ یہ بات بارگاہ رسالت میں عرض کی گئی تو حضور ﷺ نے خطبہ کیا۔ یہ کہ تعالیٰ کی حمد کی پھر فرمایا اس قوم کا کیا انجام ہو گا جو اس چیز سے پرہیز کرتے ہیں جو میں کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں سب دُلوں سے زیادہ اپنے پروردگار کے ساتھ علم رکھتا ہوں اور سب دُلوں سے زیادہ اس سے ڈرتا ہوں۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب سخت ہوا چٹکی یا بادل کے ٹرنے کی آواز سماعت فرماتے تو شدت خوف سے حضور ﷺ کی رنگت تبدیل ہو جاتی اور اس خوف کے اثرات حضور ﷺ کے چہرے سے معلوم ہونے لگتے۔

امام ترمذی، حافظ منذری اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک دن صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ۔ حضور ﷺ جوڑھے ہوئے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا۔

قَالَ شَيْبَتْنِي هُوْدُ وَالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلَاتُ وَعَمَّيْتَسْلَوْنُ
وَلِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ - (1)

”ان سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے (کیونکہ ان میں اہوال قیامت کا ذکر کیا گیا ہے) یعنی ہود۔ الواقعہ۔ المرسلات۔ عم یتساءون اور اذا الشمس کوڑت۔“

اہم پہلی اور ابن عساکر نے ابی علی اشبونی سے روایت کیا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم ﷺ کا خواب میں دیدار کیا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ حضور ﷺ سے جو یہ مروی ہے کہ شمس ہود کیا یہ درست ہے؟ قَالَ لَعَمْرُوحُضور ﷺ نے فرمایا ہاں قُلْتُ مَا الَّذِي شَيْبَكَ میں نے عرض کی ان سورتوں میں کون سی ایسی چیز ہے جس نے حضور ﷺ کو بوڑھا کر دیا ہے؟ ان میں انبیاء کے واقعات ہیں، امتوں کی ہلاکت کا رزادینے والا تذکرہ ہے، کیا اس سے حضور ﷺ پر بڑھاپا کے آثار نمایاں ہو گئے ہیں؟ قَالَ لَا وَلَكِنْ فَاسْتَقِمَّ كَمَا أُمِرْتَ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ مجھے تو اس آیت نے بوڑھا کر دیا ”جس طرح آپ کو حکم کیا گیا اس طرح آپ ان اوامر کو پابندی سے بجالائیں۔“

ابو حرب بن السور سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔

عَنْ أَبِي حَرْبِ بْنِ السَّوْرَانَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ إِنَّ كَدَيْنَا أَنْكَالًا وَجَعِيْمًا وَطَعَامًا ذَا
عُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا -

”یشک بہارے پاس ان کینے بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی آگ ہے اور غذا جو

گلے میں پھنس جانے والی ہے اور دردناک عذاب۔“

قُلْنَا بَلِّغْ إِلَيْهَا صَبِيحًا جب حضور ﷺ نے یہاں تک آیت پڑھی تو خشیت الہی سے حضور ﷺ پر غشی طاری ہو گئی۔ حضرت ابن ابی شیبہ ثقہ راویوں کی بنا پر حضرت انس رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں ابو سعید نے کہا کہ ہم ایک روز رسول اللہ ﷺ کی خدمت قدس میں حاضر تھے۔ ہم نے دیکھا کہ حضور از حد غمزہ ہیں۔ کسی نے عرض کی اے اللہ کے

پیارے رسول۔ میرا باپ اور میری ماں حضور ﷺ پر قربان ہوں۔ اس غزوگی کی وجہ کیا ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا سَمِعْتُ هَذِهِ وَكُنْتُ أَسْتَعِزُّ بِمَثَلِهَا کہ میں نے ایک خوفناک آواز سنی ہے آج تک اتنی خوفناک آواز میں نے کبھی نہیں سنی۔ میرے پاس جبریل آئے میں نے اس آواز کے بارے میں ان سے پوچھا تو آپ نے جواب میں کہا۔

هَذِهِ صَوْرَةُ هَذَاتِ مِنْ شَفِيرِ جَهَنَّمَ مِنْ سَبْعِينَ خَرِيفًا
فَهَذَا احْيَيْنَ بَلَغَتْ قَعْرَهَا أَحَبَّ أَنْ يُسَمِعَكَ صَوْتَهَا۔ (1)
"ایک چٹان جہنم کے کنارے سے ستر سال پہلے نیچے گرائی تھی اور جب وہ جہنم کی گہرائی میں پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے پسند کیا کہ اس کی آواز حضور ﷺ کو سنی جائے یہ وہ آواز ہے۔"

ابو سعید کہتے ہیں کہ اس دن کے بعد کبھی حضور ﷺ کو قہقہہ لگاتے نہیں سنا گیا۔ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا يَا مُقَلِّبَ الْعُلُوبِ يَتَبُّ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ (اے دوں کو بدلتے والا میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھنا)

علامہ زینی دحلان نے یہاں ایک لطیف نکتہ تحریر فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کے خوف کے نئی درجات ہیں اور ہر درجہ کے الگ الگ نام تجویز کئے گئے ہیں۔ عام بل ایمان کے دلوں میں اپنے رب کا جوڑ ہوتا ہے اسے خوف کہتے ہیں۔ علماء و بائین کے دلوں میں اپنے مالک کا جوڑ ہوتا ہے اسے خشیت کہتے ہیں۔ ذات باری کے عشق کے دلوں میں جوڑ ہوتا ہے اس کو ہیبت کہتے ہیں۔ بارگاہ رب العزت کے مقربین کے دلوں میں جوڑ ہوتا ہے اس کو جدل کہتے ہیں۔ حضور ﷺ تمام محبین اور مقربین سے اکمل و افضل تھے اس لئے حضور ﷺ کے قلب مبارک میں اپنے خداوند قدوس کا جوڑ تھا وہ ہیبت و اجلال کا جامع تھا۔ پروردگار عالم کے تمام عشاق اور مقربین میں جو شان حضور ﷺ کی تھی وہ اکمل و افضل تھی چنانچہ حضور ﷺ کے دل میں اپنے خداوند قدوس کا جوڑ تھا وہ ہیبت و اجلال کا جامع تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو یقین کے تمام مدارج پر فائز کیا تھا۔ آپ علم یقین نہیں عین یقین اور حق یقین کے مدارج عالیہ پر یک وقت فائز تھے۔ تمام چیزوں کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ فرمایا کرتے اور عظمت

خداوندی کا تصور ہر وقت مستحضر اور پیش نظر رہتا تھا۔ اور یہ مقام رفیع کسی اور کو نصیب نہیں ہوا اس لئے نبی مکرم نے اپنی شان رفیع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: **وَأَعْلَمُكُمْ بِاللّٰهِ اَنَا (1)** تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا سب سے زیادہ اللہ کی شان بحال و کمال کا جاننے والا میں ہوں۔“

شفیع عاصیان علیہ السلام کی شان استغفار و توبہ

سرور عالم ﷺ اس مقام رفیع کے باوجود جس پر حضور ﷺ کو رب کریم نے فیض فرمایا تھا دن میں بار بار استغفار اور توبہ کیا کرتے تھے۔

امام بخاری کی روایت میں ستر بار اور طبرانی کی روایت میں سو بار کے الفاظ آئے ہیں۔ دونوں اعداد سے مراد کثرت استغفار و توبہ ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے رجال صحیح کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے۔

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي
أَسْتَغْفِرُكَ مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ
وَأَنْتَ الْمَوْجِبُ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (2)

”اے اللہ میں مغفرت طلب کرتا ہوں تجھ سے جو میں نے پہلے کیا جو بعد میں کیا جو میں نے چھپ کر کیا جو میں نے اعلانیہ کیا تو ہی ہر چیز کو اپنے مقام پر رکھنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔“

یہ دعا اپنی امت کو استغفار کا طریقہ سمجھانے کیلئے ارشاد فرمائی گئی ہے۔

امام احمد اور امام بخاری نے اب مفرد اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت اغر سے یہ حدیث نقل کی ہے، اغر نے کہا کہ میں نے اللہ کے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ تَوَبُّوا إِلَى اللَّهِ تَعَالَى فَإِنِّي أَتُوبُ إِلَيْهِ كُلَّ يَوْمٍ
مِائَةً مَرَّةً (3)

”اے لوگو! اللہ کی بارگاہ میں توبہ کیا کرو میں اللہ سے ہر روز سو مرتبہ

1- ربیع و حدیث: اسیر النبیؐ، ج 3، صفحہ 254

2- سنن ابی دہی، ج 7، صفحہ 101

3- سنن

توبہ کرتا ہوں۔“

ابن ابی شیبہ، امام احمد اور حاکم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک روز مجھے ارشاد فرمایا۔

(1) اَنْتَ مِنْ الْاَسْتَغْفَارِ يَا حَذِيفَةُ

”اے حذیفہ تم طلب مغفرت میں کیوں سستی کا مظاہر کرتے ہو۔“

اِنِّیْ لَا اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِیْ كُلِّ یَوْمٍ مِّائَةً مَّرَّةً وَّ اَتُوبُ اِلَیْهِ

”میں باوجود ان کلمات کے ہر روز اللہ تعالیٰ کی جناب میں سو بار

مغفرت طلب کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔“

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے اللہ سے محبوب ﷺ کو اس طرح استغفار کرتے دیکھا۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوبُ اِلَیْهِ

قَبْلَ اَنْ یَّعُوْرَ مِنْ الْمَجْلِسِ مِائَةً۔ (2)

”میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ وہ اللہ جس سے بغیر اور کوئی

معبود نہیں۔ وہ حی و قیوم ہے اور خود ہمیشہ سے ہمیشہ تک زندہ ہے۔ کائنات

کی ہر چیز کو زندہ رکھنے والا ہے۔ میں اس کی جناب میں توبہ کرتا ہوں۔“

آپ مجلس پر خواست کرنے سے پہلے سو مرتبہ توبہ فرماتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا حضور ﷺ نے اپنی

وفات سے پہلے ان کلمات کا کثرت سے اور ہر وقت تکرار فرمایا کرتے۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔

اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوبُ اِلَیْكَ۔

”اے اللہ تو پاک ہے ہر شریک اور ہر عیب سے۔ میں تیری حمد کرتا

ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے بغیر کوئی معبود نہیں ہے۔ میں تجھ

سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔“

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک روز عرض کی یا رسول اللہ! ان کلمات کو حضور ﷺ کیوں ہر وقت دہراتے رہتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا میرے رب نے مجھ سے ایک عہد لیا ہے اور مجھے ایک کام کرنے کا حکم دیا ہے اس لئے اس کی اتباع کر رہا ہوں۔

استغفار کی حکمت

یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ سرور عالم ﷺ صغیرہ و کبیرہ تمام گنہوں سے معصوم تھے اور استغفار کی تو اس وقت ضرورت پڑتی ہے جب کوئی گناہ سرزد ہو جائے۔ جب حضور ﷺ معصوم تھے تو پھر استغفار کا کیا مطلب ہے۔ اس اشکال کے متعدد جواب دیئے گئے ہیں۔

1۔ حضور سرور عالم ﷺ جو مباح کام کیا کرتے تھے مثلاً کھانا، پینا، سونا آرام کرنا، لوگوں سے میل جول رکھنا، ان کے فائدے کیلئے غور و فکر کرنا، کبھی ان کے دشمنوں سے جنگ کرنا اور کبھی ان سے خوش خلقی کا مظاہرہ کرنا، متفرد لوگوں میں الفت پیدا کرنے کیلئے کوئی کام کرنا، یہ چیزیں اگرچہ مباح اور بعض بڑی پسندیدہ ہیں لیکن ہر حال میں وہ ذکر الہی میں مشغول ہونے اور اس کی بارگاہ میں بجزہ نیاز کرنے، اس کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ کرنے اور اس کے مراقبہ میں مشغول ہونے میں کچھ نہ کچھ حارج ہوتی تھیں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے مقام رفیع کے باعث حضور ﷺ ان چیزوں کو بھی ذنوب میں شمار کرتے تھے اس لئے ان سے استغفار فرماتے۔

2۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ اس لئے کثرت سے استغفار فرمایا کرتے تاکہ امت حضور ﷺ کی اس سنت پر عمل پیرا رہے اور کوئی بھی استغفار اور توبہ سے غفلت نہ برتے۔

3۔ یا یہ استغفار اپنی امت کے گناہوں کیلئے فرماتے **أَدْوِمَنَّ ذُنُوبَ أُمَّتِي**

4۔ اس سلسلہ میں ایک لطیف بات یہ کہی گئی ہے جو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی طرف منسوب ہے کہ بمقتضائے فرمان الہی **وَلَا تَخْشَوْا خَيْرَ لَّكَ مِنَ الْآلِ** یعنی تیری ہر آنے والی ساعت، ہر آنے والی گھڑی گزشتہ ساعتوں اور لمحوں سے افضل اور اعلیٰ ہے اس لئے حضور ﷺ کا عقاب ہمہت ہمہ وقت خدا اور رفعتوں اور بندوں کی طرف مصروف پرواز رہتا تھا۔ اس چھوڑی ہوئی منزل میں جو لمحہ گزرا تھا وہ بھی نگاہِ مصطفویٰ میں یک ذنب تھا اس سے بار بار استغفار کیا جا رہا ہے۔

5۔ ایک اور بڑی پیاری بات کہی گئی ہے کہ استغفار جو بظہر تو طیب مغفرت ہے لیکن اس کا مدعا اللہ تعالیٰ کی مزید محبت کی طلب ہے۔ حضور ﷺ کا ہر لمحہ استغفار و توبہ میں مصروف رہنا درحقیقت ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں اضافے اور زیادتی کی التجا ہے۔

وَوْنَهَا أَنْ فِي الْإِسْتِغْفَارِ وَالتَّوْبَةِ مَعْنَى لَطِيفًا وَهُوَ اسْتِغْفَارٌ
لِمَحَبَّةِ اللَّهِ تَعَالَى فَاحْذَرُوا الْإِسْتِغْفَارَ وَالتَّوْبَةَ فِي كُلِّ حِينٍ
رَاسِتًا عَامًّا لِمَحَبَّةِ اللَّهِ تَعَالَى

(1)

6۔ حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ نے لغت عرب کے امام الصمعی سے پوچھا کہ اس حدیث شریف کا کیا مطلب ہے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا لِيَغْفِرَ عَلَيَّ قَلْبِي صمعی نے شعبہ سے دریافت کیا۔ یہ جملہ کس سے روایت کیا گیا ہے؟ میں نے کہا نبی کریم ﷺ سے یہ جملہ مروی ہے۔ تو صمعی نے اعتراف عجز کرتے ہوئے کہا۔

لَوْ كَانَ قَلْبُ غَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَسَرْتُهُ وَأَمَّا
قَلْبُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا أَدْرِي

”اگر نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی کے قلب کا یہاں ذکر ہوتا تو میں اس کی تفسیر کرتا لیکن سرور عالم ﷺ کے قلب مبارک کی حقیقت کون میں سمجھ سکتا ہوں اور نہ مجھے اس بارے میں یارائے تکلم ہے۔“

اسی طرح عارف ربانی حضرت جنید نے بھی اعتراف عجز کرتے ہوئے کہا تھا۔

لَوْلَا أَنَّهُ حَالُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَكَلَّمْتُ فِيهِ
وَلَا يَتَكَلَّمُ عَلَى حَالٍ إِلَّا مَنْ كَانَ مُشْرِقًا عَلَيْهِ

”اگر نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی کا حال نہ کور ہوتا تو میں اس میں گفتگو کرتا۔ حال کے بارے میں اس شخص کو ہی گفتگو کرنے کا حق ہے جو اس حال پر پوری طرح آگاہ ہو۔ لیکن نبی رحمت ﷺ کے حالات پر آگاہی کا دعویٰ تو مخلوق میں سے کوئی بھی نہیں کر سکتا۔“

امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ اپنے بلند مقام کے باوجود یہ کہا کرتے کاش میں حضور ﷺ کے حال پر آگاہ ہوتا اور

کاش میں اس چیز کا مشاہدہ کرتا جس سے روکنا تے استغفار کیا ہے۔

7۔ حضرت ابن عطاء اللہ اسکندری سے اس حدیث کے بارے میں ایک بڑا طیف قول مروی ہے۔ قارئین کی بصیرت میں اضافہ کیلئے وہ قول پیش کرتا ہوں۔ آپ اسے پڑھیے اور اس کی بہرہ لی تب پہنچنے کی کوشش کیجئے۔ یقیناً آپ ملاحظہ ہوں گے۔

ذَكَرَ ابْنُ عَطَاءٍ اللّٰهُ فِي كِتَابٍ لِّطَلَّافِ الْيَمَنِ أَنَّ الشَّيْخَ
أَبَا الْحَسَنِ الشَّاذِلِيَّ قَدَسَ اللّٰهُ سِرَّهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَلَّمْتُ عَنْ حَدِيثِ أَذْكَرِ الْيَمَانِ
عَلَى قَلْبِي، وَقَالَ يَا مُبَارَكُ ذَلِكَ عَيْنُ الْأَنْوَارِ۔ (1)

”حضرت ابوالحسن شاذلی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور حضور ﷺ سے اس حدیث کے بارے میں (ان یغان علی قلبی) دریافت کیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے مبارک اس پر دے سے مراد انوار و تجلیات کا پردہ ہے۔“

اہل دل سے درخواست ہے کہ وہ سب الہدی جہد سات صفحات 102 تا 106 کا مطالعہ کریں۔ یقیناً انہیں اندہ قحالی کے محبوب کے مقامات رفیعہ کے بارے میں کچھ نہ کچھ عرفان نصیب ہو گا اور عارفانین کے ادب و احترام کا بھی اندازہ ہو گا جو وہ ان ارشادات کے بارے میں کرتے تھے جن کا تعلق حضور ﷺ کی ذات برامی سے تھا۔

قصر املہ ﷺ (یعنی حضور ﷺ کا دنیوی زندگی میں لمبی امیدوں سے اجتناب) وہ اپنی زندگی کے بارے میں بڑی غلط فہمیوں کا شکار ہوتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ابھی میرا عقون شباب ہے۔ میری طاقت اور قوت قابل رشک ہے۔ مجھے آرام و زندگی بسر کرنے کیلئے ساری سہولتیں میسر ہیں۔ اور اگر کوئی بیماری وغیرہ آ بھی گئی تو علاج کیلئے بڑے مابہر قابل معالج اسے میسر میں چنانچہ ان حالات کے پیش نظر وہ توقع کرتا ہے کہ وہ مادیر زندہ رہے گا اور اس عرصہ میں وہ اپنی مالی خوشحالی و معاشرہ میں اعلیٰ مقام تک رسائی کے بارے میں طرح طرح کی منصوبہ بندیاں کرتا رہتا ہے لیکن یہ سب چیزیں نفس کا

فریب ہیں۔ کوئی ناگہانی مصیبت، کوئی غیر متوقع حادثہ اس کے منہوں کے ان رفیع و عریض محلات کو سہار کر سکتا ہے۔ رحمتِ دو عالم ﷺ جس طرح دیگر حجابات کو تار تار کرنے کیسے تشریف لائے اسی طرح حضور ﷺ نے اس دہیز پر دے کو بھی وگوں کے سامنے سے ہٹا دیا اور انہیں اس بات کی تلقین کی کہ وہ موت سے کسی وقت بھی غافل نہ رہیں۔

سرورِ عالم ﷺ سے کئی ایسی صحیح حدیث مروی ہیں جن سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ نبی مکرم ﷺ اپنے بارے میں اس قسم کی توقعات سے ہمیشہ دور رہا کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پانی کی تلاش میں نکلتے اور پھر مٹی سے تیمم فرما لیتے۔ میں عرض کرتا یا رسول اللہ پانی بالکل قریب ہے وہاں پہنچ کر وضو فرمالیں تو رحمتِ عالم ﷺ فرماتے دَمَا يَدُرِّي نِيَّ لَعَلِّي لَا أَبْلُغُهُ مجھے یہ معلوم کہ میں وہاں تک پہنچوں گایا نہیں۔

حضور ﷺ نے وگوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

يَسْبِيْ اَدْمَرَانَ كُنْتُمْ تَعُوْدُوْنَ فَعَادُوا اَنْفُسَكُمْ مِنَ الْمَوْتِ
وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ اِنْ مَّا لَوْ عَادُوْنَ لَا يَدْرِيْ مَا اَنْتُمْ بِمُخْرَجِيْنَ (1)
”اے اولادِ آدم! اگر تم میں عقل و دانش ہے تو اپنے آپ کو مرنے والوں میں شمار کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے جو تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور تم سے گا اور تم اس وعدہ کو نال نہیں کیے۔“

حضرت عقبہ بن الحارث سے مروی ہے کہ ایک روز عصر کی نماز پڑھنے کے بعد نبی کریم ﷺ بڑی تیزی سے روانہ ہوئے۔ وگاہ اس سرعتِ رفتار کی وجہ معلوم نہ کر سکے۔ حضور ﷺ جب واپس تشریف لائے اور اپنے ساتھیوں کے چہروں پر تعجب و حیرت کے آثار ملاحظہ فرمائے تو ان کو مطمئن کرنے کیلئے حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرمایا۔

كَانَ عَمْدِيْ رَبِّيْ فَاَتَوَكَّلُوْهُ اَنْ اُيْبِتَهُ عَمْدِيْ فَاَمَرْتُ بِقِسْمَتِيْ
”میرے پاس کچھ سونا تھا۔ میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ وہ سونا اس رات میرے گھر میں رہے اس لئے میں تیز تیز وہاں پہنچا اور اس کو تقسیم

کرنے کا حکم دیا۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک روز شام کے بعد آنحضرت درہم بارگاہ رسالت میں پیش کیے گئے جن کے باعث حضور ﷺ کو بڑی بے چینی ہوئی۔ کبھی اٹھتے کبھی بیٹھتے بستر پر پہلو بدلتے لیکن نیند نہ آتی۔ اسی اثناء میں ایک سائل گلی سے گزر اس نے سواں کیا۔ سرور عالم ﷺ میرے بستر سے اٹھ کر باہر تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو سینے ہی نیند آگئی۔ صبح ہوئی تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ اس بے چینی کی وجہ کیا تھی؟ فرمایا میرے پاس شام کے بعد آنحضرت درہم آئے تھے جب تک میں ان کو تقسیم نہ کر چکا ہوں نہ آیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

مَا ظَنُّ مُحَمَّدٍ بِرَبِّهِ لَوْ مَاتَ فَهِنَّ عِنْدَكَ

”اپنے رب کے ساتھ میرا حسن ظن کہاں رہے گا اگر میں اس دنیا سے رخصت ہوں اور اتنے درہم میرے پاس ہوں۔“

حضرت حسن بن محمد رحمۃ اللہ سے مروی ہے۔

قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُقِيلُ مَالًا

عِنْدَهُ وَلَا يَبِيتُ۔ (1)

”حضور ﷺ نہ تو مال کو دن بھر اپنے پاس رہنے دیتے اور نہ رات

بھر یعنی اگر صبح کو مال آتا تو دوپہر ہونے سے پہلے اسے تقسیم فرما دیتے

اور اگر سہ پہر کو مال آتا تو رات آنے سے پہلے مستحقین میں بانٹ دیتے۔“

حضور نبی کریم ﷺ کی شان عدل

امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب شام تشریف لے آئے تو ایک شخص

اجازت طلب کر کے حاضر خدمت ہوا اور ایک امیر کی شکایت کی کہ اس نے اس کو مارا ہے۔

حضرت فاروق اعظم نے ارادہ کیا کہ اس کو اجازت دیں کہ وہ اس امیر سے اپنا بدلہ لے۔

حضرت عمرو بن العاص وہاں موجود تھے انہوں نے عرض کی اُفئذہ منہ کیا اس شخص کو

آپ اجازت دیں گے کہ اپنے امیر سے بدلہ لے۔ آپ نے فرمایا بیشک۔ حضرت عمرو دلو لے

تو پھر ہم آپ کے سے کام نہیں کریں گے۔ آپ نے فرمایا مجھے اس کی پروا نہیں کہ تم میرے

ماتحت کام نہیں کرو گے۔ میں بدلہ اس سے ضرور لوں گا۔ میں نے اپنے قاصد رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ حضور ﷺ اپنی ذات سے بھی بدلہ دیا کرتے تھے۔ عمرو بن عاص جو سے کیا ہم اسے راضی نہ کر لیں۔ حضرت فاروق نے فرمایا اگر تم ایسا کر سکتے ہو تو اس کو راضی کر لو۔ یعنی اگر وہ خود راضی ہو کر معاف کر دے تو پھر اس شخص کو بھی معاف کیا جائے گا۔ (1)

حضرت سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اگر کسی کو تکلیف پہنچی تو حضور ﷺ اس کو اجازت دیتے کہ اتنی تکلیف حضور ﷺ کو پہنچی کر بدلہ لے لے۔ اسی طرح ہم نے صدیق اکبر، فاروق اعظم کو کرتے ہوئے دیکھا۔

حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک اعرابی کو حکم دیا کہ اس خراش کا بدلہ لے لے جو اسے حضور ﷺ سے نادانستہ پہنچی ہے۔ ہر کار و سامع ﷺ نے اعرابی کو بلایا اور حکم دیا کہ وہ آپ سے بدلہ لے۔ اعرابی نے عرض کی میں نے جناب کو معاف کیا۔ میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان ہوں میں ہر گز بدلہ نہیں دوں گا خواہ میری جان پر بھی بن جائے۔ حضور ﷺ نے اس کو دعائے خیر سے مشرف فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن ابی بکر فرماتے ہیں کہ انہیں ایک شخص نے بتایا غزوہ حنین کے موقع پر ایک دفعہ بڑی بھیڑ تھی۔ میرے پاؤں میں بڑی سخت قسم کا جوتا تھا میں نے اس جوتے کے ساتھ حضور ﷺ کے قدم مبارک کو لتاڑ دیا۔ حضور ﷺ کے دست مبارک میں چھری تھی اس کے ساتھ مجھے کچوکا دیا اور فرمایا تو نے مجھے تکلیف پہنچائی۔ رات بھر میں اپنے آپ کو عتاب کرتا رہا اور اپنے آپ کو کہتا رہا کہ تو نے اللہ کے پیارے رسول کو تکلیف پہنچائی ہے۔ جب صبح ہوئی تو ایک شخص میرے بارے میں پوچھ رہا تھا کہ وہ شخص کہاں ہے۔ میں نے کہا حاضر ہوں۔ اس شخص نے کہا کہ حضور نبی کریم ﷺ تجھے یاد فرما رہے ہیں۔ میں اس کے ساتھ رزاں ترساں چل پڑا شام میری کل کی کارستانی کی مجھے سزا دی جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کل تو نے اپنی بھاری بھر کم جوتی سے میرے پاؤں کو لتاڑا تھا اور مجھے تکلیف پہنچائی تھی پھر میں نے تمہیں کچوکا دیا تھا۔ یہ تسی اونٹنیاں اس کچوکے کا بدلہ ہیں جو کچوکا میں نے تجھے دیا تھا۔

اس طرح کی متعدد روایات کتب احادیث و سیرت میں موجود ہیں۔

اسی طرح غزوہ بدر میں ایک ایمان افروز واقعہ رو پڑا ہوا۔ جب کفار نے اپنی صف بندی کر لی تو قائد لشکر اسلامیاں محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے مجاہدین کو صفیں بنانے کا حکم دیا۔ جب مجاہدین صفیں بنا چکے تو سرور عالم ﷺ ان کے معانے کیلئے تشریف لائے۔ جب ایک صف کے سامنے سے حضور ﷺ گزر رہے تھے، ہاتھ میں ایک تیر تھا تو حضور ﷺ کا گزر حضرت سواد بن عزیز کے پاس سے ہوا جو صف سے آگے نکلے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ کے دست مبارک میں جو تیر تھا اس سے ان کے شکم پر پھوکا دیا اور فرمایا: سواد! اب سواد! صف کو درست کرو پیچھے ہو۔ سواد پیچھے تو ہٹ گئے لیکن معاً ایک درخواست بھی کی۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَوْجَعْتَنِي فَقَدْ بَعَثَكَ اللَّهُ بِالْحَقِّ وَالْعَدْلِ
فَأَقِدْنِي (1)

”اے اللہ کے رسول! آپ نے مجھے تیر سے مارا ہے مجھے وہاں درد ہو رہا ہے۔ میں قصاص کی التجا کرتا ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق اور عدل قائم کرنے کیلئے مبعوث فرمایا ہے۔“

سرکارِ دو عالم ﷺ نے فوراً اپنے شکم مبارک سے کپڑے کو بنادیا اور فرمایا: اے سواد! میں حاضر ہوں اپنا قصاص لے لو۔ سوا! جھپٹ کر آئے اور حضور ﷺ کے شکم مبارک کو چوم لیا اور حضور ﷺ کو سینے سے لگا لیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

مَا حَمَلَكَ عَلَىٰ هَذَا يَا سَوَادُ؟
”اے سواد! جو حرکت تم نے کی ہے اس کا باعث کیا ہے؟“
سواد نے عرض کی۔

حَصَرَ مَا تَوَيْ وَأَرَدْتُ أَنْ يَكُونَ آخِرُ الْعَهْدِ بَيْنَكَ أَنْ يَمْسَ
جِلْدِي بِجِلْدِكَ

”یارِ رسول! اندھیرے حالات آپ کے سامنے ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ حضور ﷺ کی اس آخری ملاقات میں میری جلد، حضور ﷺ کے

جسم پاک کے ساتھ چھو جائے۔“

حضور رحمت عالم ﷺ نے ان کے اس محبت آمیز جواب پر انہیں دعا سے نوازا۔
اس سے واضح ہوا کہ حضور ﷺ کے اس جاں نثار صحابی کے دل میں یقین تھا کہ میرا جسم حضور ﷺ کے جسد اطہر کے ساتھ چھولے گا تو آتش جہنم اسے کوئی تھلیف نہ پہنچا سکے گی۔

یہ محبت و عقیدت تھی صحابہ کرام کو اپنے ہادی و مرشد کے ساتھ اسی لئے تو بعد شوق وہ اپنی جان کے نذرانے پیش کرنے کیلئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔

حضور اکرم رحمت عالم ﷺ نے مختلف مواقع پر بڑے اثر انگیز انداز میں انسانی مساوات کا درس دیا۔ فتح مکہ کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ناقہ قصواء پر سوار ہو کر بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ مطاف اور مسجد حرام دونوں سے کھپاچ بھری تھی۔ اس وقت ارشاد فرمایا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عِبَةَ الْجَاهِلِيَّةِ
وَتَعَظَّمَهَا يَا أَيُّهَا النَّاسُ فَالْنَّاسُ رَجُلٌ بَرٌّ لِّعَلَى كَرِيمٍ عَلَى
اللَّهِ تَعَالَى وَرَجُلٌ فَاسِقٌ شَقِيٌّ هَيْنَ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى - النَّاسُ
كُلُّهُمْ بَنُو آدَمَ وَخَلَقَ اللَّهُ آدَمَ مِنْ تُرَابٍ .

”اے لوگو! آج اللہ تعالیٰ نے تم سے عہد جاہلیت کی نخواست اور اپنے باپ دادا پر فخر کرنے کی عادت دور کر دی ہے۔ اب لوگوں کی صرف دو قسمیں ہیں ایک وہ جو نیکو کار، پرہیزگار اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معظم و مکرم ہیں دوسرے وہ جو فاسق ہیں بد بخت ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں حقیر اور ذلیل ہیں۔ پس سارے انسان آدم کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا فرمایا ہے۔“

حجۃ الوداع کے موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ خطبہ بڑی تاریخی ہمیت کا حامل ہے۔ ذرا صاحب جوامع الکلم کی فصاحت و بلاغت اور تقریر کی دلربائی و دہدیری کی شان ملاحظہ فرمائیں ارشاد ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَبِيٍّ

وَلَا تَعْجَبْ عَلٰی عَرَبِيٍّ وَلَا لَاسُودَ عَلٰی اَعْمَرَ وَلَا لِاَحْمَرَ
عَلٰی اَسْوَدَ لَا بِالتَّقْوٰی اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ
الْاَهْلَ بَلَّغْتُ قَالُوا بَلٰی يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالْ فَلْيَبْلِغِ الشّٰهِدُ
الْغَايِبَ۔

”اے لوگو! خوب سن لو تمہارا پروردگار ایک ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں۔ کسی عجمی کو کسی عربی پر برتری حاصل ہے۔ نہ کوئی کا کسی سرخ سے نہ کوئی سرخ کسی کالے سے افضل ہے مگر تقویٰ کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ کیا تم کو میں نے پیغام پہنچا دیا؟ سب نے جواب دیا بیشک۔ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان تک یہ پیغام پہنچا دیں جو یہاں حاضر نہیں۔“

سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے دو ارشادات طہارت سے اپنے امتوں کے دلوں میں انسانی مساوات کے عقیدے کو پختہ کر دیا۔ بتا دیا کہ یہاں کوئی اعلیٰ و ادنیٰ نہیں ہے یہاں کوئی شریف و حقیر نہیں ہے۔ سب اللہ وحدہ کے بندے ہیں اور قانون کی نگاہ میں یکساں اور برابر ہیں۔ کیونکہ جب تک لوگوں کے ذہنوں میں انسانی مساوات کا عقیدہ راسخ نہ ہو جائے اس وقت تک عدل و انصاف کا کوئی محل تعمیر نہیں کیا جاسکتا۔

اس سلسلہ میں دوسرا اہم قدم یہ اٹھایا جو اس آیت میں بیان کیا گیا۔

اِنَّ اللّٰهَ يَآمُرُكُمْ اَنْ تُوْذُوْا الْاٰمَنِيْنَ اِلٰی اٰهْلِهَا فَاِذَا حَكَمْتُمْ
بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ رَءِیْفًا رَّحِيْمًا
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا۔ (1)

”بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے سپرد کردہ جوان کے اہل ہیں۔ اور جب بھی لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل و انصاف سے فیصلہ کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں بہت ہی اچھی بات کی نصیحت کرتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا ہر چیز دیکھنے والا ہے۔“

اس آیت میں امت کے ارباب بست و کشاد کو واضح الفاظ میں نصیحت فرمائی کہ حکومت کے عہدوں پر تقرر کیسے کنبہ پروری اور دوست نوازی کے بجائے صرف اہلیت اور قابلیت کو معیار قرار دینا بھی اس حکم کی تعمیل میں داخل ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جب تم عدالت کی کرسی پر بیٹھو اور لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کرنے لگو تو عدل و انصاف کے اصول کو قطعاً نظر انداز نہ کرنا اِنَّ اللّٰهَ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ اس جملہ میں اپنے بندوں کی جو دلنوازی فرمائی گئی ہے۔ کون ہے جو اس نکتہ کو سمجھے اور جھوم نہ اٹھے۔ فرمایا تمہارے رب کریم نے یہ نصیحتیں جو تمہیں کی ہیں یہ تمہارے لئے از بس مفید اور باعث برکت ہیں جب تک تم ان ہدایات پر کار بند رہو گے تمہارا آفتاب اقبال نصف النہار پر چمکتا رہے گا۔

انسانی مساوات کے عقیدہ کو فرزند ان سمام کے زبان میں رائج کرنے کے بعد دوسرا سبق یہ دیا کہ کرسی عدالت پر صرف ان لوگوں کو بیٹھو جو عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کر سکتے ہیں۔ اگر حریص، لالچی اور کمزور مزاج لوگ کرسی عدل پر بیٹھیں گے تو وہ عدل و انصاف کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیں گے۔ پھر ان لوگوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے جن کو اس منصب ارفع پر بیٹھنے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے پیارے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ رِعِيَّتَهُ يَمُوتُ يَوْمَ
يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٍ رِعِيَّتَهُ اِلَّا حَزَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ۔

”وہ بندہ جس کو اللہ تعالیٰ کسی رعیت کا واپس بناتا ہے اور وہ اس حالت میں مرتا ہے کہ وہ اپنی رعیت کے ساتھ دھوکے اور فریب کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دیتا ہے۔“

اس ارشاد سے ان لوگوں کو جتنی ہوڑا جو عدل و انصاف کی کرسی پر بیٹھے ہوتے ہیں، کہ اگر انہوں نے کسی وجہ سے عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا نہ کیا اور اس امانت کو ادا کرنے میں خیانت سے کام لیا تو وہ کان کھول کر سن لیں کہ جنت کے دروازے ان پر ہمیشہ کیسے بند کر دیئے جائیں گے۔ اسی سلسلہ کا حضور سرور عالم ﷺ کا ایک پر جلد ارشاد سماعت فرمائیں۔
حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
وَمَنْ قَامَ مِنْ أُمَّتِي لَنْ تَنَالَهُمَا شَفَاعَتِي إِلَّا مَرَّ ظُلُومٍ غَسُومٍ
وَكُلُّ غَالِيٍّ عَمَارِيٍّ -

”یعنی حضور ﷺ نے فرمایا میری امت کے دو ایسے گروہ ہیں جن کو
میری شفاعت نصیب نہیں ہوگی۔ وہ فرماؤ و اجو ظلام اور خان ہو اور وہ
شخص جو دھوکہ دینے والا دین کی حدوں کو توڑنے والا ہو۔“

کثیر آیات اور صد باحالیٹ سے صرف چند چیزیں آپ کے سامنے پیش کی گئی ہیں۔ حق
شکس پر یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ عدل کا جو جامع نظریہ اسلام نے پیش کیا اس
کی نظیر دنیا کے قدیم و جدید دساتیر اور مجموعہ ہائے قوانین پیش نہیں کر سکتے۔ اسلامی نظام
عدل کی برتری گزشتہ زمانوں تک ہی محدود نہیں بلکہ انسانیت کا کارواں چودہ سو سال
گزرنے کے بعد بھی اس مقام پر ابھی نہیں پہنچ سکا جس پر نبی امی ﷺ کے فیض نگاہ اور
حسن تربیت سے عرب کے اکھڑ مزاج ان پڑھ بد پینچ گئے تھے۔

اس سے بھی زیادہ ایمان افروز اور روح پرور منظر اس وقت دکھائی دیتا ہے جب اللہ
تعالیٰ کا پیارا رسول اس دار فانی سے رخصت ہونے والا ہے، رفیق اعلیٰ سے ملاقات کا وقت
قریب آ گیا ہے، مسجد نبوی میں مسلمانوں کا جھوم ہے، حضور ﷺ بیماری کی حالت میں
تشریف لاتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ! مَنْ كُنْتُ جَدًّا لَكَ فَهَذَا ظَهْرِي
فَلْيَسْتَقْدِمْنِي وَمَنْ كُنْتُ شَتْمَةً عَرَضًا فَهَذَا عَرْضِي
فَلْيَسْتَقْدِمْنِي وَمَنْ أَخَذْتُ لَكَ مَالًا فَهَذَا مَالِي
فَلْيَاخُذْ مِنْهُ وَلَا يَخْشَى الشَّحْنَاءَ وَهِيَ كَيْسَتْ مِنْ
شَائِيٍّ -

”اے لوگو! اگر میں نے کسی کی پیٹھ پر کبھی کوئی درہمارا ہے تو یہ میری پیٹھ
حاضر ہے وہ مجھ سے بدلہ لے سکتا ہے۔
اگر میں نے کسی کو برا بھلا کہا ہے تو میری آبرو حاضر ہے وہ اس سے
انتقام لے سکتا ہے۔“

اگر میں نے کسی کا مال چھینا ہے تو یہ میرا مال حاضر ہے وہ اس سے اپنا حق لے سکتا ہے۔

تم میں سے کوئی شخص یہ اندیشہ نہ کرے کہ اگر کسی نے مجھ سے انتقام لیا تو میں اس سے ناراض ہو جاؤں گا۔ میری یہ شان نہیں ہے۔“

آپ خود سوچئے کہ جب اللہ تعالیٰ کا پیارا حبیب اور اہل اسلام کے ایمان کی جان محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ذات اقدس کو، اپنے خاندان اور اپنے قباء کو قانون شرعی سے بالاتر نہیں سمجھتا تو قیامت تک سنے والا کوئی کلمہ گو خواہ اس کا یہ سیو سماجی مقام کتنا ہی اونچا ہو اپنے آپ کو قانون سے بالاتر سمجھنے کی غلط فہمی میں مبتلا کیونکر ہو سکتا ہے۔

ہادی برحق ﷺ کی بارگاہ الہی میں گریہ و زاری

حضرت مطرف بن ثخیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے محبوب رسول ﷺ کو دیکھا کہ حضور ﷺ نماز پڑھ رہے ہیں اور حضور ﷺ کے سینہ سے روئے کی آواز آرہی ہے جیسے چمکی چلائی جا رہی ہے۔ اور نسائی میں یہ الفاظ ہیں وَحُفُوهُ رِزٌّ كَارِبٌ الْمَرْجُلُ (۱) حضور ﷺ کے سینہ سے ایسی آواز آرہی تھی جس طرح بانڈی جب ابلتی ہے تو اس سے آواز آتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ نے فرمایا جب یمن کا یہ وفد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تو انہوں نے التجا کی آسِ مَعْتَابَ بَعْضُ مَا أُنْزِلَ عَلَيْكَ ہمیں وہ کلام پاک سنائیے جو حضور ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔ رحمت عالم نے سورہ الصافات کی تلاوت شروع کی جب اس آیت پر پہنچے۔ فَاتَّعَفَّ شَهَابٌ ثَافِتٌ تو انہوں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے آنسو حضور ﷺ کی ریش مہرک پر تیزی سے گر رہے ہیں۔ انہوں نے عرض کی ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ رو رہے ہیں۔ کیا جس ذات اقدس نے آپ کو ہادی اس دُجَانِ بنا کر مبعوث فرمایا ہے، اس کے خوف سے آپ رو رہے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا بیشک اور وجہ بیان کی۔

لَا تَهْ بَعَثْنِي عَلَى طَرِيقٍ مِثْلَ هَذَا السَّيْفِ

”کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے کٹھن راستہ پر چلنے کیلئے مبعوث فرمایا ہے جو تلوار کی دھار کی طرح تیز ہے۔“

یہاں معمولی سی غفلت بھی اندوہناک انجام تک پہنچا دیتی ہے۔

حضرت فاروق اعظم کے پوتے حضرت سالم رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: سرور عالم ﷺ اس طرح دعا فرمایا کرتے تھے۔

اللَّهُمَّ اِذَا رَفَعْتَنِي عَيْنَيْنِ مَطَا لَتَيْنِ تَبْكِيَانِ تَذَرِ فَاِنَ الدُّمُوعِ

وَلْيُشْبَعَانِي مِنْ خَشْيَتِكَ قَبْلَ اَنْ تَكُوْنَ الدُّمُوعُ دَمًا

وَالْاَصْرَامُ جَمْرًا

”اے اللہ! مجھے وہ آنکھیں عطا فرما جو بارش کی طرح آنسو گرائیں۔ وہ

آنکھیں روئیں اور اشک افشانی کریں اور مجھے تیرے خوف سے سیر کر

دیں اس سے پیشتر کہ یہ آنسو خون میں بدل جائیں اور ڈاڑھیں انگارے

بن جائیں۔“

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ نے کہا سرور عالم ﷺ حظیم کی

طرف تشریف لے آئے اور اپنے دونوں لبھائے لعلیں اس پر رکھ دیئے اور دیر تک روتے

رہے۔ پھر توجہ فرمائی تو دیکھ کہ حضرت عمر در رہے ہیں۔ مرشد کامل نے فرمایا۔ يٰ اَعْمَا

هَلْ هُنَا تُسَكَّبُ الْعَبْرَاتُ

”اے عمر! یہی وہ جگہ ہے جہاں آنسو بہائے جانے چاہئیں۔“

ایک روز رحمت عالم ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود کو فرمایا۔

اِقْرَأْ عَلَيَّ الْقُرْآنَ بِمِثْلِ قُرْآنِكَ سَنَاءً

انہوں نے ازراہ حیرت عرض کی، میں حضور ﷺ کو قرآن پڑھ کر سنائوں حالانکہ یہ

قرآن حضور ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔

آقا نے فرمایا اَسْتَمِعُ اَنْ اَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي مِثْرِي یہ خواہش ہے کہ میں اسے دوسروں

سے سنوں۔

انہیں حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ ایک روز سرور عالم ﷺ نے مجھے فرمایا۔

اقرآن کریم پڑھو۔ میں نے سورہ النساء کی ابتدا سے تلاوت شروع کی۔ جب میں اس آیت پر پہنچا۔

كَفَيْتَنَا إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا۔

(1)

”تو کیا حال ہو گا (ان نافرمانوں کا) جب ہم سے تمہیں گے ہر امت سے ایک گواہ اور (اے حبیب) ہم لے آئیں گے آپ کو ہر قوم سے۔“
تو میں نے دیکھا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی چشمنِ مبارک سے آنسوؤں کے موتی پڑنے لگے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: حسنت بس اتنا کافی ہے۔
یہ آیت جس نے نبی رحمت ﷺ کو راہِ دیا بڑی ہم آیت ہے۔ اسکی محققہ شریعہ خدیۃ القرآن سے پیش خدمت ہے۔

قیامت کے دن تمام انبیاء اپنی اپنی امتوں کے احوال و اعمال پر شہادت دیں گے اور حضور پر نور ﷺ انبیاء کرام کی شہادت کے درست ہونے کی گواہی دیں گے۔ حواء کا مشرک یہ امتِ مصطفویہ کو بھی قرار دیا گیا ہے۔ جنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے حوالہ پر گواہی دیں گے۔ وَقِيلَ الْإِشَارَةُ إِلَى جَمِيعِ أُمَّتِهِمْ حَذَرَ قُرْبَتِي لَمْ يَكُنْ تَابِعِيْنَ

حضرت سعید بن مسیب کا یہ قول نقل کیا ہے۔

لَيْسَ مِنْ يَوْمٍ إِلَّا تَعَرَّضَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّتُهُ عُدَاوَةً وَعَشِيَّةً وَيَعْرِفُهُمْ بَسِيَّتُهُمْ وَأَعْمَارُهُمْ كَذَلِكَ يَشْهَدُ عَلَيْهِمْ۔

”یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ہر صبح و شام حضور ﷺ کی امت پیش کی جاتی ہے۔ حضور ﷺ اپنے ہر امتی کا چہرہ اور اس کے اعمال کو پہچانتے ہیں۔ اس عملِ کامل کے باعث حضور ﷺ قیامت کے روز سب کے گواہ ہوں گے۔“ (2)

حضور نبی کریم ﷺ کا وقار اور ہیبت

سرور کائنات ﷺ کی حیات طیبہ ہر قسم کے تکلف اور قنع سے منزہ اور پاک تھی۔ حضور ﷺ کا لباس زینت و آرائش سے بالکل پاک تھا۔ نشست برخاست اور آمد و رفت میں کسی قسم کا رکھ رکھاؤ نہیں ہوتا تھا۔ مکمل سادگی کی پاکیزہ ترین تصویر ہوتی۔ اس کے باوجود جو دیکھتا ہیبت نبوت سے اس پر لرزہ طاری ہو جاتا۔ کتب سیرت میں مہیوں ایسی مثالیں ہیں کہ جب کوئی شخص نور جمال محمدی کو پہلی بار دیکھتا تو تھر تھر کانپنے لگتا۔

ابن سعد اور ابن جریر حضرت قتیبہ بن مخرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب میں نے اللہ کے رسول مكرم ﷺ کو خضوع و خشوع کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھا تو میں برق تجلی کو برداشت نہ کر سکی اور خوف کے باعث کانپنے لگی۔ ایک صحابی جو سرور عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا اس نے عرض کی یا رسول اللہ اُرْعِدْتَ الْمُسْكِنَةَ یا رسول اللہ اس مسکینہ پر تو لرزہ طاری ہو گیا ہے۔ سرور عالم ﷺ نے میری طرف دیکھے بغیر فرمایا، اور میں حضور ﷺ کی پشت کے پیچھے بیٹھی تھی۔

(1) يَا مُسْكِنَةُ عَلَيْكَ بِالنَّيْكَانَةِ

”اے اللہ کی مسکین بندہ اطمینان و تسکین کو لازم پکڑو“

سرور عالم ﷺ نے مجھے تسلی دیتے ہوئے جب یہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے سارے خوف و رعب کو میرے دل سے نکال دیا۔

یزید بن اسود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے اللہ کے محبوب رسول ﷺ کی معیت میں حجتہ اوداع کی سعادت حاصل کی۔ ایک دن نبی کریم ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور نماز کے بعد لوگوں کی طرف رخ انور کر کے متوجہ ہوئے۔ اچانک لوگوں کے پیچھے دو آدمی نظر آئے جنہوں نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی۔ حضور ﷺ نے حکم دیا ان دونوں کو میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کئے گئے تو خوف سے کانپ رہے تھے۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا تم نے لوگوں کے ساتھ نماز کیوں نہیں ادا کی۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ہم اپنے خیموں میں نماز پڑھ کر یہاں

حاضر ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”کندہ ایسا نہ کیا کرو۔ اگر تم میں سے کوئی آدمی اپنے خیمہ میں نماز پڑھ کر آئے اور دیکھے کہ لوگ امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں تو وہ بھی جماعت میں شریک ہو جائے اور یہ اس کی نقلی نماز ہوگی۔“

امام ابو داؤد اور احمد ابن ماجہ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز سرور عالمین ﷺ کی مجلس میں ہم حاضر تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی سے گفتگو فرمائی تو وہ بڑا مرعوب ہو کر کانپنے لگا۔

هَوْنٌ عَلَيْكَ فَإِنَّ لَسْتُ بِمَلِكٍ إِنَّهَا ابْنُ امْرَأَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ كَانَتْ تَأْكُلُ الْقَدِيدَ

”حضور ﷺ نے اس کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: مت خوفنا، وہ ہوں، میں بادشاہ نہیں ہوں میں تو قریش کی ایک خاتون کا بیٹا ہوں جو دھوپ میں خشک کیا ہوا گوشت کھاتی تھی۔“

کتنے پیارے انداز میں نبی کریم ﷺ نے اس کو تسلی دی کہ انسان اگر تاؤں، وقت سے جب کسی جاہل بادشاہ کے سامنے وہ پیش ہوتا ہے۔ میں تو بادشاہ نہیں ہوں اور قریش کی ایک غریب خاتون کا بیٹا ہوں۔

ابن عدی، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جب ہم بارگاہ رسالت ﷺ میں بیٹھا کرتے تو ہم اس طرح بے حس و حرکت ہو کر بیٹھتے جیسے ہمارے سروں پر کوئی پرندہ بیٹھا ہے، اگر ہم نے ہلکی سی حرکت بھی کی تو وہ اڑ جائے گا۔ ہم میں سے کسی کو یارائے تکلم نہ ہوتا تھا بلکہ ہم سر جھکانے سناکت و صامت بیٹھے رہتے البتہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما گفتگو کر لیا کرتے۔

امام ترمذی نے شامل میں سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بڑا پیارا جملہ نقل کیا ہے۔

مَنْ ذَاكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ هَابَةٌ
وَمَنْ خَالَطَهُ مَعْرِفَةً أَحَبَّهُ.

(1)

”جو سرور عالم ﷺ کو اچانک دیکھتا وہ خوفزدہ ہو جاتا اور جو پہچان کر حضور ﷺ سے میل جول کرتا وہ حضور ﷺ کا رویدہ ہو جاتا۔“

حضرت امام مسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا یہ دلنشین اور حقیقت افروز جملہ نقل کر کے اس حقیقت کو واضح کیا ہے۔

ایک روز آپ نے کہا کہ رسول کریم ﷺ سے زیادہ مجھے کوئی اور محبوب نہ تھا اور نہ میری نگاہوں میں حضور ﷺ سے بڑھ کر کسی کا رتبہ تھا۔ میری مجال نہ تھی کہ میں آنکھیں بھر کر حضور ﷺ کو دیکھ سکوں مگر کوئی شخص مجھے کہے کہ میں حضور ﷺ کا حلیہ بیان کروں تو میں اس سے قاصر رہوں گا کیونکہ میں نے کبھی حضور ﷺ کو آنکھیں بھر کر دیکھنے کی جرأت نہیں کی تھی۔

حضرت ابن بریدہ اپنے والد ماجد سے ان کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

کہ ہم جب اللہ کے رسول ﷺ کے ارد گرد حلقہ بنا کر بیٹھ کرتے تو نبوت کی عظمت و احدیہ کے باعث ہمیں یہ جرأت نہ ہوتی کہ ہم سر اونچا کر کے حضور ﷺ کو دیکھ سکیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرّم پر ایسی ہیبت و جلال کا القایا تھا کہ کوئی دیکھنے کی جرأت نہ کر سکتا۔

امم معبد نے سرور عالم ﷺ کی جس طرح تصویر کشی کی ہے وہ اس حقیقت کی بہترین ترجمان ہے وہ فرماتی ہیں۔

إِنْ صَبَّحْتَ فَغَلِيظَ الْوَقَارِ كَذَلِكَ سَمَاءُ وَعَلَاةُ الْبَرَاءِ

لَهُ رُفَعَاءُ يَخْفَوْنَ بِهِ إِنْ قَالَ أَنْصُوا لِقَوْلِهِ فَلَا تُأْمَرُ

بِاسْتِزَادٍ إِلَى أَمْرِهِ، مَحْفُودٌ مَحْشُودٌ لَا عَاسٍ وَلَا مُعْتَدٍ (1)

”حضور اگر سکوت فرماتے تو رخ انور پر وقار ہوتا اور اگر گفتگو فرماتے تو

چہرہ اقدس پر ایک روشنی ہوتی۔ حضور ﷺ کے ایسے رفقاء تھے جو ان

کے ارد گرد حلقہ بنائے رہتے۔ اگر حضور ﷺ گویا ہوتے تو وہ دُک

حضور ﷺ کی گفتگو سننے کیلئے خاموش ہو جاتے اور جب کوئی حکم

فرماتے تو تعمیل ارشاد کیلئے سب دوڑ پڑتے۔ حضور ﷺ اپنے تمام صحابہ

کے مخدوم بھی تھے اور سب حضور ﷺ کے ارد گرد حلقہ بنائے رہتے

تھے۔ حضور ﷺ نہ درشت روتھے اور نہ زیادتی کرنے والے تھے۔“

حضور کریم ﷺ کی شانِ ظرافت

ان بند یوں اور رفعتوں پر سرفراز ہونے کے باوجود حضور سرور عالم ﷺ کی خوش طبعی، دلوں کو موہنے میں اہم کردار ادا کیا کرتی تھی۔ وہاں زہد خشک نہ تھا بلکہ اپنے صحابہ نے ساتھ دل لگی کر کے حضور ﷺ ان کے ذہنوں کو جلا دیتے اور ان کے دلوں میں یقی محبت اور بے لوث پیار کے چشمے جاری فرما دیتے۔

حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ اپنے "قادیہ السلام کے بارے میں فرماتے۔

كَانَ أَفْكَهُ النَّاسِ خُلُقًا

"حضور ﷺ تمام مخلوق سے بڑھ کر خوش طبع تھے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔

إِنِّي لَا مَزْجُ وَلَا أَقُولُ إِلَّا حَقًّا

"میں مزاج تو کرتا ہوں لیکن ہمیشہ سچ کہتا ہوں۔"

نبی کریم ﷺ کی خوش طبعی کی وضاحت کرتے ہوئے ام بنیض رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں۔

ایک دفعہ ہم اپنی ایک نوجوان بچی کو اس کے خاندان، جو قبیلہ بنی نجار کا فرد تھا، کے پاس لے جا رہی تھیں۔ میرے ساتھ بنی نجار کی عورتیں بھی تھیں۔ میرے پاس دف تھی جو میں بجار ہی تھی اور میں یہ کہہ رہی تھی۔

أَيُّنَاكُمْ أَتَيْنَاكُمْ فَحَيُّوْنَا نَحْنُكُمْ

"ہم تمہیں سلام کہتی ہیں تم ہمیں سلام کہو۔"

وَلَوْلَا الذَّاهِبُ الْأَحْمَرُ مَا حَلَّتْ بِوَادِيكُمْ

"اور اگر تمہارے پاس سرخ سونانہ ہوتا تو یہ عروسہ تمہاری وادی میں نہ

اترتی۔"

ہم اس طرح گزر رہی تھیں کہ حضور ﷺ تشریف لائے اور ہمارے پاس کھڑے ہو گئے۔ حضور ﷺ نے پوچھا اے ام بنیض یہ کیا کر رہی ہو؟ میں نے عرض کی میرا باپ در میری ماں حضور ﷺ پر قربان، یا رسول اللہ! یہ قبیلہ بنی نجار کی دہن ہے جسے ہم اس کے خاندان کے پاس لے جا رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم کیا کہہ رہی تھیں میں نے اپنے وہ

یت نہ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

(1) وَلَوْلَا الْحِصْنَةُ السَّمَرَاءُ مَا سَمِنْتَ عَدَارِيكَ
 "اگر یہ گندمند نہ ہوتی تو تمہاری یہ کنواریاں اتنی موٹی تازو نہ ہوتیں۔"

حضرت انس حضور ﷺ کی خوش طبعی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ ہم میں گھل مل جایا کرتے تھے۔ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا، اس کی چڑیا مر گئی وہ بڑا فسر، باور مغموں تھا۔ حضور ﷺ نے اس کی افسہ دگئی کو دور کرنے کیلئے فرمایا۔
 يَا أَبَا عَمِيْرٍ مَا فَعَلَ الْمُغَيِّرُ "ابو عمیرہ تیرے چڑیا کدھ گئی۔"

حضرت علیؓ سے مروی ہے آپ نے فرمایا ایک روز اللہ کے پیارے رسالے نے ہمارے پاس قدم رنجہ فرمایا اور پوچھا اَيْنَ لُكْمٌ؟ بچہ کہاں ہے۔ یہ ارشاد کن کر حضرت حسنؓ بہ تشییف ائے۔ آپ نے ایک عاف اوڑھا ہوا تھا۔ وہ اپنا ہاتھ حضور ﷺ کی طرف بڑھا رہے تھے اور حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک ان کی طرف بڑھایا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے انھیں سینے سے لگالیا اور فرمایا۔

(2) يَا بَنِيَّ اَنْتَ وَاقِيٌّ مِّنْ اَحَبِّبِيْ قَلِيْبِيْ هٰذَا

"جو شخص میرے ساتھ محبت کرتا ہے وہ اس فرزند بند اقبال کے ساتھ محبت کرے۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ایک سفر کا ذکر کرتے ہیں کہ جب ہم فارغ ہو کر واپس مدینہ طیبہ آ رہے تھے تو راستے میں سرکارِ دو عالم ﷺ میرے ساتھ گھٹکھو فرماتے اور مزاح بھی کرتے۔ پھر فرمایا اب جبرائیلؑ نے ابھی تک شادی نہیں کی۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے تو شادی کر لی ہے۔ پھر فرمایا اَتَيْتِهَا اَهْرَیْکُمْ؟ کیا شادی شدہ خاتون سے یا کنواری سے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ شادی شدہ خاتون سے۔ حضور ﷺ نے فرمایا باکرہ کے ساتھ نبیوں نہیں کی۔ وہ تمہارے ساتھ لبو و لعب کرتی اور تم اس کے ساتھ ہو و لعب کرتے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میرے والد غزوہ احد میں شہید ہو گئے۔ انہوں نے سات پچیس چھوڑیں۔ اس لئے میں نے ایسی خاتون سے شادی کی جو ان کی صحیح تربیت بھی کر

سکے اور ان کو اکٹھا بھی رکھ سکے۔ حضور ﷺ نے میری اس بات کی تسکین کرتے ہوئے فرمایا: **اَصْنَعْتُ لِنِسَاءِ اللّٰهِ الْبِرَّ** کی برکت سے تم نے صحیح فیصلہ کیا ہے۔

پھر فرمایا جب ہم صرار پہنچیں گے (ایک گاؤں کا نام ہے جو مدینہ طیبہ سے تیس میل کی مسافت پر تھا) تو ہم وہاں اونٹ ڈنک کریں گے، سارا دن وہاں ٹھہریں گے۔ جب تیاریوں کی ہماری آمد کے بارے میں سنے گی تو وہ اپنے قالین وغیرہ دست بردار کر دے گا۔ خود بھی صاف ستھری ہو جائے گی۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ہم ہمارے پاس قالین کہاں۔ حضور ﷺ نے فرمایا بہت جلد تمہارے پاس قالین ہو جائیں گے۔ جب تم وہاں پہنچو تو عطلہ داروں کی طرح کام کرنا۔

حضرت جابر کہتے ہیں جب صرار کے گاؤں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے اونٹ ڈنک کرنے کا حکم دیا۔ ہم سارا دن وہاں رہے جب شام ہوئی تو درحسام و رہم اپنے اپنے گھروں میں گئے۔ میں نے ساری بات اپنی بیوی کو سنی۔

امام ترمذی، ابو داؤد و احمد بن حنبل، امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت انس سے روایت کی۔ ایک آدمی بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا، عرض کی یا رسول اللہ ساری کیلئے مجھے کوئی اونٹ وغیرہ دیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: **اِنَّا حَامِلُوْكَ عَلٰی ذٰلِكَ اِنَّ فَتْرَةَ** تم تمہیں اونٹنی کے بچے کے اوپر سوار کریں گے۔ اس نے عرض کی، اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: **هَلْ تَلِدُ الْاِیْمَلُ اِلَّا الْمَوْتُ** یا اونٹوں کو اونٹنیاں ہی سیں جننا کرتیں۔

امام ابو داؤد اور ترمذی حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ درکار درحسام ﷺ نے انہیں بد مذہب اے دوکانوں والے کہہ کر یہ فرمایا۔

امام ابو داؤد اسناد جید سے حضرت اسید بن خضیر کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاری تھا جو بڑا خوش طبع تھا۔ جب وہ قوم سے بات کرتا تو انہیں خوب مساتا۔ رسول اللہ ﷺ ایک روز تشریف لائے اور جو چھڑی حضور ﷺ کے دست مبارک میں تھی اس کے ساتھ اس کی کمر کو کھجور دیا۔ اس شخص نے عرض کی یا رسول اللہ میں تو بد مذہب کا حضور ﷺ نے فرمایا بیشک بد مذہب۔ اس نے عرض کی جب حضور ﷺ نے مجھے کھجور پاتے ہیں تو قیص نہیں پہنی تھی حضور ﷺ نے قیص پہنی ہوئی ہے اس میں کھجوریں تو بد مذہب نہیں

ہو گا۔ حضور ﷺ نے اپنی قمیص اوپر اٹھائی۔ وہ دوڑ کر آیا، حضور ﷺ کو گلے لگایا اور حضور ﷺ کی کمر کو بوسے دینے لگا عرض کی میں نے یہ سارا حیلہ اس مقصد کے لئے کیا تھا۔

امام احمد سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا ایک خادم زاہر نامی تھا ایک روز حضور نے اسے بازار میں دیکھا۔ وہ اس وقت اپنا سامان فروخت کر رہا تھا۔ اس کی شکل بھی اچھی نہ تھی۔ سرکارِ دو عالم ﷺ چپکے سے تشریف لائے اور پیچھے سے اس کو اپنے سینہ سے لگالیا۔ اس شخص نے حضور ﷺ کو نہیں دیکھا تھا وہ کہنے لگا اُرْسِلْنِي مِّنْ هٰذَا کون صاحب ہو مجھے چھوڑ دو۔ پھر اس نے مڑ کر دیکھا، رحمتِ عالم کو پہچان لیا اور حضور ﷺ کے سینہ مبارک سے اپنی پشت کو رگڑتا رہا، حضور ﷺ فرماتے رہے هَنْ يَّشْتَرِي الْعَبْدَ اس غلام کو کون خریدے گا؟ اس نے عرض کی یا رسول اللہ اگر حضور ﷺ مجھے بیچیں گے تو آپ کو میری بہت کم قیمت ملے گی۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

وَلٰكِنْ بَعْدَ اللّٰهِ لَسْتَ بِكَاسِيٍّ

”لیکن تم اللہ کے نزدیک کھوٹے نہیں ہو۔“

یا حضور ﷺ نے یہ جملہ فرمایا۔

(1) وَلٰكِنْ اَنْتَ عِنْدَ اللّٰهِ غَالٍ

”اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو تم گراں قیمت ہو۔“

ابن عساکر اور ابو یعلیٰ صحیح راویوں کے واسطے سے حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک دن حریرہ پکایا اور لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بھی حاضر تھیں۔ میں نے انہیں کہا کہ آپ بھی کھائیں۔ انہوں نے کھانے سے انکار کیا۔ میں نے کہا یا تو کھاؤ یا میں یہ حریرہ تمہارے چہرہ پر مل دوں گی۔ انہوں نے پھر بھی کھانے سے انکار کیا۔ میں نے اس حریرہ میں ہاتھ ڈالے اور اسے لے کر حضرت سودہ کے چہرہ پر مل دیا۔ حضور ﷺ نے میرا سر اپنی ران مبارک پر رکھا اور فرمایا تم بھی اسی طرح اس حریرہ سے عائشہ کے چہرہ پر لپ کر دو۔ چنانچہ حضرت سودہ نے میرے چہرہ پر وہ حریرہ مل دیا۔ ہم دونوں کو اس حالت میں دیکھ کر حضور ﷺ خوب ہنسے۔

حضرت زید بن اسلم روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت جس کا نام ام ایمن تھا بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی، عرض کی میرا خاوند حضور ﷺ کو بدارہا ہے۔ حضور ﷺ نے پوچھا وہ کون ہے، وہی جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے، اس نے عرض کی ہاں یارسول اللہ وہی۔ لیکن اس کی آنکھوں میں کوئی سفیدی نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں اس کی آنکھوں میں سفیدی ہے۔ اس نے عرض کی نہیں بخند نہیں۔ نبی کریم نے اس کی وجہ سمجھائی کہ کیا کوئی ایسا شخص ہے جس کی آنکھوں کا کوئی حصہ سفید نہ ہو۔

ایک اور خاتون تھی اس نے عرض کی یارسول اللہ مجھے سواری کیلئے اونٹ عطا فرمائیں۔ حضور ﷺ نے حکم دیا اس کو اونٹ کے بچے پر سوار کر دو۔ اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں اسے کیا کروں گی وہ مجھے نہیں اٹھا سکے گا۔ حضور ﷺ نے حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرمایا ہر اونٹ کیا اونٹ کا بچہ نہیں ہوتا؟ اس قسم کی خوش طبعیاں صحابہ کے ساتھ حضور ﷺ کا معمول تھا۔

حضرت امام احمد ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا ایک دفعہ میں ایک سفر میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھی۔ میری عمر اس وقت چھوٹی تھی اور میرا بدن ہلکا پھلکا تھا۔ حضور نے دو گوں کو کہا کہ تم آگے چلے جاؤ وہ سب آگے چلے گئے پھر حضور ﷺ نے مجھے فرمایا آؤ آپس میں دوڑ لگائیں۔ میں نے حضور ﷺ کے ساتھ دوڑ لگائی۔ میں آگے نکل گئی۔ حضور ﷺ خاموش ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد میں فرہ ہو گئی وہ واقعہ میں بھول گئی۔ پھر ایک مرتبہ ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھی۔ حضور ﷺ نے دو گوں کو حکم دیا تم آگے چلے جاؤ۔ جب لوگ آگے چلے گئے تو حضور ﷺ نے مجھے فرمایا آؤ دوڑ لگائیں۔ چنانچہ اس دفعہ حضور ﷺ آگے نکل گئے۔ آپ ہنستے رہے فرمایا ہذا یتلک کہ اب بدلہ چکا دیا گیا۔

امام ترمذی نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ ایک بوڑھی عورت حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی، کوئی بات دریافت کی۔ سرکارِ دو عالم نے ازراہِ مذاق اسے کہا کہ کوئی بوڑھی عورت جنت میں نہیں جائے گی۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ سرورِ عالم ﷺ نماز واکر نے کیلئے مسجد میں تشریف لے گئے۔ اس بوڑھی عورت نے رونا شروع کیا، خوب روئی یہاں تک کہ حضور کریم ﷺ تشریف لائے۔ حضرت عائشہ نے عرض کی یا

رسول اللہ ﷺ نے اس بوزخمی عورت کو یہ فرمایا ہے کہ لا ینزل علیہ عذوٰر کوئی بوزخمی عورت جنت میں نہیں جائے گی۔ اس وقت سے یہ زار، قطار، راری ہے۔ حضور ﷺ یہ سن کر ہنس پڑے، فرمایا بیشک جنت میں کوئی بوزخمی عورت نہیں جائے گی وَلَٰكِنَّ اللّٰهَ قَالَ، اِنَّا اَلْشَّائِنُھُنَّ اَنْشَاءً فَجَعَلْنٰھُنَّ اَبْكَارًا۔ (نیلین اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ہم نے پیدا کیا ان کی بیویوں کو حیرت انگیز طریقہ سے۔ پس ہم نے بنادیا انہیں انواریاں۔ (دل و جان سے) پیدائرنے والیاں، ہم عمر۔ یہ سب نعمتیں اصحاب یحییٰ کیلئے مخصوص ہوں گی۔

امام بخاری نے ابوب میں حضرت سفینہ سے روایت کیا ہے۔ ایک سنہ میں مجاہدین کے ساتھ جوہرہ تھوہ بہت بڑاں محسوس ہونے لگا۔ سردار عالم ﷺ نے مجھے فرمایا کہ تم اپنی چادر بچھاؤ۔ چنانچہ انہوں نے اپنا بوجھ اس میں ڈال دیا۔ رسوں کر م ﷺ نے فرمایا اَحْمِلْ فَاَنْتَ سَیِّئَةٌ اے انجو و تم تو کشتی ہو۔ یعنی کشتی میں سارا بوجھ سا جاتا ہے اور وہ نہجی جتی ہے۔

حضرت سفینہ فرماتے ہیں جب رحمت عالم نے مجھے سفینہ فرمایا تو اس کے بعد سات اونٹوں کے بوجھ تک اگر مجھ پر لاد دیا جاتا تو وہ مجھے بھاری معلوم نہ ہوتا۔ حضرت سفینہ ثوری، حضرت ابن زبیر سے وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں ایک دفعہ میں حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ امام حسن و حسین حضور ﷺ کی پیٹھ پر ہیں، حضور ﷺ فرما رہے ہیں۔

رَبِّمَ الْجَمَلُ جَمَلُكُمَا وَنِعْمَ الْعِدَلَانِ اَنْتُمَا (1)

”تمہارا اونٹ بہترین اونٹ ہے اور تم دونوں بہترین بوجھ ہو۔“

یہ بھی سردار عالم ﷺ کی خوش طبعی کا نمونہ ہے اور اس کے عا دوس میں حسنین کریمین کی منقبت بھی ہے۔ اور اس سے ایک فقہی مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی انسان میں ایسی خوبیوں ہوں جو کسی جانور میں ہوتی ہیں تو بطور تشبیہ اس جانور کے نام کا اطلاق انسان پر بھی ہو سکتا ہے۔

حضور ﷺ کی ہنسی اور مسکراہٹ

امام ترمذی نے حارث بن جزاء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي رِوَايَةٍ مَا كَانَ يَضْحَكُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا تَبَسُّمًا.

"حضرت حارث نے کہا کہ میں نے حضور پر نور ﷺ سے زیادہ کسی کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔"

دوسری روایت میں ہے کہ حضور کی ہنسی تبسم تھی۔

حضرت عمر و بنت عبد الرحمن فرماتی ہیں کہ میں نے ام مومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ جب حضور ﷺ گھر تشریف لےتے تو حضور ﷺ کا طریقہ کار کیا تھا؟ آپ نے فرمایا آپ کا سلوک عام لوگوں کے سلوک کی طرح تھا۔

(1) أَكْرَمُ النَّاسِ خُلُقًا كَانَ صَاحِبًا تَبَسُّمًا

"کہ حضور ﷺ سب سے زیادہ کریم اخلاق تھے ہنستے بھی تھے اور مسکراتے بھی تھے۔"

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا۔

کہ میں اس آدمی کو بھی جانتا ہوں جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا اور اس کو بھی جانتا ہوں جو سب کے بعد جہنم سے نکال جائے گا۔ ایک آدمی کو قیامت کے روز پکڑ کر لایا جائے گا اور فرشتوں کو کہا جائے گا پہلے اس کے سامنے اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کر دو اور اس کے بڑے گناہوں کو پوشیدہ رکھو۔ جب اسے کہا جائے گا کہ یہ یہ گناہ تم نے کئے۔ وہ قرار کرے گا وہ انکار نہیں کرے گا اور اسے ان چھوٹے گناہوں کا کوئی خوف نہ ہوگا پتہ سے یہ اندیشہ ضرور ہوگا کہ اگر اس کے بڑے گناہ پیش کئے گئے تو اس کا انجام یہ ہوگا۔ جب اس کے سامنے جو گناہ پیش کئے جائیں گے ان کو وہ تسلیم کرے گا تو فرشتوں کو فرمایا جائے گا۔ اَعْطُوهُ هَكَذَا كُلَّ السَّنَةِ عَمَلَهَا حَسَنَةً ہ گناہ کے بدلے جو اس نے کیا ہے اس کو نیکی دے دو۔

وہ کہے گا میرے پروردگار! میرے تو ایسے گناہ بھی تھے جو یہاں نہیں دیکھ رہا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ بڑے گناہ بھی پیش کئے جائیں اور ان کو بھی نیکیوں سے بدل دیا جائے۔ حضرت ابو ذر فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ حضور خوب ہنسے یہاں تک کہ دندان مبارک نمایاں ہو گئے۔ (1)

ابن عساکر حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میں بارگاہ رسالت میں حاضر تھا۔ ایک آدمی آیا اور عرض کی یا رسول اللہ میں ہلاک ہو گیا تباہ ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا خداتیرا بھلا کرے کیا بات ہے۔ اس نے عرض کی میں نے رمضان کے مہینہ میں اپنی بیوی سے صحبت کی ہے۔ سرکارِ دو عالم نے فرمایا بطور کفارہ ایک غلام آزاد کرو۔ اس نے عرض کی میرے پاس نہیں ہے۔ فرمایا لگاتار دو ماہ کے روزے رکھو۔ عرض کی یا رسول اللہ مجھ کو یہ طاقت نہیں۔ فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا بھی نہیں کھلا سکتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ کچھ دیر بعد حضور ﷺ کی خدمت میں بہت سی کھجوریں پیش کی گئیں آپ نے فرمایا سائل کہاں ہے؟ وہ حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا یہ کھجوریں لے لو اور اپنا کفارہ ادا کرو۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مدینہ کے دونوں کناروں کے درمیان مجھ سے زیادہ حاجت مند اور نادار کوئی نہیں ہے۔ نبی رحمت ہنس پڑے یہاں تک کہ حضور ﷺ کی سامنے والی داڑھیں ظاہر ہو گئیں۔ پھر اسے فرمایا یہ ساٹھ مسکینوں کا خانا تم لے لو اور اپنے اہل خانہ کو کھلاؤ۔

علی بن ابی اندنیا سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک روز میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضور ﷺ زور سے ہنسے یہاں تک کہ حضور ﷺ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان ہوں حضور ﷺ کیوں ہنسے ہیں؟ فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ میری امت کے دو آدمی اللہ کی جناب میں گھٹنوں کے بل کھڑے ہیں، ان میں سے ایک نے عرض کی اے میرے پروردگار اس میرے بھائی نے جو مجھ پر ظلم کیا ہے وہ مجھے واپس دلایا جائے۔ اللہ تعالیٰ اس کو کہیں گے اپنے بھائی پر جو ظلم تو نے کیا ہے جو حق اس کا چھینا ہے وہ واپس آرد۔ وہ آدمی عرض کرے گا میرے رب! میرے پاس کوئی نیکی باقی نہیں رہی میں اسے کیا دوں۔ وہ مضموم کہے گا یا اللہ

میرے گن ہوں گا بوجھ اس پر لا دو۔ اس وقت رحمت عام ﷺ کی دونوں چشم ہاں مبارک سے آنسوؤں کے موتی ٹپکنے لگے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ دن بہت بڑا دن ہے اس دن لوگوں کو اس بات کی ضرورت ہوگی کہ کوئی ان کے گن ہوں گا بوجھ ٹھالے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس مظلوم کو کہیں گے اپنا سر اٹھاؤ اور جنت کی طرف دیکھو۔ اس نے راتھلیا عرض کی اے رب مجھے چاندی کے بنے ہوئے شہر نظر آ رہے ہیں جن میں سونے سے بنے ہوئے محلات ہیں جن کے اوپر موتی جڑے ہیں۔ یہ کس نبی کیلئے ہیں کس صدیق ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا یہ اس شخص کو ملیں گے جو ان کی قیمت ادا کر سکتا ہے۔ وہ بندہ عرض کرے گا کس طرح فرمایا اگر تو اپنے اس بھائی کو اپنا حق معاف کر دے تو پھر دیا تو نے ان تمام چیزوں کی قیمت ادا کر دی۔ اس نے کہا میں نے معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اسے فرما۔ گا اپنے اس بھائی کا ہاتھ پکڑ لو اور اسے جنت میں داخل کر دو۔

اس وقت نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے فارتے رہو اور وہ نون فریقوں کی رہنمائی کو دور کرتے رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھی لوگوں کے درمیان صلہ کرے گا۔

حضرت صہیب سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا جب حضور ﷺ قبا میں تشریف فرما تھے۔ وہاں پہلی ہوئی کھجوریں ورنیم پہنچ رہی تھیں۔ میری ایک آنکھ دکھتی تھی میں نے کھانے کیلئے ایک کھجور لی۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا اَتَاكُلُ الشَّمْرَ عَلَى عَيْنَيْكَ وَأَنْتَ رَصِدٌ کیا تم کھجور کھا رہے ہو حالانکہ تمہاری آنکھ دکھتی ہے؟ میں نے عرض کی نہ کنل علمی صحیح میں اپنی صحیح آنکھ کی طرف سے کھا رہا ہوں۔ حضور ہنس پڑے۔ (1)

امام بخاری رحمت اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے کہ عبد اللہ نامی ایک شخص حضور ﷺ کو ہنسایا کرتا تھا۔ وہ کئی بار شراب پینے کے جرم میں حضور ﷺ کی خدمت میں پایا گیا اور اس پر شراب پینے کی حد لگائی گئی۔ جب وہ کئی بار پیش ہوا تو ایک شخص نے اس کے بارے میں کہا لعنہ اللہ ما اکثر ما يعطى به اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے کتنی بار اس جرم میں اس کو پکڑ کر لایا گیا اور سزا دی گئی لیکن پھر بھی باز نہیں آتا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو فرمایا لَا تَنْفَعُكَ دَنُوحُكَ وَلَا تَنْفَعُكَ دَنُوحُكَ اس کو جنت مت آ رہے یہ اللہ اور اس کے رسول

سے محبت کرتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جرائم کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے بھی اس نعمت عظمیٰ سے متصف ہوتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور عالم ﷺ کا ایک حدی خوان تھا جو دوران سفر ازواج مطہرات کے اونٹوں کے سامنے حدی خوانی کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے حدی کے اشعار کہے تو اونٹوں پر مستی کی کیفیت طاری ہو گئی اور وہ تیز تیز چنے گئے سرور عالم ﷺ نے اپنے حدی خوان کو فرمایا دَعِيكَ يَا أَفِيحَةَ اِرْفُقِي بِالْعَوَارِيْرِ اسے انجھرتیہ اٹھلا ہو کالج کی نازک شیشوں کے ساتھ نرمی کرو یعنی اونٹوں کو آہستہ چلنے دو مبادا انہیں آچھ اذیت پہنچے۔

سرور عالم کی خوشنودی اور ناراضگی کی پہچان

حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں خوشی کی حالت میں حضور ﷺ کا چہرہ چاند کی طرح چمکنے لگتا اور جب حضور ﷺ غصے میں ہوتے تو چہرہ مبارک سرخ ہو جاتا۔ حضور ﷺ جب زیادہ غصہ میں ہوتے تو اپنی ریش مبارک کو بار بار چھوتے۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے ایک روز نبی رحمت ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہم قدیر کے مسئلہ میں جھگڑ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر حضور ﷺ کا چہرہ مبارک فرط غضب سے سرخ ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اتار کے دانے حضور ﷺ کے رخ انور پر نچوڑ دیئے گئے ہیں۔ پھر حضور ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور جھڑکتے ہوئے فرمایا۔

لَٰهٰذَا أَمْرُكُمْ أَمْ يَهْتَأٰ أَرْسَلْتُ إِلَيْكُمْ هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ

هَلَكَ مَنْ قَبْلَكُمْ حِينَ تَتَاذَعُوا فِي هَذَا الْأَمْرِ

”یہ اس چیز کا تمہیں حکم دیا گیا ہے؟ کیا مجھے اس لئے تمہاری طرف بھی گیا ہے؟ تم سے پہلے جن لوگوں نے اس معاملہ میں باہم جھگڑا کیا وہ ہلاک ہو گئے۔“

(۱)

عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا

"میں تمہیں تاکید مزید کرتا ہوں کہ ایسا نہ کرنا کیا کرو۔"

عمر بن شعیب اپنے والد سے ورو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم وک رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر بیٹھے تھے۔ ہماری باہمی گفتگو شروع ہوئی۔ ایک نے کہا یا امہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔ دوسرے نے کہا اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا۔ رحمت عالم ﷺ نے ان کو گفتگو سنی، باب تشریف آ، فرط غضب سے حضور ﷺ کا چہرہ سرخ تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے اناروں کے اسے پھوڑا دینے لگے ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا اِنَّ هَذَا اَمْرٌ مِّنْ اَيَّانِ بَاتِلٍ كَا تَمْسِيْسِ عِلْمٍ دِيَا يَا؟ یا تم اس کے لئے پیدا آئے ہو؟ اللہ تعالیٰ کی کتابوں کو ایک دوسرے سے مت نکرایا کرو۔

اسی وجہ سے پہلی قومیں گمراہ ہو گئی تھیں۔ غور سے ان چیزوں کو دیکھو، جن چیزوں سے روکا جائے ان سے رک جاؤ۔

امام ترمذی عبد اللہ بن ابی بکر سے وہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ عبدالشہس کے ایک آدمی کو صدقات جمع کرنے کیلئے مامور مقرر کیا۔ جب وہ صدقات جمع کر کے واپس آیا تو عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صدقہ کے اونٹوں سے مجھے عطا فرمائیے۔ فرط غضب سے حضور ﷺ کی آنکھیں سرخ ہو گئیں پھر فرمایا کوئی آدمی مجھ سے ایسی بات کا سوال کرتا ہے جو نہ میرے لئے جائز ہے نہ اس کے لئے۔ اگر میں اس کو نہ دوں تو مجھے یہ بات ناپسند ہے اور اگر اس کو دوں تو میں اسے وہ چیز دوں گا جو نہ میرے لئے جائز ہے نہ اس کے لئے جائز ہے۔ اس آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ اَلَا اَسْتَلْكَ شَيْئًا مِّنْهَا اِنْ صَدَقَاتٍ سے کوئی چیز میں حضور ﷺ سے نہیں مانگوں گا۔ ۱

سرور عالم ﷺ کا انداز تکلم

حضور ﷺ جب گفتگو فرماتے تو بہتہ بہتہ، غظا لگ لگ کر کے تلفظ فرماتے اور بسا اوقات ایک غظ کو یا حمد کو تین بار دہرتے تاکہ تمام سامعین اس کو پوری طرح سن بھی لیں اور اس کا مفہوم سمجھ بھی لیں۔ اثناء گفتگو حضور ﷺ بکثرت تبسم فرمایا کرتے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں جب حضور ﷺ گفتگو کرتے تو معلوم ہوتا کہ اہلن مبارک سے نور نکل رہا ہے۔

انشاء گفتگو حضور ﷺ بعض دفعہ اپنا سر مبارک آسمان کی طرف بلند کرتے اور بندہ آبر کہتے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ بلا ضرورت گفتگو نہیں فرمایا کرتے تھے۔ حضور ﷺ کا سکوت بہت طویل ہوا کرتا تھا۔ حضور ﷺ کی زبان پاک سے جوامع الکلم صادر ہوتے، نہ ان میں غیر ضروری طوالت ہوتی اور نہ ایسا اختصار ہوتا جس سے کلام کے معانی کو سمجھنا مشکل ہو جائے۔

امام معبد نے حضور ﷺ کے انداز تکلم کو خوب بیان کیا ہے فرماتی ہیں۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَمَتَ فَعَلَيْهِ
الْوَقَارُ وَإِذَا تَكَلَّمَ سَمَاكَ وَعَلَاهُ الْبَهَاءُ فَكَانَ حُسْنَ
الْمَنْطِقِ۔ (1)

”جب حضور ﷺ خاموشی اختیار فرماتے تو پیکر و قار معلوم ہوتے اور جب گفتگو فرماتے تو ایک خاص قسم کی چمک روئے اقدس پر رونما ہو جاتی۔ حضور ﷺ کی گفتگو بڑی حسین اور دلکش ہوتی۔

انداز جواب

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا عمار نے ایک دفعہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے کیلئے اذن طلب کیا۔ حضور ﷺ نے اس کی آواز پہچان تو اکھڑا ہوا جواب نہیں دیا بلکہ بڑے محبت بھرے اور دل موہ لینے والے انداز میں فرمایا مَوْحِبًا يَا لَطِيفَ الْمُطِيفِ میں اس شخص کو خوش آمدید کہتا ہوں جو فطرۃ پاک ہے جس کو رحمت الہی نے پاکیزہ بنا دیا ہے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ایک روز سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں۔ آپ کی چال ہو بہو حضور کریم ﷺ کی چال تھی۔ حضور ﷺ نے اپنی صاحبزادی کو دیکھا تو خوش آمدید فرمایا پھر حضرت سیدہ کو اپنی دائیں یابائیں جانب بٹھایا۔ ایسی بات، جس کو صراحت بیان کرنا آداب شرم و حیا کے خدف ہے، سرکار دو عالم ﷺ اس کا ذکر بطور کنایہ فرماتے تاکہ بات سننے والوں کو اس کی حقیقت سمجھ بھی آجائے ورنہ زبان

سے ایسا کلام بھی ادا نہ ہو جس کو ادا کرنا شرع و حیا کے خلاف ہو۔

بطور مثال ایک حدیث بیان کی گئی ہے جسے ابن ماجہ نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے۔
 ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رفاعہ قرظی و بیوی حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی عرض کی یا رسول اللہ رفاعہ نے مجھے طلاق دیدی ہے اس کے بعد عبدالرحمن بن زبیر سے شادی کی ہے اس میں مجامعت کی قوت نہیں، اس طرح ہے جیسے کسی چادر کا پلو ہوتا ہے۔
 حضور نے اسے فرمایا

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّكَ تُرِيدِينَ أَنْ
 تُرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ

”کیا تم یہ چاہتی ہو کہ پھر رفاعہ سے شادی کر لو“

پھر خود ہی فرمایا نہیں کیونکہ اس طرح دوش طپوری نہیں ہوگی جو نہ ہو رہے۔

عَلَى ثَوْبَيْهِ عَسَيْتَ يُدِينُكَ عَسَيْتَ لَكَ

(۱)

ام خالد بنت خالد بن سعید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اپنے والد کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی۔ میں نے اس وقت زرد رنگ کی قمیص پہنی تھی۔ رکار دو عالم ﷺ نے دیکھا تو فرمایا سنہ۔ یہ حبشی زبان کا لفظ ہے اس کا معنی ہے بہت خوبصورت بہت خوبصورت۔ میں حضور ﷺ کی پشت کی طرف سے آئی اور مبارک کندھوں کے درمیان ختم نبوت کو دیکھا تو میں اس کے ساتھ کھینے لگی۔ میرے دامد نے مجھے جھڑکا تو حضور ﷺ نے میرے والد کو فرمایا دعہا بچی کو کچھ نہ کہو وہ کھیتی ہے تو کھینے دو۔

پھر حضور ﷺ نے مجھے دعا دی۔ اَبِيّیْ وَ اَخْلِقِیْ ثَمَّ اَبِيّیْ وَ اَخْلِقِیْ ثَمَّ ہَا س پہنتی رہو اور پرانا کر کے اتارتی رہو۔ پھر ایسا کرو (یہ عمر دراز کیسے دعا کا ایک انداز ہے)

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے صدقہ کی ایک کھجور اٹھائی اور منہ میں ڈالی۔ حضور ﷺ نے دیکھا تو فوراً فرمایا سَتَكُنَّ كَبَابٍ پھینک دو، باہر پھینک دو کیا تم نہیں جانتے کہ ہم صدقہ کا مال نہیں کھایا کرتے۔ (۲)

زمین پر لکڑی سے لکیریں بنانا

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ درمیان میں ایک نماز جنازہ میں شریک ہونے اور حضور ﷺ کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھیں۔ آپ مٹی کو اس سے اوپر نیچے کرتے رہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ایسا کوئی شخص نہیں ہے جس نے جنتی مردہ کو دفن کرنے کے بارے میں فیصلہ نہ کر لیا۔ جو بعض نے عرض کیا کہ اس فیصلہ پر ہم سب نے نکرین۔ فرمایا

إِعْمَلُوا فَعَلًا مُّيَسَّرًا لِّمَا خَلَقَ لَهُ

عمل کیا کرو اور ہر شخص کے لئے دو کام آسان بنادیا جائے گا جس کے اتنے پیرے کیا ہے۔

اثنا عشر خطبہ مختلف حالات میں مختلف حرکات

ثنا کا نام اگر کوئی تعجب کی بات ہو تو حضور ﷺ اپنے ہاتھ کو حرکت دیتے۔ جب اشارہ فرماتے تو اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کے ساتھ اشارہ فرماتے۔ جب حیرت کا ظہار کرتے تو اس کو اٹھ کر دیتے اور اپنے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو ضرب لگاتے۔

حالت تعجب میں تسبیح

امام بخاری حضرت ام سلمہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے تو اپنا تک فرمایا

سُبْحَانَ اللَّهِ مَا ذَا أَنْزَلَ مِنَ الْخَزَائِنِ وَمَا ذَا أَنْزَلَ مِنَ الْفَقْرِ

”جو خزائے آسمان سے اُنزل گئے ہیں اور جو فتنے نازل کئے گئے ہیں۔ ان پر میں اللہ کی تسبیح کرتا ہوں پھر فرمایا مَنْ لَمْ يَفْضَحْ حَبْ حَبْ حَبْرَ لَبْنًا لَهُ رَوْحٌ حَسْبُ نَصِيْبٍ كَوْنُ هُوَ حَبْرٌ“ میں آرام کرنے والی میری ازواج کو جگائے تاکہ وہ نماز پڑھیں۔ پھر فرمایا كَلَيْسَ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٌ فِي الْآخِرَةِ كُنَّ عَوْرَتِي دُنْيَا فِي زَرْقٍ بَرَقَ بَارٍ يَهْتَجِي لِيْ لَكِنْ قِيَمَتُ كَ رَوَافِدِي يَوْمَئِذٍ۔

حضور ﷺ کے کسی وقت ہوٹ چپانے کے بارے میں امام بخاری نے "اب منہ" میں حضرت ابو العالیہ سے ایک حدیث نقل کی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن صامت سے پوچھا وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دوست ابو ہریرہ سے پوچھا فرماتے ہیں میں ایک دن وضو کا پانی لے کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے اپنے مبارک کو حرکت دی پھر اپنے دونوں ہونٹوں کو چبایا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے باپ اور ماں آپ پر قربان ہوں کیا میں نے حضور ﷺ کو اذیت تو نہیں دی؟ فرمایا نہیں۔ یہ میرا سر کا بلانا اور ہونٹوں کو چبانا اس سے ہے کہ تم یہ امر و کار مانہ پاؤ گے جو نماز کو تاخیر سے پڑھیں گے۔ میں نے عرض کی مجھے حضور ﷺ یا حضور ﷺ سے آپ نے فرمایا اپنی نماز وقت پر پڑھ لیا کرو اور اگر بعد میں وہ ہمت کرے میں تو ان کے ساتھ مل کر پڑھ لیا کرو اور یہ نہ کہن کہ میں پہلے نماز پڑھ چکا ہوں اب نہیں پڑھوں گا (ابن ماجہ و ترمذی)۔

تعجب کے وقت اپنی رانوں پر ہاتھ مارنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں ایک رات میں حضور ﷺ تشریف لائے۔ جس کمرہ میں میں اور حضور ﷺ نور نظر سید وقطعہ تھیں اس کو حجاب فرمایا یہ تم نماز نہیں پڑھو گے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! اس اختیار مدتہا میں ہے جس وقت دو چاہے ہمیں ٹھائے ہم اس وقت اٹھ بیٹھتے ہیں۔ مگر حضور ﷺ میری بات سن کر واپس مڑ گئے اور مجھے کوئی جواب نہ دیا پھر میں نے سنا کہ حضور ﷺ پیٹھ پر ہاتھ مار رہے ہیں اور اپنی رانوں پر دست مبارک مار رہے ہیں اور فرما رہے ہیں۔

وَكُلُّ نَفْسٍ كَثُرَ سَيْئٌ جَدًّا نَسَانُ بَزْجَهْرٍ اَوْجَهْ۔

انگشت شہادت اور وسطی (درمیانی انگلی) کو مد کر اشارہ کرنا

ابی جہیمہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ۔

يُعَلِّتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ جَمِيعًا كَمَا تَبَيَّنَ وَجَمَعَ بَيْنَ السَّبَابَةِ وَالْوُسْطَى۔

"حضور ﷺ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو جمع کر لیا۔"

فرمایا میری بشت اور قیامت یوں ہیں یعنی بالکل قریب قریب۔
 دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں داخل کرنا
 حضور کریم ﷺ نے فرمایا۔

إِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا وَشَبَّكَ

بَيْنَ أَصَابِعِهِ -
 (1)
 ”ایک مومن دوسرے مومن کیلئے اس طرح ہے جس طرح عمارت،
 کہ اس کا کچھ حصہ دوسرے حصہ کو قوت دیتا ہے۔ یہ کہا اور اپنے دونوں
 ہاتھ کی انگلیوں کو آپس میں داخل کر دیا۔“

طبرانی میں سہل بن سعد الساعدي رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ
 ﷺ ہمارے پاس بابر تشریف لائے اور فرمایا اس وقت تمہارا کیا طریقہ ہو گا جب تمہیں
 ایسے زمانہ میں پیدا کیا جائے گا جبکہ انسانوں کا تلچھٹ ہو گا جنہوں نے اپنے وعدوں کو اپنی
 قسموں کو اور اپنی امانتوں کو گڈمڈ کر دیا ہو گا۔ یہ فرمایا اور اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک
 دوسرے میں داخل کر دیا۔ صحابہ نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ حضور
 ﷺ نے فرمایا۔

تَأْخُذُونَ مَا تَعْرِفُونَ وَتَدْعُونَ مَا تُنْكِرُونَ - وَيَقْبَلُ

أَحَدُكُمْ عَلَى خَاصَّةٍ نَفْسِهِ وَيَنْذِرُ أَمْرَ الْعَامَّةِ -
 (2)
 ”کہ دین کی جن چیزوں کو تم جانتے ہو ان پر عمل کرو۔ جن کو تم نہیں
 جانتے ان کو چھوڑ دینا۔ ہر آدمی اپنی خیر منائے اور عام لوگوں کو ن کے
 حال پر چھوڑ دے۔“

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک روز سرور کریم نے ان سے پوچھا ہے
 ابو ذر! جب تم لوگوں کے تلچھٹ میں پھنس جاؤ تو تمہارا کیا حال ہو گا۔ اس وقت حضور ﷺ
 نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر دیا۔ میں نے عرض کی یا
 رسول اللہ! حضور ﷺ کیا حکم فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اَصْبِرْ اَصْبِرْ اَصْبِرْ صبر

کرنا۔ صبر کرنا۔ صبر کرنا۔ لوگوں کے ساتھ اخلاق سے پیش آنا۔ وَحَالِفُوهُمْ فِي
 أَعْمَارِهِمْ ان کے کاموں میں ان کی مخالفت کرنا۔
 حقائق کو تمثیل سے ذہن نشین کرنا

ہادی برحق ﷺ جب اپنے صیہ کو وعظ و نصیحت فرماتے تو بعض دفعہ مٹھ میں بیٹے
 تاکہ ان کو حقیقت حال سے چوری آگاہی ہو جائے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ سے مروی ہے ایک دن حضور ﷺ نے ایک کلی زمین میں ٹھوکی پھر اس
 کے ایک طرف ایک اور کلی گاڑی پھر دوسری طرف بہت دور تیسری کلی گاڑی۔ پھر تہ
 سمجھتے ہوئے آیا ہے؟ سب نے عرض کی اللہ و سببہ علیہ السلام اور اس کا رسول بہتہ جانتا
 ہے۔ حضور ﷺ نے درمیان والی کلی کی طرف اشارہ کرنے فرمایا یہ سب ہے۔ اور وہ میں
 ہاتھ والی کلی جو نزدیک تھی، فرمایا یہ اس کی موت ہے۔ بائیں ہاتھ والی جو دور تھی یہ اس کی
 امید ہے۔ پھر انسان اپنی امیدوں کو برانے کیلئے دوڑا دوڑا چلا کرتا ہے رات میں موت کی کلی
 آجاتی ہے اور اس کے سارے پرہیزگار مردھ کے اٹھ کر رہ جاتے ہیں۔

امام احمد نے ابی رزین عقیلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا فرماتے ہیں کہ میں بارگاہ
 رسالت میں حاضر ہوا پھر چھا یَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ يَجِيّ اللّٰهُ الْمَوْتِ اللہ تعالیٰ مومنوں کو
 کیسے زندہ کرے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم کسی قلم زد زمین کے پاس سے گزرے ہو
 جس کے درخت اور گھاس سب خشک ہو چکے ہوں پھر کبھی تم اس زمین کے پاس سے
 گزرے جبکہ بارش نے اس کو ہرا بھر کر دیا ہو؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ بیشک ایسی
 زمین کے پاس سے گزرا ہوں فرمایا۔ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ اسی طرح وہ زمین سے نکلیں گے
 جس طرح بارش کے بعد یہ گھاس پودے باہر نکل آتے ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے سردیوں کے موسم میں ایک روز حضور
 ﷺ چل رہے تھے اور درختوں کے زرو پتے نیچے گر رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا
 درمیں نے عرض کی سنن رسول اللہ۔ حضور ﷺ نے فرمایا بندہ مسلم جب محفل اللہ
 کی رضا کیلئے نماز ادا کرتا ہے تو اس کے گنہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس درخت
 کے پتے جھڑ رہے ہیں۔

اہم طہرانی سند جید سے حضرت ابی مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہادی
 برحق ﷺ نے رزق کے بارے میں مثال بیان فرمائی۔ فرمایا رزق ایسے ہے جس طرح ایک
 باغ ہو جس کے ارد گرد، فصیل ہے۔ اس فصیل میں ایک جگہ دروازہ ہے اس دروازے کے
 سامنے کا علاقہ ہموار ہے اور دیوار کے ارد گرد کا راستہ بڑا پتھر پلا اور دشوار گزار ہے۔ پس
 جو آدمی اس باغ کی طرف اس کے دروازے کے راستے سے آتا ہے تو اس باغچے میں داخل
 ہوتا ہے پھل کھاتا ہے اور ہر قسم کی رکاوٹوں سے محفوظ ہوتا ہے اور جو اس کی فصیل کی
 طرف سے داخل ہونا چاہتا ہے وہاں دشوار گزار راستے ہیں۔ گرم ریت کا علاقہ ہے جس میں
 پاؤں دھنس جاتا ہے۔ جو شخص اس طرف سے باغ میں آتا ہے وہ جب ان مشکل رستوں کو
 طے کرتا ہو اس باغ تک پہنچتا ہے تو اسے وہی چھ ملتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے
 مقدر کر رکھا ہوتا ہے۔ (1)

حضورِ نبیؐ کے
اعضاءِ مبارکہ کے
کمالات

شنائے زلف و رخسارِ تو اے ماہ
ملائک وِردِ صبح و شامِ گردند

حضور ﷺ کے اعضاء مبارکہ کے کمالات

حضور کا ظاہری حسن و جمال

نور مجسم، فخر آدم و بنی آدم محمد رسول اللہ ﷺ و غیر انبیاء و رسل کی طرح کسی قبیلہ کی طرف اور وہ بھی محمد و وقت کیلئے نبی بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے بلکہ تمام بنی نوع انسان کیلئے تا قیام قیامت حضور ﷺ کی ذات قدس وہ آفتاب عالم تاب تھی جس کی روشنی ظاہر و باطن کو اپنے انوار سے منور کرنے والی تھی۔ اس سے ضروری تھا کہ حضور ﷺ کے ظاہری جسمانی محاسن بھی تمام نبیاء سابقین سے اعلیٰ و برتر ہوں یا نہ کہ یہ مظاہر جسم با حسن کی عظمت کے گواہ ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو جب تمام بنی نوع انسان سے بادی و مرشد بنا کر بھیجی تو یقیناً حضور ﷺ کے ظاہر و باطن کو اتنی عظمتیں اور وسعتیں ملی ہوں گی کہ کوئی اس کی ہمسری کا گمان بھی نہ کر سکے۔ یہی حقیقت کو عاشق صادق حضرت شرف الدین بوہمری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قصیدہ میں یوں بیان کیا ہے۔

فَهُوَ الْإِنْسَانِيُّ تَمَّ مَعْنَاكَ وَصُورَتُهُ لَمْ أَصْطَفَاكَ حَبِيبًا بَارِئًا لِنَفْسِهِ

”وہی ذات ہے جو معنوی و صوری لحاظ سے درجہ کمال کو پہنچی ہوئی ہے پھر تمام ارواح کو پیدا کرنے والے نے حضور ﷺ کو اپنا محبوب بنانے کیلئے چن لیا۔“

مَنْزَلَةً عَنْ شَرِيكَ فِي عَالَمِهِمْ فَبَوَّهَ الْخَيْرُ فِيهِ عَزَّ وَجَلَّ مُنْقَسِمٌ

”نبی رحمت ﷺ اپنے محاسن اور کمالات میں شریک سے پاک ہیں۔ حضور ﷺ کے حسن و کمال کا جوہر منقسم نہیں ہے یعنی حسن کی تمام ادائیں حضور کی ذات میں مجتمع ہیں۔ جہاں کہیں بھی حسن و کمال پایا جاتا ہے وہ ذات پاک مصطفویٰ کا فیضان ہے۔“

صاحب المواہب اللہ نبی عظامہ قرطبی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔

لَوْ يَطْهَرُنَا تَمَامُ حُسْنِهِ لِأَنَّهُ لَوْ ظَهَرَ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهِ لَمَا أَطَاقَتْ

أَعْيُنُنَا رُؤْيَاهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَجِزْنَا عَنْ ذَلِكَ (1)

”اگر کاروانِ عالمِ مصطفیٰ کا تمام حسن ہمارے لئے ظاہر نہیں کیا یہاں تک

اگر حضور ﷺ اپنے تمام حسن کے ساتھ جلوہ فرما ہوتے تو ہماری

آنکھیں اس کی دیدنی طاقت نہ رکھتیں یہاں تک کہ ہم اس بات سے عاجز ہیں

کہ آفتابِ محمدی کی جلوہ سامانیوں کا صحیح ارکاب اور احاطہ کر سکیں۔“

علامہ قرطبی رحمتِ عالم کے خدا والا جمال و کمال کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”حضور ﷺ نے حسن و جمال کا آفتاب پوری طرح ہمارے سامنے

نمایاں نہیں ہوا اگر وہ پوری طرح نمایاں ہوتا تو کوئی سستی اس کے دیکھنے

کی تاب نہ لاسکتی آنکھیں چند حیا جاتیں، دل ہیبت زدہ ہو جاتے اور

حضور ﷺ کی رحمت کا مقصد ورائہ ہوتا۔“

اس لئے وہ اگر ہم نے اپنی حلتِ باغی سے اپنے محبوب کے حسن و جمال کو صرف اتنا

ظاہر ہونے دیا جس کی وگ تاب آنکھیں اور چشمہ فیض کے قریب پہنچ کر اپنی پیاس بجھا

سکیں۔ اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ وہ اللہ کے محبوب کے حسن و جمال کی ساری لہروں کا احاطہ

کر لے تو یہ ممکن نہیں۔

امام بوسریٰ فرماتے ہیں۔

إِنَّمَا مَثَلُوا صِفَاتِكَ لِلنَّاسِ كَمَا مَثَلَتِ الْجُودُ الْمَاءَ

”نہوں نے صفات میں حضور ﷺ کی جلوہ گری کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ

اس طرح ہے جس طرح پانی میں ستاروں کا عکس ہے جو ستاروں کی

حقیقت کو ظاہر کرنے سے عاجز ہے۔“

اب ہم بڑے انہماک کے ساتھ سرورِ عالم ﷺ کی ذاتِ اقدس و اطہر کے وصف کو بیان

کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

(۱) محبوب رب العالمین کا رخ انور

امام بخاری، مسلم اور دیگر محدثین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ
وَجْهًا وَأَحْسَنَهُمْ خُلُقًا

"اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ کا چہرہ انور تمام آدمیوں سے زیادہ
خوبصورت تھا اور حضور ﷺ کے خلق بھی تمام آدمیوں سے زیادہ
اچھے اور زیبا تھے۔"

امام ترمذی، احمد اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الشَّمْسُ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ

"میں نے آج تک کبھی بھی کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو اللہ کے پیارے
رسول سے زیادہ حسین ہو۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ سورج چہرہ میں طلوع
ہو رہا ہے۔"

حضور ﷺ کے رخ انور کا ہر حصہ آفتاب حسن کی جود کا دینا ہوتا تھا۔ کسی نے یا اچھا نہ مانا۔

لَمْ يَلَا يُصَيِّئُ بِكَ الْوُجُودَ وَلَيْكَلُ رَفِيزَ صَبَاحٍ مِنْ جَمَالِكَ مُسْفِرًا (۱)

"حضور ﷺ کے انوار سے سارا عالم وجود اور اس کی رات یوں صبح
اٹھے کیونکہ اس میں ایسی شے ہے جو حضور ﷺ کے ہنس کے صدقے
روشن ہے۔"

وَيَسْمَسُ حُسْنِكَ كُلُّ يَوْمٍ مُشْرِقًا وَيَبْدُرُ وَجْهَكَ كُلُّ لَيْلٍ مُزْهِرًا

"حضور ﷺ کے حسن کے آفتاب کے ساتھ ہر دن روشن ہو رہا ہے۔
اور آپ ﷺ کے چہرہ کے باوجود ہر رات حسین اور روشن
رہی ہے۔"

امام بخاری نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ سے پوچھا گیا۔
 أَكَانَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِثْلَ التَّيْفِ كَمَا حَضَرَ ﷺ کا چہرہ مبارک تلواری طرح تھا۔
 حضرت براء نے جواب دیا نہیں بلکہ چاند کی طرح تھا کیونکہ چاند میں روشنی بھی ہے در
 گواہی بھی ہے جو چہرے کا صحیح حسن ہے۔

لکھتے ہیں کہ حضرت براء نے یہ کیوں نہ کہا بَلْ مِثْلَ الشَّمْسِ فرماتے ہیں کہ سورج
 میں روشنی بھی ہے اور گرمی بھی۔ اس کو جب کوئی دیکھتا ہے تو اس کی آنکھیں چند حسیا جاتی
 ہیں اور تھکن محسوس کرتی ہیں لیکن چاند میں روشنی ہے اور اس کے ساتھ پریشان کرنے
 والی تپش نہیں بلکہ خنکی اور ٹھنڈک ہے۔ کوئی افسردہ خاطر آدمی چاند کو دیکھے تو اس کے دل
 میں سکون اور انس پیدا ہو جاتا ہے۔ (1)

امام ترمذی نے حضرت جابر بن سمرہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے ایک رات رسول اللہ
 ﷺ کی زیارت کی۔ وہ چاندنی رات تھی سرکارِ دو عالم ﷺ نے ایک سرخ و شاک زریب
 تن فرما رکھی تھی۔ میں کبھی سرکارِ دو عالم کے روئے انور کو دیکھتا اور کبھی چودھویں کے چاند
 کی طرف۔ میں کافی دیر دیکھتا رہا موازنہ کرتا رہا لیکن میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ حضور ﷺ
 چودھویں کے چاند سے زیادہ دلربا اور خوبصورت ہیں۔

امام بخاری حضرت کعب بن مالک سے روایت کرتے ہیں: سرکارِ دو عالم ﷺ جب
 خوش ہوتے تو حضور ﷺ کا چہرہ چمکنے لگتا یوں محسوس ہوتا کہ گویا چاند کا ٹکڑا ہے۔
 حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں ایک دن حضور ﷺ نے میرے حجرہ میں قدم رنج
 فرمایا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ چہرے کے تمام خدو خال چمک رہے ہیں۔

دارمی، بیہقی، ابو نعیم اور طبرانی ابو عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم سے
 روایت کرتے ہیں انہوں نے ربیعہ بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے عرض کی صبیح
 رسول اللہ ﷺ ہمیں حضور ﷺ کے حلقے سے آگاہ کریں۔ انہوں نے کہا

قَالَتْ لَوْ رَأَيْتَهُ لَقُلْتَ الشَّمْسُ طَالِعَةٌ

”کہا اگر تو حضور ﷺ کو دیکھت تو یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا گویا چہرہ اقدس

سے سورج طلوع ہو رہا ہے۔“

امام مسلم نے ابی طفیل عامر بن واثلہ سے روایت کیا ہے، یہ عامر نبی کریم ﷺ کے سب سے آخری صحابی تھے جسوں نے وفات پائی۔ آپ کی عمر مبارک سو سال تھی۔ زندگی کے آخری دنوں میں آپ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ کی زیارت کی اور آج میرے ساتھ روئے زمین پر کوئی شخص ایسا موجود نہیں جس نے رخ اور ان زیارت کی ہو۔ لوگوں نے بہارِ حمتِ عالم ﷺ کا حلیہ شریف بیان فرمایا۔ آپ نے دو لفظوں میں سمودیا۔

كَانَ أَبْيَضَ مَلِيحَ الْوَجْهِ

”چہرہ مبارک روشن تھا لیکن اس میں ملاحت کی ملاوٹ تھی۔“

صاحب الموابہ اللہ نے یہ عارف کامل سید علی رضی اللہ عنہ کے چند اشعار نقل کئے ہیں جو بڑے وجد آفرین ہیں۔ آپ بھی ان کے دو تین اشعار سماعت فرمائیں اور طفت اٹھائیں۔

أَلَا يَا صَاحِبَ الْوَجْهِ الْمَلِيحِ سَأَلْتُكَ لَا تَعِيبُ فَأَنْتَ رَوْحِي

”اے دانش چہرے دے میں آپ سے حجاز کرتا ہوں کہ آپ میری آنکھوں سے اوجھل نہ ہوں کیونکہ آپ میری روح ہیں۔“

مَنْ مَأْغَابَ مَخْصُوكَ عَنْ عَيْنِي رَجَعْتُ فَلَا تَرَى إِلَّا صَدْرِي لِيحِي

”میری نگاہوں سے اگر آپ کی ذات پوشیدہ ہو جائے تو جب آپ لوٹ کر آئیں گے تو صرف میری قبر دیکھ سکیں گے۔“

يَعْقِلُكَ جُدُّ لِرِقِّكَ يَا حَبِيبِي قَدْ أَوَّلَوُوعَةَ الْقَلْبِ الْجَرِيحِي

”حضور ﷺ کے حق کی قسم اے میرے حبیب اپنے غلام پر احسان فرمائیں اور میری زخمی دہ جو سوزِ محبت سے جل رہا ہے اس کا علاج فرمائیے۔“

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہاشم سے عرض کی کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کا حلیہ مبارک مجھے بتائیے۔ آپ نے جواب دیا۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخْمًا مُفَخَّمًا

يَتَلَاؤُا وَجْهَهُ تَلَاؤًا الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ

(1)

”حضور ﷺ کوں کی نگاہوں میں بڑے جلیل القدر اور عظیم الشان
 اہمال آیت تھے۔ حضور ﷺ کا چہرہ اس طرح چمکتا تھا جس طرح
 پورا سونے کا چاند۔“

جو وہ صاحب نصیحت اور صاحب قلب سلیم تھے انہیں ہر عالم ﷺ ہر
 تاباں دیکھ کر یقین ہو جاتا تھا کہ حضور اللہ تعالیٰ کے چچے رسول میں وراثی کی طرف سے یہ
 دین حق کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں۔ اس حقیقت تک رسائی حاصل کرنے ایسے انہوں
 نے رخ انور دیکھنے کے بعد نہ لیل طرب کی اور نہ کسی معجزہ کا مطالبہ کیا۔ بہت سے اہل
 اہانت بھی ہوئے کہ جب وہوں نے حضور ﷺ کا رخ انور دیکھا تو بغیر کوئی دلیل طلب
 کے اور بغیر کسی معجزے کی فرارش کے ان کے دل میں یقین پیدا ہو گیا کہ آپ اللہ کے
 رسول ہیں اور جو دین لے کر آپ آئے ہیں وہ اللہ کا دین ہے۔

عبداللہ بن سلام مدینہ طیبہ کے یہودیوں کے سر تان علماء سے تھے۔ وہ اپنے ایمان
 لانے کا اہتمام کرتے ہیں جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے وہاں کے لوگ
 قہار در قطر حضور ﷺ کی ریارت سے حضور کی قیام کا پوچھ گئے۔ میں نے اس میں
 سوچا چلو زیارت تو کر میں۔ جب وہاں پہنچے تو صرف حضور ﷺ کا نورانی چہرہ دیکھ کر مجھے
 یقین ہو گیا کہ حضور اللہ کے چچے رسول ہیں۔ اسی وقت آپ حضور ﷺ پر ایمان لے آئے
 جس کا تفصیلی بیان پہلے آپ پڑھ چکے ہیں۔

اسی طرح امام بیہقی نے جامع بن شداد سے روایت کیا کہ ہمیں ایک شخص نے جس کا
 نام حارق تھا، بتایا کہ ایک دفعہ ہم مدینہ طیبہ سے باہر قیام پذیر تھے۔ حضور ﷺ ہمارے پاس
 تشریف لائے۔ حضور ﷺ نے پوچھا تمہارے پاس کوئی قابل فروخت چیز ہے؟ ہم نے
 ایک وند کی طرف اشارہ کیا کہ یہ بیچنا چاہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے قیمت پوچھی تو جو قیمت
 بتائی وہی حضور ﷺ نے منظور فرمائی اور حضور ﷺ اس کی تکمیل پھر کر وہیں تشریف
 لے گئے۔ اس وقت ہم وہاں نماز میں رہ رہے تھے کہ ہمیں غمراہی میں

ہوئی کہ ہم نے ایک شخص سے سو دیا ہے اور پناؤنٹ اس کے حوالے کر دیا ہے جس کا نام جانتے ہیں نہ پتہ معلوم ہے۔ ہم میں ایک خاتون تھی، جس نے ہمیں پریشان کیا تھا جس کو تم نے اونٹ فروخت کیا ہے میں نے اس کا راجن چہرہ دیکھا ہے۔ وہ جسٹس ہونے والے کا چہرہ نہیں ہے۔ تمہارے اونٹ کی قیمت کی میں ضامن ہوں۔ چنانچہ وہ اس سویرے حضور ﷺ کا ایک آدمی طے شدہ کھجوریں لے کر ہماری قیام گاہ میں آیا وہاں ہمیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ کھجوریں دے کر بھیجا ہے اور فرمایا ہے، پہلے یہ کھجوریں کھا کر کھڑا اس کے بعد جتنی دسق میرے ذمہ ہیں وہ تول کر چوری کر دو۔

السید محمد رفی کے چند اشعار مطاعہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اس روئے ربابا کو دبیب عاشق زار دیکھ کر تا تھا تو اس کے تاثرات کی کیفیت کیسے ہوتی تھی۔ فرماتے ہیں۔

كَهْفِيْدٌ لِّلْاَبْصَارِ حَسَنٌ مُّذْهِبٌ كَهْفِيْدٌ لِّلْاَدْوَابِ رَاْسُهُ مُسَكِرٌ

”اس کے مدہوش کرنے والے حسن میں کھجوروں کیلئے متناہ ماہ تھا اور روحوں کیلئے اس کی یاد ایک شرباب دباب کی طرح مدہوش کن تھی۔“

مُجَمَّانَ مِّنْ اَنْشَاكَ مِنْ بَحَايِمٍ بَشَرًا يَّاسْرًا الْعُيُوْبُ يَبْسُرُ

”پاک ہے وہ ذات جس نے اسے اپنے انوار سے پیدا کیا اور بشر بنایا بشر جو غیبی سرار سے خوشخبری دینے والا تھا۔“

فَجَمَّالُهُ مَجْلَى لِكُلِّ جَمِيْدَةٍ وَلَهُ مَنَارٌ كُلٌّ وَجْهٌ سَيِّدٍ (1)

”حضور ﷺ کا حسن تمام حسین چہروں کیلئے آئینہ ہے اور حضور ﷺ کا (سر اپ) ایک روشن مینار ہے جو ہر چیز کو منور کر رہا ہے۔“

علامہ ابن عساکر نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے آپ فرماتی ہیں۔

میں کوئی کپڑا سی رہی تھی، رات کا وقت تھا، گھر میں کوئی چراغ روشن نہ تھا، اندھیرا چھا ہوا تھا، اچانک سوئی میرے ہاتھ سے گر گئی۔ میں نے بہت باتھ مارا کہ وہ سوئی مجھے مل جائے لیکن نہ ملی۔ اچانک رحمت عالمیہ ﷺ اس حجرہ میں تشریف لے آئے۔ حضور ﷺ کے چہرہ مبارک کے نوار سے سارا حجرہ روشن ہو گیا اس روشنی میں مجھے اپنی سوئی ملی۔

حضور ﷺ کی خدمت میں جب میں نے عرض کی حضور ﷺ نے فرمایا۔
 يَا حَمِيْرُ لِمَ الْوَيْلُ لَكَ الْوَيْلُ قَلَّ مَا لَيْسَ حَيْثُ النَّظَرُ اِلَيَّ وَجَبِيْ
 ”ہلاکت ہے اس شخص پر، ہلاکت ہے اس شخص پر، ہلاکت ہے اس
 شخص پر جو میرے رخ انور کی زیارت سے محروم رہا۔“
 امام ترمذی حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا۔

مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ إِذَا صُحِبَكَ يَتَلَاؤُ فِي الْجُدْرِ
 ”میں نے کوئی چیز اللہ کے پیارے رسول ﷺ سے خوبصورت نہیں
 دیکھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا گویا سورج حضور ﷺ کے چہرے میں
 رواں ہے جب حضور ﷺ ہنستے تو دیواریں بھی چکنے لگتی تھیں۔“

امام ابو نعیم والاعلیٰ نبوت میں لکھتے ہیں عباد بن عبد الصمد فرماتے ہیں ہم ایک روز
 حضرت انس بن مالک کی خدمت میں ملاقات کیے حاضر ہوئے۔ آپ نے اپنی کنیز کو حکم دیا
 کہ دست خوان لاؤ تاکہ ہم کھانا کھا سکیں۔ پھر وہ کنیز ستر خوان لے آئی پھر آپ نے اسے حکم
 دیا کہ وہ رومال بھی دو۔ جب رومال اپنی تو بڑا مسیحا کچلا تھا۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ تندور
 میں آگ جو۔ انہوں نے آگ جلائی۔ حکم دیا کہ یہ رومال اس بھڑکتے تندور میں پھینک دو۔
 تھوڑی دیر کے بعد اسے نکالا تو دودھ کی طرح سفید تھا۔

ہم حیران ہو کر پوچھنے لگے یہ کیا جرا ہے۔ انہوں نے فرمایا یہ رسول اللہ ﷺ کا رومال
 ہے۔ حضور ﷺ اس کے ساتھ اپنے روئے انور کو صاف کرتے تھے۔ جب یہ میلا ہو جاتا
 ہے تو ہم اسے تندور میں پھینک دیتے ہیں اور دودھ کی طرح سفید ہو جاتا ہے۔

لَا شَأْنَ لَكَ فَكُلْ شَيْئًا مَرَّةً عَلَيْهِ

”کیونکہ آگ کی مجال نہ تھی کہ وہ اس چیز کو جلانے جس کو حضور ﷺ
 کے ہاتھوں نے چھوا ہے۔“

چشم مبارک

حضور کی چشم مبارک کی تعریف قرآن کریم اس طرح کرتا ہے۔

مَا ذَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى (النجم)

ابن عدی، ابن عساکر اور دیگر محدثین نے ام المومنین عائشہ صدیقہ اور حضرات ابن عباس سے اس طرح روایت کیا ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرَى فِي النَّبِيِّ
الظُّلُمَةَ كَمَا يَرَى بِالنَّهَارِ فِي الصُّورِ -

”مرد و عام علیہ السلام رات کی تاریکی میں اس طرح وینچت تھے جس طرح
دن کے اجالے میں“

شیخان نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

هَلْ تَرَوْنَ قِبَلِي هُنَا، فَوَاللَّهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ رُكُوعُكُمْ وَ
لَا سُجُودُكُمْ وَإِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ دَرَاءِ ظَهْرِي وَفِي رِوَايَةٍ مَا
يَخْفَى عَلَيَّ خُشُوعُكُمْ وَلَا رُكُوعُكُمْ.

”تم نہیں دیکھتے کہ میرا قبلہ تو ادھر ہے جس طرف میرا منہ ہوتا ہے لیکن خدا کی قسم تمہارا رکوع کرنا، عجدہ کرنا مجھ پر چھپا نہیں رہتا۔ میں تم کو پیچھے کی طرف سے دیکھتا ہوں۔“

دوسری روایت میں ہے۔

تمہارا خشوع (جس کا تعلق دل سے ہے) اور تمہارا رُکوع مجھ سے پوشیدہ نہیں رہتا۔ (1)

مجاہدین کا ایک شکر موتہ میں قیصر کے شکر جزیر کا مقابلہ کرنے کے لیے حضور ﷺ نے روانہ فرمایا تھا۔ کچھ دنوں بعد حضور ﷺ منبہ پر تشریف لے گئے۔ جو مجاہد سلام کا یہ یہ اٹھاتا اور جس صورت میں شرف شہادت سے مشرف کیا جاتا حضور ﷺ مدینہ طیبہ میں بیٹھے وہ سب کچھ دیکھ رہے تھے اور حاضرین کو اس سے گواہ کر رہے تھے۔ جب خالد بن ولید نے پرچم اٹھایا تو حضور ﷺ نے فرمایا اب خالد بن ولید نے علم اسلام اٹھایا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اَلَا نَحْيٰى الْوَطِيسُ اب لڑائی کی بھٹی گرم ہوئی ہے۔ کچھ دنوں بعد علی بن منبہ جنگ موتہ کی خبر سنانے کیلئے مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔ رحمت عام ﷺ نے فرمایا اِنَّ شِدَّتْ فَاخْبِرْنِيْ فَاِنْ شِدَّتْ اَخْبَرْتُكَ اگر تو چاہتا ہے تو تو وہاں کے حالات ہمیں سنا اور اگر تو چاہتا ہے تو میں تمہیں وہاں کے حالات سنا دوں۔ ابو یعلیٰ نے عرض کیا یا رسول اللہ سنائیے۔

چنانچہ نبی الانبیاء علیہ السلام نے وہاں کے تفصیلی حالات مسلمانوں کو بتائے۔ سن کر ابو بعلی نے کہا جو کچھ میدان جنگ میں یہاں سے سینکڑوں میل دور وقوع پذیر ہوا عین حضور ﷺ نے وہ سب کا سب بیان کر دیا۔

وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا تَوَكَّلْتُ مِنْ حَدِيثِهِمْ حَرْفًا۔

”اس ذات کی قسم جس نے حضور ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا

ہے حضور ﷺ نے وہاں کی کوئی بات نہیں چھوڑی۔“

امام بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

11 ہجری میں پہلے شہداء احد کے پاس حضور ﷺ تشریف لے گئے انہیں مد مدیا پھر ان کیلئے دعائیں فرمائیں۔ پھر جنت البقیع میں تشریف لائے وہاں بھی اپنے جانثار غلاموں کو اپنی زیارت کا شرف بخشا ان کے لئے دعائیں فرمائیں اور الوداع فرمایا۔ پھر حضور ﷺ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ کر جو آخری خطبہ ارشاد فرمایا اس کے چند جملے آپ بھی سماعت فرمائیں۔

قَالَ اِنِّي بَيْنَ اَيْدِيكُمْ فَرَطٌ وَاَنَا عَلَيْكُمْ شَهِيدٌ وَاِنْ مَوْعِدُكُمْ

الْحَوْضُ فَاِنِّي لَا نُنْظُرُ النَّاسَ وَاَنَا فِي مَقَامِي هَذَا وَاِنِّي قَدْ

اُعْطِيتُ مَقَامَتِي فِي خَزَائِنِ الْاَرْضِ وَاِنِّي لَسْتُ اَخْشَى عَلَيْكُمْ

اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِي وَلَكِنْ اَخْشَى عَلَيْكُمْ الدُّنْيَا اَنْ تُنَافِسُوْا فِيهَا۔

”میں تمہارا پیشرو ہوں۔ میں تم پر گواہ ہوں اور تمہاری میری ملاقات روز قیامت حوض کوثر پر ہوگی۔ اور میں آج بیٹھا ہوا یہاں سے اس کو دیکھ رہا ہوں۔ مجھے زمین کے سارے خزانوں کی کتبیاں عطا فرمائی گئی ہیں مجھے قطعاً اس چیز کا اندیشہ نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرو گے، مجھے اندیشہ یہ ہے کہ تم دنیا کی تلاش میں ایک دوسرے سے بڑھنا چاہو گے اور اس کی وجہ سے ہلاک ہو گے۔“

ابن سعد اور بیہقی علماء بن محمد الشافعی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ہم غزوہ تبوک کے سفر میں حضور علیہ السلام کے ہمرکاب تھے۔ صبح سورج طلوع ہوا۔ اس کی روشنی اس کی چمک بالکل انک نوعیت کی تھی۔ پہلے سورج کبھی اس طرح طلوع نہیں ہوا تھا۔ جہر کیل

امین حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا آج سورج کی ضیا پاشیاں معمول سے بہت زیادہ تھیں کیا وجہ ہے۔

جبریل امین نے عرض کی۔ یا رسول اللہ حضور ﷺ کا ایک صحابی مدینہ طیبہ میں وفات پا گیا ہے اسکے جنازے میں شرکت کیلئے آسمان سے ستر ہزار فرشتے اترے ہیں یہ انہیں کی چمک دمک تھی۔ حضور ﷺ نے پوچھا کس عمل کے بدلے میں یہ عزت و شان اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمائی ہے۔ جبریل نے عرض کی

كَانَ يُكْثِرُ قِرَاءَةَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَفِي مَشَاةٍ وَقِيَامِهِ وَفَعُودِهِ۔

”اس لئے رحمت فرمائی گئی کہ وہ سورہ اخلاص کثرت سے پڑھتا رہتا تھا۔ رات کے وقت دن کے وقت بچتے بکھڑے رہتے جس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ احسان فرمایا ہے۔“

جبریل امین نے پرمارا راستہ میں جتنے درخت اور پہاڑ تھے سب دور ہو گئے۔ اس صحابی کی چارپائی بلند کی گئی حضور ﷺ نے اسے دیکھا اور نماز جنازہ پڑھائی۔ اسی طرح سرکار دوام ﷺ نے نجاشی بادشاہ حبشہ کی وفات کی خبر دی۔ پھر صحابہ کرام سمیت مدینہ طیبہ میں جنازہ گاہ میں تشریف لے گئے وہاں اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ کتب احادیث میں سینکڑوں ایسی احادیث صحیحہ ہیں جن میں یہ مذکور ہے کہ دور در زنی مسافت سے حضور علیہ السلام چیزوں کو دیکھتے یا سرتے تھے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں ثریا میں بارہ سترے دیکھ رہا ہوں حالانکہ علم نجوم کے ماہرین نے بڑی بڑی طاقتور دور بینوں سے ثریا کے ستاروں کو گننے کی کوشش کی اور وہ زیادہ سے زیادہ سات ستاروں کو دیکھ سکے۔ نبی کریم ﷺ کی مبارک آنکھوں کو اللہ تعالیٰ نے جو قوت عطا فرمائی اس سے حضور ﷺ نے بارہ ستاروں کو دیکھا۔

جب مشرکین مکہ نے حضور ﷺ کے معراج پر اعتراض کیا اور مسجد اقصیٰ کے در و دیوار کے بارے میں پوچھا تو حضور ﷺ نے وہاں بیٹھے ہوئے مسجد اقصیٰ کو ملاحظہ فرمایا اور اس کی ہر چیز گن کر انہیں بتادی۔ (1)

حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے نبی کریم ﷺ کی چشمان مبارک کی یوں
توصیف کی ہے۔

كَانَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدْعَبَ الْعَيْنَيْنِ أَهْدَبَ
الْأَشْفَارِ۔

”اوج اس آنکھ کو کہتے ہیں جو آنکھ کشادہ اور بڑی ہو اس کے سفید حصے
میں باریک باریک سرخ، زورے ہوں۔ اشکل کا بھی یہی معنی ہے حضور
ﷺ کی مژگان مبارک لمبی تھیں۔ یہ دونوں چیزیں آنکھ کی زیبائی میں
حرف آخر ہیں۔“

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک روز حضور ﷺ کا حلیہ مبارک ان پائیز و کلمات سے
بیان فرمایا۔

لَئِنَّهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَدْعَبَ الْعَيْنَيْنِ ،
أَهْدَبَ الْأَشْفَارِ۔ مَعْرُوفُ الْمُنَاجِمِينَ

”کہ حضور ﷺ کی چشمان مبارک کشادہ تھیں، ان میں باریک باریک
سرخ زورے تھے، پلکیں مبارک لمبی تھیں اور ابرو مبارک باریک تھے
اور باہم ملے ہوئے نہ تھے۔“

مواہب لدنیہ میں ہے سرور انبیاء ﷺ نے جب سیدنا علی مرتضیٰ کو یس رو نہ فرمایا کہ
وہاں جا کر دو گویوں کو اسلام کی دعوت دیں تو آپ نے اپنا وہاں کا معمول بتاتے ہوئے فرمایا
ایک دن میں وعظ کرتا تھا تاکہ جو مسلمان ہو چکے ہیں ان کا ایمان مزید پختہ ہو اور جو ابھی اس
شرف سے محروم ہیں وہ اسلام قبول کر کے اس سعادت ابدی سے بہرہ یاب ہوں۔ اس
مجلس میں ایک یہودیوں کا بہت بڑا عالم (حبر) ہاتھ میں کتاب لے کھڑا رہتا، جب میں تقریر
کرتا تو وہ اس کتاب میں غور سے دیکھتا پھر اس نے مجھے کہا صفتی صفتی۔ میں نے
سامنے حضرت ابوالقاسم کا حلیہ بیان کروا کر کہا افس۔ صوفی کائنات لا یفقر
حدیث حضور ﷺ کا بہت لمبا قد نہ تھا اور نہ بہت چھوٹا تھا۔

میں نے یہ ساری صفت بیان کی۔ پھر میں خاموش ہو گیا اس نے پوچھا حضور ﷺ کا دور
حلیہ بیان کرو۔ میں نے کہا سر دست مجھے اتنا یاد ہے اس وقت اس حبر نے مجھ سے پوچھا کہ کیا

ان کی آنکھوں میں سرخ دورے ہیں؟ حضور ﷺ کی ڈاڑھی مبارک خوبصورت ہے؟ آپ نے ہاں میں جواب دیا۔ اس حبر نے کہا یہ حیدہ جو آپ نے بیان کیا ہے یہ میرے آباء واجداد کی کتب میں موجود ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر مبعوث ہے۔

ابن مردویہ نے سلیمان تھی کے واسطے سے حضرت انس سے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أُسْرِيَ إِلَى
السَّمَاءِ رَأَيْتُ مُوسَى يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس رات کو مجھے آسمان پر لے جایا میں

نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں۔“

غزوہ خندق میں جب سردار عام ﷺ نے اس چٹان کو توڑا تو پہلی ضرب پر آپ نے فرمایا

اللَّهُ أَكْبَرُ أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ الشَّامِ وَاللَّهُ بِيْ سَانِئِرُ

مَفْضُورُ السَّاعَةِ

”اللہ اکبر۔ مجھے اس ضرب کی برکت سے شام کے خزانوں کی کھجیاں عطا

فرمائی گئیں۔ بخدا میں اس وقت وہاں کے سرخ محلات کو دیکھ رہا ہوں۔“

پھر دوسری ضرب لگائی چٹان کا دوسرا حصہ ریزہ ریزہ ہو گیا فرمایا۔

اللَّهُ أَكْبَرُ أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ فَارَسَ دَلَانِي وَاللَّهُ لَا بَصَرَ أَنْزَعَهُ
مَدَائِنَ الْأَبْيَضِ الْآنَ -

”اللہ سب سے بڑا ہے۔ مجھے فارس کے خزانوں کی کھجیاں عطا فرمائی گئی

ہیں میں اس وقت مدائن کے قصر ابیض کو یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔“

پھر بسم اللہ پڑھ کر تیسری ضرب لگائی تو تیسرا ٹکڑا ریزہ ریزہ ہو گیا۔ فرمایا

اللَّهُ أَكْبَرُ أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ الْيَمَنِ وَاللَّهُ إِنِّي لَا أَبْصُرُ أَبْوَابَ
الصَّنَعَاءِ السَّاعَةِ -

”مجھے یمن کی کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں۔ بخدا اس آن میں منشاء (1) کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔“

حضرت ابن عباس اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا عقیدہ تھا کہ
رَأَى مُحَمَّدًا رَبَّيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّةً يَمِينِهِ وَمَرَّةً يَمُوقِيهِمْ حُضُورِ ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ
دیکھا ایک دفعہ اپنی ظاہر کی آنکھوں سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھ سے۔“
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

قَالَ نَظَرْتُ مُحَمَّدًا إِلَى رَبِّهِ قَالَ عَلَيْكَ فَقُلْتُ لَهُ تَنْظُرُ مُحَمَّدًا
إِلَى رَبِّهِ. قَالَ نَعَمْ جَعَلَ الْكَلَامَ لِمُوسَى وَالْخَلَّةَ لِابْرَاهِيمَ
وَالنَّظَرَ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔ مگر یہ
فرماتے ہیں میں نے ان سے پوچھا کیا حضور نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا؟
انہوں نے کہا ہاں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے ساتھ کلام فرمایا،
حضرت ابراہیم کو خلعت کا مرتبہ عطا فرمایا اور اپنے دیدار کے لئے حضرت
محمد ﷺ کو مخصوص فرمایا۔“

امام طبرانی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ قَدْ
رَفَعَنِي الدُّنْيَا فَإِنَّا أَنْظُرُ إِلَيْهِ وَلِلَّهِ مَا هُوَ كَائِنْ فَرَّهَا إِلَى يَوْمِ
الْقِيَامَةِ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى كَيْفٍ هَذَا

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے دنیا کو اٹھ کر میرے سامنے رکھ
دیا ہے کہ میں اس کو اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے، اس کو اس
طرح دیکھ رہا ہوں گویا میں اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔“

آپ کے لب مبارک

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب نبی کریم ﷺ کو مرقد منور میں
رکھا گیا میں نے اس وقت حضور ﷺ کے رخ انور کا آخری بار دیدار کیا۔ میں نے

دیکھا حضور ﷺ کے ہونٹ حرکت کر رہے ہیں۔ میں نے اپنے کان حضور ﷺ سے بے ہائے مبارک کے قریب کر دیئے۔ میں نے سنا کہ حضور ﷺ ہار گاوالہی میں عرض کرتے تھے اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا مَنِي اے میرے اللہ میری امت کو بخش دے۔ میں نے سنا کہ کو بتایا وہ اس بات سے حیران ہوئے کہ حضور ﷺ کی امت پر کتنی شفقت تھی۔ (۱)

آپ کا دہن مبارک

سرور عالم ﷺ کے دہن اقدس سے بھی بدبو نہیں آتی۔ بلکہ جس چیز کا تعلق حضور ﷺ کے دہن مبارک سے ہو جاتا تھا اس سے ستوری کی پٹیں نکال دیتی تھیں۔ امام ربیع اور ابن ماجہ نے ابو نعیم اور امام احمد نے وائل بن حجر سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ کسی نے پانی کا بھرا ہوا ذول حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور ﷺ نے اس سے پانی لیا پھر منہ میں پانی بھر کر اس ذول میں ڈال دیا۔ پھر ذول کا پانی اس کنوئیں میں اندر لیا تو قَفَّاسَةٌ مِنْهُ مِثْلُ رَكْحَةٍ وَسَيِّئٌ پھر اس کنوئیں سے ہمیشہ ستوری کی خوشبو تیار ہوتی تھی۔

امام طبرانی نے صمیمہ بنت مسعود سے روایت کیا ہے کہ دو اپنی بہنوں کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ حضور ﷺ دھوپ میں خشک کیا ہو گوشت تناول فرما رہے تھے۔ سرکار نے اسے دنتوں میں چبایا پھر ان سب کو تھوڑا تھوڑا دیدیا۔ جن بچیوں نے حضور ﷺ کا چبایا ہوا گوشت کھایا مرنے تک بھی ان کے منہ سے بدبو نہیں آتی۔

امام ابو داؤد نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جو بات میں رسول اکرم ﷺ کی سنت تھوڑی لکھ لیا کرتا تھا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ میں ان کلمات طیبات کو حفظ کر لیا کروں لیکن قریش نے مجھے اس بات سے روکا کہ تم ہر چیز لکھتے جاتے ہو۔ حضور ﷺ بشر ہیں اور کبھی غضب کی حالت میں اور کبھی رضا کی حالت میں گفتگو فرماتے ہیں۔ چنانچہ میں نے ان کی بات سن کر لکھنا ترک کر دیا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں یہ ماجرا بیان کیا۔ رحمت عالم ﷺ نے اپنی انگشت مبارک سے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کیا اور مجھے فرمایا اَكْتَبُ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا يَخْدُرُ مِنْهُ الْاَحْقُ كَمَا كَرِهْتُمْ ذَاتِ پاك کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، ان باتوں سے حق کے بغیر کچھ

نہیں تھکتے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ الطیب الغنم میں اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن و جمال کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔ (۱)

جَمِيلُ الْمَحْيَا أَبْيَضُ الْوَجْدِ رَبْعَةٌ

جَلِيلُ كَرَادِيْسٍ، أَدْنَى الْحَوَاجِبِ

”حضور ﷺ کا رخ انور من موبنا ہے۔ اس کی رنگت سفید ہے۔ قد مبارک درمیانہ ہے۔ اور اعضاء کی بڑیوں پر گوشت ہے اور آپ کے پردہ پر یک اور کمان کی طرح طویل ہیں۔“

صَبِيحٌ مَلِيحٌ أَدْعَبُ الْعَيْنِ أَشْكَلُ

فَصِيحٌ لَهُ الْإِعْجَابُ لَيْسَ بِشَائِبِ

”حضور ﷺ کا چہرہ مہتاب کی طرح روشن ہے۔ حضور ﷺ کا حسن دل بھانے والا ہے۔ چشم مازغ کی سیابی بہت شدید ہے اور اس کے سفید حصہ میں سرخ ذوروں کی آمیزش نے آنکھوں کو از حد پر کشش بنا دیا ہے۔ آپ کے کلام میں ایسی فصاحت و بدعت ہے کہ اس میں عجیت کا شائبہ تک بھی نہیں پایا جاتا۔“

وَأَحْسَنُ خَلْقِ اللَّهِ خُلُقًا وَخُلُقَةً

وَأَنْفَعُهُمُ لِلنَّاسِ عِنْدَ النَّوَائِبِ

”حضور سرور عالم ﷺ اپنے اخلاق کریمہ اور محاسن جسمانی میں اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے زیادہ حسین و دلکش ہیں اور لوگوں کو جب آلام و مصائب کے طوفان گھیر لیتے ہیں تو اس وقت ان کو آپ سب سے زیادہ نفع پہنچانے والے ہیں۔ حضور ﷺ کی دعا اور توجہ سے مصیبت کی گھنٹیں ناپید ہو جاتی ہیں اور رنج و الم کے طوفانوں کا رخ پھر جاتا ہے۔“

یوم بدر میں حارث بن سراقہ انصاری شہید ہو گئے۔ جب سرکارِ دو عالم ﷺ میدان بدر سے اُپس مدینہ طیبہ تشریف فرما ہو گئے تو ان کی والدہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر

ہوئیں۔ عرض کی یا رسول اللہ! مجھے حارثہ کے بارے میں ارشاد فرمائیں، اگر وہ جگہ میں ہے تو میں خوب رو کر اپنے دل کے ارمان پورے کر لوں اور مرتے دم تک روتی رہوں اور اگر وہ جنت میں ہے تو میں رونا بند کر دوں۔ رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا اب ام حارثہ اللہ تعالیٰ کی ایک جنت نہیں بلکہ بہت سی جنتیں ہیں اور حارثہ فردوس اعلیٰ میں اللہ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔ حضرت ام حارثہ ہنسی ہوئی واپس آئیں کہتی تھیں **يَعْنُو بَعْنُو لَكَ يَا حَارِثَةُ** اے حارثہ تمہیں مبارک۔ تمہیں مبارک ہو۔

رحمت عالم ﷺ نے ایک برتن منگو لیا اس میں پانی ڈال پھر اپنے دست مبارک اس میں ڈالے اور منہ میں پانی بھر کر اس برتن میں کلی کر دی پھر وہ پانی وہ برتن پہلے ام حارثہ کو دیا اس نے پانی پیا پھر اسکی بیٹی کو دیا اس نے اس سے پیا۔ پھر انہیں حکم دیا کہ اپنے سینہ پر اسے چھینے ڈال لیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا پھر رخصت ہو کر گھر واپس۔ اور ان کی یہ حالت تھی کہ مدینہ طیبہ میں ان دو عورتوں سے زیادہ کوئی خوش نہ تھی۔ اور جس طرح ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں یہ سعادت اور کسی خاتون کو نصیب نہیں ہوئی۔

امام بیہقی نے ایک انصاری سے روایت کیا ہے ایک خاتون نے نبی کریم ﷺ کو کھانے کی دعوت دی۔ حضور ﷺ تشریف لے گئے۔ جب کھانا کھا گیا تو حضور ﷺ نے اس کا ایک لقمہ اپنے منہ میں ڈالا اور اس کو منہ میں چباتے رہے پھر فرمایا یہ ایسی بکری کا گوشت ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر لی گئی ہے۔ چنانچہ اس عورت سے پوچھا گیا تم نے جو گوشت پکایا ہے وہ کہاں سے آیا ہے۔ اس نے بتایا کہ میں نے اپنی پڑوسن سے بکری لی ہے۔ اس وقت اس کا خاندان موجود نہیں تھا اس کی اجازت کے بغیر یہ بکری اس نے مجھے دی ہے اور میں نے یہ بکری ذبح کر کے گوشت پکایا ہے۔

براز اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَائِمًا الْفَمِ

أَشْنَبَ مُغْبِجَةِ الْأَسْتَانِ

”سرکارِ دو عالم ﷺ کا وہاں مبارک وسیع تھا۔ دانت موتیوں کی طرح چمک رہے تھے اور دندان مبارک آپس میں بھینچے ہوئے نہ تھے بلکہ درمیان میں تھوڑا تھوڑا فاصلہ تھا۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”حضور کے سامنے والے دانت بڑے چمکدار تھے۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

كَانَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ الثَّيْتَيْنِ إِذَا تَكَلَّمَ رُويَ
كَالنُّورِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَائِيكَ

”سرور عالم ﷺ کے دانت بچنے ہوئے نہ تھے بدھ درمیان میں تھوڑا

تھوڑا فاصلہ تھا۔ جب حضور ﷺ گفتگو فرماتے تو یوں محسوس ہوتا کہ

حضور ﷺ کے دندان مبارک سے نوری پٹیش نکل رہی ہیں۔“

صاحب المواہب اللدیہ ابی قرصانہ جندره بن خثیمہ اللکائی اللیثی الصحابی رضی اللہ عنہ

سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں، میری والدہ، میری خالہ، ہم سب نے بارگاہ

رسالت میں حاضر ہو کر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ جب ہم رخصت ہونے کی راستہ میں

میری ماں اور میری خالہ نے مجھے کہا۔

يَا بَنِي مَا رَأَيْنَا مِثْلَ هَذَا الزَّجَلِ أَيْ خَلْقًا وَخُلُقًا لَا أَحْسَنَ

وَجْهًا وَلَا أَنْفَى ثَوْبًا وَلَا أَلْسِينَ كَلَامًا وَرَأَيْنَا كَالنُّورِ يَخْرُجُ

مِنْ قِيَتِهِ۔ (1)

”اے بیٹے! ہم نے خلق اور خلق میں کوئی آدمی ان کا ہمسر نہیں دیکھا

اور نہ ہی آپ سے زیادہ خور و آشوب آپ سے زیادہ بیزہ لباس والا اور آپ

سے زیادہ نرم گفتگو کرنے والا دیکھا ہے۔ جب حضور ﷺ گفتگو فرماتے

تو یوں محسوس ہوتا گویا منہ مبارک سے نور نکل رہا ہے۔“

لعاب و ہن

دوسرے لوگ خواہ کتنے صاف ستھرے ہوں اور بہترین خوشبوؤں سے معطر ہوں

لیکن جب وہ تھوکتے ہیں تو دیکھنے والے پر ناپسندیدگی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ ہسپتالوں،

ٹرینوں، بسوں اور تمام عمومی عمارتوں پر یہ جابجا لکھا ہوتا ہے تھوکے مت، کیونکہ اس سے

بیماری پھیلتی ہے اور صاف مقامات غیظ ہو جاتے ہیں لیکن محبوب رب العالمین ﷺ کے لعاب دہن کی شان ہی نرالی تھی۔ حضرت علی مرتضیٰ کی بیمار آنکھوں میں ایل تو فوراً شفایاب ہو گئی۔ اسلام کے مجاہد، ابو جہل کے قاتل کا ایک بازو دشمن کی تلوار لگنے سے ٹٹ سیادہ، ریت ہوئے اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی بازو لٹک رہا ہے درد ہوتا ہے نگاہیں سرور عالم ﷺ نے اپنی تھوک مبارک کئے ہوئے بازو پر ڈالی، فوراً زخم مندمل ہو گیا، درد کا فور ہو گیا اور لٹکتا ہوا بازو پوسٹ ہو گیا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ پر تیل لگا تھا۔ ڈھیل باہر نکل آیا وہ بھی اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہو کر نظر کر کے بچتی ہوئے۔ حضور ﷺ نے اس کے ڈھیلے کو لیا اور اس کی جگہ پر رکھ دیا پھر اس پر لعاب دہن ملا اور وہ چشم زدن میں درست ہو گئی۔ درد بھی ختم ہوا اور اس کی مینائی تندرست آنکھ سے زیادہ تیز ہو گئی۔ اور یہ امتیاز ان کی اولاد میں کئی نسلوں تک باقی رہا کہ قتادہ کی جس آنکھ کو نبی رحمت نے اپنے لعاب دہن سے نوازا تھا وہ خوبصورتی اور مینائی میں نمایاں ہو کر رہی تھی۔ لوگ ان کے بچوں کو دیکھ کر سمجھ جایا کرتے تھے کہ حضرت قتادہ کے فرزند ہیں۔ یہ ان کی نسل سے ہیں جن کی آنکھ کا درماں نبی کریم نے اپنے لعاب دہن سے فرمایا تھا۔

امام طبرانی اور بیہقی امام عاصم سے روایت کرتے ہیں، یہ امام عاصم عقبہ بن فرقہ کی زوجہ تھیں، وہ فرماتی ہیں عقبہ کی ہم چار بیویاں تھیں، ہم میں سے ہر ایک کی کوشش ہوتی کہ وہ ایسی خوشبو استعمال کرے جو ان کی دوسری بیویوں سے زیادہ عمدہ ہو۔ ہم دیکھتیں کہ عقبہ ہمارے خاوند کبھی کوئی خوشبو استعمال نہیں کرتے اس کے باوجود ہم چاروں سے زیادہ ان کے جسم و لباس سے خوشبو اٹھتی تھی۔ جب آپ لوگوں کے پاس جاتے تو سارے کہتے جیسی خوشبو عقبہ استعمال کرتا ہے ایسی ہم میں سے کسی کو نصیب نہیں۔ آخر ایک روز ہم نے مجبور ہو کر اپنے خاوند سے پوچھا جناب آپ کون سا عطر استعمال کرتے ہیں جو تمام خوشبوؤں سے زیادہ خوشبودار ہوتا ہے۔ انہوں نے حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے بتایا کہ عہد نبوت میں میرے جسم پر سرخ سرخ پھنسیاں نکل گئیں۔ میں نے اس کی شکایت اپنے آقا کی بارگاہ میں کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اوپر والے کپڑے اتار دو۔ میں کپڑے اتار کر حضور ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا اور رانوں پر کپڑا ڈال لیا پھر میرے آقا نے کچھ پڑھا اور اپنی ہتھیلیوں پر پھونک دیا پھر رحمت عالم نے اپنا وہ دست مبارک میرے سپید شکر پر پھیرا۔ اسی وقت سے مجھ پر یہ

انعام ہوا کہ بیماری چلی گئی، پھنسیاں درست ہوئیں اور میرے سارے جسم سے خوشبو کی پٹیں نکلنے لگیں۔ اس وقت سے اب تک یہی کیفیت ہے اس میں کبھی کمی واقع نہیں ہوئی۔

بن ابی شیبہ مام بغوی اور ابو نعیم حبیب بن فضال رحمہ اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس کے والد سے ساتھ لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، اس وقت ان کی آنکھیں بالکل سفید ہو گئی تھیں اور بینائی ختم ہو گئی تھی۔ رحمت عالم کے قدموں میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے پوچھا تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ایک دفعہ میرے پاؤں سانپ کے انڈے پر پڑا اس وقت سے میری بینائی سلب ہو گئی اور آنکھیں سفید ہو گئیں۔ رحمت عالم ﷺ نے پھونک ماری جس میں کچھ عذاب و عین کی بھی تیز تھی۔ اسی وقت اس کی بینائی لوٹ آئی اور میں نے اپنے باپ کو اسی سال کی عمر میں دیکھا کہ اگرچہ آنکھوں کی سفیدی تو باقی تھی لیکن بینائی اتنی تیز تھی کہ اس پرانے سالی میں سوتی میں دھانگہ ڈال بیٹے تھے۔

ابن اسحاق اور بیہقی نے اپنے اپنے طرق سے خواب بن عبد الرحمن سے روایت کیا ہے کہ میرے دادا خضیب کو کسی لڑائی کے دن سخت ضرب لگی کہ اس کا ایک بازو چرہ نیچے لٹک گیا۔ وہ بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا چہ ابو بازو پیش کیا۔ رحمت عالم نے اس پر تھوکا اور دونوں حصوں کو جوڑ دیا۔ وہ ایسا مل گیا ویسا چرہ اسی نہ تھا۔ فرماتے ہیں کہ مصطفویٰ ہسپتال میں اپریشن کرانے کی دیر تھی کہ اسی وقت میرا بازو درست ہو گیا۔ اس چرے ہوئے بازو سے میں نے اپنے اس دشمن پر حملہ کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

ابو یعلیٰ نے بطریق عبد الرحمن بن حارث سند جید سے روایت کیا ہے کہ جنگ احد میں ابوذر کی ایک آنکھ کسی دشمن کے تیر سے نکل گئی۔ سرور عالم ﷺ نے اس کے ڈھبے کو اس کے خانہ میں رکھا، اپنا عذاب و عین اس پر لگا دیا۔ درد فوراً بند ہو گیا اور آنکھ ایسی درست ہوئی کہ دوسری آنکھ سے بہتر دکھائی دیتی تھی۔

بن عساکر اور اسحاق رطلی نے بشیر بن عقرہ انہی سے روایت کی کہ جنگ احد میں میرا باپ قتل ہو گیا۔ میں روتا ہوا بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا تو راضی نہیں کہ میں تیر باپ اور ماشہ تیری ماں ہو۔ یہ کہہ کر میرے سر پر ہاتھ پھیرا تو جہاں آپ کا دست مبارک نہر اوباب تک بڑھا ہے میں بھی بال سیاہ ہیں اور باقی سفید۔ میری زبان

میں لکنت تھی حضور ﷺ نے میرے منہ میں عاب و ابن ذال لکنت جاتی رہی۔ پھر پوچھا تیرا نام کیا ہے میں نے عرض کی بیکہ۔ حضور ﷺ نے فرمایا، بل نہ سہو۔ نہیں تم بشر ہو۔ اس وقت سے اسی نام سے یہ مشہور ہو گئے۔

بزاز اور طبرانی نے اوسط میں اور ابو نعیم نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا ہم ایک روز جب غزوہ ذات ارقاء کی طرف جا رہے تھے۔ جب ہم حرہ و قمر پر پہنچے ایک بدوی عورت اپنے بچے کو لئے حاضر خدمت ہوئی۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ میرا بیٹا ہے اس پر جن غائب ہو گیا ہے نظر کر فرما میں۔ سرور عالم نے اس بچہ کا منہ کھولا اس میں اپنا لعاب ڈالا اور فرمایا **لَا خُصَاءَ عِنْدَ اللَّهِ أَقَادِرُ سَوْنُ اللَّهِ** دور ہو جا اللہ کے دشمن میں اللہ کا رسول ہوں۔ یہ جہد تین بار فرمایا پھر اس بدوی عورت کو کہا اپنے بچے کو لے جا کوئی جن اس کو تکلیف نہیں پہنچائے گا۔

جب ہم لوٹ کر آئے تو ہم نے اس عورت سے اس کے بچے کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا جب سے رحمت عالم نے اس کے منہ میں عاب و ابن ذال ہے پھر وہ جن بھی لوٹ کر نہیں آیا۔

امام بخاری یزید بن ابی حیدر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن کوثر کی پندوں میں ایک زخم کا نشان دیکھا۔ میں نے پوچھا سلمہ یہ چوٹ کیسے لگی؟ انہوں نے فرمایا یہ خیمہ کے دن مجھے لگی تھی۔ جب مجھے یہ ضرب لگی تو مشہور ہو گیا کہ سلمہ کے بچے کی کوئی امید نہیں۔ میں اپنے مسیحائے نفس آقا کے پاس حاضر ہوا اپنا زخم دکھایا۔ سرور عالم ﷺ نے تین مرتبہ اس زخم پر دم کیا اس کے بعد آج تک مجھے پھر کوئی درد نہیں ہوا۔

امام بیہقی اور ابو نعیم نے عروہ کے واسطے سے، موسیٰ بن عقبہ نے ابن شہاب سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے عبد اللہ بن رباح کو تیس سو روپے کے ساتھ جن میں عبد اللہ بن انیس بھی تھا بشر بن رزمیہ بدوی کی طرف بھیجا۔ جب ہماری مدد بھٹے ہوئی تو بشر نے عبد اللہ بن انیس پر وار کیا اور ان کو سخت زخمی کر دیا۔ عبد اللہ سرور عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اپنے زخم کے بارے میں التجائی۔ سرور عالم ﷺ نے اپنی تھوک مبارک اس کے زخم پر ڈالی اور جب تک وہ زندہ رہا زخم خراب نہ ہوا نہ اس میں پیپ پڑی ورنہ کسی طرح سے ان کو اس کی کبھی تکلیف ہوئی۔

طہانی نے جبرہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا میں بائیں ہاتھ سے کھایا کرتا۔ سرور عالم ﷺ نے فرمایا دائیں ہاتھ سے کھا۔ میں نے عرض کی میرا داہنا ہاتھ بیمار ہے۔ حضور ﷺ نے اس پر پھونکا لیا کہ آپ کے لب مبارک کی چھینٹیں اس پر جا پڑے۔ پڑتے ہی وہ ہاتھ درست ہو گیا اور تخرم تک اس کا ہاتھ تندرست رہا اسے کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

نسائی نے روایت کیا ہے کہ محمد بن حاطب نے کہا کہ میں جب بچہ تھا ہمتی ہوئی ہنڈیا مجھ پر اُٹری جس سے میرا تمام جسم جل گیا۔ میرا باپ فوراً مجھے حضور کریم ﷺ، بیماروں کے طبیب کی خدمت میں لے گیا۔ حضور ﷺ نے میرے بدن پر اپنا لعاب دینا شروع کیا۔ اور پناہ دست مبارک تمام جلی ہوئی جگہ پر مل دیا۔ اور زبان مبارک سے پڑھا اَذْهِبِ الْبَاسَ رَبِّ السَّائِسِ اے تمام مخلوق کے پروردگار اس کی یہ تکلیف دور فرما۔ میں اسی وقت تندرست ہو گیا گویا مجھے کوئی تکلیف ہوئی ہی نہیں۔

حضور کی قوت سماعت

امام ترمذی، ابن ماجہ اور ابو نعیم نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ وَأَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُونَ أَطْلُبُ السَّمَاءَ وَحَقٌّ لَهَا أَنْ تَنْطَلِقَ لَيْسَ فِيهَا مَوْضِعٌ أَرْبَعُ أَصَابِعٍ إِلَّا وَ مَلَكٌ وَاضِعٌ جَبِينَهُ سَاجِدًا لِلَّهِ تَعَالَى - (1)

”میں وہ چیزیں دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے۔ میں وہ آوازیں سن رہا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔ آسمان چھیں چھیں کر رہا ہے اور اسے یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ ایسا کرے کیونکہ آسمان پر چار انگلیوں کے برابر بھی ایسی جگہ نہیں جہاں کوئی فرشتہ اپنی پیشانی رکھے ہوئے اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہ کر رہا ہو۔“

ابو نعیم، حکیم بن خرام رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ایک روز اللہ کا پیارا رسول اپنے صحابہ کرام کے درمیان تشریف فرما تھا۔ حضور ﷺ نے صحابہ سے پوچھا جو میں سن رہا

ہوں کیا وہ تم بھی سن رہے ہو۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ حضور ﷺ یا سن رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں آسمان کی چھیں چھیں سن رہا ہوں۔ اس سے باعث آسمان کو ملامت نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ ایک باشت کے برابر بھی کوئی جَد خالی نہیں جہاں کوئی فشت جَد نہ کر رہا ہو یا کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کر رہا ہو۔

طبرانی نے ابو ایوب سے روایت کیا ہے رحمت عالم ﷺ نے ابو ایوب کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

يَا أَيُّهَا أَيُّوبُ - أَسْمِعْ مَا أَسْمِعُ - أَسْمِعْ أَصْوَاتَ الْيَهُودِ فِي قُبُورِهِمْ -

”اے ابو ایوب کیا تم سن رہے ہو جو میں سن رہا ہوں؟ خود فرمایا جو یہودی قبروں میں سینکڑوں من مٹی کے نیچے دفن ہیں میں ان کی آوازیں سن رہا ہوں۔“

حاکم نے حضرت ابن عباس سے اور در قطنی نے حضرت ابن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہم ایک روز بارگاہ رسالت میں حاضر تھے تو چنانچہ حضور ﷺ نے پناہ مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا **وَعَلَيْكُمْ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ** وگوں نے عرض کی یا رسول اللہ یہ کس کے سلام کا حضور ﷺ نے جواب دیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا ابھی میرے پاس سے جعفر بن ابی طالب فرشتوں کے ایک انبوتہ کے ساتھ گزرے ہیں اور انہوں نے مجھے سلام دیا ہے جس کا میں نے جواب دیا ہے۔

ایک روز سرکار دو عالم ﷺ نے مامونین حضرت میمونہ کے حجرہ شریفہ میں رات بسر کی۔ صبح سویرے وضو خانہ میں تشریف لے گئے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا **لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ** نصرت نصرت نصرت ام مومنین حضرت میمونہ نے عرض کی حضور ﷺ کس کو جواب دے رہے تھے؟ حضور ﷺ نے فرمایا جو خزانہ جو ہمارے حیف تھے ان پر بنی بکر اور قریش نے مل کر حملہ کیا اور ان کے بہت سے جوانوں کو قتل کر دیا۔ ان کے رجز نے فریاد کی تھی اور اس کے جواب میں میں نے یہ کلمات کہے۔

گویا حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سننے کی وہ قوتیں عطا فرمائی تھیں کہ سینکڑوں میل دور سے حضور ﷺ کی جناب میں فریادیں کی درخوست کی گئی، حضور ﷺ نے اس وقت

جواب عطا فرمایا۔

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے، رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

مَنْ عَادَى رِيٍّ وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ

”جب کوئی شخص میرے کسی دوست سے دشمنی کرتا ہے تو میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں۔“

پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مَا تَقَرَّبَ إِلَى عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ

”میری طرف کسی کے قرب کا سب سے محبوب طریقہ یہ ہے کہ وہ ان فرائض کو ادا کرے جو میں نے اس پر لازم کئے ہیں۔“

مَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالتَّوَّافِلِ حَتَّىٰ أَحْبَبْتُ

وَإِذَا الْحَبِيبَةُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ فِيَّ وَبَصَرَهُ الَّذِي يَبْصُرُ بِي

”بندہ توافل کے ذریعے میرے قرب کو حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے ساتھ محبت کرتا ہوں۔ جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کی قوت سماعت ہو جاتا ہوں میری اس دلی ہوئی قوت سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی بینائی ہو جاتا ہوں میری اسی بینائی سے وہ دیکھتا ہے۔“

طبرانی نے ابو داؤد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اَكْثَرُوا الصَّلَاةَ عَلَى يَوْمِ الْجُمُعَةِ

”جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو کیونکہ وہ ایسا دن ہے جب فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔“

کوئی ایسا نہیں جو مجھ پر درود پڑھتا ہے (یعنی صلوٰۃ حسنت کی گمران کی آواز مجھے پہنچتی ہے جہاں کہیں وہ ہے۔

ہم نے عرض کی حضور ﷺ کے وصال کے بعد بھی حضور ﷺ میں سے حضور

ﷺ نے فرمایا وفات کے بعد بھی۔

قَوَاتِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ حَزَمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ
الْاَنْبِيَاءِ۔

"اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھا۔"

حضور کی زبان مبارک

امام طبرانی اور ابن عساکر جو یہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک دفعہ سرور عالم ﷺ کی ہمراہی میں باہر نکلے۔ جب کچھ راستے طے کر چکے تو حضور ﷺ نے حسنین کریمین کے رونے کی آواز سنی۔ حضور ﷺ نے سیدہ سے فرمایا میرے بچے کیوں رو رہے ہیں؟ عرض کی یا رسول اللہ پیار سے ہیں۔ حضور ﷺ نے دو گوں میں اعلان کیا کسی کے پاس پانی ہے؟ لیکن کسی کے پاس سے قطرہ پانی دستیاب نہ ہوا۔ رحمت عالم نے حضرت سیدہ کو فرمایا کہ ایک بچہ مجھے پکڑا دو آپ نے چادر کے نیچے بچے سے یا اور سینہ سے لگایا۔ حضور ﷺ نے اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں رکھ دی۔ اس نے جب چوسا تو خاموش ہو گیا پھر ان کے رونے کی آواز نہیں آئی۔ پھر دوسرے کو یا اس کو سینہ سے لگایا اپنی زبان ان کے منہ میں ڈالی اس نے چوسی وہ بھی خاموش ہو گئے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ خدام تھے۔ حضور ﷺ نے انہیں فرمایا کہ مالک کے ساتھ مکاتبت کرو چنانچہ چالیس اوقیہ سونا زر کتابت مقرر ہوا۔ ایک روز سرور کائنات ﷺ نے ایک انڈا سونے کا عطا فرمایا کہ اس سے اپنا زر کتابت لا کرو۔ آپ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ ایک چھوٹا سا انڈا ہے، اس سے کیسے چالیس اوقیہ سونا لا کیا جاسکتا ہے؟ سرور عام ﷺ نے انڈا ان سے لے کر اپنی زبان اس پر پھیری فرمایا چاؤ دا کرو۔ چنانچہ حضور ﷺ کی زبان مبارک کے لگنے سے اس میں اتنی برکت ہو گئی کہ چالیس اوقیہ سونا اپنے مالک کو ادا کر دیا اور پھر بھی چالیس اوقیہ ان کے لئے باقی رہا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بَيِّنَاتٍ قَوْمِهِ

"یعنی ہم نے نہیں بھیجا کسی رسول کو مگر ان کی قوم میں"

اللہ تعالیٰ کی طرف سے سرکارِ دو عالم ﷺ کو تمام عالم انسانیت کیلئے ہادی و مرشد بنا کر مبعوث کیا گیا۔ دنیا بھر کی مختلف اقوام کی مختلف زبانیں تھیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ مکرم کو تمام زبانوں کا ماہر بنا کر بھیجا تھا۔ سرورِ عالم ﷺ ہر زبان میں اہل زبان سے زیادہ فصیح و بلیغ گفتگو فرمایا کرتے۔ یہاں تک کہ اہل زبان جب حضور ﷺ کو گفتگو کرتے سنتے تو دنگ رہ جاتے۔ (1)

ابن عساکر نے محمد بن عبدالرحمن الزہری سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ان کے دادا سے روایت کیا۔

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ اید الی اللہ الرجل امراته حضور ﷺ نے جواب دیا اِذَا كَانَ مُغْلِبًا حضرت ابو بکر حاض تھے عرض کی اس نے آپ سے یہ کہا اور حضور ﷺ نے کیا جواب دیا۔ فرمایا اس نے مجھ سے پوچھا تھا کہ آدمی اپنی عورت سے قرض اٹھ کر ادائے قرض میں دیر لگا دے تو جائز ہے؟ میں نے کہا ہاں جبکہ مفلس و بیکار ہو۔ صدیق اکبر نے عرض کی میں اکثر عرب کے شہروں اور اطراف میں پھرا ہوں بڑے بڑے فصحاء سے ملا ہوں لیکن میں نے حضور ﷺ سے زیادہ کوئی فصیح نہیں دیکھا۔ حضور ﷺ نے اپنے پیار غار کو جواب دیا اَذْبَنِي رَيْفٌ وَنَشَأَنِي قِيٌّ بَنِي سَعْدٍ میرے رب نے میری تادیب فرمائی اور بنو سعد قبیلہ میں پروان چڑھا ہوں۔ بنو سعد قبیلہ فصاحت و بلاغت میں تمام قبائل عرب میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔

علامہ حلبی شاہد النبوة سے نقل کرتے ہیں۔ جب سلمان فارسی بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو نبی کریم ﷺ ان کی گفتگو کو نہ سمجھ سکے۔ حضور ﷺ نے کسی ترجمان کو تلاش کیا۔ ایک یہودی تاجر حاضر کیا گیا کہ یہ فارسی اور عربی دونوں زبانیں جانتا ہے۔ حضرت سلمان فارسی نے اپنی مادری زبان فارسی میں حضور ﷺ کی مدح و ثنا کی اور یہودی مذمت کی جس سے یہودی بہت غضبناک ہو گیا اور سلمان فارسی کے کلام میں تحریف کر دی اور کہا کہ سلمان (معاذ اللہ) آپ کو گالی دے رہا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ ہم کو کیونکر بر کہہ سکتا ہے۔ یہ تو ہماری تعریف کر رہا ہے اور یہودیوں کے حق سے انکار کرنے کی شکایت کر رہا ہے۔ ترجمان نے کہا اگر آپ اس کے کلام کو سمجھ سکتے تھے تو مجھے بلا کر میر وقت کیوں ضائع

کیا؟ فرمایا ابھی مجھے جبرئیل نے فارسی سکھائی۔ یہ سن کر یہودی نے کہا اس سے پہلے میں آپ کو برا جانتا تھا لیکن اب مجھے آپ کے نبی ہونے کا یقین ہو گیا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور آپ اس کے سچے رسول ہیں۔

حضرت زبیر بن بکار، محمد بن ابراہیم بن حارث سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنے مجاہدین سمیت غزوہ ذی قرد کے لئے روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک کنوئیں کے پاس سے گزر ہوا جسے التبیان کہا جاتا تھا جو کھاری تھا۔ سرور عالم ﷺ نے فرمایا، میں ہر بعد و هو طبیب اس کا نام نعمان ہے اس کا ذائقہ کھاری نہیں بلکہ میٹھا ہے۔ حضور ﷺ نے اس کا نام بدل دیا۔ حضور ﷺ کے رب نے اس کھاری پانی کو میٹھے پانی میں بدل دیا۔ حضرت طلحہ نے اس کنوئیں کو خرید اور اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا۔

امام احمد، امام مسلم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ضاد جو ازہ شنوہ کافر تھا، مکہ مکرمہ آیا۔ یہ جنات وغیرہ کا دم کیا کرتا تھا۔ مکہ کے احمقوں نے سن، انہوں نے ضاد کو بتایا کہ حضور ﷺ معاذ اللہ مجنون ہیں۔ دو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں جنوں وغیرہ بیماریوں کا دم کیا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے میرے دم سے شفا دے دیتا ہے۔ پس آؤ میں آپ کو دم کروں شاید آپ کی تکلیف دور ہو جائے۔ جب وہ اپنی بات ختم کر چکا تو حضور ﷺ نے پڑھنا شروع کر دیا۔

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ مُحَمَّدًا وَنَسَبَيْنَاهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنُؤْمَلُ عَلَيْهِ
وَلَعَوْذُ بِلِلَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا،
مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ
لَهُ۔ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ
أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

”ضاد نے عرض کی ایک مرتبہ پھر پڑھئے۔ حضور ﷺ نے ان کلمات طیبات کو پھر دہرایا پھر اس کی خواہش پر تیسری بار دہرایا۔ ضاد نے کہا خدا کی قسم! میں نے کئی کاہنوں، ساحروں اور شاعروں کی باتیں سنیں لیکن یہ جو حضور ﷺ سے میں نے سن، یہ تو ایک بحرِ خضر اور دریائے بے پیدائش ہے۔ اپنا ہاتھ بڑھائیے میں آپ کی بیعت کرتا ہوں۔

خداوند کریم کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کو بصدق دل قبول کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر مسلمان ہوا اور وہ جو اس کو لے آئے تھے مدام حیران ہو کر واپس لوٹ گئے۔“

ابن عساکر نے حضرت عثمان بن عفان سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا۔
میں ایک روز حضرت ابو بکر کے پاس بیٹھا تھا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے کہا یہ اللہ کے رسول ہیں۔ ان کا نام محمد بن عبد اللہ ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر اپنی مخلوق کی راہنمائی کیلئے مبعوث فرمایا ہے۔ کیا تیرا دل چاہتا ہے کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو اور ان سے کچھ سنے؟ میں نے کہا بیشک میں ان کے پاس جانے کیلئے تیار ہوں۔ پس حضرت عثمان حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا۔

يَا عُمَانُ أَحِبَّ اللَّهَ إِلَى الْجَنَّةِ فَإِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكَ وَإِلَى خَلْقِهِ۔

”اے عثمان! اللہ تعالیٰ کے احکام کو قبول کر اور جنت کا حق دار بن جا، میں تمہاری طرف اور اللہ کی مخلوق کی طرف اس کا رسول ہوں۔“

حضرت عثمان کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اتنا فرمایا تو مجھے یارائے ضبط نہ رہا میں نے فوراً حضور ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی اور مسلمان ہو گیا۔

حضرت ابن سعد نے حضرت حلیمہ سے روایت کیا ہے جب حضور ﷺ دو ماہ کے ہوئے تو گھنٹوں کے بل صحن خانہ میں ہر طرف پھرتے۔ تیسرے مہینہ میں آپ بیروں پر کھڑے ہونے لگے۔ چوتھے مہینے میں آپ دیوار کو پکڑ پکڑ کر چلنے لگے۔ پانچویں مہینہ میں آپ چلتے پھرتے۔ آٹھویں ماہ میں آپ پوری طرح کلام کرنا سیکھ گئے اور 9 ماہ کی عمر میں بیا فصیح و بلیغ بولتے تھے کہ آپ کی قوم کے فصحاء و بلغاء آپ کا کلام سن کر حیران رہ جاتے تھے۔

حضور کی آواز مبارک

کسی آواز کی دہری خوبیاں ہوتی ہیں خوش الحان ہو اور بلند ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کی آواز میں یہ دونوں خوبیاں رکھی تھیں۔
ابن عساکر حضرت انس سے روایت کرتے ہیں۔

مَا بَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا قَطُّ إِلَّا بَعَثَهُ حَسَنَ الْوَجْهِ وَحَسَنَ
الصَّوْتِ حَتَّى بَعَثَ اللَّهُ نَبِيَّكُمْ وَبَعَثَهُ حَسَنَ الْوَجْهِ وَحَسَنَ

الصَّوْتِ۔ (1)

”اللہ تعالیٰ نے کبھی کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اسے خوب روپا کر اور خوش آواز بنا کر مبعوث فرمایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے نبی کو مبعوث فرمایا۔ حضور ﷺ کا چہرہ انور بھی بڑا دلکش تھا اور حضور ﷺ کی آواز بھی بڑی شیریں تھی۔“

یہی روایت حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے بھی مروی ہے۔

صحیحین میں ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک شب رحمت عالم ﷺ نے نماز عشاء میں وُسُوس و ترننوں کی سورت تلاوت فرمائی۔ میں نے سن تک اتنی شیریں آواز کسی کی نہیں سنی تھی۔

طبرانی اور امام ترمذی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ جب گفتگو فرمایا کرتے تو یوں محسوس ہوتا کہ حضور ﷺ کے دندان مبارک سے نور کی ہریں بہ رہی ہیں۔ اور حضور ﷺ کی آواز بہت دور تک سنائی دیتی تھی۔ کسی شخص کی آواز اتنی دور نہیں سنائی دیتی تھی۔

براء بن عازب روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے ایک روز خطبہ دیا۔ دور دراز محلوں میں جو خواتین تھیں انہوں نے اپنے پردوں میں حضور ﷺ کا یہ خطبہ سنا۔

ابو نعیم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں ایک دفعہ جمعہ کے روز حضور ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے، لوگوں کو فرمایا بیٹھ جاؤ۔ حضور ﷺ کی آواز عبد اللہ بن رواحہ نے بنی غنم کے محمد میں سنی جو وہاں سے کافی دور تھا اور اس جگہ بیٹھ گئے۔

حضرت ابن سعد نے عبد الرحمن بن معاذ اسی جو طلحہ بن عبد اللہ کے عم زاد تھے، کو یہ کہتے سنا اللہ کے رسول اکرم ﷺ نے منیٰ میں خطبہ ارشاد فرمایا ہم دور دراز اپنی منازل میں جہاں بھی تھے حضور ﷺ کا یہ خطبہ ہر ایک نے سنا۔

حضرت ام بانی بنت ابی طالب فرماتی ہیں کہ وہی رات کے وقت کعبہ شریف کے پاس

نبی رحمت ﷺ قرأت فرمایا کرتے اور میں اپنی چارپائی پر بیٹھ کر حضور ﷺ کی دِلنواز قرأت کو سنا کرتی تھی۔ (1)

حضور کا ہنسنا

امام بخاری نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجِيعًا قَطُّ

ضَاحِكًا - أَوْ وَضَحًا تَامًا - (2)

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی قہقہہ لگاتے نہیں سنا کہ حضور ﷺ کا منہ چورا کھل جائے اور حلق کا گوشت نظر آنے لگے۔“

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ ایک دن حضور ﷺ ہنسے یہاں تک کہ دند ان مبارک نظر آنے لگے۔ اور یہ مادر ہوا کرتا تھا جسے حضرت صدیقہ نے نہیں دیکھا اور ابوہریرہ نے دیکھا۔

حضرت ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور کی ہنسی اکثر تبسم ہوا کرتی تھی۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں حضور ﷺ کا اکثر معمول یہ تھا کہ حضور ﷺ تبسم فرمایا کرتے۔ اور کبھی کبھی ہنسنے کی نوبت بھی آتی تھی لیکن وہ ہنسی بھی قہقہہ سے کم ہوتی تھی۔ اور ہنسی سے مکروہ یہ ہے کہ کثرت سے ہنسا جائے کیونکہ یہ وقار کو ختم کر دیتا ہے۔

حضور ﷺ کے جن افعال کی پیروی ضروری ہے وہ ایسے افعال ہیں جن کو حضور ﷺ ہمیشہ کیا کرتے تھے، اور وہ تبسم تھا اور اونچی آواز سے ہنسا وہ محض بیان جواز کیلئے تھا۔ امام بخاری نے ادب مفرد میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

(3) لَا تَكْثُرُوا الضَّحْكَ فَإِنَّ كَثْرَةَ الضَّحْكَ يُبَيِّتُ الْقَلْبَ

”کثرت سے ہنسانا کرو کیونکہ کثرت سے ہنسانا دل کو مار دیتا ہے۔“

حضور کا گریہ و فغاں

جس طرح سرکارِ دو عالم ﷺ ہنستے وقت قہقہہ نہیں لگایا کرتے تھے اسی طرح جب روتے تھے تو آواز بلند نہیں ہوتی تھی بلکہ آنکھوں سے آنسو ٹپکتے تھے اور موسوس دھڑکتے تھے۔ البتہ سینے میں رونے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ حضور ﷺ کبھی کسی میت پر ارادہ رحمت اشک فشانہ کرتے اور کبھی اپنی امت پر عذابِ الہی کے خوف سے روایا کرتے اور کبھی قومنِ کریم سنتے وقت چشمِ مبارک سے آنسوؤں کے موتی ٹپکتے لگتے۔ کبھی حالت نماز میں یہ طاری ہو جاتا۔ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جمائی لینے سے محفوظ رکھا تھا۔ مالمہ منین میمون رضی اللہ عنہا کے بھائی فرماتے ہیں۔

مَا تَسْكُوبُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ (1)
 "حضور ﷺ نے کبھی جمائی نہیں لی۔"

بخاری شریف میں ہے اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے اور بھائی سینے کو ناپسند کرتا ہے۔
حضور کے دست مبارک

حضور ﷺ کے دست مبارک کی یوں توصیف کی گئی۔
 حضور ﷺ کی ہتھیلیاں اور انگلیاں جو انمردوں کی طرح موتی تھیں ان میں درشتی نہ تھی نہ وہ چھوٹی تھیں۔ یہ صفت مردوں کیسے حسن و جمال ہے اور عورتوں میں یہ قابلِ خدمت ہے۔ حضور ﷺ کی کلائیوں بھی بڑی فربہ اور طاقتور تھیں۔ حضور ﷺ کی ہتھیلیاں کشادہ تھیں۔ نبی رحمت ﷺ نے ایک روز جابر بن سمرہ کے رخساروں پر بطور نس و شفقت اپنا دست مبارک پھیرا۔ حضرت جابر کہتے ہیں میں نے حضور ﷺ کے دست مبارک کی ٹھنڈک اور خوشبو محسوس کی مجھے یوں معلوم ہوا کہ ابھی ابھی یہ دست مبارک عطار کی صندوقچی سے نکلا ہے۔

امام طبرانی اور بیہقی وائل بن حجر سے روایت کرتے ہیں۔

"کہ اللہ کے رسول کے ساتھ میں مصافحہ کیا کرتا تھا۔ میری جلد حضور ﷺ کی جلد کو مس کرتی تھی اور میں کافی دیر تک یہ تر محسوس کرتا رہتا

تھا۔ اور اس میں کستوری سے عمدہ خوشبو آتی تھی۔“

یزید بن اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک مجھے پکڑ لیا مجھے یوں محسوس ہوا کہ وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے اور کستوری سے زیادہ خوشبودار۔
طبرانی مستورد بن شداد سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔

”میں نبی رحمت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ میں نے حضور

ﷺ کا ہاتھ پکڑا۔ وہ ریشم سے زیادہ گداز اور برف سے زیادہ ٹھنڈا تھا۔“

امام احمد سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں۔ حجتہ الوداع کے موقع پر مکہ مکرمہ میں حضرت سعد جب بیمار ہو گئے تو حضور ﷺ ان کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ سعد فرماتے ہیں حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک میری پیشانی پر رکھا پھر میرے چہرے، سینے اور میرے پیٹ پر پھیرا۔ اب تک یوں محسوس ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے دست مبارک کی خنکی میرے کلیجے کو ٹھنڈا کر رہی ہے۔

امام بخاری حضرت انس سے روایت کرتے ہیں، آپ فرماتے۔

مَا مَسَّتْ خَيْرًا وَلَا دِيْبَاجًا الْيَمَنَ مِنْ كَيْفِ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شِمَّتْ رِيحًا قَطُّ أَوْ عَرَفًا قَطُّ

أَطْيَبَ مِنْ رِيحِ أَدْعُرِفِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (1)

”میں نے آج تک کسی ریشم اور دیباج کو نہیں دیکھا جو حضور ﷺ کی

ہتیلیوں سے زیادہ نرم ہو اور نہ میں نے آج تک کوئی ایسی خوشبو

سوٹکھی ہے جو حضور ﷺ کی خوشبو اور مہک سے زیادہ پاکیزہ ہو۔“

حضرت ابن سعد عمرو بن ميمون سے روایت کرتے ہیں کہ مشرکین مکہ نے حضرت

عمار بن یاسر کو آگ میں ڈالنا چاہا۔ آگ میں پھینکنے کو تیار تھے کہ رحمت للعالمین شفیع یوم

المدین مطلق ہمارے سید المرسلین شفیع اللہ تعالیٰ رسول اکرم ﷺ تشریف لائے اور اپنا

دست رحم و شفقت عمار کے سر پر رکھ کر فرمایا اے آگ عمار پر ٹھنڈی ہو جا جیسے تو ابراہیم پر

ہوئی تھی اور اسے دکھ نہ دے۔ اے عمار! تیرے مرنے کا وقت یہ نہیں بلکہ ایک اور وقت

باغیوں کی جماعت تمہیں قتل کرے گی۔ آپ کا یہ فرمان سن کر آگ سرد ہو گئی۔

بعد ازاں عرصہ دراز کے بعد امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں شامی باغیوں کے گردہ نے آپ کو قتل کیا۔ اس طرح حضور ﷺ کی پیش گوئی سچی ثابت ہوئی۔

امام بیہقی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتی ہیں۔
 ”ایک روز آقائے نامدار میرے حجرے میں تشریف لائے حضور ﷺ کے ہاتھ میں ایک ڈھال تھی جس پر عقاب کی تماشائی تھی۔ حضور ﷺ نے اس پر ہاتھ رکھ کر رگزل اللہ تعالیٰ نے اس کے نام و نشان مٹا دیئے۔“

ابن ماجہ نے امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے حضور سرور عالم ﷺ نے جب مجھے یمن بھیجا چاہا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں تو نا تجربہ کار ہوں کچھ جانتا نہیں۔ میں پیچیدہ مقدمات کے فیصلے کیونکر کروں گا۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے اپنا دست فیض میرے سینے پر مارا اور دعا کی۔ اے اللہ اس کے دل کو احقاق حق کی قوت دے اور اس کی زبان پر حق چلا۔ حضرت علی فرماتے ہیں اس وقت سے تا دم واپس فریقین کے مقدمات کے فیصلہ کرنے میں مجھ سے ذرا بھر کبھی غلطی نہیں ہوئی۔

امام بیہقی نے ابو العالیہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز اپنے نو گھروں میں یعنی نو امہات المومنین کے پاس کسی کو بھیجا کہ اگر کسی کے گھر میں کچھ کھانے کو ہو تو بھیج دے۔ آپ کے پاس آپ کے صحابی تھے مگر کسی گھر سے کچھ نہ ملا۔ اتفاق سے حضور ﷺ کو ایک پھوری نظر آئی جو ابھی شیردار نہیں ہوئی تھی۔ حضور ﷺ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا۔ ہاتھ پھیرتے ہی اس کے تھن دودھ سے بھر گئے اور اس کی ٹانگوں کے درمیان نیچے لٹک آئے۔ حضور ﷺ نے لکڑی کا بڑا پیالہ منگوایا پھوری کو دوا اور اپنی نو ازواج مطہرات کو ایک ایک کاسہ دودھ کا بھرا ہوا بھیجا۔ پھر آپ نے حاضرین مجلس کو دودھ سے سیر کیا۔ (1)

اس سے پیشتر آپ بیسیوں ایسے واقعات پڑھ چکے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ کے چھو دینے سے تھوڑا کھانا ہزاروں کیلئے کافی ہو جایا کرتا تھا۔ تھوڑے پانی کے ساتھ جب حضور ﷺ کا دست مبارک لگتا تھا تو ہزاروں انسان اس سے سیراب ہوتے تھے۔ ہزار ہا جانور اس

سے پیاس بجھاتے تھے۔ تمام مسلمان اس سے وضو کرتے لیکن اس قلیل پانی میں کوئی کمی نہیں ہوتی تھی۔ یہ دست مبارک بیماروں کو چھوتا تو وہ کلیتہً شفا یاب ہو جاتے۔ اس قسم کے بیشمار واقعات آپ پڑھ آئے ہیں اس لئے ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور ان سینوں پر جب حضور ﷺ ہاتھ رکھا کرتے تھے جہاں کفر و شرک نے ڈیرا جمایا ہوا ہوتا تو ساری نجاستیں اور آودھیاں دست مبارک کے پھرنے سے کافور ہو جایا کرتی تھیں اور وہ خوش نصیب حضور پر ایمان لانے کی دولت سے مالا مال ہو جایا کرتے تھے۔

ام معبد ایک دفعہ اپنے بیٹے کے ہمراہ مدینہ منورہ میں آئی۔ اچانک اس کے بیٹے کی نظر حضرت صدیق اکبر پر پڑ گئی اس نے آپ کو پہچان لیا۔ اپنی ماں سے کہا یہ وہ شخص ہے جو ایک دفعہ مبارک کے ساتھ ہمارے ہاں ٹھہرا تھا۔ اور جس کی برکت سے ہمارے گھر میں دودھ کی نہر بننے لگی تھی۔ اس کی والدہ اٹھ کر حضرت ابو بکر کے پاس آئی اور کہا تجھے خدا کی قسم وہ تیرے ساتھ کون تھا جس نے ہمارے خیمہ کے ایک گوشہ میں کھڑی بکری کو دودھ کر ہمیں دودھ پلایا تھا؟ ابو بکر نے کہا تجھے نہیں معلوم؟ وہ بولی نہیں۔ چنانچہ صدیق اکبر نے کہا وہی حضور ﷺ جو تمام جہاں کی ہدایت کیلئے بھیجے گئے ہیں۔ بولی مجھے ان کے پاس سے چل۔ حضرت ابو بکر کہتے ہیں میں اس کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں لے آیا۔ اس نے کچھ پیو اور جنگلی لوگوں کے تحفے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے اسے کپڑے بنوا دیئے اور اچھے نقدی بھی عنایت کی۔ حضرت ابو بکر صدیق کہتے ہیں میرا یہی خیال ہے کہ وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئی تھی۔

ابو نعیم نے ابو قرصافہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں میرا باپ مر گیا میری ماں اور خاوند زندہ تھیں۔ ہمارے پاس چند ایک بکریاں تھیں جنہیں میں چرایا کرتا تھا۔ میری خاوند اکثر اوقات مجھے تاکید کیا کرتی تھی کہ کبھی اس شخص (محمد) ﷺ کے پاس نہ جانا بلکہ اس کے قریب سے نہ گزرنا کیونکہ اگر تو اس کے قابو آگیا تو وہ تجھے گمراہ کر دے گا۔ لیکن میں جب بکریاں لے کر چراگاہ میں پہنچتا تو بکریوں کو وہیں چھوڑ کر جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا اور دن بھر حضور ﷺ کے کلام معجز نظام کو سنا کرتا۔ مجھے اس قدر لذت آتی کہ اور کچھ یاد نہ رہتا۔ شام کو بھوک بکریاں گھر لے آتا۔ میری خاوند پوچھا کرتی کہ تمہیں کیا ہوا تو انہیں لے جا کر کیا کرتا ہے یہ خالی پیٹ رہتی ہیں اور دن بدن لاغر ہوتی جاتی ہیں۔

میں کہتا مجھے کچھ معلوم نہیں کیا ہوا۔ اسی طرح دور دراز اس نے بکریوں کو دیکھا اور مجھے خوب ڈانٹا کہ تو کہاں رہتا ہے یہ کیوں بھوک رہتی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ تو چراتا نہیں۔

تیسرا دن ہوا تو حسب معمول حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسکرات ہوا اور ساتھ ہی یہ شکایت کر دی کہ میری خالہ مجھے آپ کے پاس آنے سے منع کرتی ہے۔ کیونکہ میں تمام دن حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتا ہوں اور بکریاں نہیں بیٹھی رہتی ہیں۔ خالہ یہ دیکھ کر بہت خفا ہوتی ہے۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا جا اپنی بکریاں میرے پاس لے آ۔ میں بانک کر انہیں حضور ﷺ کی خدمت میں لایا۔ حضور ﷺ نے ان سے پنھوں پر ہاتھ پھیرا اور ان کے تھنوں کو بھی ہاتھ لگایا اور جانے برکت کی۔ ان کے تھن فوراً دودھ سے بھر آئے اور گوشت و چربی سے فرہ ہو گئیں۔

جب انہیں گھر لے کر آیا تو میری خالہ نے کہا ہاں اس طرح چرایا کر اور جہاں تن چراتا رہا ہے ہر روز وہاں لے جایا کر۔ میں نے کہا خالہ جی تن کی اور جگہ نہیں چریں اور نہ ان کو چراتا رہا ہوں یہ اس شخص کی برکت ہے جس کے پاس سے گزرنے سے تم منع کرتی ہو۔ تم کہتی ہو تو اس کے پاس جایا کروں کہتی ہو تو نہ جایا کروں۔ اس کو کہہ آؤ گا کہ پتی برکت واپس لے لے خالہ نہیں چاہتی۔ یہ سن کر بوی نہیں بچے کیوں نہیں چاہتی اس کے پاس ضرور جایا کر۔ جو وہ کہے اسے غور سے سنا کر بہت برکت والا اور ہدایت والا آدمی ہے میرا دل بہت ہے وہ سچا ہے۔ پھر وہ اور میری ماں دونوں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئیں۔

جب ہم آپ کی بیعت کر کے واپس آئے تو میری ماں درخا کہتی تھیں کہ ہم نے کسی کو آپ سے زیادہ خوبصورت، خوش لباس اور نرم کلام نہیں دیکھا۔ آپ کے منہ سے گفتگو کے وقت نور نکلتا ہے۔

ترمذی نے اسے روایت کیا ہے اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔ بیہقی نے بطریق ابواء بن احمر ابو زید انصاری سے روایت کیا ہے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ ابو زید کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے میرے سر اور داڑھی پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی اسی اس کو حسن و جمال عطا فرما۔ وہ ایک سو سال سے زائد زندہ رہے لیکن سر اور داڑھی کے بال سیاہ تھے ورنہ چہرہ پر کوئی نشین نہ تھا۔ صاف اور روشن چہرہ جیسے نوجوانوں کا ہوتا ہے۔ (1)

محکمہ کے دن نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ کعبہ شریف کی چھت پر چڑھ جاؤ اور اذان دو۔ ان کی اذان سن کر بعض قریش تسخّر کرنے لگے۔ ان کی آواز کی نقل اتارنے لگے۔ ان میں ایک نوجوان بھی تھا جس کا نام مخذوم تھا۔ اس کی آواز حضور ﷺ کو پسند آئی۔ جب اس نے ازراہ تسخّر بلال کی نقل اتاری تو اسے حضور ﷺ کے حکم سے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس نے سمجھا کہ میں نے گستاخی کی ہے مجھے ضرور قتل کر دیا جائے گا۔ وہ کہتا ہے رحمت عالم ﷺ نے میری پیشانی پر اپنا دست مبارک پھیرا تو حضور ﷺ کے دست مبارک پھیرنے سے میرا دل ایمان و یقین سے ہریز ہو گیا۔ میں نے جان لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ سرور عالم ﷺ نے اسے خود اذان کے کلمات یاد کرائے اور اسے حکم دیا کہ مکہ مکرمہ میں اذان دیا کرے۔ اس وقت ان کی عمر چھبیس سال تھی اور ان کی اولاد بعد میں بطور وراثت کے مکہ مکرمہ میں اذان کی سعادت حاصل کرتی رہی۔

ابن سعد اور بیہقی نے بطریق ثابت بن قیس، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ام سلیم کا ایک لڑکا ابو طلحہ سے تھا۔ وہ کسی کام گئے تھے ان کی غیر حاضری میں وہ لڑکا مر گیا۔ ابو طلحہ جب گھر آئے پوچھاڑ کے کا کیا حال ہے؟ ام سلیم نے کہا اب وہ آرام سے ہے۔ یہ کہ کر ابو طلحہ کے آگے کھانا رکھا جب کھانے سے فارغ ہوئے آپ کے لئے بستر بچھایا۔ رات ابو طلحہ نے اپنی اہلیہ سے خوشدلی سے گزاری۔ صبح جب بیدار ہوئے تو ام سلیم نے کہا اگر کوئی شخص اپنی امانت تجھ سے مانگے تو کیا تو اسے نہ دے گا اور دے کر پھر بچھتاے گا غم کرے گا؟ کہا نہیں۔ کہا تیرا لڑکا خداوند کریم نے امانت دے کر واپس لے لی۔ پھر ابو طلحہ نے یہ سارا ماجرا حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا خداوند کریم تمہاری آج کی رات کو تمہارے لئے بابرکت کرے۔ چنانچہ حضور ﷺ کی دعا کی برکت سے خداوند کریم نے ان کو لڑکا عطا فرمایا۔ بیان کرتے ہیں کہ وہ لڑکا اپنے وقت میں سب سے زیادہ نیک تھا اور انصار میں اس سے زیادہ کوئی عابد نہ تھا۔ جب پیدا ہوا تو اس کو ہار گاہ رسالت میں پیش کیا گیا۔ حضور ﷺ نے اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا اس کا نام عبداللہ رکھا جب تک زندہ رہا آپ کے دست مبارک پھیرنے کی جگہ بہت روشن اور نورانی نظر آتی تھی۔

بخاری نے تاریخ میں اور بغوی اور ابن مندہ نے بطریق صاحب بن عطاء بن بشر اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے باپ بشر بن معاویہ سے روایت کیا وہ کہتے ہیں میں اپنے باپ معاویہ بن ثور کے ساتھ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔ راوی کہتا ہے جہاں حضور ﷺ کا دست مبارک پھرا تھا وہ جگہ بڑی چمکیلی اور روشن تھی۔ اور جب بھی وہ کسی بیمار چیز پر ہا تھا پھیرتا اسے شفا ہو جاتی تھی۔

والدی، ابو نعیم اور ابن عساکر نے عرباض بن ساریہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ میں جنگ تبوک میں اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ کے ساتھ تھا۔ ایک رات حضور ﷺ نے بدل سے پوچھا اس وقت کے کھانے کو کچھ ہے۔ آپ نے عرض کی یا رسول اللہ اس ذات کی قسم جس نے حضور ﷺ کو نبی حق و پیکر رحمت بنا کر بھیجا ہے ہم تو کب سے اپنے توشہ دان خالی کئے بیٹھے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اچھی طرح دیکھو اور اپنی گھٹیاں جھاڑو۔ شاید کچھ نکل آئے۔ آخر چند ایک کو جھاڑ کر کسی سے ایک کسی سے دو، کل سات کھجوریں ملیں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ایک دسترخوان پر اسے پھیل دیا اور اپنا دست مبارک ان پر رکھا اور فرمایا اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ ہم تین تھے حضور ﷺ کے دست مبارک سے نیچے سے ایک ایک اٹھا کر کھا رہے تھے۔ میں نے سیر ہو کر اپنی گھٹیوں کو شمار کیا تو چوہن تھیں۔ اسی طرح دوسرے دو ساتھیوں نے بھی مجھ سے کم زیادہ کھائیں۔ جب ہم سیر ہو کر پیچھے ہٹے تو ساتوں کھجوریں بدستور موجود تھیں۔ حضور ﷺ نے بدل کو فرمایا ان کو سنبھال کر رکھو پھر کام آئیں گی۔ جب دن چڑھا اور کھانے کا وقت ہوا تو سرورِ عالم ﷺ نے بلال کو حکم دیا کہ وہ یہ سات کھجوریں لے آئے۔ حضور ﷺ نے دسترخوان پر رکھیں اور اپنا دست مبارک ان پر رکھ دیا۔ فرمایا اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ اس وقت دس آدمی حاضر تھے۔ جب سیر ہو گئے کھجوریں وکی کی ویسی موجود پائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر مجھے حق تعالیٰ سے شرم نہ آتی تو یہی سات کھجوریں واپس مدینہ پہنچنے تک ہمارے لئے کافی ہوتیں۔ پھر حضور ﷺ نے کھجوریں ایک لڑکے کو عطا فرمائیں جو اس نے کھالیں۔

نبیؐ اور ابو نعیم نے عمران بن حصین سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا میں بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر تھا۔ اچانک سیدۃ النساء فی طمۃ الزہراء علیہا السلام تشریف آئیں اور

حضور ﷺ کے سامنے آکر کھڑی ہوئیں۔ رحمت عالم نے ان کی طرف دیکھا تو آپ کا چہرہ
چیم فاق کشی سے زرد ہو چکا تھا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنا دست مبارک اٹھایا اور فاطمہ
زہراؑ کے سینہ مبارک پر رکھ دیا جہاں بار ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کی۔

اللَّهُمَّ مُشِيرَ الْجَمَاعَةِ أَشِيرَ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ
تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

”اب بھوکوں کو سیر کرنے والے۔ اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کی
لخت جگر فاطمہ کو بھی سیر کر دے۔“

عمران کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ اسی وقت آپ پر شادابی کے آثار نظر آنے لگے اور
چہرہ زردی کا فور ہو گئی۔ اس کے بعد بھی کئی دفعہ مخدومہ عالم کی خدمت میں حاضر ہونے
کی سعادت ہوئی آپ فرمایا کرتیں۔
اے عمران! اس دن کے بعد میں کبھی بھوک نہیں ہوئی۔

یعنی کہتے ہیں کہ عمران نے پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے حضرت سیدہ کو دیکھا تھا۔
امام بخاری اور مسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جب سرکارِ
دو عالم ﷺ کی حضرات زینب رضی اللہ عنہا سے شادی ہوئی تو میری والدہ ام سلیم نے
کھجوریں لٹی اور پنیر، دال، ایک جلو، پکایا جس کو حبس کہتے ہیں، اسے ایک بڑے پیالہ میں رکھا
اور مجھے حکم دیا کہ میں یہ کھانا لے کر جاؤں اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کروں۔ نیز
مجھے یہ بھی ہدایت دی کہ یہ بھی عرض کرنا کہ میری والدہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں یہ
کھانا بھیجا ہے، وہ حضور ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرتی ہیں۔ اور یہ بھی عرض کرتی
ہیں کہ یہ تھوڑا سا کھانا ہم غلاموں کی طرف سے اے اللہ کے رسول قبول فرمائیں۔

چنانچہ میں وہ کھانا لے کر حاضر ہوا۔ آقا نے فرمایا اسے رکھ دو اور چند آدمیوں کا نام لے
کر فرمایا انہیں بلاؤ۔ جتنے لوگ راستہ میں ملیں ان کو بھی بلاؤ۔ تعمیل ارشاد میں گیا۔ جن
کے نام حضور ﷺ نے ذکر کئے تھے اور جو مجھے راستہ میں ملے ان سب کو میں نے آقا علیہ
السلام کی طرف سے دعوت دی۔ جب میں واپس آیا تو مہمانوں سے گھر بھر ہو تھا۔ انس
سے پوچھا گیا کہ ان کی تعداد کتنی تھی؟ انہوں نے جواب دیا میں سو کے قریب۔ پھر میں نے
نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ حضور ﷺ نے اپنا ہر دست ہاتھ اس حلوے پر رکھا اور جتنا اللہ

تعالیٰ نے چاہا کچھ پڑھا پھر حضور ﷺ نے دس دس کو بلانا شروع کیا۔ پہلے دس آتے تھے حاضر چلے جاتے پھر دوسرے دس آتے اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ تمام مہمان یہ ہو کر کھا چکے۔ جس وقت ایک نوں بیٹھتی تھی حضور ﷺ ان کو ہدایت فرماتے اَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ وَلْيَاْكُلْ رَجُلٌ مِّمَّا يَلِيهِ۔ اللہ تعالیٰ کا نام لو اور ہر شخص اپنے ساتھیوں کو کھانے کھائے۔ جب سب کھانا کھا چکے تو سرور عالم ﷺ نے مجھے رشتہ فرمایا اس وقت ان سے انہوں نے اٹھالے۔ جب میں نے کھانے والے برتن اٹھیا تو میں یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ جب مہمانوں سے کھانے سے پہلے میں نے یہ برتن رکھا تھا اس وقت صوبہ ریزیا، تھانہ بربہ، سینکڑوں آدمی خوب سیر ہو کر چلے گئے ہیں۔

واقعی کہتے ہیں کہ مجھے اسامہ بن زید اللہی نے دود بن حمین سے اور نسوں سے بنی عبد الاشمل کے چند مردوں سے روایت کیا ہے کہ مسلم بن اعظم بن حریش۔ غزوہ بدر کے وقت کفار و مشرکین سے مصروف پیکار تھے، اچانک آپ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ اب ان کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا جس سے وہ کفار سے جنگ کریں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ایک کھجور کے درخت کی ٹہنی جو حضور ﷺ کے ہاتھ میں تھی اسے عطا فرمائی۔ اس سے ہاتھ وہ دشمن پر حملہ کرتا تھا وہ اس طرح ان کو کاٹ کاٹ کر پھینک رہی تھی جس طرح کوئی اپنی قسم کی تلوار۔ حضرت مسد فرماتے ہیں یہ تلوار ہمیشہ میرے ساتھ رہی۔ یہاں تک کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں حضرت ابو عبیدہ کی قیادت میں حصر کا معرکہ ہوا۔ اس وقت یہ خود بھی شرف شہادت سے مشرف ہوئے اور اس کے بعد معلوم نہیں کہ وہ تلوار کدھر گئی۔

اسی طرح جنگ احد میں سرور عالم ﷺ نے حضرت عید بن جحش کو کھجور کی ٹہنی اپنے دست مبارک سے عطا فرمائی تو وہ بھی بہترین تلوار کی طرح دشمن کے گزے گزے کرتی رہی۔

ابن سعد نے اپنی طبقات میں لکھا ہے کہ بلب بن یزید بن عدی ایک وفد کے ہمراہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ یہ گنجنے تھے ان کے سر پر کوئی بال نہ تھا۔ سرور عالم نے اپنا دست مبارک ان کے گنجنے سر پر پھیرا تو فوراً ہاں اُگ آئے۔ اسی وجہ سے ان کا نام بلب مشہور ہوا۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ زیاد بن مالک ایک وفد کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ رحمت عالم ﷺ نے اپنا دست مبارک اس کے سر پر رکھا۔ اور اوپر سے پھیرتے پھیرتے اس کی ناک تک لے گئے۔ اس بات کی برکت سے وہ اپنے قبیلہ بنو ہلال میں باہرکت مشہور ہو گیا۔

ابو رافع یہودی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دن رات سازشوں میں مصروف رہتا تھا۔ اس کی دل آزاریوں سے تنگ آکر رحمت عالم ﷺ نے چند انصار کو روانہ کیا کہ اس کا کام تمام کر دیں۔ اس وفد کے سردار عبداللہ بن عتیک تھے انہوں نے جا کر اسے واصل جہنم کیا۔ واپسی پر سیرہیوں پر سے ان کا پاؤں پھسلا اور پنڈلی ٹوٹ گئی۔ انہوں نے اپنی پگری سے اس ٹوٹی ہوئی پنڈلی کو مضبوطی سے باندھ دیا پھر سرور کائنات علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اپنی پنڈلی کے بارے میں عرض کی حضور ﷺ نے فرمایا اپنا پاؤں آگے کرو۔ آگے کیا تو حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک پھیرا فوراً تندرست ہو گئی گویا انہیں خراش تک نہ آئی تھی۔

حضور کی انگشتان مبارک (انگلیاں مبارک)

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کسی پانی کے کنارے پر تھے۔ وہاں ابو جہل کا بیٹا عکرمہ آ نکلا اور حضور ﷺ کا نام لے کر کہا اگر آپ سچے ہیں تو اس پتھر کو جو پانی کے سامنے کے کنارے پر پڑا ہے بلائیے کہ وہ ہماری طرف پانی پر تیرتا چلا آئے۔ سرور عالم ﷺ نے اپنی انگلی سے اشارہ کیا۔ اشارہ پاتے ہی وہ اپنی جگہ سے پانی پر تیرتا ہوا حضور ﷺ کے آگے آ رہا اور بزبان فصیح، اللہ کی وحدانیت اور حضور ﷺ کی رسالت کی گواہی دی۔ حضور ﷺ نے عکرمہ سے پوچھا اب مطمئن ہو گئے ہو؟ کہنے لگا اگر یہ پتھر تیرتا ہوا اپنی جگہ پر پہنچ جائے تو پھر مان موں گا۔

امام بیہقی ابو ظفیل سے روایت کرتے ہیں کہ بنی لیث قبیلہ کا ایک شخص جس کا نام فراس بن عمرو تھا اس کو سخت سرد رہا کرتا تھا۔ اس کا باپ اسے حضور کریم ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے اس کی آنکھوں کی جلد کو پکڑا اور کھینچا۔ اس کا سرد درد کا فور ہو گیا اور جہاں حضور ﷺ کی انگلیوں نے اس کے چمڑے کو چھوا تھا وہاں ہاں آگے۔

پھر جب خارجیوں نے سیدنا علی مرتضیٰ کے مقابلہ کا قصد کیا تو اس شخص نے ارادہ کیا کہ خارجیوں کے لشکر میں شامل ہو کر امام برحق سے جنگ کرے۔ اس کے باپ نے اسے کمرے میں بند کر دیا۔ اس حالت میں جو بال اگے تھے وہ گر گئے اور دردِ سر شدت سے ہونے لگا باپ نے اسے جہز کا اور اس نے توبہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے سر درد کو دور کر دیا اور اس کے بال جو گرے تھے وہ پھر اگ آئے۔

ابو طفیل کہتے ہیں کہ میں نے اس شخص کی تینوں حالتیں دیکھی ہیں۔

امام بیہقی محمد بن ابراہیم سے روایت کرتے ہیں بارگاہِ رسالت میں ایک شخص کو لیا گیا جس کے پاؤں میں پھوڑا نکلا ہوا تھا۔ تمام اطباء سے علاج کرایا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے سامنے جب اسے لایا گیا تو حضور ﷺ نے اپنی انگلی اپنے لعابِ دہن پر رکھی پھر اس انگلی کو زمین پر رکھا پھر اسے اٹھایا پھر اس کو اس پھوڑے پر رکھا اور ساتھ ساتھ یہ بھی پڑھا: **يَا سَمِيعُ اللَّهُمَّ رُبُّنَا بَعْضُنَا بِمَرْبَاةٍ أَرْضُنَا لِيَسْتَرْفِيَ سَقِيمُنَا** **يَا ذِي كَرَمٍ**۔

”اے اللہ تعالیٰ تیرے نام کی برکت سے ہم میں سے بعض کی تھوک جب وہ زمین پر پڑتی ہے تاکہ اپنے رب کی اجازت سے ہمارے بیماروں کیلئے نسخہ شفا ثابت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا عطا فرمائی۔“

حضور کی ہتھیلی مبارک

امام بخاری شعبہ بن حکیم سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا۔

میں نے ابو حنیفہ سے سنا انہوں نے کہا ایک روز دو پہر کے وقت رحمتِ عالم ﷺ اپنے کاشانہ اقدس سے نکل کر بطنیہ میں گئے۔ حضور ﷺ نے وضو فرمایا ظہر کی دو رکعت ادا فرمائی، حضور ﷺ کے سامنے نیزے کا سترہ رکھا تھا تاکہ لوگ اس کے پیچھے سے گزریں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو سارے لوگ کھڑے ہو گئے۔ وہ حضور ﷺ کے دونوں دست مبارک پکڑتے اور چہرے پر ملتے۔ میں نے بھی حضور ﷺ کا دست مبارک پکڑا اور چہرے پر ملا۔ اس پھیلتی دھوپ اور شدید گرمی میں دست مبارک برف کی طرح ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔

امام احمد اور بزاز نے عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت کیا ہے ایک روز ہم بارگاہ رسالت میں حاضر تھے۔ اس وقت ایک لڑکا حاضر ہوا اس نے کہا میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان ہوں میں اور میری بہن دونوں یتیم ہیں، دونوں کی ماں بیوہ ہے۔ مہربانی فرما کر ہمارے کھانے کیلئے کچھ عنایت فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے پاس سے کھائے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے گھروں میں سے کسی گھر پر جا کر سوال کرو جس گھر سے کچھ ملے وہ ہمارے پاس لاؤ۔ دو گیا اور اکیس عدد کھجور لے آیا اور حضور ﷺ کی ہتھیلی پر رکھ دیں۔ حضور ﷺ نے ان کھجوروں کیلئے برکت کی دعا فرمائی۔ کھجوروں کو دم کرنے کے بعد فرمایا انہیں لے جا کر سات خود لے لے اور سات اپنی بہن کو دے اور سات اپنی ماں کو پیش کر دے۔ تم تینوں روز لڑکے ایک ایک کھجور کھانا تو یہ کھجوریں تمہیں ایک ہفتہ کیلئے کافی ہوں گی۔

بیہقی نے ابن ابی خنیسہ سے روایت کیا ہے کہ جب خیبر میں سرکار دو عالم ﷺ نے شوق کے قلعوں پر حملہ کیا تو وہ ایک قلعہ میں جمع ہو گئے، دروازے بند کر دیئے اور بڑی قوت سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ ان کے تیر اندازوں کے تیر حضور ﷺ کے لباس مبارک میں پیوست ہوتے رہے۔ رحمت دو عالم ﷺ نے کنکریوں کی مٹھی بھری اور ان کے قلعے پر پھینکی۔ اسی وقت قلعہ لرزنے لگا اور زمین میں دھنسنے لگا یہاں تک کہ اسلام کے مجاہدین وہاں پہنچ گئے اور اس قلعہ میں جو یہودی تھے ان کو پکڑ لیا۔

امام احمد، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت ابن عباس کے واسطے سے حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا آپ نے فرمایا ایک روز مشرکین قریش حجر میں اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے باہمی مشورہ سے طے کیا کہ جب محمد (فداہمی دہلی) ہمارے پاس سے گزرے تو ہر شخص اسے ایک ایک ضرب لگائے۔ حضرت سیدہ فرماتی ہیں میں نے ان کی سازش کو سنا اور اپنی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ کو جا کر اطلاع دی۔ میں نے بھی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ساری بات بتائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے میری نور نظر خاموش رہو! پھر آپ مسجد حرام میں تشریف لے گئے۔ جب ان مشرکین نے حضور ﷺ کو دیکھا کہنے لگے فُتُوْا ہَا ہُوْدَا یہ تو وہی ہے جس کے بارے میں ہم مشورہ کر رہے تھے۔ اسی اثنا میں انہوں نے اپنی نکالیں پٹی کر لیں۔ ان کی ٹھوڑیاں جھٹ گئیں اور سینے کے ساتھ

جائیں اور انہیں محسوس ہوا جیسے کسی نے ان کو اپنی نشستوں کے ساتھ جکڑ دیا ہے۔ حضور ﷺ کی طرف آنکھیں اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہ ہوئی نہ کسی کو جرات ہوئی کہ کوئی حضور ﷺ کی طرف جائے۔

حضور ﷺ تشریف لائے جہاں وہ بیٹھے تھے وہاں کھڑے ہو گئے۔ رحمت عالم ﷺ نے مٹی کی مٹی بھری اور ان کی طرف پھینک دی زبان سے فرمایا شَهِتَ الْوُجُوہُ جس کسی کو بھی اس مٹی سے کچھ کنکری لگی وہ میدان بدر میں قتل کر دیا گیا۔

حضور کے ناخن مبارک

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک روز سرد کائنات ﷺ نے اپنے ناخن کٹوائے اور اپنے صحابہ میں تقسیم کر دیئے۔

حضور کے دوش مبارک

بزاز اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب کبھی رسول اللہ ﷺ اپنے کندھوں سے چادر اتار دیتے تو یوں معلوم ہوتا کہ یہ کندھے چاندی کے ڈھلے ہوئے ہیں۔

حاکم نے سیدنا علی مرتضیٰ سے روایت کیا ہے کہ فتح مکہ کے روز رسول اکرم ﷺ مجھے ساتھ لائے جب ہم کعبہ میں پہنچے تو حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ رحمت عالم ﷺ میرے کندھوں پر چڑھے اور حکم دیا اٹھو۔ میں اٹھ کھڑا ہوا لیکن سرکارِ دو عالم ﷺ نے محسوس کر لیا کہ یہ بوجھ میرے لئے بہت رُال ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھا۔ حضور ﷺ اتر آئے پھر حضور ﷺ نے فرمایا میرے کندھے پر سوار ہو۔ تعمیل ارشاد کرتے ہوئے میں نے ایسا ہی کیا پھر حضور ﷺ مجھے رُالٹھے مجھے یوں محسوس ہوا اگر چاہتا تو آسمان کے کناروں کو پا لیتا۔

امام رازی اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں۔ ایک روز ابو جہل نے ارادہ کیا کہ جب حضور ﷺ حرم میں آئیں گے تو میں حضور ﷺ کو پتھر ماروں گا۔ جب ابو جہل اس مذموم ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کیلئے اٹھا اور آپ کے قریب آیا تو بڑے بڑے اژدھ حضور ﷺ

کے کندھوں پر منہ کھولے ہوئے دیکھے جو اس پر ٹھٹھکی لگائے دیکھ رہے ہیں۔ وہ ڈر کر وہاں سے بھاگا پھر تمام عمر اس نے کبھی ایسی جرات نہ کی۔

آپ کی بغل مبارک

امام بخاری، مسلم حضرت انس سے روایت کرتے ہیں: آپ نے فرمایا کہ میں نے دعا مانگتے ہوئے حضور ﷺ کو اپنے دست مبارک اٹھائے ہوئے دیکھا مجھے حضور ﷺ کی بغلوں کی سفیدی نظر آرہی تھی۔

حضور ﷺ جب مسجدے میں جاتے تھے تو حضور ﷺ کے بغلوں کی سفیدی نظر آتی تھی۔ دوسرے لوگوں کی طرح حضور ﷺ کی بغلوں کی رنگت سیاہی مائل نہ تھی بلکہ سفید براق تھی۔

ایک صحابی بیان کرتے ہیں جب ماعز کو رجم کیا جا رہا تھا تو میں خوف سے کھڑا نہ رہ سکا۔ حضور ﷺ نے مجھے اپنے ساتھ لگا لیا۔ اس وقت حضور ﷺ کی مبارک بغلوں سے پسینے کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ اور ان سے کستوری کی خوشبو آرہی تھی۔

حضور کے بازو مبارک

امام بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت ابو امامہ سے روایت کیا ہے: مکہ مکرمہ میں ایک شخص تھا جس کا نام رکانہ تھا۔ اس کا شمار سب سے زیادہ طاقتور لوگوں میں ہوتا تھا لیکن وہ مشرک تھا اور وادی اضم میں بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک روز نبی کریم ﷺ مکہ سے نکلے اور اس وادی کی طرف تشریف لے گئے۔ راستے میں رکانہ سے ملاقات ہو گئی۔ حضور ﷺ اس وقت اکیلے تھے۔ رکانہ نے حضور ﷺ کو دیکھا تو کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا اے محمد ﷺ آپ وہ ہیں جو ہمارے بتوں کو برا بھلا کہتے ہیں اور ہمیں ایک خدا کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں جو عزیز و حکیم ہے؟ پھر اس نے کہا اگر میرے اور آپ کے درمیان رشتہ داری نہ ہوتی تو میں آپ سے اس وقت تک بات نہ کرتا جب تک کہ آپ کو قتل نہ کر دیتا۔ اب آپ میرے قابو میں ہیں اپنے خدا کو جو عزیز و حکیم ہے اسے بلائیے وہ آپ کو مجھ سے نجات دلائے۔

پھر رکانہ نے کہا میں آج آپ کے سامنے ایک چیز پیش کرتا ہوں کہ میں آپ ﷺ

سے کشتی لڑوں اور آپ اپنے اللہ کو جو عزیز و حکیم ہے، پکاریں کہ میرے مقابلے میں آپ کی امداد کرے اور میں اپنے خداؤں لات و عزیٰ کو پکاروں گا۔ اگر آپ مجھے گرا دیں تو میری بکریوں سے دس بکریاں جن لیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تیری مرضی ہو تو میں تجھ سے کشتی لڑنے کیلئے تیار ہوں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور جھٹکا دیا، چشم زدن میں وہ چاروں شانے چت زمین پر آ رہا۔ اور حضور ﷺ اس کے سینے پر بیٹھ گئے۔ رکانہ نے کہا میرے سینہ سے اٹھئے۔ یہ آپ کا کمال نہیں ہے بلکہ یہ آپ کے خدا، جو عزیز و حکیم ہے، کا کمال ہے۔ میرے خداؤں لات و عزیٰ نے میری مدد نہیں کی۔ آج تک کسی نے میری پشت نہیں لگائی تھی پھر رکانہ بولا۔ ایک مرتبہ اور آپ مجھ سے کشتی لڑیں، مگر آپ پھر بھی مجھے گرا دیں تو میرے ریوڑ سے دس بکریاں جن لیں۔ دونوں کشتی کیلئے تیار ہو گئے۔ حضور ﷺ نے اپنے خداوند عزیز و حکیم کو مدد کیلئے پکارا۔ اس نے اپنے لات و عزیٰ کو مدد کیلئے پکارا۔ لیکن رحمت عالم ﷺ نے اسے پکڑا اور زمین پر دے مارا اور اس کے سینہ پر سو رہو گئے۔ رکانہ پھر کہنے لگا اٹھئے یہ آپ کا کمال نہیں ہے آپ کے رب کا کمال ہے۔ اس نے آپ کی مدد کی لیکن میرے خداؤں نے مجھے نظر انداز کر دیا۔ رکانہ پھر کہنے لگا کہ ایک مرتبہ پھر آئیے اگر اس دفعہ آپ پھر گرا لیں تو میرے ریوڑ سے دس مزید بکریاں جن لیں۔ تیسری بار بھی حضور ﷺ نے جھٹکا دیا اور وہ زمین پر چت گر پڑا۔ کہنے لگا یہ آپ کا کمال نہیں بلکہ آپ کے رب کا کمال ہے جو عزیز و حکیم ہے مجھے میرے خداؤں لات و عزیٰ نے رسوا کیا ہے۔ حسب وعدہ آپ میرے ریوڑ سے تیس بکریاں جن لیں۔

حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا رکانہ مجھے تیری بکریوں کی ضرورت نہیں یہ اپنے پاس رکھ۔ میں تمہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ مجھے اس بات سے تکلیف ہوتی ہے کہ تجھے آتش جہنم میں جھونک دیا جائے۔ رکانہ اسلام قبول کر لے، عذاب جہنم سے بچ جائے گا۔ کہنے لگا جب تک آپ مجھے کوئی نشانی نہ دکھائیں میں آپ کی دعوت کو قبول نہیں کروں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر میں تجھے نشانی دکھا دوں تو کیا تو میری دعوت کو قبول کر لے گا؟ اس نے کہا بیشک۔ حضور ﷺ کے نزدیک ہی ایک پیری کا درخت تھا جس کی شاخیں اور ٹہنیاں دور دور تک پھیلی تھیں۔ سرور عالم ﷺ نے اس کی طرف اشارہ کیا اور اسے فرمایا اَقْبِلْ يٰ اَذِيْنَ اللّٰہِ اللّٰہُ تَعَالٰی کے اذن سے میرے پاس آ جا۔ اسی وقت اس کے دو

حصے ہو گئے ایک نصف اپنی ٹہنیوں شاخوں سمیت زمین کو چیرا ہوا حضور ﷺ کے قدموں میں حاضر ہو گیا۔ رکانہ کہنے لگا بیشک آپ نے بہت بڑی نشانی دکھائی ہے لیکن اب آپ اس کو حکم دیں کہ واپس چلا جائے تب مانوں گا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ درخت بنی شاخوں سمیت واپس چلا گیا اور جو نصف وہاں نصب تھا اس کے ساتھ پیوست ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا رکانہ حسب وعدہ اب اسلام قبول کر دو اور عذاب الہی سے بچ جاؤ لیکن رکانہ نے کہا مجھے اب اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہا کہ تیرا خدا سچا ہے اور وہ وحدہ لا شریک ہے لیکن اسلام قبول کرنے سے میرا نفس جھٹک رہا ہے کیونکہ مجھے خوف ہے اگر میں نے اسلام قبول کر لیا تو مکہ کی عورتیں اور بچے جہاں جہاں سنیں گے کہیں گے رکانہ نے کشتی میں گر کر اسلام قبول کیا ہے۔ وہ کہنے لگا آپ میرے ریوڑ سے تیس بکریاں لے جائیں۔ جن کا وعدہ کر چکا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے ان بکریوں کی کوئی پروا نہیں ہے میری خواہش ہے کہ لوگ اپنے خالق حقیقی پر ایمان لائیں اور تمام باطل خداؤں کی عبادت ترک کر کے اللہ وحدہ لا شریک کے سامنے سر ہیکو دیں۔ یہ کہہ کر حضور ﷺ واپس تشریف لائے۔

حضرت ابو بکر صدیق اور فاروق اعظم حضور ﷺ کی تلاش میں ادھر ادھر گھوم رہے تھے کسی نے بتایا کہ حضور ﷺ تو داوی اضم تشریف لے گئے ہیں۔ ادھر روانہ ہوئے اور جنگل کے کنارے کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگے۔ جب تاگہاں دیکھا کہ حضور ﷺ تشریف لارہے ہیں دونوں دوڑ کر اپنے آقا کی پیشوائی کیلئے بڑھے۔ پھر عرض کی یہ رسول اللہ آپ اکیلے اس جنگل کی طرف کیوں چلے گئے۔ حضور ﷺ جانتے ہیں یہاں ایک مشہور پہلوان رکانہ کا قبضہ ہے۔ بڑا طاقتور بھی ہے اور آپ کا دشمن بھی۔ حضور ﷺ اپنے جاں نثاروں کے ان خدشات کو سن کر غصہ پڑے فرمایا اللہ تعالیٰ ہر وقت میرے ساتھ ہے اور اس کا وعدہ ہے **وَاللّٰهُ يُعِصُّكَ مِنَ النَّاسِ** وہ خود میری حفاظت کا ذمہ دار ہے۔ رکانہ کی کیا بول تھی کہ میرے سامنے اف بھی کر سکتا۔

حضور ﷺ نے رکانہ سے کشتی کا اجراء بیان کیا یہ سن کر حضور ﷺ کے دونوں جاں نثاروں کی خوشی کی حد نہ رہی۔ بعض علماء سیرت نے روایت کیا ہے کہ رکانہ کے بیٹے محمد نے بتایا کہ رکانہ مسلمان ہو گیا تھا۔

اسی طرح حاکم نے مستدرک میں اور کنہی اور بیہقی نے ابوان سہمہ کی سستی کرنے کا واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ بھی بڑا طاقتور پہوان تھا جس کو آن تک کسی نے نہ لیا نہیں تھا۔ وہ گائے کے چمڑے پر کھڑا ہوتا اور دس طاقتور آدمی اس کو کھینچتے تاکہ اس کے قدموں سے اس چمڑے کو نکال لیں لیکن وہ چمڑا ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا تھا لیکن وہ ابوالاسودؓ سے مواپنی جہد سے نہ نہ کتا تھا۔

اس نے کہا کہ اُمّ مجھے آپؐ کے راہیں تو میں ایمان لوں گا۔ اور عام علیؑ نے چشم زون میں اس کو پست کر دیا لیکن اس کی بد بختی تھی کہ اس نے اسد مقبول نہ کیا۔

حضور ﷺ کی کلائی مبارک

ابو یعلیٰ اور طبرانی اوسط میں اور ابن عساکر یہ سب حضرات ابوبکرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ ایک شخص بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا عرض کی یا رسول اللہ میں اپنی بیٹی کی شادی کرتا چاہتا ہوں حضور ﷺ سے مدد کا خواستگار ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے ایسے مرد ایک شیشی بوجس کا منہ فاش ہوا اور ایک شنی کاٹ کر دیا۔ پس وہ لے کر حاضر ہوا۔ اس وقت حضور ﷺ کی کلائی پر پسینے کے قطرے نمودار تھے۔ حضور ﷺ نے اپنے پسینے کے قطرے نگلی سے نچوڑ کر اس شیشی میں پکاد دیے جس سے وہ جگمگائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ لے جا د اپنی بیٹی کو بیاہو اور اسے بیاہو جس وقت اس نے خوشبو لگائی ہو تو اس بکری کو اس شیشی میں ڈال کر نکال۔ اور جو نمکی اس کے ساتھ گئے اس سے اپنے آپ کو معطر کر لے وہ پسینہ اس قدر خوشبودار تھا کہ جب بھی وہ مل کر تھی تو تمام مدینہ کی فضا اس کی خوشبو سے معطر ہو جاتی۔ دووں نے اس گھر کا نام بیت مطہین رکھ دیا "خوشبو والوں کا گھر"

امام مسلم نے حضرت ابی ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک جہاد میں تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو فتح عظیم عطا فرمائی۔ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو فرمایا اللہ اسلام سے آچھ لوگ مفتقد تو نہیں؟ صحابہ نے عرض کی فلاں فلاں نظر نہیں آ رہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں تلاش کرو۔ جب وہ سب کو تلاش کر کے اکٹھے

کر کے لائے فرمایا کوئی اور تو غائب نہیں؟ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ سب کی لاشیں مل گئیں ہیں اب کوئی مفقود نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں تو جلیب کو نہیں دیکھ رہا اس کو تلاش کرو۔ صحابہ اس کی تلاش میں نکلے جہاں سات کافروں کے لاشے تھے وہاں قریب ہی جلیب کی لاش تھی جس نے پہلے ان سات کو قتل کیا پھر اس کو کسی مشرک نے قتل کر دیا۔ حضور ﷺ اس کی لاش کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو اپنی کلائیوں پر اٹھایا اور فرمایا یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ سرکار نے اس وقت تک اپنے غلام کو اپنی کلائیوں پر اٹھائے رکھا جب تک ان کی قبر تیار نہ ہو گئی پھر جب قبر تیار ہو گئی تو حضور ﷺ نے خود اپنے جاں نثار مجاہد کو اپنے دست مبارک سے لحد میں سلا دیا۔

حضور کی گردن مبارک

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ابو جہل نے چند اشخاص سے کہا کہ محمد (فداہانی و امی) تمہارے سامنے آکر اپنا منہ اور ماتھا زمین پر رگڑتا ہے؟ انہوں نے کہا۔ ہاں ابو جہل بولا مجھے لات و عزی کی قسم اگر میں اسے ایسا نہ دیکھ لوں گا تو میں اپنے قدموں سے اس کی گردن تہاڑ دوں گا اس کا منہ خاک میں ملا دوں گا۔ ایک روز وہ آیا۔ سرور عالم ﷺ کو دیکھا کہ حضور ﷺ نماز پڑھ رہے ہیں۔ وہ اپنے مذموم ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کیلئے اس طرف آیا جہاں حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے لیکن جب قریب پہنچا تو پیچھے منہ کر کے بھاگنا شروع کر دیا۔ لوگ اس کی اس حالت کو دیکھ کر از حد متعجب ہوئے۔ اس سے پوچھا ابو جہل تجھے کیا ہوا کہ جب حضور ﷺ کے قریب پہنچ گیا تو تو منہ پھیر کر وہاں سے بھاگ نکلا؟ اس نے کہا میں نے جب قریب پہنچ کر آپ کی گردن پر وار کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے دیکھا میرے اور آپ کے درمیان آگ کی ایک خندق ہے۔ مجھے یقین ہو گیا اگر میں آگے بڑھا تو اس آگ کی خندق میں گر پڑوں گا اس لئے واپس بھاگا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اس کی یہ بات سنی تو فرمایا اگر وہ میرے نزدیک آتا تو فرشتے اس کا جوڑ جوڑ الگ کر کے آگ کی گھاٹی میں پھینک دیتے۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی کَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ

حضور کا سینہ مبارک

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کے سینہ مبارک کی خود تعریف فرمائی ہے ارشاد الہی ہے۔
 اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا؟) (دیا ہے)

علامہ راغب اصفہانی الشرح کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

أَصْلُ الشَّرْحِ: بَسْطُ اللَّحْمِ وَنَحْوُكَ يُقَالُ شَرَحْتُ اللَّحْمَ وَ
 شَرَحْتُ دَهْنَهُ شَرْحُ الصَّدْرِ- أَيْ بَسْطُهُ يَنْوَرُهُ إِلَهِي وَ
 سَيَكُونُ قَيْنَ جِهَةِ اللَّهِ وَرَوْحٍ قَيْنَهُ
 (1) گوشت کاٹنے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو الشرح کہتے ہیں۔
 اسی سے شرح صدر ماخوذ ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ نور الہی سے سینہ کا
 کشادہ ہو جانا، اللہ تعالیٰ کی جانب سے تسکین و طہنیت کا حاصل ہو جانا
 اور اس کی طرف سے دل میں مسرت و راحت کا شعور پیدا ہو جانا۔

علامہ سید محمود آلوسی نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے۔

الشرح اصل میں کشادگی اور فراخی کا مفہوم ادا کرتا ہے۔ کسی بھی ہوئی اور مشکل بات کی
 توضیح کو بھی شرح کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں شرح کے لفظ کا استعمال دلی مسرت اور قلبی خوشی
 کیلئے بھی ہوتا ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں۔

قَدْ يَرَادُ بِهِ تَأْيِيدُ النَّفْسِ بِقُوَّةٍ قُدْسِيَّةٍ وَأَنْوَارِ الْهِيمَةِ
 بِحَيْثُ تَكُونُ مَيِّدًا نَالِمًا أَوَّلَ الْمَعْلُومَاتِ وَمَعَاءَ لِكُلِّ
 الْمَلَكَاتِ وَعَرُشًا لِأَنْوَارِ التَّجَلِّيَّاتِ وَقَرَشًا لِسَوَائِمِ الْوَلَدَاتِ
 فَلَا يُشَوِّلُهُ شَأْنٌ عَنْ شَأْنٍ وَدَيُّوَي لَدَايُو يَكُونُ وَكَأَنَّ
 دَمًا كَانَ- (2)

”شرح صدر کا یہ مفہوم بیان جاتا ہے کہ نفس کو قوت قدسیہ اور انوار الہیہ
 سے اس طرح موید کرنا کہ وہ معلومات کے قافلوں کیلئے میدان بن

جائے، ملاقات کے سہاروں کے لئے آسمان بن جائے اور گونا گوں
تجذبات کیلئے عرش بن جائے۔ جب کسی کی یہ کیفیت ہوتی ہے تو اس کو
ایک حالت اور دوسری حالت سے مشغول نہیں کر سکتی۔ اس کے نزدیک
مستقبل، حال اور ماضی سب یکساں ہو جاتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں
وَالْأَنْسَبُ بِمَقَامِ الْأَمِينَانِ هُنَا إِرَادَةُ هَذَا الْمَعْنَى الْخَيْرِ اس مقام
پر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پر احسانات کا ذخیرہ فرما رہا ہے اس لئے یہاں شریعت
صدر کا یہی آخری معنی مناسب ہے۔“

اس تحقیق کے بعد آیت کی تشریح میں الفاظ فرماتے ہیں۔

فَالْمَعْنَى الْمَنفَعَةُ صَدْرَكَ حَقِّي حَوَى عَالَمِي الْغَيْبِ وَ
الشَّهَادَةِ وَجَمَعَ بَيْنَ مَمْلُوكِي الْإِسْتِفَادَةِ وَالْإِقَادَةِ
فَمَا صَدَّكَ الْمَلَابَسَةُ بِالْعَدْلَيْنِ الْإِحْمَائِيَّةِ عَنْ إِقْتِبَاسِ
أَنْوَارِ الْمَلَكَاتِ الرُّوحَانِيَّةِ وَمَا عَاقَبَكَ التَّعَلُّقُ بِمَصَالِحِ
الْخَلْقِ عَنِ الْإِسْتِغْرَاقِ فِي شُؤْنِ الْحَقِّ - (1)

”آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا ہم نے آپ کے سینہ کو کشادہ نہیں کر دیا کہ
غیب و اشہات کے دونوں جہاں اس میں سمائے ہیں۔ استفادہ اور فادہ کی
دونوں مملکتیں جمع ہو گئی ہیں۔ ملحق جسمانیہ کے ساتھ آپ کی وابستگی
ملاکات روحانیہ کے انوار کے حصول میں رکاوٹ نہیں۔ خلق کی بہبودی
کے ساتھ آپ کا تعلق معرفت الہی میں استغراق سے رکاوٹ
نہیں۔“

علامہ شبیر احمد عثمانی اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

اس میں علوم، معارف کے سمندر اتار دیئے۔ لوازم نبوت اور فرائض رسالت
براہ راست کرنے کو براہ سچ ہوسد دیا۔

حضور کا قلب مبارک

محبوب رب العالمین سید الانبیاء و المرسلین کے قلب مبارک کی وسعتوں اور گہرائیوں

کا اندازہ لگاتا، اس کے بارے میں لب کشائی نہ جرات کرنا انسان کے ذہن اور جان سے باہر ہے، اس لئے ہم اپنی طرف سے اس قلب منیر کے بارے میں جو بحثیں کرنا چاہتے ہیں، نہ ہم میں مقدرت ہے کہ اس کے بارے میں لب کشائی کر سکیں۔ بہت اہمیت کی وجہ سے اس قلب عظیم کے بارے میں جو مروجی ہے اسے قارئین خدمت میں پیش کرتے ہیں اور اس کے صرف سادہ ترجمہ پر اکتفا کریں گے۔ کیونکہ ان علامات طیبات کی تشہیر و توثیق ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔

ابو نعیم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے جس کا متن درج ذیل ہے۔

عَنْ يُونُسَ بْنِ مَيْسَرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَانِي مَلَكٌ بِطَسْتٍ مِثْنِ
ذَهَبٍ فَشَقَّ بَطْنِي فَاسْتَخْرِجَ حَشْوَةً جَوْفِي فَغَسَّهَا ثُمَّ
ذَرَّ عَلَيْهَا ذُرُورًا ثُمَّ قَالَ قَلْبُكَ قَلْبٌ وَكَيْعٌ نَبِيٌّ مَا وَقَعَ
فِيهِ عَيْنُكَ بِصِيْرَتَانِ وَأَذُنَاكَ تَسْمَعَانِ وَأَنْتَ مُحَمَّدٌ
رَسُولُ اللَّهِ الْمُقْفَى الْخَاشِعُ قَلْبُكَ سَلِيمٌ لَسَانُكَ صَادِقٌ
وَنَفْسُكَ مُطْمَئِنَّةٌ وَخَلْقُكَ قَيِّمٌ وَأَنْتَ قَتْمٌ۔

”یونس بن میسرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ روز میرے پاس ایک فرشتہ آیا جس کے پاس سونے کا ایک طشت تھا۔ اس نے میرے پیٹ کو چاک کیا۔ اور میرے پیٹ میں جو چیزیں زائد تھیں ان کو نکال پھرنے کو اتھویا پھر اس پر کوئی چیز چھڑی پھر فرمایا یہ رسول اللہ آپ کا دل ایسا ہے جو بات اس میں نہ جاتی ہے حضور ﷺ اس کو سمجھتے ہیں اور یاد بھی رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ کی آنکھیں ہیں جو خوب دیکھتی ہیں۔ حضور ﷺ کے کان ہیں جو خوب سنتے ہیں آپ کا سر مبارک محمد ہے۔ آپ اللہ کے رسول ہیں ساری دنیا آپ کی پیروی کرے گی۔ میدان حشر میں سب لوگ آپ کے پیچھے ہوں گے۔ آپ کا دل قلب سیم ہے۔ آپ کی زبان سچی ہے۔ حضور ﷺ کا نفس مطمئن ہے۔ حضور ﷺ کا خلق منبھوط ہے۔ آپ تمہاری تمام حقائق

حمید کے جامع ہیں۔"

دوسری حدیث جسے وارمی اور ابن عساکر نے ابن غنم سے روایت کیا ہے اس کا متن درج ذیل ہے۔

قَالَ نَزَلَ جِبْرِئِيلُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَقَّ بَطْنَهُ ثُمَّ قَالَ جِبْرِئِيلُ قَلْبٌ وَكَلِمَةٌ فَيَا أَذْنَانِ سَمِعَتَانِ - وَعَيْنَانِ بَصِيرَتَانِ وَأَنْتَ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ الْمُقَفَّى الْحَاشِ خَلَقَكَ قِيَمٌ وَلِسَانُكَ صَادِقٌ وَنَفْسُكَ مُطْمَئِنَّةٌ -

”جبریل امین سرکارِ دو عالم ﷺ پر نازل ہوئے۔ حضور ﷺ کے شہم مبارک کو شق کیا اور پھر عرض کی یا رسول اللہ حضور ﷺ کا قلب مبارک، جو چیز اس میں ڈال جاتی ہے وہ اس کو سمجھتا بھی ہے اور یاد بھی رکھتا ہے۔ اس قلب کے دو کان ہیں جو خوب سننے والے ہیں۔ دو آنکھیں ہیں جو خوب دیکھنے والی ہیں۔ آپ کا نام محمد ﷺ ہے۔ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ کی پیروی کی جائے گی۔ ساری مخلوق قیامت کے روز آپ کے پیچھے ہوگی۔ حضور ﷺ کا خلق قیم ہے۔ یعنی مستقیم ہے۔ حضور ﷺ کی زبان سچی ہے۔ حضور ﷺ کا نفس مطمئن ہے۔“

ریٹ میں ہے۔

تیسری حدیث میں ہے۔

أَخْبَرَنَا مُسْلِمٌ عَنْ أَبِي رَافِعٍ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيتُ وَأَنَا فِي أَهْلِي فَأَنْظَرْتُ
بِي إِلَى دُمُومَ فَتَرَى صَدْرِي ثُمَّ غُسِلَ بِمَاءٍ دُمُومَ ثُمَّ أُتِيتُ
بَطَسْتِ مِنْ ذَهَبٍ مُتَبَلِّغٍ إِيْمَانًا وَحِكْمَةً فَحُتِي بِهَا
صَدْرِي - قَالَ أَنَسٌ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى وَسَلَّمَ
يُورِثُنَا أَثَرَهُ فَمَجَرَّبِي الْمَلِكُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا -

”اہم مسلم نے انس بن مالک سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں جب اپنے گھر میں تھا میرے پاس ایک فرشتہ آیا

مجھے لے کر وہ چاہ زمزم تک گیا پھر اس نے میرا سینہ شق کیا پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا پھر ایک سونے کا طشت لایا گیا جو ایران و حکمت سے بھرا ہوا تھا۔ پس وہ طشت میرے سینے میں اٹھیل دیا گیا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ شق صدر کے نشان دکھاتے تھے جو سینہ شق کرنے اور پھر اس کو سینے سے باقی رہ گئے تھے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں اس کے بعد مجھے فرشتہ آسمان کی طرف لے چلا۔“

امام بیہقی کہتے ہیں کہ شق صدر ایک مرتبہ نہیں ہوا بلکہ کئی بار ہوا۔ سب سے پہلے جب حضور ﷺ حضرت حلیمہ کے پاس ایام رضاعت میں تھے۔ دوسری مرتبہ بعثت سے پہلے۔ تیسری مرتبہ واقعہ معراج سے پہلے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ جب اپنی حیات طیبہ کے کسی اہم مرحلہ میں قدم رکھتے تھے تو اس وقت یہ واقعہ پیش آتا تھا اور اس کا مدعا یہ تھا کہ حضور ﷺ زندگی کے نئے مرحلہ میں جن ذمہ داریوں کو سنبھالنے والے ہیں ان کی ادائیگی پوری قوت و ہمت سے کر سکیں۔ بعثت سے پہلے اس شق صدر کی حکمت محتاج بیان نہیں، مسند نبوت پر فائز ہونے کے بعد قرآن کریم کا نزول اور اس کے اوامر و نواہی پر صدق دل سے عمل، یہ کوئی معمولی مرحلہ نہ تھا، یہ تو سراں بہا امانت کو اٹھانے کا وقت تھا جس کو اٹھانے سے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں نے معذرت کی تھی۔ اس بارگراں کو اٹھانے کیلئے جس یقین اور حکمت بالغہ کی ضرورت تھی اس کے لئے حضور ﷺ کے سینہ مبارک کو شق کر کے اس میں ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا زیریں طشت اٹھیل دیا گیا۔ پھر معراج شریف سے پہلے بھی اس عمل کو دہرایا گیا کیونکہ یہ وہ سفر تھا جس میں اللہ تعالیٰ کی شان جلالت والوہیت، اس کے علم محیط اور اس کی حکمت بالغہ کی آیات بینات کو دکھایا جانے والا تھا۔ اس کے لئے بھی ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب کو ایسے انوار اور ایسی قوتوں سے معمور کر دیا جائے تاکہ اللہ کا محبوب ان کا صحیح انداز میں مشاہدہ کر سکے، اس سے اپنے قلب منیر کو روشن کرے اور اس کی تجلیات سے اس ظلمت کدہ عالم کو بھی روشن کر دے۔ (1)

ان روایات سے آپ کو اس قلب منور کی عظمتوں اور عزموتوں کا کچھ نہ کچھ اندازہ ہو گیا

ہوگا۔ اس کا ایک غائب کی مظہر جس کا مشاہدہ کوئی کر سکتا تھا وہ ہے جو حضرات امومنین حضرت عائشہ صدیقہ کی حدیث پاب میں بیان کیا ہے۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی ہے۔ آپ فرماتی ہیں۔

أَخْبَرَنَا الشَّيْخَانِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا قَبْلَ أَنْ تُؤْتِيَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ
عَيْنِي تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي۔

”میں نے ایک روز عرض کی یا رسول اللہ! حضور ﷺ ترپڑھنے سے

پہلے سو جاتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا۔ عائشہ میری دونوں

آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔“

اور حضرت انس سے جو حدیث مروی ہے وہ بھی اس حدیث کی تائید کرتی ہے۔

حضرت امام بخاری اور مسلم حضرت انس سے روایت کرتے ہیں۔

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَنْبِيَاءُ
تَنَامُ أَعْيُنُهُمْ وَلَا يَنَامُ قُلُوبُهُمْ۔

”انبیاء کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کے دل بیدار ہوتے ہیں۔“

محبوب رب العالمین ﷺ کے قلب منیر کے بارے میں علامہ زینی اصدان نے اپنی

سیرت نبویہ میں جو لکھا ہے اس کا خلاصہ قارئین کے پیش خدمت ہے، فرماتے ہیں۔

یہ حقیقت پایہ ثبوت کو پہنچی چکی ہے کہ جس مرتبہ کمال پر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب

کریم کو فائز فرمایا ہے کسی اور کیسے یہ منزلت رفیعہ ثابت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے راز ور

اخلاص کا مقام دل کو بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس بندے کے دل کو چن لیتا

ہے اس کو اپنے راز کا امین بنالیتا ہے اور سب سے پہلے جس مبارک دل کو اللہ تعالیٰ نے اپنے

راز کا امین بنایا وہ قلب مبارک سید اختر رحمتہ علو امین محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔ کیونکہ حضور

ﷺ خلق میں سب سے پہلے ہیں اور خبیور میں سب انبیاء سے آخر میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی

حکمت نے جس و قواسم کے اخلاق کو دلوں میں مخفی رازوں کی خدمت و رشتائی بنایا ہے

پس جس کے دل میں راز خداوندی متحقق ہو گیا اس کے خالق میں بڑی وقعتیں پیدا ہو جاتی

ہیں اور اس کی شہادت کا یہی ایک نوع و جنس کے ساتھ مخصوص نہیں رہتا بلکہ اللہ

تعالیٰ کی ساری مخلوق، اس کا تعلق نباتات سے ہو، جمادات سے ہو یا حیوانات سے ہو، سب پر یکساں رہتا ہے۔ وہ نوع انسانی میں ہر فرد کے ساتھ ایسے خلاق سے پیش آتا ہے جس سے اس کا بگاڑ دور ہوتا ہے اور اس میں خوبیوں نمودار ہوتی ہیں۔ ورنہ اسی شفقت کے پیش نظر کبھی اس کو سختی سے بھی پیش آتا ہے۔ بعض اوقات اس کی خیر خواہی کیلئے اس پر حد بھی نافذ کی جاتی ہے۔ اس طرح ہر نرمی اور ہر سختی ہر پیر اور ہر شدت میں اس کی بہتری ملحوظ ہوتی ہے۔

طبرانی نے اہل عقیدہ الخوانی سے ایک حدیث مرفوعہ نقل کی ہے۔

إِنَّ لِلَّهِ أَمِيَّةً مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ وَأَمِيَّةً رَيْكَةً قُلُوبُ عِبَادِهِ
الصَّالِحِينَ وَأَحِبُّهَا إِلَيْهِ أَلْيَنُهَا وَأَرْقُهَا۔

(1)

”ساکنین زمین میں سے بعض ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے برتن ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے برتن اس کے نیک بندوں کے قلوب ہوتے ہیں اور ان میں سے بھی اللہ کو پیرا وہ ہوتا ہے جو اس کی مخلوق کیلئے نرم اور رقیق ہوتا ہے۔“

سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء شرف معراج سے مشرف ہونے سے پہلے جب کفار و مشرکین کو شرک میں مستغرق دیکھتے اور انہیں قرآن کریم پر طعن و تشنیع کے تیر چلاتے ہوئے پاتے اور حضور ﷺ کے ساتھ تمسخر اڑا کرتے تو حضور ﷺ کو بڑا دکھ ہوتا تھا اور طبیعت میں کھنکھن پیدا ہو جاتی تھی۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے س آیت میں فرمایا۔

لَقَدْ نَعَلْنَا أَنفَکَ یٰصَبِّحُ صَدْرُکَ بِمَا یَقُولُونَ

(2)

”اور ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کا دل تنگ ہوتا ہے ان باتوں سے جو وہ کیا کرتے ہیں۔“

لیکن جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عرش بریں پر بلایا اور اپنی قدرت، ہمدانی اور حکمت بالغہ کی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں پھر مقدم قاب قوسین پر فائز کر کے اپنے دیدار سے مشرف فرمایا تو وہ سینہ کی تنگی ہمیشہ کیلئے کافور ہو گئی۔ جتن بھی کوئی ستایا کوئی تمسخر ڈالا،

جہین نبوت پر کبھی ملال کے آثار نمودار نہ ہوتے۔

حضور کی پشت مبارک

امام احمد، مقررش کعبی سے روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے جبرائیل سے عمرہ کی نیت کی۔ میں نے حضور ﷺ کی پشت مبارک کو دیکھا۔ یوں معلوم ہوتی تھی جیسے چاندی کی ڈھلی ہوئی ہو۔

ابن عساکر نے عظیم بن عرفطہ سے روایت کیا ہے کہ میں مکہ مکرمہ آیا۔ لوگ قحط میں مبتلا تھے۔ سارے قریش حضرت ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہو کر فریاد کناں ہوئے۔ اے ابوطالب! وادیاں خشک ہو گئی ہیں۔ جانوروں کیلئے سبز گھاس کا تنکا بھی نہیں۔ گھروں میں اہل خانہ سخت بھوک میں مبتلا ہیں۔ چلئے اور اللہ کی جناب میں بارش کیلئے دعا فرمائیے۔

حضرت ابوطالب روانہ ہوئے۔ ان کی معیت میں ایک نوجوان تھا جس کی صورت بڑی من موہنی تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ بادل کو پھاڑ کر ابھی سورج نمودار ہوئے۔ ان کے ارد گرد اور بھی چھوٹے بچے تھے۔ حضرت ابوطالب نے آپ کی پشت کو کعبہ سے لگایا اور اس نوجوان نے انگلی کا اشارہ آسمان کی طرف کیا۔ اس وقت آسمان پر بادل کا چھوٹا ٹکڑا بھی نہ تھا۔ اسی وقت آسمان کے گوشہ سے بادل نمودار ہونے لگا بادل ادھر ادھر سے اکٹھے ہوئے۔ سارا مطلع ابر آلود ہو گیا اور پھر بارش برستا شروع ہو گئی تو ہر طرف پانی ہی پانی نظر آ رہا تھا۔ وادیاں بہنے لگیں اور زمین سرسبز ہو گئی۔ اسی منظر کو بیان کرتے ہوئے حضرت ابوطالب کی زبان سے نکلا۔

وَابْيَضُ يَتَسَوَّى الْعَامُرُ بِوَجْهِهِ شَمَالُ الْيَمَنِ عَصَمَ لَلْأَمَلِ

”یہ سفید رنگ والا اس کے من موہنے چہرے کے طفیل بادلوں کا سوال

کیا جاتا ہے۔ قیموں کا نگہبان اور یواؤں کی عصمت کا محافظ ہے۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک یہودی رہائش پذیر تھا۔ جب وہ رات آئی جس رات میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو وہ اس محفل میں گیا جہاں قریش اکٹھے تھے۔ اس نے کہا اے گروہ قریش! کیا آج کی رات تمہارے پاس کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا بخدا ہمیں علم نہیں۔ اس یہودی نے کہا تعجب کی

بات ہے۔ تفتیش کرو اور میری بات کو یاد رکھو آج کی رات ایک نئی پیدا ہوا ہے اس کے کندھوں کے درمیان بالوں کا چمکا ہے۔ پس لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے۔ اپنے بل خانہ سے پوچھا قریش کے کسی گھر میں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ عبد اللہ بن عبد المطلب کے ہاں ایک فرزند پیدا ہوا ہے جس کا نام محمد رکھا گیا ہے۔ لوگ اس یہودی کے گھر گئے اسے بتایا کہ ہمارے گھر اند میں ایک بچہ تولد ہوا ہے۔ اس نے کہا مجھے ساتھ لے چلو میں خود دیکھوں۔ اسے لے کر حضرت آمنہ کے گھر گئے اور انہیں عرض کی جو بچہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے وہ دکھائیے۔ آپ کپڑے میں پیٹ کر اس چاند سے بچے کو باہر لائیں، اس یہودی نے پیٹھ کو دیکھا، مہر نبوت دیکھی، فرط غم سے غش کھا کر گر پڑا۔ جب اسے ہوش آیا تو انہوں نے پوچھا تمہیں کیا ہو گیا؟ کہنے لگا صد حیف بنی اسرائیل کے گھر نے سے نبوت رخصت ہو گئی۔ اے گروہ قریش بخدا اس مودود مسعود کی سلطوت کا ذکا مشرق و مغرب میں بچے گا۔ اس وقت اس محل میں قریش کے سردار رؤسا موجود تھے جن میں ہشام بن مغیرہ ولید بن مغیرہ عتبہ بن ربیعہ جیسے دشمنان اسلام تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی ان لوگوں کے شر سے خود حفاظت فرمائی۔

امام زہری حضرت عباس سے روایت کرتے ہیں جب حضور ﷺ کی عمر چھ برس کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو اپنی کنیز ام ایمن کے ہمراہ مدینہ منورہ لے آئیں اور حضرت عبد المطلب کے مہول کے پاس، جو بنی عدی بن نجار کی اولاد میں سے تھے وہاں سکر ٹھہریں۔ آپ ایک ماہ وہاں رہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے جب مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے تو جس گھر میں آپ کی والدہ محترمہ آپ کو لے کر رہی تھیں اس کو دیکھ کر فرمایا جب میری والدہ مجھے یہاں لے کر آئی تھیں تو ہم اس گھر میں رہے تھے اور میں بنی عدی کے کنوئیں میں تیرنے کی مشق کیا کرتا تھا اور یہودیوں کے کئی اشخاص جو کتب ساوی خصوصاً تورات کے بہت ماہر تھے مجھے آکر دیکھا کرتے تھے۔

ام ایمن آپ کی والدہ محترمہ کی کنیز تھی، اس کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے بڑے یہودی کو یہ کہتے ہوئے سنا اس امت کا نبی (حضور ﷺ کی طرف اشارہ کر کے) یہ ہے اور یہی شہر مدینہ طیبہ اس کا دارالجزا ہو گا۔ حضور نے مزید فرمایا پھر کچھ دن وہاں رہ کر میری والدہ مجھے واپس لے کر مکہ کیسے روانہ ہوئیں۔ ابو نعیم کی ایک روایت ہے حضور ﷺ نے

فرمایا میں طیبہ کے قیام کے دوران ایک یہودی نے مجھے بہت غور سے دیکھا اور تاز تاز ہا۔ ایک دن اس نے مجھ سے پوچھا بچے تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے کہا احمد۔ اس پر اس نے میری پشت دیکھی اور دیکھ کر کہا یہ اس امت کا نبی ہے۔ پھر اس نے اپنے بھائیوں کو یہ بات بتائی۔ انہوں نے میری ماں سے آکر کہا۔ میری والدہ اس بات سے ڈر کر کہ مہار کوئی یہودی یا کوئی حاسد میرے بیٹے کو گزند نہ پہنچائے وہاں سے مکہ کو روانہ ہوئیں۔ حکمت الہی، جب ابواء پہنچیں تو وہاں ان کا انتقال ہو گیا اور وہیں دفن ہوئیں۔ اس وقت میری والدہ ماجدہ کی عمر بیس سال کے لگ بھگ تھی۔

حضور کے قدم مبارک

سرور عالم ﷺ جب سنگ خراپر قدم مبارک رکھتے تھے تو حضور ﷺ کے قدم مبارک کے نشان اس میں لگ جاتے۔ امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے نبی کریم ﷺ جب کہیں قدم رکھتے تو پورا قدم رکھتے۔ میں نے حضور ﷺ سے زیادہ تیز رفتار کوئی نہیں دیکھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ زمین سامنے سے لپٹتی جا رہی ہے۔ حضور ﷺ بڑی بے پرواہی سے چلتے اور ہم حضور ﷺ کا ساتھ دینے کیلئے اتنے تیز چلتے کہ ہمارا سانس پھول جاتا۔

ابن سعد، خطیب اور ابن عساکر نے عمرو بن سعید سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ایک روز اپنے چچا حضرت ابو طالب کے ساتھ ذی اہجاز گئے۔ یہ جگہ عرفہ سے ایک فرسخ کی مسافت پر ہے۔ زمانہ جاہلیت میں یہاں ایک میلہ لگا کرتا تھا۔ آپ کے چچا حضرت ابو طالب کو پیاس لگی۔ آپ نے حضور ﷺ کو بتایا کہ مجھے شدید پیاس لگی ہے۔ حضور ﷺ نے اپنی ایزی زمین پر ماری۔ بعض نے کہا ایک چٹان پر ماری، کچھ پڑھا اچانک پانی کا فوارہ بہ نکلا۔ حضرت ابو طالب فرماتے ہیں میں نے ایسا میٹھا ٹھنڈا پانی کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نے خوب سیر ہو کر پیلا۔ جب سیر ہو گیا تو حضور ﷺ نے پھر ایزی ماری اور وہ پانی غائب ہو گیا۔ امام مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو یاد فرمایا۔ وہ حاضر ہوا۔ اس نے شکایت کی یہ رسول اللہ میری اونٹنی نے مجھے تھکا دیا ہے، یہ بہت سست رفتار ہے۔ حضور ﷺ نے اسے اپنے قدم مبارک سے ٹھوکر لگائی۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں حضور ﷺ کے قدم مبارک کی ٹھوکر سے وہ ایسی برق رفتار ہو گئی

کہ کسی اور اونٹنی کو اپنے سے آگے بڑھنے نہیں دیتی تھی۔

حضور کا جسم مبارک

ابو یعلیٰ، ابن ابی حاتم اور ابو نعیم اسماء بنت ابی بکر سے روایت کرتے ہیں جب یہ سورت تَبَّتْ يَدَا آيِيْ لَهَيْبِ نازل ہوئی تو حرب کی بیٹی عوراء جو ابو لہب کی بیوی تھی شور مچاتی آئی۔ ایک پتھر کاؤنڈا اس کے ہاتھ میں تھا۔ نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ حضور ﷺ کے پاس صدیق اکبر تھے۔ جب صدیق اکبر نے اس کو دیکھا، عرض کی یا رسول اللہ یہ آ رہی ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ حضور ﷺ کو کچھ گزند نہ پہنچے۔ انہوں نے فرمایا وہ مجھے نہیں دیکھ سکتی۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے قرآن کریم کی چند آیات پڑھیں۔ وہ آگئی اور صدیق اکبر کے سر کے قریب کھڑی ہوئی لیکن اس نے رسول کریم کو نہ دیکھا۔ حضرت صدیق کو کہنے لگی کہ تمہارے صاحب نے میری جگو کی ہے۔ آپ نے جواب دیا اس گھسے رب کی قسم میرا صاحب شاعر نہیں ہے۔ اور نہ اسے علم ہے کہ شعر کیا ہوتا ہے اور مذمت کرنا شاعروں کا کام ہے۔ سرکارِ دو عالم نے بو بکر سے کہا اس سے پوچھو مجھے دیکھ رہی ہے۔ صدیق اکبر نے اسے کہا میرے ساتھ کوئی اور آدمی تجھے نظر آ رہا ہے؟ اس نے کہا مجھ سے مذاق کرتے ہو بخدا مجھے تو تمہارے ساتھ اور کوئی آدمی نظر نہیں آ رہا۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ مجھے کیونکر دیکھ سکتی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کے اور میرے درمیان پردہ ڈال دیا تھا۔

امام ترمذی ذکوان سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں نظر نہیں آتا تھا۔

ابن سبع نے اپنی کتاب خصائص میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ حضور ﷺ دھوپ اور چاند کی روشنی میں چلا کرتے تھے لیکن کبھی کسی نے حضور ﷺ کا سایہ نہیں دیکھا۔ اس کی وجہ بتا دی کہ اس کا نوراً حضور ﷺ سر اپا نور تھے اور نور کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا۔

قاضی عیاض شفاء شریف میں فرماتے ہیں حضور ﷺ کے جسم اطہر پر کبھی مکھی نہیں بیٹھا کرتی تھی۔

طبرانی نے اوسط میں سہنی زوجہ ابی رافع سے روایت کیا ہے کہ سلمیٰ نے کہا میں نے

سرور عالم ﷺ کے غسل کا پانی ایک مرتبہ پیاسہ ور عالم ﷺ نے فرمایا **حَرَّمَ اللَّهُ بَدَنَكَ عَلَى النَّارِ** اللہ تعالیٰ نے تیرے بدن پر آگ کو حرام کر دیا ہے۔

حضور کا خون مبارک

نبیہی نے ابی امامہ سے روایت کیا ہے کہ جب جنگ احد میں کسی بد بخت کے پتھر مارنے سے حضور ﷺ کے دندان مبارک ٹوٹ گئے تو آپ کے اطراف لب سے جو خون بہا، ابو سعید خدری کے والد مالک بن سنان نے اسے چوس لیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا جس کے خون میں میرا خون مل جائے گا اسے نار جہنم نہیں چھوئے گی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ کے زخم کو مالک بن سنان نے اس قدر چوسا کہ وہ جگہ سفید ہو گئی۔ وہ جب چوستے حضور ﷺ فرماتے اسے باہر تھوک دے وہ عرض کرتے بخدا میں آپ کے خون پاک کو زمین پر نہیں پھینکوں گا۔ وہ ٹکٹا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو چاہے کہ دنیا میں کسی جنتی کو دیکھے وہ اس شخص کو دیکھے۔ (1)

براز، طبرانی، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت عبد اللہ بن زبیر سے روایت کیا ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے پھپھے لگوائے۔ جب فارغ ہوئے تو مجھے اپنا خون عطا فرمایا۔ ارشاد فرمایا **إِذْ هَبْ يَا عَبْدَ اللَّهِ وَعَتْبَهُ** اے عبد اللہ اسے لے جاؤ اور اس کو چھپا دو۔ دوسری روایت میں ہے اے عبد اللہ اس خون کو لے جاؤ اور چھپاؤ تاکہ کوئی نہ دیکھ سکے۔ میں بے گیا اور سے پی گیا۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس خون کا تم نے کیا کیا؟ میں نے عرض کی میں نے اسے پوشیدہ کر دیا۔ ایک حدیث میں ہے **جَعَلْتُهُ فِي أَحْفَى مَكَانٍ ظَنَنْتُ أَنَّهُ خَائِي مِنَ النَّاسِ** میں نے ایک ایسے پوشیدہ مکان میں اسے رکھ دیا ہے جو سب لوگوں سے مخفی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا شاید تو نے اسے پی لیا ہے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ اسے پی لیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا؟ عرض کی میں یہ جانتا ہوں کہ حضور ﷺ کے خون کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی اس لئے میں نے اسے پی لیا ہے کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ مجھے آتش جہنم سے بچائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **لَا تَمَسُّكَ النَّارُ** تجھے وہ زخ کی آگ نہیں چھوئے گی اور

اس کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرا۔

جس روز آپ نے حضور ﷺ کا خون نوش کیا اس دن سے سے کریم شہادت تک آپ کے منہ سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔

شعبی کہتے ہیں حضرت ابن زبیر سے پوچھا گیا کہ یہ تو فرمائیں اس خون کا اذائقہ کیا تھا آپ نے فرمایا

أَمَّا اللَّطْعُ فَقَطْعُ الْعَسَلِ وَأَمَّا الرَّائِحَةُ فَزَائِمَةُ الْمِسْكِ (1)
 "خون کا اذائقہ شہد کی طرح تھا خوشبو مشک کی طرح تھی۔"

حضور جب قضائے حاجت کیلئے بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ
 جب فارغ ہو کر باہر تشریف لاتے تو یوں فرماتے۔

عَفَرَ اللَّهُ الْاِحْمَدُ لِلَّهِ الَّذِي اَذْهَبَ عَنِّي الْاَذَى وَعَافَانِي
 مِنهُ۔

حضور ﷺ نے فرمایا تم میں سے جو شخص قضائے حاجت کیسے جائے نہ قبلہ کی طرف منہ کرے اور نہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرے۔ حضور ﷺ کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا کرتے تھے۔ ایک روایت میں جو یہ آیا ہے حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ کے گھٹنے کے پچھل طرف کوئی تکلیف تھی جس کی وجہ سے حضور ﷺ بیٹھ نہیں سکتے تھے۔

حضور کا پسینہ مبارک

حضور ﷺ کے پسینے مبارک کی مہک عطر کی طرح ہوا کرتی تھی۔ اس کے بارے میں کئی روایات کا آپ مطالعہ کر آئے ہیں۔

دارمی، بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ کی ایسی خصوصیات تھیں حضور ﷺ جب کسی راستے پر چلتے تو اس میں مہک بس جاتی، حضور ﷺ کو ڈھونڈنے والا باسانی معلوم کر سکتا تھا کہ حضور ﷺ اس راستے سے گزرے ہیں۔

بزاز نے معاذ بن جبل سے روایت کیا ہے کہ میں ایک دفعہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا میرے نزدیک ہو جا۔ جب نزدیک ہوا تو میں نے ایسی خوشبو سونگھی کہ مشک غیر بھی اس کے سامنے بچ تھی۔

ابن عساکر نے حضرت انس سے روایت کیا ہے آپ فرماتے ہیں مجھے اپنی والدہ ام سلیم سے جو گنچ شایگان ورثہ میں ملا وہ یہ تھا۔ اللہ کے پیارے رسول کی چادر مبارک، حضور ﷺ کا ایک پیالہ جس میں حضور ﷺ دودھ نوش فرمایا کرتے، خیمہ کا ایک کھمبہ اور ایک ایسی چیز جس کو وہ "راک" (ایک سیاہ چیز) کو رحمتِ عالم ﷺ کے پسینہ مبارک میں گوندھ کر تیار کرتی تھی۔ سرورِ عالم ﷺ ام سلیم کے گھر میں اکثر تشریف فرما ہوتے اور حضور ﷺ پر وحی نازل ہوتی۔ اس وقت حضور ﷺ کو اتنا پسینہ آتا تھا جس طرح بخار کے بیمار کو۔ اس لئے آپ کو اتنا پسینہ دستیاب ہو جاتا جس میں اس راک کو گوندھا جاسکتا تھا اور اس پسینہ سے جو خوشبو جاتی تھیں وہ دہلیزوں کے کام آیا کرتی۔

حضور کا لعاب و ہن مبارک

اس کے بارے میں آپ احادیث کثیرہ پڑھ چکے ہیں جن سے سرکارِ دو عالم ﷺ کے لعاب و ہن کی گونا گوں برکتوں کا آپ کو علم ہو گیا ہو گا۔

حضور کے گیسوئے مبارک

قد وہ کہتے ہیں میں نے حضرت انس سے حضور ﷺ کے گیسوؤں کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے بتایا کہ حضور ﷺ کے بال زیادہ گھٹکھریالے نہ تھے، بالکل سیدھے بھی نہ تھے بلکہ درمیان درمیان تھے۔

علامہ زحشری کہتے ہیں اکثر عربوں کے بال گھٹکھریالے ہوتے ہیں۔ عجمیوں کے بال سیدھے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب میں تمام شائل کو یکجا کر دیا تھا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے سر مبارک کے بال کندھوں تک لمبے ہوتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ کانوں کے نصف تک۔

حضرت ام ابو منین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں انا فرقت رسول

اللہ سبحانہ و تعالیٰ (1) میں حضور ﷺ کے بالوں میں کٹھنی کرتی تھی اور رمیان میں مٹک نکالتی تھی۔ آدھے موئے مبارک ایک طرف اور آدھے ایک طرف۔ جہت سے بعد حضور ﷺ سر مبارک کے بال منڈواتے نہیں تھے۔ صرف تین بار حضور ﷺ نے اپنے بال منڈوائے۔ ایک عام حدیبیہ میں، پھر قضائے عمرہ کے وقت اس سے بعد حجت اودان۔ موقع پر۔

اور اکثر حضور ﷺ اپنے موئے مبارک کو منڈوا کر صحابہ کرام میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ صحابہ کرام ان موہائے مبارک کو اپنا گراں بہا سرمایہ سمجھتے تھے اور بڑے ادب و احترام کے ساتھ ان کو سنبھال کر اپنے پاس رکھتے تھے۔

ریش مبارک کے بال

حضور ﷺ کی ریش مبارک کے بال سیاہ تھے اور بڑے خوبصورت تھے۔

امام مسلم نے حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے کہ ابن سیرین نے حضرت انس سے پوچھا کیا سرکارِ دو عالم ﷺ خضاب استعمال فرماتے تھے؟ آپ نے جواب دیا حضور ﷺ کو خضاب لگانے کی ضرورت نہیں تھی۔ حضور ﷺ کی ریش مبارک میں صرف مفتی کے چند بال سفید تھے اور اگر کوئی مجھے کہے کہ میں حضور ﷺ کے سفید بال گن دوں تو باسانی اسے بتا سکتا ہوں۔ آپ کی داڑھی اور سر مبارک میں کل سفید بالوں کی تعداد ستہ دیا اٹھارہ یا بیس تھی۔ (2)

امام مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ میں نے اپنے قاصدِ اسلام کو دیکھا کہ حجام موہائے مبارک مونڈ رہا تھا اور صحابہ کرام اپنے قاقا کے ارد گرد دائرہ بنا کر کھڑے تھے اور ان کا یہ ارادہ تھا کہ حضور ﷺ کا کوئی بال زمین پر نہ گرنے پائے۔ ہر شخص تین اور برکت حاصل کرنے کیلئے حضور ﷺ کے موئے مبارک کو اپنی ہتھیلی پر لیتا تھا۔

محمد بن سیرین کہتے ہیں میں نے عبیدہ السلمانی کو بتایا کہ ہمارے ہاں سرورِ عالم ﷺ کے موہائے مبارک میں سے چند بال ہیں جو ہمیں حضرت انس کے واسطے سے ملے ہیں۔ اس پر

انہوں نے کہا کہ اگر میرے پاس نبی رحمت ﷺ کا ایک موئے مبارک ہو تو مجھے دنیا و ما فیہا سے زیادہ پیارا ہے۔ (1)

حضور کے چہرہ مبارک کی رنگت مبارک

وہ صحابہ کرام جو حضور سرور عالم ﷺ کا حلیہ بیان کرنے میں بڑی شہرت رکھتے تھے ان میں سے جمہور صحابہ حضور ﷺ کے چہرہ کی ایض سے توصیف کرتے اور بعض میں ہے کہ انص سفیدی لیکن ایسی سفیدی جس میں ملاحت ہوتی۔

حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں حضور ﷺ کی رنگت اَبْيَضٌ مُشْتَرِفٌ بِمَحْمَرَةٍ سفید تھی جس میں سرخی کی ملاحت تھی یعنی سرخ و سفید۔

ابو ہریرہ فرماتے تھے رنگت ایض تھی، یوں معلوم ہوتا کہ حضور ﷺ کو چاندی سے ڈھلا گیا اور چاندی سے اس لئے تشبیہ دی ہے کہ چاندی کی سفیدی دوسری سفیدیوں سے اعلیٰ ہوتی ہے۔

حضرت انس فرماتے ہیں اَزْهَى اللَّوْنِ اس میں ایسی سفیدی تھی جس میں سرخی کی ملاحت ہوتی، ایسی سفید نہیں تھی جو آنکھوں کو ناگوار گزرے۔

آدابِ معاشرت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ

أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

لِمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ

اللَّهَ

كَثِيرًا ۝



بیشک تمھاری راہنمائی کیلئے اللہ کے رسول
(کی زندگی) میں خوبصورت نمونہ ہے، یہ نمونہ
اُسکے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ملنے اور قیامت
کے آنے کی اُمید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ
تعالیٰ کو یاد کرتا ہے (سُورَةُ الْأَعْرَابِ ۲۰)

آداب معاشرت

خداوند قدوس نے اپنی جملہ مخلوق کی ہدایت و راہبری کیلئے اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جن کمالات و صفات حمیدہ سے متصف کر کے مبعوث فرمایا تھا، ان کے ذکر کے بعد ہم رسالتاب ﷺ کے ان ارشادات کے مطابقت سے اپنے قارئین کو محفوظ کرنے کی بتوفیقہ تعالیٰ سعادت حاصل کرتے ہیں جن کے مطابق اگر ہمدی معاشرہ منظم کر لیا جائے تو یہ معاشرہ حسد و عناد، بغض و کینہ، بداندیشی و بدکاری، حق تلفی و اذیت رسانی، جور و ستم وغیرہ ان تمام قباحتوں سے پاک و صاف ہو جائے گا۔ اس معاشرہ کا ہر فرد محبت و اخوت، امانت و دیانت، خلوص و ایثار اور خیر اندیشی، خیر خواہی کے روح پرور اور ایمان افروز جذبات زکیہ سے معطر ہو جائے گا اور ایک ایسا انسانی معاشرہ وجود میں آجائے گا جس پر فردوس بریں کے کیمین بھی رشک کرنے لگیں گے۔

سیرت نبوی کے چند راہنما اصول

اذن طلب کرنا، سلام کرنا و مصافحہ کرنا، گلے لگانا، بوسہ دینا

اذن طلب کرنا اور سلام کرنا

حجۃ الوداع کے موقع پر فرزند ان اسلام کے ٹھٹھیں مارتے ہوئے ہجوم کے سامنے میدان عرفات میں جو تاریخ ساز خطبہ رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس میں حقوق انسانی کے تقدس کا جو نظریہ بیان کیا گیا، حقوق انسانی کے عمبرداروں کے دساتیر میں اس کی نظیر بھی نہیں مل سکتی نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

كُلُّ الْمَوْلَى عَلَى الْمَوْلَى حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعَرْضُهُ۔

ہر مومن کی جان، مال اور اس کی آبرو ہر مسلمان پر حرام ہے، اس کے تقدس کا خیال رکھنا ہر مسلمان کا فرض اولین ہے۔

عزت و ناموس کے تقدس کی حفاظت کیلئے سب سے پہلے محبوب رب العالمین نے عملی طور پر اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ تم دوسروں کے گھروں میں بغیر اجازت لئے داخل نہ ہو۔

امام احمد۔ ابو داؤد۔ امام بخاری۔ حضرت عبداللہ بن بسر سے روایت کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں دروازوں کے سامنے پردے لگانے کا رواج نہ تھا اس لئے رحمت عالم جب کسی گھر میں قدم رنج فرمانے کا ارادہ فرماتے تو دروازہ کے سامنے نہ آتے بلکہ اس کے دائیں یا بائیں جانب سے دیوار کے ساتھ آگے بڑھتے اور نزدیک ہو کر اہل خانہ کو سلام فرماتے اگر صاحب خانہ اندر آنے کی اجازت دیتے تو اندر تشریف لاتے ورنہ واپس تشریف لے جاتے۔

اذن طلب کرنے کا صحیح طریقہ

بنی عامر قبیلہ کا ایک شخص آیا۔ باہر کھڑا ہو کر یوں اذن طلب کرنے لگا اَلَيْجُ يَا مَعْ دَاخِلٌ ہُوَ دَاخِلٌ۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ جاؤ اور اسے اذن طلب کرنے کا صحیح طریقہ بتاؤ۔ اسے کہو کہ جب تم اذن طلب کرو تو کہو اَلتَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَدْخُلْ تم پر سلامتی ہو کیا میں داخل ہو سکتا ہوں۔ اس آدمی نے حضور ﷺ کا یہ جمد سن لیا تو عرض کی اَلتَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَدْخُلْ۔ چنانچہ اللہ کے پیارے رسول نے اس کو اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک روز اپنے باپ کے قرضے کے بارے میں گزارش کرنے کیلئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دروازے پر دستک دی۔ آواز آئی کون ہے؟ میں نے کہا ”میں ہوں“ حضور ﷺ کو میرا یہ جواب پسند نہ آیا۔ خود باہر تشریف لائے اور مجھے بتایا کہ جب پوچھا جائے کون ہے تو میں نہ کہو بلکہ اپنا نام بتاؤ۔ (1)

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں۔ ایک بدو حضور ﷺ کے کاشانہ اقدس پر آیا اور کواڑ کے تختوں کے درمیان جو سوراخ ہوتا ہے اس میں سے جھانک کر دروازہ کھولنے کا مطالبہ کیا۔

اس عربی انسانیت نے ایک تیر لیا اور اس اعرابی کی طرف تشریف لے آئے جس نے

یہ حرکت کی تھی تاکہ اس سے اس اعرابی کی آنکھ پھوڑ دیں۔ لیکن وہ پہلے ہی وہاں سے فرار ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تو یہاں کھڑا رہتا تو میں تیری آنکھ پھوڑ دیتا۔ حضور کریم ﷺ نے اس حقیقت سے بھی پردہ اٹھایا کہ اصل پردہ دیکھنے کا ہوتا ہے پہلے ہی دیکھ لیا جائے تو پھر اجازت طلب کرنے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

سلام دینے کی فضیلت

چادر اور چار دیواری کے تقدس کو برقرار رکھنے کیلئے ارشادات خداوندی میں یوں مسلمانوں کو تلقین کی گئی ہے۔
ارشاد خداوندی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا
وَتَسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا

(1)

”اے ایمان والو! نہ داخل ہوا کرو دوسروں کے گھروں میں اپنے گھروں کے علاوہ جب تک تم اجازت نہ لے لو اور سلام نہ کرو ان گھروں میں رہنے والوں پر۔“

اسی سورت کی دوسری آیت میں ارشاد الہی ہے۔

فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ
مُبَارَكَةً طَيِّبَةً۔

(2)

”جب تم داخل ہو گھروں میں تو سلامتی کی دعا دو اینوں کو۔ وہ دعا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے، جو بڑی بابرکت اور پاکیزہ ہے۔“

درج ذیل آیت میں، اگر کوئی شخص سلام دے تو اس کے سلام کا جواب دینے کا طریقہ بتایا گیا ہے ارشاد ربانی ہے۔

وَإِذَا حُيِّنَ لَكُمْ تَحِيَّةٌ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا۔

(3)

”اور جب سلام دیا جائے تمہیں کسی لفظ دعا سے تو سلام دو تم سے لفظ

سے جو بہت ہو اس سے یا کم از کم دہر او دو ہی لفظ۔“

سرکارِ دو عالم ﷺ نے ایک دوسرے کو سلام دینے کی فضیلت اس طرح بیان فرمائی ہے۔
حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک آدمی نے
حضور ﷺ سے عرض کیا سلام کی کون سی چیز سب سے بہتر ہے۔ حضور ﷺ
نے فرمایا یہ کہ تم کھانا کھاؤ مسکینوں کو اور سلام کرو ہر شخص کو خواہ تم اس کو
جانتے ہو یا نہیں۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت ابی عمارہ اسیراء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ نے ہمیں سات کام کرنے کا حکم دیا ہے۔

- (1) مریض کی بیمار پر سی کرنا۔ (2) جنزوں کے ساتھ جانا۔ (3) جھینکنے والے کو
پر حنک اللہ سے دعا دینا (4) کمزور کی مدد کرنا۔ (5) مظلوم سے تعاون کرنا۔
(6) سلام کو پھیلانا یعنی ہر شخص کو سلام دینا۔ (7) قسم کھانے والے کی قسم کو پورا
کرنا۔ (بخاری۔ مسلم)

رحمتِ دو عالم ﷺ نے باہمی جذباتِ محبت کو نکھارنے کیلئے ایک نسخہ یمیا ارشاد فرمایا۔

آپ بھی سنئے اور اس پر عمل کر کے اس کی برکتوں سے مالا مال ہو جائیے۔

حضرت ابو جریور رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور پر نور ﷺ
نے فرمایا تم جنت میں داخل نہیں ہو گے جب تک تم ایمان نہ لاؤ اور تم مومن
نہیں ہو سکتے جب تک تم ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔ کیا میں تم کو ایک ایسی
چیز نہ بتاؤں جس پر تم عمل کرو تو ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو؟ فرمایا اپنے
درمیان سلام کو پھیلایا کرو یعنی یہ کہ ہر کسی کو السلام علیکم کہا کرو۔ (مسلم)

ایک دوسرے کو سلام کہنے کی برکات کا اس حدیث شریف میں مشاہدہ فرمائیے۔

حضرت ابو یوسف عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے حضور
کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا

اے وگو اسلام کو عام کرو۔ مسکینوں کو کھانا کھاؤ، صلہ رحمی اختیار کرو اور
نماز پڑھو جبکہ لوگ سو رہے ہوں، تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو
جاؤ گے۔

حضرت طفیل بن ابی بن کعب سے مروی ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پاس جاتے تو وہ ان کو ساتھ لے کر بازار کی طرف چل پڑتے۔ راوی کہتے ہیں جب ہم چل پڑتے تو حضرت عبداللہ جس روئی فروش دکاندار یا مسکین کے پاس سے گزرتے اس کو سلام کہتے۔ طفیل کہتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت عبداللہ کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے ساتھ بازار چلنے کو کہا میں نے عرض کی بازار جا کر کیا کریں گے۔ وہاں آپ نے تو خریداری کرنے کے لئے رکھتے ہیں نہ سامان کے متعلق پوچھتے ہیں نہ بھاؤ کرتے ہیں ورنہ بازار کی مجلس میں بیٹھتے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ یہیں ہمارے پاس تشریف رکھیں ہم باتیں کریں گے۔ فرمایا اے بڑے پیٹ والے (طفیل کا پیٹ ذرا بڑا تھا) ہم صرف سلام کی غرض سے بازار جاتے ہیں۔ ہم جسے ملتے ہیں اس کو سلام کہتے ہیں۔ مالک نے موطا میں اس کو صحیح اسناد سے روایت کیا ہے۔

سلام دینے کے آداب

رحمت عالم ﷺ جب کسی کو سلام فرماتے تو تین مرتبہ سلام ملے کہتے تاکہ جس کو سلام کہا جا رہا ہے وہ سن بھی لے اور سمجھ بھی جائے۔ سرور عالم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب کسمن بچوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں بھی اپنے سلام سے مشرف فرماتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بچوں کے پاس سے گزرے تو انہیں سلام کیا فرمایا کہ میرے آقا ﷺ بھی بچوں کو اپنے سلام سے نوازا کرتے تھے۔ امام ابو داؤد حضرت انس سے ہی روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔

اَنَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى غُلَمَانٍ يَلْعَبُوْنَ
فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ۔

(1)

”رحمت عالم ﷺ بچوں کے پاس سے گزرے جو کھیل رہے تھے تو انہیں سرور کائنات نے السلام علیکم کہہ کر سلامتی کی دعا دی۔“

ابو داؤد، احمد، ابن ماجہ حضرت اسماء بنت یزید سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے کہا کہ میں دوسری خواتین کے ساتھ بیٹھی تھی، سرور عالم ﷺ ہمارے پاس سے گزرے تو ہم

سب کو سلام فرمایا۔

امام ترمذی اور بخاری، الادب المفرد میں، لکھتے ہیں کہ حضرت اسماء نے فرمایا کہ حضور ﷺ ہمارے پاس سے گزرے ہم بہت سی خواتین مسجد میں بیٹھی تھیں۔ اور حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے ہمیں سلام فرمایا۔

امام بخاری، الادب المفرد میں، حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا ایک روز میں اپنی ہم عمر بچیوں کے ساتھ بیٹھی تھی، رحمت عالم ﷺ ہمارے پاس سے گزرے اور ہمیں سلام سے نوازا۔

جب کسی کی طرف سے بارگاہ رسالت میں سلام عرض کیا جاتا تو حضور اس کے جواب میں فرماتے عَسْتُ وَعَسَّ السَّلَامُ تجھ پر بھی اور سلام بھیجنے والے پر بھی سلام ہو۔ حضرت امام ابو داؤد غالب کتان سے نقل کرتے ہیں کہ بنی نمیر کا ایک شخص اپنے باپ سے اور وہ اس کے دادا سے روایت کرتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کی۔

إِنَّا أَنَا يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُولَ اللَّهِ میرا باپ حضور ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے۔ اس کے جواب میں رحمت عالم ﷺ نے فرمایا عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آبَيْكَ السَّلَامُ (1) تجھ پر اور تیرے باپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتیاں ہوں

اگر کوئی یہودی سلام دے تو اس کو کیسے جواب دینا چاہئے

امام بخاری اور مسلم، حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا۔

یہود کا ایک گروہ بارگاہ رسالت میں آیا اور کہا اَلْسَلَامُ عَلَيْكَ (اَلْسَلَامُ: اَلْمَوْتُ) حضور ﷺ نے فرمایا عِیْکُمْ۔ تم پر بھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے جب یہودیوں کی بات سنی تو آپ نے غصہ سے بے قابو ہو کر فرمایا اَلْسَلَامُ عَنْبِکُمْ نَعْبُکُمْ وَغَضِبَ عَنْکُمْ تم پر موت آئے۔ اللہ تم پر پھٹکار بھیجے اور اس کا غضب تم پر نازل ہو۔ اللہ تعالیٰ کے رسول کریم نے ام المومنین کو فرمایا۔

يَا عَائِشَةُ عَلَيْكَ بِالرِّفْقِ وَآيَاكَ الْفَحْشَ

”اے عائشہ تمہیں نرمی کا برتاؤ کرنا چاہئے اور فحش کلامی سے دور رہنا چاہئے۔“

آپ نے عرض کی یا رسول اللہ انہوں نے جو کوس کیا ہے حضور ﷺ نے نہیں سنا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عائشہ جو جواب میں نے دیا ہے وہ تو نے نہیں سنا۔ میں نے وہی چیز ان کی طرف لوٹا دی ہے۔ میں نے ان کے بارے میں جو کہا ہے وہ بارگاہی میں قبول ہو گا اور انہوں نے میرے بارے میں جو کہا وہ مسترد کر دیا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مشرکین میں سے کسی شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں عریضہ لکھی اور اس میں حضور ﷺ کی خدمت میں سلام پیش کیا۔ رحمت عام ﷺ نے جب اس کو خط کا جواب دیا تو حضور ﷺ نے بھی اس کو اس کے سلام کا جواب سلام سے دیا۔

باتحہ کے اشارہ سے سلام کرنا

امام بخاری نے طب منفرد میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک روز نبی کریم ﷺ کا مزار ایک مسجد میں سے ہوا۔ خواتین کا ایک گروہ وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے اپنے، انہیں باتحہ سے انہیں سلام فرمایا۔ (1)

کسی فاسق کے سلام کا جواب نہ دینا

حضرت سعید بن مسدد فرماتے ہیں کہ جب غزوہ تبوک میں شریک نہ ہونے کی غلطی ہم سے سرزد ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے سب مسلمانوں کو ہمارے ساتھ گفتگو کرنے سے منع کر دیا۔ میں بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا، سلام عرض کرتا اور وہاں میں یہ کہتا کہ دیکھو حضور ﷺ کے لہجے مبارک نے حرکت کی ہے یا نہیں۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ قبول کر کے اپنے حبیب کو اس امر سے آگاہ نہ فرمایا۔

امام ابو داؤد اور ترمذی حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا ایک شخص جس نے اس طرح پتہ پتہ اپنے تھے اس نے حضور ﷺ کی خدمت میں سلام

عرض کیا۔ حضور ﷺ نے اس کو جواب نہیں دیا۔

حضرت عمار بن یاسر فرماتے ہیں کہ میں رات کے وقت اپنے گھر آیا میرے ہاتھ پھٹے ہوئے تھے۔ میرے گھر والوں نے میرے ہاتھوں پر زعفران کا لپ کر دیا۔ صبح میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔ نبی کریم نے نہ میرے سلام کا جواب دیا اور نہ مجھے مر حبا کہا۔ البتہ یہ فرمایا کہ اس لپ کو دھو دو۔ میں چلا آیا اس لپ کو دھو دیا پھر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔ اب حضور ﷺ نے مجھے سلام کا جواب بھی دیا اور مر حبا بھی فرمایا نیز یہ ارشاد کیا کہ فرشتے کافر کے جنازے پر حاضر نہیں ہوتے اور نہ زعفران سے لپ کرنے والے اور نہ جھٹی کے جنازے پر حاضر ہوتے ہیں۔

حضرت امام بخاری الادب المفرد میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ایک دفعہ ایک شخص بحرین سے واپس آیا اور بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا۔ اس نے سلام عرض کیا لیکن حضور ﷺ نے اس کے سلام کا جواب نہ دیا۔ اس نے سونے کی انگوٹھی پہنی تھی اور ریشمی جبہ اوڑھا ہوا تھا۔ حضور ﷺ کے سلام کا جواب نہ دینے سے وہ از حد مغموم ہوا۔ اپنے گھر لوٹ آیا اور اپنی زوجہ سے اس کی شکایت کی۔ اس نیک بخت نے اسے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس تیرے ریشمی جبہ اور تیری سونے کی انگوٹھی کو دیکھا ہے اس لئے سلام کا جواب نہیں فرمایا۔ پہلے ان دونوں کو اتار دو پھر حاضر ہو کر سلام عرض کرو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ حضور ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا فرمایا ابھی ابھی تم میرے پاس آئے تھے اور میں تمہاری طرف ملتفت نہیں ہوا تھا کیونکہ اس وقت تمہارے ہاتھ میں ایک چنگاری تھی۔

کسی کی طرف سے کسی کو سلام پہنچانا

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس جبریل امین آئے اور آکر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ خدیجہ ہیں جو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہیں۔ ان کے پاس ایک برتن ہے جس میں روٹی اور سالن ہے اور پینے کیے مشروب ہے۔ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔

فَاقْرَأْ عَلَيْهَا مِنْ لَدُنْهَا السَّلَامَ وَبِعِزِّيْ

”تو حضور ﷺ انہیں ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام پہنچائیں۔“

وَبَشِّرْ هَآءِ بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَّاصِحْبٍ فِيهَا وَلَا نَصَبٍ
اور انہیں جنت میں ایک محل کی خوشخبری دیں جو موتیوں سے بنا ہوا ہے
جس میں نہ شور ہو گا اور نہ تھکاوٹ ہو گی۔

ایک روز جبریل امین بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ حضرت خدیجہ کو سلام فرماتے ہیں جس پر سرکار دو عالم نے اپنی رفیقہ حیات کو اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچایا تو ازراہ ادب آپ نے عرض کی۔

إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ هُوَ السَّلَامُ وَعَلَىٰ جِبْرِئِيلَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ۔
(1)

”اللہ تعالیٰ تو خود سلام ہے اور حضرت جبریل علیہ اسلام پر اللہ کا سلام، اس کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔“

جب کوئی شخص آئے اور سلام نہ کرے

فتح مکہ کے روز صفوان بن امیہ نے کلدہ بن ضبل کو نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں روانہ کیا اور ان کے ذریعہ دودھ اور کچھ تازہ سبزیاں بھجوائیں۔ حضور ﷺ اس وقت وادی کی اونچی جگہ پر تشریف فرما تھے۔ کلدہ کہتے ہیں کہ میں حاضر ہوا تو نہ سلام عرض کیا اور نہ اجازت طلب کی۔ حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ یہاں سے چلے جاؤ پھر وٹو اور پہلے یہ عرض کرو السَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَدْخُلْ ”اللہ تعالیٰ کی حضور ﷺ پر سلامتیاں ہوں کیا مجھے داخل ہونے کی اجازت ہے۔“ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب صفوان مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ اسلامی معاشرہ میں ان چیزوں کی جو اہمیت ہے اس کو اجاگر کرنے کیلئے حضور ﷺ نے پہلے اس کو اس محفل سے نکل جانے کا حکم دیا اور واپسی کے وقت پھر سلام عرض کرنے اور اجازت طلب کرنے کی تلقین فرمائی۔

امام بخاری الادب المفرد میں روایت کرتے ہیں کہ ابی موسیٰ اور بن مسعود اور بوسعید الخدری رضی اللہ عنہم نے روایت کی کہ انہیں ایک روز حضور ﷺ کی ہمراہی میں حضرت

سعد بن عبادہ کی ملاقات کیلئے جانے کا اتفاق ہوا۔ جب وہاں پہنچے تو حضور ﷺ نے سلام فرمایا لیکن کوئی جواب نہ آیا۔ دوسری مرتبہ پھر تیسری مرتبہ سلام فرمایا اور کوئی جواب نہ آیا تو سرکار نے فرمایا قَضَيْتُمْ مَا عَلَيْكُمْ جَوْعِيں ہم پر لازم تھی وہ ہم نے ادا کر دی۔ پھر حضور ﷺ واپس مڑے۔ حضرت سعد نے اس وقت اجازت دی اور عرض کی یا رسول اللہ اس ذات کی قسم جس نے حضور ﷺ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر مبعوث فرمایا ہے جتنی بار بھی حضور ﷺ نے سلام فرمایا میں نے سنا اور اس کا آہستہ سے جواب دیا لیکن میں نے بظاہر یہ خاموشی اس سے اختیار کی کہ حضور ﷺ مجھے بار بار سلام فرمائیں اور حضور ﷺ کے پیہم سلاموں سے مجھے اور میرے اہل بیت کو ہر قسم نصیب ہوں۔

حضرت سعد کا یہ جہد غور طلب ہے جو ان کے جذبہ محبت و عقیدت کی غمازی کر رہا ہے۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ - وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ نَبِيًّا - مَا سَأَلْتُ مِنْ
مَرَّةٍ إِلَّا وَأَنَا أَسْمَعُ وَأَدُّ عَلَيْكَ وَلَكِنْ أَحْبَبْتُ أَنْ تُكْثِرَ
مِنْ سَلَامٍ عَلَيَّ دَعَا أَهْلَ بَيْتِي -

جہاں ایک آدمی جاگ رہا ہو اور دوسرا اس کے پاس ہی سو رہا ہو تو

اسے سلام کہنے کا کیا طریقہ ہے

امام بخاری اب منفرد میں حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بھی رات کے وقت تشریف فرما ہوتے تو اس طرح سلام فرماتے کہ جو جاگ رہا ہے وہ سن لے اور جو سو رہا ہے اس کی آنکھ نہ کھلے۔ (۱)
سلام کے علاوہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو باجم مصافحہ کرنے، معافہ کرنے اور بوسہ دینے کی بھی ترغیب فرمائی۔

مصافحہ، معافہ اور تقبیل کے آداب

امام احمد، ابی اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ میری ملاقات براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ انہوں نے مجھے سلام فرمایا، میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مسکرا دیئے۔ پھر پوچھا تم جانتے ہو کہ میں نے ایسا کیا کیا۔ ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے کہا مجھے اس کی وجہ کا علم تو

نہیں لیکن جو آپ نے کیا ہے اس میں بہتری ہے۔ براء نے کہا کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ملاقات کی اور اس طرح کیا جس طرح میں نے آپ کے ساتھ کیا ہے۔ پھر مجھ سے پوچھا میں نے وہی جواب عرض کیا جو آپ نے کہا ہے حضور ﷺ نے فرمایا۔

مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَسَلَّمَ أَحَدُهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ وَ
يَأْخُذُ بِيَدِهِ لَا يَأْخُذُ بِيَدِهِ إِلَّا لَاقَهُ اللَّهُ فَلَا يَفْترِقَانِ حَتَّى
يَغْفَرَ لَهُمَا۔

(1)

”جب بھی دو مسلمان آپس میں ملاقات کرتے ہیں اور ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو سلام کہتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے وہ بخشش کی رضا کیسے اس کا ہاتھ پکڑتا ہے تو ان کے جدا ہونے سے پہلے ان کے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔“

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب اپنے صحابہ میں سے کسی کے ساتھ ملاقات کرتے تو اس پر ہاتھ پھیمتے اور اس کے لئے دعا فرماتے۔

حضرت امام احمد، بنی عزو کے ایک شخص کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابوذر سے کہا میں آپ سے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث نے بارے میں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت ابوذر نے فرمایا وہ حدیث امر ربوت سے نہ ہوں تو میں تمہیں بتا دوں گا۔ میں نے عرض کی کہ وہ امر ربوت سے نہیں ہے میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا جب تم لوگ حضور ﷺ سے ملاقات کرتے تو حضور ﷺ تم سے مصافحہ کرتے؟ حضرت ابوذر نے فرمایا جب کبھی بھی ملاقات کا شرف نصیب ہوا حضور ﷺ نے میرے ساتھ مصافحہ فرمایا۔ ایک روز میرے آقا نے میری طرف ایک آدمی بھیجا میں گھرنے لگا جب آیا تو اہل خانہ نے مجھے اطلاع دی کہ اللہ کے پیارے رسول نے یہاں فرمایا ہے۔ میں فوراً خدمت اقدس میں حاضر ہو گیا۔ حضور ﷺ اس وقت چوپانی پر استراحت فرما تھے حضور ﷺ نے مجھے گلے لگایا۔

گویا مصافحہ کرنے سے گلے کا مزیا و پسندیدہ ہے۔

دست بوسی اور قدم بوسی

ابن ماجہ، صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہودیوں کا ایک گروہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا انہوں نے رحمت عالم ﷺ کے دست مبارک کو بھی بوسہ دیا اور حضور ﷺ کے قدمین شریفین کو بھی چوما۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بوسہ دیا۔

امام مسلم اور بخاری ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ سے زیادہ میں نے کوئی نہیں دیکھا جو گفتگو کرنے میں حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو۔ آپ جب حاضر خدمت ہوتیں تو حضور نبی کریم ﷺ ان کے استقبال کیلئے کھڑے ہوتے، انہیں مہربانیاں دیتے اور سیدہ کو اپنے پاس بٹھاتے۔ اور جب رحمت عالم ﷺ اپنی صاحبزادی کے گھر قدم رنجہ فرماتے تھے تو حضرت سیدہ استقبال کیلئے کھڑی ہوتیں، حضور ﷺ کے دست مبارک کو پکڑتیں، مہربانیاں اور بوسے دیتیں۔ پھر حضور ﷺ کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔ حضرت سیدہ جب حضور ﷺ کی آخری بیماری کے وقت زیارت کیسے حاضر ہوئیں تو شفیق و کریم باپ نے اپنی خست جگر کو خوش آمدید بھی کہا اور ان کے بوسے لئے۔

امام بخاری الاذہب المفرد میں وازع بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ فَاَخَذْنَا مِيْنَ يَدِهِ وَرَجَلَيْهِ نَقِيْلًا مِّمَّا (۱) ہم نے پہلے حضور ﷺ کے دونوں مبارک ہاتھوں کو پکڑا اور انہیں بوسے دیئے پھر حضور ﷺ کے قدمین شریفین کو چومتے رہے۔

نبی مکرم ﷺ کی نشست و برخاست کی ادائیں

مجلس میں جہاں بھی جگہ خالی ملتی حضور ﷺ وہاں تشریف فرما ہو جاتے حضور سرور عالم جب کسی مجمع میں تشریف لے جاتے تو جہاں جگہ مل جاتی وہاں بیٹھ جاتے اور اپنے صحابہ کو بھی یہی حکم دیا کرتے۔

قر فضاء: بیٹھنے کی ایک خاص ہیئت ہے جس میں انسان اپنے پاؤں پر بیٹھتا ہے اور رانوں کو پنڈلیوں سے ملا دیتا ہے۔ حضرت عمرؓ کی صاحبزادی فرماتی ہیں **لَا يَتَّصِلُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَاعًا وَلَا الْقَرْفَصَاءَ (1)** میں نے حضور ﷺ کو اپنے پاؤں پر بیٹھے دیکھا۔

ترتیب: چار زانو بیٹھنا۔ حضرت حنظلہ بن خزیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ چار زانو ہو کر بیٹھے ہیں۔

حضرت جابر بن صرہ سے مروی ہے کہ صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد حضور ﷺ چار زانو ہو کر بیٹھے رہتے یہاں تک کہ سورج طلوع ہوتا۔

احتباء: انسان اپنے گھٹنوں کو کھڑا کر کے انہیں اپنے دونوں ہاتھوں سے گھیر لے۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کعبہ شریف کے صحن میں دیکھا کہ حضور ﷺ احتباء کی صورت میں تشریف فرما تھے۔

نگاہ کو آسمان کی طرف بلند کرنا

حضور سرور عالم ﷺ جب کافی دیر تک اپنے صحابہ سے محو گفتگو رہتے تو کبھی کبھی اپنی نگاہوں کو آسمان کی طرف بلند کرتے۔

حضور کا تکیہ لگانے کا انداز

صفوان بن عسال ایک روز اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول کی خدمت میں حاضر ہوئے ، دیکھا حضور ﷺ سرخ رنگ کے تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔

حضرت جابر بن صرہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ نے بائیں جانب تکیہ رکھا ہے اور اس پر ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔ بسا اوقات حضور ﷺ کنوئیں کے منڈیر پر تشریف فرما ہوتے اور اپنے قدم مبارک کو کنوئیں میں لٹکا دیتے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز حضور ﷺ قضاء حاجت کیلئے چار دیواری میں تشریف لے گئے۔ میں پیچھے پیچھے چلتا آیا۔ جب سرکار اس چار

دیواری میں داخل ہوئے تو میں دروازہ پر بیٹھ گیا اور دل میں کہا کہ آج میں رسول اللہ ﷺ کا دربان بنوں گا۔ حضور ﷺ قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھ گئے۔ اپنی پندھیوں سے چادر اوپر اٹھائی اور انہیں کنوئیں میں لٹکا دیا۔

حضرت امام طبرانی اوسط میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز سرور عالم ﷺ اعواف، میں ٹھہرے۔ حضرت بلال حضور ﷺ کے ہمراہ تھے۔ حضور ﷺ نے اپنے دونوں قدم مبارک کنوئیں میں لٹکا دیئے۔ اسی اثناء میں حضرت ابو بکر حاضر ہوئے اور اندر جانے کا اذن طلب کیا۔ حضرت بلال نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی۔ فرمایا یَا بِلَالُ اِنَّكَ لَكَبَشِيرَةٌ بِالْجَنَّةِ اے بلال! انہیں اندر آنے کی اجازت دو اور جنت کی خوشخبری بھی سناؤ۔ حضرت صدیق اندر آئے اور حضور ﷺ کی دائیں طرف منڈیر پر بیٹھ گئے۔ اور جس طرح حضور ﷺ نے اپنے پاؤں کنوئیں میں لٹکائے تھے آپ نے بھی اپنے پاؤں لٹکا دیئے۔ کچھ دیر کے بعد حضرت عمر حاضر ہوئے۔ بلال نے بارگاہ نبوت میں ان کی آمد کی اطلاع دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا یَا بِلَالُ اِنَّكَ لَكَبَشِيرَةٌ بِالْجَنَّةِ اے بلال! انہیں اندر آنے کی اجازت دو نیز انہیں جنت کی خوشخبری سناؤ۔ آپ داخل ہوئے اور سرور عالم کے بائیں جانب منڈیر پر بیٹھ گئے اور اپنے پاؤں کنوئیں میں لٹکا دیئے۔ پھر کچھ دیر بعد حضرت عثمان حاضر ہوئے۔ حضرت بلال نے ان کی آمد کی اطلاع دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اِنَّكَ لَكَبَشِيرَةٌ بِالْجَنَّةِ عَلٰی بَلْوٰی تُصِيبُہَا کہ انہیں اندر آنے کی اجازت دو۔ انہیں جنت کی خوشخبری سناؤ اور اس مصیبت کی بھی جو انہیں پہنچے گی۔ حضرت عثمان داخل ہوئے اور حضور ﷺ کے ساتھ بیٹھ گئے اور پاؤں کنوئیں میں لٹکا دیئے۔ (1)

حضور ﷺ کی صحابہ کے ساتھ نشست کا انداز

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ جب اپنے صحابہ کے درمیان تشریف فرما ہوتے تو اپنے گھٹنوں کو اپنے ہم نشینوں سے آگے نہ کرتے۔ جو شخص حضور ﷺ کے دست مبارک کو تھام لیتا جب تک وہ خود اپنا ہاتھ واپس نہ کرتا حضور ﷺ اس کے ہاتھ کو نہ چھوڑتے۔ اور جو شخص بھی بارگاہ رسالت میں حاضری کا شرف

حاصل کرتا جب تک وہ خود اٹھ کر چلا نہ جاتا، حضور ﷺ کھڑے نہ ہوتے۔

حضور ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ جب کہیں تشریف فرما ہوتے تو خود درمیان میں بیٹھتے، صحابہ کرام حلقہ باندھے چاروں طرف بیٹھ کرتے۔ سرور عالم ﷺ جب خطاب فرماتے تو کبھی ایک طرف کے لوگوں پر توجہ فرماتے کبھی دوسری طرف کے لوگوں پر اور کبھی تیسری طرف کے لوگوں پر توجہ فرماتے۔

حضرت ابوہریرہ اور ابوذر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ اپنے صحابہ کے درمیان میں بیٹھتے۔ تا وقت اعرابی آتے تو وہ یہ نہ سمجھ سکتے کہ حضور ﷺ کہاں تشریف فرما ہیں۔ انہیں لوگوں سے پوچھنا پڑتا۔ ہم نے بارگاہ رسالت میں عرض کی حضور ﷺ اجازت دیں تو ہم اونچا سا تھڑا بنائیں تاکہ اعرابی حضور ﷺ کو بتا سکیں پہچان سکیں۔ چنانچہ ہم نے ایک تھڑا بنایا حضور ﷺ اس پر تشریف فرما ہوتے اور ہم ایک دوسرے سے پیچھے صفیں بنا کر بیٹھ جاتے۔

حضرت امام احمد، عباد بن حمیم سے وہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول کو دیکھا کہ حضور ﷺ مسجد میں لینے میں اور ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھا ہوا ہے۔ (۱)

مجلس کے اختتام پر دعا

امام ترمذی اور حاکم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ جب مجلس برخواست کرتے تو اپنے صحابہ کیلئے ان پاکیزہ کلمات سے دعا مانگتے۔ آپ بھی ان کلمات کو غور سے پڑھیں اور ان کا مفہوم دس میں پوست کریں اور یہ دعا مانگنا بہ معمول بنالیں۔

اللَّهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا يَحُولُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيكَ
وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُلْقِنَا بِهِمْ جَنَّتِكَ وَمِنْ الْيَقِينِ مَا يَهْوُونَ
عَلَيْنَا مُصِيبَاتِ الدُّنْيَا وَمَتِّعْنَا بِأَسْوَاعِنَا وَأَبْصَارِنَا وَقُوتِنَا
مَا أَحْيَيْتَنَا وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا وَاجْعَلْ ثَارَنَا عَلَى مَنْ

ظَلَمْنَا وَانْصَرْنَا عَلَى مَنْ عَادَانَا - وَلَا تَجْعَلْ مُصِيبَتَنَا
فِي دِينِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرُ هِمَّتَنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا
وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا

(1)

”اے اللہ! ہمیں وہ اپنا خوف عطا فرما جو ہمارے درمیان اور تیری
نافرمانیوں کے درمیان رکاوٹ بن جائے اور ہمیں اس اطاعت کی
توفیق عطا فرما جس کی وجہ سے تو ہمیں اپنی جنت میں پہنچا دے۔
ہمیں ایسی قوت یقین ارزانی فرما جو دنیوی مصیبتوں کو ہمارے لئے
آسان فرما دے۔

جب تک تو ہمیں زندہ رکھے ہماری قوت سماعت، ہماری بینائی اور ہماری
بدنی طاقت سے ہمیں متمتع فرما۔

اور اس کو ہمارا وارث بنا۔

اور جو ہم پر ظلم کرے اس سے ہمارا انتقام تولے۔

تو ہمیں مدد دے ان لوگوں کے خلاف جو ہم سے عداوت کرتے ہیں۔
ہماری مصیبت کو ہمارے دین میں نہ بنا۔

اور دنیا کو ہماری سب سے بڑی مصیبت نہ بنا اور یہ کہ ہمارے ہم کی
رسائی صرف دنیوی امور تک نہ ہو۔

اور یا اللہ ایسے دشمن کو ہم پر مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرے۔“

ہر مسلمان کو چاہئے یہ دعا اذہر کرے جب کسی محفل کے اختتام پر اٹھے ان کلمات طیبات
سے بارگاہی میں اپنی عرض پیش کرے۔

حضور کا مجلس سے قیام

حضور ﷺ کے مجلس سے کھڑے ہونے کی دو قسمیں تھیں۔ ایک قسم اس قیام کی تھی
جس کے بعد حضور ﷺ اسی جگہ پر لوٹ آتے تھے اور دوسرا قیام ایسا تھا کہ وہ مجلس
پر خاست ہونے کا اعلان ہوتا۔

پہلے قیام کے بارے میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

ﷺ جب تشریف فرما ہوتے تھے تو ہم حضور ﷺ کے ارد گرد حلقہ باندھ کر بیٹھتے تھے۔ اگر حضور ﷺ اس قیام کے بعد اسی مجلس میں واپس ہونے کا ارادہ کرتے تو حضور اپنی عین مبارک باہر ہی رکھ آتے یا کوئی اور چیز جو حضور ﷺ کے پاس ہوتی وہ مجلس سے باہر رکھ دیتے جس سے صحابہ کرام کو حضور ﷺ کے ارادہ پر آگاہی ہو جاتی۔

ایک دفعہ حضور ﷺ کھڑے ہوئے اور اپنی نعلین مبارک باہر چھوڑیں تو میں نے یہ لوٹا لیا اس میں پانی بھرا حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے چل پڑا حضور ﷺ قضاے حاجت کے بغیر واپس لوٹے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ حضور نے قضاے حاجت نہیں کی۔ آپ نے فرمایا نہیں کی۔ یہ جلدی اس لئے کی کہ میرے پاس فرشتہ میرے رب کی طرف سے یہ پیغام لے آیا۔

مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظِلْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا۔

(1)

”اور جو شخص کرے کچھ برا کام یا ظلم کر لے اپنے آپ پر پھر مغفرت مانگے اللہ تعالیٰ سے توبہ پائے گا اللہ تعالیٰ کو بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا۔“

اس آیت سے پہلے ایک اور آیت نازل ہوئی تھی جو میرے صحابہ پر بڑی برا بھلائی تھی۔ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزِيهِمْ جُزَاءُ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ میں قضاے حاجت کئے بغیر واپس آیا ہوں تاکہ اپنے صحابہ کو یہ خوشخبری سنوں۔

میں نے عرض کی یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ سارے گناہ معاف کر دے گا خواہ اس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو؟ حضور ﷺ نے فرمایا خواہ اس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو پھر بھی اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دے گا۔ پھر میں نے عرض کی یا رسول اللہ وَلَئِنْ زَنَّا وَأَسْرَقْنَا ثُمَّ اسْتَغْفَرْنَا عَلَيْنَا لَئِنْ رَجَعْنَا لَفِي ذُنُوبٍ فَذُنُوبُنَا أَوْسَرُ إِلَىٰ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ قَبْلُ فَتُذَنِّبُ عَلَيْنَا أُولَٰئِكَ لَئِنْ رَجَعْنَا لَفِي ذُنُوبٍ فَذُنُوبُنَا أَوْسَرُ إِلَىٰ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ قَبْلُ۔ پھر ابودرداء نے تیسری بار یہی سوال دہرایا تو حضور ﷺ نے تیسری مرتبہ جواب دیا نَعْمُ عَلَىٰ رَغْمِ أَنْفِ عُوَيْبِ بْنِ جَحْشٍ۔ بیشک اللہ تعالیٰ سے معاف کر دے گا خواہ عویمیر کی تباہی کیوں نہ خاک آلود ہو۔

2۔ دوسری قسم جس قیام سے مجلس برخاست کرنا مطلوب ہو۔

ایسے قیام سے پہلے حضور ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اور پھر مجلس کو برخواست کرتے۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ -

أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

اے اللہ اتوبہ شریک اور ہر عیب سے پاک ہے اور ہم تیری حمد کرتے

ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے بغیر اور کوئی معبود نہیں۔ میں تجھ

سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری جناب میں توبہ کرتا ہوں۔“

ابو ہریرہ نے اس روایت پر یہ اضافہ کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ!

آپ نے ایک ایسا ارشاد فرمایا جو پہلے حضور ﷺ نہیں فرمایا کرتے تھے۔ کیا یہ کلمات مجلس

میں جو خطبیاں ہوتی ہیں ان کا کفارہ ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کَلِمَاتٌ عَلَيْنِيهِنَّ جِبَرَتِيلٌ

كَفَّارَاتٍ لِّخَطَايَا الْمَجْلِسِ یہ وہ کلمات ہیں جو جبرئیل نے مجھے سکھائے ہیں مجلس میں

وقتوں پذیر ہونے والی ساری خطوں کا یہ کفارہ ہے۔

ایک دوسری روایت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ

جب کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے یا نماز ادا کرتے تو کچھ کلمات زبان مبارک پر لے

تے۔ میں نے اپنے آقا سے ان کلمات کے بارے میں دریافت کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا

وہ کلمات یہ ہیں۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ

وَأَتُوبُ إِلَيْكَ -

(1)

پھر فرمایا مجلس کے اختتام پر جو شخص یہ کلمات کہے گا اس مجلس میں جتنی خطائیں اس سے

سرزد ہوئی ہیں وہ سب بخش دی جائیں گی۔

حضور کی رفتار اور اس کی انواع

اس کی ہیئت حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَسْرَعَ مَشْيَةً مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّمَا الْأَرْضُ تُطْوَى لَهُ -

(2)

"میں نے حضور ﷺ سے زیادہ تیز چلنے والے کسی کو نہیں دیکھا۔ یوں معصوم ہوتا تھا کہ زمین حضور ﷺ کے سامنے سے الٹتی جا رہی ہے۔ حضور ﷺ جب چلتے تو کسی قسم کا ضعف یا سستی ہم نظر نہیں نہ ہوتی۔ حضور ﷺ جب چلتے تو ساتھ والے دوڑتے لیکن پھر بھی حضور ﷺ کو نہ پاتا۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَشَى يَمْشِي كَأَنَّ

"جب رسول اللہ ﷺ چلتے تو اپنے عصا پر ٹپکاتے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ جب چلتے تو پوری قوت سے چلتے اس میں کوئی کسل اور سستی نہ ہوتی۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کی سرعت رفتار کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَشَى كَأَنَّمَا يَمْشِي رَمْلًا صَبِيحًا وَلَا إِذَا مَشَى كَأَنَّمَا يَمْشِي مِنْ صَخْرَةٍ - (1)

"رحمت اللہ علیہ جب چلا کرتے تو یوں معصوم ہوتا کہ بندی سے نشیب کی طرف جا رہے ہیں اور جب حضور ﷺ چلا کرتے تو قدم جما کر رکھتے جس سے پتہ چتا کہ حضور ﷺ بندی میں نہیں ہیں۔"

اسی سرعت رفتار کو حضرت ابن سعد نے یوں بیان کیا ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَشَى تَكَفَّأَ تَكَفُّوًا كَأَنَّمَا يَمْشِي مِنْ صَبِيحٍ -

"جب حضور ﷺ چلتے تو گے زور دے کر چلتے ویسا بندی سے نیچے اتر رہے ہیں۔"

ابن سعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

وَلَا إِذَا مَشَى تَقَلَّعَ كَأَنَّمَا يَمْشِي مِنْ صَبِيحٍ -

”کہ حضور جب چلتے تو زمین پر سے پاؤں زور کے ساتھ اٹھاتے (جیسے مستعد اور مضبوط لوگوں کی چال ہے) یہ نہیں کہ چھوٹے چھوٹے قدم مغروروں یا عورتوں کی طرح رکھتے۔“

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے مغرب کی نماز اللہ کے پیارے رسول کے ساتھ ادا کی۔ بعض نمازی واپس آگئے اور بعض وہیں ٹھہرے رہے۔ حضور ﷺ جدی سے تشریف لائے حتیٰ کہ سانس پھولا ہوا معصوم ہوتا تھا حضور ﷺ نے تیزی سے فرمایا۔

أَبَشِرُوا هَذَا رَبُّكُمْ قَدْ فَتَحَ بَابًا مِّنْ أَبْوَابِ السَّمَاءِ مِثْلَ بَابِ
بِكُمْ الْمَلَائِكَةُ يَقُولُ انْظُرُوا عِبَادِي قَدْ قَضَوْا قَرِيبَةً
رَّبِّهِمْ يَنْتَظِرُونَ أُخْرَى۔

”اے میرے صحابہ تمہیں خوشخبری ہو، یہ ہے تمہارا پروردگار جس نے آسمان کے دروازوں سے ایک دروازہ کھولا ہے اور تمہاری وجہ سے ملائکہ پر نحر کر رہا ہے اور فرما رہا ہے اے ملائکہ! دیکھو میرے بندوں کو انہوں نے ایک فریضہ ادا کیا ہے اور دوسرے کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔“
حضور ﷺ جب چلتے تو حضور ﷺ کی کل طور پر ایک چیز کی طرف متوجہ ہوتے۔
حضرت ہند بنت ابی بکر فرماتی ہیں۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْتَفَتَحَتِ النَّفَقَاتُ
جَمِيعًا قَدْ أَذْبَرَ أَذْبَرَ جَمِيعًا۔

(1)

”یعنی حضور ﷺ جب کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتے تو تمامہ متوجہ ہوتے اور جب کسی چیز کی طرف پیٹھ کرتے تو مکمل طور پر پیٹھ کرتے۔“

حضور ﷺ کا جوتے پہن کر، ننگے پاؤں اور لٹے پاؤں چلنا

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کبھی ننگے پاؤں چلتے اور کبھی نعلین پہن کر چلتے۔ کبھی سرور عالم ﷺ پیچھے کی طرف چلتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

میں ایک روز باہر سے آئی حضور کریم ﷺ گھر کے اندر نماز ادا فرما رہے تھے۔ دروازہ بند تھا۔ میں نے دروازہ کھولنے کی التجا کی تو حضور ﷺ آگے بڑھے اور دروازہ کھولا پھر اس لئے پاؤں اپنے مصلیٰ پر پہنچے اور بقیہ نماز مکمل کی۔

سرور عالم ﷺ بسا اوقات چلتے ہوئے اپنے کسی صحابی کا ہاتھ اپنے دست مبارک سے پکڑ لیتے

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز کسی کام کیسے گھر سے باہر نکلا۔ اچانک دیکھا کہ سرور عالم ﷺ تشریف لے جا رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ہم دونوں اکٹھے چلتے رہے۔

حضرت ابوالامامہ روایت کرتے ہیں سرور عالم ﷺ نے ایک دن میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا اے ابوالامامہ من المؤمنین من یسئ لہ نفسی بعض ایسے اہل ایمان ہیں جن کیلئے میرا دل بہت نرم ہوتا ہے۔

طبرانی، حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز سرور انبیاء باہر تشریف لے آئے اور حضور ﷺ نے ابوذر کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ اسی حالت میں حضور ﷺ نے فرمایا۔

يَا أَبَا ذَرٍّ أَعْلِمْتَ أَنَّ بَيْنَ أَيْدِيْنَا عَقَبَةٌ كَثُودٌ لَا يَصْعَدُهَا إِلَّا الْمُخَفُّونَ۔

(1)

”اے ابوذر کیا تم جانتے ہو کہ ہمارے سامنے ایک دشوار گزار گھاٹی ہے، اس پر وہی لوگ چڑھ سکیں گے جن کے کندھوں پر گناہوں کا بوجھ ہلکا ہوگا۔“

ہادی انس و جان ﷺ کے آداب خورد و نوش

براز اور طبرانی نے ثقہ راویوں کے واسطے سے عمر بن یسر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جب کھانے کی کوئی چیز بطور ہدیہ پیش کی جاتی تو پہلے وہ ہدیہ پیش کرنے والا اس سے تناول کرتا اور پھر حضور ﷺ اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے۔ اس احتیاط کی وجہ یہ ہے کہ فتح خیبر کے بعد ایک یہود نے حضور کی خدمت میں ایک

بہری کا گوشت جنوں کو پیش کیا اور اس میں اس نے زہر ملا دی تھی۔ سرور عالم ﷺ نے اس احتیاط کا اللہ تعالیٰ فرمایا تاکہ آئندہ کوئی دشمن اسلام ایسی حرکت نہ کرے۔

سرور عالم ﷺ جب کھانا کھانے کیلئے تشریف فرما ہوتے تو اس طرح نہ بیٹھتے جس سے غرور اور رعوت کا اظہار ہو بلکہ اس طرح نشست فرماتے کہ بجز تواضع کا اظہار ہو۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ رحمت عالم نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: لَا أَكُلُ مَعَكَ كُنَّا کہ میں اس حالت میں نہیں کھاتا کہ میں تم کی پر ٹیک لگاؤں بیٹھوں۔ رواہ بخاری، احمد وغیرہ۔

امام مسلم، ابو داؤد، مہد اللہ بن ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ بارگاہ رسالت میں ایک بہری پیش کرتا تھا۔ رحمت عالم ﷺ اپنے دونوں ہاتھوں پر بیٹھے اور اس گوشت کو تناول فرماتے تھے۔ ایک اعرابی نے دیکھا تو کہنے لگا: ہمدہ حنفیہ بیٹھنے کی یہ صورت کیسی ہے رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى جَعَلَنِي عَبْدًا كَرِيمًا وَلَمْ يَجْعَلَنِي جَبَلًا عَنِيدًا

"مجھے اللہ تعالیٰ نے عزت والا بندہ بنایا ہے۔ مجھے جابر اور متکبر نہیں بنایا ہے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم کی طرف جبرئیل کی معیت میں ایک خاص فرشتہ بھیجا۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا ہے کہ چاہے تو آپ ایسے نبی بنیں جو بندہ ہے اور چاہے تو بادشاہ بنیں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے جبرئیل امین کی طرف دیکھا۔ جبرئیل نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ تواضع اختیار فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

بَلْ أَكُونُ عَبْدًا زَائِلًا

"میں بادشاہ نہیں بننا چاہتا، میں ایسا نبی بننا چاہتا ہوں جو اپنے رب کا بندہ ہو۔"

اس سنہ ۱۰ کے بعد حضور ﷺ نے کبھی تمکیر لگا کر کھانا نہیں کھایا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رحمت عالم پید تمہ منہ مبارک میں اے قویٰ فرماتے: يَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ اے وسیع الشہادت مغفرت کے مالک۔

گاہے گاہے سرور عالم ﷺ کوئی قلیل چیز تکلیف لگا کر بھی تناول فرمایا کرتے تھے۔
حضرت انس سے مروی ہے کہ ایک دفعہ کسی نے کھجور پیش کی۔ حضور ﷺ تکیہ
لگائے بیٹھے تھے۔ اسی حالت میں اس کھجور کو تناول فرمایا۔

خوئے کریمی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب
گوشت پکاتے تو اہل خانہ کو حکم دیتے کہ اَکْثِرُوا الْمَلَقَ کہ شور بڑا دینا۔
وَتَعَاهَدْ جِئْرًا نَكَ (1) اپنے پڑوسیوں کی خبر گیری کرنا۔
حضرت ابو ذر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نہیں ارشاد فرمایا کہ جب شور مچانا تو
پانی زیادہ ڈالو اور اپنے پڑوسیوں سے بھی چچ بھر ارسال کرو۔

کھانے سے پہلے ہاتھ صاف کرنا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ غَسَلَ يَدَيْهِ

”سرور عالم ﷺ جب کھانا کھانے کا ارادہ فرماتے تو اپنے دونوں
مبارک ہاتھوں کو دھوتے۔“

مل کر کھانے کی ترغیب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَبَّ الطَّعَامِ إِلَيَّ
مَا كَثُرَتْ عَلَيْهِ الْأَيْدِي (2)

”میرے نزدیک پسندیدہ کھانا وہ ہے جس کے دستہ خوان پر بہت زیادہ
ہاتھ ہوں۔“

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کا بہت بڑا پیارہ
(پرات) تھا، جسے غراء کہا جاتا جسے چار آدمی ٹھاتے۔ حضور ﷺ اور صحابہ صبح جب بیدار

ہوتے تو چاشت کے وقت تک اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہتے پھر اس بڑی پر ات کو لایا جاتا سب صحابہ اس کے ارد گرد جمع ہو جاتے یہاں تک کہ سرور عالم بھی ان میں تشریف فرما ہوتے۔ ایک اعرابی نے اس سادگی اور بے تکلفی کو دیکھا تو پوچھا مَا هَذَا الْجَلَسَةِ یہ کس قسم کی نشست ہے تو اس کے جواب میں اللہ کے کریم رسول ﷺ نے فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى جَعَلَنِي عَبْدًا كَرِيمًا ذَلَعًا يَجْعَلُنِي جَبَّارًا عَنِيدًا

”کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عزت والا بندہ بنایا ہے مجھے جاہل اور مغرور نہیں

بنایا۔“

پھر معلم انسانیت ﷺ نے اپنے صحابہ کو کھانے کا طریقہ بتایا۔

كُلُوا مِنْ جَوَانِبِهَا وَدَعُوا زُرُوقَهَا يِبَارِكُ لَكُمْ فِيهَا۔

”پس اطراف سے کھانا کھاؤ اور اس کے درمیان چوٹیوں سے رہنے دو

اس میں تمہارے لئے برکت ڈالی جائے گی۔“

پھر حضور ﷺ نے کھانا شروع کرنے کا اذن دیا اور ساتھ انہیں ایک خوشخبری بھی سنائی فرمائی۔

خُذُوا وَكُلُوا فَإِنَّ الْقِيَمَ تَقْصِي سَيُومَ تَنْفَقَتَحَنَ عَلَيْكُمْ أَرْضُ

قَارِيسَ ذَرُومِ۔

”تو اب کھانا شروع کرو اس ذات پاک کی قسم جس کے دست قدرت

میں میری جان ہے تم ایران و روم کی مملکتوں کو یقیناً فتح کرو گے۔

کھانے پینے کی چیزوں کی فراوانی ہو جائے گی۔ لوگ اس وقت اللہ کا نام

لینا بھول جائیں گے۔“

حضور کا گرم کھانے کو ناپسند فرمانا اور کھانے میں پھونک نہ مارنا

ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ سخت گرم

کھانے کو ناپسند فرماتے یہاں تک کہ اس کی گرمی کی شدت کم ہو جاتی۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نہ کھانے کی چیز میں پھونک مارتے

اور نہ پینے کی چیز میں۔

چلتے ہوئے کھانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے۔ حضور ﷺ تازہ کھجوریں کھا بھی رہے تھے اور چل بھی رہے تھے اور میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کبھی کھڑے ہو کر بھی بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے اور دائیں بائیں آتے جاتے۔

بڑے برتن میں کھانا رکھ کر کھانا

امام نسائی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز سرکارِ دو عالم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنے کاشنہ اقدس کی طرف لے گئے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو ہمارے لئے ایک تھال لایا گیا جس میں روٹی کے ٹکڑے رکھے تھے۔ ہم نے پوچھا کہ کیا کوئی سالن ہے تو کہا گیا صرف سرکہ ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا نَعْمَ الْأَذْمُ الْخَلُّ بِهٖنَ سَلْنِ سرکہ ہے۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد سنا میں سرکہ سے محبت کرنے لگا۔ (۱)

حضرت عبداللہ بن بسر فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کا ایک بڑا لگن تھا جس کو الفراء کہا جاتا تھا اسے چار آدمی اٹھایا کرتے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ہجرت کی رات حضرت صدیق اکبر کے گھر میں حضور ﷺ کیسے کھانا تیار کیا، ایک برتن میں کھانا رکھا اور ایک میں پینے کا پانی۔ لیکن میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے ان دونوں کو باندھ سکوں۔ میں نے حضرت صدیق کی خدمت میں عرض کی بخدا میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس کے ساتھ اسے باندھ سکوں سوائے کربند کے۔ آپ نے فرمایا اس کو پھاڑ کر دو حصے بناؤ۔ ایک کے ساتھ پانی کے مشکیزے کو باندھو اور دوسرے کے ساتھ توشہ دان باندھو۔ میں نے اس حکم کی تعمیل کی اسی وجہ سے مجھے ذات النطاقین کے لقب سے مقرب کیا گیا۔ جس برتن میں کھانا ہو حضور ﷺ اس کو ڈھانپنے کی تلقین فرماتے۔

ابو حمید، بارگاہ رسالت میں ایک برتن لے آئے جس میں ایک مشروب تھا۔ سرور عالم ﷺ نے جب اسے دیکھا تو فرمایا **هَلَّا حَمَرْتَهُ** اگر تم اسے ڈھکن سے ڈھانپ دیتے تو میں اچھا ہوتا۔ (1)

کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا

حضور ﷺ کی خدمت میں جب کھانا پیش کیا جاتا تو حضور ﷺ بسم اللہ شروع فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ ارشاد روایت کرتی ہیں **فَإِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ** اگر تم میں سے کوئی کھانا کھانے لگے تو چاہئے کہ اللہ کا نام لے۔ اور اگر وہ پہلے نبھوں جائے تو جس وقت یاد آئے کہ **بِسْمِ اللَّهِ وَنَحْمُكَ وَنُحْمُكَ**

جبھی بن حرب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ایک دفعہ صحابہ کرام نے بارگاہ رسالت میں عرض کی یا رسول اللہ **يَا نَبَانَا كُلْ وَلَا تَشْبِعْ** ہم کھاتے ہیں لیکن یہ نہیں ہوتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا **لَعَلَّكُمْ تَسْفَرُونَ** شاید کھانا کھاتے وقت تم تک اگ ہو جاتے ہو۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ حضور نے فرمایا۔

اجْتَمِعُوا عَلَى طَعَامِكُمْ وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ يَبَارِكْ لَكُمْ فِيهِ

”سب اکٹھے ہو کر کھایا کرو اور کھانا شروع کرتے وقت اللہ کا نام لیا کرو،

اللہ تعالیٰ اس کھانے میں تمہارے لئے برکت ڈال دے گا۔“

حضور ﷺ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے اور کھانے سے فراغت کے بعد ان کو چوس لیتے۔ اور ہمیشہ دائیں ہاتھ سے کھاتے اور اس کا حکم دیتے۔

سرکارِ دو عالم ﷺ کا معمول تھا کہ تین انگلیوں سے کھاتے، انگوٹھ اور ساتھ دان دو انگلیاں۔ پھر ان کو چوس لیتے پھر ان کو کپڑے سے صاف کر لیتے۔ نیز کبھی کبھی چوتھی انگلی سے بھی مدد لیتے۔

ام المومنین حضرت حصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ اپنا دایاں ہاتھ کھانے پینے، وضو کرنے، کپڑے پہننے اور کچھ لینے اور دینے کے لئے استعمال فرماتے اور اس کے علاوہ باقی کاموں کیلئے بایاں ہاتھ استعمال کرتے۔

کھاتے وقت اللہ کا نام لو۔“

عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ نے فرمایا جب میں نو عمر تھا تو میں حضور ﷺ کی گود میں پرورش پایا کرتا تھا اور کھانے کے وقت میرا ہاتھ ادھر ادھر گھومتا رہتا۔ مجھے جہاں کوئی ترنوالہ یا گوشت کی بوٹی نظر آتی وہ اچک کر اٹھا لیتا۔ سرور عالم ﷺ نے میری تربیت کرتے ہوئے فرمایا۔

يَا غُلَامُ: سَمِعَ اسْمَ اللّٰهِ وَكُلَّ بِسْمِ اللّٰهِ وَكُلَّ مِمَّا يَلِيكَ

”اے نوجوان پہلے اللہ کا نام لیا کرو دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ اور جو کھانا تیرے سامنے ہے وہ کھاؤ۔“

آپ کہتے ہیں۔ مَا ذَالَ تِلْكَ طَعْمِي“ اس کے بعد میرا کھانے کا یہی طریقہ ہو گیا۔“

امام ترمذی وغیرہ نے عبد اللہ بن عکراش بن ذویب سے روایت کیا ہے۔ وہ اپنے والد عکراش سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز سرور عالم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں لے گئے۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ کھانے کی کوئی چیز ہے۔ ہمارے پاس ایک بڑا پیالہ جو ثرید اور چربی سے بھرا ہوا تھا بھیجی گیا۔ میں اس میں اپنا ہاتھ ڈالتا کبھی ادھر کبھی ادھر لیکن رسول اللہ ﷺ صرف اپنے سامنے سے تناول فرماتے رہے۔ پھر حضور ﷺ نے اپنے بائیں ہاتھ سے میرا دایاں ہاتھ پکڑا اور فرمایا اے عکراش ایک جگہ سے کھاؤ کیونکہ یہ سب ایک قسم کا کھانا ہے۔ پھر ہمارے سامنے ایک اور پیالہ لایا گیا جس میں کھجور کی مختلف قسمیں تھیں۔ کوئی خشک کوئی تر۔ میں حسب ہدایت اپنے سامنے جو کھجوریں تھیں وہی کھاتا رہا اور حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک کو آگے پیچھے حرکت دیتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عکراش اب جہاں سے تیری مرضی ہو کھجور کا دانہ اٹھا لو، یہ سب کھجوریں ایک قسم کی نہیں بلکہ مختلف قسم کی ہیں جو تمہیں پسند ہو وہ اٹھاؤ۔

کھانے میں چھری کا استعمال

امام بخاری عمرو بن امیہ سے روایت کرتے ہیں کہ امیہ ان کے باپ نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ بکری کے کندھے سے گوشت کاٹ رہے تھے تو نماز کی اقامت ہوئی۔ حضور ﷺ نے اس بکری اور چھری کو رکھ دیا اور نماز ادا کی اور پھر وضو نہیں کیا۔ (1)

دستر خوان پر کھانا کھانے اور اٹھنے کے آداب

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقَامَ عَنِ الطَّعَامِ
حَتَّى يَرْقَعَ۔

”رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ دستر خوان اٹھنے
سے پہلے کھانا چھوڑ کر آدمی اٹھ جائے۔“

اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
جس وقت دستر خوان بچھیا جائے اور اس پر کھانا چن دیا جائے تو ہر شخص اپنے
سامنے سے کھائے اور اپنے ساتھی کے سامنے جو کھاتا ہے اس سے نواہ نہ لے۔
اور نہ پیالے میں جو کھاتا ہے اس کی چوٹی سے کھانا لے کیونکہ برکت کھانے کے
اوپر والے حصہ میں ہوتی ہے۔ اور اس وقت تک کوئی شخص دستر خوان سے نہ
اٹھے جب تک دستر خوان کو نہ کر دیا جائے اور اگر سیر بھی ہو جائے تو جب
تک دوسرے لوگ کھانے سے بس نہ کریں وہ پناہ تھ نہ اٹھائے کیونکہ اس سے
اس کے ہم نشین کو خجالت محسوس ہوتی ہے اور بھی اس کی طلب باقی ہوتی ہے
اور وہ اس کو دیکھ کر اپنا ہاتھ کھینچ بیٹا ہے۔

حضرت اسماء روایت فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ ایک مرتبہ کھانا لے کر آئے ہم
نے عرض کی لَا تَشْهِيهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ ہمیں تو کوئی طلب نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا
لَا تَجْمَعَنَّ كَذَبًا وَجُوعًا جھوٹ اور بھوک کو جمع نہ کرو۔ یعنی اگر تمہیں خواہش ہے اور
برہنائے تکلف کہتی ہو کہ خواہش نہیں تو تو نے دو چیزیں جمع کیں۔ تمہیں خواہش تھی اور تم
نے کہا کوئی خواہش نہیں۔ دوسرا بھوک کی رہی۔ دو مصیبتوں کو جمع کرنا اچھا نہیں۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سرور
عالم طبیب قلب و بدن ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہارے کسی مشروب میں کبھی گر پڑے تو
اس کو پوری طرح ڈبو دو کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفا ہے۔
موجودہ دور کے سائنس دانوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ حضور ﷺ نے جو فرمایا وہ حق ہے

تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔ سعید حوی کی تصنیف لطیف الرسول۔ صفحہ 39-42)

حضور کسی کھانے کی مذمت نہ فرماتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رحمت دو عالم ﷺ کسی کھانے کی مذمت نہیں کیا کرتے تھے، اگر دل چاہا تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔

مجذوم کے ساتھ مل کر کھانا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک کوڑھی کا ہاتھ پکڑا اور اس پیالے میں ڈال دیا جس سے حضور ﷺ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ اسے فرمایا **كُلْ يَقَّةُ يَا لِلّٰهِ وَتَوَكَّلَا عَلَيْهِ** اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اور اس پر توکل کرتے ہوئے کھاؤ۔

کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونے میں برکت ہوتی ہے
حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ قبا کے رہنے والے ایک انصاری نے حضور ﷺ کی دعوت کی۔ ہم سب حضور کے ساتھ گئے۔ جب حضور ﷺ کھانے سے فارغ ہوئے تو اپنے دونوں مبارک ہاتھوں کو دھویا۔
کھانا کھانے کے بعد کی دعا

حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ جب کھانے پینے سے فارغ ہوتے تو یوں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَاسْقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ
حضور ﷺ کے ایک خادم نے حضور ﷺ سے یہ دعا نقل کی ہے کہ جب حضور ﷺ کھانے سے فارغ ہوئے بارگاہ الہی میں عرض کی۔

**اَللّٰهُمَّ اَطْعَمْتَنَا وَاسْقَيْتَنَا وَاغْنَيْتَنَا وَاقْنَيْتَنَا وَهَدَيْتَنَا
اَحْيَيْتَنَا فَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰی مَا اَعْطَيْتَنَا** (1)

”اے اللہ! تو نے ہی مجھے کھانا کھلایا۔ تو نے ہی مجھے پانی پلایا تو نے ہی مجھے

غنی کیا۔ تو نے ہی (مال کو) میرے پاس پس انداز رکھا۔ تو نے ہی ہدایت دی۔ تو نے ہی مجھے زندگی بخشی۔ پس جو انعامات تو نے مجھ پر کئے میں ان کے لئے تیری حمد کرتا ہوں۔“

اگر کسی کے ہاں کھانا تناول فرماتے تو یوں دعا دیتے

حضرت سرور عالم علیہ السلام حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے انہوں نے روٹی اور زیتون پیش کیا۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تناول فرمایا پھر نہیں دعا سے نوازتے ہوئے فرمایا۔

أَفْطَرْنَا عَنْكُمْ الصَّائِمُونَ وَآكَلْنَا طَعَامَكُمْ الْإِبْرَارُ وَصَدَّقَتْ
عَلَيْكُمْ الْمَلَائِكَةُ -

”روزے دار تمہارے پاس روزہ فطار کریں، نیک لوگ تمہارا کھانا کھائیں اور فرشتے تمہارے لئے دعا کریں۔“

اسی طرح اپنے میزبان کے ہاں کھانا کھانے کے بعد کبھی یوں ان کے لئے دعا فرماتے۔

اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مَا دَرَسْتَهُمْ وَأَعِزَّهُمْ لِقَوْمِهِمْ وَأَرْحَمْهُمْ (1)

”یا اللہ! جو رزق تو نے میرے میزبان کو دیا ہے اس میں برکت ڈال، ان کے گناہوں کو معاف فرما اور ان پر رحم فرما۔“

کھانے کے وقت کس طرح بیٹھے

جب تکبیر لگا کر کھانا شروع یعنی خلاف اولیٰ ہو تو اب اس کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں گھٹنوں کے بل اور اپنے قدموں کی پشت پر بیٹھے یا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا کرے اور بائیں پر بیٹھے۔

علامہ ابن قیم نے زوائد المعاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کھانے کے وقت نشست کے بارے میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں گھٹنوں کو زمین پر رکھتے اور بائیں پاؤں کا بطن دائیں پاؤں کی پشت پر رکھتے یہ بارگاہ انبی میں تواضع اور ادب کے اظہار کیسے کرتے۔

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ بیٹھنے کی یہی شکل تمام دوسری شکلوں سے زیادہ نفع بخش اور

افضل ہے کیونکہ اس طرح تمام اعضاء اپنی طبعی وضع پر ہوتے ہیں۔
حضور ﷺ کی روٹی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک روز اپنے گھر کے سائے میں بیٹھا تھا۔ رحمت عالم ﷺ کا میرے پاس سے گزر ہوا۔ مجھے اشارہ کر کے بلایا میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ہم چل پڑے یہاں تک کہ ہم سرور عالم ﷺ کی ازواج مطہرات کے حجروں کے پاس پہنچے۔ یہ حجرہ حضرت زینب بنت جحش کا تھا یا ام المومنین ام سلمہ کا تھا رضی اللہ عنہما۔ حضور ﷺ اندر تشریف لے گئے، اپنی ازواج کو پردہ کرنے کا حکم دیا پھر مجھے اندر آنے کی اجازت دی۔ حضور ﷺ نے اپنی ازواج سے پوچھا کوئی کھانے کی چیز ہے۔ عرض کی گئی جو کی تین روٹیاں ہیں۔ کسی چیز پر رکھ کر وہ روٹیاں پیش کی گئیں۔ ان تین میں سے ایک کو حضور ﷺ نے اٹھایا اور اپنے سامنے رکھ لیا دوسری اٹھائی میرے سامنے رکھ دی۔ تیسری روٹی کو اٹھایا اس کو دو حصوں میں کر دیا ایک نصف حضور ﷺ نے اپنے سامنے رکھا اور دوسرا نصف میرے سامنے رکھا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں ایک روز سرور عالم ﷺ میرے حجرہ میں تشریف فرما ہوئے۔ روٹی کا ایک ٹکڑا زمین پر پڑا دیکھا۔ اس کو اٹھایا، جو مٹی لگی تھی اس کو صاف کیا اور پھر اسے تناول فرمایا۔ پھر آپ نے اپنی رفیقہ حیات بلکہ امت مسلمہ کی تمام خواتین تک اپنا یہ پیغام پہنچایا۔ فرمایا۔

يَا عَائِشَةُ أَحْسِنِي جَوَارِئِعَ اللَّهِ تَعَالَى فَإِنَّهَا قَلَّ مَا نَقَرْتُ

عَنْ أَهْلِ بَيْتِي وَكَادَتْ تَرْجِعُهُ إِلَيْهِمْ۔ (1)

”اے عائشہ! اللہ کی نعمتوں کی ہمسائیگی کا اچھی طرح حق ادا کیا کرو۔ اگر نعمتیں کسی اہل خانہ سے بھاگ جائیں تو پھر ان کا لوٹ کر واپس آنا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔“

طبرانی اور بزاز نے حضرت عبداللہ بن مہران کے واسطے سے روایت کیا ہے سرور عالم ﷺ نے فرمایا۔

اَكْبِرُوا الْخَيْرَ رُوْنِي كِي عزت كيا كرو

اور جو شخص دستر خوان سے گرے ہوئے نكلوں كو اٹھاتا هے الله تعالى س سے ناه معاف كر ديتا هے۔

حضرت ام رومان (زوجه صديق اكبر) روايت كرتي هيں۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ

اللّٰهُ عَنْهُمْ كَانُوا يَأْكُلُوْنَ الشَّعِيرَ غَيْرَ مَنْخُولٍ (1)

"يعنى حضور ﷺ، حضرت صديق اكبر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم، یہ

تينوں بزرگ ترين هستياں جو كا آنا نهیں چھانتي تھیں بلکہ ان چھنے آئے
كي ان تينوں حضرت كيسے روئي پكتي تھی۔"

وہ جانور اور پرندے جن كا گوشت حضور ﷺ تناول فرمايا كرتے تھے

1۔ بكمري كا گوشت

نبی كريم ﷺ كي خدمت ميں بكمري كا گوشت پيش كيا جاتا۔ جب اس كا بازو پيش كيا جاتا
تو حضور ﷺ اسے بهت پسند فرماتے۔

بزاز نے ثقہ راويوں كے ذريعہ سے روايت كيا هے ايك دفعہ رسول الله ﷺ نے بكمري
ذبح كرنے كا حكم ديا اور اس كو همسايوں ميں بانٹ ديا۔ حضرت صديق نے بكمري كا يك بازو
حضور سرور عالم ﷺ كيلے ركھ ليا اور بكمري كا بھي گوشت حضور ﷺ كو پسند تھا۔ جب
رحمت عالم كا شانہ اقدس ميں تشریف لے آئے تو ام المؤمنين نے عرض كي يا رسول الله
بكمري كا سار اگوشت تقسيم كر ديا هے ہمارے پاس صرف اس كا يك بازو باقى رہ كيا هے۔ مَا
بَقِيَ عِنْدَنَا مِنْهَا اِلَّا الذِّدَاعُ اس معصم انسانيت نے فرمايا۔ بَقِيَ كُلُّهَا اِلَّا الذِّدَاعُ سارا
باقى رہ كيا هے صرف وہ باقى نهیں رہے گا جو تم نے پنپنے كے بچا هے۔

امام مسلم ام المؤمنين حضرت عائشہ سے روايت كرتے هيں كہ حضور ﷺ كي خدمت
ميں گائے كا گوشت پيش كيا گیا۔ عرض كي گئي بر يہ و نذی كيلے یہ صدقہ بھي كيا هے۔ سرور
عالم نے حقيقت كو واضح كرتے ہوئے فرمايا۔ هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ جس كے سنہ یہ

گوشت پر یہ کو دیا ہے وہ صدقہ ہے لیکن جب پر یہ نے ہمیں دیا تو اس کی طرف سے ہدیہ ہے۔
حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں حضور ﷺ کو دونوں بازوؤں اور کندھے کا گوشت بہت مرغوب خاطر تھا۔

القدید: خشک گوشت

امام بخاری۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک درزی نے حضور ﷺ کی دعوت کا اہتمام کیا۔ انس کہتے ہیں میں اپنے آقا کے ہمراہ اس کے گھر گیا۔ اس درزی نے جو کی ایک روٹی، شوربا جس میں کدو تھا اور خشک گوشت پیش کیا۔ (1)
حضرت عائشہ سے پوچھا گیا کہ تم قربانی کے جانوروں کا گوشت کدھ کرتی تھیں۔ آپ نے فرمایا ہم قربانی کے جانوروں کے پائے حفاظت سے رکھ لیتیں اور ایک ماہ بعد حضور ﷺ انہیں پکوا کر تناول فرماتے۔

حضور بکری کا گوشت بھون کر بھی تناول فرمایا کرتے

حضرت حارث بن جذع المزہدی رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا کہ ہم نے مسجد میں حضور ﷺ کے ساتھ بیٹھ کر بھوتا ہوا گوشت کھایا۔

حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھے حکم دیا کہ حریرہ (ایک قسم کا صلوہ) بناؤ میں نے بنایا۔ پھر میرے باپ نے حکم دیا کہ میں یہ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کروں۔ جب میں حاضر ہوا تو حضور ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ حضور ﷺ نے پوچھا جابر تمہارے ساتھ کیا ہے، کیا یہ گوشت ہے؟ میں نے نفی میں جواب دیا۔ پھر میں اپنے والد کے پاس آیا۔ انہوں نے پوچھا کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے؟ میں نے کہا ہاں حضور ﷺ نے مجھے فرمایا جابر تمہارے پاس گوشت ہے۔ میرے والد نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو گوشت کی رغبت تھی۔ میرے باپ نے حکم دیا کہ گھریو بکری ذبح کر دو۔ پس میں نے ذبح کی پھر اس کا گوشت بھوتا۔ مجھے حکم دیا کہ بارگاہ رسالت میں یہ گوشت پیش کروں۔ میں حاضر خدمت ہوا تو حضور ﷺ نے پوچھا کیا لائے ہو؟ میں نے عرض کی بکری کا بھوتا ہوا گوشت، یا سوں۔ حضور ﷺ نے دعا دیتے ہوئے فرمایا۔

جَزَى اللَّهُ الْأَنْصَارَ عَنَّا خَيْرًا. وَلَا يَمْنَعُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو

بَيْنَ حَرَامٍ وَسَعْدٍ بِنُ عِبَادَةِ رِغْفِ اللَّهِ عَنْهُمْ. (1)

"اللہ تعالیٰ تمام انصار کو جزائے خیر عطا فرمائے خصوصاً عبد اللہ بن عمرو

بن حرام اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم کو۔"

2۔ اونٹ کا گوشت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں سیدنا علی مرتضیٰ یمن سے حضور ﷺ کی قربانی کیلئے ایک سو اونٹ لائے تھے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ان میں سے تریسٹھ اونٹ ذبح کئے اور علی مرتضیٰ نے بقیہ اونٹ ذبح کئے۔ ان میں سے ایک اونٹ میں دونوں شریک ہو گئے۔ پھر ہر قربانی کے اونٹ سے گوشت کا ٹکڑا ایسا پھربانڈی میں پکایا گیا۔ سرورِ عالم ﷺ اور علی مرتضیٰ نے اس گوشت سے تناول فرمایا اور دونوں نے شہرہا پیا۔ (2)

3۔ سمندر کی مچھلی کا گوشت

امام بخاری اور مسلم حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں کہ ہم اس غزوہ میں شریک ہوئے جس کو پتے جھاڑنے والا غزوہ کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اشیاء خوردنی جب نایاب ہو گئیں تو ہم درختوں کے پتے جھاڑ کر اور انہیں پال کر کھایا کرتے تھے۔ اس لشکر کے امیر حضرت ابو عبیدہ بن جراح تھے۔ جب فاقہ کی شدت انتہا کو پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے سمندر سے ایک بہت بڑی مچھلی باہر پھینک دی۔ ہم نے آج تک اتنی بڑی مچھلی نہیں دیکھی تھی۔ اس کا نام غبر تھا۔ امیر لشکر حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا اسے خوب کھاؤ۔ پس ہم نے کھایا اور اس کی چربی سے اپنے خشک بالوں کو تر کیا۔ ہم نصف ماہ تک اس مچھلی کا گوشت کھا کر گزر اوقات کرتے رہے۔ امیر لشکر نے اس کی ٹیڑھی ہڈی زمین پر کھڑی کی، اس کا درمیانی حصہ اتنا اونچا تھا کہ شتر سوار آسانی سے اس کے نیچے سے گزر جاتا تھا۔ اس کی آنکھ کا حصہ اتنا بڑا تھا کہ پانچ آدمی وہاں بیٹھ سکتے تھے۔ جب ہم مدینہ طیبہ واپس آئے تو ہم نے اس چیز کا ذکر بارگاہ

نبوت میں کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ رزق جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے سمندر سے نکالا تھا اسے مزے سے کھاؤ اور اگر تمہارے پاس کچھ باقی ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ۔ ایک مجاہد کے پاس باقی ماندہ گوشت تھا اس نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور حضور ﷺ نے اسے تناول فرمایا۔ (1)

4۔ مکڑی کا گوشت

عبد اللہ بن ابی اوفیٰ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے ہادی برحق ﷺ کی معیت میں سات یا چھ غزوات میں شرکت کی، ہم وہاں مکڑی کھایا کرتے تھے۔
حضرت انس فرماتے ہیں کہ مجھے امہات المؤمنین بھیجتیں تاکہ ان کے لئے مکڑی پکڑ کر لاؤں۔ میں پیش کرتا وہ اس کو بھونتیں پھر بارگاہ رسالت میں پیش کرتیں۔ حضور ﷺ انہیں تناول فرمایا کرتے۔

5۔ مرغی کا گوشت

حضرت ابو موسیٰ روایت کرتے ہیں کہ میں نے سرور عالم ﷺ کو دیکھا کہ حضور ﷺ مرغی کا گوشت تناول فرما رہے تھے۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرور عالم ﷺ جب کسی مرغی کو کھانے کا ارادہ فرماتے تو پہلے اس کو پکڑ کر چند روز باندھے رکھتے پھر ذبح کر کے اسے تناول فرماتے۔

6۔ سرخاب کا گوشت

حضرت عدی، جو سرور عالم ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے، ان سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سرخاب پرندے کا گوشت حضور ﷺ کی معیت میں کھایا۔

7۔ خرگوش کا گوشت

جن جانوروں کا گوشت حضور ﷺ نے تناول فرمایا اس کا خلاصہ ابن قیم نے زیوالمعد میں لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

أَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَحْمَ الْجَزْورِ وَالضَّائِنِ

وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهَوْنَ وَلَهُمْ جُزَاءٌ عَظِيمٌ
طَعَامُ الْبَيْتِ

”رسول اکرم ﷺ نے درج ذیل جانوروں کا گوشت تناول فرمایا۔
اونٹوں، بھیڑوں، مرغیوں، سرخابوں، تمار وحشی، خرگوش اور سمندر
کے جانوروں کا گوشت۔“

چنانچہ خرگوش کے بارے میں فرمایا۔

حضرت انس سے صحیح ست میں یہ حدیث مروی ہے کہ مرانظہران کے گاؤں کے
قریب ہم خرگوش کے پیچھے بھاگے۔ سب نے بڑی کوشش کی لیکن میں نے اسے پکڑ لیا اور
اسے لے کر ابو طلحہ کے پاس آیا اور پتھر کی چھری سے آپ نے ذبح کیا۔ میں نے اسے بھونا۔
حضرت ابو طلحہ نے اس کی ایک ران بارگاہ رسالت میں بھیجی۔ حضور ﷺ نے اس کو قبول
کیا اور اسے تناول فرمایا۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک خرگوش بطور ہدیہ
پیش کیا گیا۔ میں اس وقت سو رہی تھی۔ حضور کریم ﷺ نے میرے لئے اس کی ایک ران
چھپ کر رکھ دی جب جاگی تو حضور ﷺ نے مجھے کھانے کیلئے دی۔

8۔ چکور کا گوشت

امام ترمذی اور حاکم نے حضرت انس سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ کی
خدمت میں بھوتا ہوا چکور یا بک پیش کیا گیا۔ سرکار نے دعا مانگی، الہی ایسے شخص کو آج
تیری مخلوق سے تجھے بہت زیادہ محبوب ہے وہ میرے ساتھ یہ پرندہ کھائے۔ پس علی
مرقنی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور آپ نے حضور ﷺ کے ساتھ کھایا۔ (1)

9۔ جنگلی گدھا

حضرت ابو قتادہ سے مروی ہے آپ نے کہا کہ میں نبی کریم ﷺ کے صحابہ کی معیت
میں ایک مقام پر بیٹھا تھا جو مدینہ طیبہ سے مکہ کی طرف جانے والے راستہ پر تھا۔ رسول
اکرم ﷺ ہم سے آگے اسی راستے پر خیمہ زن تھے۔ ساری قوم نے میرے سوا احرام باندھا

ہوا تھا۔ انہوں نے ایک جنگلی گدھا دیکھا۔ میں اپنی جوتی گانٹھنے میں مصروف تھا اس نے میں اس کو نہ دیکھ سکا اور انہوں نے بھی مجھے اطلاع نہ دی لیکن ان سب کی یہ خواہش تھی کہ کاش میں اس کو دیکھوں۔ میں نے سر اٹھایا تو اس کو دیکھ لیا۔ میں اپنے گھوڑے کی طرف آیا اس پر زین کھسی اور سوار ہو گیا لیکن اپنا درہ اور نیزہ بھول گیا۔ میں نے انہیں کہا کہ مجھے میرا نیزہ اور نیزہ پکڑا دو۔ انہوں نے کہا بخدا ہم ہر گز اس بات میں تمہاری امداد نہیں کرتے۔ مجھے بڑا غصہ آیا تیزی سے اتر دونوں چیزیں اٹھائیں اور گھوڑے پر سوار ہو گیا اور گھوڑے کو تیزی سے اس کے پیچھے دوڑایا یہاں تک کہ میں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ پھر اس کو لے کر اپنی جگہ پر آیا۔ اس اثنا میں وہ مر چکا تھا۔ صحابہ اس بات پر بحث کرنے لگے کہ وہ اسے کھائیں یا نہیں کیونکہ انہوں نے احرام باندھا ہوا ہے۔ میں نے اس کا ایک بازو چھپ کر رکھ لیا کہ سرور عام ﷺ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ میں روانہ ہوا اور حضور ﷺ کو پالیا۔ حضور سے اس جانور کے گوشت کے بارے میں پوچھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا اس کا گوشت تمہارے پاس ہے۔ میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ۔ اس کا ایک بازو حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا حضور ﷺ نے اسے کھایا یہاں تک کہ ختم ہو گیا۔

10۔ دماغ کا کھانا

حضرت معن بن کثیر سے مروی ہے انہوں نے اپنے والد ماجد سے سنا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں حضور کریم ﷺ کی خدمت میں ایک تھلی اور ایک پیالہ لے آیا جو دماغ سے بھرا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا اے ثابت کے باپ یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی اس ذات کی قسم جس نے حق کے ساتھ آپ کو مبعوث فرمایا ہے میں نے چالیس ایسے جانور ذبح کئے ہیں جو جگر والے ہیں۔ پس میں نے اس بات کو پسند کیا کہ میں آج حضور ﷺ کو ان کا دماغ کھلا کر سیر کروں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اسے تناول فرمایا اور حضرت سعد بن عبادہ کو اپنی دعاؤں سے نوازا۔

ابراہیم بن حبیب کہتے ہیں میں نے یہ بات سنی ہے کہ خیزران (خليفة هارون الرشيد کی ماں) کو جب یہ حدیث سنائی گئی تو حضرت سعد نے نبی کریم ﷺ کی جو خدمت ادا کی تھی اس کی وجہ سے خیزران نے حضرت سعد کے بیٹوں کو اپنے اموال سے حصہ دیا۔ اس نے کہا۔

اَكْفَىٰ ذَلِكُمْ سَعْيًا مِّنْ فَعَلِهِمْ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (1)
 ”میں یہ اموال پیش کر کے حضرت سعد کے بیٹوں کو اس خدمت کا صلہ
 دینا چاہتی ہوں جو انہوں نے میرے رسول کریم ﷺ کی انجام دی تھی۔“

سرور عالم ﷺ کے مرغوب حلویات

الطیفیل حافظ ابوالحسن البلاذری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ (نسب الشاف) میں لکھتے
 ہیں۔

حضرت ام ایوب رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ اللہ کے پیارے رسول کو کون سا کھانا
 زیادہ محبوب تھا؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رحمت عالم ﷺ نے کوئی
 خاص کھانا پکانے کا حکم دیا ہو اور نہ میں نے یہ دیکھا کہ حضور ﷺ نے کسی کھانے کی مذمت
 کی ہو۔ البتہ میرے شوہر ابوالیوب رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ سعد بن عباد نے ایک پیالہ
 طفیل (ایک قسم کا صوف) حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیجا اور میں نے حضور ﷺ کی
 معیت میں وہ کھانا کھایا۔ میں نے حضور کو دیکھا کہ حضور بڑے شوق سے وہ صوف تناول فرما
 رہے تھے۔ میں نے کسی اور کھانے کی طرف حضور ﷺ کی یہ رغبت نہ دیکھی اس لئے ہم
 اکثر حضور ﷺ کے لئے، گھر میں وہ حلویہ تیار کرتے تھے۔

(2) ہریرہ: صاحب المنجد، اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ انوں کو کوٹ کر اور اسے ساتھ
 گوشت ملا کر ایک قسم کا کھانا پکایا جاتا تھا۔

حضرت مطر لوراق سے مروی ہے کہ رحمت عام جب پھنپنے لگوتے تھے تو حضور ﷺ
 کیلئے یہ کھانا تیار کیا جاتا تھا۔ بلاذری نے حضرت ام ایوب سے بھی یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم
 سرور عالم ﷺ کیلئے گاہے گاہے ہریرہ پکایا کرتے اور حضور ﷺ اسے بہت پسند کرتے۔
 رات کے وقت کھانے میں حضور ﷺ کے دسترخوان پر پانچ دس آدمی شریک کرتے تھے۔

حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ گاہے گاہے رات کے وقت رحمت عام ﷺ سینے
 ہریرہ تیار کرتے اور جس رات اسعد کے بھیجے ہوئے ہریرہ کا انتظار ہوا کرتا حضور ﷺ
 پوچھتے کیا سعد کا پیالہ آگیا ہے۔ اگر ہم عرض کرتے ہاں یا رسول اللہ ﷺ تو فرماتے لے

آؤ۔ اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو یہ بہت پسند ہے۔ (1)

(3) صحیح حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ ایک روز سرور کائنات ﷺ میری باں تشریف لائے دریافت کیا ہاں میں طعام کیا کھانے کی کوئی چیز ہے میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ ﷺ چنانچہ میں نے ایک بڑا پیالہ آگے بڑھایا جس میں حصص تھا میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ میں نے حضور ﷺ کیلئے چھپا کر رکھا ہے چنانچہ حضور ﷺ نے اسے تناول فرمایا۔

حصص اس صوہ کو کہتے ہیں جس کو کھجور پنیر اور گھی ملا کر تیار کیا جاتا ہے۔

حضرت صدیقہ سے مروی ہے کہ ہماری طرف کسی صحابی نے حصص بطور ہدیہ بھیجا۔ میں نے سرور عالم ﷺ کیلئے یہ چھپا کر رکھا۔ چونکہ حضور ﷺ اس صوہ کو بہت پسند فرمایا کرتے تھے، جب تشریف لائے عرض کی یا رسول اللہ فلاں صحابی نے ہمارے لئے حصص بھیجا ہے اور میں نے اس کو حضور ﷺ کیلئے چھپا کر رکھ دیا ہے۔ فرمایا میں نے سچ روزے کی نیت کی تھی لیکن وہ نفلی روزہ تھا میں اس کو توڑ رہا ہوں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اس حصص سے تناول فرمایا پھر فرمایا کہ نفلی روزہ کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص اپنے مال سے نفی صدقہ نکالتا ہے پھر اسے اختیار ہے چاہے تو وہ نفلی صدقہ مستحقین میں تقسیم کر دے چاہے اپنے پاس رکھ لے۔ اسی طرح نفلی روزہ کا حکم ہے چاہے اسے کھل کر لے یا دن میں افطار کر دے۔

(4) وطیہ یہ بھی صوہ کی قسم ہے۔ کھجور کے دانے سے گٹھلی نکال لی جاتی ہے پھر دودھ سے اسے گوندھا جاتا ہے، اس کو وطیہ کہا جاتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن بسر سے مروی ہے آپ نے فرمایا ایک رات سرور عالم ﷺ میرے باپ کے پاس آکر ٹھہرے۔ انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں کھانا پیش کیا اور ساتھ ہی وطیہ صوہ پیش کیا۔ حضور ﷺ نے اسے تناول فرمایا۔

(5) جشیفہ یہ بھی ایک قسم کا حلوہ ہے جس کے لئے پہلے گندم موٹی موٹی پیسی جاتی ہے، اس کو بانڈی میں ڈالا جاتا ہے، اس کے اوپر گوشت یا کھجور کا اضافہ کیا جاتا ہے پھر اسے پکایا جاتا ہے۔ اس حلوے کو جشیفہ کہتے ہیں اس کو دشیشہ بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت عثمان بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی دعوت کی۔ اور گزارش کی یا

رسول اللہ میری بیٹائی کمزور ہو گئی ہے اور کبھی بارش کا سیلاب آ جاتا ہے جس کی وجہ سے میں اپنی قوم کی مسجد میں نہیں جا سکتا، اس کا عبور کرنا میرے لئے بہت مشکل ہو جاتا ہے، اگر حضور ﷺ مہربانی فرمائیں میرے گھر تشریف لائیں تاکہ اس جگہ کو میں اپنی جائے نماز بنالوں اور جب بارش وغیرہ کی وجہ سے میرے لئے محلہ کی مسجد میں جانا مشکل ہو جائے تو میں وہاں نماز ادا کر لوں۔ اس جگہ کو حضور ﷺ کی جگہ گاہ بننے کا شرف حاصل ہو جائے گا۔ سرور عالم ﷺ نے آپ کی اس دعوت کو شرف قبول بخشا۔ چنانچہ ایک روز جب سورت کافی بند ہو گیا تھا حضور ﷺ تشریف لائے۔ گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ میں نے اجازت دیدی۔ حضور ﷺ داخل ہوئے۔ اور کسی جگہ جلوس فرمانے سے پہلے دریافت کیا کہ تم کون سی جگہ کو پسند کرتے ہو کہ میں وہاں نماز پڑھوں۔ میں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جو میں نے اس مقصد کیسے منتخب کی تھی۔ سرور عالم ﷺ نے بندہ سے ہاتھ بکیر کہی۔ ہم صفیں باندھ کر پیچھے کھڑے ہوئے۔ حضور ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھائی پھر میں نے حضور ﷺ سے رکنے کی التجا کی تاکہ کھانا تیار ہو جائے۔ چنانچہ میں نے خزیرہ (ایک قسم کا صوف) بنایا اور خدمت اقدس میں پیش کیا۔ (1)

خریرہ اور عصیدہ طہرانی ثقہ راویوں سے حضرت سلمیٰ سے روایت کرتے ہیں، جو سرور عالم ﷺ کی آزاد کردہ کنیز تھی، کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کیسے خریرہ تیار کیا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور ﷺ نے اسے تناول فرمایا۔ حضور ﷺ اکیسے نہیں تھے کئی صحابہ ہمراہ تھے انہوں نے بھی کھایا اور تھوڑا سا بچ گیا۔ اتنے میں ایک اعرابی آیا حضور ﷺ نے اس کو دعوت دی کہ آؤ کھانا کھاؤ۔ اعرابی آگے ہوا اور سارا کھانا اٹھالیا۔ مربی اس وجہ سے حضور ﷺ نے اسے فرمایا پیالہ رکھ دو اور پھر کھاؤ اور پہلے اللہ کا نام لو۔ جو تمہارے سامنے ہے اس سے کھاؤ۔ چنانچہ اس نے خوب کھایا اور سیر ہو گیا اور پھر بھی اس خریرہ سے کچھ بچ گیا۔

خریرہ یہ ایک مٹھائی ہے جو دودھ سے بنائی جاتی ہے۔

عصیدہ وہ مٹھائی ہے جو آٹے سے بنائی جاتی ہے۔

امام احمد اپنی مسند میں رجال صحیح کے واسطے سے حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ میں

حضور ﷺ کو عرض کروں کہ حضور ﷺ ان کی دعوت قبول فرمائیں۔ حضور ﷺ نے اسے قبول فرمایا اور میرے ساتھ تشریف فرما ہوئے۔ جب میں اپنے گھر کے قریب پہنچا تو دوڑ کر پہلے آگیا تاکہ اپنے والدین کو حضور پر نور ﷺ کی آمد سے آگاہ کروں۔ وہ سنتے ہی دونوں باہر نکل آئے اور سرور عالم سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ حضور ﷺ کو انہوں نے مرحبا کہا۔ حضور ﷺ کیلئے ایک کپڑا بچھایا گیا۔ حضور ﷺ اس پر بیٹھے۔ پھر میرے والد نے میری والدہ کو کہا کہ کھانے آؤ، دو ایک بڑا لٹن اٹھا کر لے آئیں، اس میں آتا تھا جسے پانی اور نمک سے گوندھا گیا تھا۔ میں نے اسے اپنے آقا کے سامنے رکھ دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ کا نام لے کر شروع کرو اور ابتدا اس کھانے سے کرو جو کناروں سے لگا ہوا ہے۔ اور اس کی درمیان والی اونچی جگہ کو اپنے حال پر رہنے دو کیونکہ اس میں برکت نازل ہوتی ہے۔ چنانچہ سرور عالم ﷺ نے بھی تناول فرمایا اور ہم نے بھی حضور ﷺ کی معیت میں حسب طلب کھیا پھر بھی اس سے بچ گیا۔ کھانے کے اختتام پر سرور دو عالم نے ان کلمات طیبات سے اہل خانہ کیلئے دعا فرمائی۔

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِمْ وَوَسِّعْ عَلَيْهِمْ

رِزْقِ أَرْزَاقِهِمْ۔ (۱)

”اے اللہ ان کے گناہ بخش دے۔ ان پر رحم فرما، انہیں برکتیں عطا فرما۔“

اور ان کے رزقوں کو ان کیلئے وسیع فرما دے۔“

ثرید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ثرید، حضور ﷺ کے پسندیدہ کھانوں میں سے تھا۔ ثرید کبھی روٹی سے تیار کی جاتی اور کبھی حبس سے۔

حضرت زید بن ثابت سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں اقامت گزریں ہوئے تو سب سے پہلے جو ہدیہ بارگاہ رسالت میں پیش کیا گیا، وہ میں نے کر اپنی والدہ کی طرف سے حاضر ہوا تھا۔ یہ ایک بڑا پیالہ تھا جس میں ثرید تھی جو روٹی اور گھی سے تیار کی گئی تھی۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ یہ پیالہ میری والدہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا بَارَكَ اللَّهُ فِيكَ وَفِي أُمَّكَ اللہ تعالیٰ تجھے بھی ور تیری ماں کو بھی اپنی برکتوں سے مالا مال کرے۔ پھر حضور ﷺ نے اپنے صحابہ

کرام کو بلایا اور سب نے مل کر وہ کھایا۔

مکراش بن ذویب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز سرور عالم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف سے چلے۔ جب کہ گئے تو پوچھا کیا کھانے کیلئے کچھ ہے تو ہمارے پاس ایک بڑا پیالہ لیا گیا جس میں تھی اور چربی بہت زیادہ تھی۔ ہم اسے کھانے لگے۔ سرور عالم ﷺ خود تو سامنے رکھے ہوئے طعام سے تناول فرماتے اور میں کبھی اس جگہ کبھی اس جگہ ہاتھ مارتا۔ حضور ﷺ نے پناہیاں ہاتھ میرے دائیں ہاتھ پر رکھا فرمایا اے مکراش ایک جگہ سے کھاؤ کیونکہ ہر جگہ ایک قسم کا کھانا ہے۔ (1)

8۔ جہن۔ بخیر: امام ابو داؤد، ابن حبان اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ غزوہ تبوک کے سفر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں خیر پیش کیا گیا جو نصاریٰ نے بنایا تھا۔ یہ بھی عرض کی گئی یہ وہ طعام ہے جسے مجوس نے بنایا ہے۔ سرور عالم ﷺ نے چھری چلائی، بسم اللہ شریف پڑھا اور اسے کاٹ دیا۔

امام ابو داؤد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ فتح مکہ کے دوران مکہ میں حضور ﷺ نے خیر دیکھا۔ حضور ﷺ نے پوچھا یہ کیا شے ہے؟ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ یہ وہ کھانے کی چیز ہے جو ممالک عجم میں بنائی جاتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس میں چھری چلاؤ اور کھاؤ۔

اسی قسم کی ایک اور حدیث بھی مروی ہے کہ بارگاہ رسالت میں ایک روز خیر پیش کیا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا یہ کس ملک میں بنایا گیا ہے؟ عرض کی گئی کہ یہ ملک فارس میں بنایا گیا ہے، اَنْ يُّجْعَلَ فِيْهَا مَيْتَةٌ ہمارا خیال ہے کہ وہ اس کے بنانے کے وقت کسی مردار چیز کو اس میں شامل کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا صُغُّوْا کھاؤ۔ دوسری روایت میں ہے۔

صُغُّوْا فِيْهَا السَّكِيْنَ وَ اَذْكُرُوْا فِيْهَا اَسْمَاءَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَ كُلُوْا

”کہ اس میں چھری چلاؤ، اللہ کا نام پڑھاؤ اور کھاؤ۔“

حضرت انس سے مروی ہے سرکارِ دو عالم ﷺ کی دعوت کی گئی۔ حضور ﷺ کے سامنے جو

کی روٹی اور پھلی ہوئی چربی پیش کی گئی۔ (1)

مکھن اور کھجور بسر کے دونوں بیٹوں سے مروی ہے کہ ایک روز سرکارِ دو عالم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ ہم نے حضور ﷺ کی خدمت میں مکھن اور کھجور پیش کی جو حضور ﷺ کو بہت پسند تھی۔

دودھ اور کھجور حضرت امام احمد اور ابو نعیم نے بعض صحابہ سے بہت حسن یہ روایت نقل کی ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ دودھ اور کھجور کو مختلف طرح سے ملا تے تھے اور ان کے مجموعے کو ال طہین (یعنی دوپاکیزہ چیزیں) فرماتے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْعَلَوِيَّ وَالْعَسَلَ

”حضور ﷺ حلوہ اور شہد کو بہت پسند فرمایا کرتے۔“

حضرت جابر سے مروی ہے کہ ایک روز حضور ﷺ کی بارگاہ میں شہد بطور ہدیہ پیش کیا گیا۔ سرورِ عالم نے ایک ایک چمچ ہم سب میں تقسیم فرمایا۔ میں نے اپنے حصہ کا چمچ لے لیا پھر میں نے عرض کی ایک چمچ اور عطا فرمائیے۔ حضور ﷺ نے استفسار فرمایا دوسرا چمچ؟ میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ!

حضرت عبد اللہ بن علی اپنی دادی سلمیٰ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بتایا کہ ایک روز میرے پاس حسن بن علی، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم تشریف لائے۔ مجھے فرمائش کی کہ ہمارے لئے وہ کھانا تیار کر دو جو حضور ﷺ کو بہت پسند تھا اور شوق سے اسے تناول فرماتے۔ انہوں نے (یعنی حضرت سلمیٰ) نے حضرت حسن کو فرمایا يَا بَنِي لَا تَشْتَهِيهِ الْيَوْمَ اے میرے بیٹے اس زمانہ میں تم اس کو پسند نہیں کر دو گے لیکن ہماری خواہش کا احترام کرتے ہوئے انہوں نے پہلے جو لئے ان کو صاف کیا روٹی پکائی پھر اسے پرات میں رکھا اور بطور سالن زیتون کا تیل دیا اور اس روٹی پر کالی مرچ چس کر چمڑک دی۔ یہ ساری چیزیں پھر ہمارے نزدیک رکھ دیں اور فرمایا۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ هَذِهِ وَدِجْمِينَ

اَكَلَهَا۔

(1)

”یہ وہ کھانا ہے جو اللہ کے محبوب کو بہت پسند تھا اور بڑے شوق سے اسے تناول فرمایا کرتے۔“

ضمیمہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شہد، گھئی اور عذم کے آٹے سے ایک حلوہ تیار کیا۔ اس کو بڑے پیارے میں رکھ کر بارگاہ رسالت ﷺ میں لے آئے حضور ﷺ نے پوچھا عثمان یہ کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ ایسی چیز ہے جسے عذم کے آٹے، گھئی اور شہد سے اہل عجم بناتے ہیں اور اسے ضمیمہ کہتے ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اس کو تناول فرمایا۔ حضرت عبد اللہ بن سلام سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اکرم ﷺ مرہ کی طرف تشریف لے گئے۔ حضور ﷺ نے دیکھا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ایک اونٹنی کی ٹکلیں پکڑ کر آگے آگے چل رہے ہیں۔ اس اونٹنی پر میدہ، گھئی اور شہد بکھرا ہوا ہے۔ سرور عالم ﷺ نے فرمایا اس اونٹنی کو بٹھاؤ۔ چنانچہ نبیوں نے بٹھایا۔ رحمت عام ﷺ نے ان کیلئے برکت کی دعا فرمائی پھر ایک ہانڈی منگوئی گئی اور اس کو رکھ کر نیچے آگ جلائی گئی۔ اس میں شہد، گھئی اور آمہ ڈالا گیا پھر اس کے نیچے آگ جلائی گئی یہاں تک کہ وہ پک گیا۔ پھر اس ہانڈی کو نیچے اتارا گیا۔ سرور عالم نے سب کو کہا کہ آؤ کھاؤ۔ خود بھی اس سے تناول فرمایا۔ جب فارغ ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا اس حلوہ کو اہل فارس ضمیمہ کہتے ہیں۔ (2)

سر کہ حضرت مسلم بن جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے، اشارہ کر کے مجھے اپنے پاس بلایا۔ میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ ہم چلتے رہے یہاں تک کہ ہم امہات المؤمنین میں سے کسی ایک کے حجرہ کے پاس پہنچے۔ میں باہر ٹھہرا، حضور ﷺ اندر تشریف لے گئے پھر مجھے اندر آنے کی اجازت دی۔ اس وقت ام المؤمنین نے اپنے اوپر حجاب اوڑھ لیا تھا۔ حضور ﷺ نے اپنی زوجہ محترمہ کو فرمایا کوئی کھانے کی چیز ہے؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ہاں۔ چنانچہ تین روٹیاں لائی گئیں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ان میں سے ایک روٹی لی اور اپنے سامنے رکھ لی۔ دوسری روٹی میرے سامنے رکھ دی۔ تیسری کو آدھا آدھا بانٹ دیا اور اس کا ایک حصہ مجھے عطا فرمایا۔

اور ایک حصہ اپنے سامنے رکھ دیا۔ پھر سرکار نے فرمایا، ہاں میں اذم کیا سالن ہے؟ عرض کی گئی سرکہ کے بغیر اور کوئی سالن نہیں۔ حضور ﷺ نے سرکہ منگوایا اور کھانا شروع کیا ساتھ ہی یہ فرماتے جاتے۔

بِقَمِّ الارم الخُلِّ، يَنْعَمُ العَومُ الخُلِّ

بہترین سالن سرکہ ہے۔ بہترین سالن سرکہ ہے بہترین سالن سرکہ ہے۔ حضرت بن جابر فرماتے ہیں جب سے سرکہ کے بارے میں اپنے آقا کے یہ کلمات سنے، میں سرکہ کو پسند کرنے لگا۔

امام ترمذی نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا ایک روز اللہ کا پیارا رسول میرے ہاں تشریف فرما ہوا اور پوچھا کھانے کی کوئی چیز ہے؟ میں نے عرض کی سوکھی روٹی کے چند ٹکڑے اور سرکہ کے بغیر اور کچھ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہی لے آؤ۔ پھر فرمایا مِمَّا افقرتُ مِنْ اِدامِ فِيْهِ حُلٌّ جس گھر میں سرکہ موجود ہو اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہاں کوئی سالن نہیں ہے۔ (1)

ستو سوید بن نعمان الانصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ سرور عالمیں ﷺ کی معیت میں ہم خیبر کی طرف روانہ ہوئے، جب ہم صہباء کے مقام پر پہنچے جو خیبر سے دو تین گھنٹے کی مسافت پر ہے تو حضور ﷺ نے حکم دیا کہ سب کو کھانا کھلایا جائے لیکن اسلامی لشکر کے ذخیرہ میں ستو کے بغیر اور کوئی چیز نہ تھی۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے بھی اسے تناول فرمایا اور تمام مجاہدین نے بھی حضور ﷺ کا اتباع کرتے ہوئے اسے تناول کیا۔ پھر حضور ﷺ نے بھی اور ہم سب نے کلی کی۔ ہم نے حضور ﷺ کی اقتدا میں نماز مغرب ادا کی۔ نئے وضو کے بغیر نماز ادا کی۔

تکوں کی کھل حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے کہا شفا بخش بیماریاں ﷺ حضرت سعد بن معاذ کی عیادت کیلئے ایک گدھی پر سوار ہو کر تشریف لے گئے۔ جب حضور ﷺ وہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے کھجور اور تل کی کھل اور ایک پیالہ دودھ کا پیش کیا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے تمام چیزوں کو تناول فرمایا۔ جب رخصت ہونے لگے تو کریم آقا نے ان کیلئے دعائے خیر فرمائی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ نے فرمایا ایک دفعہ بارگاہ رسالت میں تھی، پنیر اور گوہ، بطور ہدیہ پیش کئے گئے۔ سرکار نے کھی اور پنیر تناول فرمایا لیکن گوہ کو خلیفہ سمجھتے ہوئے ہاتھ نہیں لگایا۔ پھر فرمایا یہ وہ چیز ہے جسے میں نے آج تک نہیں کھایا اور جو کھانا چاہے بیشک کھائے۔ (1)

حضور کریم ﷺ کے پسندیدہ پھل

امام دارقطنی ابو سعید بن العرابی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں نے اللہ کے پیارے رسول ﷺ کو دیکھا کہ جب حضور ﷺ کی خدمت میں پہل پھل پیش کیا جاتا تو اس کو اپنی آنکھوں پر رکھتے پھر ہونٹوں پر رکھتے پھر بارگاہ الہی میں استجارت کرتے۔

اللَّهُمَّ كَمَا أَرَيْتَنَا أَوْلَاةَ آدِنَا آخِرَةً

”اے اللہ جس طرح تو نے ہمیں اس درخت کا پہل پھل دکھایا ہے اسی طرح اس کا آخری پھل بھی دکھا۔“

یعنی ایسا نہ ہو کہ درمیان میں کوئی ثالہ باری ہو یا کسی دوسرے یہ سب گر جائے۔ پھر جو بچے نزدیک ہوتے ان میں حضور ﷺ اس پھل کو تقسیم کر دیتے۔

جب حضور ﷺ کی بارگاہ میں موسم کا نیا پھل پیش کیا جاتا تو حضور ﷺ اسے جوڑ دیتے اور آنکھوں پر رکھتے۔ درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت پر اظہار تشکر کا ایک انداز تھا۔

جب حضور ﷺ کے سامنے کھجوروں کا پہل پھل پیش کیا جاتا تو حضور ﷺ اس پر مبارک باد دیتے۔ سرور عالم ﷺ نے اپنی رفیقہ حیات حضرت صدیقہ کو فرمایا جب کھجور کا نیا پھل پہلی دفعہ گرے تو مجھے مبارک باد دیا کرو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

بَيْتٌ لَا تَسْرِفُ فِيهِ جِيَاعُ أَهْلِهِ وَبَيْتٌ لَا خَلْفَ فِيهِ فَقَارُ أَهْلِهِ

وَبَيْتٌ لَا أَصْقَارَ فِيهِ لَا بَرَكَةَ فِيهِ۔

”وہ گھر جس میں کھجور نہ ہو اس کے رہنے والے بھوکے رہتے ہیں ورنہ

گھر جس میں سرکہ نہ ہو دو سالن سے محروم ہے اور وہ گھر جس میں چھوٹا

بچہ نہ ہو اس میں برکت نہیں۔“

پھر فرمایا

(1) خَيْرَكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي۔

”تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کیلئے خیر و برکت والا ہو اور میں تم سب سے زیادہ اپنے اہل خانہ کیلئے خیر و برکت والا ہوں۔“

حضرت عبد اللہ بن بسر فرماتے ہیں ایک روز سرور کائنات ﷺ ہمارے غریب خانہ میں تشریف فرما ہوئے۔ میری ماں نے اپنے آقا کیلئے ایک قطیفہ (کپڑا) بچھایا، حضور ﷺ اس پر تشریف فرما ہوئے۔ پھر میری ماں تازہ کھجوریں لے آئی اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیں۔ حضور ﷺ ان کو کھاتے رہے اور گھنٹی کو انگشت شہادت اور وسطی پر رکھتے رہے۔ حضرت یوسف بن عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے اقلیم قناعت کے بادشاہ اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ حضور ﷺ نے جو کی روٹی کا ٹکڑا لیا پھر اس پر کھجور رکھی اور فرمایا هُنَّ كَرَامَةٌ لِّكَ اَمْ هُنَّ كَرَامَةٌ لِّكَ اَمْ هُنَّ كَرَامَةٌ لِّكَ اَمْ هُنَّ كَرَامَةٌ لِّكَ اس جو کی روٹی کے ٹکڑے کا سامن ہے۔ علی بن اشیر سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے کھجور کھائی اور اس کا بقیہ حصہ اپنے ہاتھوں میں پکڑ لیا۔ ایک غلام نے عرض کی یا رسول اللہ کھجور کا یہ حصہ جو بیچ گیا ہے وہ مجھے عطا فرمائیے۔ عزت انسانی کے نگہبان نے اس شخص کو جواب دیا۔

(2) اِنِّیْ لَسْتُ اَرْضٰی لَکُمْ مَا اسْتَخْطَہُ النَّفْسِیُّ۔

”یعنی جس چیز کو میں اپنے لئے ناپسند کرتا ہوں اس کو تمہارے لئے کیونکر پسند کر سکتا ہوں۔“

انگور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں طائف کے انگوروں کا ایک کچھ پیش کیا گیا۔ حضور ﷺ نے مجھے یاد فرمایا اور فرمایا یہ کچھ لے جاؤ اور اپنی ماں کو جا کر پہنچا دو۔ میں نے راستے میں ہی وہ انگوروں کا کچھ خالی کر دیا۔ چند دنوں بعد سرور عالم ﷺ نے مجھ سے پوچھا نعمان انگوروں کے کچھ کا کیا ہوا۔ کیا تم نے اپنی ماں کو پہنچایا؟ میں نے عرض کی نہیں یا رسول اللہ۔ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا تم عذر ہو تم

دھوکہ کرنے والے ہو۔

امیہ بن زید العصبی روایت کرتے ہیں کہ سرور عالم ﷺ کو پھلوں میں سے انگور اور تربوز بہت پسند تھے۔

التین انجیر۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک روز بارگاہ رسالت میں انجیر کا بھر ہوا طبق پیش کیا گیا۔ سرور عالم نے صحابہ کو فرمایا اسے کھاؤ۔ اگر میں یہ کہتا کہ یہ پھل جنت سے نازل ہوا ہے تو میں یہ بات انجیر کے متعلق کہتا۔ یہ جو اسیر کو ختم کر دیتا ہے اور نفوس (پاؤں کے انگوٹھے کے در کیلئے) نفع بخش ہے۔

الزبیب۔ خشک انگور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے سرکارِ دو عالم ﷺ نے سعد بن عبادہ کے گھر میں داخل ہوئے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں کشمش پیش کی گئی۔ حضور ﷺ نے اسے تناول فرمایا پھر اس دعا سے نوازا۔

أَكَلْ طَعَامَكُمْ الْأَبْرَارُ۔ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمْ الْمَلَائِكَةُ وَأَفْطَرُ
عِنْدَكُمْ الصَّائِمُونَ

”تمہارے طعام کو نیک لوگ کھائیں، فرشتے تمہارے لئے دعا کریں اور روزے دار تمہارے پاس افطار کریں۔“

سفرِ جل۔ یہی دانہ حضور کریم ﷺ کی خدمت میں سفرِ جل (یہی دن) پیش کیا گیا۔ حضور ﷺ نے اسے تناول فرمایا اور دوسروں کو فرمایا۔

كُلُّوهُ فَإِنَّهُ يُجَلِّوُا الْغُزَاذَ وَيَذْهَبُ بِطَخَاءِ الْقَدَرِ

”اسے کھاؤ یہ دل کو صاف کرتا ہے اور سینہ کی گھٹن کو دور کرتا ہے۔“

انار حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرفہ کے دن انار پیش کیا گیا۔ حضور ﷺ نے تناول فرمایا۔

شہوت حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے دیکھا ایک پیالے میں شہوت تھا اور حضور ﷺ اسے تناول فرما رہے تھے۔

کباث۔ پیو کا پکا ہوا پھل حضرت جابر بن عبد اللہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دوستوں کو دیکھا کہ وہ سرور عالم ﷺ کی معیت میں پیو کا پھل چن رہے ہیں اور حضور فرما رہے ہیں کالاً توڑو یہ بہت لذیذ ہوتا ہے۔ میں بھی یہ کھایا کرتا تھا اس زمانہ میں جب میں

بکریاں چرایا کرتا تھا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ حضور خود بھی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا کوئی ایسا نبی گزرا ہے جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

زنجبیل۔ سوئٹھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ہندوستان کے ایک بادشاہ نے بارگاہ رسالت میں کچھ تحائف بھیجے۔ ان میں ایک گھڑا تھا جس میں سوئٹھ تھی۔ حضور ﷺ نے اس سوئٹھ کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کیا اور جتنے لوگ وہاں تھے، ایک ایک ٹکڑا ہر ایک کو عنایت کیا۔ حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں اس کا ایک ٹکڑا مجھے بھی عطا فرمایا۔ (1)

فستق۔ (پستہ)

جھار۔ کھجور کا گابھہ جو سفید چربی کی طرح ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں ایک روز حضور سرور عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا حضور ﷺ جھار تناول فرما رہے تھے۔ جیسی کھجور کا گابھہ جو سفید چربی کی طرح ہوتا ہے۔

رطب۔ تر کھجور حضرت انس سے مروی ہے کہ میری والدہ ام سلمہ نے مجھے ایک تھل رطب کھجوروں سے بھر ادا کر حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ رحمت عالم ﷺ اس تھل سے مٹھیاں بھر بھر کر اپنی ازواج طاہرات کی طرف بھیجتے رہے۔ جب بھیج چکے تو جو باقی دانے رہ گئے تھے ان کو بڑے شوق سے کھایا۔

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ خربوزے اور کھجور کو ملا کر تناول فرما رہے تھے اور فرمایا ایک کی گرمی دوسری کی ٹھنڈک کو دور کرتی ہے۔

قثاء۔ کھیرا۔ ٹکڑی حضور ﷺ قثاء تناول فرماتے۔ کبھی نمک لگا کر استعمال فرماتے۔ (2)

حضور کریم کی پسندیدہ سبزیاں

سبزیاں حضور کی پسندیدہ غذا تھیں۔ حضور ﷺ کچے پیاز سے اجتناب کرتے تھے کیونکہ کچے میں بدبو ہوتی ہے جو حضور ﷺ کو سخت ناپسند تھی اور کچے ہوئے پیاز تناول فرماتے۔

قلق اس ایک ترکاری ہے جو حضور کریم ﷺ کو بہت پسند تھی۔

کدو کدو کی ترکاری حضور ﷺ کو بہت پسند تھی۔ امام ترمذی نے حضرات انس سے روایت کیا ہے کہ آپ کدو بہت کھیا کرتے اور آپ اس کو مخاطب کر کے کہتے اب کدو کی ترکاری میں اس لئے تجھے پسند کرتا ہوں کہ اللہ کے محبوب رسول ﷺ تجھے پسند کیا کرتے تھے۔ حضرت انس سے مروی ہے۔

كَانَ أَعْجَبَ الطَّعَامِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

”کھانوں میں سے حضور ﷺ کو کدو بہت پسند تھا۔“

نبی رحمت ﷺ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ کو فرمایا۔

اے عائشہ جب تم سان پکاؤ تو تم اس میں کدو زیادہ مقدّر میں ڈالو کرو کیونکہ یہ غزوہ اہل کی تقویت کا باعث ہوتا ہے۔

اس طویل بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مندرجہ ذیل غذائیں ہر عام مصلحت کو بہت زیادہ پسند تھیں۔

ثرید۔ کدو۔ حلوہ اور شہد۔ تھن۔ کھجور۔ بکری کے بازو کا گوشت۔ جانور کی پشت کا گوشت۔ پھوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ کھجور اور تربوز تھے۔

سبزیاں اور گوشت جو حضور ﷺ کو ناپسند تھے

وہ ترکاریاں جن سے بدبو آتی ہے ان سے حضور ﷺ کو بڑی نفرت تھی، مثلاً پیاز، لہسن، گندنا وغیرہ۔ اس کی وجہ سرکار دو عالم ﷺ نے خود بیان فرمائی۔ فرمایا کیونکہ فرشتوں کی میرے پاس آمد و رفت رہتی ہے، حضرت جبریل علیہ السلام سے ہم کلام ہوتا پڑتا ہے اس لئے میں ان سبزیوں سے اجتناب کرتا ہوں تاکہ ملنگہ کو اس بدبو سے ذیت نہ پہنچے۔ حضور ﷺ نے وضاحت سے یہ بھی بتادیا کہ یہ ترکاریاں حرام نہیں ہیں۔ میں فرشتوں کی وجہ سے ان سے احتراز کرتا ہوں۔ بکری کی سات چیزیں حضور ﷺ کو ناپسند تھیں۔ چیتہ مثلاً۔ حیاء۔ ذکر۔ اثنین۔ غدود۔ خون۔ گردے۔ (۱)

ان پرندوں اور جانوروں کا گوشت ناپسند تھا جو مرد رکھاتے ہیں۔

وہ برتن جو حضور ﷺ کے زیر استعمال رہے

1۔ شیشے کے گلاس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مقوقس واسی مصر نے حضور ﷺ کی خدمت میں جو تحائف بھیجے ان میں شیشے کا ایک پیالہ بھی تھا۔ حضور ﷺ اس میں پانی وغیرہ پیا کرتے۔

2۔ حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ حضرت خباب سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رحمت عالم ﷺ کو دیکھا کہ حضور ﷺ دھوپ میں خشک کیا ہوا نمکین گوشت تنوں فرماتے اور مٹی کے گھڑے سے پانی پیتے۔

3۔ حضرت ابن سیرین سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے سرور عالم ﷺ کا ایک پیالہ حضرت انس بن مالک کے پاس دیکھا جو ٹوٹ گیا تھا اور حضرت انس نے چاندی کی زنجیری سے اسے جوڑا تھا۔ وہ ایک مٹی کا بنا ہوا بڑا پیالہ تھا۔

حضرت ابن سیرین سے مروی ہے کہ اس پیالے کو لوہے کی زنجیری سے باندھا گیا۔ حضرت انس نے ارادہ کیا کہ لوہے کی زنجیری کے بجائے چاندی یا سونے کی زنجیری سے باندھا جائے۔ حضرت ابو طلحہ نے حضرت انس کو کہا۔

لَا تُغَيِّرَنَّ شَيْئًا صَنَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَرَكَهُ (1)

”جو چیز حضور کریم ﷺ نے بنائی ہے اس میں تغیر و تبدل نہ کرو چنانچہ

حضرت انس نے اسے ویسے ہی رہنے دیا۔“

عیسیٰ بن طہمان سے مروی ہے کہ حضرت انس نے لکڑی کا بنا ہوا ایک موعا سا پیالہ انہیں دکھایا جس کو لوہے کا چتر اچھا لایا گیا تھا۔ حضرت انس نے فرمایا اے ثابت ایہ ہے اللہ کے رسول کا پیالہ۔ حضرت انس سے مروی ہے یہ وہ پیالہ ہے جس میں ہر قسم کے مشروبات، دودھ، نبید، شہد پانی وغیرہ ڈال کر حضور ﷺ پیا کرتے تھے۔

محمد بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت انس کے پاس گیا، انہوں نے لکڑی کا ایک پیالہ مجھے دکھایا اور بتلایا کہ حضور ﷺ اس میں پانی وغیرہ پیتے بھی تھے اور اس سے وضو بھی فرماتے تھے۔ اسی طرح حضرت ام سلیم، حضرت انس کی والدہ نے بھی اپنے

آقا کا پیالہ بطور تبرک رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ اس پیالہ میں پانی وغیرہ ڈال کر میں حضور ﷺ کو پلاتی تھی۔

حازم بن قاسم فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام ابی عسیب کو دیکھا کہ وہ لکڑی کے پیالے میں پانی وغیرہ پیتے تھے۔ میں نے عرض کی کہ آپ ہمارے پیالوں میں کیوں نہیں پیتے جو بڑے صاف اور نازک ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے سرور انبیاء ﷺ کو اس پیالے میں پانی پیتے دیکھا ہے۔ یہ پیالہ القمر کے نام سے موسوم ہے۔ 4۔ مشکیزے سے پانی پینا حضرت ام سلیم فرماتی ہیں کہ ہمارے گھر میں ایک کھوئی تھی جس کے ساتھ مشکیزہ لٹکایا ہوا تھا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس مشکیزہ سے کھڑے ہو کر پانی پیا۔ جہاں سرکارِ دو عالم ﷺ نے بہائے مبارک لگائے تھے وہ جگہ کاٹ کر میں نے اپنے پاس رکھ لی تاکہ مشکیزہ کی وہ جگہ جس کو حضور کے لہجے مبارک نے مس کیا ہے، اس کو بطور تبرک اپنے پاس محفوظ رکھوں۔

فَقَطَعْتُ فَمَّا الْقُرْبَىٰ تَبَعًا مَوْضِعَ بَرَكَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(1)

ابو خیرہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ہمیشہ کبوتر رضی اللہ عنہا سے رویت کرتے ہیں کہ ایک روز رحمت عالمیاں ﷺ میرے گھر میں تشریف لائے اور مشکیزہ کے منہ سے پانی پیا۔ کبوتر انھیں اور انہوں نے مشکیزہ کی وہ جگہ کاٹ کر بطور تبرک اپنے پاس رکھ لی۔ 5۔ ڈول سے پانی پینا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک روز سرورِ عالم ﷺ ہمارے غریب خانہ میں تشریف لائے۔ میں نے پانی کا ایک ڈول پیش کیا۔ حضور ﷺ نے اس سے پانی پیا پھر اپنے منہ میں پانی بھر کر اس ڈول میں کلی کر دی۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ اس برتن سے پانی پینے سے اجتناب کرتے تھے جو ڈھکا ہوا نہ ہو۔

کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پانی پینا

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا اگر میں کھڑے ہو کر پانی پیتا ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے اپنے آقا کو کھڑے ہو کر پانی پیتے دیکھا ہے اور اگر میں بیٹھ کر

پانی پیوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے اپنے آقا ﷺ کو بیٹھ کر پانی پیتے دیکھا ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے بارگاہ رسالت میں زمزم کا پانی پیش کیا تو حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر اسے پیا۔

اگرچہ حضور ﷺ کی عمومی سنت تو یہ ہے کہ حضور ﷺ بیٹھ کر پانی پیتے اور لوگوں کو بھی بیٹھ کر پانی پینے کی ہدایت فرماتے لیکن بعض اوقات کسی ضرورت کیلئے حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پیا تو صرف اس لئے کہ کھڑے ہو کر پانی پینے کو کوئی حرام نہ سمجھے بلکہ یہ جائز ہے۔ (1)

پانی پینے کے آداب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم ﷺ انصار کے ایک باغچے میں تشریف لے گئے۔ ایک صحابی حضور ﷺ کے ہمراہ تھے۔ حضور ﷺ نے اس انصاری کو کہا کہ تیرے پاس کوئی ایسا پانی ہے جس پر رات گزری ہو۔ اس نے عرض کی میرے پاس ایک مشکیزہ میں ایسا پانی ہے جس پر رات گزری ہے۔ پس وہ گیا اپنے چھپر میں جہاں اس کا مشکیزہ لٹکا ہوا تھا اس نے پیالہ میں پانی اٹھایا اس میں بکری کا دودھ دوہا، پھر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیلئے پیش کیا۔ پھر دوبارہ وہ انصاری اپنے چھپر کے نیچے گیا اور اسی طرح پانی میں دودھ دوہ کر لے آیا اور اس صحابی کو پیلایا جو حضور ﷺ کے ہمراہ تھا۔

حضور کے پسندیدہ مشروبات

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سرور انبیاء ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ مشروبات میں سے کون سا مشروب حضور ﷺ کو زیادہ پسند ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔
أَخْلَجُوا الْبَارِدُ۔ میٹھا اور ٹھنڈا۔ (2)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کیلئے اپنی بکری کو دوہا اور پھر اس میں کنوئیں کا پانی ملایا پھر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور حضور ﷺ نے نوش جاں فرمایا۔ اس محفل میں بائیں جانب حضرت صدیق اکبر بیٹھے تھے اور دائیں طرف ایک

اعرابی بدو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی وہاں حاضر تھے انہوں نے اس اندیشہ سے کہ یہ دور عالم عظیم پہلے اس اعرابی کو نہ بقیہ دودھ دیدیں، آپ نے عرض کی یا رسول اللہ! پہاڑ اور بکر کو دیجئے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں طرف بیٹھے اعرابی کو دودھ پیا۔ پکڑا دیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلَا یَمْنُ فَاَلَا یَمْنُ دایاں پھر دایاں۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں اور خالد بن ولید دونوں حضور ﷺ کی معیت میں ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر حاضر ہوئے۔ آپ دودھ سے بھرنا ایک برتن لے آئیں اور پوچھا کہ میں تمہیں اس دودھ سے نہ پلاؤں جو ام مطلق نے ہمیں بطور ہدیہ بھیجا ہے؟ چنانچہ پہلے سر کا دودھ اہل بیت نے نوش جان فرمایا۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں میں حضور ﷺ کے دائیں جانب تھا اور حضرت خالد بائیں جانب۔ حضور ﷺ نے فرمایا اب دودھ پینے کا حق تو تمہارا ہے اور اگر تم جازت دو تو پہلے خالد کو پلاؤں۔ میں نے عرض کی حضور ﷺ کے جھوٹے میں، میں اپنے پر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی کو کھانا دے تو وہ یہ دعا مانگے ۔
 اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا مِنْهُ "اے اللہ جو رزق تو نے عطا فرمایا ہے اس میں برکت دے اور ہمارے
 لئے اس میں اضافہ فرما۔" کیونکہ میں جانتا ہوں کہ کوئی ایسی چیز نہیں جو کھانے اور پینے کا
 بدل بن سکے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے کہ حضور کریم ﷺ کے صحابہ کو بہت یاس لگی تھی۔ ہم ایک گھر میں اترے، وہابی کا بھڑواہر تن سے آئے۔ حضور کریم نے اپنے صحابہ کو پایہ۔ عرش کرتے تھے یا رسول اللہ حضور ﷺ سب سے پہلے فرماتے سَاقِ الْقَوْمِ اخِذْهُمْ شُرْبًا قَوْمَ كَاسَاقِ سب سے آخر میں پیتا ہے۔ چنانچہ سب صحابہ کو پایا اور آخر میں خود نوش فرمایا۔

حضور ﷺ بہت آہستہ دودھ پیتے تھے اور تین مرتبہ سانس لیتے تھے اور فرماتے: ہوائے آسمان و زمین اس طرح پینا زیادہ خوشگوار، زیادہ میٹھا اور بیماری سے محفوظ ہے۔

حضور ﷺ کا معمول مبارک تھا جب دودھ پیتے آہستہ آہستہ پیتے اور تین مرتبہ سانس لیتے اور سانس لیتے وقت پیالے سے منہ ہٹ کر کے سانس لیتے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ إِذَا شَرِبَ تَنَفَّسَ فِي الْإِنَاءِ ثَلَاثًا يُحَمِّدُ

اللَّهُ تَعَالَى فِي كُلِّ نَفْسٍ قَرَشْكُرًا عِنْدَ الْخِرَاقِ - (1)

”رسول اللہ ﷺ جب کوئی مشروب پیتے تو تین مرتبہ سانس لیتے پہلی اور دوسری مرتبہ سانس لیتے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ فرماتے اور آخری بار جب سانس لیتے تو اَلشُّكْرُ لِلّٰہ فرماتے۔“

حضور نے دودھ پینے کے بعد کلی فرمائی اور کہا کہ اس میں چکناہٹ ہے۔ کھانے والے برتن کو ڈھاخنے کا سرور عالم نے حکم فرمایا۔

سونے سے پہلے کے معمولات

حضور سرور عالم ﷺ سونے سے پہلے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو پاس بلا کر اہل اسلام کے مسائل پر باہمی مشاورت فرماتے۔

حضور ﷺ اس کمرے میں نہ بیٹھتے جس میں اندھیرا ہو۔ حضور ﷺ دیا جلانے کا حکم دیتے۔ حضور ﷺ سونے سے پہلے عام طور پر وضو فرمایا کرتے۔

حضور ﷺ سونے سے پہلے سرمہ استعمال فرماتے۔ ہر آنکھ میں تین تین سلا یا سڈالتے۔ حضور ﷺ کبھی کبھی پشت کے بل استراحت فرماتے اور ایک پاؤں کو دوسرے پر رکھتے۔ اگر کوئی شخص پیٹ کے بل سویا ہوا ہو تا تو اسے اپنے پاؤں سے ضرب لگاتے۔ ایک دفعہ حضور ﷺ کا گزر ہول مسجد میں ایک آدمی پیٹ کے بل سویا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے سے اپنے پائے اقدس سے ٹھوکر لگائی اور فرمایا فَمِنْ نَوْمَةٍ جَهَنَّمِ دوزخیوں والی نیند سے جاگو۔ پیٹ کے بل سونے کو ناپسند فرمایا اور اس کو جہنمیوں کا طریقہ بتایا۔

دیگر معمولات

حضور ﷺ رات کو آرام کرنے سے پہلے سورہ سجدہ اور سورہ ملک کی تلاوت فرماتے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ استراحت فرماتے تو کہتے۔

يَا سَيِّدَكَ رَبِّي وَصَعْتُ جَنِّي فَأَغْفِرْ لِي ذَنْبِي (2)

”یا اللہ تیرا نام لے کر میں اپنا پہلا بستر پر رکھتا ہوں تو میرے گناہ معاف فرما دے۔“

سرور عالم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب بستر پر آرام فرماتے تو سورۃ اخلاص، سورۃ فلق اور سورۃ الناس پڑھ کر اپنے دونوں مبارک ہاتھوں میں پھونک مارتے اور پھر اپنے دونوں ہاتھ اپنے جسم پر پھیرتے۔ پہلے سر پر پھر چہرہ پر پھر سینہ پر پھر کندھوں پر، اس طرح تین مرتبہ کرتے۔ پھر جب اپنے بستر پر لیٹتے تو اپنا دلیاں ہاتھ اپنے دائیں رخسار کے نیچے رکھتے اور فرماتے **يَا سَمِيعُ اللَّهُمَّ آمِنِي وَأَمُوتُ** ان کے علاوہ اور بھی چند دعائیں حضور سرور عالم ﷺ سے کتب حدیث میں مذکور ہیں جو اس وقت حضور ﷺ کا کرتے تھے۔

حضرت خواب سے مروی ہے کہ سرور عالم ﷺ بستر پر آرام کرنے سے پہلے سورہ **قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ** ضرور پڑھتے۔

اٹائے شب اگر آنکھ کھل جاتی تو حضور ﷺ اس طرح اپنے رب کی حمد کرتے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا ذَلِيلِهِ النُّشُورُ (1)
”سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد

زندہ کیا اور اسی کی طرف ہم نے اٹھ کر جانا ہے۔“

صبح کے وقت جب حضور ﷺ بیدار ہوتے تو یہ تسبیح فرماتے۔

**اللَّهُمَّ بِكَ أَصْبَحْنَا وَبِكَ أَمْسَيْنَا وَبِكَ نَحْيَى وَبِكَ نَمُوتُ
وَبِكَ النُّشُورُ۔**

”یا اللہ تیرا نام لے کر ہم نے صبح کی اور تیرا نام لے کر ہم نے شام

کی۔ تیرے نام سے ہی ہم زندہ ہیں اور تیرے نام سے ہی مریں گے اور

تیری طرف ہی قبروں سے اٹھ کر حاضری ہونا ہے۔“

اور جب شام ہوتی تو حضور ﷺ اس طرح تسبیح فرماتے۔

**اللَّهُمَّ بِكَ أَمْسَيْنَا وَبِكَ أَصْبَحْنَا وَبِكَ نَحْيَى وَبِكَ نَمُوتُ
وَبِكَ النُّشُورُ۔**

(2)

”یا اللہ! ہم تیرا نام لے کر شام کرتے ہیں، تیرا نام لے کر صبح کرتے

ہیں، تیرے نام سے ہی ہم زندہ ہیں، تیرے نام سے ہی موت آئے گی

اور ہم نے تیری طرف ہی قبروں سے اٹھ کر حاضر ہونا ہے۔“

کتب حدیث میں ان اوقات کیسے دیگر اذکار و تسبیحات بھی تحریر ہیں۔

جو تسبیح اور ذکر آسان اور مختصر ہے وہ بدیہ ناظرین کر رہا ہوں۔

امام احمد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سونے کیسے استراحت فرماہوت و فرماتے۔

يَا سَمِيكَ رَبِّي فَاعْفِرْ لِي ذُنُوبِي

طبرانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک رات میں نے حضور ﷺ

کے پاس گزاری۔ جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے حضور ﷺ کو یہ دعا

پڑھتے سنا۔

اللَّهُمَّ اَعُوذُ بِمَعَاذِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَاَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ

سَخَطِكَ وَاَعُوذُ بِكَ مِنْكَ اللَّهُمَّ لَا اَسْتَطِيعُ شَاءَ عَلَيْكَ

وَلَوْ حَرَصْتُ لَكِنْ اَنْتَ كَمَا اَتَّيْتُ عَلَى نَفْسِكَ (1)

اے اللہ! میں تیرے عفو و درگزر کے واسطے سے تیرے عذاب سے پناہ

مانگتا ہوں۔ تیری رضا کے واسطے سے تیری ناراضگی سے پناہ مانگتا ہوں

تیرے واسطے سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔

اے اللہ! میں تیری شایان شان تعریف نہیں کر سکتا خواہ میری انتہائی

خواہش ہو البتہ تو اپنی اس طرح شاکر کر سکتا ہے جس طرح تیری ذات

کے شایان ہے۔“

بوداؤد حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: سرور انبیاء رات کو

جب بیدار ہوتے اس طرح اللہ کی تسبیح کرتے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ اسْتَغْفِرُكَ لِدُنُوبِي وَأَسْأَلُ

رَحْمَتَكَ اللَّهُمَّ زِدْنِي عِلْمًا وَلَا تَزِرْ قَلْبِي بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنِي

وَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ۔

”کوئی عبادت کے مائق نہیں سوائے تیرے۔ تو ہر شریک اور ہم عیب سے پاک ہے۔ اے اللہ! میں اپنے گناہوں کی مغفرت تجھ سے طلب کرتا ہوں اور میں تیری رحمت کیسے استجا کرتا ہوں۔ اے اللہ! میرے علم میں اضافہ فرما اور ہدایت کے بعد میرے دل کو ٹیٹھکانہ کر دے اور اپنی جناب سے مجھے رحمت ارزانی فرما۔ بیشک تویی بحدوب حساب دینے والا ہے۔“

حقیقت خواب

حضرت ابو قتدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رحمت عالم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ خواب کے تین درجے ہیں۔ (1) بعض ایسے خواب ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں وہ محض وہم خیال ہوا کرتا ہے۔ (2) جو شیطان کی طرف سے بندہ مومن کو پریشان کرنے کیلئے دکھائی دیتا ہے۔ جب کوئی ایسا خواب نظر آئے جس کو انسان مکر و دجالت اس کے شر سے بچنے کیلئے حضور ﷺ نے یہ طریقہ فرمایا ہے کہ پہلے عوذ باللہ پڑھے پھر بائیں طرف تھوک دے۔ اگر ایسا کرے گا تو اس خواب سے اسے کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔ (3) تیسری قسم ان خوابوں کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور بشارت اسے دکھائی دیتے ہیں۔ بندہ مومن کے اس خواب کو نبوت کا چھیلیساں حصہ کہا جاتا ہے۔ ایسا خواب کسی عظیم اور خیر خواہ کو سناتا چاہئے اور جس کو ایسا خواب سنایا جائے اس کو بھی سن کی چھچی تعبیر بیان کرنی چاہئے۔

حضرت امام احمد، امام بخاری اور دیگر ائمہ حدیث نے سرور عالم ﷺ کا یہ قول روایت فرمایا ہے حضور نے فرمایا۔

الرِّسَالَةُ وَالنَّبُوءَةُ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ

- (1) لَكِنَّ الْمُبَشِّرَاتِ
”رسالت اور نبوت کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ نہ میرے بعد کوئی رسول
سکتا ہے نہ کوئی نبی البتہ خوشخبریوں کا سلسلہ باقی رہے گا۔“

عرض کی گئی یا رسول اللہ یہ مبشرات کیا ہیں رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔

الرُّؤْيَا الْمُسْنَةَ الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الصَّالِحُ أَوْ تُرَى لَهُ۔

”اچھا اور صالح خواب جس کو کوئی نیک آدمی خود دیکھتا ہے یا کسی شخص کو اس کے بارے میں دکھایا جاتا ہے۔“

جھوٹا خواب بیان کرنے کی سخت ممانعت:

حضرت واہد بن اسحق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا۔

سب سے بڑے یہ تین جھوٹ ہیں

إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْفِرَاءِ مَنْ يَقُولُ عَلَى

مَالِهِ أَقْلٌ وَمَنْ أَدَّى عَيْنَيْهِ فِي النَّوْمِ

مَالَهُ تَوْرِيًّا وَمَنْ أَدَّى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ (1)

1۔ جو میری طرف ایسی بات منسوب کرتا ہے جو میں نے نہیں کہی

2۔ جو ایسا خواب بیان کرتا ہے جو اس نے نہیں دیکھا

3۔ جو اپنے آپ کو اپنے حقیقی باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرتا ہے۔

لباس پہننے کے آداب

ہادی برحق ﷺ جب کوئی نئی قمیص پہنتے تو دائیں طرف سے اسے پہنتے۔ نیز حضور

ﷺ عام طور پر نیا کپڑا جمعہ کے دن پہنا کرتے۔ جب حضور ﷺ نیا لباس پہنتے تو ان کلمات میں اپنے مولا کریم کی حمد و ثنا کرتے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي ذَرَقَنِي مِنَ الزَّيْتِ مَا أَتَجَمَّلُ بِهِ فِي النَّاسِ

وَأُوَارِثُ بِهِ عَوْرَتِي۔ (2)

”تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے مجھے لباس عطا فرمایا جس سے

میں لوگوں کے سامنے خوبصورت شکل میں پیش ہوتا ہوں اور جس سے

میں ستر عورت کرتا ہوں۔“

اور یہ کلمات حمد بھی منقول ہیں۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَاٰلِىٓ عُوْرَتِيْ وَجَمَعَنِيْ فِيْ عِبَادَتِهِ

”تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیسے جس نے میرے ستر عورت کا انتظام فرمایا اور مجھے اپنے بندوں میں حسن و آرائش کا موقع دیا۔“

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک روز سرور نبیاء ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ نے ایک سفید دھلی ہوئی قمیص پہنی ہوئی تھی۔ حضور ﷺ نے پوچھا اے عمر! یہ قمیص دھلی ہوئی ہے یا نئی۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ دھلی ہوئی۔

اس وقت آقائے کریم نے اپنے شاگرد رشید کے لئے ان کلمات سے دعا فرمائی۔

اَلَيْسَ جَدِيْدًا اَوْ عَشْ حَمِيْدًا اَوْ كَوْنًا شَهِيْدًا اَيُّوْزَقَكَ اللّٰهُ

قُوَّةً عَيْنٍ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔

(1)

”اے عمر! تم نے نئے لباس پہنے رہو۔ شان و شوکت اور عزت و آبروسے زندہ رہو۔ تمہیں شہادت کی موت نصیب ہو اور اللہ تعالیٰ تمہیں وہ نعمتیں عطا فرمائے جن سے دنیا و آخرت میں تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔“

عمامہ باندھنا

عمامہ سرور عالم ﷺ کی سنت مبارکہ ہے، حضور ﷺ اکثر عمامہ باندھا کرتے۔ کسی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا اللہ کے محبوب رسول اللہ ﷺ کس طرح عمامہ باندھا کرتے تھے؟ آپ نے بتایا حضور ﷺ اپنے سر مبارک پر گول پنج دار عمامہ باندھتے۔ **كَانَ يُدِيرُ كَوْرَ الْعِمَامَةِ عَلَى رَأْسِهِ يَقْرُنُهَا** اور شملہ پیچھے کی طرف ہوتا تھا۔ اور ایک شملہ کندھوں کے درمیان میں سے نیچے جاتا تھا۔

سرکار دو عالم ﷺ فتح مکہ کے روز جب فاتحانہ شان و شوکت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اس وقت حضور ﷺ نے سر مبارک پر عمامہ باندھا ہوا تھا۔ اس وقت حضور ﷺ احرام کی حالت میں نہ تھے۔

سرکارِ دو عالم ﷺ کبھی کبھی سارالباس زعفران میں رنگا ہوا زیب تن فرمایا کرتے۔

يَصْبِغُ شَيْئًا بِهِ كُلَّهَا بِالزَّعْفَرَانِ قَبِيصَةً وَرَدَّأَنَّهُ وَعِمَامَةً (1)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے آپ کہتے ہیں ایک روز شاہِ خواہاں ﷺ ہم عماموں کے پاس تشریف لائے۔ حضور ﷺ نے اس دن زرد قمیص، زرد چادر اور عمامہ زیب تن فرمایا ہوا تھا۔

ابن عساکر سے مروی ہے کہ انہیں عباد بن حمزہ کے ذریعہ یہ روایت پہنچی ہے کہ فرشتے معرکہ بدر میں جب آسمان سے اترے تو انہوں نے زرد رنگ کے عمامے باندھے ہوئے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں اللہ کے محبوب رسول ﷺ اپنے عمامہ کا ایک طرف کندھوں کے درمیان سے نیچے لٹکائے ہوتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْعَمَامَةِ فَإِنَّهَا
رِسْمَاءُ الْمَلَائِكَةِ وَأَرْخَوْهَا خَلْفَ ظُهُورِكُمْ

”حضور ﷺ نے فرمایا اے فرزند ان اسلام! عمامے باندھا کرو کیونکہ یہ

فرشتوں کی علامت ہے۔ اس کا ایک شملہ اپنی پشتوں پر لٹکا دیا کرو۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا انہوں نے سرخ رنگ کا عمامہ باندھا تھا اور اس کا پلو ان کی پشت پر لٹک رہا تھا۔

فرماتی ہیں غزوہ خندق کے موقع پر ایک آدمی دیکھا جس کی صورت وحیہ کلبی سے متی

تھی۔ وہ ایک جانور پر سوار تھا اور حضور ﷺ سے سرگوشی کر رہا تھا۔ اس نے دستار باندھی

تھی، اس کا ایک پلہ اپنے پیچھے لٹکایا ہوا تھا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ یہ کون تھا؟ حضور

ﷺ نے فرمایا یہ جبریل تھا، اس نے حکم دیا کہ میں بنی قریظہ پر حملہ کرنے کیسے جاؤں۔ (2)

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن

عوف کو حکم دیا کہ وہ ایک سریہ کے لئے تیاری کریں انہیں اس کا امیر بنایا جائے گا۔ حضرت

عبدالرحمن صبح حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے کھڑی کے کپڑے کا عمامہ باندھا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے اسے کھول دیا پھر خود ان کی دستار بندی کی اور اس کا شملہ چار انگلی یا ایک ہاشت رکھا پھر فرمایا۔

هَكَذَا فَاَعْتَقَ يَا ابْنَ عَوْفٍ فَرَأَتْهُ اَعْرَبُ وَاَحْسَنُ

”اے عوف کے بیٹے اس طرح عمامہ باندھا کرو اس طرح یہ خوبصورت لگتا ہے۔“

طبرانی، حضرت ابوامامہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ جس کو کسی عاقد کا حاکم مقرر فرماتے اس کی دستار بندی کرتے تھے۔ وہ ایک شملہ دائیں طرف کے کان سے نیچے لٹک رہا ہوتا تھا۔

حضرت صدیقہ روایت فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے عبدالرحمن بن عوف کی دستار بندی کی اور شملہ بھی رکھا۔ فرمایا

رَأَيْتُ لَمَّا صُعِدْتُ إِلَى السَّمَاءِ رَأَيْتُ أَكْثَرَ أَمَلِكُمْ عِنْدَهُمُ السَّلَامُ مُعْتَمِدِينَ۔

”جب میں نے آسمانوں پر عروج کیا تو میں نے دیکھا کہ فرشتوں نے عمامے باندھے ہوئے تھے۔“

ٹوپی

سرور عالم ﷺ سر مبارک پر عمامہ کے علاوہ کبھی ٹوپی بھی پہنتے تھے۔ اس کے بارے میں حجت الاسلام امام غزالی حیاء العموم میں لکھتے ہیں۔

حضور رسالت مآب ﷺ کبھی ٹوپی پہن کر اوپر عمامہ باندھتے کبھی عمامہ کے بغیر ٹوپی پہنتے۔

زاوالمعاد میں علامہ ابن قیم لکھتے ہیں۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبِسُ قَلَنْسُوَةً يُغَيِّرُ
عِمَامَةً وَيَلْبِسُ الْعِمَامَةَ يُغَيِّرُ قَلَنْسُوَةً۔ (1)

”رسول اللہ ﷺ کبھی عمامہ کے بغیر ٹوپی پہنتے اور کبھی عمامہ ٹوپی کے بغیر باندھتے تھے۔“

ایک دفعہ رحمت عالم ﷺ قوم ثمود کے علاقہ سے گزرے تو حضور ﷺ نے فرمایا۔
 ”جن لوگوں نے اپنے نفوس پر ظلم کیا تھا ان کی آبادیوں میں نہ سکونت
 اختیار کرو اور نہ ان کے گھروں میں داخل ہو۔ اگر ایسا اتفاق ہو تو اللہ سے
 ڈرتے ہوئے آنسو بہاتے ہوئے وہاں سے گزرو تاکہ جو عذاب ان
 بدکاروں پر نازل ہوا تھا وہ تم پر نازل نہ ہو۔ حضور ﷺ نے اس وقت
 اپنے سر پر چادر ڈال دی۔“

حضور رحمت عالم ﷺ بسا اوقات سر پر چادر ڈال لیا کرتے تھے۔

امام احمد، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں ایک روز حضور کریم
 ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ حضور ﷺ نے اپنے سر پر چادر ڈالی ہوئی تھی۔ فرمایا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ يَكْتُمُونَ فَإِنَّ الْأَصْلَ لَا يَقُولُونَ قَمَنْ
 دَلِي مِنْكُمْ أَمْ لَا يَنْفَعُ فَيَذَرُ أَحَدًا فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُحْسِنٍ هَهُوَ
 يَجَاوِزُ عَنْ مُسِيئَتِهِمْ۔

(1)

”اے لوگو! دوسرے قبائل تعداد میں بڑھتے جائیں گے اور انصار کی
 تعداد قلیل ہوتی جائے گی۔ تم سے کسی کو اگر ایسے عہدہ پر فائز کیا جائے
 جس سے وہ کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے تو اسے چاہئے کہ انصار کے
 نیکوکاروں کی نیکیوں کو قبول کرے اور اگر ان میں سے کسی سے کوئی خطا
 ہو جائے تو اس سے درگزر کرے۔“

قیص۔ تہ بند

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قیص اپنی جو
 ٹخنوں کے اوپر تک تھی اور اس کی آستین انگلیوں تک تھی۔ (رواہ حاکم)
 حضرت ابن ماجہ، ابن سعد اور ابن عساکر رحمہم اللہ تعالیٰ سے مروی ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ قَبِيصًا قَصِيرَ
الْيَدَيْنِ وَالطَّوْلِ

”رسول اللہ ﷺ ایسی قمیص پہنا کرتے تھے جس کی آستینیں بھی بی
نہیں ہوتی تھیں اور اس کی لمبائی بھی زیادہ نہ ہوتی تھی۔“

بزاز نے ثقہ راویوں کے واسطے سے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔

كَانَ كَمُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الرَّسِغِ

”حضور کریم ﷺ کی آستین گئی تک ہوتی تھی۔“

حضرت انس سے مروی ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ قَبِيصٌ قَبِيلِيٌّ قَصِيرُ
الطَّوْلِ قَصِيرُ الْكُمَيْنِ -

(1)

”حضور ﷺ کی ایک قمیص تھی جو سفید صوف سے مصر میں بنائی جاتی
تھی اسے قبلی کہتے تھے۔ وہ لمبائی میں بھی چھوٹی تھی اور اس کی
آستینیں بھی چھوٹی تھیں۔“

حضرت عبد اللہ بن ابی رباح التاہی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد بن عمر رضی اللہ
عنہما سے پوچھا۔

کیا بیعت رضوان میں آپ حضور ﷺ کی معیت میں تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر میں نے
پوچھا اس روز حضور ﷺ نے کون سا لباس پہنا ہوا تھا؟ حضرت ابن عمر نے جواب دیا حضور
ﷺ نے ایک سوتی قمیص اور ایک جبہ جس کے اندر روئی بھری ہوئی تھی، زیب تن فرما
رکھے تھے۔ اس کے علاوہ چادر اور ایک تلوار تھی۔ میں نے نعمان بن مقرن مزی رضی اللہ
عنہ کو دیکھا کہ حضور ﷺ کے سر مبارک کے قریب کھڑے تھے اور لوگ حضور ﷺ کی
بیعت کا شرف حاصل کر رہے تھے۔

ان مختلف احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ سرور انبیاء ﷺ کبھی ایسی قمیص زیب تن
فرماتے جس کی لمبائی ٹخنوں کے اوپر تک ہوتی اور جس کی آستینیں ہاتھ کی انگلیوں کو ڈھانپ
رہی ہوتیں اور بعض اوقات سرور انبیاء ﷺ ایسی قمیص زیب تن فرمایا کرتے جو نہ اتنی لمبی

ہوتی اور نہ اس کی آستینیں انگلیوں تک ہوتیں بلکہ گئی تک ہوتیں۔

جبہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے آقا ﷺ کو دیکھا کہ حضور ﷺ نے ایک شامی جبہ زیب تن فرمایا تھا جس کی آستینیں بہت تنگ تھیں۔ (۱)
ایک روز حضور ﷺ نے صوف کا بنا ہوا رومی جبہ پہنا ہوا تھا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔ حضور ﷺ یہ پہنے ہوئے ہمارے ہاں تشریف لائے اور ہمیں لامت کرائی۔ اس کے علاوہ اور کوئی قمیص وغیرہ حضور ﷺ نے نہیں پہنی تھی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے کہ ایک روز سرور عالم ﷺ نے وضو کرتے ہوئے چہرہ مبارک دھویا۔ حضور ﷺ نے اس وقت شامی جبہ پہنا ہوا تھا، اس کی آستینیں تنگ تھیں۔ حضور ﷺ نے ہاتھوں کو اس سے باہر نکالنا چاہا لیکن آستینوں کی تنگی کی وجہ سے دست مبارک باہر نہ نکل سکا چنانچہ حضور ﷺ نے نیچے سے ہاتھ نکالا۔
امام مسلم، نسائی اور ابن سعد نے حضرت اسماء بنت ابی بکر کے آزاد کردہ غلام عبد اللہ سے روایت کیا ہے۔

ایک روز حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ایک جبہ نکالا جس کی جیب کے سوراخوں کے اوپر ایرانی ریشمی کپڑے کے ٹکڑے لگے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا جبہ ہے جس کو حضور ﷺ پہنا کرتے تھے۔ جب رحمت عالم نے اس عالم فانی سے رحلت فرمائی تو یہ جبہ ام المومنین عائشہ صدیقہ کے پاس رہا۔ جب انہوں نے وفات پائی تو میں نے اسے لے لیا۔ جب کوئی ہم سے بیمار ہوتا ہے تو ہم اس جبہ کو دھو کر پانی پلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو شفا بخشتا ہے۔

طارق بن عبد اللہ الحارثی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے ذی الحجازی منڈی میں اللہ کے پیارے رسول ﷺ کو دیکھا کہ حضور ﷺ نے سرخ رنگ کا جبہ پہنا ہوا تھا۔

ابو الشیخ روایت کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ کا ایک جبہ تھا جو انار کی صوف سے بنا

گیا تھا۔ حضور سرور عالم ﷺ نے اس کو بہت پسند کیا۔ حضور ﷺ پناہ ست مبارک میں پھیرتے اور فرماتے۔ اَنْظُرُوا مَا آخَرْتُمْ اے صحابہ! اور دیکھو یہ کتنی خوبصورت ہے۔ اس مجلس میں ایک اعرابی حاضر تھا اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں یہ یہ مجھے عطا فرمائیں۔ حضور ﷺ نے اسی وقت اتار اور اس کے ہاتھ میں دیدیا۔

ایک دفعہ دو متہ اجدل کے حاکم کیدر نے ایک ریشمی جبہ بطور ہدیہ رساں یا جس میں سونے کی تاریں بنی ہوئی تھیں۔ رحمت عام ﷺ نے اسے پہنا۔ دونوں نے اسے بہت پسند کیا اور کہا یہ بڑا ہی خوبصورت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم اس کی خوبصورتی پر تعجب رہے ہو، اس ذات پاک کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے جنت میں حد بن معاذ کو جو رومل دیئے گئے ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ خوبصورت ہیں۔ رحمت عام ﷺ نے یہ جبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بطور تحفہ عطا فرمایا۔ آپ نے عیش و نشاط میں انکڑھنھا و لسنہ حضور ﷺ اس کو ناپسند کریں اور میں اس کو پہنوں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عمر! میں نے تجھے یہ اس سے دیا ہے کہ تو اس کو فروخت کر دے، جو قیمت ملے اس کو اپنے کام میں لائے۔ اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب ریشم کے ہاں حرمات کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ (۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے شاہ روم نے روم عام ﷺ کی خدمت میں ایک جبہ بطور تحفہ بھیجا۔ یہ جبہ سندس کا بنا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے اس کو پہنا۔ سہارہ میں یہ منظر بہت ہی پسند آیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم اس پر تعجب کر رہے ہو، مجھے اس وقت کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے دو رومل جو سعد بن معاذ کو جنت میں دیئے گئے ہیں وہ اس سے بہت زیادہ خوبصورت ہیں۔

پھر حضور ﷺ نے یہ جبہ حضرت جعفر بن ابی طالب کو عطا فرمایا۔ انہوں نے اس کو پہنا حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اس سے تمہیں نہیں دیا کہ تم اسے پہنو۔ آپ نے عرض کی یا رسول اللہ پھر میں اس کا کیا کروں؟ حضور ﷺ نے فرمایا رَابِعَتْ بِهَا اِلٰی اَخِيكَ النَّجَاشِي یہ اپنے بھائی نجاشی کو بھیج دو۔

ایک دفعہ قیصر روم نے سندس کا بنا ہوا جبہ بارگاہ رسالت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ روم

عالم ﷺ نے سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے مشورہ کیا۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ہماری رائے تو یہ ہے کہ حضور ﷺ اس کو زیب تن فرمائیں۔ آپ کے دشمن اس کو دیکھ کر حسد کی آگ میں جلیں اور ذلیل ہوں اور آپ کے غلام دیکھ کر خوش ہوں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے پہنا پھر منبر پر تشریف لائے خطبہ ارشاد فرمایا۔

كَانَ جَمِيلًا يَتَلَا لَأَوْجَهُ رِيحًا

”حضور ﷺ خود بڑے حسین و جمیل تھے پھر اس سندس کاجبہ پہننے سے چہرہ مبارک مزید روشن ہو گیا۔“

پھر حضور ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے اور حضرت جعفر جب جسد سے واپس آئے تو اتار کر انہیں بطور تحفہ دیدیا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ حضور ﷺ نے سندس کاجبہ پہنا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے اس دن اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ حمد و ثنا کی پھر حضور ﷺ نے اسے اتار دیا اور ایک کگیر دار چادر اوڑھ لی فرمایا ریشم جنتیوں کا لباس ہے جو دنیا میں اسے پہنے گا آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔ (1)

حلہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے حضور ﷺ بڑے خوبصورت جوڑے پہنا کرتے تھے۔

جابر بن سرور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ حضور ﷺ نے سرخ رنگ کا جوڑا زیب تن فرمایا ہوا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے مالک ذی یزن نے ایک حد جو اس نے تینتیس اونٹنیوں کے بدلے میں خریدا تھا خدمت اقدس میں بطور ہدیہ بھیجا، اس کو سرکارِ دو عالم نے قبول فرمالیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ایک روز حضرت بلال کو دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں عصا تھا۔ آپ آئے اس عصا کو ایک جگہ گاڑ دیا پھر اقامت کیں۔ میں نے اللہ

کے رسول ﷺ کو دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور حضور ﷺ نے مرغ رنگ کا حلقہ پہنا تھا جو زیادہ کشادہ نہ تھا۔

مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں۔

ایک روز حضور سرور انبیاء علیہ السلام نے بہت سی قبائیں اپنے صحابہ میں تقسیم فرمائیں لیکن حضرت مخرمہ کو کچھ نہیں دیا۔ مخرمہ نے مجھے کہا اے بیٹے! مجھے حضور ﷺ کی خدمت میں لے چل۔ میں انہیں لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں آیا۔ جب وہاں پہنچے تو مجھے کہا اندر جاؤ اور حضور ﷺ کو میرے پاس بلاؤ۔ میں اندر گیا، بارگاہ رسالت میں ان کی درخواست پیش کی، حضور ﷺ میرے باپ کو منے کیلئے تشریف لائے۔ حضور ﷺ نے ایک قبائلی تھی۔ جب مخرمہ کو دیکھا فرمایا "خَبَأْتُ هَذَا لَكَ" اے مخرمہ! یہ قبائیں نے تمہارے لئے چھپا کر رکھی ہوئی تھی۔ میرے والد نے حضور ﷺ کو دیکھا۔ فَقَالَ دَعْنِي مَخْرَمَةَ حضور ﷺ نے فرمایا میرا غلام مخرمہ اب راضی ہو گیا ہے۔

حضرت ابو بکرؓ سے مروی ہے ایک روز ہم ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے ایک کھر دراتہ بند نکالا جو یمن میں بنایا جاتا تھا اور ایک کبل نکالا جس میں پوند لگے تھے۔ حضرت صدیقہ نے قسم کھا کر کہا۔

وَقِيضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِمَا

"نبی کریم ﷺ نے ان دو کپڑوں میں ریش اعلیٰ کی طرف رحلت فرمائی۔"

امام ترمذی روایت کرتے ہیں اشعث بن سلیم نے کہا کہ میں نے اپنی پھوپھی کو اپنے چچا سے یہ روایت کرتے ہوئے سنا۔ انہوں نے کہا

بَيْنَمَا أَنَا أَمْسِي فِي الْمَدِينَةِ إِذْ لَأْسَانٌ خَلْفِي يَقُولُ ارْقِعْ

إِذَا لَكَ فَإِنَّهُ آتَانِي وَأَبْنِي - فَإِذَا هُوَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَلَّمْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أُمَّهُ بَرَّةً - قَالَ أَمَا لَكَ

فِي أَسْوَةٍ؟ فَظَرْتُ فَإِذَا لَأْسَانٌ إِلَى يَصُوفٍ سَادِيَةٍ - (1)

"انہوں نے مجھے بتایا ایک دفعہ میں مدینہ کی گلیوں میں چل رہا تھا اور میں نے اپنے پیچھے ایک انسان کو یہ کہتے ہوئے سنا اپنے تہبند کو اونچی کر واس

طرح وہ نجاست سے پاک ہو گا اور پائیدار بھی ہو گا۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ سرور انبیاء علیہ السلام کی ذات اقدس تھی۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ یہ تو اوپر اوڑھنے والی چادر ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا میری ذات میں تمہارے لئے نمونہ نہیں۔ جب میں نے حضور ﷺ کی طرف دیکھا تو حضور ﷺ کا تہبند مبارک نصف پنڈلیوں تک اوپر اٹھا تھا۔“

حضرت جریر بن عبد اللہ الکلی سے مروی ہے انہوں نے بتایا کہ ایک روز میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ کی محفل میں بہت سے صحابہ موجود تھے۔ ہر آدمی اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ لیکن سرور عالم ﷺ نے اپنی چادر اٹھائی اور میری طرف پھینک دی۔ حضرت جریر نے اس چادر کو اپنی گردن پر رکھا، اپنے چہرہ پر ملا، اسے بوسہ دیا پھر سے اپنی آنکھوں پر رکھ لیا اور ساتھ ہی یہ عرض کی۔

اَكْرَمَكَ اللهُ يَا رَسُولَ اللهِ

”حضور ﷺ نے اس تاجیز کی عزت افزائی فرمائی ہے اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کو مکرم و محترم رکھے۔“

امام بخاری اور دیگر محدثین نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ایک خاتون بارگاہ رسالت میں ایک چادر لے کر حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کی

يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي تَبِعْتُ هَذِهِ سَيِّدِي أَكْسُو كَهَا

”یا رسول اللہ میں نے اس کو اپنے ہاتھوں سے بنا ہے تاکہ حضور ﷺ پہنوں۔“

رسول اللہ ﷺ نے اس تحفہ کو قبول فرمایا۔ یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ حضور ﷺ کو اس کی ضرورت تھی۔ حضور ﷺ وہ باندھ کر باہر تشریف لائے۔ حاضرین سے ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے عطا فرمائیے۔ سرکار نے اس کو عطا فرمائی۔ (1)

حضرت امام مالک سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا ابو جہیم بن حذیفہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں ایک شامی چادر پیش کی جس پر بیل بوٹے بنے تھے تھے۔ حضور ﷺ نے اسے پہن کر نماز ادا فرمائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے فرمایا یہ چادر ابی جہیم کو

واپس کر دو کیونکہ میں نے نماز کی حالت میں اس کے نقش و نگار کو دیکھا، قریب تھا وہ مجھے نماز سے غافل کر دے۔ اور وہ کھر در کی چادر لاؤ جس پر تیل بونے نہیں ہیں۔

شہر بن حوشب کہتے ہیں کہ میں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس سیدنا امام حسین کی شہادت پر تعزیت کیلئے آیا تو حضرت ام سلمہ نے مجھے یہ حدیث بیان کی ایک روز حضور ﷺ میرے حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ سیدۃ النساء فاطمہؓ نے آپ سے یہ کھانا تیار کیا اور اسے لے کر تشریف لائیں۔ حضور ﷺ کے سامنے رکھا۔ حضور نے فرمایا فاطمہ جاؤ اور اپنے بچے کے بیٹے (سیدنا علی) اور دونوں بیٹوں کو بلاؤ۔ چنانچہ حضرت سیدہ سب کو بلا کر لائیں۔ تب ہم نے مل کر کھانا کھایا۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ حضور کریم ﷺ نے خیر کی چادر جو حضور ﷺ کے نیچے پچھی تھی اس کا ایک کون پڑا پھر پناہ مبارک آسمان کی طرف بلند کیا اور دعا مانگی۔

اللَّهُمَّ هَؤُلَاءِ عَتَرَتِي وَأَهْلُ بَيْتِي اللَّهُمَّ فَأَذِيبْ عَنْهُمْ
الرَّجَسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا۔

”اے اللہ! یہ میری اولاد ہے اور میرے اہل بیت ہیں۔ اے اللہ! جس

کو ان سے دور کر دے اور انہیں پوری طرح مطہر بنا دے۔“

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں میں نے عرض کی اَنَا مِنْ أَهْلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ میں بھی حضور ﷺ کے اہل سے ہوں فرمایا دَأْنَتْ إِلَى خَيْرٍ تم بھائی کی طرف ہو۔ (1)

حضرت عبداللہ بن غسبل فرماتے ہیں ایک روز میں مدہ کے پیارے رسول کے ساتھ تھا۔ حضرت عباس کا گزر ہوا۔ حضور نے فرمایا اے چچا اپنے بچوں کو لے آؤ۔ حضرت عباس اپنے چھ بچوں کو لے آئے۔ فضل۔ عبداللہ۔ عبید اللہ۔ قثم۔ عبدالرحمن اور کثیر۔ سرور عام ﷺ نے ان سب کو اپنی چادر کے اندر داخل کر لیا۔ اس چادر کا رنگ سیاہ تھا اور اس میں سرخ دھاریاں تھیں۔ پھر حضور ﷺ نے دعا فرمائی۔

اللَّهُمَّ إِنَّ هَؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي وَعَتَرَتِي فَأَسْأَلُكَ عَنْهُمْ مِنَ الشَّارِ

كَمَا سَأَلْتُكَ بِهَذِهِ الشَّمْلَةِ (2)

”اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ یہ میری عزت ہیں ان کو آتش جہنم سے

اس طرح چھپالے جس طرح میں نے ان کو اس چادر سے چھپالیا ہے۔“

جب سرکار نے یہ دعا فرمائی تو گھر میں جتنی مٹی کی اینٹیں تھیں اور جو دروازوں اور کھڑکیوں کے کواڑ تھے سب نے آمین کہا یعنی اے اللہ اپنے محبوب کی التجا کو قبول فرما۔

حضرت عبداللہ بن مبارک سے مروی ہے وہ عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں۔

حضور ﷺ کا وہ لباس جسے پہن کر حضور ﷺ وفدوں سے ملاقات فرمایا کرتے تھے،

اس میں ایک چادر تھی جو حضور موت کی بنی تھی۔ اس کا طول چار گز اور عرض دو گز ایک باشت تھا۔

شلوار

سوید بن قیس سے مروی ہے کہ میں اور مخرمہ العبدانی بصرہ سے بزازی خرید کر لائے۔

ہم جب مکہ پہنچے تو حضور سرور عالم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ جب ہم مٹی میں تھے

نبی کریم ﷺ نے شلوار کا ہمارے ساتھ سودا کیا۔ ہم نے کہا کہ شلوار کے کپڑے کے وزن

کے مساوی ہم درہم لیں گے۔ وہ شخص جو وزن کرتا تھا حضور ﷺ نے اسے فرمایا

وَرَجَعَ وَزْنَ كَرْدُورِ دَرْہِمِ دَالِے پڑے کو نیچے کر۔ (1)

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے رحمت عالم ﷺ نے چار درہم کے بدلے شلوار

خریدی۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! حضور ﷺ بھی شلوار پہنتے ہیں؟ فرمایا۔

لَعَنَ فِي السَّعْرِ وَالْحَصْرِ وَالْيَلِيلِ وَالنَّهَارِ قَائِلُ أَمْرٍ بِالسَّعْرِ

فَلَمْ أَحَدٌ شَيْئًا اسْتَرَمْنَهُ۔

”ہاں میں اس کو پہنتا ہوں سفر میں بھی اور حضر میں بھی، رات اور دن

میں کیونکہ مجھے ستر پوشی کا حکم دیا گیا ہے اور شلوار سے زیادہ پردے وال

کپڑا اور کوئی نہیں۔“

(بصرہ) یمن کے ایک شہر کا نام ہے جو عفر (ایک شہر) سے ایک دن رات کی مسافت پر ہے۔

یہ مذکور اور منصرف ہے۔ اگر اس کو مؤنث کہا جائے تو غیر منصرف ہوگا۔

حضور کریم ﷺ کا مصلیٰ اس چمڑہ کا ہوتا جس کو رنگا گیا ہوتا

ابن عساکر سہل بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کیسے نیکہ دار چادر اس سے ایک لباس تیار کیا گیا یہ چادریں کالی صوف سے بنی ہوئی تھیں ورنہ کے دو سفید صوف کے کنارے بنائے گئے تھے۔ حضور ﷺ یہ لباس پہن کر مجلس میں تشریف لے دے فرمایا یہ لباس کتنا خوبصورت ہے۔ ایک اعرابی وہاں موجود تھا اس نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے پہنا دیں۔ رحمت عالم ﷺ کا یہ شیوہ تھا اگر حضور ﷺ سے کوئی چیز مانگی جاتی تو حضور ﷺ نہ نہ کرتے۔ فرمایا بہت اچھا۔ پھر دو سو تری چادریں منگوائیں ان کو پہنا کر لباس اتار کر اس اعرابی کو دیدیا۔ پھر حکم دیا اس لباس کی طرح ایک اور لباس تیار کر دیا جائے۔ ابھی وہ تیاری کے مرحلے میں تھا کہ نبی کریم ﷺ اس دنیا سے فانی سے درالہ بقاء کو تشریف لے گئے۔

برنس۔ لمبی ٹوپی

عامم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہو تو میں نے مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ سروں پر اونچی ٹوپیاں اور چادریں اوڑھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے، چادروں میں ہاتھ چھپے تھے۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے ایک دن سوتی کپڑے پہنے سرکار دوام ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ حضور ﷺ نے ایک عصا پکڑی تھی، اسامہ بن زید پر ٹیک لگائی تھی، آپ نے اس عصا کو سامنے گاڑ دیا اور پھر نماز ادا کی۔

حضور ﷺ روٹی اور کتان اور یمن کے بنے ہوئے کپڑے زیب تن فرمایا کرتے اور حضور ﷺ کی سنت کا اتباع ہم پر ہر چیز سے مقدم ہے۔ حضور سرور عالم ﷺ کے لباس پر کبھی کبھی پیوند بھی لگا ہوتا۔ (۱)

حضور ﷺ لوگوں کو اپنی ذات کے عمل سے دل سادیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضور ﷺ اپنی پھٹی ہوئی چادر کو چمڑے سے پیوند لگا لیتے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ لگاتار تین دن تک حضور ﷺ دن کا کھانا بھی کھائیں اور رات کو بھی کھائیں یہاں تک کہ حضور ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔

حضور کے لباس کے مختلف رنگ

حضرت انس سے مروی ہے آپ نے فرمایا۔

كَانَ أَحَبَّ الْأَلْوَانِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الْخَضْرَاءُ - (1)

”تمام رنگوں سے حضور ﷺ کا پسندیدہ رنگ ہنہ تھا۔“

حضرت ابی ریحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ نے دونوں ہنہ چادریں پہنی تھیں۔ حضور ﷺ کا ایک ہنہ جوڑا تھا جوہ فود کوثر ف بارہا بی دیتے وقت پہنتے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عیدین اور جمعہ کے موقع پر سرخ چادر پہنا کرتے۔

عامر بن عمرو سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منی میں دیکھا۔ حضور ﷺ فخر پر سوار ہیں، خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں اور سرخ چادر اوڑھ لی ہوئی ہے۔ اور حضرت علی مرتضیٰ آگے کھڑے ہیں اور جو حضور ﷺ فرماتے ہیں وہ آپ دو گوں کو سنتے ہیں۔ بعض صحابہ نے ذی الحجاز کے میدان میں حضور ﷺ کو دیکھا کہ حضور ﷺ نے دو سرخ چادریں زیب تن فرمائی ہیں۔

طارق بن عبد اللہ الحارثی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارا قافلہ ربذہ سے مدینہ طیبہ کی طرف آیا۔ ہمارے ساتھ ایک خاتون تھی۔ اس اثناء میں جب ہم بیٹھے تھے رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور حضور ﷺ نے دونوں سفید کپڑے پہنے تھے۔ طبرانی ثقہ راویوں کے ذریعہ سے حضرت انس سے روایت کرتے ہیں رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

عَلَيْكُمْ بِالتَّيَّابِ الْبَيْضِ فَالْبِسُوهَا أَحْيَاءَكُمْ وَكَفَنُوا فِيهَا
مَوْتَكُمْ -

”تم پر لازم ہے کہ سفید کپڑے پہنا کرو۔ اپنے زندوں کو بھی سفید

کپڑے پہناؤ اور جو فوت ہو جائیں انہیں سفید کپڑوں میں کفن کرو۔“

سیاہ رنگ

حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ایک صبح حضور ﷺ شریف الہ حضور ﷺ پر سیاہ رنگ کی چادر تھی جو کالے پائوں سے بنی ہوئی تھی۔

بہت سے صحابہ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن جب حضور ﷺ شہر مکہ میں داخل ہوئے تو حضور ﷺ کے سر اقدس پر کالے رنگ کا عمامہ تھا۔

عمرو بن حریث اپنے والد سے روایت کرتے ہیں حضور نے ایک روز عروبہ کو خطبہ دیا اور حضور ﷺ نے سیاہ رنگ کا عمامہ باندھا تھا۔ حضور ﷺ کا ایک جھنڈ تھا اس کا رنگ بھی کالا تھا اور حضور ﷺ کا عمامہ بھی سیاہ تھا۔ حضور ﷺ کا جھنڈا تھا جس کا نام عقیاب تھا۔ نبی کریم ﷺ کا عمامہ سیاہ رنگ کا تھا اور حضور ﷺ حیدرین کے موقع پر اسے باندھا کرتے۔

زعفران اور درس سے رنگے ہوئے کپڑے

حضرت عبداللہ بن جعفر روایت فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ حضور ﷺ نے جو دو کپڑے پہنے تھے وہ بھی زعفران سے رنگے تھے اور حضور ﷺ کی چادر اور دستار مبارک بھی زعفران کے رنگ سے رنگی ہوئی تھی۔

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں بسا اوقات حضور ﷺ کے سارے پارچات قمیص، چادر، تہبند، سب کو زعفران یا درس سے رنگتی تھی اور حضور ﷺ اسے پہن کر باہر تشریف لاتے۔ (1)

حضرت انس سے مروی ہے کہ سرور عام ﷺ کا یف تھا جو درس اور زعفران سے رنگا تھا۔ رات کے وقت اس پر پانی کا چھڑکاؤ کر دیتے تاکہ اس کی خوشبو زیادہ ہو جائے۔ (درس ایک گھاس ہے، زرد رنگ کی اس سے کپڑے رنگتے ہیں)

پاپوش مبارک۔ خفین۔ (موزے)

حضرت وحید کلبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے بتایا کہ میں نے صوف کا بنا ہوا ایک جبہ اور دو موزے نبی رحمت ﷺ کی بارگاہ میں بطور ہدیہ پیش کئے۔ حضور ﷺ نے

قبول فرمائے اور حضور ﷺ انہیں لگا ہمارا استعمال کرتے رہے یہاں تک کہ وہ پارہ پارہ ہو گئے۔
حضور ﷺ نے خفین کے بارے میں یہ دریافت نہیں فرمایا کہ جس چڑے سے انہیں
بنایا گیا ہے اس چڑے کو رنگایا تھا یا نہیں۔

حضرت عبداللہ بن بریدہ روایت کرتے ہیں کہ نجاشی نے بارگاہ رسالت میں سیاہ رنگ
کے موزے بھیجے۔ حضور ﷺ نے ان کو پہنا اور ان پر مسح فرماتے رہے۔ (۱)
حضرت طبرانی، سند جید سے ابو امامہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضور ﷺ
نے اپنے دونوں موزے منگوائے تاکہ پہنیں۔ ایک موزہ پہنا تھا۔ اسی دوران ایک کو آدیا اس
نے دوسرا موزہ اٹھالیا اور آگے جا کر پھینک دیا، اس میں سے ایک سانپ نکلا، رسول اللہ ﷺ
نے فرمایا۔

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَلْبَسُ خُفَيْنِ
حَتَّى يَنْقَضَ لَيْلًا۔

”جو شخص اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اس وقت تک موزے

نہ پہنے جب تک ان کو جھاڑ نہ لے۔“

حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ کے پاپوش مبارک کے دو تھے ہوتے
تھے۔ (۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جب سرکارِ دو عالم ﷺ کسی
محفل میں تشریف فرما ہوتے تو حضور ﷺ کے مقدس پاؤں سے جوتے اتار لیتے اور اپنی
آستینوں میں رکھ لیتے جب حضور ﷺ اٹھتے تو جوتے پہناتے اور عصا چڑھ کر حضور ﷺ
کے آگے آگے چلتے یہاں تک کہ حضور اپنے حجرہ میں تشریف لے جاتے۔

حضرت ابن عون رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ کے ایک موچی کے
پاس آیا اور میں نے کہا مجھے جو تاسی کر دے۔ اس نے کہا اگر تمہاری مرضی ہو تو میں تمہیں
اس قسم کا جو تاتیار کر کے دوں اور اگر تم چاہو تو میں ایسا جو تاتیار کروں جیسا میں نے سرور
عالم ﷺ کا جو تامبارک دیکھا ہے۔ میں نے کہا تم نے رحمت عالم کا جو تاکہاں دیکھا ہے؟ اس

نے کہا فاطمہ کے گھر میں۔ میں نے کہا کون سی فاطمہ؟ اس نے کہا فاطمہ بنت عبید اللہ بن عباس کے گھر میں۔ میں نے کہا جس طرح حضور سرور عالم ﷺ کا جو تاقم نے دیکھا اس شکل کا جو تاج مجھے بنا دو۔ چنانچہ اس نے جو تاج بنایا اور دو تیسے رکھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے میں نے اپنے آقا ﷺ کو دیکھا حضور ﷺ سبتہ جوتے پہنتے تھے یعنی اس چمڑے کے بنے ہوئے جس پر بال نہیں ہوتے اور اس میں وضو فرماتے۔

سرکارِ دو عالم ﷺ کا معمول مبارک تھا جب پاؤں مبارک پہنتے تو پہلے دایں قدم پہنتے اور جب اتارتے تو پہلے بایاں اتارتے۔ (۱)

حضور ﷺ کھڑے ہو کر بھی جو تاج پہنتے اور بیٹھ کر بھی پہنتے۔ حضرت انس کو یہ شرف حاصل تھا کہ حضور ﷺ کے پاؤں بردار تھے اور حضور ﷺ کے کوزہ بردار تھے۔ اگرچہ حضرت عبداللہ بن مسعود کفش بردار کے قب سے ملقب تھے لیکن ممکن ہے دونوں حضرات کو یہ شرف نصیب ہوا ہو۔

انگشتری مبارک

امام بخاری حضرت انس سے روایت کرتے ہیں۔

سرورِ عالم ﷺ نے جب قیصر و کسری اور سلاطین عالم کو دعوت نامے بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو عرض کی گئی یا رسول اللہ! جب تک کسی خط پر مہر ثبت نہ ہو اس وقت تک وہ سلاطین ایسے خط کو وصول ہی نہیں کرتے۔ اس لئے حضور ﷺ نے ایک انگشتری بنوائی جس کا نقش یہ تھا۔

اللہ
رسول
محمد

حضرت انس کہتے ہیں کہ اب بھی اس مبارک انگشتری کی چمک مجھے نظر آ رہی ہے۔

ابن عساکر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ پہلے حضور ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی اور اس کو صرف تین دن تک پہنا۔ اس کے گھمبہ کو اپنی ہتھیلی کی

طرف آیا۔ دو گوں نے بھی اپنے نبی کی اقتداء کرتے ہوئے سونے کی انگوٹھیاں بنوائیں۔ ایک روز سرور عالم ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے، حضور ﷺ نے انگوٹھی انگلی سے نکال لی اور اس کو پھینک دیا اور فرمایا بخدا میں اسے ہٹا نہیں پہنوں گا۔ جب حضور ﷺ نے انگوٹھی اٹھ کر پھینکی تو صیہبہ نے اپنے آقا کی اقتداء کی۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے چاندی کی انگشتہ بنوائی اور حکم دیا کہ اس پر محمد رسول اللہ کندہ کر دیا جائے۔ حضور ﷺ نے آخری دن تک یہی انگوٹھی پہنی۔ پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آخر دم تک یہی انگوٹھی پہنی۔ پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آخر دم تک یہی انگوٹھی پہنی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہی انگوٹھی پہنی۔ چھ سال تک آپ اپنے رہے۔ جب خط و کتابت کا سلسلہ دراز ہوا اور یہ خط پر مہر لگانا خیفہ وقت حضرت عثمان کیلئے مشکل ہو گیا تو آپ نے یہ انگوٹھی ایک انصاری کے سپرد کی اور اسے حکم دیا کہ جتنے خطوط بھیجے جائیں ان پر تم یہ مہر لگا دیا کرو۔ ایک روز وہ انصاری ایک کنوئیں پر گئے جو حضرت عثمان کی عیلت تھا اور سونے قسمت وہ انگوٹھی اس کنوئیں میں گر گئی۔ اس کا نام ہزار لیس تھا۔ بڑی تلاش کی گئی، ساراپانی نکلوا لیا، ساری مٹی نکلوائی گئی۔ لیکن رحمت عالم ﷺ کی انگوٹھی دستیاب نہ ہوئی۔ حضرت عثمان نے اس جیسی ایک اور انگوٹھی بنانے کا حکم دیا پھر فرمایا اس پر بھی محمد رسول اللہ کے کلمات کندہ کئے جائیں۔ (1)

اگرچہ بعض روایات میں یہ مذکور ہے کہ پہلے حضور ﷺ نے انگوٹھی اپنے دائیں ہاتھ کی انگلی میں پہنی اور پھر بائیں ہاتھ کی انگلی میں پہنی لیکن اکابر صحابہ کی ایک کثیر تعداد نے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے آخر دم تک انگشتہ بنوائیں ہاتھ کی انگلی میں پہنے رکھا اور وہ ہمیشہ جس پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا وہ پھیلی کی طرف ہو کرتا تھا۔ اور وہ بھی چاندی کا تھا۔ حضور ﷺ جب قضائے حاجت کیلئے بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تو انگشتہ اتار کر رکھ دیتے۔ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو چاندی کی انگوٹھی بنوانے کی اجازت تو دیدی لیکن اس بات سے منع کیا کہ کسی کی انگوٹھی کے ہمیشہ پر محمد رسول اللہ کندہ کیا جائے۔

وَلَا يُنْفِشُ أَحَدٌ نَفْسَهُ

ابن ماجہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔

"سرکارِ دو عالم ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی بنی ہوئی تھی سینکڑوں کا نمینہ

ایسے پتھر کا تھا جو جوش میں پایا جاتا ہے۔" (1)

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ نبی مکرم ﷺ کی اسی مبارک انگشت کی میں ایک مہربانی تھی جس طرح حضرت سیدنا علیہ السلام کی انگوٹھی میں رہا لگی تھی۔ جب حضرت سیدنا علیہ السلام کی انگوٹھی گم ہو گئی تو آپ کی ہماری سلطنت ختم ہو گئی اور جب تک سرکارِ دو عالم ﷺ کی بابرکت انگوٹھی حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم اور عثمانی خلافت کے پیروکاروں میں یہ انگوٹھی رہی مملکت اسلامیہ کے تمام آئینہ و اطراف میں امن و سکون رہا۔ کسی فتنہ، فساد کی وہاں چنگاری بھی نہیں چنچی، سینکڑوں عثمانی خلافت کے چھنے سارے جب یہ مبارک انگوٹھی ادریس کے کنوئیں میں گری اور تلاش بے سر کے باوجود دستیاب نہ ہوئی تو اس وقت سے ہی فتنہ و فساد کا آغاز ہو گیا اور ابھی تک ان فتنوں کی کڑک سب رہی ہے اور ابھی ابھی بھڑک اٹھی ہے اور ہر چیز کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔

علاء کرام نے صراحت کی ہے کہ اگر انگوٹھی چاندی کی بنی ہو تو اس کا زیادہ سے زیادہ وزن ایک مثقال ہو اگر اس انگوٹھی کا وزن ایک مثقال سے زائد ہو گا تو اس کا پتھر جڑنہ ہو گا۔

خوشبو اور اس کا استعمال

حبیب رب العالمین ﷺ کا مزاج لطیف اس بات کو زہد ناپسند کرتا تھا کہ حضور ﷺ کے جسد اطہر یا لباس سے بدبو آئے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ اس بات کو زہد ناپسند فرمایا کرتے کہ جب وہ اپنے صحابہ کرام کے پاس تشریف لے جائیں تو لباس سے بدبو آئے۔

حضور ﷺ رات کے آخری حصہ میں صبح صادق کے وقت خوشبو استعمال فرمایا کرتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرورِ عالم ﷺ جب سحری کے وقت

بیدار ہوتے تو استنجا کرتے، وضو فرماتے اور اپنی ازواج طاہرات میں سے جس کے ہاں خوشبو ہوتی وہ منگواتے اور استعمال فرماتے۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رحمت کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزیں انبیاء کرام کی سنتوں میں سے ہیں خندہ کروانا۔ مسواک کرنا۔ خوشبو لگانا اور نکاح۔

حضرت ابو حنیفہ اپنے والد صالح سے اور وہ اپنے والد عبد اللہ انصاری سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ مِمَّنْ سَنَّ
الْمُسْلِمِينَ - الْحَيَاءُ وَالْعِلْمُ وَالْحِجَامَةُ وَالْتَّعَطُّوَالِئِسْوَالُكُم (1)
”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پانچ چیزیں اللہ کے رسولوں کے معمولات
میں سے ہیں حیا، علم، حجامت، خوشبو کا استعمال اور مسواک۔“

اگر خوشبو بطور بدیہ خدمت اقدس میں پیش کی جاتی تو حضور ﷺ اسے مسترد نہ کرتے۔
امام بخاری اور نسائی دونوں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

اِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ لَا يُؤَدُّ الْمِصْبَ

”میں حضور ﷺ خوشبو کا تحفہ رد نہ کرتے بلکہ قبول فرماتے“

حضرت ابو یعلیٰ سند حسن سے روایت کرتے ہیں کہ

مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَ عَلَيْهِ طِيبٌ
فَقَطُّ قَرَدًا -

میں نے کبھی سرور انبیاء ﷺ کو نہیں دیکھا کہ حضور ﷺ کی خدمت
میں خوشبو پیش کی گئی ہو اور حضور ﷺ نے اس کو مسترد کر دیا ہو۔

امام مسلم اور نسائی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

اِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ عَرَضَ عَلَيْهِ
رِيْحَانٌ فَلَا يَرُدُّهُ فَإِنَّهُ خَفِيفُ الْحِمْلِ طِيبُ الرِّيْحِ -

”حضور ﷺ نے فرمایا جس کو پھول پیش کیا جائے وہ اسے رد نہ کرے

کیونکہ اس کا وزن بڑا ہلکا ہوتا ہے اور اس کی خوشبو بڑی پاکیزہ ہوتی ہے۔“

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے تین چیزوں کو مسترد کرنے سے منع فرمایا۔ حکیم، کھج، خوشبو

خوشبوؤں اور پھولوں سے حضور کی محبت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رحمت کائنات ﷺ نے فرمایا مجھے تمہاری دنیا سے تین چیزیں محبوب ہیں۔ عورتیں، خوشبو اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

جو خوشبوئیں حضور کو پسند تھیں

محمد بن علی رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ سے دریافت کیا کہ کیا سرورِ عالم خوشبو استعمال کیا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں اعلیٰ درجہ کی خوشبو؟ ذکاۃ الطیب۔ میں نے پوچھا۔ ذکاۃ الطیب سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کستوری اور عنبر۔

حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ احرام سے پہلے میں اپنے آقا کو بہترین خوشبو لگاتی تھی، جو میری مقدرت میں ہوتی۔ علامہ ابن قیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کے نزدیک سب سے پسندیدہ خوشبو کستوری تھی اور حضور ﷺ حناء کی کلیوں کو بھی بہت پسند فرماتے تھے۔ (۱)

حضرت سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ کے دونوں مبارک ہاتھوں میں گلاب کے پھول تھے اور حضور ﷺ میرے پاس لے آئے۔ جب میں نے ان پھولوں کو سونگھنے کیلئے اپنی ناک کے قریب کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے پھولوں کا یہ سردار ہے۔

خضاب

امام بخاری اور امام احمد عثمان بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میرے اہل خانہ نے مجھے ایک پیالہ میں پانی ڈال کر ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا۔ آپ

چاندی کا ایک چھوٹا سا برتن لے آئیں جس میں اللہ کے پیارے رسول ﷺ کا ایک موئے مبارک تھا۔ جب کسی شخص کو نظر بد لگتی یا اور کوئی عارضہ پیش ہوتا تو ایک برتن آپ کی خدمت میں بھیجا جاتا۔ وہ اس موئے مبارک کو اس میں بلا کر اس پانی میں ڈالتیں اور اس پیار کو پلایا جاتا۔

میں نے اس برتن میں جھانکا تو اس میں کئی بال نظر آئے جن کی رنگت سرخ تھی (1)
حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں نے منخر (جہاں قربانی کے جانور ذبح کئے جاتے ہیں) کے پاس سرور عالم ﷺ کو دیکھا۔ وہاں ایک قریشی شخص بھی تھا اور حضور ﷺ قربانی کے جانوروں کا گوشت تقسیم فرما رہے تھے لیکن اس قریشی اور اس کے ساتھی کو کچھ نہ ملا۔ اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ نے حلق کر دیا، اپنے سر مبارک کے بال منڈائے اور وہ سارے موئے مبارک اس کے کپڑے میں ڈال دیئے۔ اس نے ان موہائے مبارک کو چند لوگوں میں تقسیم کیا۔ اس میں ناخنوں کے تراشے بھی تھے۔ اس نے یہ چیزیں اپنے دوست کو دیدیں۔ وہ موہائے مبارک ہمارے پاس ہیں، انہیں حناء اور تھم سے رنگا گیا تھا۔

امام بخاری اور مسلم ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ ہم نے حضرت انس سے پوچھا **هَلْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ يَخْضِبُ** کیا اللہ کے پیارے رسول خضاب استعمال فرماتے تھے؟ آپ نے کہا بیشک، حناء اور تھم کا خضاب استعمال فرمایا کرتے تھے اور حضور ﷺ کے گنتی کے چند بال سفید ہوئے تھے۔ وہ کہتے ہیں حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے بھی حناء اور تھم سے بنایا ہوا خضاب استعمال فرمایا۔

حضرت عبداللہ ہام نے حضرت ابواندرداء رضی اللہ عنہما سے پوچھا نبی کریم ﷺ کس چیز سے خضاب لگایا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا حضور ﷺ کے بال اتنے سفید نہیں ہو گئے تھے کہ خضاب کی ضرورت ہوتی، حضور ﷺ کے صرف چند بال ایسے تھے جن کو حضور ﷺ مہندی اور پیری کے چوں سے دھوتے۔ (2)

نبی کریم ﷺ کا کنگھی، سرمہ اور آئینہ کا استعمال

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ سفر اور حضر میں ان پانچ چیزوں کو نظر انداز نہیں فرمایا کرتے تھے آئینہ، سرمہ دانی، کنگھی، تیل اور مسواک۔

حضرت ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ سفر کا ارادہ فرمایا کرتے تو میں یہ چیزیں تیار کر کے حضور ﷺ کے سامان میں رکھواتی خوشبودار تیل، کنگھی، آئینہ، قہقہہ، سرمہ دانی اور مسواک۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ جب رات کے وقت بستر پر استراحت فرماتے تو اس سے پہلے مسواک کرتے، وضو فرماتے اور بالوں میں کنگھی کرتے۔ حضور ﷺ کی کنگھی ہاتھی دانت کی تھی جس سے حضور ﷺ اپنے بالوں کو درست کیا کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رحمت عالم ﷺ جب آئینہ میں اپنے دل پذیر چہرے کو دیکھتے تو بارگاہِ الہی میں عرض کرتے۔

اللَّهُمَّ حَسَنَتْ خَلْقِي فَحَسِّنْ خَلْقِي وَأَوْسِعْ عَلَيَّ رِزْقِي

”اے اللہ تعالیٰ! تو نے میری ظاہری صورت کو حسین بنایا ہے۔ الہی!

میرے اخلاق کو بھی حسین بنادے اور میرا رزق میرے لئے وسیع فرما

دے۔“

حضرت اہل بن سعد روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے حجرے میں جھانک کر دیکھا۔ حضور ﷺ کے دست مبارک میں کنگھی تھی جس سے اپنے سر مبارک کو کھینا رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر مجھے یہ پتہ چلتا کہ تم دیکھ رہے ہو تو میں اسی کنگھی سے تیری آنکھوں کو ضرب لگا تا تم نہیں جانتے کہ شریعت میں کسی گھر میں دخل ہونے سے پہلے اذن طلب کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ تم اہل خانہ کو اپنی آمد سے خبردار کرنے سے پہلے نہ دیکھو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس کا 1 سرمہ تھا۔

آپ اپنے بستر پر آرام فرماتے تو دونوں آنکھوں میں تین تین سلاخیاں ڈالتے۔

حجامت کرانا

رسول اللہ ﷺ اس بات کو مستحب سمجھتے کہ جمعہ کے دن ناخن اور مونچھوں کے بال کٹوائے جائیں۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے پیارے رسول کو دیکھا کہ حجام حضور ﷺ کے سر کے بال مونڈ رہا تھا اور صحابہ کرام حضور ﷺ کے ارد گرد کھڑے تھے اور ان کا مقصد یہ تھا کہ حضور ﷺ کا کوئی موئے مبارک زمین پر نہ گرے بلکہ کسی نہ کسی شخص کے ہاتھ پر گرے۔

علامہ ابن قیم زاد المعاد میں حضور ﷺ کی سنت کا ذکر کرتے ہیں کہ حضور ﷺ یا تو سر اسر منڈایا کرتے یا سر کے سارے بالوں کو سلامت رکھتے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ سر کے بعض بالوں کو تو حضور ﷺ نے مونڈا ہو اور بعض کو رہنے دیا ہو۔ اور رحمت عام ﷺ نے صرف عمرہ اور حج کے موقع پر اپنے سر مبارک کے بال منڈوائے ان کے علاوہ سر کے ہاں منڈوانا حضور ﷺ کا طریقہ نہ تھا۔

جن جیہوں کو حضور ﷺ کے سر مبارک کے بال مونڈنے کی سعادت نصیب ہوئی ان کے اسماء کتب احادیث و سیرت میں موجود ہیں۔ غزوہ حدیبیہ کے موقع پر حضرت خراش بن امیہ نے، عمرۃ القضاء میں مردہ کے پاس ابن سکن نے، غزوہ جعرانہ کے موقع پر ابو الہند الحجام، جوینی بیاضہ کا آزاد کردہ غلام تھا، اس نے اور حجتہ اوداع کے موقع پر معمر بن عبد اللہ بن فضلہ نے حضور ﷺ کے موئے مبارک مونڈنے کی سعادت حاصل کی۔

امام مسلم اور بخاری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنا سر منڈوایا اور پہلے حصہ کے بال حضرت ابو طلحہ کو عطا فرمائے۔ اور پھر بائیں جانب کے جب موہائے مبارک مونڈے گئے تو وہ بھی حضرت ابو طلحہ کو عطا فرمائے اور انہیں حکم فرمایا اَقْسِمُ بَيْنَ النَّاسِ انْ كُؤُكُؤُنْ فِي تَقْسِيمِ كُؤُكُؤُنْ (1)

ام غزالی نے احیاء العلوم میں ناخن کاٹنے کی یہ ترتیب رقم کی ہے۔

پہلے دائیں ہاتھ کی انگشت تیسج سے شروع کیا جائے پھر وسطی پھر بنصر پھر خنصر اس

کے بعد ہائیں ہاتھ کی خنصر۔ پھر بنصر۔ پھر وسطی پھر انگشت تسبیح پھر انگوٹھا اس کے بعد دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن کانٹے جائیں پھر دائیں پاؤں کی خنصر۔ پھر بنصر۔ پھر وسطی انگلی پھر بائیں پاؤں کی خنصر سے شروع کر کے ختم کرے۔ (۱)

امام احمد اور طبرانی روایت کرتے ہیں کہ حضور نے بسب مٹی کے میدان میں قربانی۔ جانور ذبح کئے تو معمر کو حکم دیا کہ وہ حضور ﷺ کے بال موٹے۔ معمر کہتے ہیں کہ میں استرا پکڑ کر حضور ﷺ کے سر کے قریب کھڑا ہو گیا۔ اس وقت رحمت عام ﷺ نے اپنی چشم مبارک سے میرے چہرے کی طرف دیکھا اور فرمایا اے معمر اللہ کے پیارے رسول نے تجھے اپنے سر کے قریب کھڑا ہونے کی اجازت دی ہے، اس حال میں کہ تیرے ہاتھ میں استرا ہے۔ میں نے عرض کی بخدا یا رسول اللہ۔ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بڑا انعام ہے۔ حضور ﷺ اب دیکھیں گے کہ میں کس مہارت سے سوئے مبارک موٹا ہوں۔ پھر میں نے حضور ﷺ کے سر مبارک کو موٹا۔

گھریلو سامان

امام بخاری ادب مفرد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے کہا کہ میں ایک روز بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ ایک چارپائی پر تشریف فرما تھے جس کو کمر درے بان سے بنا گیا تھا۔ حضور ﷺ کے سر مبارک کے نیچے چڑھ کا تکیہ تھا جسے کھجور کے پتوں سے بھرا گیا تھا۔ حضور ﷺ کے جسم اطہر اور چارپائی کے درمیان ایک کپڑا بچھا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور کریم ﷺ کے کاشانہ قدس میں ایک چارپائی تھی جو بڑی گھاس کے پٹھے سے بنی گئی تھی۔ اس پر ایک سیاہ رنگ کی چادر بچھی تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے پاس رحمت عام ﷺ کے تبرکات میں سے ایک چارپائی، حضور ﷺ کا عصا، حضور ﷺ کا پیرہ، ایک تکیہ جس کو کھجور کے پتوں سے بھرا ہوا تھا، ایک چادر اور کجاوہ تھا۔ جب قریش کے کچھ لوگ حضرت فاروق

۱۔ انگوٹھے کے ساتھ الی انگلی انگشت تسبیح سے، درمیان انگلی کو وسطی اس نے ساتھ الی انگلی کو، سب۔ "رب۔ چھوٹی انگلی کو، بنصر کہتے ہیں۔

اعظم کی ملاقات کیلئے حاضر ہوتے تو آپ انہیں ان چیزوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے۔

هَذَا مِيرَاثٌ مِّنْ أَكْرَمِكُمُ اللَّهُ تَعَالَى بِهِ وَأَعَزُّكُمْ بِهِ وَفَعَلَدٌ

فَعَلَّ - (1)

”یہ اس عظیم المرتبت ہستی کی میراث ہے جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے قریش کو مکرم و محترم کیا ہے اور جس کے صدقے تمہیں ان عزتوں سے سرفراز کیا ہے۔“

حضرت ابو رفاعہ العدوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک کرسی پیش کی گئی۔ میرا خیال ہے کہ اس کے پائے لوہے کے تھے۔ امام احمد کی رائے ہے کہ پائے لکڑی کے تھے لیکن ان پر سیاہ رنگ کر دیا گیا تھا جس کی وجہ سے یہ غلط فہمی ہوئی۔ حضور ﷺ اس پر بیٹھ گئے اور مجھے وہ علم سکھانا شروع کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو عطا فرمایا۔ (2)

علامہ بلاذری حضرت صدیقہ سے روایت کرتے ہیں قریش مکہ سونے کیلئے چارپائیاں استعمال کرتے تھے۔ جب رحمت عالم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضور ﷺ حضرت ابو ایوب انصاری کے ہاں اقامت گزریں ہوئے۔ حضور پر نور ﷺ نے پوچھا اے ابو ایوب تمہارے ہاں چارپائی نہیں ہے؟ عرض کی بخدا ہمارے ہاں کوئی چارپائی نہیں۔ یہ بات اسعد بن زرارہ نے سنی تو اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے استعمال کیلئے ایک چارپائی بھیجی جس کے بازو اور پائے ساگوں کی لکڑی سے بنائے گئے تھے۔ رحمت عالم ﷺ اس پر استراحت فرمایا کرتے اور جب حضور ﷺ کی نماز جنازہ ادا کی گئی تو اس وقت بھی اسی چارپائی پر حضور ﷺ تھے۔ اس کے بعد صحابہ کرام اپنے مردوں کو اس چارپائی پر اٹھا کر دفن کیلئے لے جاتے چنانچہ حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم کو بھی اسی چارپائی پر لے جایا گیا تاکہ اس کی برکت سے میت بھی متمتع ہو۔

طَلَبْنَا لِبَرْكَتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور ﷺ کا سارا گھریلو سامان حضرت عمر بن عبدالعزیز کی نگرانی میں تھا۔ آپ نے اسے ایک کمرہ میں رکھا ہوا تھا۔ ہر روز اس کی زیارت کرتے تھے اور جب بیرون مکہ سے

وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ انہیں لے کر اس کمرہ میں جاتے تاکہ حضور ﷺ کے تبرکات کو وہ دیکھیں۔ آپ ان لوگوں کو یہ فرماتے۔

هَذَا مِيرَاثٌ مِّنْ أَكْرَمِكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَاعْزَكُمُ بِهِ۔

”یہ اس عظیم القدر ہستی کی میراث ہے جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو معزز و مکرم کیا۔ اور اس کی وجہ سے تمہیں عزت، ناموری پر فائز کیا گیا۔“

اس میراث میں درج ذیل چیزیں تھیں۔

وہ چار پائی جو کھر درے پٹھے سے بنی ہوئی تھی، چمڑے کی مڈی جو کھجور کے چوں سے بھری ہوئی تھی۔ ایک بڑا پیالہ۔ ایک گلاس۔ چٹلی۔ ترکش جس میں تیر تھے۔ اون کا ایک کپڑا۔ اس صوف کے ٹکڑے میں حضور ﷺ کے سر مبارک سے جو پسینہ بہتا اس کے نشانات تھے۔ ایک آدمی بیمار ہو گیا انہوں نے خیفہ سے درخواست کی کہ اس پسینہ کو دھو کر اپنے مریض کیلئے دیں تاکہ اس کی ناک میں پکایا جائے۔ یہ درخواست حضرت عمر بن عبد العزیز کی خدمت میں پیش کی گئی۔ چنانچہ آپ نے اجازت دی، اس دھوون کو مریض کے ناک میں پکایا گیا اور وہ شفیاب ہو گیا۔ (1)

اس چار پائی کو حضرت عبداللہ بن اسحاق الاشجانی نے چار ہزار درہم قیمت داکرے خرید لیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ایک چٹائی تھی جو رات کو لپیٹ دی جاتی تھی۔ اس پر حضور ﷺ نماز ادا کرتے۔ دن کے وقت حضور ﷺ کے لئے بچھا دی جاتی حضور ﷺ اس پر آرام فرماتے۔

چٹائی، بستر، لحاف، تکیہ، رومال، بستر کی چادر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے آپ نے بتایا کہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی تھیں حضور ﷺ جس بستر پر سترحت فرمایا کرتے تھے وہ چمڑے کا تھا اس کو کھجور کے چوں سے بھرا گیا تھا۔

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کا تکیہ بھی چڑھے گا بنا ہوا تھا اس کو کھجور کے پتوں سے بھرا گیا تھا۔

حضرت انس سے مروی ہے وہ کب وہ جس پر حضور ﷺ نے حج ادا کیا وہ پرانا تھا۔ اور وہ ایک ایسی مڑی سے بنایا گیا تھا جس کی قیمت چار درہم بھی نہ تھی۔ حضور ﷺ جب اس پر سو رہے تو بارگاہ رب العزت میں التجا کی۔

اللَّهُمَّ حُجَّةً لِّدِينِي آمِنْهَا وَلَا سَمْعَةَ

”اے اللہ! اس حج کو ایسا حج بنا جس میں کوئی ریا اور شہرت کی طلب نہ ہو
محض تیری رضا کیلئے ہو۔“

سرکارِ دو عالم ﷺ چڑھے چڑھے کی بنی ہوئی ایک چادر پر آرام فرما ہوئے۔ حضور ﷺ کو پسینہ آیا۔ ام سلیم انھی اور اس پسینہ کو جمع کرنا شروع کیا اور ایک شیشی میں ڈالتی رہی۔ نبی رحمت ﷺ نے اس کو ایسا کرتے دیکھ کر فرمایا مَا هَذَا الَّذِي تَصْنَعِينَ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ م سلیم یہ کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ حضور ﷺ کے اس پسینہ کو اپنی خوشبو میں ڈالوں گی۔ اپنی نیاز آئیں خادمہ کا یہ جواب سن کر حضور ﷺ ہنس پڑے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سلمان فارسی حضرت فاروق اعظم کے پاس آئے۔ آپ تکیہ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے۔ جب سلمان آئے تو آپ نے وہ تکیہ اٹھ کر ان کو پیش کر دیا۔ یہ دیکھ کر بے ساختہ سلمان کی زبان سے نکلا اللَّهُ أَكْبَرُ صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے۔ حضرت فاروق اعظم نے انہیں کہا کہ جو حدیث تمہیں یاد آئی ہے وہ ہمیں سنا دو۔ آپ نے عرض کی۔ ایک دن اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ ایک تکیہ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے۔ حضور ﷺ نے وہ تکیہ اٹھایا اور مجھے پیش کر دیا پھر فرمایا۔

يَا سَلْمَانُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ تَدْخُلُ عَلَى أَحَدٍ النَّاسِلِ وَيُكَلِّمُهُ

وَسَادَةً أَكْرَمَ آلَهُ إِلَّا غَفَرَ اللَّهُ لَهُ۔ (1)

”حضور ﷺ نے فرمایا اے سلمان! جب بھی کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے پاس جاتا ہے اور وہ اس کی تکریم کیلئے اپنا تکیہ اس کو پیش کر دیتا

ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمادیتا ہے۔“

ایک روز حضرت فاروق اعظم نے اپنی نور نظر حضرت ام المومنین حضرت رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ سب سے نرم اور ملائم کون سا بستر تو نے اپنے آقا علیہ السلام کے لئے بچھایا۔ آپ نے عرض کی ہمارے پاس ایک چادر تھی جو ہمیں خیبر کے امواں غنیمت سے ملی۔ میں ہر شب اپنے آقا کے بستر پر وہ چادر بچھا دیا کرتی اور اس پر حضور ﷺ آرام فرماتے۔ ایک رات میں نے اس کو دہرا کر کے بچھایا جب صبح ہوئی تو سرکار نے مجھ سے پوچھا آج میری چارپائی پر کیسا بستر تم نے بچھایا تھا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ وہی بستر جو ہر شب میں حضور کے لئے بچھاتی ہوں، آج میں نے صرف یہ لیا کہ اس چادر کو دوہرا کر کے بچھایا۔ حضور کریم ﷺ نے مجھے فرمایا جس طرح تم پہلے یہ چادر بچھیا کرتی تھی اسی طرح بچھیا کرو یہ دوہری چادر میری شب بیداری میں نخل ہوئی ہے۔ یہ سن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ زار و قطار رونے لگے۔ (1)

حضور ﷺ نے دیواروں پر پردہ چڑھانے اور تصویروں والا پردہ لٹکانے کو ناپسند فرمایا

امام احمد اور دیگر اکابر محدثین نے اپنی صحاح میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ایک دفعہ سرکارِ دو عالم ﷺ سفر سے واپس تشریف لائے۔ میں نے اپنے دروازے پر ایک پردہ لٹکایا ہوا تھا، اس میں پروں والے گھوڑوں کی تصویریں تھیں۔ جب حضور ﷺ تشریف لائے اور اس پردے کو دیکھا تو حضور ﷺ کے رخسار پر ناگواری کے آثار میں نے بھانپ لئے۔ حضور ﷺ نے اسے کھینچی اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ارشاد فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ لَكُمُ يَأْمُرُنَا أَنْ نَكْسُوَ الْجِجَارَةَ وَالطَّيْنَ

”اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم نہیں دیا کہ ہم پتھروں اور کچھڑ کو لباس

پہنائیں۔“

حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ ہم نے اس پردہ کو کاٹ کر دو ٹکڑے بنائے اور ان کو کھجور

کے چوں سے بھر دیا۔ اس بات کو حضور ﷺ نے ناپسند نہیں کیا۔

حضرت ثوبان فرماتے ہیں رحمت دو عالم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب سفر پر تشریف لے جاتے تو سب سے ملاقات کرتے لیکن سب سے آخر میں اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ الزہراء کو الوداع فرماتے اور جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے حضرت سیدہ کو اپنے دیدار کا شرف بخشتے۔

حضور ﷺ ایک غزوہ سے واپس آئے۔ حسب معمول اپنی صاحبزادی کے گھر تشریف لے گئے۔ اچانک دیکھا کہ ان کے دروازے پر ایک اونٹ پر وہ لٹکا ہوا ہے۔ حضور ﷺ اسی وقت لوٹ آئے۔ اس سے حضرت سیدہ از حد رنجیدہ خاطر ہوئیں۔ علی مرتضیٰ نے جب اپنی رفیقہ حیات کو اس طرح مغموم اور افسردہ دیکھا تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر ان کی کیفیت بیان کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا مَا أَنَا قَوْلُ نُبَيَّا؟ میرا اور دنیا کا کیا تعلق ہے۔ پس علی مرتضیٰ حضرت فاطمہ کے پاس گئے اور حضور ﷺ نے جو فرمایا تھا وہ سنایا۔ انہوں نے حضرت علی سے درخواست کی کہ حضور ﷺ کے پاس حاضر ہو کر میری طرف سے عرض کریں جو حضور ﷺ کا حکم ہو گا میں اس کی تعمیل کروں گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اسے کہو یہ پردہ فداں گھر والوں کی طرف بھیج دے۔

حضرت امام حسن سے پوچھا گیا وہ کیسا پردہ تھا؟ فرمایا وہ ایک عربی پردہ تھا جس کی قیمت چار درہم تھی۔ اتنی کم قیمت چیز کو بھی اپنی نور نظر کے گھر میں حضور ﷺ نہ دیکھ سکے۔ (1) امام ترمذی روایت کرتے ہیں جعفر بن طلحہ نے اپنے والد سے روایت کیا کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ سے پوچھا آپ کے گھر میں سرور عالم کا بستر کس طرح کا ہوتا تھا؟ فرمایا چڑا جس میں کبجور کے پتے بھرے ہوتے۔ پھر میں نے ام المومنین حصہ سے پوچھا آپ کے گھر میں جس بستر پر حضور آرام فرماتے وہ کیسا تھا؟ آپ نے فرمایا وہ ایک بالوں سے بنی ہوئی چادر تھی جس کو میں دہرا کر کے بچھایا کرتی تھی اور حضور ﷺ اس پر سویا کرتے۔ ایک رات خیال آیا کہ اگر میں اس کو چوہرا کروں تو حضور ﷺ کو مزید آرام ملے گا۔ میں نے اسے چوہرا کر کے بچھایا۔ جب حضور ﷺ صبح بیدار ہوئے پوچھا آج رات کون سا بستر بچھایا تھا؟ میں نے عرض کی وہی حضور ﷺ کا پہلا بستر جو روزانہ بچھاتی ہوں البتہ میں نے

آج اس کو چوہرا کر دیا تھا تاکہ حضور ﷺ کو زیادہ آرام ملے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اسے پہلے کی طرح دوہرا کر دو، آج یہ بستر میری شب بیداری میں مغل ہوا ہے۔

حضور کے برتن

امام بخاری حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت کرتے ہیں۔
میں آخری دنوں میں ایک روز حضور ﷺ کو اپنے سینے سے لگائی بیٹھی تھی۔ حضور ﷺ نے ایک طشت منگوایا اور اسی حالت میں حضور ﷺ کی روح پر فتوح رفیق اعلیٰ سے جا ملی۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے کاشانہ اقدس میں ایک پیالہ تھا جسے ریت کہا جاتا اور دوسرے کو مغیث کہا جاتا تھا اور ایک اور پیالہ تھا جس پر زنجیر چاندی کی چڑھائی گئی تھی اور یہ زنجیر حضرت انس نے چڑھائی تھی۔ (1)

ایک حضور ﷺ کا بڑا پیالہ تھا جس کے چار کندے تھے۔ اس کا نام غراء تھا۔ اس کو چار آدمی اٹھا سکتے تھے۔ ایک ڈول پتھر کا تھا جسے مخضب کہا جاتا تھا۔ اور ایک چمڑے کا چھال تھا جسے سادرہ کہا جاتا تھا۔ اور ایک شیشے کا پیالہ تھا۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے حضور ﷺ کے پاس ایک شیشہ کا پیالہ تھا جو مص کے بادشاہ مقوقس نے بطور ہدیہ خدمت اقدس میں بھیجا تھا۔ حضور ﷺ اس میں پانی وغیرہ پیا کرتے۔ ایک اور پیالہ تھا جو مٹی کا تھا۔ ایک چوکور برتن تھا جس میں شیشہ کنگھی رکھی رہتی تھی۔ حضور ﷺ کی ایک ہاتھی دانت کی کنگھی تھی جس سے گیسوئے عنبریں کو درست فرماتے۔ ایک سرمہ دانی تھی اور ایک قینچی، ایک مسوک اس کے علاوہ تولنے کیلئے ایک صاع اور مد کا پیالہ تھا۔

حضور کا سامان جنگ

سرورِ عالم ﷺ کے پاس چھ کمانیں تھیں ان کے نام درج ذیل ہیں۔
الروحاء، شوحط، الصفراء، (احد کی جنگ میں ٹوٹ گئی تھی یہ بیج کی لکڑی کی بنی ہوئی تھی پھر حضرت قتادہ بن نعمان نے حضور سے لے لی تھی) السداس، الزوراء، الصکوم (اس کی آواز بہت مدھم تھی)

سیدنا علی مرتضیٰ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ کے دست مبارک میں عربی کمان تھی۔ حضور ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا جس کے ہاتھ میں فارسی کمان تھی، حضور ﷺ نے اسے فرمایا یہ کیا بانس تم نے اٹھا رکھا ہے؟ اپنی قوس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس قسم کی کمانیں حاصل کرو اور منیٰ کے نیڑے بتاؤ۔ اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ سے دین کی تائید فرمائے گا اور تمہیں ان ملکوں کا مالک بنادے گا۔

سرور عالم ﷺ اثنائے جنگ خطبہ ارشاد فرماتے تو اپنی کمان پر ٹیک رکھا کرتے۔

حضرت ابن ابی شیبہ نے رسول اللہ ﷺ کے صحابی سے روایت کیا ہے کہ اپنے آقائی معیت میں غزوہ میں شریک ہوں اس وقت فاقہ کشی کی نوبت سے ہمیں دو چار ہونا پڑا۔ ہم نے دشمن کی کھریاں پکڑ لیں اور ان کی تقسیم سے پہلے ہم نے ان کو ذبح کر ڈالا، ان کا گوشت تیار کر کے ہانڈیوں میں ڈال کر چولہوں پر رکھ دیا۔ ہم نے دیکھا کہ رحمت عالم ﷺ ہماری طرف آ رہے ہیں اور کمان پر ٹیک لگا کر چل رہے ہیں۔ ہانڈیاں چولہوں پر ہل رہی تھیں، حضور ﷺ نے ان سب کو اپنی کمان سے اوندھ کر کے زمین پر دے مارا اور ارشاد فرمایا۔

(1) لَيْسَتْ الزُّهْمَى بِأَحَلَّ مِنَ الْمَيْتَةِ

”کوئی بوئی چیز اسی طرح حرام ہے جس طرح مردہ حرام ہے۔“

حضور کی تلواریں

حضور ﷺ کی تلواروں کی دو قسمیں تھیں ایک دو جن کے دستوں اور پھندوں پر چاندی کے جڑاؤ کا کام کیا گیا تھا۔ دوسرے کے روز سرور عالم ﷺ کے پاس جو تلوار تھی اس پر سونے اور چاندی کا کام کیا گیا تھا۔

حضرت جعفر بن محمد سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی تلوار کا پھل اور قبضہ چاندی کا تھا۔

حضور ﷺ کی گیارہ تلواریں تھیں جن کے نام یہ ہیں۔

1- اَلْمَأْمُوْدُ یہ آپ کے والد ماجد کی تلوار تھی جو حضور ﷺ کو ملی تھی۔ جب حضور ﷺ مدینہ شریف لائے تھے تو اس وقت آپ کے پاس موجود تھی۔

2- ذُو الْفَقَارِ یہ بدر کی جنگ میں حضور ﷺ کو بطور مال غنیمت ملی تھی۔ اس کا نام تہ چاندی کا تھا۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حجاج بن عدل نے اسے بارگاہ رسالت میں بطور مدیہ پیش کیا تھا۔

3-4-5- یہ تلواریں بنی قیسقاع کے اسلحہ کے اس ذخیرہ سے لی گئی تھیں جو مسلمانوں کو بطور مال غنیمت ملا تھا۔ قلعیہ، البطار، الحنف۔

6-7- یہ تلواریں بنی طے قبیلہ کے مال خانہ سے حضور ﷺ کو ملی تھیں۔ مخذام، رسوب۔

8- عَصَبُ جب رحمت دو عالم ﷺ غزوہ بدر کیسے رونہ ہوئے تو حضرت سعد بن حباب رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔

9- قَضِيبُ یہ بھی بنو قیسقاع سے ملی۔

10- صَصَامَةُ یہ عرب کے نامور پہلوان عمرو بن معدیکرب اندلیدی کی تلوار تھی۔

خالد بن سعید اموی نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی تھی۔ سرور عام ﷺ سے اس کا استعمال فرمایا کرتے تھے اور عرب کی مشہور ترین تلواروں سے ایک یہ بھی تھی۔

11- الْكُفَيْفُ :

آپ کے نیزوں کی تعداد پانچ تھی۔ (1)

الْمَثْوَى الْمُنَشْنَى 3-4-5 حضور ﷺ کو بنی قیسقاع قبیلہ کے ہتھیاروں سے ملے تھے۔

چھوٹے نیزے

حضور ﷺ کے چھوٹے نیزے پانچ تھے۔

النَّبَعَةُ الْبَيْضَاءُ (یہ پہلے سے بڑا تھا) جب حضور ﷺ نماز عید پڑھانے مدینہ طیبہ سے

باہر تشریف لے جاتے تو یہ نیزہ بطور سترہ گزارا جاتا۔

الْعَزَّةُ یہ چھوٹا نیزہ تھا۔ عید کے دن حضور ﷺ کے سامنے چلتے، اس کو اپنے ہاتھ میں

پکڑتا۔ یہ نیزہ بھی عام طور پر سترہ کے طور پر استعمال ہوتا۔

الْهَذَّ الْقَمَرَةُ

حضور کی زرہیں

ان کی تعداد سات بتائی گئی ہے۔

1- **السُّعْدِيَّةُ** یہ وہ زرہ ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام نے پہنی تھی جب آپ نے جالوت کو قتل کیا۔

2- **رِفْصَةُ** یہ اور پہلی زرہ سرکار دو عالم ﷺ کو بنو قریظہ کے اسلحہ کے ذخیرہ سے ملی تھیں۔

3- **ذَاتُ الْغُصُولِ** یہ ایک لمبی زرہ تھی اور جب رحمت عالم ﷺ غزوہ بدر میں شرکت کیلئے روانہ ہوئے تو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔ یہی وہ زرہ ہے جو شہنشاہ کونین نے ابی ثعمر یہودی کے پاس تیس صاع کے بدلے رہن رکھی تھی۔

4- **ذَاتُ الْوُشَاحِ**

5- **ذَاتُ الْخَوَاشِی**

6- **الْبَتْرَاءُ** یہ کیونکہ چھوٹی تھی اس لئے اسے اس نام سے موسوم کیا گیا۔

7- **الْخِزْوَنُ**

ائمہ حدیث نے حضرت سائب بن یزید سے روایت کیا ہے کہ سرور عالم ﷺ نے غزوہ احد میں دو زرہیں زیب تن فرمائی تھیں۔

احد کے علاوہ جنگ حنین میں بھی حضور ﷺ نے دو زرہیں دت عصبوں اور سعدہ زیب تن فرمائیں۔

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس روز سرور انبیاء ﷺ نے اس وارفانی سے انتقال فرمایا اس روز حضور ﷺ کی زرہ تیس صاع جو کے بدلے ایک یہودی کے پاس رہن رکھی تھی۔ حضور ﷺ کا ایک خود مبارک تھا جس کا نام السبوع تھا۔

امام مالک اور دیگر ائمہ حدیث نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ جس دن فاتح اعظم ﷺ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ شان و شوکت سے داخل ہوئے اس دن رحمت عالم نے اپنے سر پر خود پہنا ہوا تھا۔ امام شافعی اور امام احمد اور دیگر محدثین سے مروی ہے کہ جنگ احد میں سرور عالم ﷺ نے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں اور حضور ﷺ کا ایک کمر بند تھا جس کے

ساتھ نبی مکرم اپنی کمر باندھا کرتے تھے اور یہ چمڑے کا بنا ہوا تھا۔ اس میں چار حلقے تھے۔ (1)
حضور کریم کی ڈھالیں، ترکش، تیر
حضور ﷺ کی تین ڈھالیں تھیں۔

الزَّوْثِيُّ الْفَتَقُ تیسری وہ ڈھال جس میں مینڈھے اور عقاب کی تمثال تھی۔
امام بیہقی حضرت صدیقہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آخری ڈھال بارگاہ رسالت
میں پیش کی گئی تو حضور ﷺ نے اس پر عقاب اور مینڈھے کی تمثال دیکھ کر سربست کا اظہار
کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت خاص سے ان تمثالوں کو اس ڈھال سے مٹا دیا۔

حضور کے جھنڈے، خیمے اور قبے

سرور عالم ﷺ کا ایک بڑا جھنڈا تھا جو سفید تھا اور اس پر لکھا تھا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ
رَسُولُ اللَّهِ ایک اور جھنڈا تھا جو سیاہ تھا اور ایک جھنڈا تھا جو خاکی رنگ کا تھا۔ حضور ﷺ کا
سیاہ رنگ کا ایک جھنڈا تھا جو صوف کے کپڑے سے بنایا گیا تھا جسے عقاب بہا جاتا تھا ایک اور
جھنڈا تھا۔ جس کا رنگ زرد تھا۔

حضور ﷺ کا ایک اور جھنڈا تھا، اسے خیمہ حصہ بہا جاتا تھا۔

حضور ﷺ نے ایک کبیل کا ٹکڑا نکال اس کی رنگت کان تھی، سے نیزے سے باندھا ہے
اس نیزے کو حرکت دی۔ فرمایا کون ہے جو اس نیزے کو اس شرط پر دے کہ اس کا حق ادا
کرے گا۔ اس شرط کے باعث مسلمانوں پر خوف طاری ہوا، کوئی آگے نہ بڑھا۔ آخر ایک
آدمی بڑھ اعرض کی میں اس شرط پر یہ نیزہ دیتا ہوں کہ میں اس کا حق ادا کروں گا۔ یہ فرمایا
اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا تُقَاتِلُ مُقَدِّمًا وَلَا تَتَرَبَّعُ بِهَا مِنْ كَافِرٍ اس کا حق یہ ہے دشمن پر
حملہ کرتے ہوئے آگے بڑھا جائے گا اور کسی کافر کی طرف پیٹھ کر کے پسپائی اختیار نہیں کی
جائے گی۔ (2)

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کا جھنڈا تھا جو سیدنا علی کریم ابد و جبہ
کے پاس ہوتا تھا اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ کے پاس ہوتا تھا۔ جب گھمسان کی

لڑائی شروع ہوتی تو رحمت عالم انصار کے جھنڈے کے نیچے تشریف فرما ہوتے۔

نافع بن جبر کہتے ہیں کہ حضرت عباس کو یہ کہتے سنا کہ میں نے زرارہؓ کا جھنڈا دیکھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کالی چادر جس پر کجاووں کی تصویریں بنی تھیں، احد میں یہ جھنڈا تھا۔ انصار کے جھنڈے کا نام عقاب تھا۔

غزوہٴ خنین کے بعد جب حضور ﷺ جحرانہ کے مقام پر تشریف فرما ہوئے تو حضور ﷺ کے لئے ایک قبہ نصب کیا گیا۔ حضور اس میں تشریف فرما تھے اسی اثناء میں وئی ناز ہوئی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جبہ حضور ﷺ سرخ رنگ کے چمڑے کے خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ میرے ساتھ چالیس آدمی تھے حضور ﷺ نے فرمایا اس خیمہ کے دروازے تمہارے لئے کھلے ہیں۔ تمہاری مدد کی جائے گی۔ تمہارا ہر حکم تسلیم کیا جائے گا۔ تم میں سے جو شخص لہرت کے مقام پر پہنچے تو اسے چاہئے نیکی کا حکم کرے، برائی سے روکے اور صلہ رحمی کرے۔

حضرت ابو جحیفہ سے مروی ہے آپ نے کہا میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ میرے ساتھ بنی عامر کے دو شخص تھے۔ اہل کے مقام پر حضور ﷺ کیلئے سرخ رنگ کا خیمہ نصب تھا۔ حضور ﷺ نے پوچھا تم کون ہو؟ عرض کی ہم بنی عامر قبیلہ کے ہیں۔ فرمایا مَوْحِبًا بِكُمْ أَنْتُمْ مِيتًا تم مجھ سے ہو۔

نبی اکرم ﷺ کے خفین، تعلین

حضرت ابوالمامہ سے مروی ہے کہ حضور کریم ﷺ نے اپنے دو موزے بنوائے تاکہ انہیں پہنیں۔ ایک موزہ حضور ﷺ نے پہن لیا پھر کوآ یا دوسرے موزے کو ٹھکڑے کر دیا۔ اس نے اوپر سے پھینکا تو اس میں سے ایک سانپ نکلا۔ رحمت عالم ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا۔

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَلْبَسَنَّ خُفَّيْهِ
حَتَّى يَنْقُضَهَا۔

”جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر لازم ہے کہ جب تک وہ

دونوں موزوں کو جھاڑ نہ لے انہیں نہ پہنے۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ جب حضور ﷺ مجلس میں

تشریف فرما ہو جاتے تو حضرت عبداللہ حضور ﷺ کے دونوں مبارک قدموں سے نعلین شریفین کو اتار لیتے اور انہیں اپنی قمیص کی آستین میں رکھ دیتے۔ جب حضور ﷺ نے ر جانے لگتے تو حضرت عبداللہ خود حضور ﷺ کو یہ پہناتے۔ اور عصائے انوار حضور ﷺ کے آگے آگے چلتے یہاں تک کہ نبی مکرم اپنے حجرہ شریف میں نزول اجال فرماتے۔

سرور عالم ﷺ جب نعلین شریفین پہنتے تو پہلے دائیں اور اس کے بعد بائیں قدم مبارک میں جوتے پہنتے اور جب اتارتے تو پہلے بائیں قدم باہر رکھتے۔ اسی طرح جب کنگھی کرتے اور وضو کرتے تو دائیں جانب کے عصا کو پہلے دھوتے۔

بڑے بڑے فضلاء نے نعلین شریفین کے نقش کی برکتوں کے بارے میں مستقل تالیفات کی ہیں۔ ابو جعفر احمد بن عبدالمجید جو کہ اپنے زمانہ کے بڑے نیک بزرگ تھے فرماتے ہیں میں نے ایک طبیب کو نعلین شریفین کا نقشہ دیا۔ ایک دن وہ آیا اس نے بتایا کہ میں نے کل رات اس نقش کی برکت کو خود ملاحظہ کیا۔ میری بیوی کو شدید درد ہوا قریب تھا کہ وہ جان دے دیتی۔ میں نے اسی نعل شریف کا نقش اس جگہ رکھا جہاں اسے درد ہو رہا تھا۔ میں نے عرض کی اللہم ادرنی بركة صاحب هذا النعل یا اللہ مجھے اس نعل شریف والے کی برکتیں عطا فرما۔ جب میں نے اس کا نقش درد داں جگہ پر رکھا تو اسی وقت وہ تندرست ہو گئی۔

بڑے بڑے اکابر نے اس تمثال شریف کی برکتوں کے بارے میں مستقل رسائل تالیف کئے ہیں جیسے ابوالحاق سلمیٰ الاندلسی جو ابن الخان کے نام سے معروف ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ابوالقاسم بن محمد نے بتایا کہ اس کی برکت تجربات سے پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے۔ جو شخص اس سے تبرک حاصل کرنے کیسے اسے پکڑتا ہے تو باغیوں کی بغاوت اور دشمنوں کے غلبہ پانے سے اس کو مان مل جاتی ہے۔ ہر سرکش شیطان کے شر سے وہ ہر چشم بد کے اثر سے وہ محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور وہ عورت جسے زچگی کی تکلیف ہو اگر وہ اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ لے تو اس کی یہ تکلیف دور ہو جاتی ہے۔ اور بچہ بحول اللہ تعالیٰ سانی سے پیدا ہو جاتا ہے۔

ابو بکر قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تمثال کی برکات کے بارے میں پورا قصیدہ نقل کیا ہے اس قصیدہ کے دو تین شعر آپ بھی سماعت فرمائیں۔

فَضَّلَهَا عَلَى أَهْلِ الْمَقَارِقِ إِنَّهَا حَقِيقَتُهَا تَابِعٌ وَصُورُهَا نَعْلٌ
 ”اس کو اپنے سر کی چوٹیوں پر رکھو حقیقت میں یہ تاج سلطانی ہے اگرچہ
 اس کی صورت جوتے کی ہے۔“

يَا خَمْسَ خَيْرِ الْخَلْقِ حَازَتْ مَرْزِيَّةً عَلَى النَّاسِ حَتَّى بَلَغَتْ الْمَرْغَى الرَّجُلَ
 ”یہ وہ نعل شریف ہے جسے خیر الخلق کے پاؤں کی ہتھیلی کے ساتھ تین
 سے تاج پر بھی فضیلت حاصل ہو گئی ہے، یہاں تک کہ وہ پاؤں مردوں
 پر فضیلت لے گئے ہیں۔“

يُفْلِدُ لِيْنِي سُقُورَ جَبَّارِثٍ أَمَانٌ لِيْنِي خَوْفٌ كَذَا يُحِبُّ الْفَضْلُ (1)
 ”یہ بیمار کیلئے شفا کا پیغام ہے، مایوس کیلئے امید کی کرن ہے، خوفزدہ کیلئے
 امان کا پیغام ہے اور اسی طرح اس نعلین شریفین کے نقش کے فضائل کا
 اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔“

ابو الحسن بن ضحک، زہیر بن محمد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے کا نام عقاب تھا، گھوڑے کا نام مرتجز تھا ایک اونٹنی کا نام عسب، دوسری کا قصواء اور تیسری کا الجعد عا تھا۔ حضور کے گدھے کا نام یغفور تھا۔ کموار کا نام ذوالفقار تھا زہرہ کا نام ذات الفضول چادر کا نام القع اور پیالہ کا نام الغمر تھا۔

حضور کی زین، خوگیر اور نیچے بچھانے والی گدی
 آپ کی زین کا نام الداج الموجد تھا۔ گدی ایک بکری کے چمڑے کی تھی۔
 گھوڑے پر سواری کا طریقہ

حضرت عبداللہ بن جعفر سے مروی ہے حضور ﷺ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اہل بیت نبوت کے بچے استقبال کیلئے حاضر ہوتے۔ ایک دفعہ حضور ﷺ تشریف لائے، میں ان بچوں میں سب سے آگے تھا۔ حضور ﷺ نے مجھے اٹھایا اور مجھے آگے بٹھا لیا۔ پھر سیدہ فاطمہ کے صاحبزادے آئے ان کو پیچھے بٹھا لیا۔ ایک گھوڑے پر تین سوار ہو کر مدینہ میں داخل ہوئے۔

ایک دفعہ حضور ﷺ سفر سے تشریف لائے تو حضرت جعفر کے صاحبزادے عبداللہ اور سیدنا علی کے صاحبزادے امام حسین استقبال کیلئے حاضر تھے۔ ان میں بڑے کو پیٹھ کے پیچھے بٹھایا اور چھوٹے کو آگے بٹھایا۔ ایک دفعہ حضور ﷺ تشریف لائے تو حضرت تمیم کو آگے اور فضل کو پیچھے بٹھایا۔

پچاس آدمی وہ تھے جن کو حضور ﷺ کے ساتھ سوار ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان تمام کے اسماء گرامی سبل الہدیٰ جلد 7 صفحہ 606 تا 617 پر درج ہیں۔

حضور کے جانور

حضور ﷺ تمام جانوروں سے زیادہ گھوڑوں سے بڑی محبت کرتے تھے۔ ان کی عزت کرتے۔ ان کی تعریف کرتے اور ان کے بارے میں وصیت فرماتے۔ حضور ﷺ نے ان کے پیشانی اور دم کے بال کاٹنے سے منع فرمایا۔ ان کی اچھی صفات بیان کیں اور مذموم صفات بھی بیان کیں۔

نعیم بن ابی ہند کہتے ہیں میں نے دیکھا حضور ﷺ اپنی چادر سے گھوڑے کے منہ کو صاف کر رہے تھے۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ حضور ایسے کیوں کر رہے ہیں؟ فرمایا: تن رات گھوڑوں کے بارے میں مجھے عتاب فرمایا گیا ہے۔ اور ایک دفعہ اپنی قمیص کی آستین سے گھوڑے کے منہ کو صاف کیا۔

ایک دفعہ حضور ﷺ کے پاس گھوڑا پیش کیا گیا۔ حضور ﷺ نے اس کے چہرے کو، اس کی دونوں آنکھوں کو اور نتھنوں کو اپنی قمیص کی آستین سے صاف کیا۔ عرض کی گئی گھوڑے کو قمیص کی آستین سے صاف کر رہے ہیں۔ فرمایا جبرئیل نے مجھے ان کے بارے میں عتاب کیا ہے۔

ائمہ حدیث نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: تَحْبِبُ مَعْقُودَ مِیْ وَاصِیْہَا الْحَبِیْرَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ گھوڑوں کی پیشانیوں میں اللہ تعالیٰ نے خیر و برکت رکھ دی ہے قیامت تک۔

حضرت اسماء بنت یزید کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کیلئے خیر و برکت باندھ دی گئی ہے۔ جو شخص اسے جہاد فی سبیل اللہ کا درجہ

سمجھ کر گھربند ہوتا ہے اور اس پر محبت سے خرچ کرتا ہے، اس کا بھوکا رہنا اور پیٹ بھر کر کھانا پیا سار بنا حتیٰ کہ اس کی لید اور اس کا پیشاب قیامت کے دن اس کی نیکیوں کے پزے میں رکھا جائے گا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

الْغَنَمُ بَرَكَةٌ وَالْإِبِلُ عَزْلٌ لَا هَيْلَهَا وَالْخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي تَوَاصِيهَا
الْخَيْلُ لِيَوْمِ الْقِيَمَةِ دَعْبُدُ لَكَ أَخُوكَ فَأَحْصِنْ إِلَيْهِ وَاتَّ
وَحَدَّثَهُ مَغْلُوبًا فَأَعْنَتْهُ -

(1)

”یعنی حضور ﷺ نے فرمایا بکریوں میں برکت ہے، اونٹنوں میں مالکوں کیلئے عزت ہے، گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر و برکت باندھ دی گئی ہے۔ تیرا اعلام تیرا بھائی ہے اس کے ساتھ اچھا سلوک کر اگر تو، کیے کہ اس کے ذمہ جو کام ہے بڑا دشوار ہے تو اس کی امداد کر۔“

سرکارِ دو عالم ﷺ کا ایک گھوڑا تھا۔ حضور ﷺ نے اسے ایک انصاری کو دیدیا۔ حضور ﷺ اس کے جہنہ کی آواز سنتے تھے۔ پھر کچھ دن اس کی آواز آنا بند ہو گئی۔ نبی رحمت نے اس سے پوچھا تمہارا گھوڑا کدھر ہے؟ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے اسے خسی کر دیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر و برکت ہے۔ یہ مال غنیمت ہے قیامت تک۔

ما مالک نے موطا امام احمد نے اپنی مسند میں شیخین نے اپنی صحیحین میں نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث روایت کی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

الْخَيْلُ لِمَثَلَتِي لِرَجُلٍ أَجْوَدُ لِرَجُلٍ سَعْدٌ وَعَلَى رَجُلٍ رَوْدٌ

”گھوڑوں کی تین قسمیں ہیں۔ ایک گھوڑا مالک کیلئے اجر ہوتا ہے، ایک گھوڑا اپنے مالک کیلئے ستر ہوتا ہے اور ایک گھوڑا مالک کیلئے بوجھ ہوتا ہے۔“

پھر اس ارشاد کی تشریح اس طرح فرمائی۔

پہلا شخص وہ ہے جو گھوڑے کو رِبَطًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ کے راستے میں جہاد کیلئے پالتا

ہے۔ چراگاہ میں یا باغ میں اس کی رسی دراز کر دیتا ہے۔ اس لمبی رسی سے جہاں جہاں وہ چرے گا یا باغیچے سے گھاس کھائے گا، سب اس کی ٹیکوں میں شمار ہوگا۔ اگر وہ لمبی رسی کو کاٹ لے اور وہ اوپر نیچے جائے تو جہاں قدم رکھے گا اس کے نشانات بعد میں بھی ٹیکوں سے پتہ میں رکھے جائیں گے۔ اس طرح وہ اس کے لئے اجر ہوگا۔

دوسرا شخص جو اپنے پاس گھوڑا رکھتا ہے تاکہ اسے روزمرہ کے کام میں استعمال کرے اور اس پر خرچ کرتا ہے لیکن اس گھوڑے میں اللہ کا جو حق ہے اس کو فراموش نہیں کرتا یہ اس کے لئے پردہ ہے۔

جو شخص بطور فخر اور ریا گھوڑا پالتا ہے وہ اس کے لئے بوجھ ہے۔ بعض لوگوں نے گدھے کے بارے میں عرض کی، اس کے بارے میں یہ حکم ہے "فَمَا يَكْفُرُ اللَّهُ تَعَالَى نَعْمَ حَمُولَہُ" جس کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ نے گدھوں کے بارے میں مجھے وحی نہیں کی ابھی تک یہ جانتے ہیں کہ وہ کن میں۔

مَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ۔

تمام کام نیت پر موقوف ہے۔

حضور ﷺ کے گھوڑے

حضور سرور عالم ﷺ کو گھوڑوں سے جو انس و محبت تھی اس کا بیان ہو چکا۔ اب علماء کرام نے حضور ﷺ کے گھوڑوں کی جو تفصیل بیان کی ہے اس کا کچھ حصہ قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ جن خوش نصیب گھوڑوں کو حضور ﷺ کی ملکیت کا شرف حاصل ہوا ان کی کل تعداد چھبیس ہے۔ ان میں سے سات گھوڑے وہ ہیں جن میں کوئی شک نہیں کہ وہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی ملکیت تھے اور سرور عالم ﷺ ان کو اپنی سواری سے مشرف فرمایا کرتے اور انہیں گھوڑے وہ ہیں جن کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے۔ وہ سات گھوڑے جن پر سب علماء کا اتفاق ہے ان میں سے کچھ گھوڑے ایسے تھے جو مختلف رؤساء قبل اور ریاستوں کے امراء اور بادشاہوں نے بطور ہدیہ بارگاہ رسالت میں بھیجے تھے اور بعض ایسے ہیں جن کو رحمت عالم ﷺ نے ان کے مالکوں سے خرید لیا تھا۔

وہ سات گھوڑے جو حضور ﷺ کی ملکیت میں تھے ان کے نام یہ ہیں۔

(1) **الْمَشْكَبُ** : یہ گھوڑا حضور ﷺ نے بنی فزارہ کے ایک آدمی سے مدینہ طیبہ کے بازار میں خرید فرمایا اور دس اوقیہ چاندی بطور قیمت ادا کی تھی۔ سر در عالم ﷺ نے اسی گھوڑے پر سوار ہو کر میدان احد میں شرکت فرمائی۔ یہ گھوڑا بیخ کلاں تھا، اس کی پیشانی پر سفید نشان تھا اور اس کے چاروں پاؤں بھی سفید تھے۔ اس کا رنگ کیت بیان کیا گیا ہے۔ سر کار دو عالم ﷺ اکثر اس پر سواری فرمایا کرتے۔ البتہ ابن اشیر نے کہا ہے کہ یہ گھوڑا مشکلی رنگ کا تھا۔ یہ بڑا تیز رفتار تھا اس لئے اس کو سب کے نام سے موسوم کیا گیا جس کا معنی تیزی اور طغیانی ہے۔

(2) **سَيْمَعَةُ** اس پر سوار ہو کر رحمت عالمیان ﷺ گھوڑوں کی دوڑ میں شرکت فرمایا کرتے اور یہ گھوڑا سب سے بازی لے جاتا۔ اس سے حضور ﷺ کو بڑی مسرت ہوتی تھی۔ بن نہیں کہتے ہیں کہ یہ سرخ رنگ کا گھوڑا تھا۔ حضور ﷺ نے بنی حمینہ کے ایب عربی سے خرید لیا تھا اور بطور قیمت دس اونٹ اس کے مالک کو دیئے تھے۔

(3) **مُوتَجِزِيه** گھوڑا نبی کریم ﷺ نے ایک اعرابی سے خرید لیا یہ نقرہ تھا۔ (ابن کثیر) اس کے ہنہنے کی آواز بڑی دلکش تھی۔ اس لئے اس کا نام مرتجر رکھا گیا۔

(4) **رِلْزَاذ** یہ گھوڑا متوقس شاہ مصر نے بارگاہ رسالت میں بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ سر کار دو عالم ﷺ کو یہ از حد پسند تھا۔ حضور ﷺ اکثر غزوات میں اس کو اپنی سواری کا شرف بخشا کرتے تھے۔

(5) **النَّظْرَبُ** یہ تمام گھوڑوں سے اعلیٰ ترین اور نفیس ترین گھوڑا تھا۔ فروہ بن عمرہ الجذامی نے بطور تحفہ بارگاہ رسالت میں پیش کیا۔

(6) **يَحْيِف** اس کی دم بڑی لمبی تھی یہاں تک کہ وہ زمین کو ڈھانپ لیا کرتی۔ مالک اپنے باپ سے اور ان کے باپ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ۔

كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَائِطِنَا قَوْمٌ يَقَالُ
لَهَا الْيَحْيِفُ

”ہمارے باغ میں جو حویلی تھی اس میں سرکار دو عالم ﷺ کا ایک گھوڑا

تھا جس کا نام یحیف تھا ہم اس کے چارے کا اہتمام کیا کرتے تھے۔“

دوسری روایت میں ہے حضور ﷺ کے تین گھوڑے ان کی حویلی میں ہوا کرتے تھے جن

کے نام لڑا۔ الظرب اور لیف تھے۔ لڑا ز شہ مصر مقوقس نے اور لیف ربیعہ بن ابی ہر نے اور الظرب فردہ بن عمرو الجذامی نے بطور ہدیہ پیش کئے تھے۔

(7) النور یہ سرخ رنگ کا گھوڑا تھا اس لئے اسے النور سے موسوم کیا گیا۔ اور ہل بن عد سے مروی ہے کہ یہ گھوڑا تمیم الداری نے بارگاہ رسالت میں پیش کیا تھا۔ یہ اور گھوڑا جس نے یہ گھوڑا حضرت فاروق اعظم کو عطا فرمایا۔ آپ نے یہ گھوڑا حسبہ اللہ تعالیٰ ایک مجاہد کو پیش کر دیا تاکہ اس پر سوار ہو کر جہاد میں حصہ لے۔

آداب سفر

سفر پر جانے کیلئے حضور کا پسندیدہ دن

حضور ﷺ سفر پر روانہ ہونے کیلئے جمعرات کا دن پسند فرماتے تھے۔ غزوہ تبوک پر روانگی بھی جمعرات کے روز ہوئی۔ حضور ﷺ جب کوئی اپنا وفد ہم بھیجتے تو وہ بھی جمعرات کو روانہ فرماتے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے فرمایا۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَبِطُ أَنْ يُسَافِرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

حضور ﷺ سفر کے لئے جمعرات کا دن پسند فرماتے۔

رحمت عالم ﷺ جب سفر پر جانے کیلئے اونٹ پر سوار ہوتے اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے اس کی تسبیح بیان فرماتے۔ تکبیر کہتے، تین تین بار۔ پھر یہ آیت تلاوت فرماتے۔

مُبْعِنَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَىٰ

رَبِّنَا لَمُنْقِبُونَ۔

پھر یہ دعا بارگاہ الہی میں عرض کرتے۔

اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَلُكَ فِي سَفَرِنَا هَذَا الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمِنَ الْعَمَلِ

مَا تَرْضَى اللَّهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا وَاطْوِ عَنَّا بَعْدَ

الْأَرْضِ۔ اللَّهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ

وَالْمَالِ۔ (1)

”اے اللہ اہم تجھ سے اپنے اس سفر میں نیکی کی، پرہیزگاری کی اور جو

عمل تجھے پسند ہو اس کی درخواست کرتے ہیں۔ اے اللہ! تو ہمارا یہ سفر ہم پر آسان کر دے۔ اور اس کی دور دراز کی مسافت کو طے کر دے۔ اے اللہ! تو ہی سفر میں ہمارا رفیق ہے اور گھریار میں ہمارا قائم مقام ہے۔ اے اللہ! میں سفر کی غمتوں سے، سفر کے تکلیف دہ منظر سے اور بیوی بچوں اور مال و متاع میں تکلیف دہ وابستگی سے تیرے ہی پناہ مانگتا ہوں۔“

جب سفر سے واپس تشریف فرما ہوتے اس وقت پہلے یہ دعا دہاتے اور اس میں ان کلمات کا اضافہ فرماتے۔

اٰمِنُوْنَ عَابِدُوْنَ لَا يَرْتَابُنَا سَاجِدُوْنَ

اس کے علاوہ سفر کیلئے اور دعائیں بھی کتب سیرت میں مذکور ہیں۔

حضور سرور عالم ﷺ اور حضور کے لشکر جب کسی اونچے نیچے پر چڑھتے تو اللہ آہستہ آہستہ اگر بھیڑ ہوتی تو حضور ﷺ اپنی سواری کے جانور کو آہستہ چلاتے اور جب کھلی جگہ آتی تو نص کی چال چلتے جو پہلے سے کچھ تیز ہوتی۔ (1)

حضور ﷺ جان بوجھ کر پیچھے رہ جاتے تاکہ اگر کوئی کمزور آدمی ہو تو اس کو اپنے ساتھ سوار فرمائیں اور اس کے لئے دعا فرماتے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہر کاب تھے۔ ایک سوار اپنے اونٹ پر آیا۔ وہ اپنے اونٹ کو کبھی دائیں کرتا کبھی بائیں کرتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا جس کے پاس اس کی ضرورت سے زیادہ سواری کا جانور ہو تو وہ اس شخص کو دیدے جس کے پاس سواری کیلئے کوئی جانور نہیں، جس کے پاس ضرورت سے زیادہ زاد سفر ہو وہ اس شخص کو دیدے جس کے پاس زاد سفر نہیں۔

حضرت ابو سعید فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مال کی کئی اصناف کا ذکر کیا جس سے ہمیں یہ نظر آنے لگا۔ اِنَّهُ لَا حَقَّ لِاَحَدٍ مِّنَّا فِي فَضْلٍ ہمارے پاس ضرورت سے زیادہ جو چیز بھی ہو اس پر ہمارا کوئی حق نہیں یعنی اس زائد چیز کو ضرورت مند کو دے دینا چاہئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اثنائے سفر جب حضور ﷺ صبح کی نماز ادا کرتے تو اس کے بعد بیدل چلتے۔ اثنائے سفر اگر رات آجاتی تو حضور ﷺ یہ کلمات پنی

زبان فیض ترجمان سے لیا کرتے۔

يَا اَرْضُ: رَبِّي وَرَبُّكَ اللهُ اَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شَرِّكَ وَشَرِّ
مَا فِيْكَ وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيْكَ وَشَرِّ مَا دَبَّ عَلَيْكَ اَعُوْذُ بِاللهِ
مِنْ شَرِّ كُلِّ اَسَدٍ وَّاَسْوَدٍ وَحَيَّةٍ وَعَقْرَبٍ وَمِنْ شَرِّ سَاكِنِ
الْبَلَدِ وَمِنْ قَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ۔

(1)

”اے زمین! میرا رب اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ میں تیرے شر سے
خدا کی پناہ مانگتا ہوں اور جو چیز تیرے اندر ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا
ہوں اور وہ چیز جو تجھ پر ریختی ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور ہر
شیر سے، ہر سیاہ رنگ والی چیز سے، سانپ سے اور بچھو سے اللہ کی پناہ
مانگتا ہوں۔ اور اس شہر کے باشندوں کے شر سے اور ہر وادہ اور اس کی
اولاد کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔“

حضور ﷺ جب کسی گاؤں کو دیکھتے جس میں داخل ہونے کا ارادہ ہوتا تو حضور ﷺ تین بار
یہ فرماتے۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهَا اَللّٰهُمَّ اِزْرِ قَتْلًا جَنَاتِهَا وَحَبِّبْ لَنَا اِلٰى
اَهْلِهَا وَحَبِّبْ صَالِحِ اَهْلِهَا اِلَيْكَ۔

”اے اللہ! اس گاؤں میں ہمیں برکت عطا فرما۔ اے اللہ! ہمیں اس کے
باغوں کے چنے ہوئے پھل عطا فرما۔ یہاں کے باشندوں کے دوستوں میں
ہماری محبت پیدا فرما اور ان کے نیک لوگوں کو تو اپنی محبت کی دوست سے
مالا مال کر۔“

حضور ﷺ جب کسی گاؤں میں داخل ہوتے تو اس وقت تک داخل نہ ہوتے جب تک یہ دعا
نہ مانگ لیتے۔ یہ دعا حضرت صہیب سے مروی ہے۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اُظْلِنَ وَرَبَّ اَرْضَيْنِ
السَّبْعِ وَمَا اُظْلِنَ وَرَبَّ الشَّيَاطِيْنِ وَمَا اُظْلِنَ وَرَبَّ
الرِّيَاحِ وَمَا اُذْرَيْنِ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ هَذِهِ الْقَرْیَةِ وَخَيْرِ

أَهْلُهَا وَخَيْرَ مَا فِيهَا وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ أَهْلِهَا
وَشَرِّ مَا فِيهَا۔

”اے سات آسمانوں کے اور جن پر یہ آسمان سایہ نکلن ہیں ان کے پروردگار! اے سات زمینوں کے اور جو کچھ زمینوں نے اٹھا رکھا ہے ان کے پروردگار! اے شیطانوں کے رب اور جن کو وہ گمراہ کرتے ہیں ان کے پروردگار! اے ہواؤں کے اور جن کو وہ اڑاتی ہیں ان کے پروردگار! میں تجھ سے اس گاؤں کی خیرات کا سوال کرتا ہوں اور جو بھلائی اس میں ہے اس کا سوال کرتا ہوں۔ اور اسی طرح اس شہر میں جو چیزیں ہیں ان سے اور ان کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔“

اس دعا کے بعد حضور ﷺ یہ حکم دیتے۔

قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى النَّاسِ لَمْ يَلِكْ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ مُّجْدٍ

اور جب اس گاؤں میں تشریف لے جاتے یا اپنے گھر میں داخل ہوتے تو پہلے دو رکعتیں ادا کرتے پھر جو س فرماتے۔

سفر میں انداز خواب (1)

سردار عالم ﷺ جب سفر میں ہوتے اور رات کے وقت وہاں قیام کرنا چاہتے تو دائیں پہلو سوتے۔ اور اگر نماز صبح کا وقت قریب ہوتا تو حضور ﷺ اپنے دونوں بازو کھڑے کر دیتے ورنہ مبارک اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر رکھتے۔ جب حضور ﷺ کسی جہاد، حج یا عمرہ سے واپس تشریف لاتے تو راستے پر جب چڑھائیوں پر چڑھتے تو تین بار تکبیر فرماتے۔ پھر یہ دعا مانگتے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحُجُومُ
وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ آمِينَ تَأْمِينُونَ عَابِدُونَ
سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ۔ صَدَقَ اللَّهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ
عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ۔

”کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ وہ یکتا ہے۔ اللہ ہ کوئی شریک نہیں۔ سارے ملکوں کا مالک ہے۔ تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم سفر سے لوٹ کر آئے والے ہیں۔ مد کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ اس کی عبادت کرنے والے ہیں۔ اس کو سجدہ کرنے والے ہیں۔ اپنے پروردگار کی حمد کرنے والے ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تمام قبل کو خود شکست دی۔“

حضور کریم کی مراجعت فرمائی سفر کی شان

حضرت عبداللہ بن جعفر سے مروی ہے کہ رحمت عام ﷺ جب نہایت واپس تشریف لاتے تو حضور ﷺ کے خاندان کے بچے حضور ﷺ کے استقبال کے لیے معہ جاتے۔ ایک سفر سے حضور ﷺ واپس تشریف لائے تو میں سب سے پہلے حضور ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔ حضور ﷺ نے مجھے اٹھایا اور اپنے آگے سامنے بٹھایا، پھر حسین کریمین میں سے ایک صاحبزادے تشریف لائے، ان کو حضور ﷺ نے اپنے پیچھے بٹھایا اس طرح ہم تین سوار ایک جانور پر اکٹھے مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔

اس طرح حضور ﷺ ایک سفر سے واپس آئے تو عبداللہ بن جعفر، سیدنا حسین بن علی نے آپ کا استقبال کیا۔ حضور ﷺ دونوں میں سے عمر میں جو بڑا تھا اس کو پیچھے بٹھایا اور جو چھوٹا تھا اس کو سامنے بٹھایا۔ اسی طرح حضرت عباس کے دونوں صاحبزادوں میں سے آئمہ کو اپنے سامنے بٹھایا اور فضل بن عباس کو اپنے پیچھے بٹھایا۔

وہ خوش قسمت بچے جن کو سرور عالم ﷺ کے ساتھ سواری کی سعادت میسر آئی ان کی تعداد پچاس ہے اور ان سب کے اسماء سبل اہدیٰ اور دیگر کتب سیرت میں موجود ہیں۔ یہاں علماء سیرت نے سرور عالم ﷺ کے گھوڑوں، انجروں، دونوں اور دشتیوں حتیٰ کہ مرغوں کے بارے میں بھی تفصیلات درج کی ہیں۔ ان سواری کے جانوروں کی خوبیاں اور عیوب کا بھی جن احادیث میں تذکرہ ہے ان کو بھی اپنے سفر جلیل میں رقم کیا ہے۔ شائقین وہاں مطالعہ کر سکتے ہیں۔

حضرت انس سے مروی ہے حضور ﷺ رات کے وقت اچانک کاشانہ اقدس میں تشریف نہیں لے جاتے تھے اور انہوں کو بھی فرمایا اچانک گھر نہ جاؤ بلکہ اپنی آمد سے اہل خانہ کو آگاہ کرو تاکہ وہ تمہارے استقبال کیلئے تیار ہو جائیں۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ خاوند جب سفر پر ہوتا ہے تو بیوی اپنی آرائش کی طرف سے بے پرواہ ہو جاتی ہے۔ اگر تم اچانک گھر جاؤ گے۔ عین ممکن ہے کہ تمہاری اس کی ملاقات اس حالت میں ہو جبکہ اس کے بال بکھرے ہوں، اس نے مسواک نہ کیا ہو، کپڑے میلے پچھے ہوں، کہیں ایسا نہ ہو اس کو ایسی حالت میں دیکھ کر تم اس سے متنفر ہو جاؤ۔

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ
هَاتَمَ يَأْمُورِينَ حَتَّى يَتَغَدَّى -

”جب حضور کریم ﷺ سفر سے واپس تشریف لاتے تو ذوالخليفة کی مسجد میں رات قیام فرماتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔“

ذوالخليفة ایک آبادی ہے جو مدینہ طیبہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے اور وہاں جو مسجد ہے اس کا نام معرس ہے۔

سفر پر جانے والوں کو الوداع کہنے کا انداز

مسند روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو الوداع کیا اور اسے ان دعائوں سے نوازا۔

زَوَّدَكَ اللَّهُ التَّقْوَى وَغَفَرَ لَكَ وَيَسَّرَ لَكَ الْخَيْرَ حَيْثُمَا كُنْتَ

”اللہ تعالیٰ تقویٰ کو تیرا زور اور راہ بنائے، تیرے گناہوں کو معاف فرمائے اور ہر چیز تیرے لئے آسان کر دے جہاں کہیں تم ہو۔“

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سرور کو نین ﷺ نے انہیں کسی کام کیلئے روانہ کیا اور ان کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں دیا اور اس دعا سے نوازا۔

أَسْتَوْفِرُ اللَّهَ وَيَتَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيمَهُ عَلَيْكَ

”میں تیرے دین کو اللہ کے پاس امانت رکھتا ہوں، تیری امانت کو اور تیرے اعمال کے انجاموں کو اللہ کی امان میں دیتا ہوں۔“

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے میری قوم پر مجھے سردار بنایا تو میں نے حضور ﷺ کا دست مبارک تھام لیا اور حضور ﷺ کو الوداع کہا۔ رحمت عالم ﷺ نے میرے کلمات وداع کے جواب میں مجھے اپنی ان عنایات عالیہ سے مشرف فرمایا۔

جَعَلَ اللَّهُ التَّقْوَىٰ رِذَاكَ دَعَاكَ ذَنْبَكَ وَجَهَكَ لِلْخَيْرِ
حَيْثُمَا تَوَجَّهْتَ -

”اللہ تعالیٰ تقویٰ کو تمہاری چادر بنائے تیرے گناہوں کو معاف فرمائے۔ اور جہر بھی تومت کرے وہاں خیر ہی خیر ہو۔“

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں ایک نوجوان بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ میں حج کے ارادہ سے اس سمت میں جا رہا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس نوجوان کے ساتھ کچھ قدم چلے پھر اپنا سر مبارک اس کی طرف ٹھکرایا اور اس وعاء سے سر فراز فرمایا۔

يَا عَبْدَ اللَّهِ! ذَوِّكَ اللَّهُ التَّقْوَىٰ وَوَجْهَكَ فِي الْخَيْرِ وَكَعَاكَ
الْهَمَّ -

”اے نوجوان اللہ تعالیٰ تقویٰ کو تیرا زادہ راہ بنائے اور تجھے ہمیشہ خیر کی طرف لے جائے اور ہر غم و اندوہ سے تمہیں بچائے۔“

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے مجھے الوداع کہتے ہوئے فرمایا۔ اے ابوہریرہ! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے پاس ودیعت کرتا ہوں، وہ ذات جس کی باتیں ضائع نہیں ہوتیں۔

سفر سے آنے والے کو حضور کس طرح خوش آمدید کہتے

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا زید بن حارثہ سفر سے واپس آئے اور اللہ کے پیارے رسول میرے حجرے میں تشریف فرما تھے۔ زید آئے اور انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضور کریم ﷺ کھڑے ہو گئے اور اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھے۔ حضرت صدیقہ فرماتی ہیں میں نے اس حالت میں نہ پہلے کبھی حضور ﷺ کو

دیکھا اور نہ بعد میں۔ حضور ﷺ نے حضرت زید کو گلے لگایا اور ان کو بوسہ دیا۔ (سنن ترمذی)
 اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعفر بن ابی طالب کو اپنے سینے سے لگایا، جب وہ
 حبشہ کے سفر سے واپس آئے اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ایک نوجوان حج کی سعادت حاصل کر کے
 واپس آیا۔ اس نے بارگاہ رسالت میں حاضری دی اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں سیدہ مرض
 کیا تو سرکارِ دو عالم ﷺ نے سر مبارک اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور اسے ان پائیدادوں
 سے سرفراز کیا۔

يَا عَلَا مَرَّ قَبْلَ اللَّهِ حَجَّكَ وَعَمَرَ دَنَبَكَ وَأَخْلَفَ نَفَقَتَكَ

”اے نوجوان! اللہ تعالیٰ تیرے حج کو قبول فرمائے، تیرے گناہوں کو

بخش دے اور اس سفر میں جو خرچ تم نے کیا ہے اس کا بدل عطا فرمائے۔“

حضرت انس حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں ایک دفعہ سیدنا عمر فاروق عمرہ او
 کرنے کی اجازت طلب کرنے کیلئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے ان کو
 عمرہ ادا کرنے کی اجازت عطا فرمائی اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا۔

يَا أَيُّهَا أَشَدُّ كُنَا فِي صَلَاحِ دُعَائِكَ وَلَا تَنْسَا.

”اے بھائی اپنی بہترین دعاؤں میں ہمیں شریک کرنا اور ہمیں بھانا نہ دینا۔“

حضرت ثوبان روایت کرتے ہیں کہ ہمارے آقا سرور انبیاء ﷺ کا یہ معمول تھا کہ
 جب سفر پر روانہ ہوتے تو سب کو ملنے کے بعد اخیر میں حضرت سیدہ فاطمہ سے ملاقات
 کرتے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت سیدہ فاطمہ کو اپنے
 جمال جہاں آراء کی زیارت سے بہرہ ور فرماتے۔

حسن بن خارجہ الاشجعی فرماتے ہیں کہ میں سامان تجارت کے ساتھ مدینہ طیبہ آیا تاکہ
 میں اسے فروخت کروں۔ حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے فرمایا اگر تم میرے صحابہ
 کو خیبر کا راستہ بتاؤ تو میں تمہیں بیس صاع کھجوریں دوں گا۔ چنانچہ میں نے صحابہ کی راہنمائی
 کی۔ جب سرورِ عالم ﷺ نے خیبر پر چڑھائی کی اور اسے فتح کیا تو میں خدمت اقدس میں
 حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے حسب وعدہ بیس صاع کھجوریں عطا فرمائیں اس کے بعد میں نے
 سلام قبول کیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نفلی نمازیں اپنی اونٹنی کی پشت پر بیٹھ کر ادا کرتے تھے خواہ اونٹنی کا رخ کسی طرف ہو اور حضور ﷺ سرے ساتھ اشارہ کرتے تھے اور حضرت عمر کا بھی یہی معمول تھا۔ (1)

المعجزات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَأَنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ
عِبَادِنَا
فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ
وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ
اللَّهِ
إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

اور اگر تمہیں شک ہو اُس میں جو ہم نے نازل کیا
اپنے (برگزیدہ) بندے پر تو لے آؤ ایک سُورۃ
اس جیسی اور بلا لو اپنے حمایتیوں کو اللہ تعالیٰ کے
سوا، اگر تم سچے ہو۔ (سُورۃ البقرۃ، ۲۲)

المعجزات

اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی مقبول بندے کو دعوت حق کیلئے منتخب فرماتا ہے تو اس کی ذات کو گونا گوں خوبیوں کا مرقع زیبائیا کر بھیجتا ہے۔ اس میں کوئی جسمانی عیب نہیں ہوتا جس کی وجہ سے لوگ اس سے نفرت کریں۔ اسی طرح اس کا کردار بھی قابلِ ستائش اور دلربا ہوتا ہے کہ سیم الطبع لوگ اسکی دعوت کو قبول کرنے میں ذرا تجھب محسوس نہیں کرتے۔ درحقیقت اس ہستی کا قول و فعل ہی اس کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل ہوتی ہے۔ لیکن بعض لوگ اتنے متعصب اور ہٹ دھرم ہوتے ہیں کہ وہ دعوت حق کو کسی طرح قبول کرنے کیلئے آمادہ نہیں ہوتے۔ حق اگرچہ ان کے سامنے آفتابِ مانتاب کی طرح عیاں ہوتا ہے لیکن ان کے ذاتی مفادات ان کی علاقائی غراض، نسبی اور سانی عصبیتیں انہیں اجازت نہیں دیتیں کہ وہ اس دعوت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں جس کی صداقت کا انکار کرنے کی انہیں ہمت نہیں ہوتی۔

سرورِ عالم ہادی برحق ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے تو یہودیوں کے علماء اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ وہی نبی موعود اور رسول منتظر ہیں جن کا ان کی آسمانی کتب میں بار بار وعدہ فرمایا گیا ہے لیکن ان کی ہٹ دھرمی ان کو اجازت نہیں دیتی تھی کہ وہ اس نبی مکرم پر ایمان لے سکیں جس کے نام کا واسطہ دے کر وہ اللہ تعالیٰ سے دشمنوں پر غلبہ کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتی ہیں جس سے یہودیوں کی اندھی عصبیت اور سرکش انانیت کا آپ بآسانی اندازہ لگاسکیں گے، وہ فرماتی ہیں میں اپنے باپ ختی اور چچا ابویاسر کی ساری اولاد سے زیادہ لاڈلی اور ان کی آنکھوں کا تارا تھی۔ بچپن میں جب ان کے سامنے آتی تو وہ دوسرے بچوں کو چھوڑ کر مجھے اٹھایتے۔ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے تشریف لائے اور قبا میں قیام پذیر ہوئے تو ایک روز میرا

ان کی امتوں کا یہی طرز عمل تھا چنانچہ قرآن کریم نے سورۃ النجم میں ارشاد فرمایا۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي شَيْعِ الْأَوَّلِينَ ۝ وَمَا يَأْتِيهِمْ
مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝ (1)

”بیشک ہم نے بھیجے پیغمبر آپ سے پہلے اگلی امتوں میں اور انہیں آتا تھا
ان کے پاس کوئی رسول مگر وہ اس کے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے۔“

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء و رسل کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے نہیں معجزات عطا
فرمائے۔ نبی آخر الزمان کو جن لوگوں سے واسطہ پڑا تھا، اسلام دشمنی میں وہ اپنے پیغمبروں
سے کم نہ تھے۔

پیغمبر اسلام اور فرزند ان اسلام کے خلاف ان کے دلوں میں بغض و عناد کے جو آتش
کدے بھڑک رہے تھے وہ ان کو اجازت نہیں دیتے تھے کہ ان کو صادق اور امین جاننے کے
باوجود ان کی دعوت کو قبول کریں۔ ایسے ضدی و رہبہ دہر موشممان دین و ایمان کو دعوت
حق کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر آمادہ کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو بھی معجزہ
بہیاری عطا فرمایا۔

اس کی تفصیل میں جانے سے پہلے ہم قرآن مبین کی خدمت میں معجزہ کا مفہوم بیان کرتے
ہیں تاکہ معجزات کے بارے میں وہ کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔
معجزہ کی تعریف کرتے ہوئے علماء اسلام نے تحریر فرمایا ہے۔

الْمُعْجَزَةُ هِيَ الْأَمْرُ الْخَارِقُ لِلْعَادَةِ الْمَقْرُونُ بِالتَّحْدِي

”معجزہ اس امر کو کہتے ہیں جو عادت کے خلاف وقوع پذیر ہو اور معجزہ

دکھانے والا منکرین کو اس معجزہ کے ذریعہ چیلنج کرے کہ اگر تم مجھے اللہ

کا سچا رسول نہیں سمجھتے تو میرے چیلنج کو قبول کرو۔“

اس تعریف میں آپ نے دیکھ لیا کہ علماء اسلام کے نزدیک معجزہ اس کو کہا جاتا ہے جو
عادت کے خلاف ہو۔ معجزہ کی یہ تعریف نہیں کی گئی جو عقل کے خلاف ہو۔ جو لوگ
معجزات کا انکار کرتے ہیں وہ بغیر سمجھے قرآن کریم کی اس قسم کی آیات سے استدلال کرتے
ہیں وَلَكِنْ تَحِبُّوا لِسِتَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا کہ اللہ تعالیٰ کے طریقہ کار میں کوئی تبدیلی رو پذیر نہیں

ہو سکتی۔ وَلَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ ضَلَّالًا (1) اور تم اللہ تعالیٰ کے طریقہ کار میں کوئی تغیر نہیں پاؤ گے۔

اس قسم کے معجزات اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام انبیاء و رسل کو عطا فرمائے۔ ان معجزات کو دیکھ کر وہ لوگ جن کے دلوں میں حق قبول کرنے کی ادنیٰ سی رمت بھی ہوتی وہ کفر و عناد سے باز آ کر حق کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے۔

شیخ سعید حوی معجزہ کے بارے میں لکھتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اس کو ایسی دائمی صد صیتیں عطا فرمائی ہیں جن کو بروئے کار لا کر وہ حیران کن ایجادات بنا کر دیکھنے والے کو ورطہ حیرت میں مبتلا کر سکتا ہے لیکن انسان کی جو قوتیں اور صلاحیتیں مبداء فیاض نے عطا فرمائیں وہ غیر محدود نہیں بلکہ وہ محدود ہیں اور جب وہ انسان اس حد پر پہنچ جاتا ہے تو اس سے آگے قدم بڑھانے کی نہ اس میں جرات ہوتی ہے اور نہ وہ ایسا کر سکتا ہے۔

مثال کے طور پر ایک سائنسدان ہائیڈروجن اور آکسیجن کی مناسب مقدار کو ملا دے تو پانی معرض وجود میں آ جاتا ہے۔ لیکن ہائیڈروجن اور آکسیجن کے بغیر کسی بڑے سے بڑے سائنسدان کو کوئی آدمی کہے کہ ایک گھونٹ پانی بنا دے تاکہ اپنے خشک ہونٹوں کو تر کر سکے تو وہ سائنسدان عجز کا اقرار کرنے پر مجبور ہو گا۔ اللہ کی دی ہوئی قدرت سے وہ ایک حد تک بڑھ سکتا تھا لیکن جب حد آجائے تو آگے قدم اٹھانا اس کے لئے ممکن نہیں

عقل انسانی نے بھاری بھر کم طیارے ایجاد کئے جن میں چار پانچ سو کے قریب مسافر سوار ہو سکتے ہیں کہ وہ جہاز مبینوں میں طے ہونے والی مسافت کو گھنٹوں میں طے کرتے ہوئے ان مسافروں کو ایک براعظم سے دوسرے براعظم میں پہنچا دیتا ہے۔ عقل انسانی کے یہ حیرت انگیز اختراعات ہیں لیکن اس کو بروئے کار لانے کیلئے ان کے موجود ان اسباب کو استعمال میں لاتے ہیں تب ان حیرت انگیز ایجادات کو وہ بنانے میں کامیاب ہوتے ہیں ان اسباب کی مدد کے بغیر وہ لوہے کا نصف کلو وزن کا ٹکڑا نصف میل کی مسافت تک بھی نہیں پہنچ سکتے اگر انہیں ایسا کرنے کیلئے کہا جائے تو وہ اپنی بے بسی کا بلا تکلف اعتراف کرتے ہیں۔

ان چند مثالوں سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے کرہ ارض پر بسنے والے اپنے خلیفہ حضرت انسان کو بہت سی قوتوں سے نوازا ہے لیکن ان کی حدود مقرر فرمائی ہیں جن سے آگے وہ سر مو تجاوز نہیں کر سکتا۔ قادر مطلق علیٰ کُلِّ شئیٰ، قدیر کی شان صاف اللہ تعالیٰ کی ذات میں پائی جاتی ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کے کن کہنے کی دیر ہوتی ہے کہ اس کی مش کے مطابق ہر چیز معرض وجود میں آ جاتی ہے۔ اسے کوئی چیز بنانے کے لئے نہ خام مواد کی ضرورت ہے اور نہ اس کو کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانے کیلئے ان اسباب وغیرہ کی حاجت ہوتی ہے اس لئے اس نے اپنی قدرت کے بارے میں فرمایا کہ میں فاطر السموات والارض ہوں میں نے آسمانوں اور زمینوں کو بغیر کسی سامان کے پیدا کیا ہے۔ میں نے ان کا کوئی نمونہ دیکھ کر انہیں نہیں بنایا۔ نیز اس کی قوت و قدرت کا یہ عام ہے کہ اگر کوئی انسان ایسا کام کرتا ہے جو اس کی طاقت میں نہیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ قوت اسے قادر مطلق نے عطا فرمائی ہے اور اسی قوت کو کام میں لاکر یہ حیرت انگیز چیز بناتا ہے ایسی کو معجزہ کہا جاتا ہے۔ وہ کام جو انسان کے حیطہ امکان میں نہ تھا جو ایسا کام کر دکھاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس قادر مطلق کی دی ہوئی قوت سے اس نے یہ کام کیا ہے۔

مصر کے ایک فاضل اجل شیخ عبد الکریم خطیب نے اپنی تصنیف لطیف النبی محمد ﷺ میں معجزہ کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے تقریباً وہی چیز بیان کی ہے جو آپ شیخ سعید حوی کے حوالہ سے ابھی پڑھ چکے ہیں لیکن شیخ خطیب کی یہ تحریر بڑی واضح اور دل نشین ہے ایک عام ذہنی سطح کا آدمی بھی اس کو تسانی سے سمجھ سکتا ہے اور آپ بھی اس کے مطالعہ سے لطف اندوز ہوں گے اور مستفید بھی وہ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جس انسان کو منصب نبوت کیلئے منتخب کرتا ہے۔ وہ شخص نفسیاتی، روحانی اور عقلی کمالات کے باعث اپنی قوم کی آنکھوں کا تارا ہوتا ہے اس قوم کے تمام افراد اس کی برتری کو تسلیم کرتے ہیں اور دل کی گہرائیوں سے اس کا ادب و احترام کرتے ہیں اور اس کی اطاعت کو اپنے لئے سرمایہ افتخار سمجھتے ہیں۔

لیکن جب وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، اس نے مجھے نبی بنا کر مبعوث فرمایا ہے تاکہ میں تمہیں گمراہی کی عمیق گڑھوں سے نکال کر صراطِ مستقیم پر

گامزن کر دوں اور مجھے وہ دین عطا فرمایا ہے جو تمہارے لئے دونوں جہانوں میں سرخروئی کا ضامن ہے تو لوگ اس سے پوچھتے ہیں کہ ہمیں کیا خبر کہ تم اللہ تعالیٰ کے فرستادہ ہو۔ ہمیں ایسی کوئی علامت دکھاؤ جس کو دیکھ کر ہمیں یقین آجائے کہ واقعی تم اس پروردگار عالم کے فرستادہ ہو اور جس دین کو قبول کرنے کی تم ہمیں دعوت دے رہے ہو تمہارا خود ساختہ نہیں بلکہ واقعی اللہ تعالیٰ نے اسے نازل فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو وہ قوت اور طاقت مرحمت فرماتا ہے جس سے وہ اپنی قوم کے اس قسم کے مطالبات کو پورا کر سکتے۔ انبیاء سابقین کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے معجزات کو ظاہر کرنے کیلئے قوت ارزانی فرمائی تھی جن کو دیکھ کر وہ اپنی نبوت و رسالت کے دعویٰ کو سچ ثابت کرتے یہاں تک کہ ان کی گردنیں اس معجزہ کی عظمت کے سامنے جھک جایا کرتیں اور وہ اپنے نبی کے دعویٰ کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جایا کرتے تھے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کی طرف اپنا نبی بنا کر بھیجا۔ آپ نے ان کو ضلالت و گمراہی سے باز آنے کی دعوت دی۔ انہیں انہوں نے اپنے مخلص نبی کی مخلصانہ دعوت کو اسی رعوت کے ساتھ ٹھکرایا جس طرح پہلی قوموں نے اپنے انبیاء کی دعوت کو ٹھکرایا تھا۔ حضرت صالح علیہ السلام بھی پہلے اپنی قوم کو اپنی دینیت، پاکبازی اور خیر اندیشی کا یقین دلاتے ہیں اور انہیں بتاتے ہیں کہ میں تم سے کسی مادی منفعت کا خواستگار نہیں۔ میرے پیش نظر تمہاری خیر خواہی ہے۔ میری دلی آرزو ہے کہ تم رشد و ہدایت کی راہ پر چلو۔ تمہارا دل نور ایمان سے منور ہو، تمہارا تمدن فسق و فجور، ظلم طغیان اور بے جا نمود کے امراض سے پاک ہو۔ تم نیکی اور تقویٰ کی زندگی بسر کرو۔ تمہاری قومیں، تمہارے مادی وسائل اور فنی مہارت اسی طرح استعمال ہوں جس سے خستہ حالوں اور آشفٹہ دلوں کو سکون نصیب ہو۔ قوم کے کمزور افراد کو سہارا ملے۔ لیکن جو قوم عرصہ دراز سے بے راہروی کی خوگر ہو چکی تھی اسے ایسے مواعظ سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی چنانچہ انہوں نے آپ پر طرح طرح کے الزامات لگائے، تکلیفیں پہنچائیں اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مذاق اڑایا۔ ان کی سرکشیوں کا وہی نتیجہ نکلا جو ایسے افعال کا نکلا کرتا ہے۔

ان کی قوم نے انہیں کہا آپ ہماری طرح بشر ہی تو ہیں ہم آپ کو رسوں کیسے مان لیں کوئی معجزہ دکھاؤ جس سے تمہاری صداقت کا ہمیں یقین آئے۔ حضرت ابن عباس سے

مردی ہے کہ نمودیوں نے آپ سے یہ مطالبہ کیا کہ اس چٹان سے سرخ رنگ کی اونٹنی نکلے جو دس ماہ کی گاجھن ہو اور ہماری آنکھوں کے سامنے بچے جنے تو ہم تمہیں رسول مان لیں گے۔

صالح علیہ السلام نے باذن الہی چٹان کو حکم دیا وہ پھٹی اور اس کے درمیان سے ان کی مطلوبہ اونٹنی ظاہر ہوئی اور ظاہر ہوتے ہی اس نے بچے جنے۔

اسی طرح موسیٰ کلیم اللہ کے عصا کا اڑدھان جانا، عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا یا مادر زوائد ہوں کو ان کی آنکھوں پر ہاتھ پھیر کر بینا کر دینا یا مالک مریضوں کا حضرت عیسیٰ کے پھونک مارنے سے چشم زدن میں صحت یاب ہو جانا، یہ امور ایسے تھے جن کا مشاہدہ انہوں نے دن کے اجالے میں اپنی آنکھوں سے کیا تھا۔ وہ ان کا انکار کرتے تو کیونکر؟ جب ان سے ان واقعات کی وجہ دریافت کی جاتی کہ کس طرح پتھر کی ایک چٹان کو چیر کر ایک اونٹنی نکلے، اور اس نے فوراً بچہ جنایا ایک لکڑی کا ڈنڈا کس طرح اڑدھان بن گیا یا کس طرح عیسیٰ علیہ السلام نے مردوں کو زندہ کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ تو وہ اس کی توجیہ بتانے میں اپنے آپ کو بے بس پاتے بجز اس کے کہ وہ تسلیم کریں کہ یہ امور کسی بشر کی قدرت کا کرشمہ نہیں بلکہ اس خداوند قدوس کی بے پایاں قدرت کا آغاز ہے جو قَاطِرَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ کی شان کا مالک ہے اور جس کا علم کائنات کی ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے، جس کی قدرت بے پایاں ہے اس کے سامنے کوئی چیز ناممکن نہیں، اور جس کی حکمت کاملہ کے مظاہر چشم بینا کو کائنات کے ذرہ ذرہ میں چمکتے دھکتے دکھائی دیتے ہیں۔ جب وہ اپنی عقل سلیم کی راہنمائی میں اس نتیجے پر پہنچتے تو اب ان کو اس نبی کی صداقت کو تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ظہور کسی جھوٹے کے ہاتھ پر نہیں ہو سکتا بلکہ قدرت خداوندی کا مظہر وہی ہو سکتا ہے جو ایسا سچ ہو جس کی ردائے عصمت پر کذب بیانی کا کوئی ادنیٰ ساداغ بھی نہ ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ظہور کسی سچے کے ہاتھ پر تو ہو سکتا ہے لیکن کوئی جھوٹا اس قابل نہیں کہ وہ قدرت خداوندی کے ظہور کے مظہر بنے۔

اب یہ سچ آدمی جس کی سچائی کا وہ کسی طرح انکار نہیں کر سکتے جب یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں اللہ وحدہ لا شریک کا بھیجا ہوا نبی یا رسول ہوں تو وہ لوگ اس کو سچ تسلیم کرتے ہیں اور

جس ہستی کی صداقت ان کے نزدیک ہر شک و شبہ سے بالاتر ہو کر ثابت ہو جائے تو اب ان کیلئے ممکن نہیں رہتا کہ وہ اس کی کسی بات کا انکار کریں بجز ان لوگوں کے جن کے دل کی آنکھیں اندھی ہوں اور جن کے کانوں پر پردے ڈال دیئے گئے ہوں۔ جب کسی قوم کے قلوب اس حقیقت کو تسلیم کر لیں کہ یہ شخص سچا ہے تو زبان کو یہ اعلان کرنے میں ذرا تاثر نہیں ہوتا۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ - أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ
أَشْهَدُ أَنَّ عِيسَى رُوحُ اللَّهِ وَأَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا
مُحَمَّدًا رَسُولَ اللَّهِ -

شیخ موصوف لکھتے ہیں۔

وَلِهَذَا كَانَتْ رُسُلُ اللَّهِ تَزَوَّدُ دَائِمًا بِالْمُعْجَزَاتِ الْعَاطِرَةِ
الَّتِي تَجِيءُ إِلَى النَّاسِ عَلَى غَيْرِ مَا أَلْفَوْا وَتُخْرِجُهُمْ عَلَيْهِمْ بِمَا لَا
يَسْتَطِيعُونَ أَوْ يَجِدُونَ لَهُ تَفْسِيرًا - إِلَّا أَنْ يُنْسَبَ إِلَى اللَّهِ
تَعَالَى -

”یعنی اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو وہ قوت عطا فرماتا ہے جس سے وہ اپنی قوم کے مطالبات کو پورا کر سکتے ہیں اور اپنی سچائی کی دلیل کے طور پر ان کے سامنے ایسے امور ظاہر کرتے ہیں کہ ان جیسے امور کو پیش کرنا ان کے بس کی بات نہیں ہوتی اور نہ وہ اس کی کوئی توجیہ پیش کر سکتے ہیں بجز اس کے کہ وہ یہ کہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ظہور ہے جو اس نے اپنے نبی کی صداقت کو ثابت کرنے کیلئے اس کے ہاتھ پر ظاہر کیا ہے۔“

اور یہی چیز نبی کی سچائی کی ناقابل تردید دلیل ہوتی ہے۔

اس لئے علماء محققین نے معجزہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

وَالْمُعْجَزَةُ هِيَ الْأَمْرُ الْخَارِقُ لِعَادَةِ الْمَقْرُونِ بِالتَّحْقِيقِ
وَسَمِيَتْ مُعْجَزَةً لِعَجْزِ الْبَشَرِ عَنِ الْإِتْيَانِ بِمِثْلِهَا

”معجزہ اس امر کو کہتے ہیں جو عادت کے خلاف وقوع پذیر ہو اور اس کو معجزہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ انسان اس کے کرنے سے عاجز ہوتا ہے۔“

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور تالیف المباحث اشراقیہ جلد ۱۰ ص ۱۰۰ اختتام نبوت کی خصوصیات بیان کرنے پر کیا ہے۔ اس سے پہلے انہوں نے یزید بن ابی مرثد سے یہ بتایا ہے کہ انسانی معاشرہ اپنی اصلاح اور ترقی کیسے نور نبوت کا محتاج ہے اور آخر میں انہوں نے ان ہستیوں کے خواص بیان کئے ہیں جن کو مرتبہ نبوت پر فائز کر کے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی ہدایت اور راہنمائی کیسے مبعوث فرماتے ہیں۔

ہم ان کی اس اہم بحث کا خلاصہ قدر ممکن کی خدمت میں نہیں کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں انسان کے علاوہ دیگر حیوانات اپنی اپنی ضروریات کیلئے خود فیصل ہوتے ہیں لیکن ان کے برعکس انسان اپنی ضروریات کی تکمیل کیلئے دوسرے انسانی افراد کے تعاون کا محتاج ہوتا ہے۔ ایک انسان خود وہ عقل و فہم میں اصلی مراتب پر فائز ہو، تمام ضروریات کو بہم نہیں پہنچا سکتا۔ ایک روٹی پکانے کیلئے بیسے بیسیوں افراد کے تعاون کی ضرورت ہے۔ وہ شخص جو زمین میں اہل چلاتا ہے، وہ شخص جو بیج بوتا ہے، وہ شخص جو کھیت کی تیاری کرتا ہے، وہ شخص کہ جب فصل پک جائے تو اسے کاٹتا ہے، وہ شخص جو اس کو گاہتا ہے، وہ شخص جو ان دانوں کو پیٹتا ہے، وہ شخص جو اس آٹے کو چھانتا ہے، وہ شخص جو اس کو گوندھتا ہے، اور وہ شخص جو اس کو پکاتا ہے اتنے کثیر تعداد انسانوں کا تعاون حاصل ہو تب جا کر ایک روٹی پکتی ہے۔ اسی طرح انسان کی دیگر ضروریات کا آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اس لئے حکماء نے کہا انسان دیگر حیوانوں کی طرح انفرادی زندگی بسر نہیں کر سکتا بلکہ وہ مدنی الطبع ہے۔ بہت سے لوگ اکٹھے ہو کر کام کرتے ہیں اور سب کے تعاون سے سب کو ان کی ضروریات بہم پہنچتی ہیں۔ جب انسان مدنی الطبع ہو گا تو ان کے درمیان مین دین ہو گا۔ اس مین دین میں کسی فریق کی طرف سے اپنے دوسرے ساتھی پر زیادتی و دھوکہ بازی اور ظلم و تعدی کا ارتکاب خارج از امکان نہیں۔ ورنہ اگر ان کے سامنے بندہ باندھا جائے گا تو سارے معاشرہ کا امن و سکون برباد ہو جائے گا۔ کسی باندہ کی فیضیاد ہو جائے گی کہ

کوئی کسی پر اعتماد نہیں کر سکے گا۔ جب اعتماد ختم ہو گا تو پھر باہمی تعاون کا امکان باقی نہیں رہے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس معاشرہ کو ہر قسم کے جور و ستم، ظلم و زیادتی، باہمی معاملات میں خیانت اور دھوکے بازی سے محفوظ رکھا جائے اور وہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ایسے قواعد و ضوابط مقرر کئے جائیں جن پر ہر فرد اپنے اجتماعی مفاد کے پیش نظر عمل کرنا ضروری سمجھے۔ معاشرے کی اصلاح کے لئے ایسے قواعد و ضوابط متعارف کرنے کے لئے کسی ایسی شخصیت کی ضرورت ہوتی ہے جو ایسی خصوصیات کی حامل ہو جن سے عام انسان بہ بہرہ ہو۔ وہ کوئی ایسی شخصیت ہو سکتی ہے جو اپنے معاشرہ کے سامنے اپنے یہود و سردار کے علاوہ ایسے معجزات کو ظاہر کرے جو معاشرہ کے کسی فرد کے امکان میں نہ ہو سہیز وہ شخصیت ایسی ہونی چاہئے جس کو ہر کوئی اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے اور اس کی بات کو سن سکے۔ نیز اس کے لئے لازمی ہے کہ وہ نوع انسانی کا فرد ہو۔ جب ایسا شخص ایسے قواعد و ضوابط مقرر کر کے اپنے معاشرہ کے سامنے اس انداز میں پیش کرے گا کہ اس کے سامنے کسی کو یارائے انکار نہ ہو تب معاشرہ کے سکون کے بارے میں اطمینان ہو گا اور یہی نبوت کا مقصد ہے اور انہیں حدود کو قائم کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ اپنے نبی اور رسول مبعوث فرماتا ہے تاکہ انسانی معاشرہ کے امن و سکون، اس کی خوشحالی اور بہبودی کی ضمانت دی جاسکے۔

اب دوسری چیز کہ جس انسان کو اللہ تعالیٰ اس مرتبہ نبوت پر فائز کرے گا اس میں کون کون سی خصوصیات پائی جانی ضروری ہیں اس کے بارے میں ملامہ مذکور تحریر فرماتے ہیں۔

خَوَاصُّ النَّبِيِّ ثَلَاثٌ : أَحَدُهَُا فِي قُوَّتِهِ الْعَاقِلَةِ وَهُوَ أَنَّ
يَكُونُ كَثِيرَ الْمُقَدَّمَاتِ سَرِيعَ الْإِنْتِقَالِ مِنْهَا إِلَى الْمَطْلُوبِ
مِنْ غَيْرِ غَلْطٍ وَخَطَأٍ يَقَعُ لَهُ فِيهَا۔

"یعنی نبی کے خواص تین ہیں (۱) اس کی قوت عاقلہ یعنی نتیجہ پر پہنچنے کیلئے جن مقدمات کو مرتب کرنے کی ضرورت ہو وہ بڑی سرعت کے ساتھ ان کو مرتب کرتا جائے اور کسی غلطی اور خطا کا ارتکاب کئے بغیر وہ صحیح نتیجہ پر پہنچ جائے۔"

ثَانِيَهَا : فِي قُوَّتِهِ الْمُتَخَيَّلَةِ وَهُوَ أَنَّ يَرَى فِي حَالٍ يَقْطَعُهُ

مَلَايَكَةُ اللَّهِ تَعَالَى يَسْمَعُ كَلَامَ اللَّهِ وَيَكُونُ خَبِيرًا عَنِ الْمَغْيِبَاتِ
الْكَائِنَةِ وَالْمَاضِيَةِ وَالَّتِي سَتَكُونُ۔

”نبی کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ حالت بیداری میں فرشتوں کو دیکھتا ہے، اللہ کے کلام کو سنتا اور غیب کی خبریں جن کا تحقق زمانہ ماضی حال یا زمانہ مستقبل سے ہے ان کی خبر دیتا ہے۔“

ثَلَاثَتُهُمَا، أَنْ تَكُونَ نَفْسُهُ مُتَصَرِّفَةً فِي مَادَّةٍ هَذَا الْعَالَمِ وَ
يُقَلِّبُ الْعَصَاءَ ثُعْبَانًا وَالْمَاءَ دَمًا۔

’نبی کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کی ذات اس جہان کے مادہ میں ہر قسم کا تصرف کرنے کی قدرت رکھتی ہے یعنی وہ چشم زدن میں مگزی کے ایک ڈنڈے کو اثر و جاننا دیتا ہے اور پانی کو خون میں تبدیل کرتا ہے وغیرہ

شبلی

جس طرح ہمارے نفس اور ہماری روح ہمارے جسم کی پر اسرار مخفی قوت ہمارے قاب و خاکی پر حکمران ہے اسی طرح نبوت کی روح اعظم اذن الہی سے سارے عام جسمانی پر حکمران ہوتی ہے۔ اور روحانی دنیا کے سنن و اصول عام جسمانی کے قوانین پر غالب آجاتے ہیں اس لئے وہ چشم زدن میں فرش زمین سے عرش بریں تک عروج کر جاتی ہے۔ سب سے بڑا معجزہ نبی کی ذات ہے۔

تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں (اعلیٰ) انہیں معجزات کی ضرورت نہیں۔ (اوسط ترین) انہیں معجزات فائدہ نہیں دیتے۔ ابو جہل نے معجزہ طلب کیا شق قمر کے بعد بھی مسلمان نہ ہوا۔ (متوسط) درمیانی طبقہ جس کے آئینہ بصیرت پر زنگ غفلت ہوتا ہے جب خورشید حقیقت طلوع ہوتا ہے تو وہ زنگ دور ہو جاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی ذات کو ان تمام معجزات کا مجموعہ بنادیا جو ہر طبقہ ہر فرقہ اور ہر گروہ کیلئے ضروری تھے۔ آپ کے اخلاق و عادات معجزہ تھے۔ آپ کی شریعت معجزہ تھی۔ آپ پر جو

کتاب نازل ہوئی اس سے بڑا کوئی معجزہ نہیں۔ ان کے علاوہ آپ کی روحانی طاقت نے جسم و روح دونوں کی کائنات میں بہت اثر ڈالا۔ اس نے کبھی طوبی کے سایہ میں بستر لگایا، کبھی سدرۃ المنتہی کی حدود میں رُفرف کی سواری کھڑی کی، کبھی ماکذب الفود کے نور سے قلب مبارک کو منور کیا اور کبھی سلاخ البصر سے آپ کی آنکھوں کو روشن کیا۔

حضور کے واقعات زندگی کا سب سے بڑا جزو غزوات ہیں۔ میدان جہاد میں جو فتوحات حاصل ہوئیں ان میں انسانوں کے لشکر اور سپاہیوں کے تیغ و سنان، فرشتوں کے پرے، دعاؤں کے تیر، توکل علی اللہ کی سپر اور اعتماد علی الحق کی کموار کام کرتی نظر آتی ہیں۔ حضور کا بڑا فرض اشاعت اسلام ہے اور روئے انور نے نگاہ کیسا سے، تقریر دل پذیر سے، اخلاق اعجاز نما سے، آیات و دلائل سے بہت سے لوگوں کو مشرف باسلام کیا۔

دنیا میں عقل و نقل اور فلسفہ و مذہب کا جب سے وجود ہے ان مباحث پر معرکہ آراء بحثیں ہوتی چلی آئی ہیں جدید و قدیم فلسفہ وغیرہ کا حاصل بحث یہ ہے کہ اگر کچھ فرقے اس کو ممکن بلکہ اس کو واقع سمجھتے ہیں تو دوسرے ان کو محال قطعی۔ ان تمام نظریات کا حاصل یہ ہے کہ اپنی عقل و حواس سے، فوق الفطرت حقائق کو ہم اپنے دریافت کردہ معلوم و محسوس قواعد کے مطابق بنا سکتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ محسوس اور غیر محسوس، جسمانی اور روحانی و یادوں ایک ہی نظام پر چل رہی ہیں۔ ایک عالم کے قیاس تمثیلی سے ہم دوسرے عالم کے ثبوت پر دلائل کے انبار لگانا چاہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو جانا نہیں جاسکتا اس کو ہم جانا چاہتے اور جو سمجھا نہیں جاسکتا اس کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ عقل و فہم کی لنگ پائی محسوسات کے میدان میں صاف نظر آتی ہے تو دواورائے محسوسات میں اس کی لنگ پائی ہمیں کہاں تک لے جائے گی۔

فلسفہ قدیم

اہل یونان کسی شریعت الہی سے مشرف نہ تھے، اس سے نبوت، خواص نبوت، وحی، الہام، معجزہ وغیرہ سے واقف نہ تھے، ان کی کتب میں ان مباحث کا وجود نہیں۔ فارابی نے

سب سے پہلے اس قسم کے مسائل کے متعلق اپنے خاص نظریے قائم کئے۔ اس نے اپنے رسالہ قصص الحکم میں نبوت اور خواص نبوت کے متعلق حسب ذیل خیالات ظاہر کئے ہیں۔

فقہہ نمبر 28 صاحب نبوت کی روح میں ایک قوت قدسیہ ہوتی ہے جس طرح تمہاری روح عالم اصغر میں تصرف کرتی ہے تمہارا جسم اس کا تابع ہوتا ہے اسی طرح وہ روح قدسی عالم اکبر میں تصرف کرتی ہے سارا عالم جسمانی اس کا تابع و زیر ہوتا ہے اس بنا پر اس سے معجزات ثابت ہوتے ہیں۔

چونکہ اس کا آئینہ، آئینہ باطن صاف اور رنگ و غبار سے پاک ہوتا ہے اس لئے روح محفوظ کا عکس اس کے آئینہ پر پڑتا ہے۔

فقہہ نمبر 29 (ارواح انبیاء) امر ربی سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ عام روح بشری تو حواس ظاہری کے قنطل سے امر الہی سے لگاؤ کرتی ہے لیکن روح نبوی بیداری ہی میں اسے تنجی طبع کرتی ہے۔

فقہہ نمبر 40 عام روح بشری کا حال یہ ہے کہ جب حواس ظاہری مشغول ہوتے ہیں تو حواس باطنی معطل ہوتے ہیں جب حواس باطنی کام کرتے ہیں تو حواس ظاہری بیکار ہو جاتے ہیں۔ مگر ارواح قدسیہ کا یہ حال ہے کہ حواس باطنی کی مشغولیت حواس ظاہری کو معطل نہیں کرتی اسی طرح برعکس۔

عام روحوں کی درماندگی یہاں تک ہے کہ اگر ایک حس مصروف ہو تو دوسری حس معطل ہو جاتی ہے۔ جب ہم فکر کرتے ہیں تو ذکر سے غفلت ہو جاتی ہے اور جب ذکر کرتے ہیں تو تنقیر سے خالی ہو جاتے ہیں لیکن ارواح قدسیہ کی یہ حالت نہیں ہوتی ان کے تمام حواس باطنی و ظاہری حواس ایک ساتھ کام کرتے ہیں۔

تمام حیوانات اور نباتات میں مختلف خصوصیتیں ہوتی ہیں۔ بطخ کا بچہ پیدا ہوتے ہی تیرنے لگتا ہے۔ چوہ اور بلی کا بچہ جب پہلی دفعہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوتے ہیں ان سے خاص قسم کے عمل صادر ہوتے ہیں۔ بلی جھپکتی ہے چوہا بھاگنا شروع کر دیتا ہے۔ یہ

مختلف انواع استعدادیں کہاں سے انہیں ملیں؟ ان سب باتوں کا جواب یہ ہے کہ معلم فطرت نے نعمت وجود کے ساتھ یہ طبعی خصوصیات اور الہامات بھی انہیں ودیعت کئے ہیں۔

اس طرح ممکن ہے کہ عالم ازل انسانوں کے ایک طبقہ اور صنف (انبیاء) کو علوم و معارف اور حقائق واسرار کے وہ الہامات عطا کر دے جن سے دیگر اصناف انسانی محروم و ناتواں ہیں۔

حضور ﷺ کا معجزہ ”قرآن حکیم“

اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے حبیب مکرّم ﷺ کو دیگر جملہ انبیاء و رسل پر فضیلت عطا فرمائی تھی اور اعلیٰ ترین مراتب پر فائز کیا تھا اور حضور کی دعوت عامہ کو زمانی اور مکانی حد بندیوں کا پابند نہیں کیا تھا اسی طرح سرور عالم ﷺ کے معجزات بھی بے حد و بیشمار ہیں اور ان میں سے کثیر تعداد حد تو اتر کو پہنچی ہوئی ہے، کیونکہ انہیں ایک جماعت نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے، حضور کے ارشادات مجمع عام میں ہوا کرتے تھے اور ایک جم غفیر ان کو بڑی توجہ اور غور سے سنتے تھے۔ اور اپنے ذہن میں پوری کوشش سے جذب کیا کرتے تھے۔ مختلف غزوات میں جب اسلامی لشکر یکجا ہوتا تھا تو حضور اس وقت اپنے ارشادات طیبہ سے انہیں خور سند فرماتے تھے۔ جمعہ کے اجتماع میں عیدین کے اجتماع اور دیگر ایسے اجتماعات جو وقتاً فوقتاً منعقد ہوتے رہتے تھے ان میں حضور خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ انہیں سارے صحابہ کرام پوری توجہ سے سنتے اور بڑی محنت سے ان کو اپنے حافظہ میں محفوظ کر لیتے۔ تو جو معجزات ان اجتماعات میں وقوع پذیر ہوئے جن میں سامعین کی تعداد بہت زیادہ ہو کر تین لاکھ معجزات کے متواتر ہونے میں کسی کو کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ نیز حضور کے کچھ معجزات ایسے ہیں جو چند آدمیوں کے سامنے ظہور پذیر ہوتے تھے لیکن ان کا بھی روایت کا سلسلہ ایسے لوگوں پر مشتمل ہوتا تھا جو عامل، عاقل اور دیندار ہوا کرتے تھے۔ مسلمانوں نے قوی اور ضعیف، مرفوع اور موضوع روایت کو الگ الگ کرنے کیلئے ایسے قواعد و ضوابط مرتب کئے تھے جن پر جو روایت پرکھی جاتی تھی اس کے بارے میں کسی سننے والے کو شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

سرور عالم ﷺ کے وہ معجزات جو کثیر التعداد صحابہ نے اور ان سے پھر تابعین نے اور ان

سے صحیح تابعین نے اسی طرح روایت کئے ہیں ان کے قطعی ہونے میں کسی کو شک و شبہ نہیں اور وہ معجزات جو اخبار آحاد سے ہم تک پہنچے ہیں، علماء حدیث نے تحقیق کے جو قواعد و ضوابط مقرر کئے ہیں ان پر جس معجزہ کی روایت صحیح ثابت ہوتی ہے اس کے ماننے میں کسی سچے مومن کو انکار نہیں ہو سکتا۔

اس لئے ہمارے سامنے ان روایات کا ایک بڑا ذخیرہ ہے جن میں صحیحہ کرام نے اور ان کے شاگردوں نے اپنے آقا و مولا ﷺ کے ایسے معجزات بیان کئے ہیں جن کا صدق الٰہی سے مطالعہ کیا جائے تو سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کی عظمت کا نقش دل پر ثبت ہو جاتا ہے۔ ہم اب اللہ کے محبوب کریم خاتم النبیین شفیع المذنبین رحمتہ للعالمین ﷺ کے سب سے بڑے اور ان گنت معجزات میں سے حسب قدرت چند معجزات مستند سب سے نقل کر کے آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان معجزات کے آئینے میں ہمیں اپنے بادیٰ برحق راہبہ کامل ﷺ کا عکس جمیل دکھائے جس سے ہمارے دلوں کی دنیا آباد ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ ہر زمانہ میں اور ہر علاقہ میں وہاں رہنے والے انسانوں کی ہدایت و راہنمائی کیسے اپنے انبیاء و رسل مبعوث فرماتا ہے جو ان دلوں کو فسق و فجور کی دلدل اور شرک و کفر کے اندھیروں سے نکال دیتے ہیں اور شاہد او مستقیم پر گامزن کر دیتے ہیں۔ بارگاہ عظمت و کبریائی سے ہر نبی کو خصوصی قوتیں عطا ہوتی ہیں۔ اس کو ہم پٹی زہن میں معجزہ کہتے ہیں۔ اس میں زمانے کے تقاضوں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ اور اس نبی نے جس باطل سے ٹکراتا ہوتا ہے اس باطل کے پاس اپنی طاغوتی کبریائی کو برقرار رکھنے کیسے جو مؤثر ترین ہتھیار ہوتا ہے، معجزہ کی زد سے جب اس کا رعب و ہیبت دلوں سے دور ہو جاتا ہے تو لوگوں کیسے حق کو قبول کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی رعایا کو گمراہی سے نکال کر راہ حق پر گامزن کرنے کیسے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو اس وقت مصر میں ہر طرف جادو کی فرمانروائی تھی۔ ادنیٰ و اعلیٰ، حاکم و محکوم، فرعون اور اس کے پرستار سب جادو کی ساحرانہ بال دستی کے سامنے سراسیمہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو وہ معجزات عطا فرمائے جنہوں نے جادو کی برتری کے غبارے سے ہمیشہ کیسے ہوا نکال دی۔ اور کیونکہ وہ دیکھ جادو کی حقیقت سے پوری طرح آگاہ تھے اس لئے موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے جادو جادوں کو پوری

طرح یہی سمجھ سکتے تھے اور پوری طرح وہ اس کی قدر و قیمت کا اندازہ لگا سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وہ معجزات عطا فرمائے جن کے باعث سحر اور ساحروں کا پرچم سرنگوں ہو گیا۔ انہیں یہ یقین ہو گیا کہ جو کچھ موسیٰ علیہ السلام نے کر دکھایا ہے ہمارے جادو منتر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے سب سے پہلے فرعون کے ساحروں نے موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا۔

اسی طرح جس زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا اس وقت طب اور حکمت کا چار سو ڈنکا بج رہا تھا۔ اس زمانے کے طبیب اور حکیم لا علاج بیماریوں کا ایسا علاج کرتے تھے کہ مریض بالکل تندرست ہو جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی عیسیٰ علیہ السلام کو وہ معجزہ عطا فرمایا جس کی عظمت کو دیکھ کر اس زمانے کے تمام اطباء اور حکماء دم بخود ہو کر رہ گئے۔ وہ تو لا علاج مریضوں کا علاج کرتے تھے جو زندہ ہوتے تھے، جو سانس لے رہے ہوتے تھے۔ جن کے اعضائے ربیعہ اپنے اپنے فرائض ادا کر رہے ہوتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو وہ معجزہ عطا فرمایا جس سے مردے زندہ ہو جایا کرتے اور آپ ان بیماریوں کا علاج کرتے جو ان ماہر اطباء کی دسٹری سے بھی باہر تھیں۔ آشوب چشم کے ان کے پاس زود اثر نسخے تھے لیکن جو ماں کے شکم سے اندھا پیدا ہوا اس کو بینائی کا نور بخش دینا ان کے تصور سے بھی بالاتر تھا۔ زخموں کا علاج کرنے کے لئے ان کے پاس بڑی زود اثر مرہمیں بھی تھیں اور دیگر نسخے بھی تھے۔ وہ ان مہلک زخموں کا بھی بڑی کامیابی سے علاج کرتے تھے جن سے مریض کایا نکلتا محال سمجھا جاتا تھا لیکن لا علاج امراض میں مہارت تامہ اور طویل تجربہ رکھنے کے باوجود کوڑھ کی بیماری کا علاج ان کے حیطہ امکان میں نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں اپنے نبی عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور انہیں یہ قوت عطا فرمائی کہ مردہ کو کوئی دوا دیے بغیر، کوئی مالش کئے بغیر، کوئی پاؤڈر سنگھائے بغیر، کوئی گلو کوڑ کا ٹکڑہ لگائے بغیر صرف اتنا فرماتے تھے کہ قُمْ يَا دَاوُدُ اللّٰہ تو وہ مردہ فوراً آنکھیں کھول دیتا تھا اور کفن جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ آپ کے ان معجزات کو دیکھ کر عوام تو حیران و ششدر ہو ہی جاتے تھے۔ لیکن جب ماہر اطباء اور تجربہ کار حکماء ان کمالات کو دیکھتے تو ان کے قلوب و اذہان یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے کہ اس میں کسی انسانی علم، کسی انسانی تجربہ، کسی انسانی قوت کا دخل نہیں بلکہ یہ فیضان اللہ تعالیٰ کا عطا فرمودہ ہے اور جب انہیں یہ یقین ہو جاتا تو

ان کیلئے اس نئی پرایمان لانا اور اس کے احکام کو بجالانا قطعاً مشکل نہ رہتا۔
 جب محبوب رب العالمین ﷺ کی بعثت کا زمانہ آیا اور اس کے لئے نگاہ قدرت نے
 جزیرہ عرب کو منتخب فرمایا تو وہاں کے بسنے والوں کو فصاحت و بلاغت میں جو مکہ عطا فرمایا یہ
 تھا کوئی قوم ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی تھی۔ اپنے اسی جوہر فصاحت پر ناز کرتے
 ہوئے اہل عرب اپنے سوا تمام اقوام عالم کو عجمی گوینا کہا کرتے تھے۔ اس فطری فصاحت
 و بلاغت کے باعث جب وہ خطبہ دیا کرتے تھے تو اس کے لئے نہیں پہلے تیاری کی ضرورت
 نہ ہوتی تھی بلکہ فی البدیہہ ایسا خطبہ دیا کرتے کہ سامعین پر سکتہ طاری ہو جاتا، کسی کو مجال
 انکار نہ رہتی تھی۔

اسی طرح ان کے قصائد، ان میں الفاظ کی بندش، جملوں کی ترتیب، عبارت کی روانی
 اور مشنگلی کا یہ حال تھا کہ کسی کو جرأت نہیں ہو سکتی تھی کہ ان کے ساتھ معارضہ کرے۔
 حالت جنگ میں جبکہ چاروں طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی ہوتی تھی، نیزوں کے سنن
 ان کے سینوں کے قریب اور تلواروں کی دھاریں ان کی گردن کے بالکل قریب ہوتی
 تھیں، اس وقت ایسے رزمیہ اشعار ان کی زبان سے نکلتے تھے جو دشمن کے دلوں پر بیت بٹھا
 دیتے تھے اور سننے والوں میں شجاعت و ہمت کی ایسی رون پھونک دیتے تھے کہ دشمن کے
 لشکر کی کوئی یلغار انہیں پیچھے نہیں بنا سکتی تھی۔ ان میں سے ایک جنگجو معرکہ کارزار میں
 اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے۔

قَصَبًا فِي مَجَالِ الْمَوْتِ صَبْرًا وَمَا نِيلُ الْخُلُودِ بِمُسْتَطَاعٍ

”اے میرے دل امیدان کارزار میں مت گھبراؤ۔ صبر کا دامن
 مضبوطی سے پکڑے رکھو کیونکہ یہاں سے بھاگ کر آخر تم نے جان
 بچالی تو تم ہمیشہ زندہ تو نہیں رہو گے۔“

سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ جب خیبر کے بے نظیر شجاع اور بہادر مرہب سے
 مصروف پیکار ہوئے تو آپ کی زبان سے یہ کلمات نکلے جنہوں نے ساری خیبر کی فضا کو
 شجاعت و بہادری کی مہک سے مہکا دیا۔ آپ مرہب کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

أَنَا الَّذِي سَمَّيْتَنِي بِأَمِيٍّ حَيِّدًا كَلَيْتَ عَابَاتِ كَرِيهِ الْمَنْظَرِ

”میں وہ ہوں جس کا نام اس کی ماں نے حیدر رکھا ہے۔ اور میں جنگل

کے شیروں کی طرح دلوں میں دہشت پیدا کرنے والا ہوں۔ میں جب تم کو ناپ کر دوں گا تو کسی چھوٹے پیمانے سے نہیں بلکہ سندروے پیمانے سے دوں گا۔"

اس قسم کی بی شمار مثالیں آپ کو غزوات اور دوسری جنگوں میں نظر آتی ہیں کہ وہ حضرات فی البدیہہ رجز یہ اشعار پڑھ کر دشمن پر عقابوں کی طرح جھپٹتے اور شیروں کی طرح ان پر گر جتے ہوئے حملہ آور ہوتے تھے۔ کیونکہ اہل عرب فصاحت و بلاغت کے میدان کے شہسوار تھے، وہ اشعار اور جملوں کے لطائف و باریکیوں سے پوری طرح آگاہ تھے اس لئے ان کی ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ جو عظیم بھی ہے اور حکیم بھی، نے اپنے نبی کریم کو وہ معجزہ عطا فرمایا جسے ہم قرآن مجید اور فرقان حمید کہتے ہیں۔ جو فصاحت و بلاغت کا ایک مدیہ امثال نمونہ تھا۔ اس کی صحیح قدر و منزلت وہی لوگ جان سکتے تھے جو اس بحر کے خواص تھے اور جب وہ دیکھتے تھے کہ قرآن کریم کی جو آیتیں انہیں پڑھ کر سنائی جا رہی ہیں وہ انہی الفاظ و کلمات سے مرکب ہیں جن سے ان کے اشعار یا خطبے مرکب ہوتے ہیں لیکن قرآن کریم کے انداز فصاحت کے مقابلے میں ان کا کلام کوئی معنی نہیں رکھتا، تو ان کیلئے اس نتیجہ پر پہنچنا کوئی مشکل نہ رہتا کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ورنہ ہم بھی اپنی انفرادی اور اجتماعی کوششوں سے اس جیسا کلام پیش کر سکتے بلکہ یہ اللہ کا کلام ہے۔

انبیاء سابقین کی بعثت ایک محدود قوم یا قبیلہ کی اصلاح کیلئے اور محدود وقت تک ہوا کرتی تھی اس لئے انہیں جو معجزات عطا فرمائے گئے وہ وقتی تھے جو ظاہر ہوتے تھے اور جو دُک وہاں موجود ہوتے وہ اپنی آنکھوں سے ان کا مشاہدہ کرتے لیکن کچھ دیر کے بعد وہ آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے۔ ان کے بعد آنے والے لوگ ان کا ذکر تو سنتے لیکن ان کے مشاہدہ سے قاصر رہتے۔

ان کے برعکس اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کو کسی ایک قوم یا قبیلہ کی راہنمائی کیلئے یا محدود وقت کیلئے مبعوث نہیں فرمایا بلکہ سرور عالم ﷺ کو نوع انسانی کے تمام افراد کیلئے، خواہ وہ کرہ ارض کے کسی گوشہ میں آباد ہوں سب کیلئے تاقیام قیامت ہادی و راہنما بنا کر بھیجا گیا تھا، ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ

النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

(۱)

”اور نہیں بھیجیں ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کی طرف بشیر اور نذیر بن کر لیکن (اس حقیقت کو) کثرتِ لوگ نہیں جانتے۔“

اس لئے اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ اپنے محبوب کو ایسے معجزہ سے رفا فرمائے جس کے نور کو زمین کے دور دراز گوشوں میں آباد انسان بھی دیکھ سکیں اور قیامت تک آنے والی نسلیں بھی اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کر سکیں اور وہ معجزہ قرآن کریم کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو مرحمت فرمایا جس کی فصاحت و بلاغت کے سامنے عرب کے متکبر قادر الکلام شعراء اور خطباء کی گردنیں جھک گئیں اور قیامت تک اس کتاب کو ہر قسم کے تغیر و تبدل سے محفوظ رکھنے کی ذمہ داری خود خالق کائنات نے ٹھانی تاکہ جس زمانہ میں بھی کسی علاقہ میں بھی کوئی شخص اس کتاب مقدس کو دیکھے تو اسے یقین آجائے کہ برزخِ زیر کے فرق کے بغیر یہ کتاب صدیوں کے بعد بھی اپنی سلیس حالت میں نور افشانی کر رہی ہے اور گم کردہ راہوں کو صراطِ مستقیم کی طرف دعوت دے رہی ہے۔

کوئی سادہ لوح یہ نہ سمجھے کہ جن لوگوں کو یہ چیلنج دیا گیا وہ فنِ تنقید میں دسترس نہیں رکھتے تھے۔ ہم آپ کو عرب کی تاریخ کا ایک واقعہ سناتے ہیں یہ ایک واقعہ ہی اس خطہ فنی کی تردید کیلئے کافی ہے۔

آفتاب اسلام کے طلوع ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے کہ سوقِ عکاظ میں عرب کے تمام شاعر بیان اور قادر الکلام شعراء اور فصحاء اور خطباء موجود تھے۔ اس وقت حضرت حسان بن ثابت نے اپنی مدح میں دو شعر پڑھے۔ اس محفل میں خنساء نامی ایک عرب خاتون موجود تھی جو مرثیہ گوئی میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھی۔ جب اس نے حضرت حسان کے یہ دو شعر سنے تو بجلی کی طرح کڑکی اور کہنے لگی اے حسان اتیرے ان دو شعروں میں آٹھ غلطیاں ہیں۔ کیا تمہیں یہ زیب دیتا تھا کہ جو شعر غلطیوں سے پر ہیں ان کو سب مجمع عام میں تم پڑھ کر سناتے۔ حسان، اس نکتہ چینی پر سشدر رہ گئے اور کہا کیا میرے دو شعروں میں اتنی غلطیاں ہیں ذرا گن کر تو بتاؤ۔

چنانچہ عرب کی اس خاتون شاعرہ نے فی البدیہہ کھڑے کھڑے ان آٹھ غلطیوں کی

نشانہ ہی کر دی۔ اس وقت نظر کا اندازہ کیجئے کہ اس نے جن غلطیوں کی طرف اشارہ کیا ہے اس میں سے چار غلطیاں پہلے مصرعہ میں تھیں اور تین غلطیاں دوسرے مصرعہ میں تھیں۔ اور آٹھویں ایسی غلطی بتائی جس کے باعث دوسرا پورا شعر بے معنی ہو کر رہ گیا اب وہ شعر سنئے اور اس کی غلطیوں کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔

سَا نَحْمَاتُ نَعْرُ بِمَعْنٍ هِيَ الصُّحَىٰ وَإِنَّا فَا نَقْصُرُ مِنْ سَحَابَةٍ دَمَا
وَمِنْ سِي الْعُقَا وَنَسِيْ مُحَرِّقٍ فَكْرُهُ سَا حَالًا وَكُرُهُ سَا إِنَّا
پہلے مصرعہ میں شاعر نے اپنی سخاوت کا تذکرہ کیا ہے ہمارے پاس بڑی بڑی غلطیاں ہیں جن کی پیشانیاں روشن ہیں اور چاشت کے وقت ان کے ماتھے چمکتے ہیں۔
خضہ نے اس پہلے مصرعہ میں چار غلطیاں نکالیں۔

پہلی یہ کہ تم نے جفنت کا لفظ استعمال کیا ہے جو جمع قلت کا صیغہ ہے اور اس سے کم دیگوں پر دلالت کرتا ہے اگر تم جفنت کے بجائے جفان کا لفظ استعمال کرتے تو وہ جمع کثرت تھا اور اس سے زیادہ دیگوں پر دلالت کرتا۔

دوسری یہ کہ تم نے الغر کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس کا معنی ہے وہ سفیدی جو پیشانی پر ہوتی ہے۔ اگر اس کی جگہ تم بیض کا لفظ استعمال کرتے تو اس میں زیادہ وسعت ہوتی صرف پیشانی نہ چمکتی سارا چہرہ چمکنے لگتا۔ تیسری یہ کہ تم نے بِمَعْنٍ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ لعل، اس چمک کو کہتے ہیں جو لمحہ بھر کیسے ظاہر ہوتی ہے پھر چھپ جاتی ہے پھر ظاہر ہوتی ہے اور چھپ جاتی ہے۔ اگر تم بِلَمَعٍ کے بجائے یشرقن کا لفظ استعمال کرتے تو اس میں زیادہ مبالغہ تھا کیونکہ شراق اس روشنی کو کہتے ہیں جو برقرار رہتی ہے۔ چوتھی غلطی تم نے یہ کی ہے کہ تم نے ضحیٰ کا لفظ استعمال کیا جب آنے والے مہمانوں کی تعداد بہت محدود ہوتی ہے، تمہیں چاہئے تھا کہ تم عشیہ کا لفظ استعمال کرتے کیونکہ رات کے وقت مہمان کثرت سے آتے ہیں، کھانا بھی کھاتے ہیں اور قیام بھی کرتے ہیں۔ بہتر یہ تھا کہ تم ضحیٰ کی جگہ عشیہ کا لفظ استعمال کرتے۔ اب اپنے دوسرے مصرعہ کی طرف توجہ کرو۔ اس میں تین غلطیاں ہیں۔

پہلی غلطی یہ ہے کہ تم نے ایسا فنا کہا ہے۔ یہ جمع قلت کا صیغہ ہے جو اس سے کم تلو روں پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے بجائے اگر سیو فنا کہتے تو اس میں زیادہ مبالغہ ہوتا۔ یہ

جمع کثرت کا صیغہ ہے، دس سے زائد پر دلالت کرتا ہے۔

دوسری غلطی یہ ہے کہ تو نے یقظرن کا لفظ استعمال کیا ہے۔ تلواریں سے قطرہ قطرہ خون ٹپکتا ہے جو قلت پر دلالت کرتا ہے۔ اگر تم بحرین کا لفظ استعمال کرتے تو اس میں خونریزی کی کثرت کا معنی پایا جاتا۔ پھر تم نے دم کا لفظ استعمال کیا ہے اگر تم دماء کہتے جو جمع کا صیغہ ہے اور کثرت سے خونریزی پر دلالت کرتا ہے تو اس طرح تمہاری شجاعت کے بیان میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا۔

آخری شعر میں خضاء نے اس کے سارے مفہوم کو مسترد کر دیا اور یہ تم نے اپنی اولاد پر فخر کیا ہے کہ وہ ایسے ایسے ہیں تم نے اپنے وادین پر فخر نہیں کیا جنہوں نے تمہیں جہاں ہے حالانکہ وہ اس بات کے زیادہ مستحق تھے کہ ان کی خوبیوں کا ذکر کر کے تمہارا فخر بلند کرتے۔

جب ایک صحرا نشین خاتون، عرب کے نابذ روزگار شاعر کے کلام پر اس نے بانی سے دل ہلا دینے والی تنقید کرتی ہے تو جو لوگ فصیح و بلیغ شاعر اور قادر الکلام خطیب بھی تھے ان کے فہم و ذکا کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ قرآن کریم میں انہیں پرانے نام بھی کوئی سقم نظر نہ آتا تو یہ آزاد منش لوگ کبھی سکوت اختیار نہ کرتے بلکہ بجلی کی طرح کوندتے اور اپنی تنقید سے سننے والوں کے حواس باختہ کر دیتے۔ اس عدم المثل فصاحت اور متنع النظر جسارت کے باوجود اگر وہ قرآن کریم کے تیس سال تک بار بار دہرائے جانے والے چیلنج کے سامنے ہر باب رہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ انہیں اس کلام مقدس میں انگشت نمائی کیسے کوئی جگہ نہیں ملی۔

رحمت عالم ﷺ نے جب قرآن کریم کی آیات نہیں پڑھ کر سنائیں اور ساتھ انہیں یہ بھی بتا دیا کہ یہ کسی انسان کا بنایا ہوا کلام نہیں ہے بلکہ اس وحدہ ل شریک قدور مطلق کا کلام ہے اور اگر کسی کے ذہن میں یہ شک ہو کہ یہ کلام ابھی نہیں بلکہ کسی انسان کا کلام ہے تو اسے اہل عرب کے فصحاء و بلاء! آؤ اور اس جیسا کلام بنا کر دکھاؤ۔ اگر اکیلے اکیلے تم اس چیلنج کو قبول نہیں کر سکتے تو جزیرہ عرب کے جملہ فصیح اللسان لوگوں کو اکٹھا کرو اور سب مل کر کوشش کرو اور اس جیسا کلام پیش کرو۔ اگر سارے قرآن جیسا نہیں پیش کر سکتے تو اس جیسی دس سوہنیں ہی پیش کر کے دکھاؤ۔

"پھر اگر تم ایسا نہ کر سکو اور تم ہر گز نہ کر سکو گے تو ڈرو اس سب سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جو تیار کی گئی ہے کافروں کیلئے۔"

ان چیلنجوں میں جو زور اور جوش و خروش ہے وہ کسی پر مخفی نہیں۔ پھر یہ کہ یہ چیلنج صرف ایک دفعہ ہی نہیں دیا گیا، ایک دن نہیں دیا گیا بلکہ تیس سال تک بار بار، دشمنان اسلام کو، منکرین قرآن کو، جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر کہا گیا کہ اس جیسی ایک سورت ہی پیش کر دو، لیکن کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ اور قرآن کریم کا چیلنج آج بھی موجود ہے، کفر و شرک کے سرغنوں کو دعوت مقابلہ دے رہا ہے۔ چودہ صدیاں گزر گئی ہیں کسی کو جرأت نہ ہوئی اور قیامت تک یقیناً کسی کو جرأت نہ ہوگی کہ وہ اس چیلنج کا جواب دے سکے۔

قرآن کریم کی حقانیت و مصداق قرآن کی سچائی اور صداقت ثابت کرنے کے لئے اس کے بعد کیا کسی اور دلیل کی بھی ضرورت ہے؟ مشرکین عرب نے اسلام کا مقابلہ کرنے کیلئے، پیغمبر اسلام کو ناکام کرنے کیلئے کون سا حربہ بے جوانبوں نے استعمال نہیں کیا۔ مسلمانوں کے ساتھ مسلسل جنگیں کرتے رہے۔ جن میں ان کے بڑے بڑے سردار، حنین، رشتہ دار، بھائی اور فرزند موت کی بھیٹ چڑھے۔ انہوں نے اپنی دولت خرچ کرنے میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مسلمانوں کو سلام سے پرستش کرنے و تمام دعووں کو اسلام اور قرآن سے متفرد کرنے کیلئے سارے حیلے و فریب کئے۔ مگر اس چیلنج کو قبول کرنا ان کے بس میں ہوتا تو بڑی آسانی سے تین آیتوں کی ایک مختصر سورت پیش کر دیتے اور کشتوں کے پستے لگائے بغیر اور خون کے دریا بہائے بغیر انہیں ایسی شاندار کامیابی حاصل ہوتی کہ اسلام کا آفتاب اقبال اسی وقت غروب ہو جاتا۔ آج بھی دشمنان اسلام اپنے تمام وسائل، تمام ذرائع، تمام سازشوں اور اپنی حکمت عملیوں کو بروئے کار لا رہے ہیں تاکہ اسلام کے چراغ کو کسی طرح بجھا دیں اور اسلام کے پرچم کو سرنگوں کر دیں لیکن اس میدان میں ہمیشہ ان کو ناکامی اور نامرادی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ورنہ قیامت تک اس سلسلہ میں وہ خائب و خاسر ہی رہیں گے۔

قرآن کریم کے کلام الہی ہونے کی کوئی اس سے بڑی دلیل بھی ہو سکتی ہے۔ پہلے صرف عرب کے فصحاء، بغضاء کو مقابلہ کی دعوت دی جا رہی تھی اب سارے بنی نوع انسان بلکہ جنات کو بھی چیلنج دیا جا رہا ہے ورنہ ساتھ ہی یہ پیش گوئی بھی کی جا رہی ہے کہ تم سارے

انسان اور جن اکٹھے ہو کر بھی اس چیلنج کا جواب نہیں دے سکتے فرمایا۔

فَلْيَنْصَحُوا الْإِنْسَانَ وَالْحَمْدُ عَلَىٰ أَنْ تَأْتُوا بِمِثْلِ
هَذَا فَخَرًا لَا يُؤْتُونَ مِثْلَهُ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ

صَهِيرًا (1)

”(بطور چیلنج) کہہ دو کہ اگر اکٹھے ہو جائیں سارے انسان اور سارے
جن اس بات پر کہ لے آئیں اس قرآن کی مثل تو وہ سن لیں، بہتر
نہیں لاسکیں گے اس کی مثل اگرچہ وہ ہو جائیں ایک دوسرے کے
مددگار۔“

اہل مکہ، اور دیگر مشرکین جزیرہ عرب اگرچہ اس چیلنج کا جواب نہ دے سکے، ان کی
تار سائی میں کوئی شبہ باقی نہ رہا، پھر بھی وہ اپنی ضد اور عناد پر اڑے رہے اور اسلام قبول
کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ لیکن حقیقت اور وہ حقیقت جو روز روشن کی طرح عیاں ہو اس
کا انکار کیسے کیا جاسکتا ہے۔

وہ لوگ جو اسلام دشمنی میں اندھے ہو گئے تھے وہ بھی اپنے دس کی گہرائیوں سے تسخیم
کرتے تھے۔ یہ کلام کسی انسان کا گھڑا ہوا نہیں بلکہ خداوند رحمن کا کلام ہے۔ جس کا وہ کسی
طرح مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ان کے اس اقرار و اعتراف کے چند واقعات سماعت فرمائیں۔

1۔ عتبہ بن ربیعہ :- ایک دفعہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا۔ عرض کرنے لگا اے میرے
بھائی کے بیٹے اگر آپ مال کے طلبگار ہیں تو ہم مال و دولت کے ڈھیر آپ کے قدموں میں
لا کر ڈال دیں گے۔ اگر آپ فرمانروائے کا شرف حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہم بصد مسرت
آپ کو اپنا فرمانروا تسلیم کرتے ہیں۔ اگر آپ کو جنات کا اثر ہے جس کی وجہ سے آپ اکھڑی
اکھڑی باتیں کر رہے ہیں، جس نے سارے شہر اور ساری قوم کو ایک دوسرے کا دشمن بنادیا
ہے تو ہم آپ کا علاج کرانے کیسے اپنی دولت پانی کی طرح بہا دیں گے۔ جب عتبہ اپنی گفتگو ختم
کر چکا تو ہادی انس و جان رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔ سمع مسی عتبہ اب میری بات سنو۔
پھر سرور عالم نے سورہ حم سجدہ کی ابتدائی تیرہ آیات تلاوت فرمائیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ أَحْمَدٌ ۝ تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
كِتَابٌ قُضِيَ إِلَيْهِ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ بَشِيرًا

وَنَذِيرًا فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۝ وَقَالُوا
 قُلُوبُنَا فِي أَكْثَثَةٍ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقْرٌ وَمِنْ
 بَيْنِنَا وَبَيْنَكَ حِجَابٌ فَأَعْمَلْنَا عِمَلُونَ ۝

”اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرماتے
 والا ہے۔ تم۔ اتنا ارگیا ہے یہ قرآن رحمن و رحیم (خدا) کی طرف سے۔
 یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں تفصیل سے بیان کر دی گئی ہیں۔ یہ
 قرآن عربی زبان میں ہے۔ یہ ان لوگوں کیلئے ہے جو عم و فہم رکھتے
 ہیں۔ یہ مژدہ سنانے والا اور بروقت خبر دہر کرنے والا ہے۔ بایں ہمہ منہ
 پھیر لیا ہے ان میں سے اکثر نے پس وہ اسے قبول نہیں کرتے ورنہ
 (ہٹ دھرموں) نے کہا کہ ہمارے دل غد فوں میں (پئے ہوئے) ہیں
 اس بات سے جس کی طرف آپ بدلتے ہیں اور ہمارے کانوں میں گرنی
 ہے اور ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان ایک حجب ہے۔ تم پناہ
 کرو ہم اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔“

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُمُ إِلَهٌ وَاحِدٌ
 فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوا ۖ وَأَوَّلُ يُشْرِكِينَ ۝
 الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ۝
 إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝
 قُلْ أَمْسِكُوا لَكُمْفُرُونَ يَا لَيْتَى خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ
 وَتَجْعَلُونَ لَهُ أُنْدَادًا ذَلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ وَجَعَلَ
 فِيهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَامَهَا
 فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِدِينَ ۝ ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ
 وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا
 قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَائِغٍ فِي يَوْمَيْنِ
 وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحٍ
 وَحِفْظًا ۚ ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝

”آپ فرمائیے میں انسان ہی ہوں (بظاہر) تمہاری مانند (البتہ) وحی کی جاتی ہے میری طرف کہ تمہارا معبود خداوند یکتا ہی ہے۔ پس متوجہ ہو جاؤ اس کی طرف اور مغفرت طلب کرو اس سے۔ اور ہلاکت ہے مشرکوں کیلئے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ بیشک وہ لوگ جو ایمان لے آئے اور جنہوں نے نیک اعمال کئے ان کیلئے ایسا اجر ہے جو منقطع نہ ہو گا۔ آپ ان سے پوچھئے کہ کیا تم لوگ انکار کرتے ہو اس ذات کا جس نے پیدا فرمایا زمین کو وودن میں۔ اور ٹھہراتے ہو اس کے لئے مد مقابل، وہ تورب العالمین ہے (اس کے مد مقابل کون ہو سکتا ہے) اس نے ہی بنائے ہیں زمین میں گڑے ہوئے پہاڑ، جو اس کے اوپر اٹھے ہوئے ہیں۔ اور اس نے بڑی برکتیں رکھی ہیں اس میں۔ اور اندازہ سے مقرر کر دی ہیں اس میں تھنائیں (ہر نون کیلئے) چار دنوں میں۔ ان کا حصول یکساں ہے طلب گاروں کیلئے۔ پھر اس نے توجہ فرمائی آسمان کی طرف، وہ اس وقت وصول تھا۔ پس فرمایا اس کو اور زمین کو کہ آج وہ تمہیں حکم اور اداے فرائض کیلئے خوشی سے یا مجبوراً۔ دونوں نے عرض کی ہم خوشی خوشی دست بستہ حاضر ہیں۔ پس بنا دیا انہیں سات آسمان وودنوں میں۔ اور وحی فرمائی ہر آسمان میں اس کے حسب حال اور ہم نے مزین کر دیا آسمان دنیا کو چراغوں سے۔ اور اسے خوب محفوظ کر دیا۔ یہ سارا نظام سب سے غالب اور سب کچھ جاننے والے خدا کا ہے۔“

حضور یہ آیات بینات تلاوت فرماتے رہے۔ وہ مجسم حیرت بنا ہوا ان آیات کو وحی موسیٰ سے سن رہا تھا۔ جب حضور نے اس سے اگلی آیت تلاوت فرمائی جس میں عاد و ثمود پر نروس عذاب کا ذکر تھا تو اسے یارائے ضبط نہ رہا۔ اس نے اپنا ہاتھ حضور کے منہ مبارک پر رکھ دیا اور بڑے عجز و الحاح سے کہنے لگا ہمارے لئے بددعات فرمائیے۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ جو بات زبان مصطفیٰ سے نکلتی ہے وہ ہو کر رہتی ہے۔ ہاں سے اٹھ کر قریش کے پاس کیا قریش نے پوچھا نہ دیا کر آئے ہو اس نے کہا۔

وَاللّٰهُ لَقَدْ سَمِعَتْ قَوْلًا مَّا سَمِعَتْ بِمِثْلِهِ قَطُّ وَاللّٰهُ مَا
هُوَ بِالشَّعْرِ وَلَا بِالشَّعْرِ وَلَا الْكَهَانَةِ قَوْلًا لِّكَوْنَتْ
لِقَوْلِهِ الَّذِي سَمِعَتْ بَنَاءً

(1)

”بمخدا میں نے ایسا قول سنا ہے جس کی مثل آج تک کوئی قول نہیں سنا۔
نہ وہ شعر ہے نہ وہ سحر ہے اور نہ وہ کہانت ہے۔ بخدا اس کلام کا بہت
زبردست نتیجہ ظاہر ہو گا۔“

اتنا کچھ سننے اور جاننے کے باوجود اس بد نصیب کو اسلام قبول کرنے کی سعادت میسر نہ آئی۔
اس نوعیت کا ایک اور واقعہ سنئے۔

(2) امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ ابوذر کو جب یہ اطلاع ملی کہ مکہ میں ایک نبی
مبعوث ہوا ہے تو اس نے اپنے بھائی انیس کو کہا کہ مکہ جا۔ وہ جس شخص نے نبوت کا
دعویٰ کیا ہے اس کے حالات کا جائزہ لے اور واپس کر مجھے بتائے۔

ابوذر اپنے بھائی انیس کے بارے میں کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی انیس سے بڑھ کر
کوئی قادر الکلام شاعر نہیں سنا۔ اس نے عہد جاہلیت میں ہارہ، خز، و شعر، کا مقصد کیا، ہر
سب میں اس کا پلہ بھری رہا۔ انیس اپنے بھائی کے کہنے کے مطابق مکہ گیا، وہاں ہر کار و عامر
علیہ السلام کے بارے میں ہر قسم کی معلومات حاصل کیں پھر وٹ کر اپنے بھائی کے پاس آیا اور
اسے بتایا۔

رَأَيْتُ رَجُلًا بِمَكَّةَ يَزْعُمُ أَنَّ اللَّهَ أَرْسَلَهُ قَدْ قُلْتُ مَا يَقُولُ
النَّاسُ فِيهِ قَالَ يَقُولُونَ شَاعِرٌ كَاهِنٌ سَاحِرٌ وَلَقَدْ
سَمِعْتُ قَوْلَ الْكَهَنَةِ وَمَا هُوَ يَقُولُ كَاهِنٌ وَلَقَدْ عَرَضْتُ
قَوْلَهُ عَلَى أَنْوَاعِ الشَّعْرِ وَلَمْ يَنْتِنِمْ وَلَا يَلْتَنِمْ عَلَى لِسَانِ
أَحَدٍ وَارْتَهَ لَصَادِقٌ فَلَمْ تَهَمْ لَكِنْ بُونٌ ○

(2)

”میں نے مکہ میں ایک شخص کو دیکھا ہے۔ وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ
نے اسے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ ابوذر کہتے ہیں میں نے پھر انیس سے پوچھا

لوگوں کا ان کے بارے میں کیا خیال ہے۔ اس نے بتایا کہ لوگ تو انہیں شاعر، کاہن اور ساحر کہتے ہیں لیکن میں نے انہوں نے اقوال سننے میں اور میں نے ان کے کلام کو مختلف اصناف کے اشعار سے مقابلہ کر کے دیکھا ہے آپ کے کلام کو ان میں سے کسی صنف کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں۔ یقیناً وہ سچے ہیں اور ان کے معنی دشمن جھوٹے ہیں۔“

(3) امام بیہقی اپنی دل کلم النبوة میں لکھتے ہیں۔

ولید بن مغیرہ جو فصاحت و بلاغت میں قریش کا نہ دار تھا، ایک روز رحمت عالمین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ پچھ پڑھ کر سنائیے تاکہ میں اس میں غور و فکر کر سکوں۔ رحمت عالم ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ
وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَذَكَّرُونَ ○

(1)

”جیٹک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ ہر معاملہ میں انصاف کرو (ہر ایک کے ساتھ بھلائی کرو) اور اچھا سلوک کرو رشتہ داروں کے ساتھ اور منع فرماتا ہے بے حیالی سے اور ہرے کاموں سے اور سرکش سے۔ اللہ تعالیٰ نصیحت کرتا ہے تمہیں تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔“

یہ سن کر ولید پر سناٹا طاری ہو گیا اور عرض کی دوبارہ پڑھئے حضور نے اس آیت کو دوبارہ تلاوت فرمایا وہ کہنے لگا۔

وَاللَّهُ إِنَّ لَهُ لَحَلَاوَةً وَإِنَّ عَلَيْهِ لَطَلَاوَةً وَإِنَّ أَعْلَاهُ
لَمُشِيرٌ وَإِنَّ أَسْفَلَهُ لَمُعِدِقٌ وَمَا يَقُولُ هَذَا بَشَرٌ (2)

”خدا کی قسم اس میں تو مٹھاس ہے، اس کے ظاہر پر چمک ہے، اس کا اوپر والا حصہ بھلوں سے لدا ہے اور نیچے والا شاداب ہے اور کوئی انسان ایسا قول نہیں کہہ سکتا۔“

پھر وہ لوٹ کر اپنی قوم کے پاس آیا اور ان کو کہہ خدا کی قسم! تم میں کوئی آدمی یہ نہیں جو اشعار کے بارے میں مجھ سے زیادہ عالم ہو یا جنات کے اقوال کے بارے میں مجھ سے زیادہ باخبر ہو اللہ کی قسم! جو وہ فرماتے ہیں کوئی قول اس کے مشابہ نہیں۔ خدا کی قسم! اس کا قوس پیدا شیریں ہے اور اس کا خاہر چمکدار ہے اس کا اوپر وال حصہ پھلوں سے مدافہ ہے اور نیچے حصہ شاداب ہے پھر وہ اپنی قوم کو کہنے لگا۔

إِنَّهُ لَيَعْلَمُوْا وَلَا يُعْلَمُوْا عَلَيْهِ وَاِنَّهُ لَيَحِطُّهُ مَا تَحْتٰ (1)

”یہ ہمیشہ سر بند رہے گا۔ اس پر کوئی بند نہیں ہو سکتا اور جو اس کے نیچے آئے وہ اسے چیں کر رکھ دیتا ہے۔“

(4) عمرو بن جموح: ابو نعیم ابن اسحاق کے حوالہ سے روایت کرتے ہیں۔

انصار کے خاندانوں سے ایک خاندان کا نام بنو سلیم تھا۔ جب اس خاندان کے بہت سے نوجوان مشرف باسلام ہو گئے تو عمرو بن جموح جو اس خاندان کا سردار تھا، اس نے اپنے بیٹے معاذ کو کہا یہ شخص جو کلام سنانا ہے، جو تم نے سنا ہے، مجھے بھی سناؤ۔ معاذ اپنے باپ سے یہ سب حلقہ بگوش اسلام ہو چکا تھا۔ انہوں نے سورہ فتح کی ابتدائی آیات الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ سے لے کر اَلْاِصْرَ اَطَا الْمُسْتَقِیْمَ تک سنائیں۔ عمرو فرط حیرت سے اپنے بیٹے کو کہنے لگا یہ کلام کتنا خوبصورت ہے، کتنا جمیل ہے، کیا ان کا سارا کلام اسی طرح ہے؟ معاذ نے کہا یَا اَبَتِیْ فَاَحْسَنُ مِنْ ذٰلِکَ ابا جان! ان کا دوسرا کلام اس سے بھی زیادہ حسین و جمیل ہے۔ المواہب اللدنیہ میں کسی بزرگ کا یہ قول منقول ہے۔

اگر قرآن کریم کا کوئی نسخہ جنگل میں پڑا ہو، کسی کو مل جائے اور اسے یہ پتہ نہ ہو کہ یہ کس نے رکھا ہے تو صاحب عقل سلیم اسے پڑھ کر گواہی دے گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ کسی انسان اور جن کی یہ طاقت نہیں کہ اس جیسا کلام بنا سکے۔

وجوہ اعجاز قرآن

(1) الاعجاز

وہ وجوہات جن کے باعث قرآن کریم معجزہ ہے اور اس نے تمام مخالفین کو اس بات

سے عاجز کر دیا ہے کہ وہ اس کے مقابلہ میں زیادہ نہیں تو کم از کم اس جیسی ایک ہی سورت پیش کریں، انہیں مختلف انداز سے چیلنج بار بار دیا گیا لیکن کسی کو لب کشائی کی جرأت نہ ہوئی۔ فصاحت و بلاغت کے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود وہ یوں ساکت و صامت ہو گئے جیسے انہیں سانپ نے سونگھ لیا ہو۔

ہم ان بے شمار وجود اعجاز سے صرف چند وجوہات پیش کرنے پر اکتفا کریں گے، اگر آپ توجہ سے ان وجوہات کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ قرآن کریم اللہ کا کلام ہے کسی انسان یا کسی بشر کا نتیجہ فکر نہیں ہے۔

قرآن کریم کے معجزہ ہونے کی ایک وجہ اعجاز ہے اور اعجاز کا مفہوم علماء معانی نے یہ بیان کیا ہے۔

الْإِعْجَازُ: قِلَّةُ اللَّفْظِ وَكَثْرَةُ الْمَعْنَى

”الفاظ کی تعداد بہت کم ہو اس کے باوجود اس کے دامن میں لطائف و

حکم کے جو سمندر ٹھاٹھیں مار رہے ہوں، وہ بیکراں ہوں۔“

یعنی چند الفاظ میں کثیر التعداد معانی کو سمو دیا گیا ہو مثال کے طور پر اس آیت قرآنی کا

مطالعہ فرمائیے۔ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَوةٌ (1)

اس میں صرف تین لفظ ہیں لیکن یہاں اس میں جو معانی و معارف بیان کئے گئے ہیں ان کی کوئی انتہا نہیں۔ ان دو کلمات میں قاتل کی سزا بھی بیان کر دی اور اس میں جو حکمتیں مضمر ہیں ان کو بھی واضح انداز سے بیان کر دیا گیا۔

اس آیت کریمہ میں قانون قصاص کی علت اور حکمت بیان کی جا رہی ہے۔ یعنی اگر بے گناہ قتل کرنے والے کو اس کے جرم کے برابر پوری سزا نہیں دی جائے گی تو اس کا حوصلہ بڑھے گا اور مجرمانہ ذہنیت کے دوسرے لوگ بھی غرور ہو کر قتل و غارت کا بازار گرم کر دیں گے۔ لیکن اگر قاتل کو اس کے جرم کے بدلے قتل کر دیا گیا تو دوسرے مجرم بھی اپنا بھینک انجام دیکھ کر باز آ جائیں گے؟ اس طرح ایک قاتل کو قتل کرنے سے بے شمار معصوم جانیں قتل و غارت سے بچ جائیں گی۔

آج بعض ملکوں میں قتل کی سزا موت منسوخ کر دی گئی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ سزا

ظالمانہ اور بہیمانہ ہے، مقتول تو قتل ہو چکا اب اس کے عوض ایک دوسرے آدمی کو تختہ دار پر لٹکا دینا بے رحمی نہیں تو کیا ہے۔

آپ خوفناک حقائق کو دلکش عبارتوں سے حسین بنا سکتے ہیں لیکن نہ آپ نہ ہی حقیقت کو بدل سکتے ہیں اور نہ ان کے برے نتائج کو روپڑ پر ہونے سے روک سکتے ہیں۔ جس ملک کے قانون کی آنکھیں ظالم قاتل کے گلے میں پھانسی کا پھندا دیکھ کر پر خم ہو جائیں، اس ملک میں مظلوم و بے کس کا خدا ہی حافظ ہے۔ وہ معاشرہ اپنی آغوش میں ایسے مجرموں کو ناز و نعم سے پال رہا ہے جو اس کے چمنستان کے شگفتہ پھولوں کو مسج کر کے رکھ دیں گے۔ وہ دین جو دین فطرت ہے جو ہر قیمت پر عدل و انصاف کا ترازو برابر رکھنے کا علمبردار ہے، اس سے اسکی بے جا بلکہ نازیبا ناز برداری کی توقع عبث ہے۔

اس مفہوم کو بیان کرنے کیسے بڑے بڑے بلغاء نے کوشش کی ہے لیکن قرآن کریم کے ایک جملہ میں جو وسعت اور جامعیت ہے وہ اس کی گرو راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ کلام الہی کے اس ایجاز کو دیکھ کر بڑے بڑے خطباء اور شعراء دم بخود ہو جا رہے تھے۔

ادب و لغت کے امام ابو عبید بیان کرتے ہیں ایک بدو نے ایک شخص کو یہ آیت پڑھتے سنا۔ **قَاصِدٌ يَّمْنًا تُوْمَرُوْا (1)** سو آپ اعلان کر دیجئے اس کا جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ وہ اس کی فصاحت و بلاغت سے یوں متاثر ہوا کہ غیر ارادی طور پر سر بسجود ہو گیا۔ اور کہا۔ میں نے اس آیت کی فصاحت کیسے اس کو سجدہ کیا ہے۔

ایک دوسرے اعرابی نے کسی شخص کو سورہ یوسف کی یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا۔ **فَلَمَّا اسْتَيْسَوْا مَيْمَهُ خَلَصُوا نَجِيًّا (2)** وہ پکار اٹھا۔

اَشْهَدُ اَنْ فَتْلُوْا لَا يَعْزُبُ عَنْكَ هَذَا الْكَلَامُ

"میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ کوئی انسان ایسا حمد زبان پر نہیں لا سکتا۔"

اس کی بلاغت میں اعجاز ہے اسے جو سنتا ہے دنگ رہ جاتا ہے۔"

اصمعی، ادب عربی اور نحو میں یگانہ عصر تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک تسمن بچی کو، جس کی عمر پانچ چھ سال تھی، یہ کہتے سنا۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِنْ ذُنُوبِي كُلِّهَا ”میں اپنے تمام گناہوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتی ہوں۔“

اصمعی کہتے ہیں میں نے اسے کہا اے بچی! تم تو ابھی کسں ہو بالغ نہیں ہو تم کن گناہوں سے مغفرت طلب کر رہی ہو؟ اس نے جھٹ جواب دیا۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِذَنْبِي كُلِّهِ قَتَلْتُ اِنْسَانًا بِغَيْرِ حِلِّهِ
مِثْلَ غَزَالٍ نَّاعِمٍ فِي دَلِيهِ اِنْتَصَفَ الْيَلُّ وَلَهُ اُصْلِيهِ

”میں اپنے تمام گناہوں سے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتی ہوں۔
میں نے ایک بے گناہ شخص کو قتل کر دیا ہے جو اپنے ناز و نخرہ میں ایک
نازک اندام ہرن کی طرح تھا۔ رات آدمی گزر گئی ہے اور ابھی تک
میں نے نماز عشاء ادا نہیں کی۔“

اصمعی کہتے ہیں میں نے جب اس کے یہ دو شعر سنے تو میں پھر ک اٹھا۔ میں نے اسے کہا۔

قَاتَلَكِ اللّٰهُ مَا أَفْصَحَكِ ”بچی تم کس بلا کی فصیح و بلیغ ہو۔“ (1)

وہ کہنے لگی، تم قرآن کریم کی یہ آیت پڑھنے کے بعد بھی اس کلام کو فصیح کہتے ہو۔ اس نے
قرآن کریم کی یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

وَ اَوْحَيْنَا اِلٰى اٰمُرْمُوسٰى اَنْ اَرْضِعْهُ فَلَمَّا اِخْفَتْ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ
فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِ وَلَا تَحْزَنِيْ اِنَّا رَاٰ دُؤُاكَ اِلَيْكَ وَجَا عِلْمُكَ

مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ (2)

”اور ہم نے الہام کیا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف کہ بچے کو بے
خوف و خطر دودھ پلائی رہ۔ پھر جب اس کے متعلق تمہیں اندیشہ لاحق
ہو تو ڈال دینا اس کو دریا میں اور ہر گز نہ ہراساں ہوتا اور نہ غمگین ہونا
یقیناً ہم لوٹا دیں گے اس بچے کو تیری طرف اور ہم بنانے والے ہیں
اسے رسولوں میں سے۔“

اس آیت میں مختلف مضامین کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ اس میں دو امر، دو نبی ہیں۔ دو خبریں ہیں اور دو بشارتیں ہیں۔ دو امر تو یہ ہیں اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں حضرت موسیٰ کی والدہ کو کہ اسے دودھ پلاتی رہو اور پھر اس کو دریا میں ڈال دو "نبی" یہ ہیں۔ وَلَا تَخَافُ وَلَا تَحْزَنِي "ذرا خوف نہ کرنا، ذرا غمگین نہ ہونا۔" دو خبریں ہیں۔ اَوْحَيْنَا جَنِّي "ہم نے، نبی کی۔" قَدْ اَخَفْتِ "جب تم خوفزدہ ہو۔" دو بشارتیں ہیں۔ اِنَّا رَاٰ ذُوکَ الْاٰیٰتِ وَجَعَلُوْهُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ "ہم اس کو تیرے پاس لوٹا دیں گے اور ہم ان کو رسولوں کے زمرہ میں شامل کر لیں گے۔"

ان لفظوں سے وہی لوگ لطف اندوز ہوتے ہیں جو عربی زبان کے ماہر ہوں۔ ایک روز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسجد میں سو رہے تھے اچانک ایک آدمی آپ کے سر ہانے کے قریب کھڑا ہو کر کلمہ شہادت پڑھنے لگا۔ اس کی آواز سے آپ کی آنکھ کھل گئی۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ اس نے کہا میں روم کے پادریوں کا سردار ہوں۔ میں نے ایک روز ایک مسلمان جنگی قیدی کو آپ کی آہنی کتاب کی یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا۔

مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَّقِ اللَّهَ وَيَتَّقِ الْوَلِيَّ لَهُمُ

الْفَايُزُونَ ○

(1)

"جو شخص اطاعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول کی اور ڈرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ سے اور بچتا رہتا ہے اس کی نافرمانی سے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔"

میں عربی زبان اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں نے جب یہ آیت سنی اور اس میں غور و فکر کیا تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے جو کتاب نازل کی، دنیا، آخرت کے بارے میں جو ہدایت اس میں بیان کی گئی ہیں ان تمام امور کا خلاصہ اس آیت میں موجود ہے۔ یہ آیت سن کر، اس کی فصاحت و بلاغت اور جامعیت سے متاثر ہو کر میں حلقہ بگوش اسلام ہو گیا ہوں اور آپ کی زیارت کیسے حاضر ہوا ہوں۔ (2)

عرب کے بعض فصحاء جن کو اپنی فصاحت و بلاغت پر بڑا ناز تھا انہوں نے کوششیں بھی کیں کہ قرآن کریم کے چیلنج کو قبول کریں اور اس کے مقابلے میں ایک سورۃ پیش کر دیں لیکن ان سب کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور وہ از خود اس ارادہ سے باز آئے۔

ان لوگوں کے بارے میں دو تین مثالیں سن لیں تاکہ آپ خود فیصلہ کر سکیں ”چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک“ کہ خاک کے ان ذروں کو عالم بالا کی رفعتوں سے کوئی نسبت نہیں۔

انہیں سے ایک مسئلہ کذاب ہے۔ جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور اپنی چرب زبانی اور مع ساری سے اپنی قوم کے بے شمار لوگوں کو اپنا رُودیدہ بنالیا۔ اس نے بھی کوشش کی کہ وہ چند آیات لکھ کر قرآن کریم سے ان کا موازنہ کرے لیکن اس نے بڑی سوچ بچار اور محنت و جانکاهی سے جو فقرے مرتب کئے انہیں لغت عرب کا ایک ابتدائی طالب علم بھی سنتا ہے تو اسے ہنسی آ جاتی ہے۔

آپ قرآنی آیات کو پیش نظر رکھیں پھر اس کذاب اور عیور کی وضع کی ہوئی عبارت کا مطالعہ کریں حقیقت خود بخود آشکارا ہو جائے گی۔ وہ کہتا ہے۔

يَا صَفَدُ كَمْ تَنْفَعِينَ اَعْلَانِ فِي الْمَاءِ وَاسْفَلِكِ فِي
الظِّلِّ لَا الْمَاءُ تَكْدِرِينَ وَلَا الشَّرْبُ تَمْنَعِينَ

”اے مینڈک تو کب تک نرا تار ہے گا۔ تیرا اوپر والا حصہ پانی میں ہے اور نیچا حصہ کچھڑ میں نہ تو پانی کو گدلا کر سکتا ہے اور نہ پانی پینے سے تو منع کر سکتا ہے۔“

مسئلہ کذاب کی یہ عبارت آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ معلوم نہیں ان بے جوڑ، بے مغز اور مبہل فقرات کو کیجی کرنے کیلئے اس نے کتنی راتیں جاگ کر گزاری ہوں گی اور نہ جانے اس نے اپنے کتنے دن ایسے الفاظ کی تلاش میں گزارے ہوں گے جن سے وہ ایسے چند فقرے بنائے اور قرآن کریم کا مقابلہ کرنے کا دعویٰ کرے، لیکن آپ ان الفاظ کو دیکھیں، ان کے معانی میں غور کریں وہاں انسان کی روحانیت اور کلام الہی کی افادیت کا نام و نشان تک نہیں، تو پھر اس کی یہ یا وہ گویاں قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کا کیونکر مقابلہ کر سکتی ہیں بلکہ ان بے جوڑ جملوں اور لغو الفاظ کو قرآن کریم سے مقابلہ کرنے کیلئے پیش کرنا فصاحت و بلاغت کی توہین ہے۔ ایک بار مسئلہ نے قرآن کریم کی سورہ النازعات سنی تو پھر اس کی

باسی کڑھی میں اہل آیا اور اس سورہ پاک کا مقابلہ کرنے کیلئے اس نے اپنا زور قلم زمانے کی دوبارہ حماقت کی۔

سورہ النازعات کی پہلی چند آیات اور اس کا ترجمہ آپ ذہن نشین کر لیں پھر مسیلہ کذاب کی اس ہرزہ سرائی کا مطالعہ کریں تو آپ کو باکائیاں آنے لگیں گی۔
رب العرش العظیم کا کلام ہے۔

وَالْزُّرْعَاتِ غُرُقًا ۝ وَالشَّيْطَانِ نَسْطًا ۝ وَالشُّجْرِ سُبْحًا ۝
فَالشَّيْطَانِ سُبْحًا ۝ قَالُمُ يَزَيِّتُ أَهْرًا ۝ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝
تَتَّبِعُهَا الزَّارِقَةُ ۝ قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ ۝ أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝

”قسم ہے فرشتوں کی جو غوطہ لگا کر جان کھینچنے والے ہیں اور بند آسمانی سے کھولنے والے ہیں اور تیزی سے تیرنے والے ہیں۔ پھر تعمیلِ ارشاد میں دوڑ کر سبقت لے جانے والے ہیں پھر حسب حکم ہر کام کا انتظام کرنے والے ہیں۔ جس روز تھر تھرائے گی تھر تھرائے والی۔ اس کے پیچھے ایک اور جھٹکا ہوگا۔ کتنے دس اس روز خوف سے کانپ رہے ہوں گے اور ان کی آنکھیں ڈر سے جھکی ہوں گی۔“

کلام الہی کی ان آیات میں آپ نے آیات کی شانِ اعجاز اور ان میں جلال و جمال خداوندی کی جھلک کا مشاہدہ کیا۔

اب اس کذاب و دجال مسیلہ کا کلام سنیں جو اس نے قرآن کریم کی اس سورت کا مقابلہ کرنے کیلئے پیش کیا وہ کہتا ہے۔

وَالزَّارِعَاتِ زَرْعًا - وَالْمُحَاصِدَاتِ حَصْدًا - وَالزَّارِعَاتِ
قَمْعًا - وَالطَّالِحَاتِ طَحْنًا - وَالْمُحَافِرَاتِ حَفْرًا - وَ
النَّارِدَاتِ نَرْدًا - وَاللَّاتِمَاتِ لَعْنًا - لَعْدَ قُضُلِهِنَّ عَلَى
أَهْلِ الْوَبَرِ وَمَا سَبَقَكُمْ أَهْلُ الْمَدِينَةِ - إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ
مِنَ الْهَدْيَانِ -

اگرچہ انصاف خود ہی فیصلہ کیجئے کہ یہاں فصاحت و بلاغت تام کی کوئی چیز ہے۔ دیوانے کی اس بزدل کلام الہی کی سرپا دانش و حکمت آیات سے کوئی دور کی نسبت بھی ہے؟ اسی زمرہ

کے ایک اور احمق نے سورۃ الفیل کا مقابلہ کرنے کے لئے بڑی مغز ماری کے بعد چند جملے لکھے جن میں معنویت اور بامعنی ہونے کا شائبہ تک نہیں۔ وہ بھی پیش ہیں۔
اس نے سورۃ الفیل کے ساتھ مقابلہ کرنے کیلئے اپنی طرف سے جھک ماری ہے۔ اس پر بھی ایک نظر ڈالیں۔ وہ کہتا ہے۔

اَللّٰهُ تَوَكَّلْتُ عَلَىٰ رَبِّكَ يٰ اَحْمَقٌ - خَوَجَرَ مِنْ بَطْنِهَا نَسَمَةً
تَسْعٰى - مِنْ بَيْنِ شَوَارِئِفٍ وَاَحْشَاءِ

اسی طرح اس کے ایک دوسرے بھائی نے سورۃ فیل کے مقابلہ کیلئے یہ کلام لغو پیش کیا۔

اَلْفَيْلُ مَا الْفَيْلُ - وَمَا اَذْرَكَ مَا الْفَيْلُ - لَكَ ذَنْبٌ
وَذَنْبٌ - وَلَاقَ ذَلِكَ مِنْ خَلْقٍ رَبِّكَ لَقِيلٌ (1)

(2) قرآن کریم کے معجز ہونے کی دوسری وجہ

قرآن کریم کی دوسری امتیازی شان جس نے اس کو بے نظیر اور بے مثال بنا دیا ہے اور میدان فصاحت کے شہسواروں کو اس کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کریم اگرچہ اسی عربی زبان میں ہے جس زبان کے یہ لوگ ماہر شمار کئے جاتے تھے لیکن ان کی تمام اصناف کلام میں سے کسی کے ساتھ اس کی دور کی بھی مماثلت نہ تھی۔ ان کا کلام نثر میں بھی تھا اور نظم میں بھی تھا۔ لیکن قرآن کریم کی سورتوں کو نہ نظم کہا جاسکتا ہے نہ نثر۔ انہیں چیزوں کو دیکھ کر اہل عرب کی عقلیں حیران و ششدر ہو گئی تھیں اور ان پر قرآن کریم کی ایک ہیبت و دہشت طاری ہو گئی تھی۔ انہیں یہ ہمت نہ رہی کہ وہ اس کلام بلاغت نظام کا مقابلہ کرنے کا خیال تک بھی دل میں لے آئیں۔ سو جن بد نصیبوں نے اس اکھاڑہ میں اترنے کی سعی مذموم کی ان کو قرآن کریم کی فصاحت نے یوں زمین پر پٹخا کہ پھر اٹھنے کی ان میں سکت نہ رہی۔

جن لوگوں نے قرآن کریم کا مقابلہ کرنے کا عزم کیا ان میں سے اندلس کا ایک مشہور حکیم اور ادیب تھا، جس کا نام یحییٰ بن حکیم تھا جو اپنے زمانے میں سارے اندلس میں اپنا کوئی مثل نہیں پاتا تھا۔ ایک سو تیس سال کی عمر پائی اور اس کی وفات دو صد پچپن ہجری میں

ہوئی۔ اس نے سورہ اخلاص جیسی ایک سورت لکھنے کا ارادہ کیا لیکن اس پر کلام الہی کی ایسی ہیبت اور ایسا رعب طاری ہوا کہ اس نے اس مقابلہ کے میدان سے ہٹ جانے میں ہی اپنی سلامتی سمجھی آخر کار اس کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ یہ وہ کلام ہے کہ کوئی شخص اس جیسا کلام پیش کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اپنے اس گنہ عظیم سے صدق دل سے توبہ کی اور ساری عمر قرآن کریم کی رفعتوں اور عظمتوں کے سامنے سرائفندہ رہا۔

المقطع، نامی ایک شخص جو اپنے زمانے میں عربی زبان کے فصحاء و بلغاء کا سر تان تصور کیا جاتا تھا، اس کا زمانہ تابعین کا زمانہ تھا، اس نے ارادہ کیا کہ قرآن کریم کا مقبد کرنے کیلئے ایک سورت لکھے گا۔ چنانچہ اس نے کئی ماہ اس مقصد کیلئے شبانہ روز محنت کی اور جب اس نے اپنے خیال کے مطابق ایک سورت کا مسودہ مرتب کر لیا تو اتفاق سے اس کا گزر ایک مکتب سے ہوا جہاں بچے قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے اور تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ جب وہ اس مکتب کے پاس سے گزرا تو اس نے سنا ایک معصوم بچہ یہ آیت تلاوت کر رہا ہے۔

قَرِئْلُ يَأْذُنُ ابْنِي مَاءٍ لِي وَيَسْمَاءُ أَقْبِي وَغِيْضُ الْمَاءِ
وَقَوْضَى الْأَمْرَ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقَدْ بَعْدَ الْلَقَوْمِ
الظَّالِمِينَ ○

(1)

”حکم دیا گیا اے زمین نکل لے اپنے پانی کو، اے آسمان تھم جا اور اتر گیا پانی اور حکم الہی نافذ ہو گیا اور ٹھہر گئی کشتی جودی پہاڑ پر اور کہا گیا ہلکتا و ہر باد ہوا عالم قوم کیلئے۔“

مقطع نے اچانک جب یہ آیت سنی تو دہشت کے باعث اس پر لرزہ طاری ہو گیا اور کہنے لگا۔

أَشْهَدُ أَنَّ هَذَا مَا هُوَ مِنْ كَلَامِ الْبَشَرِ وَأَنَّ هَذَا لَا يُعَارِضُ
أَبَدًا۔

(2)

”میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کلام کا مقابلہ کرنا ناممکن ہے۔“

وہیں سے وہ اپنے گھر لوٹ آیا جو کچھ اس نے لکھا تھا اسے مٹا دیا اور جس کاغذ پر لکھا تھا اس کو

پرزہ پرزہ کر دیا۔

جو شخص بھی خصوصیت سے آیات قرآنی میں غور و غوض کرتا ہے وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اس کلام الہی کے ہر کلمہ میں علم و حکمت کے دریا موجزن ہیں، علوم و معارف کے سمندر ٹھاٹھیں مار رہے ہیں اور الفاظ کی تعداد کم ہے لیکن معانی کی بیکرانی حیرت انگیز ہے۔ اس کی عبارت لطائف و حکم سے لبریز ہے، اس میں بیک وقت اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کے ہر حکم کو بجالانے کیلئے ایسے اثر انگیز ارشادات ہیں جن سے ایک دانشمند آدمی کو ادنیٰ سرتابی کی بھی مجال نہیں رہتی۔ اس میں حلال و حرام کے بے مثال ضابطے موجود ہیں۔ محاسن اخلاق کو اپنانے کی ترغیب ہے۔ برے کاموں سے دور رہنے کی تلقین ہے۔

انسانی زندگی کو نفع بخش اور فیض رسا بنانے کیلئے، ہر انسان کے دل میں فضیلت و کرامت کے اعلیٰ و ارفع درجات پر فائز ہونے کا جو شوق ہے اس مرکب شوق کو تازیانہ لگانے کیلئے، اس میں اعمال صالحہ کی محبت اور اعمال شنیعہ کے خلاف نفرت پیدا کرنے کیلئے مختلف قسم کے اوامر و نواہی، چند و نصائح اور عبرت پذیری کیلئے گزشتہ اقوام کے عبرت آموز واقعات اس دلنشین اور دلپذیر انداز میں بیان کئے گئے ہیں کہ ان آیات کے مطالعہ کے بعد کسی اور ناصح مشفق کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

یہ جامعیت یہ وسعت، یہ اثر انگیزی یہ دلنشینی، یہ تنوع، تمام کی تمام خوبیاں اس صحیفہ مقدسہ میں یکجا کر دی گئی ہیں۔

قرآن کریم کے معجز ہونے کی تیسری وجہ

امور غیبیہ پر آگاہ کرنا

قرآن کریم کے صفحات ان آیات سے معمور ہیں جن میں آئندہ روپذیر ہونے والے واقعات کی اطلاع دیدی گئی ہے اور وہ واقعات بعینہ اسی طرح روپذیر ہوئے ہیں، روپذیر ہو رہے ہیں اور قیامت تک روپذیر ہوتے رہیں گے جس طرح قرآن کریم نے ان کا ذکر فرمایا ہے۔ ان واقعات کے وقوع پذیر ہونے سے سالہا سال پہلے اپنے محبوب کو آگاہ کر دیا اور یہ امر اس حقیقت کی ناقابل تردید دلیل ہے کہ یہ اس ذات اقدس کا کلام ہے جو عالم الغیب و الشہادۃ ہے۔ اس کی چند مثالیں آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔

لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِينَ (1)
 ”تم یقیناً داخل ہو گے مسجد حرام میں امن و سکون کے ساتھ جس وقت
 اللہ تعالیٰ چاہے گا۔“

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب نبی مکرم ﷺ اپنے چودہ سو جان نثار مجاہدین کو ہمدردی
 لے کر عمرہ ادا کرنے کیلئے عازم مکہ مکرمہ ہوئے تھے لیکن کفار مکہ نے حدیبیہ کے مقام پر
 مجاہدین اسلام کا راستہ روک لیا اور اعلان کر دیا کہ مسلمانوں کو کسی قیمت پر مکہ میں داخل
 ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ مسلمانوں کو اپنے احرام کھونٹے پڑے، قربانی کے جو
 جانور وہ ساتھ لے گئے تھے وہ واپس لانا پڑے اور بیت اللہ شریف کی زیارت کی حسرتیں
 دلوں میں دبائے ہوئے واپس جانا پڑا۔ لیکن چند سال بعد ساری دنیا نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا
 حبیب ﷺ اپنے دس ہزار مجاہدین کے ساتھ مکہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ آج کسی میں یہ
 جرات نہیں کہ لشکر اسلام کا راستہ روکے اور سرور عالم ﷺ کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے
 سے منع کرے۔ حضور پر نور بڑی شان و شوکت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ مسجد حرام
 میں پہنچتے ہیں، بیت اللہ شریف کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈ کرتے ہیں، حواف
 کرتے ہیں، عمرہ کی سعادت حاصل کرتے ہیں، اپنی مرضی سے احرام کھوتے ہیں اور چورے
 امن و امان سے سارے ارکان ادا کرنے کے بعد بخیریت واپس تشریف لے جاتے ہیں۔ ایسوں اور
 بیگانوں سب نے دیکھا اور اس بات کی گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا وہ پورا ہوا کر رہا۔

وَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَلَيْهِمْ سَيِّغْلِبُونَ (2)

”اور وہ یقیناً ہار جانے کے بعد ضرور غالب آئیں گے۔“

رومیوں اور ایرانیوں کے درمیان بڑی زبردست جنگ ہوئی۔ کفار مکہ کی ہمدردیاں
 ایرانیوں کے ساتھ تھیں کیونکہ دونوں قومیں بت پرست تھیں اور مسلمانوں کی ہمدردیاں
 رومیوں کے ساتھ تھیں کیونکہ وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل پر ایمان لاتے
 تھے۔ ان کے مابین جنگ ہوئی جس میں ایرانیوں کو فتح حاصل ہوئی اور رومیوں کو شکست کا
 منہ دیکھنا پڑا۔ جس سے مسلمانوں کو بڑی تکلیف ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی افسردگی خاطر اور

حزان و ملال کو دور کرنے کیلئے انہیں اس خوشخبری سے خورسند کیا۔ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَذَابِهِمْ
سَيَعْلَبُونَ اے فرزند ان اسلام تم رومیوں کی شکست پر رنجیدہ خاطر نہ ہو، غنقریب تم دیکھو
گے کہ انہیں غلبہ نصیب ہو گا اور ایرانیوں کو شکست فاش ہوگی۔

جن حالات میں یہ آیت نازل ہوئی ان حالات میں یہ ممکن نظر نہیں آتا تھا کہ ایسا ہوگا
کیونکہ ایرانیوں نے خسرو کی قیادت میں بیت المقدس پر حملہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ
بجادی تھی۔ انہوں نے عیسائیوں کو شکست فاش سے دوچار کیا تھا۔ ان کے ہزاروں سپاہیوں
کو لقمہ اجل بنا دیا تھا حتیٰ کہ رومیوں کی مقدس ترین صلیب بھی ایرانی اٹھا کر اپنے ساتھ لے
گئے تھے۔ ان حالات میں یہ خوش فہمی نہ ہو سکتی تھی کہ اتنی جلدی حالات یوں پلٹ جائیں
گے کہ ایرانیوں کو شکست ہوگی اور رومی فتح یاب ہوں گے لیکن بڑے قلیل عرصہ کے بعد
اللہ تعالیٰ کا ارشاد پورا ہو کر رہا اور نبی مکرم رؤف و رحیم نے اپنے رب کریم کی طرف سے جو
مژدہ سنایا تھا، عملی طور پر اس کی تکمیل ہو گئی۔

ان حالات میں رومیوں کی فتح کی خبر دینا کسی انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔ بلکہ یہ
اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس تھی جو حال و مستقبل کو جانتا ہے، جو شکست کو فتح اور فتح کو شکست
میں تبدیل کرنے کی قوت رکھتا ہے۔ اس آیت میں جو پیش گوئی کی گئی تھی اس سے بھی
واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام کسی انسان کا نہیں بلکہ اس خداوند قدوس کا ہے جو عالم
الغیب والشہادۃ کی شان کا مالک ہے۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظَاهِرَهُ
عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝

(1)

”وہی قادر مطلق ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو (کتاب) ہدایت اور
دین حق دے کر تاکہ غالب کر دے اسے تمام دینوں پر اگرچہ ناگوار
گزرے یہ غلبہ مشرکوں پر“

اس آیت کریمہ میں بھی دین اسلام کے غلبہ اور پیغمبر اسلام کی شاندار کامیابی کی
خوشخبری دی گئی ہے۔ یہ خوشخبری بھی ان حالات میں دی گئی جبکہ بظاہر مسلمانوں کی کامیابی
کے امکانات صفر کے برابر تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے نیتے، کمزور اور قلیل التعداد مسلمانوں کو

غلبہ عطا فرما کر اپنے قول کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔
سورۃ النور کی آیت 55 میں اللہ تعالیٰ فرزند ان اسلام کو خلافت راشدہ کے معرض وجود میں آنے کی بشارت دے رہا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ
فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ
دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا (1)
”وعدہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے
اور نیک عمل کئے کہ وہ ضرور خلیفہ بنائے گا نہیں زمین پر جس طرح
اس نے خلیفہ بنایا ان کو جو ان سے پہلے تھے۔ اور مستحکم کر دے گا ان کے
لئے ان کے دین کو جسے پسند فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اور
ضرور بدل دے گا ان کی حالت خوف کو امن سے۔“

مسلمان اس وقت مشرکین کے ظلم و ستم کی چکی میں پس رہے تھے۔ ہر وقت مسلمانوں
کو یہ اندیشہ پریشان کر رہا تھا کہ کسی وقت بھی ملت و ہل کے پرستار اپنے لشکر جبر کے
ساتھ ان پر حملہ آور ہوں گے اور ان کو نیست و نابود کر کے رکھ دیں گے۔ یہ مژدہ جعفر
ان حالات میں سنایا گیا جبکہ اس کے وقوع پذیر ہونے کا بظہر کوئی امکان نہیں تھا لیکن
سارے عالم نے دیکھا کہ محمد عربی ﷺ کے خداوند عز و جل نے جو فرمایا تھا وہ پور ہو کر رہا۔
مسلمانوں کی خلافت قائم ہوئی جس کا پرچم تین براعظموں میں ہر ادا تھا۔ اور جہاں بھی یہ
پرچم لہرایا وہاں عدل و انصاف کا بول بالا ہوا اور غم و معرفت کے دریا بہنے لگے۔

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۖ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي

دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝ (2)

”جب اللہ کی مدد آ پہنچے اور فتح نصیب ہو جائے اور آپ دیکھیں لوگوں کو
کہ وہ داخل ہو رہے ہیں اللہ کے دین میں فوج در فوج، تو اس وقت اپنے
رب کی حمد کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان فرمائے اور اپنی مت کیلئے اس

سے مغفرت طلب کیجئے۔ بیشک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔“

جس مدد اور فتح کی نوید سنائی گئی تھی وہ ہجرت کے دس سال بعد وقوع پذیر ہوئی۔ وہ ہادی برحق جو چند سال قبل فقط اپنے یار غار صدیق اکبر کی معیت میں مکہ سے نکلا تھا، وہ صرف دس سال بعد مجاہدین اسلام کا ایک لشکر جرار لے کر مکہ کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے۔ لشکر اسلام کی ہیبت سے زمین کانپ رہی ہے، پہاڑوں پر لرزہ طاری ہے، آج کسی کو مزاحمت کی جرأت نہیں۔ مکہ کے سارے باشندے مرد عورتیں، جوان، بوڑھے، بچے بالے اس نبی برحق کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے سڑکوں پر، گلیوں میں، چھتوں پر، صحنوں میں قطریں باندھ کر کھڑے تھے اور اس جمال جہاں آرا کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے بڑی بے تابی سے چشم براہ تھے۔ وہ لوگ جو اسلام کے مستقبل سے مایوس تھے وہ اس فتح کے وقوع پذیر ہونے کے بارے میں قطعاً امید نہیں رکھتے تھے۔ آج سب نے دیکھ لیا کہ اللہ کا محبوب مکہ میں داخل ہوا۔ اور اسلام کے وہی دشمن جواب تک اس شمع ہدایت کو بجھانے کیلئے سرگرم عمل تھے وہ آج پروانوں کی طرح اس شمع ہدایت پر قربان ہو رہے ہیں۔ جوق در جوق بصد شوق اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم کے دست ہدایت بخش پر اپنا ہاتھ رکھ کر دوست ایمان سے مالا مال ہو رہے ہیں اور ”اشھد ان لا الہ الا اللہ و شھد ان محمد رسول اللہ“ کے فلک شگاف نعروں سے مکہ کے درو دیوار گونج رہے ہیں۔

(1) اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَكَانَ الْخَفِيُّ قَوْلًا

”بیشک ہم نے اتارا ہے آپ پر ذکر کو (قرآن کریم) اور یقیناً ہم ہی اس

کے محافظ ہیں۔“

چودہ صدیاں گزر چکی ہیں اس عرصہ میں سینکڑوں خونیں انقلابات برپا ہوئے۔ کئی خاندان عزت کے آسمان پر چمکے اور غروب ہو گئے۔ کئی بستیاں آباد ہوئیں اور اجڑ گئیں۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا تھا اس کے مطابق کتاب مقدس کی حفاظت فرمائی۔ بڑی بڑی اسلام دشمن طاقتیں برسرِ اقتدار آئیں اور کوشش کے باوجود اس کے ایک نقطہ کو بھی نہ بدل سکیں۔ کیا یہ بات اس دعویٰ کی روشن دلیل نہیں ہے کہ جس نے یہ آیت نازل کی وہ کوئی انسان نہیں بلکہ ساری کائنات کا خالق و مالک ہے اور اس نے جو وعدہ

فرمایا دنیا کی کوئی طاغوتی طاقت اس کے خلاف نہیں کر سکتی۔ اِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ جس نے اس کتاب کو اتارا وہی اس کی ہر تحریف اور ہر تغیر و تبدل سے حفاظت کرنے والا ہے۔ قرآن کریم کے کلام الہی ہونے کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔

سِيَهْزِمُوا الْجَمْعُ وَيُؤْكَلُونَ الذُّبُرُ

(1)

”عنقریب پسپا ہوگی یہ جماعت اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔“

یہ آیت کریمہ غزوہ بدر سے سات سال پہلے نازل ہوئی، جبکہ مسلمانوں کی تعداد بہت قلیل تھی اور مکہ کے رؤساء ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہے تھے۔ اس وقت قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرّم ﷺ کو آگاہ فرمایا کہ عنقریب یہ لوگ پسپا ہو جائیں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ ان حالات میں کیا کوئی شخص یہ تصور کر سکتا تھا کہ قریش مکہ جن کی سطوت و شوکت کے سامنے تمام عرب قبائل اپنے سر جھکا دیا کرتے تھے، جن کے نوجوان شجاعت اور جنگی مہارت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے، جن کے پاس اسلحہ کے بار تھے اور خورد و نوش کے سامان سے گودام بھرے ہوئے تھے، کیا یہ لوگ بے کس اور سستے ور معدودے چند مسلمانوں سے عبرتناک شکست کھا کر میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کریں گے۔ لیکن قرآن کریم نے جو اطلاع اپنے نبی مکرّم کو دی تھی، جو بشارت اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے غلاموں کو ازانی فرمائی تھی وہ پوری ہو کر رہی اور سارے جہان نے دیکھا کہ مغرور قریش مکہ اپنے ستر بہادروں کے ماتھے میدان جنگ میں چھوڑ کر اور ستر سر بر آورہ افراد کو اسیران جنگ کی حیثیت سے مسلمانوں کے قبضہ میں چھوڑ کر بھاگے اور ایسے بھاگے کہ پھر کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔

فَقَتَلُوهُمْ لَعَنَ اللَّهُ بَنِي إِدْرِيسَ وَيُحْزِنُهُمْ وَيَتَضَرَّكُمُ عَلَيْهِمْ

(2)

وَيَشْفِ صُدُورًا قَوْمًا مُّؤْمِنِينَ ○

”جنگ کرو ان سے۔ عذاب دے گا انہیں اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں سے، رسوا کرے گا انہیں اور مدد کرے گا تمہاری ان کے مقابلہ میں اور یوں صحت مند کر دے گا اس جماعت کے سینہ کو جو اہل ایمان ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو جواب تک مشرکین مکہ کے پنجہ استبداد میں طرح طرح کی

تکلیفیں برداشت کر رہے تھے اور صبر کا دامن پکڑے ہوئے تھے، ان کو کافروں سے جنگ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس کے ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی سنا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں سے انہیں عذاب دے گا، ہر میدان جنگ میں وہ ذلیل و رسوا ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے مقابلہ میں تمہارے شامل حال ہوگی۔

سارے جہان نے یہ منظر دیکھا کہ بدر سے لے کر آخری غزوہ، غزوہ تبوک تک جب بھی کفار و مشرکین کی قشون قاہرہ نے مسلمانوں کے ساتھ قوت آزمائی کی اللہ تعالیٰ نے ان کو خائب و خاسر کیا اور اپنے حبیب کے غلاموں کے سر پر فتح و کامیابی کا تاج سجایا۔

لَنْ يَنْصُرَكُمْ إِلَّا أَذَىٰ ۚ وَكَانَ يَتْلُوَكُمْ إِلَٰهَ الْكَافِرِ

ثُمَّ لَا يَنْصُرُونَ ۝

(1)

”کچھ نہ بگاڑ سکیں گے تمہارا سوائے زبان سے ستانے کے۔ اور اگر ٹریں گے وہ تمہارے ساتھ تو پھیر دیں گے تمہاری طرف اپنی ٹھٹھیں (اور بھاگ جائیں گے) پھر ان کی امداد نہیں کی جائے گی۔“

یثرب کے یہودی بڑے اثر و نفوذ کے مالک تھے۔ ان کے پاس نہ دولت کی کمی تھی اور نہ سامان جنگ کی۔ ان میں بڑے بڑے سوار اور بہادر تھے۔ انہوں نے یثرب اور اس کے گرد و نواح میں دور دور تک قلعے اور گڑھیاں تعمیر کر رکھی تھیں۔ یہاں تک کہ خیبر کی دور دراز آبادیوں میں ان کے کئی مستحکم قلعے تھے۔ ان کی زندگی کی سب سے بڑی آرزو یہ تھی کہ وہ غریب الوطن بے سرو سامان مٹھی بھر مسلمانوں کو مٹا کر رکھ دیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب مکرم ﷺ اور حضور کے صحابہ کرام کو واضح طور پر بتا رہے ہیں کہ یہودی ہاں ہمہ قوت و سطوت کبھی تم پر غالب نہیں آسکتے۔ زیادہ سے زیادہ وہ یہ کر سکتے ہیں کہ زبان درازی، فتنہ طرازی اور بہتان تراشی سے تمہارے دلوں کو دکھ پہنچا سکتے ہیں اور اگر انہوں نے جی بڑا کر کے میدان جنگ میں آنے کی ہمت کی تو پھر شکست کھا کر پاؤں سر پر رکھ کر بھاگ جائیں گے۔ دنیا نے دیکھا کہ اگرچہ ظاہری حالات مسلمانوں کے ناموافق تھے لیکن قرآن کریم نے جو پیش گوئی کی تھی وہ پوری ہو کر رہی۔

وَاللّٰهُ يُعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

(1)

”اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کے شر سے آپ کی نگہبانی فرمائے گا۔“

آپ کو علم ہے کہ اعلان نبوت سے پہلے حضور نبی کریم ﷺ اپنی قوم کی آنکھوں کا تارا تھے۔ ان کی زبانیں حضور کو الصادق اور الامین کہنے سے نہیں تھکتی تھیں۔ لیکن جس روز نبی رؤف رحیم نے دین توحید کی تبلیغ کا آغاز کیا تو حاکمات یکسر بدل گئے۔ جو لوگ حضور ﷺ کے قدموں میں آنکھیں بچھانا اپنی سعادت سمجھتے تھے وہ اب خون کے پیاسے ہو گئے۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ کسی طرح توحید کے اس علمبردار کو موت کی غیند سلائے کا شرف وہ حاصل کرے۔ مکی زندگی میں بھی حضور ایسے عیار دشمنوں میں گھرے تھے جو حضور کے خون کے پیاسے تھے اور ہجرت کے بعد جب حضور مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے تو وہاں بھی دشمنان اسلام جن میں منافقین اور یہودی پیش پیش تھے ان کی سازشیں در منصوبہ بندیاں صرف اس نقطہ پر مرکوز تھیں کہ جس طرح ہو سکے اس آواز کو ہمیشہ کیلئے خاموش کر دیا جائے جو انہیں ہر لحظہ اللہ وعدہ لاشریک پر ایمان لانے کی دعوت دیتی رہتی ہے۔

جنگوں کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا تھا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ جب ستراحت فرما ہوتے تو جاں نثار اور وفادار غلاموں کا ایک دستہ رات بھر حضور کا پہرہ دیا کرتا لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی اس دن سے حضور نے پہرہ داروں کو اپنے گھر بھیج دیا۔ فرمایا خدا نے میری حفاظت کی ذمہ داری اٹھ لی ہے، اب مجھے کسی بداندیش سے کوئی خطرہ نہیں رہا۔ چنانچہ آپ نے دیکھا کہ بڑے بڑے خطرناک لمحے بھی آئے لیکن محبوب رب العالمین ﷺ نے ذرا پرواہ نہ کی۔ اللہ تعالیٰ کی حفاظت پر کامل اعتماد کرتے ہوئے کبھی حفاظتی تدابیر کی طرف توجہ نہ دی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدہ کو پورا فرمایا اور بعد میں کوئی دشمن محبوب رب العالمین کو کوئی گزند نہ پہنچا سکا۔

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ

يَذٰلِكَ أَمَّا يُتْلٰى قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (2)

”انہوں نے کہا نہیں داخل ہو گا جنت میں کوئی بھی بغیر ان کے جو

یہودی ہیں یا عیسائی۔ یہ ان کی من گھڑت باتیں ہیں، آپ (انہیں) فرمائیے کہ کوئی دلیل اگر تم بچے ہو۔“

یہود کو اپنے دین پر بڑا غرور تھا وہ یہ ڈنکے کی چوٹ پر کہتے کہ جنت میں ان یہود و نصاریٰ کے بغیر کوئی داخل نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ انہیں شر مسر کرنے کے لئے فرماتے ہیں۔

قَدْ إِنْ كَانَتْ لَكُمْ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِنْ

دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ (1)

”آپ فرمائیے اگر تمہارے لئے دار آخرت کی نعمتیں اللہ تعالیٰ کے ہاں

مخصوص ہیں تمام لوگوں کو چھوڑ کر تو بھلا آرزو کرو موت کی۔ اگر تم

بچے ہو۔“

وہ بڑی تمکنت اور وثوق کے ساتھ یہ دعویٰ کرتے تھے کہ دار آخرت کی ساری راحتیں، آسائشیں اور عزت افزائیں صرف ان کے لئے مخصوص ہیں۔ ان کے اس دعویٰ کی لغویت کو ثابت کرنے کے لئے انہیں کہا گیا کہ اس آلام و مصائب سے بھری ہوئی دنیا میں رہنے کے بجائے تم کیوں یہ تمنا نہیں کرتے کہ تمہیں موت آئے اور تم جنت کی ابدی بہاروں کے مزے لوٹنے لگو۔ لیکن کیا مجال کہ وہ اس کی تمنا کریں۔ دنیا کے ساتھ ان کا اتنا قلبی تعلق ہے کہ وہ کسی قیمت پر اس دارالحسنہ کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں۔

اس کے بعد والی آیت میں ایک اعلان کیا گیا۔

وَلَنْ يَسْتَمُوهُ أَبَدًا ۖ قَدْ مَتَّ أَيْدِيَهُمْ (2)

”ہر گز ہر گز وہ کبھی اس کی تمنا نہیں کریں گے بسبب اپنے کرتوتوں کے۔“

ان کی کارستانیوں ہر وقت ان کے سامنے ہیں اور انہیں معلوم ہے کہ صرف پلکیں بند ہونے کی دیر ہے، وہ ان کارستانیوں کی سزا بھگتنے کے لئے دوزخ میں پھینک دیئے جائیں گے۔ قرآن کریم نے اعلان کر دیا کہ وہ ہر گز ہر گز یہ تمنا نہیں کریں گے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ وہ تمنا کرتے اور مجمع عام میں اپنے مرنے کی دعا مانگتے اور قرآن کریم کی اس پیش گوئی کو باطل ثابت کر کے لوگوں کو دین اسلام اور پیغمبر اسلام سے برگشتہ کرتے جو ان کی زندگی کی عزیز ترین آرزو تھی لیکن ان کو ہمت نہ ہوئی کہ وہ یہ تمنا کریں۔ اب تک وہ ایسا نہیں کر سکے

قیامت تک وہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے اس چیلنج کو قبول کرنے کی ہمت نہ آج تک انہیں نصیب ہوئی نہ قیامت تک نصیب ہوگی۔

حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے اگر وہ ضد میں آکر مرنے کی تمنا کرتے تو جو بھی یہ تمنا کرتا اس کو فوراً موت کی نیند سدا دیا جاتا اور ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچتا۔ مندرجہ بالا آیات کے علاوہ قرآن کریم کی بے شمار آیات ہیں جن میں ان واقعات اور حالات کی نشاندہی کی گئی ہے جو نزولِ قرآن کے صدیوں بعد رو پذیر ہونے والے تھے۔ ان میں سے جو واقعات ان چودہ صدیوں کے دوران وقوع پذیر ہو چکے ہیں وہ عینِ سی طرح وقوع پذیر ہوئے ہیں جس طرح قرآن کریم نے ان سے بارے میں اطلاع دی تھی ورنہ جو ابھی وقوع پذیر نہیں ہوئے وہ بھی یقیناً اسی طرح وقوع پذیر ہوں گے جس طرح عالمِ غیب والشہادۃ نے اپنی کتاب مقدس میں ان کا ذکر فرمایا ہے۔

(۱)

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا
وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا

اعجازِ قرآن کی چوتھی وجہ

بعثتِ نبوی سے پہلے آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک ہزارہا انبیاء و رسل شریف لائے۔ انہوں نے جن مشکلات میں فریضہ تبلیغ انجام دیا اور ان کی قوموں نے ان کے ساتھ جو غیر انسانی اور بہیمانہ سلوک کیا قرآن کریم نے بڑے مؤثر انداز میں ان واقعات کا تذکرہ کیا ہے۔ قرآن کریم سے پہلے جو آسمانی کتب نازل ہوئیں ان میں بھی یہ واقعات اور یہ حالات بڑی تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ جب ہم ان واقعات کو قرآن کریم میں پڑھتے ہیں تو پڑھنے والے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت، اپنے نبی کی اطاعت کا جذبہ اور جاہِ حیات پر اس کے نقوش پا کر اپنا خضر راہ بنانے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس جب ان واقعات کو سابقہ کتب میں پڑھا جاتا ہے تو ان جذبات کا تو وہاں نام و نشان نہیں ملتا البتہ ان کو پڑھنے والا حیرت زدہ ہو کر اپنے آپ سے پوچھنے لگتا ہے کہ کیا یہ وہ لوگ تھے جن کو نبوت کے اعلیٰ و ارفع منصب پر فائز کیا گیا۔ اگرچہ ایسے واقعات کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن ہم صرف چند واقعات کے بیان پر اکتفا کریں گے۔ اور ان کے

مطالعہ سے قاری پر یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ قرآن کریم میں انبیاء سابقین اور ان کی اقوام کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ سابقہ آسمانی کتب سے خوشہ چینی نہیں کی گئی، جس طرح مستشرقین کا خیال ہے، بلکہ براہ راست اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان حالات و واقعات کو بیان کر کے اپنے محبوب کے قلب منیر پر نازل فرمایا ہے۔ اس میں کسی انسان کی کاوش کا سر مودخل نہیں اور یہ حقیقت بھی واضح ہو جائے گی کہ قرآن کریم کسی مورخ یا کسی مذہبی فلاسفر کی کاوشوں کا ثمر نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ کلام ہے جو اس نے اپنے محبوب پر نازل فرمایا۔ اور اگر یہ واقعات تورات و انجیل سے استفادہ کرتے ہوئے قرآن میں ذکر کئے جاتے تو ان میں بھی وہ عناصر کلیتہً نہیں تو جزوی طور پر پائے جاتے جن کے پیش نظر نبوت کا مقام رفیع مختلف قسم کی لغزشوں اور کوتاہیوں سے داغدار نظر آتا ہے۔

پہلے آپ کتاب پیدائش کے باب 19 کی آیات 30 تا 36 کا مطالعہ کریں جس میں اللہ کے ایک نبی حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں ہرزہ سرائی کی گئی ہے۔ اور لوط صغر سے نکل کر پہاڑ پر جا بسا اور اس کی دونوں بیٹیاں اس کے ساتھ تھیں کیونکہ اسے صغر میں بستے ڈر لگا اور وہ اور اس کی دونوں بیٹیاں ایک غار میں رہنے لگے۔ تب پہلو ٹھنی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بوڑھا ہے اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو دنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے۔ آؤ ہم اپنے باپ کو مے پلائیں اور اس سے ہم آغوش ہوں تاکہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ (32)

سو انہوں نے اس رات اپنے باپ کو مے پلائی اور پہلو ٹھنی اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی پر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی۔ (33)

دوسرے روز یوں ہوا کہ پہلو ٹھنی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھ اکل رات میں اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی اور آؤ آج رات بھی اس کو مے پلائیں اور تو بھی جا کر اس سے ہم آغوش ہو تاکہ ہم اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ (34)

سو اس رات بھی انہوں نے اپنے باپ کو مے پلائی۔ چھوٹی گئی اور اس سے ہم آغوش ہوئی اور اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھی (35) سو لوط کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں (36) بڑی سے ایک بیٹا ہوا اس نے اس کا نام موآب رکھ دیا وہی موآبیوں کا باپ ہے جو اب تک موجود ہیں۔

چھوٹی سے بھی ایک بیٹا ہوا۔ اور اس نے اس کا نام بن عمی رکھا وہی بنی عمون کا باپ ہے جو اب تک موجود ہیں۔

نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ کہاں نبوت کا مقام رفیع اور کہاں یہ اخلاقی پستی، اس کے ارتکاب کا خیال آج بھی گھنیا سے گھنیا آدمی بھی نہیں کر سکتا۔ سچ ہے کہ یہ قرآن و صاحب قرآن ﷺ کا ہی کام تھا کہ انبیاء سابقین کے تقدس اور ان کی عصمت کو بیان کرے تاکہ ان کا دامن ان الزامات سے بالکل پاک اور صاف نظر آئے جو قبیح الزامات ان کے ماننے والوں نے ان پر لگا رکھے تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں جس دریدہ دہنی کا مظاہرہ تورات کے باب پیدائش کے مرتبین نے کیا ہے وہ آپ نے پڑھ لیا۔ اب اس نبی مکرم کے بارے میں قرآن کریم کے ارشادات سنئے۔

وَالْاِسْمَاعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَیُوْنُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلٰی
الْعٰلَمِیْنَ ۝

(1)

”ہدایت دی اسماعیل، یسع، یونس اور لوط کو۔ ان سب کو ہم نے فضیلت دی سارے جہان والوں پر۔“

اس آیت میں لوط علیہ السلام کا عہدہ ذکر نہیں کیا گیا بلکہ کئی عظیم القدر انبیاء کے ناموں کے ساتھ ان کا ذکر کیا گیا پھر فرمایا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلٰی الْعٰلَمِیْنَ اور ان سب کو جن میں حضرت لوط بھی شامل ہیں، ہم نے تمام جہانوں پر فضیلت دی۔

سورہ انبیاء میں پھر اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام کا یوں احترام سے ذکر فرماتا ہے۔

وَلُوطًا اٰتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَايَةِ اَلَيْسَ كَانَ تَعْمَلُ الْغَبِيْثَ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا سَوِيْۢمًا ۝
وَادْخَلْنَاهُ فِيْ رَحْمَتِنَا اِنَّهٗ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝

(2)

”اور لوط کو ہم نے حکومت اور علم عطا فرمایا اور نجات دی اسے اس گاؤں سے جس کے باشندے بہت رذیل کام کیا کرتے تھے۔ بیشک وہ لوگ

بڑے ناہنجار اور نافرمان تھے۔ اور ہم نے اسے (لوط) کو داخل کر لیا اپنی

حریم رحمت میں بیشک وہ نیکو کاروں میں سے تھا۔“

ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت لوط کو جن اعزازات سے نوازا ہے وہ پڑھئے اور اس کے ساتھ تورات میں ان کی عصمت پر جو بد بودار داغ لگائے گئے ہیں ان کو دیکھئے آپ حقیقت تک پہنچ جائیں گے۔ سورہ الصافات میں اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں۔

وَلَا تَطْغٰی ۝ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ اِذْ نَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَہٗٓ اَجْمَعِیْنَ ۝

اِلَّا نَجَّوْنَہٗٓ اِیْنَ الْغٰیْرِیْنَ ۝ (1)

”بیشک لوط بھی پیغمبروں سے ہیں۔ یاد کرو جب بچا لیا ہم نے انہیں اور ان کے سارے اہل خانہ کو۔ بجز ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہنے والوں سے تھی۔“

اب نوح علیہ السلام کے بارے میں تورات کی کتاب پیدائش کی چند آیات کا دل پر ہاتھ رکھ کر مطالعہ کریں۔

آپ کے باپ کا نام لَمَک تھا۔ جب ان کے باپ کی عمر 182 برس تھی تو آپ کی ولادت ہوئی آپ آدم علیہ السلام کی دسویں پشت سے تھے۔ (کتاب پیدائش باب 5 آیت 28) اسی کتاب کے چھٹے باب کی آیت 9 میں حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق مرقوم ہے۔ نوح مرد راست باز اور اپنے زمانہ کے لوگوں میں بے عیب تھا۔ (باب 6 آیت 9) لیکن اسی راست باز اور بے عیب ہستی کے متعلق تورات کی یہ آیتیں نظر سے گزرتی ہیں تو انسان حیران و پریشان ہو کر رہ جاتا ہے۔

(طوفان سے بظہر و عافیت بچ نکلنے کے بعد) نوح کا شکار کرنے لگا اور اس نے ایک انکور کا باغ لگایا، اس نے اس کی مے پی اور اسے نشہ آیا اور وہ اپنے ڈیرے میں برہنہ ہو گیا۔ کیا لوگوں کو پاکبازی اور تقویٰ کی رلہ دکھانے والا اور نبوت کے شرف سے مشرف ہو کر آنے والا ایسی مذموم اور گھٹیا حرکت کا ارتکاب کر سکتا ہے؟ کیا اخلاقی لحاظ سے وہ اتنا پست ہو سکتا ہے کہ وہ شراب سے بدمست ہو کر اپنے ڈیرہ میں برہنہ ہو گیا جہاں اس کی بہو بیٹیاں موجود ہوں گی۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ

قرآن کریم میں حضرت زکریا علیہ السلام کی نیاز مند دعا، اس کی قبولیت، حضرت یحییٰ کی سیرت اور اخلاق کی جو سورہ مریم کی ابتدائی آیات میں تفصیلات بیان ہوئیں یہ واقعہ تقریباً انہیں تفصیلات کے ساتھ انجیل لو قاباب اول آیات 25 تا 5 میں مذکور ہے۔ یہ صاف فرق اتنا ہے کہ انجیل میں نیاز و ادب میں ڈوبی ہوئی التجا مذکور نہیں جو اس واقعہ کی جان ہے نیز آپ کے سکوت کو قرآن حکیم نے جہاں محض اس خوشخبری کے وقوع پذیر ہونے کی علامت قرار دیا ہے وہاں انجیل میں لکھا ہے کہ بطور سزا اس سے قوت گویائی سبب کر لی گئی تھی چنانچہ اس باب کی آیت 20 ملاحظہ فرمائیں۔

”اور دیکھ جس دن تک یہ باتیں واقع نہ ہو میں تو چپکار رہے گا ورنہ بول نہ سکے گا اس سے کہ تو نے میری باتوں کا جواب دینے پر پوری ہوں گی یقین نہ کیا۔“

تورات کے برعکس قرآن کریم میں جن پاکیزہ کلمات سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شخصیت، ان کی سیرت و کردار کی تصویر کشی کی گئی ہے اس کو پڑھ کر آپ کی عظمت کا پورا احساس دل میں نقش ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

يٰۤيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ وَّاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَ صَبِيًّا ۝ وَحَنَّا نًا
مِّنْ لَّدُنَّا وَدَكُوْكَا ۝ وَكَانَ تَقِيًّا ۝ وَبَرًّاۢ بِوَالِدَيْهِ ۝ وَلَهُۥ
يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۝ وَسَلٰمٌ عَلٰى يَوْمِۥرْءٰلِدٍ وَّيَوْمِۥرْمِيْثٍ
وَّيَوْمِۥرْبُعْعَثٍ ۝

(1)

”اے یحییٰ پکڑ لو اس کتاب کو مضبوطی سے اور ہم نے عطا فرمادی ان کو دانائی جبکہ وہ بچے تھے۔ نیز عطا فرمائی دل کی نرمی اپنی جناب سے اور نفس کی پاکیزگی۔ اور وہ بڑے پرہیزگار تھے اور وہ خدمت گزار تھے اپنے والدین کے اور وہ جابر اور سرکش نہ تھے اور سلامتی ہو ان پر جس روز وہ پیدا ہوئے اور جس روز وہ انتقال کریں گے اور جس روز انہیں اٹھایا جائے گا۔“

حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں کو اس کی رضا

کے طلب گاروں کیلئے بڑی روشن اور واضح نصیحت ہے۔ وہ یاد رکھیں کہ اگر آزمائش کی ایسی وادی سے ان کا بھی گزر ہو جہاں قدم قدم پر مصیبتوں کے اژدھانہ کھولے بیٹھے ہوں جہاں بربادیوں اور ویرانیوں کے روح فرساتانے ہوں تو اپنے رب کریم کا شکوہ شروع کر دیں، اس کی رحمت سے مایوس نہ ہو جائیں بلکہ میرے ایوب کو سامنے رکھیں صبر و استقامت کا دامن تھامے ہوئے قدم آگے بڑھاتے جائیں **فَاسْتَجِبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا يَبْغِيهِ** انہیں بھی سنائی جائے گی۔

اسی واقعہ کو اگر بائبل میں پڑھیں گے تو **ذِكْرِي بِالْخَيْدِ** کی ادنیٰ سی جھلک بھی آپ کو نظر نہیں آئے گی۔ وہاں آپ کو ایوب نامی ایک ایسے آدمی سے واسطہ پڑے گا جو اپنی پیدائش کے دن پر لعنت بھیج رہا ہے چنانچہ صحیفہ ایوب باب 3 میں ہے۔

اس کے بعد ایوب نے اپنا منہ کھول کر اپنے جہنم دن پر لعنت کی اور ایوب کہنے لگا، نابود ہو وہ دن جس دن میں پیدا ہوا اور وہ رات بھی جس میں کہا گیا کہ دیکھو بیٹا ہوا۔

وہ دن اندھیرا ہو جائے وہ رات بانجھ ہو جائے۔ اس میں خوشی کی کوئی صدا نہ آئے۔ اس کی شام کے تارے تاریک ہو جائیں۔ (آیات 1-4-7-9)

پھر وہ اپنی پیدائش پر نفرین بھیجتا ہے چنانچہ اسی باب میں ہے۔

میں رحم میں ہی کیوں نہ مر گیا۔ میں نے پیٹ سے نکلنے ہی جان کیوں نہ دے دی یا پوشیدہ اسقاط حمل کی مانند میں وجود میں نہ آیا یا ان بچوں کی مانند جنہوں نے روشنی نہ دیکھی۔ (باب

3 آیت 11-16)

اسی پر بس نہیں بلکہ وہ اپنے خدا سے شکوہ کرتا ہوا نہیں بلکہ الجھتا ہوا اور جھگڑتا ہوا سنائی دیتا ہے، کہتا ہے۔

اے بنی آدم کے ناظر! اگر میں نے گناہ کیا ہے تو تیرا کیا باز تا ہوں تو نے کیوں مجھے اپنا نشانہ بنالیا ہے یہاں تک کہ میں اپنے آپ پر بوجھ ہو جاؤں تو میرا گناہ کیوں نہیں معاف کرتا اور

میری بدکاری کیوں نہیں دور کرتا۔ (باب 7 آیت 20-21)

آگے بڑھتے باب 10 میں وہی ایوب ہمیں اپنے رب سے یہ کہتے ہوئے سنائی دیتا ہے۔

میری روح میری زندگی سے بیزار ہے۔ میں اپنا شکوہ خوب دل کھول کر کروں گا۔ میں اپنے

دل کی تلخی میں بولوں گا۔ میں خدا سے کہوں گا مجھے ملزم نہ ٹھہراؤ مجھے بتا کہ تو مجھ سے کیوں جھگڑتا ہے کیا تجھے اچھا لگتا ہے کہ اندھیر کرے۔ تو میرے خلاف نئے نئے گواہ لاتا ہے اور اپنے قہر مجھ پر بڑھاتا ہے پس تو نے مجھے رحم سے نکال ہی کیوں۔ میں جان دے دیتا اور کوئی آنکھ مجھے نہ دیکھ پاتی میں ایسا ہوتا کہ گویا تھا ہی نہیں (باب 10- آیات 1-2-3-17-18-19)

اب آپ خود انصاف فرمائیے کہ کیا ایسا شخص جو سراپا احتجاج ہے جو اپنے رب پر ظلم ہونے کا الزام لگاتا ہے جو مصائب سے اکتا کر اپنی پیدائش پر لعنتوں کی بوچھاڑ کرتا ہے کیا اس کی زندگی یا اس کی سیرت میں کوئی ایسی چیز ہے جو ہمارے لئے ہدایت کا باعث ہو۔

اس کے برعکس قرآن کریم ایوب علیہ السلام کا ذکر ان نورانی کلمات سے کرتا ہے۔

وَاَيُّوبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهُٗ اِنِّىۡ مَسْنٰى الضُّرِّ وَاَنْتَ الرَّحِيْمُ
فَاَسْتَجِبْنَا لَهُۥ فَكُشِفْنَا مَا بِهِۦ مِنْ ضُرٍّ وَّاَتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَوَعَدْنٰهُ
مَعَهُۥ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَاَوْكٰى لِلْعٰثِيْنَ (1)

”یاد کرو ایوب کو جب پکارا انہوں نے اپنے رب کو اور عرض کی کہ مجھے پہنچی ہے سخت تکلیف اور تو رحم اراحمین ہے (میرے حال زار پر بھی رحم فرما) تو ہم نے قبول فرمائی اس کی فریاد اور ہم نے دور فرما دی جو تکلیف انہیں پہنچ رہی تھی۔ اور ہم نے عطا کئے اسے اس کے گھر والے نیز اتنے اور ان کے ساتھ اپنی رحمت خاص سے۔ اور یہ (ذکر ایوب) نصیحت ہے عبادت گزاروں کیلئے۔“

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر بائبل میں بھی موجود ہے لیکن قرآن حکیم نے ان کی داستان حیات کو جس انداز میں بیان کیا ہے، اس کی شان ہی نرالی ہے۔ یوں تو قرآن حکیم میں سابقہ انبیاء کرام کی پر نور اور درخشاں زندگیوں کے بیسیوں قصے مذکور ہیں۔ جن کا ہر پہلو رشددہدایت کے انوار بر سر رہا ہے۔ لیکن ”احسن القصص“ کے مقب سے صرف یوسف صدیق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی داستان حیات کو ہی نوازا گیا ہے۔ اس کی وجہ؟ اس کی وجہ ظاہر

ہے۔ تکمیل انسانیت کی منزل رفیع کی طرف جو راستہ جاتا ہے اس کے سارے بیچ و خم، نشیب و فراز، پیش آنے والی دشواریاں، منزل سے دل برداشتہ کر دینے والے سنگین مرحلے، منزل سے غافل کر دینے والے حسین و جمیل مناظر، اور دل موہ لینے والی دلچسپیاں، ان سب کو اتنی وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے کہ کسی ابہام و التباس کی گنجائش نہیں رہتی۔ پھر اس جاگداز، کٹھن اور طویل راہ کو طے کرنے کے لیے مسافر کو جس صبر، عزم، توکل، تقویٰ، عالی حوصلگی اور سیر چشمی کی ضرورت ہوتی ہے اس کا ذکر بھی اتنے دلنشین اور موثر پیرائے میں کیا گیا ہے کہ اگر انسان فطرت سعید اور قلب سلیم کی نعمت سے محروم نہ ہو تو وہ اس منزل تک رسائی حاصل کرنے کے لئے بے تاب ہو جاتا ہے۔ وہ طوفانوں سے کھیلتا، پھری ہوئی بہروں سے آنکھ پھولی کرتا، ہلاکت انگیز گردابوں کا منہ چڑاتا، چٹانوں سے کبھی ٹکراتا، کبھی دامن پچاتا ہوا ساحل مراد کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔ آپ خود انصاف فرمائیے جس ذات اقدس و اطہر کی داستان حیات کا دامن ایسے انموں حقائق سے ہریز ہو اگر اسے احسن القصص نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے اور اگر قرآن اسے احسن القصص نہ کہے تو اور کون کہے؟

حضرت اسحاق علیہ السلام کے فرزند حضرت یعقوب علیہ السلام کا خانوادہ کنعان کے علاقہ میں فروکش ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو کثیر تعداد میں بیٹے عطا کئے ہیں جو خوب رو، دراز قامت، تنومند اور بڑے جھکش ہیں۔ آخری عمر میں حضرت یعقوب کے ہاں ایک فرزند تو مد ہوتا ہے جو حسن و رعنائی کا ایسا حسین و جمیل پیکر ہے جس سے حسین تر پیکر چشم فلک نے اس وقت تک دیکھا ہی نہیں۔ جمال صوری کو حسن معنوی نے چار چاند لگا دیئے ہیں۔ حضرت یعقوب اس موقع دلبری و زیبائی کو دیکھ دیکھ کر پھولے نہیں سماتے۔ یہ طفل جمیل جیسے جیسے زندگی کے مرحلے طے کرتا جا رہا ہے ہونہاری، اور ارجمندی کے آثار ظاہر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ نجات و شرافت کا رنگ دن بدن نکھرتا جا رہا ہے بڑے بھائیوں کے دل میں حسد کی چنگاریاں سلگنے لگی ہیں۔ دس بارہ سال کا سن ہے کہ ایک رات یوسف علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا۔ آپ دیکھتے ہیں کہ گیارہ ستارے، سورج اور چاند انہیں سجدہ کر رہے ہیں۔ صبح اس کا ذکر اپنے پدر بزرگوار سے کر دیتے ہیں۔ آپ اس خواب کے آئینہ میں اپنے نور نظر کے درخشاں اور تابندہ مستقبل کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔

گو یا اس خواب نے حضرت یوسف علیہ السلام کی منزل کا تعین کر دیا ہے۔ پہلے ہی بتا دیا گیا کہ گلشن غلیل کا یہ لالہ رنگین قبا، شرف انسانیت کی جادو داں اور ہر دم جواں عظمتوں کو اپنے دامن میں سمیٹنے والا ہے۔

لیکن کیا ان جادو داں عظمتوں کو پالنے کا راستہ ہموار اور خوشگوار ہے؟ کیا اس پر گلاب کی نرم و نازک چٹاں بکھی ہوئی ہیں جن پر خراماں خراماں گزرتے جانا ہے؟ یا وہ راستہ تیز کانٹوں اور کھردری چٹانوں سے اٹا پڑا ہے اور اس پر چھنے والے کافر ض ہے کہ وہ اپنے خون تاب سے ان کانٹوں اور چٹانوں کو لالے کی سرخی اور گلاب کی مہک بخشنے۔ اپنی جواں ہمتی اور دوا حز می سے ویرانوں کو فردوس بد لیاں بنا تا ہوا آگے بڑھے۔

قدرت الہی کے سامنے تو کچھ مشکل نہیں کہ سن واحد میں گم نامی کی پستیوں سے نکال کر سچی عزت اور حقیقی ناموری کی بلندیوں تک پہنچا دے اور کسی کی پیشانی پر پسینہ کا قطرہ بھی نمودار نہ ہو لیکن سنت الہی یوں نہیں۔ نوا میں فطرت کے تقاضے اس کے برعکس ہیں۔

برہنہ سر ہے تو عزم بند پیدا کر

یہاں فقط سر شاہیں کے واسطے ہے نگاہ

مقام یوسفی کی بلندیوں پر لپٹی ہوئی نگاہ ڈالنے والے یاد رکھیں کہ اس راہ کا پہلا مرحلہ ہی صبر آزما اور حوصلہ شکن ہے۔ کنواں ہے تنگ، تاریک اور گہرا کنواں۔ بھائیوں کے ہاتھ گلے میں رسہ ڈال رہے ہیں پھر اسی کنوئیں میں لٹکا رہے ہیں۔ جب کنوئیں کی گہرائی نصف رہ جاتی ہے تو اوپر سے رسہ کاٹ دیا جاتا ہے۔ انجام سے بے نیاز ہونے کی ہمت اور حوصلہ ہے تو آگے بڑھو! فکر مت کرو۔ تمہیں رحمت خداوندی ضاع نہیں ہونے دے گی۔ جب تم گرو گے تو جبرئیل کے نورانی پر تمہیں تمام سینے کے لئے بچھے ہوں گے لیکن وہاں تک پہنچنے کے لئے تم کہاں تک صبر و ثبات کا مظاہرہ کرتے ہو یہ ضرور دیکھا جائے گا۔

پھر مصر کا بازار ہے اور خاندان رسالت کا یہ گل سرسبد غلام کی حیثیت سے وہاں بیچنے کے لیے لایا جاتا ہے۔ خریدار بولیں دینے لگے ہیں۔ یوسف جو کل تک اپنے ماں باپ کی آنکھوں کا تارا بنا ہوا تھا اپنی اس تڑیل و رسوائی کو دیکھ رہا ہے اور خاموش ہے، کسی کو سراز سے آگاہ نہیں کرتا کہ وہ کون ہے۔ بوں پر مہر خاموشی ہے۔ آنکھ قدرت الہی کے کرشمے دیکھنے میں محو ہے اور دل ہے کہ صبر کا دامن مضبوطی سے تھامے ہوئے ہے اور نہ ہاں اپنے

رب کے فیصلہ پر شکوہ سنج کہاں شکر کہاں ہے۔ آخر کار بادشاہ کا مدار المہام عزیز مصر سب سے زیادہ بولی دیتا ہے اور یہ نیلامی اس کے حق میں ختم ہوتی ہے۔

اب نہ تاریک کنواں ہے نہ بھیٹیوں کی سرد مہری اور سرزنشیں ہیں نہ کارواں واناں کی درشتی ہے اور نہ بازار کی رسوائی۔ اب آزمائش ایک نیاروپ اختیار کرتی ہے مصر کے رئیس اعظم اور سلطنت کے مدار المہام کا عظیم الشان قصر ہے جہاں ہر سمت زندگی اپنی ساری رنگینیوں کے ساتھ محو خرام ہے۔ آرام و آسائش اور خورد و نوش کا شاہانہ اہتمام ہے۔ کئی سال عیش و طرب میں ڈوبے ہوئے اس ماحول میں بسر ہوتے ہیں۔ اب کس یوسف جوان ہو گیا ہے۔ حسن کی جلوہ سامانیاں محشر پیا کرنے لگی ہیں۔ محل کی جس روش پر چل نکلتے ہیں وہ قدموں میں بچھے چلے جاتے ہیں۔ خود عزیز مصر کی بیوی ہزار جان سے نثار ہے لیکن آنکھیں ہیں کہ بار حیا سے اٹھتی ہی نہیں، ہونٹ ہیں کہ ملتے ہی نہیں۔ آخر کار اس امتحان کی شگینی اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔ جب عزیز مصر کی بیوی اپنے خلوت کدہ میں بے گئی اور سارے دروازے بند کر دیئے اور حب اللہ (جلدی کرواب کی دیر ہے) کی اشتعال انگیز دعوت دی لیکن یوسف معصوم نے معاذ اللہ، (خدا کی پناہ) کہہ کر اس کی پیش کش کو پائے اتحظار سے ٹھکرا کر رکھ دیا اور بتا دیا کہ مقام یوسفی پر پہنچنے کا خواب دیکھنے والو اس رات میں ایسے پر خطر اور ہوش ربالمحسے بھی آتے ہیں اور مردان پاک یوں دامن بچا کر نکل جاتے ہیں۔

اس گنہ کی پاداش میں کہ تم نے عفت و عصمت کے دامن کو داغدار ہونے سے کیوں بچا آپ کو جیل کی کوٹھری میں قید کر دیا جاتا ہے۔ نو دس سال اسی اسیری میں گزر جاتے ہیں لیکن نہ دل میں شکوہ ہے اور نہ زبان پر شکایت۔ دل اپنے رب کریم کی محبت سے سرشار ہے۔ اور زبان اس کی توحید و کبریائی کے گیت گارہی ہے اور کئی بھٹکے ہوؤں کو راہ ہدایت دکھا رہی ہے۔ یہاں تک کہ بادشاہ مصر ایک بھیٹک خواب دیکھ کر بے چین ہو جاتا ہے۔ اس کی تعبیر معصوم کرنے کے لیے اپنے وزیروں، دربار کے دانشوروں اور کاہنوں کو طلب کرتا ہے۔ سب بے بس ہیں اور اسے خواب پریشان کہنے پر مصر ہیں۔ آخر وہ شخص جس نے قید خانے میں آپ سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی تھی اور اسے صحیح پایا تھا، بادشاہ سے اجازت لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور بادشاہ کا خواب بیان کر کے تعبیر بتانے کی درخواست کرتا ہے۔ یہاں حضرت یوسف صدیق کی عالی ظرفی اور بلند حوصلگی کا ایک پہلو

بے نقاب ہوتا ہے۔ نہ تو آپ نے اس شخص کو وعدہ فراموشی کا طعنہ دیا نہ تعبیر بتانے کے لئے اپنی رہائی کا مطالبہ کیا بلکہ خواب کی تعبیر بھی بتادی اور ان سنگین حالات سے عہدہ بردار ہونے کی تدبیر بھی بیان فرمادی۔ گویا آپ نے ثابت کر دیا کہ آپ آفتاب ہیں، آفتاب بن مانگے نور برساتا ہے اور ہر چشم بینا کو روشن کر دیتا ہے۔

بادشاہ جب آپ کی عظمت کا معترف ہو کر از خود آپ کو رہا کرنے کا حکم صادر کرتا ہے تو فقر غیور اس حکم کو ماننے سے انکار کر دیتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ پہلے اس الزام کی تحقیق کرو جس کی پاداش میں مجھے اتنا عرصہ پابند سلاسل رکھا گیا اس کے بعد تمہارے اس حکم کو ماننے یا رد کرنے پر غور ہو گا۔ بادشاہ نے زمان مصر سے تحقیق حوالے کے سے جب بارہ برس کی تو نہ صرف زمان مصر نے یک زبان ہو کر آپ کی پائی امن کی شہادت دی بلکہ عزیز مصر کی بیگم نے جو بہتان تراشنے اور قید کرانے میں پیش پیش تھی برعکس یہاں دیا اَلَا نَحْنُ حَصْحَصُ الْحَقُّ آج حق عیاں ہو گیا قصور وار میں تھی۔ میں اپنے جرم کا عتاب کرتی ہوں۔ وہ معصوم ہے۔ اس کی چشم باحیا کی قسم اس کا دامن عصمت ہر دستان سے پاک ہے۔

یوں وہ نبی جس نے اپنے رب کریم کو راضی کرنے کے لیے مصر کے کوچہ و بازار میں اپنے آپ کو بدنام کرنے کا جرات مندانہ اقدام کیا تھا آج جب زندان مصر سے قدم باہر رکھتا ہے تو دوست دشمن اس کی سیرت کی پائی، اس کے اخلاق کی بندی، درس کے کردار کی چٹنگی کو دل و جان سے تسلیم کر رہے ہیں۔ اگرچہ آپ کی عظمت شان اس طرح بھی آشکارا ہو رہی ہے لیکن اس سے بھی کہیں زیادہ آپ حضرت یوسف کی جلالت مرتبت کا اندازہ لگانا چاہیں تو وہ جملہ غور سے سنئے جو اس وقت ان کے دل کی گہرائیوں سے نکل کر آہستہ آہستہ زبان پر آرہا ہے۔ آپ کہہ رہے ہیں۔

وَمَا أَزِيئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالشُّوْرِ إِلَّا مَا رَجَعْتُ

(1)

إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ

”مجھے اپنی پاک دامنی کا دعویٰ نہیں نفس کا کام ہی برائی کا حکم دینا ہے مگر

جس پر میرا رب رحم فرمائے۔ بیشک میرا پروردگار غفور رحیم ہے“

سبحان اللہ کیا شان ہے۔ اس تواضع کی اور تمکنت اور وقار ہے اس انکسار میں!

مصر نصن کے بیان کے مطابق مصر پر اس وقت چند ہویں خاندان کی حکومت تھی جو تاریخ میں چرواہے بادشاہوں (Shepherd Kings or Hyksos Kings) کے نام سے مشہور ہیں اور حضرت یوسف کے زمانہ میں جو بادشاہ تھا اس کا نام اپوفس (Apophis) بتایا جاتا ہے۔ اسی کے عہد میں مصر اپنی تاریخ کے طویل اور بدترین قحط سے دوچار ہوا بادشاہ نے ان بگڑے ہوئے حالات سے نبرد آزما ہونے کے لیے حضرت یوسف کو مکمل اختیارات دے دیے اور آپ نے کسی ہچکچاہٹ اور تذبذب کے بغیر اس سنگین ذمہ داری کو قبول فرمایا۔

قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلَيْهَا

جب قحط پڑا تو آپ نے اپنے غذائی ذخیروں کے منہ کھول دیے صرف اہل مصر ہی آپ کی حسن تدبیر سے قحط کی ہلاکت انگیزیوں سے محفوظ نہیں رہے بلکہ گرد و نواح کے ضرورت مند بھی جب حاضر ہوتے تو انہیں محروم واپس نہ لوٹایا جاتا یہاں تک کہ آپ کے جو دو سخا کا چرچا کنعان تک جا پہنچا اور فرزند ان یعقوب علیہ السلام طلب خوراک کے سئے حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں پہچان لیا لیکن جتنا تک نہیں۔ ان کے اونٹوں کو بھی لاد دیا اور جو قیمت انہوں نے ادا کی وہ بھی چپکے سے ان کی خرجیوں میں رکھ دی اور فرمائش کی کہ دوبارہ آئیں تو اپنے چھوٹے بھائی کو بھی لیتے آئیں۔ وہ دوبارہ آئے پھر انہیں اپنی داود ہش سے مالا مال کر دیا لیکن راز سے پردہ نہ اٹھایا۔ تیسری مرتبہ جب آئے تو اب وہ گھڑی آپہنچی تھی کہ آپ اپنا تعارف کرا دیں۔ جس انداز سے آپ نے اپنا تعارف کر لیا وہ صرف آپ کو ہی زیبا ہے اور یہی باتیں آپ کی شان یوسفی کو چار چاند لگانے کا باعث بنتی ہیں۔ فرمایا هَلْ عَسَيْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ يَوْسُفَ وَآخِيَهُ کیا تمہیں یاد ہے جو سلوک تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا (مبادا وہ حقیقت سے پردہ اٹھنے کے باعث شرمندگی محسوس کریں) اس لئے فوراً فرمادیا إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ یعنی اس وقت تم نادان تھے اور بے خبر تھے۔ ساتھ ہی ان کے اس ظلمانہ رویہ کی خود ہی معذرت پیش کر دی اور انہیں یقین بھی دلایا کہ وہ مطمئن رہیں ان سے کوئی باز پرس نہیں کی جائے گی۔ بھائی حیرت سے منہ تک رہے ہیں اس وقت بھی آپ کے دل میں نخوت کا کوئی جذبہ بیدار نہیں ہوا بلکہ فرمادیا۔ قَدْ صَدَّقَ اللَّهُ عَلَيْنَا بیشک ہم پر اللہ تعالیٰ نے یہ لطف و احسان فرمایا ہے کہاں سے اٹھیا اور کہاں پہنچا دیا لیکن اپنے پیغمبرانہ تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اس حقیقت کو بھی عیاں کر دیا کہ ایسے لطف و احسان

سے بہرہ ور ہونے کا طریقہ کیا ہے فرمایا:

لَا تَكُنْ مِّنْ تَائِبٍ وَيَصِيرُ قَاتٍ اللَّهُ لَا يُضِيْعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ

”بیشک جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے

نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔“

کیا بات ہے قدم قدم پر حقائق کے موتی ملاتے ہوئے معارف کے ٹکٹن گاتے ہوئے منزل مقصود کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ میں نے تقویٰ اور صبر اختیار کیا اس لئے ان احسانات کا مستحق قرار پایا کیونکہ اس میں غرور و ادا کی آمیزش بھی ہو سکتی ہے اور یہ غلط فہمی بھی پیدا ہو سکتی تھی کہ یہ صرف آپ کی ذات والا صفات کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ فرمایا مَن تَتَّقِ وَيَصْبِرْ جو بھی تقویٰ کا لباس پہن کر صبر کی قندیل روشن کر کے آگے بڑھے گا رحمت خداوندی اس کی مخلصانہ جدوجہد پر اپنی قبولیت کے پھول نثار کرتی جائے گی۔ آئے جس میں ہمت ہے خود تجربہ کر کے دیکھ لے۔

صدائے عام ہے یا ان نکتہ دال کیلئے

ہجر و فراق کی طویل رات سحر آتش ہو رہی ہے۔ وہ روز سعید طلوع ہو رہا ہے جب پچھڑے ہوئے والدین اپنے نور نظر سے منے کے لئے مصر پہنچ رہے ہیں۔ حضرت یوسف ان کی پیشوائی کے لئے بڑے کروفر سے آگے جاتے ہیں۔ بڑی عزت و تکریم سے ان کا استقبال کرتے ہیں اور انہیں تخت پر بٹھاتے ہیں۔ اس وقت گیارہ بھائی و رولدین حضرت یوسف کے سامنے سر بسجود ہو جاتے ہیں، حضرت کی زبان سے نکلتا ہے یَا أَيُّهَا الَّذِي هَذَا نَتَّوِيلُ دُعَايَايَ مِنْ قَبْلِ اِیْہے میرے خواب کی تعبیر جو میں نے بچپن میں دیکھا تھا۔ اس تعبیر کو بروئے کار لانے میں میرا کوئی کمال نہیں محض میرے پروردگار کی بندہ نوازی ہے۔ یہاں ان مشکلات کا مختصر ذکر بھی کر دیا تاکہ لطفِ راحت میں اضافہ ہو۔ آخر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ صمدیت میں دامن طلب پھیلاتے اور وہ چیز مانگتے ہیں جس کے مانگنے کے بعد دل کی ساری حسرتیں اور سارے ارمان پورے ہو جاتے ہیں اور آپ کا عقاب ہمت جواب تک بلند یوں کی طرف پرکش رہا ہے اپنی منزل تک پہنچ جاتا ہے عرض کی۔

قَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلَبِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

تَوْفِیْ مُسْلِمًا وَالْحَقِیْقِیْ بِالصِّلِحِیْنَ

”اے بنانے والے آسمانوں اور زمین کے اتنی ہی میرا کار ساز ہے دنیا میں
اور آخرت میں مجھے وفات دے دو آنحالیہ میں مسلمان ہوں اور ملا
دے مجھے نیک بندوں کے ساتھ۔“

گویا شمع ایمان کو فروزاں کر کے اس دار فنا سے دار بقا کی طرف کوچ کرنا اور اللہ تعالیٰ کے
نیک بندوں کی سنگت میں شامل ہو جانا یہی منزل یوسف ہے۔

جو خواب آپ نے بچپن میں دیکھا وہ سچا خواب تھا اسے ضرور پورا ہوتا تھا اور وہ پورا ہوا
لیکن خواب دیکھنے والے کو تکمیل کی منزل تک پہنچنے کے لیے جن مرحلوں سے گزرنا پڑا وہ
آپ کی اقتدا کرنے والوں کی نگاہ سے اوچھل نہیں ہونے چاہئیں۔ ہمت، صبر، توکل اور
رحمت خداوندی کی دستگیری سے ہی انسان اس رفیع منزل تک پہنچ سکتا ہے۔

یورپ کے مستشرقین قرآن کریم پر جہاں دوسرے بے سرو پا اعتراضات کرتے ہیں
وہاں بڑی شد و مد سے یہ الزام بھی لگاتے ہیں کہ قرآن حکیم میں انبیاء سابقین کے جو
واقعات مذکور ہیں وہ وحی ربانی نہیں بلکہ پیغمبر اسلام نے علماء اہل کتاب سے انہیں سنا اور پھر
قرآن میں درج کر دیا۔ اس الزام کی نفی ثابت کرنے کے لئے ہمیں کسی خارجی دلیل کی
ضرورت نہیں اگر آپ تورات و انجیل میں بیان کردہ قصص کا موازنہ قرآن کریم میں
مذکورہ واقعات سے کریں گے تو حقیقت خود بخود اظہار من الشمس ہو جائے گی۔ یوسف علیہ
السلام کا واقعہ ہی بیچے قرآن کریم نے اس واقعہ کو جس انداز سے بیان فرمایا ہے وہ کس قدر
سبق آموز، بصیرت افروز اور عبرت انگیز ہے۔ ہر آیت روشنی کا ایک بلند مینار ہے جس کی
تابانی سے تکمیل انسانیت کا راستہ جگمگا رہا ہے۔ قدم قدم پر حضرت یعقوب اور حضرت
یوسف کی جلالت شان کے آثار دکھائی دیتے ہیں اسے پڑھ کر کامیاب و کامران زندگی
گزارنے کا شوق دل میں انگڑائیاں لینے لگتا ہے لیکن یہی قصہ جب ہم تورات میں پڑھتے ہیں
تو ہمیں ایک عام آدمی کی روکھی پھکی داستان حیات معلوم ہوتی ہے جو ہر قسم کی جاذبیت اور
کشش سے یکسر خالی ہے۔

اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے تورات کی کتاب پیدائش کے چند حوالے پیش کرتا ہوں۔
ان کا مقابلہ آپ آیات قرآنی سے کیجئے۔ آپ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اس واقعہ کا اخذ
تورات نہیں بلکہ وحی الہی ہے۔ اسی لئے اس کا ہر جملہ حکمت و دانش کا وہ آئینہ ہے جس میں

زندگی کی حقیقتیں بے نقاب نظر آرہی ہیں۔

حضرت یوسف کا تعارف یوں کر لایا جا رہا ہے۔

یہ لڑکا اپنے باپ کی بیویوں بے باور زلفہ کے بیٹوں کے ساتھ رہتا تھا اور وہ ان کے برے کاموں کی خبر باپ تک پہنچا دیتا تھا۔ (کتاب پیدائش باب 37۔ آیت 2)۔ یعنی یوسف کا کار چغلی کھانا تھا۔

آپ نے جب اپنا خواب اپنے والد محترم کو بتایا تو انہوں نے سن کر جو جواب دیا وہ ملاحظہ ہو:-

”تب اس کے باپ نے اسے ڈانٹا اور کہا کہ یہ خواب کیا ہے جو تو نے دیکھا ہے۔ یہاں اور تیری ماں اور تیرے بھائی سچ سچ تیرے آگے زمین پر جھک کر تجھے سجدہ کریں گے۔“
(باب 37 آیت 11)

اس کے بعد سورہ یوسف کی آیات چار، پانچ چھ بھی تلاوت فرمائیے۔
یوسف کے بھائی آپ کو ٹھکانے لگا کر جب بکری کے خون سے آپ کی قمیض کو آلودہ کر کے لے آئے تو حضرت یعقوب کا رد عمل یہ تھا۔

”پھر انہوں نے یوسف کی قبائلی بکری ایک بکر اذبح کر کے اسے اس کے خون میں تر کیا سو وہ اسے ان کے باپ کے پاس لے آئے اور کہا کہ ہم کو یہ چیز پڑی ہے۔ اب تو پہچان کہ یہ تیرے بیٹے کی قبائلی نہیں اور اس نے اسے پہچان لیا اور کہا کہ یہ تو میرے بیٹے کی قبائلی ہے۔ کوئی بڑا درد نہ اسے کھا گیا ہے۔ یوسف بیشک پھاڑا گیا۔ تب یعقوب نے اپنا حیرانمن چاک کیا اور ٹاٹ اپنی کمرے لپیٹا اور بہت دنوں تک اپنے بیٹے کے لئے ماتم کرتا رہا۔“

(باب 37 آیات 32-33-34)

اس کے بعد سورہ یوسف کی آیات سو، سترہ، اٹھارہ ملاحظہ فرمائیے۔
جب یوسف علیہ السلام عزیز مصر کی بیوی سے دامن چھڑا کر بھاگے اور راستہ میں عزیز مصر سے منہ بھینٹ ہوئی تو زلیخا نے جو الزام لگایا اور اسی کے خاندان کے ایک گواہ نے جس طرح آپ کی برائت ثابت کی یہاں تک کہ عزیز کو بھی اپنی بیوی سے یہ کہنا پڑا، لَا تَقِ كُنْتِ مِنَ الْخَاطِئَاتِ (بلاشبہ تو ہی خطا کار ہے) قرآن حکیم نے اس کو جس انداز میں بیان کیا ہے، وہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ اسی واقعہ کو تورات کی زبان سے سنئے۔

”جب اس کے آقا نے اپنی بیوی کی دو باتیں جو اس نے اس سے کہیں سن لیں کہ تیرے غلام نے مجھ سے ایسا ایسا کیا تو اس کا غضب بھڑکا۔

اور یوسف کے آقا نے اس کو لے کر قید خانہ میں جہاں بادشاہ کے قیدی بند تھے۔ ڈال دیا۔ سو وہ وہاں قید خانہ میں رہا۔“ (باب 39 آیات 20-29)

قید خانہ میں آپ کے نظر بند کیے جانے اور بادشاہ کے ساتی اور باورچی کے خواب بیان کرنے کا تذکرہ ہے لیکن اس دعوت توحید کی طرف اشارہ تک بھی نہیں جس سے زندان مصر کی تاریک فضا نور توحید سے جگمگا اٹھی تھی۔

جب بادشاہ مصر نے وہ بھیانک خواب دیکھا جس کی تعبیر کا بہن اور دان شور نہ بتا سکے تو اس نے اپنے ساتی کو قید خانہ میں یوسف علیہ السلام کے پاس بھیجا اس وقت آپ نے جس سیر چشمی اور غیرت کا مظاہرہ کیا اس کی تفصیل آپ سورہ یوسف کی آیات 45 تا 52 میں ملاحظہ فرما چکے ہونگے۔ اب یہاں بھی پڑھئے۔ فرق خود ہی واضح ہو جائے گا۔

”تب فرعون نے یوسف کو بلوا بھیجا۔ سوانہوں نے جلد سے اسے قید خانہ سے باہر نکالا اور اس نے حجامت بنوائی اور کپڑے بدل کر فرعون کے سامنے آیا۔“ (باب 41۔ آیت 14)

بھائی جب پہلی بار آپ کے پاس آئے تو ان کی آمد کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

”سو یوسف کے بھائی آئے اور اپنے سر زمین پر ٹیک کر اس کے حضور آداب بجالائے۔“ (باب 42۔ آیت 6)

پھر آپ ان پر جاسوسی کا غلط الزام لگاتے ہیں۔

”یوسف نے تو اپنے بھائیوں کو پہچان لیا تھا پر انہوں نے اسے نہ پہچانا اور یوسف ان سے کہنے لگا کہ تم جاسوس ہو کے آئے ہو کہ اس ملک کی بری حالت دریافت کرو۔

(باب 42۔ آیت 8-9)

بھائی اس الزام سے اپنی برائت ثابت کرتے ہیں لیکن آپ پھر انہیں کہتے ہیں۔

”تب یوسف نے ان سے کہا۔ میں تو تم سے کہہ چکا کہ تم جاسوس ہو سو تمہاری آزمائش اس طرح کی جائے گی کہ فرعون کی حیات کی قسم تم یہاں سے جانے نہ پاؤ گے جب تک تمہارا سب سے چھوٹا بھائی یہاں نہ آجائے۔ ورنہ فرعون کی حیات کی قسم، تم ضرور ہی جاسوس ہو۔ اور میں نے ان سب کو تمیں دن تک اکٹھے نظر بند رکھا۔“ (باب 42۔ آیت 14-15-16-17)

حضرت یوسف کے چیراگن بھیجے اور حضرت یعقوب کے یوسف کی خوشبو سے گلہنے کا تورات میں ذکر تک بھی نہیں۔

جب مصر قحط میں مبتلا ہو گیا، زرخیز زمینیں بخر بن گئیں، جہاں کبھی سرسبز و شاداب کھیت لہلہایا کرتے تھے وہاں خاک اڑنے لگی اور مصری قحط کی وجہ سے بھوکوں مرنے لگے تو تورات کے بیان کے مطابق حضرت یوسف نے جو سلوک اپنی رعایا سے کیا وہ منصب نبوت تو کبھی کسی رحم دل انسان کے شایان شان بھی نہیں بلکہ وہ ایک سنگدل اور سب رحم بٹوہ سوک ہے۔ چنانچہ پہلے سال ہی غلہ اتنی گراں قیمت پر فروخت کیا گیا کہ قوم کی ساری پونجی ختم ہو گئی۔ دوسرے سال جب وہ غلہ کا مطالبہ کرنے کے لئے آئے تو ان کے سارے مویشی لے لئے گئے۔ تیسرے سال جب فاقہ کشیوں سے مجبور ہو کر یوسف کے پاس آتے ہیں تو یوسف اس شرط پر انہیں غلہ دینے پر رضامند ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنی ساری زمینوں کو فرعون کے نام پر فروخت کر دیں تورات کا بیان ملاحظہ ہو۔

”اور اس سارے ملک میں کھانے کو کچھ نہ رہا۔ کیونکہ کال ایسا سخت تھا کہ ملک مصر اور ملک کنعان دونوں کال کے سبب سے تباہ ہو گئے تھے اور جتنے روپیہ ملک مصر اور ملک کنعان میں تھا وہ سب یوسف نے اس غلہ کے بدلے جسے لوگ خریدتے تھے لے کر جمع کر لیا اور سب روپے کو اس نے فرعون کے محل میں پہنچا دیا۔“ (باب 47۔ آیت 13-14)

دوسرے سال جب غلہ لینے آئے تو انہوں نے کہا۔

”تو مصری یوسف کے پاس سکر کہنے لگے۔ ہم کو اتنا دے کیونکہ روپیہ تو ہمارے پاس رہا نہیں۔ ہم تیرے ہوتے ہوئے کیوں مریں۔ یوسف نے کہا اگر روپیہ نہیں ہے تو اپنے چوپائے دو اور میں تمہارے چوپایوں کے بدلے تم کو اناج دوں گا۔“ (آیت 15-16)

چنانچہ انہوں نے سارے مویشی یوسف کو دے کر غلہ لیا اور سال گزارا۔ تیسرے سال وہ پھر غلہ کی طلب میں حاضر ہوئے تو ان کی بے بسی اور خستہ حالی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے غلہ لینے کے معاوضہ میں اپنے آپ کو اور اپنی زرعی زمینوں کو فروخت کرنے کی پیشکش کر دی اور یوسف کو ذرا رحم نہ آیا اس نے بڑی خوشی سے ان کی پیشکش کو قبول کیا اور فرعون کے نام پر انہیں بھی اور ان کی زمینوں کو بھی خرید لیا۔ تورات میں ہے۔

”سو تو ہم کو اور ہماری زمین کو اناج کے بدلے خرید لے کہ ہم فرعون کے غلام بن

جائیں! اور ہماری زمین کا ملک بھی وہی ہو جائے اور ہم کو بیچ دے تاکہ ہم ہلاک نہ ہوں بلکہ زندہ رہیں اور ملک بھی وہی ان نہ ہو اور یوسف نے مصر کی ساری زمین فرعون کے نام پر خرید لی۔ کیونکہ کال سے جنگ آکر مصریوں میں سے ہر شخص نے اپنا کھیت بیچ ڈالا۔ سو ساری زمین فرعون کی ہو گئی۔“ (باب 47- آیت 19-20)

”تب یوسف نے وہاں کے لوگوں سے کہا کہ دیکھو میں نے آج کے دن تم کو اور تمہاری زمین کو فرعون کے نام پر خرید لیا ہے سو تم اپنے لئے یہاں سے بیچو اور کھیت بوؤ۔“

(باب 47- آیت 23)

یہ ہے سیرت یوسفی کا وہ خاکہ جو تورات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کا موازنہ قرآن کریم سے کیجئے۔ آپ اگر انصاف اور حق طلبی کے جذبہ سے یکسر محروم نہیں کر دیئے گئے تو مستشرقین کے اس اعتراض کی لغویت اور بیہودگی آپ کے سامنے عیاں ہو جائے گی اور آپ یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ ہادی برحق، پیغمبر اسلام علیہ الطیب لہیتہ وازکی اسلام نے ان واقعات کو اہل کتاب سے سن کر بیان نہیں کیا، بلکہ براہ راست اللہ رب العالمین سے سنا اور لوگوں کو سنایا **وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ** ○

دیگر وجوہ اعجاز

ان بنیادی چار وجوہ کے علاوہ اور بھی بہت سے امور ہیں جن کے باعث قرآن کریم معجزہ ہے اور کوئی دوسرا کلام اس کے ساتھ ان امور میں ہمسری کا دم نہیں بھر سکتا۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔

قرآن کریم کی ہیبت و جلال

جو سننے والے اور پڑھنے والے پر طاری ہو جاتا ہے۔ اس کلام میں جو ہیبت و جلال ہے وہ دنیا کے کسی اور کلام میں نہیں پایا جاتا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلَدِّیْتُ
جُلُودَهُمْ وَقَلُّوا بَعْثًا لِّیْ ذَکِّرَانِیْ

”وہ لوگ جن کے دلوں میں خوف خدا ہے وہ جب اس کلام مقدس کی

آیات کو سنتے ہیں تو ان پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے پھر ان کے دل سوز و گداز سے معمور ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف بھد شوق مائل ہو جاتے ہیں۔“

آپ نے یہ ایمان افروز منظر کئی بار دیکھا ہو گا کہ جب کسی محفل میں قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے تو کئی لوگ زار و قطار رونے لگتے ہیں اور بعض پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اس حالت میں وہ اپنے کپڑے پھڑا سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس ہیبت و جلال کا اثر ہے جو اس کلام مقدس کا خاصہ ہے۔

حضرت جبر بن مطعم رضی اللہ عنہ بدرے امیر ان جنگ کے بارے میں گفتگو کرنے کیلئے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ مغرب کی نماز پڑھی جا رہی تھی۔ رحمت دو عالم ﷺ مامت کر رہے تھے اور سورۃ الطور کی تلاوت فرما رہے تھے۔ حضرت جبر بتاتے ہیں۔ کہ جب میں نے یہ آیتیں سنیں۔

وَالطُّورِ ذِكْرُ مَسْطُورٍ فِي رَقٍ مَّنْشُورٍ

”قسم ہے کوہ طور کی اور کتاب کی جو لکھی گئی ہے کھلے ورق پر“

یہ آیتیں سن کر مجھ پر حیرت اور دہشت طاری ہو گئی۔

اور جب میں نے سرور انبیاء کو یہ آیتیں پڑھتے ہوئے سنا۔

إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَّا لَهُ مِنْ دَافِعٍ

”یقیناً آپ کے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا۔ اور اسے کوئی ٹانے

والا نہیں۔“

تو مجھ میں کھڑا رہنے کی تاب نہ رہی۔ میں بیٹھ گیا اور مجھے یوں محسوس ہونے لگا کہ ابھی

عذاب الہی کی بجلی کو ندے کی اور مجھے جلا کر خا کستر کر دے گی۔

پھر حضور نے یہ آیات پڑھیں۔

يَوْمَ تَمُورُ السَّمَاءُ مَوْرًا ۝ وَتَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝ فَوَيْلٌ

لِلْمُؤْمِنِينَ ۝

”جس روز آسمان بری طرح تھر تھرا رہا ہو گا۔ اور پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ کر

تیزی سے چلنے لگیں گے، پس بربادی ہو گی اس روز جھٹانے والوں کیلئے۔“

یہ سن کر مجھ پر شدید خوف و دہشت طاری ہو گئی اور جب حضور نے یہ آیات تلاوت کیں۔

أَمْرٌ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ لَهُمُ الْمُضَيَّطُونَ

”کیا ان کے قبضہ میں ہیں آپ کے رب کے خزانے یا انہوں نے ہر چیز پر تسلط جمالیا ہے۔“

یہ آیات سننے سے مجھے یوں محسوس ہونے لگا کہ میرا دل میرے سینے کو چیر کر باہر نکلا جاتا ہے۔ چنانچہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد میں نے مرشد برحق رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کر لی۔ (1)

قرآن کریم کے معجزہ ہونے کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ اس کی جتنی بار تلاوت کی جائے، ایک ایک آیت کو بار بار دہرایا جائے، قاری اس سے اکتا نہیں جاتا۔ جتنی بار اس کی تلاوت کی جائے پڑھنے والے کو نیا سرور اور نیا لطف محسوس ہوتا ہے۔ نہ اس کا پڑھنے والا اکتاتا ہے نہ اس کا سننے والا تھکتا ہے۔ وہ لوگ جو فصاحت و بلاغت میں عالمی شہرت کے حامل ہیں ان کے کلام کو جب پہلی بار سنا جاتا ہے تو خاص کیف و سرور حاصل ہوتا ہے لیکن جب اسے کثرت سے دہرایا جاتا ہے تو آہستہ آہستہ اس کیفیت و سرور میں کمی آتی شروع ہوتی ہے اور ایک وقت وہ آتا ہے کہ انسان اس کے پڑھنے اور سننے سے اکتا جاتا ہے لیکن اس فرقان حمید کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ سینکڑوں، ہزاروں بار اس کی آیات کی تلاوت کریں ہر بار کیف و نشاط کی ایک نئی کیفیت طاری ہو جائے گی۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان اقدس سے قرآن کریم کی تادیر خصوصیات سے یوں پردہ اٹھایا ہے، فرمایا۔

الْقُرْآنُ لَا يَخْلُقُ عَلَى كَثَرَةِ التَّوْدِ وَلَا تَقْصِي عِبْرَةً وَلَا
تَفْنِي عَجَائِبَ وَمَوْلَا فَصْلٌ لَيْسَ بِالْهَزْلِ وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ
الْعُلَمَاءُ وَلَا تَزِيدُهُ إِلَّا هَوَاءٌ وَلَا تَلْتَمِسُ بِهِ إِلَّا لِسْتَهُ
وَهُوَ الَّذِي لَمْ تَنْتَهُ الْجِنَّ حِينَ سَمِعْتَهُ أَنْ قَالُوا لَنَا
سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ۔

(2)

”کہ قرآن کو جتنی بار پڑھا جائے یہ پرانا نہیں ہوتا۔ اس کے پند و مواعظ ختم نہیں ہوتے۔ اس کے عجیب و غریب ہوتے۔ حق و باطل میں یہ ایک فیصلہ کرنے والی کتاب ہے، یہ مذاق نہیں ہے۔ علماء سے سیر نہیں ہوتے اور اس کی برکت سے خواہشات نفسانی میں بھی پیدا نہیں ہوتی۔ زبان سے تلفظ کرتے وقت کسی اور کلام سے ساتھ التباس پیدا نہیں ہوتا۔ یہ وہ کتاب ہے کہ جب جنات نے سے سنا تو وہ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ آج ہم نے ایک عجیب و غریب قرآن سنا ہے۔ جو ہدایت کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔“

ایک دوسرے ارشاد میں سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس کتاب کی فیوض و برکات بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

مَنْ قَالَ بِهِ صَدَقَ مَنْ حَكَمَ بِهِ عَدَلَ مَنْ خَاصَمَ بِهِ
فَلَجَّ مَنْ قَسَمَ بِهِ أَقْسَطَ مَنْ عَمِلَ بِهِ أُجِرَ مَنْ
تَمَسَّكَ بِهِ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ مَنْ طَلَبَ الْهُدَى
مِنْ غَيْرِهِ أَضَلَّهُ اللَّهُ - وَمَنْ حَكَمَ بغيرِهِ قَضَاهُ اللَّهُ -
هُوَ الَّذِي كَرَّمَ الْحَكِيمُ وَالنُّورُ الْمُبِينُ وَالْقِرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ وَحَبْلُ
اللَّهِ الْمَتِينُ وَالشِّفَاءُ الشَّافِعُ نَجَاتٌ لِمَنْ أَتَى لَا يَعْوِجُ
فِي قَوْمٍ وَلَا يَزِيلُ فَيُسْتَعْتَبَ لَا تَنْفَعُ عِجَابُهُ وَلَا
يَعْلُقُ عَلَى كَثْرَةِ الرَّجْعِ (۱)

جو اس کے ساتھ گفتگو کرتا ہے وہ سچا ہے۔ جو اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے وہ عادل ہے۔ جو اس کے ساتھ محض صحت کرتا ہے وہ کامیاب ہے۔ جو اس کے مطابق تقسیم کرتا ہے وہ انصاف کرتا ہے۔ جو اس کے مطابق عمل کرتا ہے اسے اجر دیا جاتا ہے۔ جو اس کا دامن پکڑ لیتا ہے اسے صراطِ مستقیم پر چنے کی ہدایت نصیب ہوتی ہے۔ جو شخص قرآن کے بغیر کسی اور جگہ سے ہدایت طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کر دیتا ہے۔ جو شخص احکام قرآنی کے بغیر کسی اور حکم کو نافذ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی گردن توڑ دیتا ہے۔ قرآن کریم ہی ذکرِ حکیم ہے، یہی نور

مبین ہے۔ یہی راہ راست ہے اور اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے۔ نفع دینے والی صحت ہے۔ جو اس کا دامن پکڑ لیتا ہے اسے وہ گناہوں اور غلطیوں سے بچا لیتا ہے۔ جو اس کی پیروی کرتا ہے اسے نجات مل جاتی ہے۔ اس میں کبھی نہیں ہے تاکہ اس کو درست کرنے کی ضرورت محسوس ہو۔ وہ حق سے بھٹکتا نہیں اس لئے اسے غلامت کرنے اور عتاب کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے معافی کے عجائب و لطائف ختم نہیں ہوتے اور بار بار پڑھنے سے یہ پرانا نہیں ہوتا۔

حدیث قدسی ملاحظہ فرمائیے، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم محمد مصطفیٰ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہیں۔

إِنِّي مُنْزِلُ عَلَيْكَ تَوْرَةً حَديثَةً تَفْتَحُ بِهَا آعِينَا عَمِيْنَا
وَإِذَا أَنَا صُمْنَا وَقُلُوبًا غُلْفًا رَفِيْنَا يَسِيرُ الْعِلْمُ وَ
فَهْمُ الْحِكْمَةِ وَدَسِيرُ الْقُلُوبِ

(1)

”میں آپ پر ایک جدید تورات نازل کرنے والا ہوں۔ اس کے ذریعہ آپ اندھی آنکھوں کو بینا کر دیں گے اور بہرے کانوں کو شہوا کر دیں گے۔ اور غفلت کے غلافوں میں لپنے ہوئے دلوں کو بیدار کر دیں گے۔ اس میں علم کے چشمے ابل رہے ہیں۔ اور یہ حکمت کا مفہوم بتاتی ہے۔ اس کی وجہ سے دلوں کی بہار ہے۔“

اللہ تعالیٰ اس صحیفہ مقدسہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

(2) هَذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ○

”یہ قرآن ایک بیان ہے لوگوں کے سمجھانے کیلئے اور سرپا ہدایت ہے اور نصیحت ہے پرہیزگاروں کے واسطے۔“

(3) قرآن کریم کے وجوہ الخجاز میں ایک یہ امر ہے کہ اس میں دلیل اور مدلول بیک وقت جمع ہوتے ہیں۔ اس کی عبارت، بڑی دلکش ہے۔ اس کے ساتھ اس میں ایجاز اور بلاغت ہے۔

ایک وقت اس میں امر بھی ہے نہی بھی۔ دھمکی بھی ہے اور وعدہ بھی۔ جو اس کی تلاوت کرتا ہے وہ ان تمام امور کو جانتا ہے۔ اس کا انداز یہاں بڑا منفرد ہے نہ اسے نثر کہا جاسکتا ہے اور نہ اس کو نظم کہا جاسکتا ہے۔

(4) قرآن کی وجوہ اعجاز میں ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ اس کو یاد کرنا آسان ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ

”ہم نے یاد کرنے کیلئے اس قرآن کریم کو آسان بنا دیا ہے۔“

دیگر اقوام عالم کے پاس بھی ان کے مذہبی صحائف ہیں، تورات انجیل زبور وغیرہ۔ ان کے بارے میں ان کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ آسمان سے نازل ہوئے ہیں لیکن آج تک ان میں ایک آدمی بھی پیدا نہیں ہوا جس نے اپنے آسمانی صحیفہ کو یاد کیا ہو۔ اوہ مدت مسلمہ میں سینکڑوں نہیں ہزاروں لاکھوں ایسے خوش نصیب ہیں جن کے سینے اس کتاب مقدس سے گنجینے ہیں۔ آٹھ دس سال کی عمر کا بچہ اس کا حافظ بن جاتا ہے۔ ساری عمر اس کی تلاوت سے مستفید ہوتا رہتا ہے اور اس کی برکتوں سے مال مال ہوتا رہتا ہے۔ وہ قومیں جو اپنے آپ کو بڑی ترقی یافتہ کہتی ہیں، جہاں شرح خواندگی سو فیصد ہے ان میں بلا کے ذہین و فطین اور قوی حافظ والے آدمیوں کی کمی نہیں، ان تمام امور کے باوجود ان میں کوئی ایک شخص ایسا نہیں پایا جاتا جو اپنی آسمانی کتاب کا حافظ ہو۔ یہ شرف صرف اس صحیفہ ربانی کو حاصل ہے کہ عرب تو رہے عرب، عجمی جن کی مادری زبانیں عربی زبان کے ساتھ دور کی مناسبت بھی نہیں رکھتیں، ان میں بھی بکثرت حفاظ پائے جاتے ہیں۔

(5) اس کی جامعیت کا یہ عالم ہے کہ اس کی ایک سورت میں مختلف قسم کے احکام اور امور کو جمع کر دیا گیا ہے۔ اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ خبر بھی ہے، تنبیہ بھی۔ وعدہ بھی ہے وعید بھی، توحید خداوندی کو ثابت کرنے کیلئے عقلی اور حکمی براین موجود ہیں۔ نبوت کو ثابت کرنے کے لئے دلائل موجود ہیں۔ اس میں ترغیب بھی ہے ترہیب بھی۔ ان مختلف مضامین کو بیان کرنے کے باوجود اس کلام میں کوئی انقطاع نہیں۔ (1)

قرآن کریم کے وجوہ اعجاز میں سے متعدد وجوہات آپ کی خدمت میں پیش کی جا چکی

ہیں آخر میں قرآن کے وجوہ اعجاز میں سے ایک اہم ترین وجہ اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں، جس کے مطالعہ سے آپ کو اس امر کے بارے میں کوئی شک نہیں رہے گا کہ قرآن کسی انسان کا بتایا ہوا نہیں بلکہ رب العرش العظیم کا کلام ہے جو اس نے اپنے محبوب مکرّم اور رسول معظم خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ پر ساری کائنات کی ہدایت کیلئے نازل فرمایا۔

قرآن کریم کی آیات طبیات میں ایسے ایسے علوم و معارف جمع کر دیئے گئے ہیں کہ قرآن کریم کے نزول سے پہلے کسی عالم یا کسی حکیم، کسی سائنس دان اور کسی فلسفی کو ان کی خبر تک نہ تھی۔ سائنسی تحقیقات، ایجادات اور انکشافات کا کاروان چودہ صدیاں رواں دواں رہنے کے بعد آج بمشکل ان قرآنی علوم و معارف کو سمجھنے کے قابل ہوا ہے۔ ہم آپ کے سامنے قرآن کریم کی چند آیات پیش کریں گے اور کوشش کریں گے کہ جو سائنسی علوم ان آیات میں ہیں ان سے آپ کو آگاہ کریں۔

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِمْ

بَيْنَ قَرْنَيْنِ ۚ وَذَمُّرٌ لِّبَنَّا خَالِصًا سَائِبًا لِلشَّهِيدِينَ ۝ (1)

”اور بیشک تمہارے لئے مویشیوں میں ایک عبرت ہے۔ دیکھو ہم تمہیں پلاتے ہیں، جو ان کے شکموں میں گوبر اور خون ہے، ان کے درمیان سے نکال کر خالص دودھ جو بہت خوش ذائقہ ہے پینے والوں کیلئے۔“

دودھ دینے والے مویشی، بھیمنس، گائیں، بکریاں وغیرہ جو خوراک کھاتی ہیں آخر کار انہیں سے دودھ بنتا ہے لیکن جب وہ دودھ بنتا ہے تو اس میں نہ اس خوراک کی رنگت ہوتی ہے نہ ذائقہ ہوتا ہے اور نہ بو ہوتی ہے۔ یہ عمل کس طرح رو پڑتا ہے قرآن کریم نے اس آیت میں بڑی وضاحت کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے۔ اور جس حقیقت سے قرآن کریم نے پردہ اٹھایا ہے نزول قرآن سے پہلے کوئی عالم، کوئی طبیب، کوئی حکیم اس سے سگاہ نہ تھا۔ ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ قرآن کریم نے دودھ کو ان غذاؤں سے کس طرح نکال کر انسان کیلئے ایک لذیذ مشروب بنا دیا ہے۔

اس آیت میں دودھ کو فلٹر کرنے کے سارے مرحلے بیان کئے گئے ہیں۔ ایک مرحلہ

اس وقت شروع ہوتا ہے جب خوراک معدہ میں جاتی ہے۔ اس کے ہضم ہونے کے بعد اس کا مائع حصہ جس سے دودھ بنتا ہے وہ آنتوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ دوسرا حصہ ان آنتوں میں حکمت الہی سے چھوٹے چھوٹے بال اگے ہوئے ہیں وہ اس غذائی مواد کو چوستے ہیں اور چوس کر خون میں ملا دیتے ہیں۔ فضلات کا حصہ آنتوں میں رہ جاتا ہے جسے دودھ پھینک دیتی ہیں۔ تیسرا مرحلہ جو مواد آنتوں نے چوس کر خون میں ملا دیا تھا اس کی صفائی کیلئے غدود لینہ اپنا کام کرتی ہیں۔ اس میں سے جو خون کے ذرات ہیں ان کو الگ کر دیا جاتا ہے۔ اس میں سے کچھ مواد اس مویشی کے جسم کا حصہ بن جاتا ہے اور بقیہ مواد کو ان فائدوں سے چھٹا جاتا ہے۔ اس کے بعد خالص دودھ بن کر اس مویشی کی کھیری میں چلا جاتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کتاب اس قَاطِرُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ نے انسان کی راہنمائی کیسے نازل کی ہے جو اس کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا بنانے والا ہے اور اس کے تمام مختلف اعضاء اور غدودوں کی کارکردگیوں سے آگاہ ہے۔“

فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ
يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَثَمَاتٍ يَصْعَدُ
فِي السَّمَاءِ

(1)

”اور جس (خوش نصیب) کیسے ارادہ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کہ بدیت دے اسے تو کشادہ کر دیتا ہے اس کا سینہ سہاگ کیسے اور جس (بد نصیب) کیسے ارادہ فرماتا ہے کہ اسے گمراہ کر دے تو بنا دیتا ہے اس کے سینہ کو تنگ، جس طرح وہ زبردستی چڑھ رہا ہے آسمان کی طرف۔“

اس آیت کریمہ میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ ہر شخص کیسے ورثہ میں ملے ہوئے مشرکانہ عقائد کو ترک کر کے دین حق کی دعوت کو قبول کرنا آسان کام نہیں۔ صرف وہ شخص حق کو خوشی سے قبول کرتا ہے جس کے سینہ کو حق تعالیٰ حق قبول کرنے کیسے منشرح کر دیتا ہے۔ اور جس کے سینے کو اللہ تعالیٰ منشرح نہ کرے، جب اسے دعوت حق دی جاتی ہے تو وہ اپنے دل میں ایسی گھٹن اور انقباض محسوس کرتا ہے جیسے اسے آسمان کی بلندیوں کی طرف چڑھنے کیلئے مجبور کیا جا رہا ہو۔ اس کا سانس پھول جاتا ہے۔ وہ سانس لینے میں بڑی دقت محسوس کرتا

ہے۔ اس وقت جس گھٹن اور انقباض سے وہ دوچار ہوتا ہے اس کی تشریح اس تمثیل سے کی گئی ہے **كَانَ مَا يَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ** یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تمثیل مناسب نہیں۔ جب کوئی شخص آسمان کی بلندیوں کی طرف مصروف پرواز ہوتا ہے تو اس کو گھٹن نہیں ہونی چاہئے کیونکہ وہاں کی فضا تو ایسی ہے کہ وہ ماحولیاتی آلودگیوں اور آسائشوں سے پاک اور منزه ہوتی ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اس پاکیزہ فضا میں سانس لینا آسان ہی نہ ہو بلکہ نشاط آور بھی ہو۔

قرآن کریم نازل کرنے والا پروردگار قیامت تک آنے والے انکشافات، تحقیقات اور ایجادات کو اچھی طرح جانتا ہے۔ جس حقیقت کو انسانی علم آج سمجھ سکا ہے، اللہ تعالیٰ کو اس کا پہلے سے علم تھا۔ آج انسانی تحقیقات اس نتیجہ پر پہنچی ہیں کہ اگرچہ سانس ہو میں لیا جاتا ہے لیکن وہی ہو اسانس لینے کے قابل ہے جس میں ایک مخصوص مقدار تک آکسیجن پائی جاتی ہو اور جس وقت انسان بلندیوں کی طرف پیش قدمی کرتا ہے تو جتنی بندی زیادہ ہوتی جائے گی اتنی ہی آکسیجن کی مقدار ہوا میں کم ہوتی جاتی ہے اور جہاں ہوا میں آکسیجن بالکل ختم ہو جائے وہاں سانس لینا محال ہو جاتا ہے۔

جب یہ حقیقتیں منکشف ہو چکی ہیں تو اس وقت اس آیت کو سمجھنا آسان ہو گیا ہے اور اس تمثیل کی موزونیت واضح ہو گئی ہے۔ جو انسان آسمان کی طرف عروج کرے گا بندی جتنی بڑھتی جائے گی ہوا میں آکسیجن کی مقدار کم ہوتی جائے گی اور جس وقت وہ اس بندی پر پہنچے گا جہاں ہوا میں آکسیجن برائے نام ہو اس وقت سانس پھولنے سے جس گھٹن اور انقباض سے وہ دوچار ہو گا اس کی شدت کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جو اس مصیبت سے دوچار ہوا ہو۔

کیونکہ اس موقع پر انسان کی حالت ناگفتہ بہ ہو جاتی ہے، سانس اکھڑ جاتی ہے، اوسان خطا ہو جاتے ہیں اور اس پر بے بسی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ بس یہی حال اس بد نصیب کا ہو گا جسے اللہ تعالیٰ کی عنایات نے نظر انداز کر دیا ہو اور وہ اپنے موروثی عقائد سے چٹے رہنے پر اس وقت مصر ہو جب کہ مخالف ہواؤں کے تھپڑے اسے ان سے دستبردار ہونے کیلئے مجبور کر رہے ہوں۔

قرآن کریم کی جس آیت کو چودہ صدیاں گزرنے پر اب صحیح طور پر سمجھا جا سکا ہے، جس ذات اقدس نے اس کو نازل کیا وہ اس وقت بھی ان حقائق سے پوری طرح باخبر تھی۔ اگر کسی انسان کا یہ بتایا ہو احمیفہ ہوتا تو وہ کبھی اس تمثیل کو ذکر نہ کر سکتا۔ یہ آیت بھی اس

بات کی شہادت دے رہی ہے کہ یہ کلام انسانی عقل و خرد کی کاوشوں کا ثمر نہیں بلکہ اس عظیم و خیر خداوند قدوس کا کلام ہے جس کے سامنے کوئی راز، راز نہیں، تمام حقیقتیں عیاں اور آشکارا ہیں۔

سورہ الذاریات کی یہ آیت ایک حقیقت کا انکشاف کر رہی ہے جس پر عقل انسانی اس وقت تک آگاہ نہیں ہو سکی تھی۔ فرمایا

مِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا ذُرِّيَّتَيْنِ
(1)

”یعنی ہر ایک چیز کو ہم نے جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے۔“

اس انکشاف کو مزید واضح فرمانے کیلئے سورہ یسین کی یہ آیت نازل ہوئی۔

سُبْحَنَ الَّذِي خَلَقَ الْأَذْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ وَ
مِنْ أَنْفُسِهِمْ ذُرِّيَّتًا لَّا يَعْلَمُونَ
(2)

”ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا فرمایا، جنہیں زمین اگاتی ہے اور خود ان کے نفسوں کو بھی۔ اور ان چیزوں کو بھی جن کو وہ ابھی تک نہیں جانتے۔“

اس آیت میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ ہر چیز، اس کا تعلق عالم نباتات سے ہو یا جمادات سے یا کسی دوسری نوع سے ہو جس کے بارے میں ہماری معلومات ناقص ہیں، ان مختلف انواع تخلیق کے بارے میں فیصلہ کن انداز میں فرمادیا کہ ”نہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا گیا۔ چنانچہ آج سائنس دان اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اس کائنات کی ہر چیز جاندار ہو یا غیر جاندار جوڑا جوڑا پیدا کی گئی ہے۔ نیز سائنس دان اس نتیجے پر پہنچے کہ اس کائنات کا نقطہ آغاز ذرہ (Atom) ہے اور یہ ذرہ دو برقی لہروں سے عبارت ہے۔ ان میں سے ایک پازیٹو (مذکر) ہے اور ایک نیگیٹو (مؤنث) ہے۔ اور جب اس کائنات کی پہلی جزو زوجین سے مرکب ہے تو اس کائنات کی باقی اشیاء کا بھی جوڑا جوڑا ہونا آسانی سے سمجھ آ سکتا ہے۔ جس کتاب مقدس نے اس حقیقت کو چودہ سو سال قبل منکشف کیا تھا جبکہ کسی کو اس پر گواہی نہ تھی، تو کیا یہ اس بات کی روشن دلیل نہیں ہے کہ اس قرآن کو نازل کرنے والی وہی ذات ہے ہمتا ہے جو اس سارے عالم کی خالق ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن

مِنْ نُزَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ
وَعَبْرٍ مُخَلَّقَةٍ لِنَبْتَيْنِ كَذَلِكَ وَنُقَرِّئُ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَى
أَجَلٍ مُسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا

(1)

”اے لوگو! اگر تمہیں کوئی شک ہو روز محشر جی اٹھنے میں، تو ذرا تم اس
امر میں غور و فکر کرو کہ ہم نے ہی تم کو پیدا کیا تھا مٹی سے پھر نطفہ سے
پھر خون کے لوتھڑے سے پھر گوشت کے ٹکڑے سے۔ بعض کی
تحقیق مکمل ہوتی ہے اور بعض کی تخلیق نامکمل۔ تاکہ ہم ظاہر
فرمائیں تمہارے لئے (اپنی قدرت کا کمال)۔ اور ہم قرار بخشے ہیں
رحموں میں جسے ہم چاہتے ہیں ایک مقررہ میعاد تک پھر ہم نکالتے ہیں
تمہیں بچہ بنا کر۔“

پھر سورۃ امر سلات میں اس مفہوم کو یوں بیان کیا ہے۔

اللَّهُ يَخْلُقُكُمْ مِنْ مَّاءٍ مَهِينٍ فَيَجْعَلُنَا فِي قَوَارِعِ مَكِينٍ إِلَى قَدَرٍ
مَعْلُومٍ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقَادِرُونَ

(2)

”کیا ہم نے تمہیں حقیر پانی سے پیدا نہیں فرمایا پھر ہم نے رکھ دیا اسے
ایک محفوظ جگہ (رحم مادر) میں ایک معین مدت تک پھر ہم نے ایک
اندازہ ٹھہرایا پس ہم کتنے بہتر اندازہ ٹھہرانے والے ہیں۔“

تحقیق انسانی کے مختلف مدارج کو سمجھنے کیلئے قرآن کریم کی اس آیت طیبہ کا بدقت نظر
مطالعہ فرمائیے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ
نُطْفَةً فِي قَوَارِعِ مَكِينٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا
الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا لَكِسًا وَكَسَوْنَا الْعِظَامَ
لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ

(3)

”پیشک ہم نے پیدا کیا انسان کو مٹی کے جوہر سے پھر ہم نے رکھا اسے

پانی کی بوند بنا کر ایک محفوظ مقام میں پھر ہم نے بنادیا نطفہ کو خون کا
لو تھڑا پھر ہم نے بنادیا اس کو تھڑے کو گوشت کی بوٹی۔۔۔ پھر ہم نے
پیدا کر دیں اس بوٹی سے ہڈیاں۔ پھر ہم نے پہنایا ہڈیوں کو گوشت (کا
لباس) پھر (روح پھونک کر) ہم نے اسے ایک دوسری مخلوق بنادیا پس
بڑا پارکت ہے اللہ تعالیٰ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔“

اس آیت کی تشریح کیلئے ہم تفسیر ضیاء القرآن کا ایک اقتباس قارئین کی خدمت میں پیش
کرتے ہیں۔

”مٹی کے خیر سے جو جو ہر نکل اس سے آدم علیہ السلام کا جسم پاک تیار ہوا۔ پھر
آپ سے جو انسانی نسل چلی اس کے سئے نطفہ اصل قرار پایا۔ جو ان غذاؤں سے
پیدا ہوتا ہے جو زمین سے اگتی ہیں۔ اس لئے جنس انسانی کی تخلیق کے متعلق یہ
فرمایا کہ اسے مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ یہ مختلف تبدیلیاں جو ششم، سور میں تدریجی
رو نما ہوتی ہیں ان سے کسی حد تک عرب کے ہادیہ نشیں بھی باخبر تھے لیکن علم،
انکشاف کا سلسلہ جوں جوں بڑھ رہا ہے ان تطورات (تغیرات) کے پردوں میں
قدرت کے موقلم کی اعجاز آفرینیاں اور نقش آریاں، جو آج تک نگاہوں سے
اوجھل تھیں، نمایاں ہو کر اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت کی ناقابل تردید گواہی
دے رہی ہیں۔ وہ پانی کی بوند رحم مادر میں قرار پکڑنے کے بعد مختلف تطورات
اور تغیرات کے مرحلوں سے گزرتی ہے جن کا ذکر تفصیل سے ہوا ہے لیکن
ابھی تک انسان اور دیگر حیوانات کے جنین یکساں قسم کے تھے۔ جو تبدیلیاں
یکے بعد دیگرے انسانی نطفہ میں یہاں وقوع پذیر ہوئی ہیں بعینہ یہی تبدیلیاں دیگر
حیوانات کے نطفوں میں ظاہر ہوتی ہیں۔ لیکن ایک منزل پر پہنچ کر یکایک
مصور فطرت نے اپنے موقلم سے کوئی ایسی رنگ آمیزی کر دی کہ اسے دیگر
حیوانی جنینوں سے بالکل ممتاز کر کے رکھ دیا۔ پہلے وہ بے جان تھا، اب اس میں
زندگی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ لیکن انسانی جنین میں روح حیوانی کی آفرینش سے
حیات انسانی کا آغاز نہیں ہوا بلکہ نفس ناطقہ نے اسے بالکل ایک جدید قسم کی
مخلوق کا روپ بخش دیا ہے۔ عقل و فہم کی قوتیں، غور و فکر کی صلاحیتیں، تسخیر

کائنات کے حوصلے اور حکمرانی کی انگلیں سب کچھ اس عہدگی سے یہاں یکجا کر دیا گیا ہے جسے دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے اور یہ راز سمجھ نہیں سکتا کہ ابتدائی مرحلوں میں بالکل یکساں ہونے کے باوجود کس طرح ایک کارخ ایک طرف اور دوسرے کارخ ایک بالکل نئی منزل کی طرف موڑ دیا گیا ہے۔ پھر اس منزل کو پالنے کیلئے جن قابلیتوں، صلاحیتوں، اعضاء اور وسائل کی ضرورت تھی وہ سب مہیا کر دیئے گئے۔ ان حقائق کو دیکھ کر زبان بے ساختہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ **فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ** امام رازی لکھتے ہیں **آمَى خَلْقًا مُبَارَكًا لِلْخَلْقِ الْأَوَّلِ مَبَايِنَةً مَا أَبْعَدَهَا** یہ دوسری تخلیق پہلی تخلیق سے بالکل مختلف اور بہت مختلف ہوتی ہے پھر امام رازی آگے لکھتے ہیں۔

**وَأَوَدَعَ كِبَاطِنَهُ وَظَاهِرَهُ بِلِ كُلِّ عُضْوٍ مِنْ أَعْضَائِهِ
عَجَائِبَ فِطْرِيَّةٍ وَغَرَائِبَ حِكْمِيَّةٍ لَا يُحِيطُ بِهَا وَصْفُ الْوَاصِفِينَ**

”پھر انسانی جنین کے باطن اور ظاہر میں بلکہ اس کے اعضاء میں سے تمام اعضاء میں فطرت کے ایسے عجائبات اور حکمت کے ایسے نوادرات رکھ دیئے ہیں کہ کوئی وصف کرنے والا اس کے وصف کا احاطہ نہیں کر سکتا۔“

اس آیت کے آخر میں **أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ** کا لفظ توجہ طلب ہے۔

ظاہر الفاظ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ پیدا کرنے والے تو بہت سے ہیں البتہ سب سے بہتر پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے حالانکہ صرف وہی خالق ہے۔ اور تخلیق کائنات میں کوئی اس کا حصہ دار نہیں اور کسی کو حصہ دار بنانا توحید کے قطعاً منافی ہے۔

علماء کرام نے اس شبہ کا ازالہ اس طرح فرمایا ہے کہ خلق کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ کسی چیز کو کسی موجود مادے اور سابقہ نمونے کے بغیر پیدا کرنا، **إِبْدَاعُ الشَّيْءِ مِنْ غَيْرِ أَصْلٍ وَلَا أَحْتِدَاجٍ** (مفردات) اس معنی کے لحاظ سے یہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو کسی میں نہیں پائی جاسکتی۔

اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ سابقہ مادہ سے کسی چیز کو کسی موجود نمونہ کے مطابق بنالینا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں میں بھی پایا جاسکتا ہے اس آیت میں یہ غلط

اپنے دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے۔“ (1)

یہاں ہم مصر کے ایک نابغہ روزگار عالم سعید حوی کی تصنیف ”الرسول“ سے ان کی تحقیقات ہدیہ ناظرین کرتے ہیں اور ان کی عبارت کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ آپ اگر توجہ سے اس فاضل عالم کا یہ اقتباس پڑھیں گے تو آپ کے ایمان و یقین میں مزید اضافہ ہو گا۔ اگرچہ فاضل مؤلف کے اس بیان میں بعض ایسی چیزیں بھی آگئی ہیں جن کا تذکرہ ہم ضیاء القرآن کے حوالے سے پیش کر چکے ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ یہ تکرار قارئین کی طبیعت نازک پر بوجھ نہیں ہو گا۔ بلکہ اس حقیقت پر پہنچنے کیلئے ان کا مدد و معاون ہو گا۔

موصوف سورۃ العلق کی اس آیت **خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ** کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مرد کے مادہ تولید میں جو جرثومہ ہے اور عورت کے مادہ تولید میں جو بویض ہے ان کا باہم ملاپ اس نالی میں ہوتا ہے جو رحم اور بیض کو آپس میں ملاتی ہے۔ وہاں انسانی حمل کا پہلا خلیہ معرض وجود میں آتا ہے۔ یہ خلیہ اگرچہ مقدار میں بہت چھوٹا سا ہوتا ہے لیکن پورا انسان اپنے جسم عناصر اور خصوصیات کے ساتھ اس ایک خلیہ میں سمویا ہوا ہوتا ہے۔ پھر یہ خلیہ وہاں سے رحم کی طرف سفر شروع کرتا ہے اور تقریباً ایک ہفتہ میں وہ اپنی منزل (رحم) تک پہنچتا ہے۔ اس سفر میں بہت سے خلیات اس کے ساتھ مل جاتے ہیں اور وہ ایک چھوٹی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ یہ گچھا رحم کی دیوار کے ساتھ چمٹ جاتا ہے اور اس کو بعض جراثیم کھانا شروع کر دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ ایک باریک سا نقطہ رہ جاتا ہے۔ ماں کا خون اسے خوراک پہنچاتا ہے اور قرآن کریم نے جنین کی اس حالت کو ”علقہ“ کہا ہے۔ جس کا معنی ہے لٹکا ہوا، توینختہ اور اس سے بہتر اس کی اور کوئی تعبیر نہیں ہو سکتی۔

پھر یہ علقہ نمو پذیر ہوتا ہے (بڑھنے لگتا ہے) اور اس کے خلیات مختلف ہوتے ہیں۔ بغیر کسی ترتیب کے وہ گول شکل اختیار کر لیتا ہے۔ چند ہفتے اسی حالت میں رہتا ہے اس کے وسط میں ایک چھوٹا سا تاب نماڑھا ہوتا ہے اور وہ اس خون

سے غذا حاصل کرتا ہے اور وہ گوشت کے ایک چبائے ہوئے ٹکڑے کی شکل اختیار کر لیتا ہے اگرچہ اس کی لبائی صرف چند ملی میٹر سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اس مرحلہ کے بعد اس میں نرم اور شفاف ہڈیاں ابھرنے لگتی ہیں۔ اس علقہ میں جتنے خلیات ہوتے ہیں وہ سرگرم عمل ہو جاتے ہیں اور ایک ایسا اعصاب کا جال بننے لگتے ہیں جو ہڈیوں کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اور پھر ان ہڈیوں کو گوشت کا لباس پہنا دیا جاتا ہے۔

انسان اس انکشاف کو دیکھ کر حیران و مبہوت ہو جاتا ہے کہ اس معجزہ میں سب سے پہلے ہڈیاں نمودار ہوتی ہیں اور اس کے بعد گوشت کی چادر ظاہر ہوتی ہے جس سے ان ہڈیوں کے ڈھانچے کو لباس پہنایا جاتا ہے۔ یہ حقیقت جس تک آج علم انسانی کی رسائی ہوئی ہے، وہ چودہ صدیاں پیشتر اس آیت قرآنی نے منکشف کر دی تھی۔ اس حقیقت تک علم تشریح الابدان کے علماء بعد مشکل اب پہنچے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے۔

فَخَنَعْنَا الْمُهَضَّغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْوُطْأَةَ لَحْمًا (1)

”مہض سے ہم ہڈیاں پیدا کرتے ہیں اور ہڈیوں کے اس ڈھانچے کو گوشت کا لباس پہناتے ہیں۔“

اب یہاں ہم آپ کی توجہ ایک خاص بات کی طرف مبذول کرنا چاہتے ہیں جسے قرآن کریم نے ان کلمات طیبات سے بیان کیا ہے۔

ثُمَّ أَنشَأْنَا مِنْ مَخْلُوقَاتِهِ

”پھر روح پھونک کر ہم نے اسے دوسری مخلوق بنادیا ہے۔“

یہاں تک انسانی اور حیوانی جنین میں بالکل یکسانیت پائی جاتی ہے۔ وہی مادہ منویہ کا اختلاط، وہی ان کا رحم کی طرف سفر، پھر رحم میں پہنچ کر ان کا رحم کی دیوار سے چمٹ جانا، پھر اس خلیہ کے ساتھ بہت سے خلیوں کا جمع ہو جانا، پھر ان خلیوں میں ہڈیوں کا نمودار ہونا اور اس ہڈیوں کے ڈھانچے کو گوشت کا لباس پہنانا، یہاں تک انسانی اور حیوانی جنین میں بالکل یکسانیت پائی جاتی ہے لیکن اس موقع پر ایک حیران کن تبدیلی رونما ہوتی ہے۔ جب حمل کا

دوسرا مہینہ اختتام پذیر ہونے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا خصوصی لطف و کرم اس جنین پر ہوتا ہے جس نے آگے چل کر انسانیت کی خلعتِ فخرہ پہننی ہے۔ اس وقت اس نسانی جنین میں بالکل مختلف قسم کی خصوصیات نمودار ہونے لگتی ہیں۔ اس منزل پر یکایک معصوم فطرت اپنے موقع سے اس جنین میں ایسی رنگ آمیزی کرتا ہے جو اسے دیگر حیوانی جنینوں سے بالکل ممتاز کر دیتی ہے۔ پہلے وہ بے جان تھا اب زندگی کی ہر اس کے رُگ و پے میں رونے لگتی ہے۔ عقل و فہم کی قوتیں، غور و فکر کی صداقتیں، تسخیر کائنات کے حوصلے اور خد فی کی امتلیں سب کچھ اس میں اس عہدگی سے یکجا کر دیئے جاتے ہیں جسے دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔

یہ راز سمجھ نہیں آتا کہ ابتدائی مرحلوں میں بالکل یکساں ہونے سے باوجود کس طرح حیوانی جنین کا رخ ایک طرف اور انسانی جنین کا رخ دوسری طرف موزوں ہوتا ہے۔ پھر اس منزل کو پالنے کیلئے جن قابلیتوں، صداقتوں اور اعضاء و سائل کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب مہیا کر دیئے جاتے ہیں تو زبان بے ساختہ پکارنے لگتی ہے۔ **فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ** شکم مادر میں وہ تنہا خدیجہ جو رحم کی دیوار کے ساتھ چمٹ جاتا ہے، جو حیران کن تغیرات اس میں رو پذیر ہوتے ہیں، عام طور پر ہم اس کی طرف کم توجہ دیتے ہیں لیکن یہ خصوصیتیں آہستہ آہستہ نمودار ہوتی رہتی ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہیں و در صاف نظر آنے لگتی ہیں۔ پس وہی باریک نقطہ ایک انسانی بچہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور جو خوبیاں اور کمالات اللہ تعالیٰ نے اس میں ودیعت کئے تھے آہستہ آہستہ وہ ظہور پذیر ہونے لگتے ہیں۔

یہ حیران کن تغیرات بڑے اہم نتائج کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ اس رحم میں وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں جس کو قرآن کریم نے فی قدر مکین کے لفظ سے بیان کیا ہے۔ یعنی ایک ایسی قرار گاہ جو بڑی پختہ اور مضبوط ہوتی ہے۔ علم تشریح الابدان کے ماہر جب رحم کے بارے میں غور کرتے ہیں تو حیران ہو جاتے ہیں کہ کس طرح اسے پیٹ کے نیچے حصہ میں رکھا گیا ہے اور پھر اسے مختلف رگ و ریشوں سے شکم کے مختلف حصوں کے ساتھ چوستہ کر دیا ہے کہ وہ نہ الٹ جائے اور نہ کسی ایک طرف جھک جائے۔ جیسے جیسے جنین بڑھتا رہتا ہے اسی کے مطابق رحم پھیلتا جاتا ہے اور جب بچہ پیدا ہوا جاتا ہے تو پھر وہ پھیل ہوا رحم سکڑنے

لگتا ہے یہاں تک کہ کچھ عرصہ بعد وہ اپنی اصل طبعی حالت پر لوٹ آتا ہے۔
 جو شخص اس ایک جرثومہ کے محیر العقول اور نازک ترین تغیرات کا ملاحظہ کرتا ہے تو
 اس وقت اسے اس آیت کا صحیح مفہوم سمجھ آتا ہے۔ **ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُفْثَةً فِي قَرَآنٍ مَّكِينٍ** ○
 اب آپ کے سامنے قرآن کریم کی دو آیتیں پیش کی جاتی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے
 ایک ایسے سرکنون سے پردہ اٹھایا ہے جس سے نوع انسانی ان آیات کے نزول سے پہلے بے
 خبر تھی۔ پہلی آیت سورۃ الحجر کی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَأَرْسَلْنَا الرِّيحَ نَوَاقِثَ فَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْشَقُّبُكُم مَّوَدُّةً
 وَمَا أَنْتُمْ لَهُ بِمُحْذَرِينَ ○

(1)

”پس ہم بھیجتے ہیں ہواؤں کو بار دار بنا کر پھر ہم اتارتے ہیں آسمان سے
 پانی، پھر ہم پلاتے ہیں تمہیں وہی پانی اور تم اس کا ذخیرہ کرنے والے
 نہیں ہو۔“

دوسری آیت سورۃ النور کی ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَرْجِي سَعَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَامًا
 فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ جِبَالٍ
 فِيهَا مِنْ بَرَدٍ فَيَقْصِبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَصْرِفُهُ عَنْ مَنْ يَشَاءُ
 يَكَادُ سَنَآبُوقَهُ يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ ○

(2)

”کیا تم نے غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ لے جاتا ہے بادل کو
 پھر جوڑتا ہے اس کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو پھر اسے تہہ تہہ کر دیتا
 ہے پھر تو دیکھتا ہے بارش کو کہ نکلتی ہے اس کے درمیان سے۔ اتارتا
 ہے اللہ تعالیٰ آسمان سے برف جو پہاڑوں کی طرح ہوتی ہے۔ پھر
 نقصان پہنچاتا ہے اس سے جسے چاہتا ہے اور پھیر دیتا ہے اس کو جس
 سے چاہتا ہے۔ قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک لے جائے آنکھوں کی
 بینائی کو۔“

ان دو آجوں میں دو حقیقتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب نباتات، جمادات تمام چیزیں جوڑا جوڑا (نر اور مادہ) ہیں، تو عالم نباتات میں بھی جب سارے پودے یا نر ہیں یا مادہ تو ان میں تلقیح کا عمل کیونکر رو پذیر ہوتا ہے۔

بتا دیا کہ ہم نے عمل تلقیح کو سرانجام دینے کیلئے ہواؤں کو مقرر کر دیا ہے۔ اگر یہ ذمہ داری حضرت انسان کی ہوتی تو دنیا کی ساری مصروفیتوں کو بااے حاق رکھ کر بھی کسی ایک جنس پر کھیتوں میں عمل تلقیح کو بروئے کار لانا اس کے لئے ممکن نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر یہ احسان فرمایا کہ یہ ذمہ داری ہواؤں کو تفویض کر دی اور حضرت انسان کو دیگر اہم فرائض کی انجام دہی کیلئے مکلف ٹھہرایا۔ دوسری آیت میں یہ بتایا گیا کہ ہواؤں کے ذمہ صرف تلقیح نباتات کا عمل نہیں بلکہ ایک اور اہم ذمہ داری بھی انہیں تفویض کی گئی ہے کہ وہ بادل کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو بھی ایک جگہ اکٹھا کر دیتی ہیں۔ برقی لہریں جو فضا میں تیر رہی ہیں ان کی وجہ سے بادلوں میں کثافت پیدا ہوتی ہے اور بعض بادل ایسے ہیں جن کی برقی لہریں نر ہوتی ہیں اور بعض بادل ایسے ہوتے ہیں جن کی برقی لہریں مادہ ہوتی ہیں اور ہوا میں جب ان بکھرے ہوئے بادوں کو لاکر آپس میں ملتی ہیں تو مثبت اور منفی برقی لہروں کا باہمی امتزاج ہوتا ہے تو ان بادلوں میں سے بارش کے قطرے ٹپکنے لگتے ہیں۔ یہ بھی ایک قسم کی تلقیح ہے جو ہوائیں مختلف بادوں کو ملا کر انجام دیتی ہیں۔

نباتات کے بارے میں تو انسان کو پہلے بھی کچھ واقفیت تھی کہ پودے درخت جڑی بوٹیاں وغیرہ مذکر و مؤنث میں منقسم ہیں اور ان کی تلقیح کا فریضہ ہوائیں انجام دیتی ہیں لیکن کسی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ بادل کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو دھکیں کر جب ہوائیں ایک جگہ جمع کر دیتی ہیں تو وہاں بھی عمل تلقیح انجام پذیر ہوتا ہے جس کی وجہ سے بارش برستی ہے۔ یعنی جب بجلی کی مثبت اور منفی لہریں آپس میں ٹکراتی ہیں تو اس سے بادلوں میں تلقیح کا عمل وقوع پذیر ہوتا ہے جو بخارات کے اس ہیوے کو پانی کے قطروں میں تبدیلی کر دیتا ہے۔

علم انسانی صد ہا سال سفر طے کرنے کے بعد جہاں آج پہنچا ہے قرآن کریم نے اس حقیقت سے پہلے ہی پردہ اٹھا دیا تھا، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قرآن کریم کسی انسان کا مرتب کردہ نہیں وگرنہ اس میں وہ حقائق کمال صحت سے اور بڑی تفصیل سے بیان نہ کئے گئے ہوتے جو انسان کی علم کی رسائی سے ماورا تھے۔ جب قرآن کریم میں بے شمار ایسے اسرار

بے نقاب کر دیئے گئے ہیں جو نزول قرآن کے وقت انسان کے علم کی رسائی سے ماورائے تو معلوم ہوا کہ یہ اس فاطر السموات والارض کا نازل کیا ہوا صحیفہ ہدایت ہے جو ان تمام اسرار کو جانتا ہے۔ جو انسان کی رسائی سے بلند ہیں۔

أَوَلَمْ يَرَالَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا

فَفَتَقْنَاهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ (1)

”کیا کبھی غور نہیں کیا کفر و انکار کرنے والوں نے کہ آسمان اور زمین آپس میں ملے ہوئے تھے پھر ہم نے الگ الگ کر دیا انہیں اور ہم نے پیدا فرمائی پانی سے ہر زندہ چیز۔ کیا اب بھی وہ ایمان نہیں لاتے۔“

اپنی توحید کے دلائل عقلیہ و نقلیہ بیان کرنے کے بعد اپنی قدرت کاملہ کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ الرِّقُّ: الرِّقُّ وَالْإِيتَامُ (المفردات) رتق کا معنی ہے کسی چیز کا بدم دُر پوست ہونا اور ایک دوسرے سے ملا ہوا ہونا۔ الْفَتْقُ: الْفَصْلُ بَيْنَ الْمُتَصِلَيْنِ دو جڑی ہوئی چیزوں کو الگ الگ کرنا۔ ارشاد ربانی ہے۔ کہ زمین و آسمان موجودہ صورت اختیار کرنے سے پہلے ایک دوسرے میں پوست تھے پھر ہم نے اپنی قدرت سے زمین کو الگ کر دیا اور آسمان کو الگ کر دیا۔

حضرت ابن عباس اور دیگر علماء تفسیر سے اس آیت کا یہی مفہوم منقول ہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَصَحَّاحٌ وَعَظَاوُفٌ قَتَادَةُ كَانَتَا شَيْئًا وَاحِدًا

مُلْتَزِمَيْنِ فَفَصَّلَ اللَّهُ بَيْنَهُمَا بِالْهَوَاءِ

”زمین و آسمان شے واحد کی طرح تھے، ان کے اجزاء ایک دوسرے سے

جڑے ہوئے تھے پھر ہوا کے ذریعہ انہیں علیحدہ علیحدہ کر دیا گیا۔“

(قرطبی)

سینکڑوں صدیوں کی تحقیقات، تجربات اور غور و فکر کے بعد علماء طبعیین جس نتیجہ پر آج پہنچے ہیں۔ قرآن کریم نے پہلے ہی اس حقیقت کو چند الفاظ میں بیان کر دیا تھا۔ رتق اور فتق کا ایک اور مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے۔ رتق سے مراد آسمان کا منہ پہلے بند تھا، کوئی بارش نہیں ہوتی تھی زمین کا منہ بھی بند

تھا۔ کوئی چیز اس میں اگتی نہیں تھی، اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان کا منہ کھلا اور بارش برسنے لگی۔ زمین کی مہر ٹوٹی اور اس میں سے ضروریات زندگی کی مختلف قسم کی اشیاء خورد و نوش وغیرہ اگنے لگیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

قرآن کریم کے کلام الہی ہونے کا ایک اور پہلو عاد و ثمود

قرآن کریم میں نوع انسانی کے ماضی، حال اور مستقبل کے بارے میں بہت سے واقعات درج ہیں۔ بہت سی پیش گوئیاں مذکور ہیں لیکن جن چیزوں کو قرآن کریم نے اپنے صفحات میں بیان کیا ہے ان کا تعلق ماضی سے ہو یا حال و مستقبل سے، کبھی ان کو جھٹایا نہیں جاسکتا۔ دشمنان اسلام نے چند واقعات کو جن کا تعلق زمانہ ماضی سے ہے، ان کے بارے میں زبان طعن و راز کرنے کی کوشش کی ہے۔

مثلاً یورپ کے مستشرقین، عاد و ثمود، جن کا تذکرہ قرآن کریم میں کئی بار تفصیل سے آیا ہے ان کے وجود کا ہی انکار کرتے ہیں اور اپنی فرضی تحقیقات پر اکتفا کرتے ہوئے قرآن کریم کے بارے میں زبان طعن و راز کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں عاد و ثمود کا کئی بار ذکر آیا ہے لیکن تاریخ میں کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ اس نام کی قومیں کبھی صفحہ ہستی پر آباد رہی تھیں۔

لیکن انہیں مستشرقین کی اولاد اور انہیں ماہرین کے شاگردوں سے ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے ان قوموں کے وجود کو تسلیم کیا ہے اور اس کے بارے میں ایسے دلائل پیش کئے ہیں جو ناقابل انکار ہیں۔

ان کی اہم طرازی پر زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ تاریخ بڑھوس کا ایک نسخہ دریافت ہوا، جس میں قبیلہ عاد کا ذکر ہے اور اسی کے ساتھ قبیلہ ارم کا بھی تذکرہ ہے۔ یونان کے مؤرخین نے بھی اپنی کتابوں میں ”اورامیت“ کا تذکرہ کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ یہ وہی قبیلہ ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں عاد ارم ذات العدد کے الفاظ سے کیا گیا ہے۔ نیز آثار قدیمہ کے ماہر ”الموزیل ایشیک“ جس نے حجاز کے شمالی علاقہ کے آثار کے بارے میں مستقل ایک کتاب لکھی ہے اس نے تصریح کی ہے کہ مدین کے قریب ایک جگہ میں ایک سل ٹلی ہے

جس پر نبی اور یونانی زبان میں تحریر کندہ ہے اور اس میں قبائل ثمود کا تذکرہ ہے۔
 ان جدید تحقیقات اور آثار قدیمہ کے ماہرین نے قرآن کریم کی تصدیق کرتے ہوئے
 ایسے دلائل و شواہد پیش کئے ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عاد و ثمود دو قبیلے تھے جو اپنے
 اپنے علاقوں میں آباد ہوئے اور اپنی بد اعمالیوں کے باعث عذاب الہی کا نشانہ بنے۔
 ابرہہ

ان معترضین کے سرخیلوں نے ابرہہ اور اس کے لشکر کی تباہی و بربادی کا بھی انکار کیا
 ہے اور لکھا ہے کہ نہ ابرہہ نے صنعاء میں کوئی کلیسا بنایا اور نہ اس نے اہل عرب کو، کعبہ کو
 نظر انداز کر کے، اس کیمہ کے طواف پر مجبور کیا۔ اس لئے انہوں نے بڑے طعنه اقل سے یہ
 کہا کہ اس بارے میں قرآن کریم میں جو لکھا گیا ہے اس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔
 لیکن قدرت الہی کا کرشمہ ملاحظہ ہو کہ سد مارب سے کھنڈرات کی کھدائی کے وقت
 ایسے نقوش اور تحریریں ملی ہیں جن میں ابرہہ کا نام بھی درج ہے اور یہ بھی تحریر ہے کہ وہ
 حبشہ کے بادشاہ کا ایک جرنیل تھا اور اس کو حبشہ، سبا، ویدان اور حضر موت سے حبشی بادشاہ
 نے اس مہم کیلئے روانہ کیا تھا۔ بروس کے ایک سیاح نے، جس نے انھارویں صدی میں حبشہ
 کی سیاحت کی اور اپنا سفر نامہ لکھا۔ اپنے سفر نامے میں اس نے تحریر کیا ہے کہ اہل حبشہ اپنی
 تاریخوں میں ابرہہ کا ذکر کرتے ہیں اور مکہ مکرمہ پر اس کی چڑھائی کے بارے میں صراحت
 سے لکھتے ہیں۔ نیز اس کے لشکر کی بربادی کی عبرتناک داستان قلمبند کرتے ہیں۔ ورنہ
 تمام دلائل سے زیادہ تاریخ کی یہ سند معتبر ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی ولادت باسعادت
 سے ایک سال قبل اصحابِ فیل کا واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ الغرض قرآن کریم میں ماضی کے
 بارے میں جو واقعات بیان کئے گئے ہیں، اور جن کو دشمنانِ اسلام، اسلام کی صداقت اور
 حقانیت کو جھٹلنے کیلئے اب تک استعمال کرتے رہے ہیں، پرانی تاریخوں، کھنڈرات مارب،
 ماہرینِ آثارِ قدیمہ کی تحقیقات اور بعض پتھروں پر کندہ تحریروں نے ان الزامات کی بیخ کنی
 کر کے رکھ دی ہے اور قرآن کریم میں بیان کردہ حقائق پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے۔
 ارشاد الہی ہے۔

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ
 (1) ”(یہ وہ کتاب ہے)، اس میں کسی جانب سے باطل داخل نہیں
 ہو سکتا۔“

یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو ہر وقت اعدان کر رہا ہے کہ اس کتاب میں کوئی تبدیلی و قوت
 پذیر نہیں ہو سکتی۔ اس کا محافظ رب العالمین ہے اور جو چیز اس کی حفاظت میں ہو، اس میں
 کوئی شخص ادنیٰ سا بھی رد و بدل نہیں کر سکتا۔ جس طرح اہل مکہ کو چیلنج دیا گیا تھا کہ اس جیسی
 کتاب بنا کر لاؤ ساتھ ہی فرما دیا تھا کہ ہر گز ایسی کتاب کی ایک سورۃ بھی پیش نہیں کر سکو
 گے، اسی طرح اس کتاب مقدس کی حفاظت کے بارے میں فرما دیا کہ یہ میری حفاظت میں
 ہے، کوئی ابلیس، کوئی دشمن اسلام اس میں رد و بدل کرنے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔ تن
 تک اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان واجب الامعان سچ ثابت ہوا ہے اور قیامت تک یہ اپنی صداقت کا
 ڈنکا بجاتا رہے گا۔ یہ آیت بھی قرآن کریم کے کلام الہی ہونے کی شاہد عادل ہے۔

ایک اور چیز ملاحظہ فرمائیے، قرآن کریم نے جب انسان کی سواریوں کا ذکر کیا ہے ان
 میں گھوڑے، خچر گدھے وغیرہ سب کو ذکر کیا ہے لیکن ساتھ یہ بھی بیان فرمایا کہ نوع انسانی
 کی سواری کیلئے صرف یہ چند چیزیں ہی نہیں ہوں گی بلکہ حضرات انسان اپنی سواری کیلئے ایسی
 ایسی نوبہ اور تیز رفتار سواریاں بنائے گا جن کا نہ اس زمانہ میں وجود ہے اور نہ ایسی سواریوں کا
 تصور کیا جاسکتا ہے۔ غور فرمائیے یہ کاریں، بسیں، یہ ہوائی جہاز، ہیلی کاپٹر وغیرہ وغیرہ آج
 جن سواریوں پر لوگ سفر کرتے ہیں کیا اس وقت ان کا وجود تھا؟ چنانچہ ان چیزوں کی ایجاد
 نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی وَبِحَقِّ مَا لَا تَعْمَلُونَ
 وہ تمہارے لئے ایسی سواریاں پیدا کر دے گا جن کو تم نہیں جانتے۔ (2)

معجزہ شق القمر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 اِقْرَبِي السَّاعَةَ وَالشَّقَّ الْقَمَرِ ۝ وَانْ يَزِدَّ آيَةً يُعْرِضُهَا
 وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝ (1)

”اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ قیمت قریب آگئی ہے اور چاند شق ہو گیا۔ اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں کہنے لگتے ہیں۔ یہ بڑا زبردست جادو ہے۔“

علامہ قرطبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ایک وفد مشرکوں کا ایک وفد جس میں ولید بن مغیرہ، ابو جہل، عاص بن وائل، اسود بن مطلب، نضر بن حارث اور ان کے دیگر رؤساء قریش تھے، حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے اے آپ سچے ہیں تو چاند کو دو ٹکڑے کر دکھائیے۔ حضور نے فرمایا اِنْ قَعَلْتُمْ لَوْ مُّؤْمِنُونَ اگر میں ایسا کر دوں تو کیا ایمان لے آؤ گے؟ ”وہ بولے ضرور۔ اس رات کو چاند کی چودھویں تاریخ تھی۔ حضور مئی میں تشریف فرما تھے۔ اللہ کے پیارے رسول نے اپنے رب سے عرض کی کہ کفار نے جو مطالبہ کیا ہے اسے پورا کرنے کی قوت دی جائے۔ چنانچہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ مشرکین کا نام لے لے کر فرما رہے تھے یَا فُلَانُ یَا فُلَانُ اِسْتَهْدُوا لے فلاں اب اپنی آنکھوں سے دیکھو اور اس بات پر گواہ رہنا، تمہاری فرمائش پوری ہو گئی۔

حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کفار نے جب اس عظیم معجزہ کو دیکھا تو ایمان لانے کے بجائے انہوں نے کہا هَذَا مِنْ سِحْرِ ابْنِ اَبِي كَبْشَةَ یہ ابی کعبہ کے بیٹے کے سحر کا اثر ہے۔ اس نے تمہاری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے، چند دنوں تک باہر سے قافلے آنے والے ہیں ہم ان سے پوچھیں گے، اس جادو کی حقیقت خود بخود کھل جائے گی۔ جب وہ قافلے مکہ آئے اور ان سے پوچھا گیا کہ کیا فلاں رات کو چاند کو شق ہوتے تم نے دیکھا ہے تو سب نے اس کی تصدیق کی لیکن اس کے باوجود کفار مکہ کو ایمان لانے کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔ یہ معجزہ ہجرت سے پانچ سال قبل وقوع پذیر ہوا۔ یہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

بڑے جلیل القدر صحابہ نے اسے روایت کیا ہے جن میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں
سیدنا علی مرتضیٰ، انس، ابن مسعود، حذیفہ، جبیر بن مطعم، ابن عمر، ابن عباس وغیرہم رضی
اللہ عنہم اجمعین۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں وَالْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ فِي الْإِنشِقَاقِ كَثِيرَةٌ
یعنی شق قمر کے بارے میں صحیح احادیث بکثرت ہیں یہاں تک کہ بعض نے انہیں
متواتر بھی کہا ہے۔

شارح مواقف کی بھی یہی رائے ہے۔ امام تاج الدین سبکی، ابن حبان کی "المختار" کی
شرح میں لکھتے ہیں۔

الصَّحِيحَةُ عِنْدِي أَنَّ الْإِنشِقَاقَ الْقَمَرِ مُتَوَاتِرٌ مَنْصُوصٌ عَلَيْهِ
فِي الْقُرْآنِ مَرْوِيٌّ فِي الصَّحِيحَيْنِ وَغَيْرِهِمَا مِنْ طَرِيقٍ شَتَّى
يَحْيِيثُ لَا يُنْتَوَى فِي تَوَاتُرِهِ
(1)

"میرے نزدیک انشقاق قمر کی احادیث متواتر ہیں اور یہ معجزہ قرآن
کریم کی نص سے ثابت ہے۔"

صحیحین کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں بھی یہ واقعہ اتنی سندوں سے مروی ہے کہ اس
کے تواتر میں شک کی گنجائش نہیں ہے۔

کثیر التعداد صحیح احادیث کے باوجود بعض لوگ اس واقعہ کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں
کہ یہ واقعہ وقوع قیامت کے وقت ظہور پذیر ہوگا۔ "انشق" گرچہ ماضی کا صیغہ ہے لیکن
یہاں یہ مستقبل پر دلالت کرتا ہے۔ لغت عرب میں بکثرت ایسی مثالیں موجود ہیں۔
منکرین اپنے انکار کی کئی وجوہات پیش کرتے ہیں۔ کہتے ہیں اگر ایسا واقعہ پیش آیا ہوتا تو
ساری دنیا میں اس کی دھوم مچی ہوتی۔ اس زمانہ کے مؤرخ اپنی تاریخوں میں اس کا ذکر
کرتے۔ علم نجوم کے ماہرین اپنی تصنیفات میں اس کو بطور یادگار واقعہ نقل کرتے۔ اس کے
متعلق گزارش ہے چونکہ یہ واقعہ سرشام ہوا تھا اس لئے جزیرہ عرب کے مغرب میں جو
ممالک یورپ امریکہ وغیرہ ہیں، وہاں اس وقت دن تھا ہندو وہاں چاند کے پھٹنے اور دیکھے
جانے کا سوال پیدا نہیں ہوتا نیز یہ واقعہ رات کو پیش آیا اور اچانک پیش آیا لوگوں کو کیا خبر

تھی کہ ایسا واقعہ رو پڑیر ہونے والا ہے تاکہ وہ بے تابی سے اس کا انتظار کرتے۔ رات کو دنیا سو رہی ہوگی۔ کسی کو کیا خبر کہ آن کی آن میں کیا وقوع پڑیر ہو گیا۔ اگر کوئی اس وقت جاگ بھی رہا ہو تو ممکن ہے وہ کسی اور کام میں مشغول ہو اور اس نے اس کی طرف توجہ ہی نہ کی ہو، یا اس نے اگر دیکھا بھی ہو تو ان پڑھ ہونے کی وجہ سے لکھ نہ سکا ہو یا بے توجہی کی وجہ سے وہ تحریر ضائع ہو گئی ہو۔ غرضیکہ بیسیوں احتمالات ہو سکتے ہیں۔ اتنے احتمالات کی موجودگی میں ہم صحیح روایات سے ثابت شدہ واقعات کو کس طرح غلط کہہ سکتے ہیں۔

علامہ سلیمان ندوی نے اپنی کتاب ”خطبات مدراس“ میں لکھا ہے کہ ابھی ابھی سنسکرت کی ایک پرانی کتاب ملی ہے جس میں لکھا ہے کہ مالا پار کے راجہ نے اپنی آنکھوں سے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا۔
علامہ ابن کثیر اپنی کتاب ”شمال الرسول“ میں لکھتے ہیں۔

قَدْ دُكِرَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْمَسَافِرِينَ أَنَّهُمْ شَاهَدُوا هَيْكَلًا
بِالْهِنْدِ مَكْتُوبًا عَلَيْهِ أَنَّهُ بُنِيَ فِي الْيَلَةِ الَّتِي انْشَقَّ الْقَمَرُ
فِيهَا۔ (1)

”بہت سے باہر سے آنے والے مسافروں نے بتایا کہ انہوں نے
ہندوستان میں ایک مندر دیکھا ہے جس کے اوپر ایک کتبہ ہے جس میں
لکھا ہے کہ اس مندر کی بنیاد اس رات کو رکھی گئی جس رات کو چاند نشن
ہوا تھا۔“

یہ معجزہ رحمت عالم ﷺ کے عظیم الشان معجزات میں سے ایک ہے، کسی دوسرے جلیل
القدر نبی اور اولوالعزم رسول کو یہ معجزہ عطا نہیں کیا گیا۔

علامہ زینی دحلان نے اپنی سیرت طیبہ میں ایک عجیب مناظرہ قلمبند کیا ہے۔ آپ لکھتے
ہیں سلطان وقت نے ابو بکر بن طیب کو قیصر روم کے پاس اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ قیصر روم کو بتایا
گیا کہ یہ شخص مسلمانوں کے جلیل القدر علماء میں سے ہے۔ اس نے اپنے منتخب پادریوں کو
اپنے دربار میں طلب کیا اور انہیں حکم دیا کہ یہ مسلمانوں کا ایک جلیل القدر عالم ہے اس کے
ساتھ مناظرہ کرو۔ پادریوں کے ایک مناظر نے علامہ ابو بکر پر اعتراض کیا۔

تم مسلمان یہ خیال کرتے ہو کہ تمہارے نبی (ﷺ) کے لئے چاند دو ٹکڑے ہو گیا، کیا چاند کی تمہارے ساتھ رشتہ داری تھی کہ تم نے تو اس کو دیکھا اور تمہارے علاوہ کسی اور کو وہ نظر نہ آیا۔

علامہ ابو بکر بن طیب نے فی البدیہہ اس سے کہا کہ کیا تمہارے درمیان اور جو مادہ آسمان سے اتار آگیا تھا اس کے درمیان کوئی برادری و امارت تھا کہ تم نے اسے دیکھا لیکن تمہارے قرب و جوار میں جو یہودی، یونانی، مجوسی تھے جنہوں نے اس کا انکار کیا، انہوں نے اس کو نہ دیکھا حالانکہ وہ بالکل قرب و جوار میں آباد تھے۔

وہ پادری مبہوت ہو کر رہ گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔ (۱)

غروب کے بعد طلوع آفتاب کا معجزہ

سرور عالم ﷺ کے معجزات جنات میں سے ایک معجزہ یہ ہے کہ سورج غروب ہونے کے بعد حضور کی دعا کی برکت سے پھر و پس لوٹ آیا۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی رفیقہ حیات تھیں وہ روایت فرماتی ہیں کہ

حضور ﷺ استراحت فرماتے تھے۔ حضور کا سر اقدس حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی گود میں تھا۔ اس اثناء میں نزول وحی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی لیکن آپ نے یہ جسارت نہ کی کہ اپنے آقا کو بیدار کر دیں چنانچہ سورج ڈوب گیا۔ اس کے بعد سرور عالم بیدار ہوئے تو علی مرتضیٰ سے پوچھا اے علی! تم نے عصر کی نماز پڑھی؟ عرض کی یا رسول اللہ! نہیں۔ رحمت عالم ﷺ نے اپنے رب کریم کی بارگاہ میں عرض کی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ كَانَ فِیْ طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُوْلِكَ فَاَرَدَدْتَنِيْ
اِلَيْكَ

”اے میرے اللہ! علی مرتضیٰ حیرتی اطاعت اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا مہربانی فرما کر سورج کو واپس لوٹا دے تاکہ تیرا یہ بندہ

نماز عصر ادا کر سکے۔“

حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ میں نے سورج کو دیکھا کہ وہ غروب ہو گیا تھا پھر میں نے دیکھا غروب ہونے کے بعد پھر طلوع ہو گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اٹھے، آپ نے وضو کیا، عصر کی نماز ادا کی پھر سورج غروب ہوا۔ یہ واقعہ اس وقت روپذیر ہوا جبکہ سرکارِ دو عالم ﷺ خیبر فتح کرنے کے بعد صہباء کے مقام پر تشریف فرما تھے۔ (1)

اس حدیث کو امام ابو جعفر الطحاوی نے بھی روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔
احمد بن صالح معری کہا کرتے تھے۔

لَا يَتَّبِعُنِي يَمَنْ سَبِيلُهُ الْعِلْمُ الشَّخْلُفُ عَنْ حِفْظِ حَدِيثِ
أَسْمَاءَ لِأَنَّهُ مِنْ عَلَامَاتِ النَّبُوَّةِ

”جو شخص علم کا متلاشی ہو اس کو حضرت اسماء کی اس حدیث کو یاد کرنے سے پیچھے نہیں رہنا چاہئے کیونکہ یہ حدیث نبوت کی آیات بینات سے ہے۔“

امام طحاوی احمد بن صالح کے بارے میں لکھتے ہیں۔

أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ مِنْ كِبَارِ الْحَدِيثِ الرَّفِيقِ وَحَسْبُهُ أَنَّ
الْبُخَارِيَّ رَوَى عَنْهُ فِي صَوِيحِهِ

”احمد بن صالح علم حدیث کے ائمہ کبار سے تھے جو ثقہ ہیں اور ان کی ثقاہت کیلئے یہ بات ہی کافی ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان سے حدیث روایت کی ہے۔“

بعض لوگ اس حدیث پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ابن جوزی نے اس حدیث کو اپنی موضوعات میں نقل کیا ہے۔ جس روایت کو ابن جوزی موضوع کہیں، اس پر کیونکر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

اس کا علماء کرام نے یہ جواب دیا ہے کہ ابن جوزی نے اپنی اس کتاب میں بڑے تساہل سے کام لیا ہے اور بعض وہ احادیث جن کے صحیح ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ان کو بھی

انہوں نے موضوعات میں شمار کیا ہے۔ امام علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ آپ حیران ہوں گے کہ ابن جوزی نے ایسی احادیث کو بھی موضوع کہا ہے جن کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں نقل کیا۔ اس روایت کے بارے میں علماء حدیث کی آراء ملاحظہ فرمائیے۔

صاحب المواہب اللدینہ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں۔

قَدْ صَحَّحَ الطَّحَاوِيُّ وَالْقَاضِي عِيَّاضُ قَالَ الزُّهْرِيُّ قَانِي
وَنَاهَيْكَ بِهِمَا۔

کہ امام طحاوی اور قاضی عیاض نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ امام زر قانی کہتے ہیں کہ اس حدیث کے ان دوسرے تاجوں کی تصحیح کے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں۔ نیز ابن مندہ اور ابن شاہین نے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی حدیث کو اسناد حسن سے روایت کیا ہے۔ ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ کے واسطے سے یہ حدیث روایت کی ہے اور اس کی سند کے بارے میں کہتے ہیں اسناد حسن۔

اسی طرح طبرانی نے اپنی معجم کبیر سے اسناد حسن کے ساتھ اس روایت کو نقل کیا ہے۔ اسی طرح شیخ الاسلام قاضی القضاۃ ولی الدین عراقی نے التقریب کی شرح میں حضرت اسماء سے یوں روایت کیا، روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ
بِالصُّهْبَاءِ ثُمَّ أَرْسَلَ عِيَّاشًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي حَاجَةٍ فَرَجَهُ
وَقَدْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَوَضَعَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ فِي حِجْرِي عِيَّاشٍ
فَنَامَ فَلَمْ يَجِدْ لَهُ حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ فَاسْتَيْقَظَ فَسَأَلَ
أَمَلَيْتُ؟ قَالَ لَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ۔ أَلَمْ يَمْ
إِنَّ عَبْدَكَ عِيَّاشًا احْتَبَسَ يَنْفُسِهِ عَلَى نَيْمِهِ قَرَّةً عَلَيْهِ
الشَّمْسُ كَيْ يُصَلِّيَ۔ قَالَتْ أَسْمَاءُ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ
حَتَّى وَقَعَتْ عَلَى الْجِبَالِ وَالْأَرْضِ وَقَامَ عِيَّاشٌ فَنَامَ وَ
صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ غَابَتِ الشَّمْسُ وَذَلِكَ بِالصُّهْبَاءِ۔

(1)

”سرکارِ دو عالم ﷺ نے صہباء کے مقام پر فجر کی نماز ادا کی پھر علی مرتضیٰ کو کسی کام کے لئے بھیجا۔ حضرت علی جب واپس آئے تو نبی رحمت ﷺ عصر کی نماز ادا کر چکے تھے۔ اللہ کے پیارے رسول نے اپنا سر مبارک سیدنا علی کی گود میں رکھا اور سو گئے۔ سورج غروب ہو گیا لیکن حضرت علی مرتضیٰ نے حضور کو بیدار کرنے کی جسارت نہ کی۔ غروب آفتاب کے بعد حضور بیدار ہوئے تو علی مرتضیٰ سے پوچھا کیا تم نے نماز پڑھی ہے، عرض کی نہیں۔ رحمت عالم نے بارگاہ الہی میں دست دعا دراز کیا اور عرض کی۔ اے اللہ! تیرے بندے علی نے اپنے آپ کو تیرے نبی کی خدمت میں محبوس کر دیا (یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا) اب سورج کو واپس لوٹا تاکہ وہ نماز ادا کرے۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں اس دعا کے بعد سورج طلوع ہوا اور اس کی دھوپ پہاڑوں کی چوٹیوں اور زمین پر ظاہر ہو گئی۔ علی مرتضیٰ اٹھے، وضو فرمایا عصر کی نماز ادا کی پھر سورج غروب ہو گیا۔ یہ واقعہ صہباء کے مقام پر پیش آیا۔“

علامہ زر قانی نے شرح مواہب میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہے لکھتے ہیں۔

ابو مظفر الواعظ نے غروب آفتاب سے تھوڑی دیر قبل فضائل سیدنا علی بیان کئے۔ وریں اثناء سورج کے لوٹ آنے کا واقعہ بھی لوگوں کو سنایا۔ اس اثناء میں آسمان پر گہرے بادل چھا گئے۔ اس تاریکی میں لوگوں نے یہ گمان کیا کہ سورج غروب ہو گیا لوگ اٹھے کہ گھروں کو جائیں، اچانک مطلع صاف ہو گیا اور سورج چمکنے لگا۔ ابو مظفر نے لوگوں کو اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ اور فی البدیہہ یہ شعر سنائے۔

لَا تَغْرِبِي يَا شَمْسُ حَتَّى يَنْتَهِيَ
مَدْحِي لِذِي الْمِصْطَفَى وَلِيَجْلِبَ

”اے سورج مت ڈوب یہاں تک کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی آل اور حضور

کے فرزند کی مدح کو ختم نہ کر لوں۔“

إِنْ كَانَ لِلْمَوْتِ وَتَوَفُّكَ فَلَيْتُنْ
هَذَا الْوَقْتُ يُخَيِّبُكَ وَلِيَجْلِبَ (1)

”اگر پہلے ایک مرتبہ میرے آقا کیلئے تونے وقوف کیا تھا اب ان کے
غلاموں کیلئے جو سوار ہیں اور پیدل ہیں، ان کیلئے وقوف کر“

معجزہ معراج

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ ۖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا الَّذِي بَرَكْتَ حَوْلَهُ لِنُرْيَاهُ مِنَ الْإِنسَانِ
إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝

(1)

”ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات
کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔ بابرکت بنا دیا ہے
ہم نے جس کے گرد و نواح کو تاکہ ہم دکھائیں اپنے بندے کو اپنی قدرت
کی نشانیاں بیشک وہی ہے سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا۔“

اس آیت کریمہ میں حضور فخر موجودات سید کائنات ﷺ کے عظیم الشان معجزہ کو
بیان کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق عقل کو تاہ اندیش اور فہم حقیقت ناشائس نے پہلے بھی رد و
تدح کی اور آج بھی وا دیا چر کھا ہے، اس لئے اس مقام کا تقاضا یہ ہے کہ تطویل لا طائل
سے دامن بچاتے ہوئے ضروری امور کا تذکرہ کر دیا جائے تاکہ حق کی جستجو کرنے والوں
کے لئے حق کی پہچان آسان ہو جائے اور شکوک و شبہات کا جو غبار حسن حقیقت کو مستور
کرنے کے لئے اٹھایا جا رہا ہے، اس کا سد باب ہو جائے۔

جس روز صفا کی چوٹی پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے اور برگزیدہ رسول
نے قریش مکہ کو دعوت توحید دی تھی، اسی روز سے عداوت و عناد کے شعلے بھڑکنے لگے
تھے۔ ہر طرف سے مصائب و آلام کا سیلاب اٹھ کر آ گیا تھا۔ رنج و غم کا اندھیرا دن بدن گہر
ہوتا چلا جاتا تھا۔ لیکن اس تاریکی میں حضرت ابوطالب اور ام المومنین حضرت خدیجہ رضی
اللہ عنہا کا وجود مسعود ہر تازک مرحلہ پر تسکین وطمینیت کا سبب بنا کرتا تھا۔ بعثت نبوی کے
دسویں سال مہربان و شفیع چچا نے وفات پائی۔ اس جانکاہ صدمہ کا زخم بھی مندمل نہ ہونے

پایا تھا کہ مونس و ہمد، دانش و راور عالی حوصلہ رفیعہ حیات حضرت خدیجہ بھی دامنِ مفارقت دے گئیں۔ کفار مکہ کو اب ان کی انسانیت سوز کارستانیوں سے روکنے والا اور ان کی سفاکانہ روش پر ملامت کرنے والا بھی کوئی نہ رہا جس کے باعث ان کی ایذا رسانیاں ناقابلِ برداشت حد تک بڑھ گئیں۔

حضور ﷺ اہل مکہ سے مایوس ہو کر طائف تشریف لے گئے کہ شاید وہاں کے لوگ اس دعوتِ توحید کو قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیں۔ لیکن وہاں جو ظالمانہ اور ہیبتناک برتاؤ کیا گیا، اس نے سابقہ زخموں پر نمک پاشی کا کام کیا۔ ان حالات میں جب بظاہر ہر طرف مایوسی کا اندھیرا پھیل چکا تھا اور ظاہری سہارے ٹوٹ چکے تھے، رحمتِ الہی نے اپنی عظمت و کبریائی کی آیاتِ نبیات کا مشاہدہ کرانے کیلئے اپنے محبوب کو عالمِ ہلا کی سیاحت کے لئے بلایا تاکہ حضور ﷺ کو اپنے رب کریم کی تائید و نصرت پر حقِ یقین ہو جائے اور حالات کی ظاہری ناسازگاری خاطر عاظر کو کسی طرح پریشان نہ کر سکے۔ غور کیا جائے تو سفرِ اسری کے لئے اس سے موزوں ترین اور کوئی وقت نہیں ہو سکتا تھا۔

اس مقدس سفر کا تفصیلی تذکرہ تو کتب حدیث و سیرت میں ملے گا۔ یہاں اجمالی طور پر ان امور کا ذکر کیا جاتا ہے جو احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں۔

حضور ﷺ ایک رات خانہ کعبہ کے پاس حطیم میں آرام فرما رہے تھے کہ جبریل امین حاضر خدمت ہوئے، خواب سے بیدار کیا اور ارادہ خداوندی سے آگاہی بخشی۔ حضور ﷺ اٹھے، چاہ زمزم کے قریب لائے گئے، سینہ مبارک کو چاک کیا گیا، قلبِ اطہر میں ایمان و حکمت سے بھرا ہوا طشتِ انڈیل دیا گیا اور پھر سینہ مبارک درست کر دیا گیا۔ حرم سے باہر تشریف لائے تو سواری کے لئے ایک جانور پیش کیا گیا جو براق کے نام سے موسوم ہے۔ اس کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ جہاں نگاہ پڑتی وہاں قدم رکھتا تھا۔ حضور ﷺ اس پر سوار ہو کر بیت المقدس آئے اور جس حلقہ سے انبیاء کی سواریاں باندھی جاتی تھیں، اس سے براق کو بھی باندھ دیا گیا۔ حضور ﷺ مسجد اقصیٰ میں تشریف لے گئے جہاں جملہ انبیاء سابقین حضور ﷺ کے لئے چشمِ براہ تھے۔ حضور ﷺ کی اقتدا میں سب نے نماز ادا کی۔ اس طرح نبی مصلیٰ کا جو عہد روزِ ازل، ارواحِ انبیاء سے لیا گیا تھا (کہ تم میرے محبوب پر ضرور ایمان لانا) کی تکمیل ہوئی۔ ازاں بعد مویک ہمایوں بلند یوں کی طرف پر کشا ہوا۔ مختلف

طبقات آسمانی پر مختلف انبیاء سے ملاقاتیں ہوئیں۔ ساتویں آسمان پر اپنے جد کریم ابو الانبیاء حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہوئی۔ حضرت خلیل نے مرحبا مرحبا الصالح والابن الصالح یعنی اے نبی صالح خوش آمدید اور اے فرزند دل بند مرحبا۔ محبت بھرے کلمات سے استقبال کیا۔ حضرت ابراہیم بیت المعمور سے پشت اٹکا بیٹھے تھے۔ حضور ﷺ آگے بڑھے اور سدرا المنتہی تک پہنچے جو انوار ربانی کی تجلی کا تھی جس کی کیفیت الفاظ کے پیمانوں میں سام نہیں سکتی۔ عقاب ہمت یہاں بھی آشیاب بند نہیں ہوئے۔ آگے بڑھے۔ کہاں تک گئے اسے دوشا کیا سمجھیں۔ زبان قدرت نے مقام قرب کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ **ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ** وہاں کیا ہوا۔ یہ بھی میری اور آپ کی عقل کی رسائی سے بالاتر ہے۔ قرآن نے بتایا ہے کہ **فَأَوْحَىٰ إِلَيَّ عَبْدِي مَا أَوْحَىٰ** علامہ سید سلیمان ندوی کے الفاظ ملاحظہ ہو۔

”پھر شاہد مستور ازل نے چہرہ سے پردہ اٹھایا اور خلوت گاہ از میں ناز و نیاز کے دو بیچم عطا ہوئے جن کی لطافت و نزاکت ہر الفاظ کی متحمل نہیں ہو سکتی **فَأَوْحَىٰ إِلَيَّ عَبْدِي مَا أَوْحَىٰ** (سیرت النبی جلد ۳)

اسی مقام قرب اور گوشہ خلوت میں دیگر انعامات نفیسہ کے ساتھ بچہ کس نمازیں دا کرنے کا حکم ملا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرضداشت پر حضور ﷺ نے کئی بار بار گاہ رب احزرت میں تخفیف کے لئے التجا کی۔ چنانچہ نمازوں کی تعداد پانچ کر دی گئی۔ اور ثواب بچہ کس کا ہی رہا۔ فراز عرش سے محبوب رب العالمین مہاجرت فرمائے خاکدان ارضی ہوئے۔ ابھی یہاں رات کا سماں تھا۔ ہر سورات کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ سپید و سحر کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔

واقعہ معراج کو انتہائی اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ یہ مسافت بیشک بڑی طویل ہے۔ اس سفر میں پیش آنے والا ہر واقعہ بلاشبہ عجیب و غریب ہے، کسی لئے وہ دل جو نور ایمان سے خالی تھے انہوں نے اسے اسلام اور داعی اسلام کے خد ف سب سے بڑا اعتراض قرار دیا۔ کئی ضعیف الایمان لوگوں کے پاؤں ڈگمگائے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جن کے دلوں میں یقین کا چراغ صوفشاں تھا انہیں قطعاً کوئی پریشانی و رتذبذب نہیں

ہوا۔ اور نہ دشمنان اسلام کی ہرزہ سرائی اور غوغا آرائی سے وہ متاثر ہوئے بلکہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اس واقعہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے بلا جھجک جواب دیا کہ اگر میرے آقا و مولا نے ایسا فرمایا ہے تو یقیناً سچ ہے۔ اہل ایمان کے نزدیک کسی واقعہ کی صحت و عدم صحت کا انحصار اس پر نہیں تھا کہ ان کی عقل اس بارے میں کیا رائے رکھتی ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت بے پایاں کے سامنے کسی چیز کو ناممکن خیال نہیں کرتے تھے۔ ان کا یہ یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے جس طرح چاہے کر سکتا ہے۔ ہمارے وضع کئے ہوئے قواعد و ضوابط اس کی قدرت کی بیکرانیوں کو محیط نہیں ہو سکتے۔ اور جو اس واقعہ کی خبر دینے والا ہے وہ اتنا سچا ہے کہ اس کی صداقت کے متعلق شک و شبہ کیا ہی نہیں جاسکتا۔ جب اس نے بتادیا جس کی صداقت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ اس قدرت والے نے ایسا کیا ہے جو عسی کُلُّ شَیْءٍ قَدِیر ہے تو پھر وہ امکان و عدم امکان کے چکر میں کیوں پڑیں۔ اس لئے جب شب اسری کی صبح کو حرم کعبہ میں نبی برحق نے کفار کے بھرے مجمع میں اس عنایت ربانی کا ذکر فرمایا تو لوگ دو حصوں میں بٹ گئے۔ بعض نے صاف انکار کر دیا اور بعض نے بجا چوں و چرا تسلیم کر لیا۔ یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب یہ واقعہ پیش آیا۔

لیکن آج صورت حال قدرے مختلف ہے۔ ایک گروہ تو وہی منکرین کا ہے دوسرا گروہ وہی ماننے والوں کا ہے لیکن اب تیسرا گروہ بھی نمودار ہو گیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اذہان اس منکر گروہ کی علمی اور مادی برتری کے حلقہ گروش میں اور ادھر اسلام سے بھی ان کا رشتہ ہے۔ نہ وہ اسلام سے رشتہ توڑنے پر رضامند ہیں اور نہ اپنے ذہنی مربیوں کے مروجہات و نظریات رد کرنے کی ہمت رکھتے ہیں۔

ناچار وہ اس واقعہ کی ایسی ایسی تاویلیں کرتے ہیں کہ واقعہ کا نام رہ جاتا ہے لیکن اس کے سارے حسن و جہاں پر پانی پھر جاتا ہے اور اس کی معنویت کا عدم ہو جاتی ہے۔ یہ لوگ اپنے اس طریقہ کار پر بڑے مطمئن نظر آتے ہیں۔ وہ دل میں یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اسلام پر وارد ہونے والا ایک بہت بڑا اعتراض دور کر دیا ہے۔ اس لئے ہمیں مختصر آئینوں گروہوں کو ایسے دلائل فراہم کرنا ہیں کہ اگر وہ تعصب کو بالائے طاق رکھ کر ان سے فائدہ اٹھانا چاہیں تو اٹھا سکیں۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت و عظمت اور اس کی شان کبریائی پر ایمان رکھتے ہیں اور حضور فخر موجودات باعث تخلیق کائنات سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا سچا رسول مانتے ہیں ان کے لئے تو واقعہ معراج کی صداقت پر اس آیت کریمہ کے بعد مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ اس موقع پر اس آیت جلیلہ کی مختصر تشریح کی جاتی ہے۔ آیت کا آغاز ”سبحان“ کے کلمہ سے کیا گیا۔ سَبِّحْ یُسَبِّحُ تَسْبِیْحًا باب تفعیل کے مصدر کا علم ہے۔ اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عیوب و نقائص سے مبرا اور منزہ ہے۔ علامہ زعزری لکھتے ہیں۔

عَلَّمَ التَّسْبِیْحَ كُثْمَانَ الرَّجُلِ وَانْتَصَابَهُ بِفِعْلِ مُضْمَرٍ
دَلَّ عَلَى التَّزْيِيدِ الْبَيِّنِ مِنْ جَمِيعِ الْقَبَائِلِ الَّتِي يُضَيِّفُ
إِلَيْهَا أَعْدَاءُ اللَّهِ۔

یعنی یہ تسبیح مصدر کا علم ہے۔ جس طرح عثمان (اس کا ہم وزن) کسی شخص کا علم ہوتا ہے اور یہاں فعل مضمر ہے جو اس کو نصب دیتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام ان کمزوریوں، عیبوں اور کوتاہیوں سے بالکل پاک اور منزہ ہے جن سے کفار اللہ تعالیٰ کو مہتمم کرتے تھے۔

علامہ آلوسی نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور اکرم ﷺ کا جوار شاد عقل کیا ہے وہ بھی اس معنی کی تائید کرتا ہے۔

عَنْ طَلْحَةَ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَنْ تَفْسِيرِ سُبْحَانَ اللَّهِ فَقَالَ تَزْيِيدُهُ اللَّهُ عَنْ كُلِّ سُوءٍ

سبحان کے کلمہ سے یہ دعویٰ کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب و نقص، کمزوری اور بے بسی سے پاک ہے۔ اس کے لئے دلیل کی ضرورت تھی کیونکہ کوئی دعویٰ دلیل کے بغیر قابل قبول نہیں ہوا کرتا۔ بطور دلیل ارشاد فرمایا اَلَّذِي لَا يَسْتَرِي بِعَبْدِهِ کیونکہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے اپنے محبوب بندے کو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اتنا طویل سفر طے کرایا اور اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں اور آیات بینات دکھائیں۔ جو ذات اتنے طویل سفر کو اتنے قلیل وقت میں طے کرا سکتی ہے، واقعی اس کی قدرت بے پایاں ہے، اس کی عظمت بیکراں ہے اور اس کی کبریائی کے دامن پر کسی کمزوری اور بے بسی کا داغ نہیں۔ تو جس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی

سبحانیت کی دلیل کے طور پر ذکر فرمایا ہے وہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہو سکتا بلکہ کوئی بڑا اہم، عظیم الشان اور محیر العقول واقعہ ہو گا۔ اس لئے معراج کا انکار کرنا گویا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور سیو حیت کی ایک قرآنی دلیل کو منہدم کرنا ہے۔

اسراۓ

رات کو سیر کرانے کو کہتے ہیں۔ لَیْلًا پر توینِ تَقْلِيل کی ہے۔ یہ سفر رات کے وقت ہوا۔ لیکن اس سفر میں ساری رات ختم نہیں ہوئی بلکہ رات کے ایک قلیل حصہ میں بڑے اطمینان اور عافیت سے طے پایا۔ آنحضریؐ کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر یہ تعبیر کے لفظ سے فرمایا گیا۔ جس کی متعدد حکمتیں ہیں۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کی بے مثل رفعت شان اور علوم ربوبیت کو دیکھ کر امت اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائے جس میں عیسائی، کمالات عیسوی کو دیکھ کر، مبتلا ہو گئے تھے۔ اس کے علاوہ مفسرین نے لکھا ہے کہ جب حضور ﷺ بارگاہِ محمدیت میں مقامِ قَابِ قَوْسِیْنِ اور ذُیْ طَرَسِ پر فائز ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا **يَهَا أَشْرَفَكَ يَا مُحَمَّدٌ؟** اے سرِ پامند و ستارش! آج میں تجھے کس لقب سے سرفراز کروں؟ تو حضور نے جواباً عرض کی **يَنْسَجِبَتْنِي إِلَيْكَ يَا عَبْدُ ذِيكَ** مجھے اپنا بندہ کہنے کی نسبت سے شرف فرما۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ذکر معراج کے وقت اسی لقب کو ذکر فرمایا جو اس کے حبیب نے اپنے لئے خود پسند فرمایا تھا۔

لَسِرَّةٍ مِنْ أَيْسَارِ الْكَلِمَاتِ سے اس سفر کی غرض و غایت بیان فرمائی۔ کہ یہ سفر یوں نہیں کہ بھگم بھاگ کرتے ہوئے حضور گئے ہوں اور اسی جبلت سے واپس آگئے ہوں۔ نہ کچھ دیکھا نہ سنا، بلکہ صحیفہ کائنات کے ہر ہر صفحہ پر، گلشن ہستی کی ہر ہر پتی پر اللہ تعالیٰ کی عظمت، علم اور حکمت کے جتنے کرشمے تھے، سب بے نقاب کر کے اپنے محبوب کو دکھادیئے۔

اب آپ خود فرمائیے کہ جو معراج کو عالم خواب کا ایک واقعہ کہتے ہیں، ان کے نزدیک یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کی سیو حیت اور پاکی کی دلیل کیونکر بن سکتا ہے۔ قرآن کا یہ انداز بیان صاف بتا رہا ہے کہ یہ واقعہ خواب کا نہیں بلکہ عالم بیداری کا ہے۔ اس پر یہ شبہ کیا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم کی دوسری آیت میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ یہ مَوْثُوتَا تھا۔ یعنی خواب تھا۔ ارشد باری ہے **مَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّتَأْتِيَنَّ بِهَا لُؤْيَا كَالْفُظِّ**۔ اس

کا معنی خواب ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم نے یہ خواب آپ کو صرف اس لئے دکھایا، تاکہ لوگوں کی آزمائش کی جاسکے۔ جب خود قرآن پاک نے تصریح کر دی کہ یہ خواب تھا تو پھر اس کا انکار کیسے کیا جاسکتا ہے۔

جواباً عرض ہے کہ اکثر مفسرین کی یہ رائے ہے کہ اس آیت کا تعلق واقعہ معراج سے ہے ہی نہیں بلکہ کسی دوسرے خواب سے ہے اور اگر اس پر ہی اصرار ہو کہ اس آیت میں معراج کا ہی ذکر ہے تو پھر حضرت ابن عباس کی تصریح کے بعد کوئی التباس نہیں رہتا۔ آپ نے فرمایا یہاں روایا سے مراد عالم بیداری میں آنکھوں سے دیکھنا ہے۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هِيَ مُؤَيَّا عَيْنٍ اَبْدِيَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ علامہ ابن عربی اندکی نے احکام القرآن میں حضرت ابن عباس کا یہ قول بھی نقل کیا ہے۔

وَلَوْ كَانَتْ دُرِّيًّا مَتَا مِمَّا افْتَتَنَ بِهَا أَحَدٌ وَلَا اَنكَرَهَا قِيَانَةُ لَا
يُسْتَبَعَدُ عَلَى لَحْدٍ اَنْ يَزِي نَفْسَهُ يَخْتَرِقُ السَّمَوَاتِ وَيَعْبِسُ
عَلَى الْكُوفِيِّ وَيَكْتُمُهُ الرَّبُّ

”یعنی اگر معراج عالم خواب کا واقعہ ہوتا تو کوئی اس سے فتنہ میں مبتلا نہ ہوتا۔ اور کوئی اس کا انکار نہ کرتا۔ کیونکہ اگر کوئی شخص خواب میں اپنے آپ کو دیکھے کہ وہ آسمان چیرتا ہوا اوپر جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ کرسی پر جا کر بیٹھ گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس سے گفتگو فرمائی تو ایسے خواب کو کبھی مستبعد اور خلاف عقل قرار دے کر اس کا انکار نہیں کیا جاتا۔

یہ لوگ حضرت انس کی اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ واقعہ معراج بیان کرنے کے بعد حضور نے فرمایا نَحْنُ اسْتَيْقَظْتُ وَاَنَا فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ پھر میں نیند سے بیدار ہوا اور اپنے آپ کو مسجد حرام میں پایا۔ اس روایت کے متعلق فن حدیث کے ماہرین کی تصریح ملاحظہ فرمائیے خود بخود شبہ دور ہو جائے گا۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ حضرت انس سے شریک نے نقل کئے ہیں اور شریک لَيْسَ بِالْحَافِظِ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ (روح المعانی جلد نمبر 15) کہ اہل حدیث کے نزدیک شریک حافظ حدیث نہیں ہے۔

دوسری روایت سنئے احکام القرآن میں ابن عربی فرماتے ہیں۔

إِنَّ هَذَا اللَّفْظَ رَوَاهُ شَرِيكَ عَنْ أَنَسٍ وَكَانَ قَدْ تَغَيَّرَ بِآخِرِهِ
فَيَعُولُ عَلَى رِوَايَاتِ الْجَمِيعِ

کہ یہ الفاظ حضرت انس سے صرف شریک نے روایت کئے ہیں۔
ان کا حفظ آخر میں کمزور ہو گیا تھا۔ اس لئے ان کی روایت کی بجائے ان
روایات پر بھروسہ کیا جائے گا جو باقی تمام راویوں نے بیان کی ہیں۔

عجیب بات یہ ہے کہ حضرت انس سے یہ حدیث شریک کے علاوہ دیگر ائمہ حدیث ابن
شہاب، ثابت البنانی، اور قتادہ نے بھی روایت کی ہے لیکن ان کی روایات میں یہ الفاظ نہیں۔

وَقَدْ رَوَى حَدِيثَ الْإِسْرَائِيلِيِّ عَنْ أَنَسٍ جَمَاعَةٌ مِنَ الْحَفَظِ
الْمُتَّقِينَ وَالْأَثَمَةِ الْمَشْهُورِينَ كَأَبْنِ شَهَابٍ وَثَابِتِ
الْبَنَانِيِّ وَقَتَادَةَ فَلَمْ يَأْتِ أَحَدٌ مِنْهُمْ بِمَا أَتَى بِمِ شَرِيكَ
علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

وَقَوْلُهُ فِي حَدِيثِ شَرِيكَ عَنْ أَنَسٍ ثُمَّ اسْتَيْقَظْتُ قَوْدًا أَنَا
فِي الْحِجْرِ مَعْدُودٌ فِي غَلَطَاتِ شَرِيكَ

یعنی ان الفاظ کا شمار شریک کی غلطیوں میں ہوتا ہے۔ اس حدیث کے علاوہ حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی استشہاد کیا جاتا ہے کہ
ان حضرات کا بھی یہی خیال تھا کہ یہ خواب کا واقعہ ہے۔ لیکن محدثین پہلے تو اس قول کی
نسبت ان حضرات کی طرف کرنے کو ہی مشکوک سمجھتے ہیں۔ اور اگر روایت ثابت ہو بھی
جائے تو ان کے قول پر جمہور صحابہ کے ارشادات کو ہی ترجیح دی جائے گی۔ کیونکہ اس وقت
حضرت صدیقہ تو بالکل کسن بچی تھیں۔ اور امیر معاویہ ابھی تک مشرف بہ اسلام ہی نہ
ہوئے تھے۔ نیز یہ ان صاحبان کی اپنی ذاتی رائے ہے۔ حضور کا ارشاد نہیں۔

علامہ ابن حبان اس کے متعلق لکھتے ہیں۔

وَمَا رَوَى عَنْ عَائِشَةَ وَمُعَاوِيَةَ أَنَّهُ كَانَ مَنَامًا فَلَعَلَّهُ لَا
يَصِحُّ وَلَوْ صَحَّ لَمْ يَكُنْ فِي ذَلِكَ حُجَّةٌ لِأَنَّهُمَا لَمْ يَشَاهِدَا ذَلِكَ
لِصِغَرِ عَائِشَةَ وَكُفْرِ مُعَاوِيَةَ وَلَا تَنْهَمَا لَمْ يُسَيِّدَا ذَلِكَ إِلَى رَسُولٍ

اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَا حَدَّ ثَابِتٍ عَنْهُ۔ (1)

اسی سلسلہ میں مقالات سر سید کے مطالعہ کا بھی اتفاق ہوا۔ انہوں نے بھی بڑی شد و مد سے معراج کو خواب ثابت کیا ہے اور اس ضمن میں طول طویل بحث کی ہے۔ ان کا مقالہ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مستشرقین اور عیسائی مورخین کے اعتراضات سے گھبراہٹ ہوئے ہیں اور ان کے زہر میں بجھے ہوئے طعن و تشنیع کے تیروں سے اسلام کو ہر قیمت پر بچانا چاہتے ہیں، خواہ اس کوشش میں اسلام کا حلیہ ہی کیوں نہ بگڑ جائے، عظمت مصطفویٰ کا عقیدہ ہی کیوں نہ متزلزل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق ہونے کے داعی و براہین کو ہی کیوں منہدم نہ کرنا پڑے۔ آپ اس جذبہ کے اخلاص کی تعریف کر سکتے ہیں لیکن عواقب و نتائج کے لحاظ سے آپ اس کی تمسین نہیں کر سکتے۔ یہ معراج کا انکار کر کے آپ نے کسی کو حلقہ بگوش اسلام بنالیا ہے۔ کیا آپ کی معذرت خود ہی کو انہوں نے قبول کر کے آپ کے پیش کردہ ماڈرن اسلام پر اظہارِ ناراضگی چھوڑ دیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر اس محنت کا کیا حاصل بجز اس کے کہ ان صحیح واقعات کا انکار کر کے اپنے تمام علمی ورثہ کو مشکوک اور مشتبہ کر دیا جائے۔ ہاں میں اس طویل مقالہ کا ذکر کر رہا تھا۔ اس میں حضرت سید نے لکھا ہے کہ واقعہ معراج کے متعلق جو احادیث مروی ہیں۔ ”ایک دوسرے سے اس قدر متضاد اور متناقض ہیں کہ ”صراحتاً“ ایک دوسرے کی تردید کرتی ہیں اور اپنی صحت و اعتبار کو کھو دیتی ہیں۔“ (2)

لیکن تناقض و تضاد کے جو نمونے انہوں نے ذکر کئے ہیں وہ حیرت انگیز ہیں۔ مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اس وقت حطیم میں تھے۔ دوسری میں ہے کہ حجر میں تھے۔ تیسری میں ہے کہ مسجد حرام میں تھے۔ ذرا غور فرمائیے کیا ان روایات میں تضاد نام کی کوئی چیز ہے۔ حطیم اور حجر تو ایک ہی جگہ کے دو نام ہیں۔ یعنی وہ جگہ جو اصل میں کعبہ شریف کا حصہ تھی، لیکن جب سیلاب کی وجہ سے خانہ کعبہ گر گیا اور قریش نے اسے دوبارہ تعمیر کرنا چاہا تو سرمایہ کی قلت کی وجہ سے اسے باہر چھوڑ دیا۔ یہ حصہ (حطیم یا حجر) مسجد حرام میں ہے تو ان روایات میں قطعاً کوئی تضاد نہیں۔

تضاد کی ایک دوسری مثال مختلف آسمانوں کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ چھٹے آسمان کے متعلق ایک حدیث میں ہے۔

ثُمَّ صُيِّفَ إِلَى السَّمَاءِ السَّادِسَةِ فَإِذَا مَوْسَىٰ

”پھر مجھے چھٹے آسمان کی طرف لے جایا گیا تو وہاں موسیٰ علیہ السلام کو پایا۔“

دوسری حدیث میں ہے۔

ثُمَّ عُرِيَ بِنَارِ السَّمَاءِ السَّادِسَةِ فَإِذَا أَنَا بِمُوسَىٰ قَرِيبًا
وَدَعَانِي

”پھر ہمیں چھٹے آسمان کی طرف اوپر لایا گیا۔ وہاں میں نے موسیٰ علیہ

السلام کو پایا۔ انہوں نے مجھے مر حبا کہا اور میرے لئے دعا کی۔“

تیسری حدیث میں ہے۔

لَمَّا جَاؤُزْتُ فَبُكِّي

”جب میں آگے بڑھا تو موسیٰ علیہ السلام رو پڑے۔“

آپ خود فرمائیے کیا حدیث کے ان کلمات میں کوئی تضاد ہے۔

ہم مانتے ہیں کہ بعض روایات ایسی ہیں جن میں باہمی اختلاف پایا جاتا ہے لیکن اس کے متعلق خود علماء نے تصریح کی ہے اور جو حدیث زیادہ صحیح اور قوی تھی اس کو خود ترجیح دے دی ہے۔ جو تضاد ممتنع ہے، وہ تو یہ ہے کہ دونوں روایتیں ایک ہی پایہ کی ہوں، کسی کو کسی پر ترجیح بھی نہ دی جاسکتی ہو اور ان کو یکجا بھی نہ کیا جاسکتا ہو۔ بہر حال یہ ان لوگوں کے شکوک و شبہات کا مجمل تذکرہ ہے جو کسی نہ کسی طرح دلائل نقلیہ کا سہارا لے کر جسمانی معراج کا انکار کرتے ہیں۔

اب ذرا ان حضرات کے ارشادات کی طرف توجہ فرمائیے جو معراج اور دیگر معجزات کا اس لئے انکار کرتے ہیں کہ یہ خلاف عقل ہیں۔ ان لوگوں کا دعویٰ یہ ہے کہ کائنات کا یہ نظام، اس میں یہ بے عدل اور تباط اور موزونیت، بے مثل ترتیب اور یکسانیت، اس امر پر شاہد عادل ہے کہ یہ نظام چند قوانین اور ضوابط کے مطابق عمل پیرا ہے، جنہیں قوانین فطرت (Laws of Nature) کہا جاتا ہے اور فطرت کے قانون اٹل ہیں۔ ان میں رد و بدل

ممکن نہیں در نہ کائنات کا سارا نظام در ہم بر ہم ہو جائے۔ اس لئے عقل معجزات کو تسلیم نہیں کرتی۔ کیونکہ معراج بھی ایک معجزہ ہے اس لئے یہ بھی عقلاً محال ہے۔ اس کے متعلق گزارش یہ ہے کہ علمائے اسلام نے معجزہ کی جو تعریف کی ہے وہ یہ نہیں کہ معجزہ وہ ہوتا ہے جو قوانین فطرت کے خلاف ہو اور نوا میں قدرت سے برسر پیکار ہو بلکہ معجزہ کی تعریف یہ ہے کہ

الْإِنِّانِ بِأَمْرِ خَارِقٍ لِلْعَادَةِ يُقْصَدُ بِهِ بَيَانُ صِدْقِ مَنْ ادَّعَى
أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ (السَّامِرَةُ دَعَتْهَا مِنْ كُتُبِ الْعَقَائِدِ)

"یعنی مدعی رسالت کی سچائی ثابت کرنے کے لئے کسی ایسے امر کا ظہور

پذیر ہونا جو عادت کے خلاف ہو اسے معجزہ کہتے ہیں۔"

یہ تعریف نہیں کی گئی کہ معجزہ وہ ہے جو قانون فطرت اور نوا میں قدرت کے خلاف ہو۔ ان لوگوں کا اعتراض تو تب قابل التفات ہوتا جب معجزہ کو نوا میں قدرت کے خلاف مانا جاتا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ معجزات قانون فطرت کے مطابق ہی رو پذیر ہوئے ہوں لیکن ابھی تک وہ قانون فطرت ہمارے اور اک کی سرحد سے ماوراء ہو۔ یہ دعویٰ کرنا کہ فطرت کے تمام قوانین بے نقاب ہو چکے ہیں اور ذہن انسانی نے ان کا حاطہ کر لیا ہے انتہائی مضحکہ خیز اور غیر معقول ہے۔ آج تک کسی فلسفی یا سائنسدان نے اس بات کا دعویٰ نہیں کیا۔

نیز قوانین فطرت کے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ اٹل اور غیر متغیہ ہیں، یہ بھی ناقابل تسلیم ہے۔ یہ خیال تب قابل تسلیم ہو سکتا ہے، جب ان قوانین کو ہر قسم کے نقص اور عیب سے مبرا سمجھ لیا جائے اور ان کے بارے میں یہ عقیدہ اختیار کیا جائے، کہ اس کائنات کی آرائش و زیبائش کے لئے یہی قوانین کفایت کرتے ہیں لیکن اہل خرد کے نزدیک یہ خیال محل نظر ہے۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا کے مقالہ نگار نے معجزہ (Miracle) پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے۔

It is an unwarranted Idealism and optimism which finds the course of Nature so wise and so good that any change in it must be Regarded as incredible. Ency br1 v-15 p 586

یعنی یہ ایک غیر معقول تصور اور خوش فہمی ہے جو یہ خیال کرتی ہے کہ فطرت کا طریق

کار اتنا دانشمندانہ اور بہترین ہے کہ اس میں کسی قسم کی تبدیلی جائز نہیں۔ اس کے علاوہ یہ امر بھی غور طلب ہے کہ کیا آپ اللہ تعالیٰ کے وجود کو مانتے ہیں یا نہیں۔ اگر آپ منکر ہیں تو آپ سے معجزات کے متعلق بحث عبث اور قبل از وقت ہے۔ پہلے آپ کو وجود خداوندی کا قائل کرنا پڑے گا اس کے بعد معجزہ کے اثبات کا مناسب وقت آئے گا۔ اور اگر آپ وجود خداوندی کے قائل تو ہیں لیکن آپ کا تصور یہ ہے کہ خدا اور فطرت (Nature) ایک ہی چیز کے دو نام ہیں یا آپ خدا کو خالق کائنات تو مانتے ہیں لیکن یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اس کا اب اپنی پیدا کردہ دنیا میں کوئی عمل دخل نہیں اور وہ اس میں کسی طرح کا تصرف نہیں کر سکتا۔ الگ تھلگ بیٹھ کر ایک بے بس تماشائی کی طرح کائنات کے ہنگامہ ہائے خیر و شر کو خاموشی سے دیکھ رہا ہے اور کچھ کر نہیں سکتا تو پھر معجزہ کے انکار کی وجہ سمجھ آ سکتی ہے، لیکن اگر آپ ذات خداوندی کے قائل ہیں اور اسے خالق ماننے کے ساتھ ساتھ قادر مطلق اور مدبر با اختیار بھی تسلیم کرتے ہیں اور یہ بھی ایمان رکھتے ہیں کہ کوئی پتہ اس کے اذن کے بغیر جنبش تک نہیں کر سکتا تو پھر آپ کا نوا میں فطرت کو غیر متغیر یقین کرنا اور اس بنا پر معجزات کا انکار کرنا ہماری سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ زیادہ سے زیادہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عام معمول یہ ہے کہ وہ علت و معلول اور سبب و مسبب کے تسلسل کو قائم رکھتا ہے، اور ظہور معجزہ کے وقت اس نے اپنی قدرت اور حکمت کے پیش نظر خلاف معمول اس تسلسل کو نظر انداز کر دیا۔ کیونکہ وہ ایک با اختیار ہستی ہے، وہ جب چاہے اپنے معمول کو بدل دے۔ ایک شخص کی ساہ سال کی عادت یہ ہے کہ وہ رات کو دس بجے روزانہ سوتا ہے اور صبح چار بجے بیدار ہوتا ہے۔ اگر کسی روز آپ اسے ساری رات جاگتے ہوئے دیکھیں تو آپ اس مشاہدہ کا انکار نہیں کر سکتے۔ زیادہ سے زیادہ آپ یہی کہہ سکتے ہیں، کہ آج خلاف معمول فلاں صاحب رات بھر جاگتے رہے۔ اسی طرح ان قوانین فطرت کو عادت خداوندی اور معمول ربانی سمجھنا چاہئے اور کسی چیز کا خلاف معمول وقوع پذیر ہونا قطعاً اس کے ناممکن ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا۔

The Laws of Nature may be Regarded as Habits of the Divine Activity and miracles as unusual acts, which While consistent with divine character Mark a new stage in the fulfilment of the purpose of God, Ency brn v-15 p 586

یعنی قوانین فطرت کو ہم عادات خداوندی کہہ سکتے ہیں۔ معجزات کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کے پیش نظر خلاف عادات ایسا کیا ہے اور یہ قطعاً ناروا نہیں۔

مغربی فلاسفہ میں سے ہیوم (David Hume) نے معجزات پر بحث کی ہے اور بڑی شد و مد سے اس کا انکار کیا ہے۔ اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لئے جو طریقہ اس نے اختیار کیا ہے وہ توجہ طلب ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہمارا تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ عالم ایک مخصوص نسخہ اور متعین انداز کے مطابق چل رہا ہے اور معجزات ہمارے تجربہ اور مشاہدہ کے خلاف رو پذیر ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر معجزہ کو ثابت کرنے کے لئے ہمارے پاس جو دلائل ہیں، وہ تجربہ اور مشاہدہ کے دلائل و براہین سے جب تک زیادہ قوی اور مضبوط نہ ہوں، اس وقت تک ہم معجزہ کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ثبوت معجزہ کے لئے یہ دلیلیں مل موجود نہیں، اس لئے عقل معجزہ کا امکان تسلیم کرنے کے باوجود ہم ان کے وقوع کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ انسائیکلو پیڈیا کا مقالہ نگار ہیوم کے اس نظریہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ہم تمہارا یہ قاعدہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ معجزات تجربہ اور مشاہدہ کے خلاف ہوتے ہیں۔ کیونکہ تجربات سے تمہاری مراد کیا ہے۔ کیا تم یہ کہتے ہو کہ معجزہ تمام تجربات کے خلاف ہوتا ہے۔ تو آپ کا یہ قاعدہ کلیہ محتاج دلیل ہے، پہلے آپ یہ تو ثابت کر لیں کہ آپ نے تمام تجربات کا احاطہ کر لیا ہے۔ پھر آپ کو یہ ثابت کرنا ہو گا کہ یہ معجزہ ان تمام تجربات کے خلاف ہے۔ جب تک آپ اپنی دلیل کی کلیت ثابت نہیں کر سکتے اس وقت تک آپ کی دلیل قابل قبول نہیں۔ اور اگر آپ یہ کہیں کہ تجربات سے مراد تجربات عامہ ہیں یعنی معجزہ تجربات عامہ کے خلاف ہے تو پھر اس سے تو فقط اتنا ہی ثابت ہوا کہ معجزہ عام تجربات اور معمولات کے خلاف ہے، تمام تجربات و مشاہدات کے مخالف ہونا تو لازم نہ آیا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ معجزہ کسی تجربہ کے مطابق ہو، لیکن وہ تجربہ آپ کے فہم کی رسائی سے ابھی بند ہو۔ (انسائیکلو پیڈیا جلد نمبر 5 ص 586)

This Phrase Itself (That Miracle is contrary to Experience) is, as paley pointed out) Ambiguous if it means all Experience it Assumes the point to be proved If it means only common exper-

ience, then it simply Asserts that the Miracle is unusual a truism. (Ency Bri v-15 p. 586)

استاذ احمد امین مصری ہیوم کے فلسفہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہیوم نے اپنے ایک مقالہ (Of Miracle) میں معجزات پر بحث کی ہے اور بڑی کوشش سے ان کا بطلان ثابت کیا ہے۔ اس میں اس نے لکھا ہے کہ کیونکہ معجزات ہمارے تجربہ کے خلاف ہیں اس لئے ناقابل تسلیم ہیں۔ استاذ موصوف لکھتے ہیں کہ ہمیں یہ حق پہنچتا ہے کہ ہم ہیوم سے پوچھیں کہ ایک طرف تو تمہارا یہ دعویٰ کہ علت و معلول اور سبب و مسبب کا حقیقت الامر سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ ہم بار بار مشاہدہ کرتے آئے ہیں کہ ایسا ہو تو یوں ہو جاتا ہے، اس لئے ہم نے ایک چیز کو دوسری چیز کی علت فرض کر لیا حالانکہ حقیقت میں اس کا علت ہونا ضروری نہیں، اور دوسری طرف تم معجزہ کا انکار اس اساس پر کرتے ہو کہ یہ مشاہدہ اور تجربہ کے خلاف ہے۔ جب تمہارے نزدیک علت اور معلولیت کا کوئی قانون ہی نہیں۔ ہر چیز بغیر تحقیق علت وقوع پذیر ہو رہی ہے اور اس کا کسی چیز کے ساتھ ربط نہیں تو پھر اگر معجزہ وقوع پذیر ہوا، جس کی ہم تعلیل کرنے سے قاصر ہیں تو کونسی قہست ہو گئی۔ پہلے بھی جتنی چیزیں معرض وجود میں آئیں وہ علت حقیقیہ کے بغیر موجود تھیں اور یہ امر بھی بغیر علت کے ظاہر ہوا۔ پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ ایک کو تو تم تسلیم کرتے ہو اور دوسرے کے انکار میں تم اتنا غلو کرتے ہو کہ تمہیں اپنے فلسفہ کی بنیاد بھی سرے سے فراموش ہو گئی ہے۔ (قصۃ الفلفۃ الحمدیہ، جلد اول ص 245)

اور بعض صاحبان نے اپنے جذبہ تجسس کو یہ تھپکی دے کر سلا دیا کہ ان واقعات کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ یہ معجزات محض عقیدت مندوں کے جوش عقیدت کی کرشمہ سازیاں ہیں کہ انہوں نے معمولی اور عادی واقعات کو مبالغہ آمیزی سے اس طرح بیان کیا کہ انہیں خرق عادت بنا کر رکھ دیا۔ جو لوگ تحقیق و جستجو کی خارزار وادیوں میں آبلہ پائی کی زحمت برداشت نہ کرنا چاہتے ہوں ان کے لئے محفوظ اور آسان ترین یہی طریقہ کار ہے۔ لیکن کیا یہ کسی مشکل کا حل ہے۔ کیا اس سے کوئی عقدہ لایخیل کھل سکتا ہے، یہ غور طلب ہے۔

آخر میں ایک اہم مقالہ کی طرف اشارہ کرنے کی اجازت طلب کرتا ہوں۔ معجزات کے بارے میں جناب محترم سر سید احمد خاں نے ایک مفصل مقالہ لکھا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ

ہے کہ معجزہ اس وقت تک معجزہ نہیں ہو سکتا جب تک وہ قوانین قدرت کے خلاف نہ ہو۔ کیونکہ اگر وہ کسی قانون قدرت کے مطابق ہو گا تو اس کا ظہور نبی کے علاوہ کسی اور شخص سے بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے معجزہ کا خلاف قانون ہونا ضروری ہے۔ قوانین قدرت اٹل ہیں، ان میں کسی قسم کی تبدیلی یا رد و بدل کار و نما ہونا قطعاً باطل ہے۔ کیونکہ نصوص قرآنیہ میں بارہا یہ تصریح کی گئی ہے کہ قانون قدرت میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ثابت ہوا کہ معجزہ کا وقوع باطل ہے۔

آپ نے سید محترم کا استدلال ملاحظہ فرمایا۔ انہوں نے معجزہ کی من گھڑت تعریف کر کے معجزہ کا بطلان کیا ہے۔ حالانکہ ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ علماء اسلام نے معجزہ کی یہ تعریف نہیں کی کہ وہ قوانین فطرت کے خلاف ہو بلکہ معجزہ وہ ہے جو خارق عادت ہو۔ نیز معجزات کو قوانین فطرت کے خلاف کہنے کا دعویٰ تو تب درست ہو سکتا جب کہ پہلے تمام قوانین فطرت اور سنن الہیہ کا احاطہ کرنے کے دعویٰ کو کوئی ثابت کر لے اور جب تک یہ ثابت نہ ہو جو یقیناً ثابت نہیں تو پھر معجزات کو سنن الہیہ کے خلاف ٹھہرانا سراسر لغو ہے۔ بہر حال جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے، اس کے قادر مطلق ہونے کو تسلیم کرتا ہے اور یہ مانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بے بس تماشائی کی طرح اس ہنگامہ خیر و شر کو دور سے بیٹھا ہوا دیکھ نہیں رہا بلکہ اس کے حکم، اس کی حکیمانہ تدبیر اور اس کے اذن سے نبض ہستی محو خرام ہے، اسے قطعاً ایسے معجزات کے بارے میں شک نہیں ہونا چاہئے جو صحیح اور قابل وثوق ذریعہ سے ثابت ہو چکے ہیں۔

قرآن کریم میں حضور سرور کائنات ﷺ کے اس عظیم ترین معجزہ معراج کو جس مخصوص اسلوب سے بیان کیا گیا ہے اس میں غور کرنے کے بعد عقل سلیم کو بل چوں و چرا ماننا پڑتا ہے کہ یہ واقعہ جس طرح آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ میں مذکور ہے، وہ سچ ہے۔ اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ (۱)

معجزہ معراج کی تفصیلات ضیاء النبی جلد پنجم کے پہلے باب ”آیات طیبات در ثنائے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء“ میں سورۃ النجم کے حوالے سے درج ہیں وہاں ملاحظہ کی جائیں۔

نزول باران رحمت کا معجزہ

اس سے پہلے خاتم النبیین رحمتہ للعالمین ﷺ کے ان جلیل القدر اور عظیم الشان معجزات کا ذکر ہوا جن کا تعلق عالم علوی سے تھا۔ اب ہم حضور کے ان معجزات کا ذکر کرتے ہیں جن کا تعلق عالم سفلی سے ہے لیکن پہلے باران رحمت کے نزول کا تذکرہ کرتے ہیں۔

جزیرہ عرب بنجر زمینوں اور خشک صحراؤں سے عبارت ہے۔ وہاں کوئی دریا نہ تھے جن سے نہریں نکال کر کھیتوں اور باغات کو سیراب کیا جاتا جن کے پانی کو صاف کر کے پیاس بجھائی جاسکتی۔ بروقت بارشیں نازل ہوتیں تو وہ تالاب بھر جاتے جن کو وہ اپنی پیاس بجھانے کیسے استعمال کرتے تھے۔ تمام کھیت اور باغات سیراب ہوتے جن کے پھلوں اور دیگر اجناس سے وہ اپنی فاقہ کشی کا درماں کرتے تھے۔ اگر کبھی بارش کے نزول میں تاخیر ہو جاتی تو ان کی جان پر بن آتی۔ کھیت خشک ہو کر بھوسہ بن جاتے۔ پھل اور خضروں کے تمام پتے اور پھل خشکی کے باعث گر کر تباہ ہو جاتے، کھانے کی کوئی چیز میسر نہ ہوتی، نہ اپنی پیاس کا درماں کرنے کیسے کوئی تھوڑا پانی میسر ہوتا۔ عہد رسالت میں جب بھی ان کو ان حالات سے واسطہ پڑتا تو اس وقت وہ اللہ کے محبوب کریم ﷺ کی بارگاہ رحمت پناہ میں حاضر ہو کر اپنی فریاد کرتے۔ سرور عالم ﷺ ان کی فریاد رسی کرتے ہوئے بارگاہ رب العالمین میں دست سوال پھیلاتے تو فوراً بادل اٹھ کر آجاتے اور موسلا دھار بارش برسا شروع ہو جاتی۔ اس قسم کے چند واقعات جو صحیح سند سے کتب صحاح میں مذکور ہیں ان کا ذکر کرتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم ﷺ کی شان رحمت للعالمین کا آپ مشاہدہ کر سکیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ بخدا ایک روز مطہ صاف تھا۔ آسمان پر بادل تو کچا کوئی بادل کا ٹکڑا بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ جبل سلع اور ہارے گھروں کے درمیان میں چنیل میدان تھا، وہاں کوئی گھر، کوئی مکان تعمیر نہیں ہوا تھا۔ جمعہ کا دن تھا، رحمت عالم ﷺ نماز جمعہ سے پہلے خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ ایک اعرابی مسجد شریف میں اس دروازے سے داخل ہوا جو منبر شریف کے بالکل مقابل تھا اس نے آتے ہی گزارش کی

یا رسول اللہ!

خشک سالی اور قحط سے مویشی بھوک کی وجہ سے ہلاک ہو گئے ہیں۔ راستے منقطع

ہو گئے ہیں۔ یعنی ان پر آمد و رفت بند ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائیں تاکہ مولا کریم بارانِ رحمت فرمائے۔ رحمتِ دو عالم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کیلئے اٹھائے اور عرض کی۔

اللَّهُمَّ اسْقِنَا اللَّهُمَّ اسْقِنَا اللَّهُمَّ اسْقِنَا

”اے اللہ! ہم پر رحمت کی بارش فرما۔ اے اللہ! ہم پر رحمت کی بارش فرما۔ اے اللہ! ہم پر رحمت کی بارش فرما۔“

حضرت انس فرماتے ہیں کہ اس وقت آسمان بالکل صاف تھا اور بادل کا چھوٹا سا ٹکڑا بھی آسمان پر کہیں نظر نہیں آتا تھا۔ اچانک مکانوں کے چیمبے سے ڈھال کے برابر ایک بادل کا ٹکڑا نمودار ہوا۔ جب وہ آسمان کے وسط میں پہنچ تو چاروں طرف پھیل گیا۔ پھر بارش برسن شروع ہوئی۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے حضور نے جب دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے، ان کو نیچا کرنے سے پہلے بادل پہاڑوں کی طرح گر جتا ہوا آگیا اور حضور منبر شریف سے اترے نہ تھے کہ بارش کے قطرے رحمتِ عالم کی ریش مبارک پر آکر ٹپکنے لگے اور اس جمعہ سے لے کر لگاتار آٹھ دن آئندہ جمعہ تک دن رات بارش برستی رہی۔ پھر آئندہ جمعہ کو وہی شخص یا کوئی اور شخص حاضر خدمت ہوا عرض کی۔

تَهَذَمَتِ الْبُيُوتُ وَتَقَطَّعَتِ الشُّبُبُ وَهَمَكَّتِ الْمَوَاشِي فَأَذْعَرَ
اللَّهُ أَنْ يُمْسِكَهَا

”مکانات گر گئے ہیں۔ راستے بند ہو گئے ہیں مویشی گھر میں بند ہیں بھوک سے ہلاک ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہو گئے کہ وہ بارش کو روک دے۔“

اس سائل کی عرضداشت سن کر حضور ﷺ مسکرا دیئے اور بارگاہِ الہی میں عرض کی۔

اللَّهُمَّ حَوِّالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اللَّهُمَّ عَلَى الْأَكَامِرِ وَالْغُرَابِ وَالْأَوْدِيَةِ
وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ

”اے اللہ! اب ہم پر یہ بارش نہ برس بلکہ ٹیلوں پر، چھوٹی پہاڑیوں پر اور وادیوں پر اور جہاں درخت اگتے ہیں ان پر بارش برسا۔ الٰہی یہ بارش

مدینہ کے آس پاس ہر ساہم پر نہ ہر سا۔“

چنانچہ جس طرف حضور کی انگلی کا اشارہ ہوتا بادل پھٹتا جاتا اور چند لمحوں میں مطلع صاف ہو گیا۔

اس دفعہ اتنی بارش ہوئی کہ وادی قنات ایک ماہ تک بہتی رہی۔ اس عرصہ میں دور دراز علاقوں کے جتنے لوگ بھی آئے انہوں نے بھی یہی اطلاع دی کہ ہر جگہ موسلا دھار بارش ہوئی ہے۔ (1)

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

هَذَا طَرَقَ مُتَوَاتِرَةً عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ تَغِيْدُ الْقَطْرِ

”یہ تمام طرق روایت حد تو اترا کو پہنچے ہوئے ہیں اور یقیناً کافی تندرہ دیتے

ہیں۔ یعنی یہ ایسا معجزہ ہے جس کے بارے میں شک کی گنجائش نہیں۔“

امام بیہقی ایک دوسرے واقعے کے بارے میں حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا عرض کی۔

اَيُّنَاكَ وَالْعَذْرَاءُ يُدْعِي لِيَا نَهًا وَقَدْ شَغَلْتَ أُمَّ الصَّبِيِّ عَنِ الْوَلَدِ

”یا رسول اللہ! ہم حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اس حال میں کہ ہماری کنواری بچیوں کے سینوں سے خون رس رہا ہے اور بچے کی ماں مارے بھوک کے اپنے بچے سے غافل ہو گئی ہے۔“

وَلَا شَيْءَ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ عِنْدَنَا سِوَى الْخَنَظِيرِ الْعَامِي وَالْعِلَاقِ الْفَسَلِ

”ہمارے پاس کھانے کیلئے کوئی چیز نہیں سوائے ردی قسم کے اندرائن کے اور ردی علف۔ (2) کے کوئی شے نہیں۔“

وَلَيْسَ لَنَا إِلَّا إِلَيْكَ فِرَارُنَا وَأَيْنَ فِرَارُ النَّاسِ إِلَّا إِلَى الرَّسُولِ

”ہمارے لئے حضور کے بغیر کوئی جائے پناہ نہیں اور لوگوں کیلئے، مصیبت کے دنوں میں، اللہ کے رسولوں کے بغیر اور کہاں پناہ ملتی ہے۔“

1۔ شامی، مرسول، صفحہ 169

2۔ علف ایک کھانا ہے جو خن و رباں سے مل کر بنتا ہے۔ خونت کو اونت کے نام سے جانتے ہیں۔ حارث بن عاصم پر بھوں بیٹے ہیں اور قحط کے دنوں میں لوگ سے کھاتے ہیں۔

ان کی اس درد بھری فریاد کو سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تیزی سے اٹھے اور اپنی چادر مبارک کو کھینچتے ہوئے منبر شریف پر تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد اپنے مبارک ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور ان کلمات طیبات سے اپنی التجاء بارگاہ رب العالمین میں پیش کی۔

اللَّهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيثًا مُرِيئًا مُرِيئًا - سَرِيْعًا عَدَقًا طَيِّبًا
عَاجِلًا غَيْرَ ذَائِسٍ نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍ تَمْلَأُ بِهِ الصُّرْعَ وَتُنْبِتُ
بِهِ الزَّرْعَ - وَتُنْجِي بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذَلِكَ تُخْرِجُونَ

”اے اللہ! ہمیں ایسے بادل سے سیراب کر جو خوشگوار، سرسبز و شاداب کرنے والا، تیز برسنے والا، سیراب کرنے والا، ہر جگہ یکساں برسنے والا، جدی برسنے والا، تاخیر نہ کرنے والا اور نفع بخش ہو، ضرر دینے والا نہ ہو۔ جس سے موشیوں کی کھیریاں دودھ سے بھر جائیں اور زمینوں کی فصلیں اگ آئیں۔ اور جس سے زمین کو تو بخر ہونے کے بعد زندہ کر دے اور اسی طرح تمہیں قیامت کے دن قبروں سے اٹھایا جائے گا۔“

حضرت انس فرماتے ہیں۔

(1) قَوْلَهُ مَا دَرَدْنَا إِلَى مَحْرَمٍ حَتَّى أَلْقَى السَّمَاءَ بِأُذُنِهَا

”خدا کی قسم حضور نے اپنے دست مبارک جب اپنے چہرے پر پھیرے تو آسمان سے گزروں پانی برسنے لگا۔“

ایک روز مدینہ طیبہ سے باہر کسی گاؤں کے چند لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور فریاد کی یار رسول اللہ العزیز - العزیز اے اللہ کے پیارے رسول ہم تو غرق ہو گئے۔ غرق ہو گئے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے دونوں دست مبارک آسمان کی طرف بلند کئے اور عرض کی۔

اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا

”الہی! ہم پر بارش نہ برس۔ بلکہ ہمارے ارد گرد کے علاقہ میں برس۔“

اسی وقت مدینہ طیبہ سے بادل ہٹ گیا مطلع صاف ہو گیا۔

رحمت عالم ﷺ نے یہاں تک کہ دندان مبارک نمایاں ہو گئے۔ پھر فرمایا ابو طالب نے کتنا اچھا کہا تھا، اگر آج زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ کوئی ہے جو ان کا وہ شعر پڑھ کر سنائے۔ سیدنا علی مرتضیٰ کھڑے ہوئے، عرض کی شاید حضور کا مدعا ان اشعار سے ہے۔

وَابْيَضُ يَسْتَقِي الْغَمَامُ يَوْجَهُمْ يَمَالُ الْيَتَامَى عَصَهُ لِلْأَرَامِلِ

”وہ روشن چہرہ والا، جس کے چہرے کے صدقے بارش طلب کرتے ہیں۔ وہ یتیموں کا فریاد رس اور بیواؤں کا نگہبان ہے۔“

يَلُودِيهِ الْهَلَاكُ مِنْ آلِ هَالِثِمْ وَهُمْ عِنْدَهُ فِي نِعْمَةٍ وَقَوَائِلِ

”خاندان بنی ہاشم کے قاتل زدہ لوگ ان کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اور جب وہ ان کی پناہ میں آجاتے ہیں تو انہیں طرح طرح کی نعمتیں اور فضیلتیں نصیب ہو جاتی ہیں۔“

كَذَبَهُمْ وَبَيَّتَ اللَّهُ نَبِيَّ مُحَمَّدًا وَلَمَّا نَقَاتِلْ دُونَهُ وَتَوَائِلِ

”اللہ کے گھر کی قسم تم جھوٹ جکتے ہو جب یہ کہتے ہو کہ ہم محمد مصطفیٰ کو چھوڑ دیں گے۔ اس سے پیشتر کہ ہم ان کیلئے تم سے جنگ کریں اور مقابلہ کریں۔“

وَنَسْلُهُ حَتَّى نَصَرَ عَحَوْلَهُ وَنَدَّوْهُ عَنْ أَبْنَاءِ نَاوٍ وَالْمَلَكِ

”اس سے پیشتر کہ ہماری لاشیں ان کے ارد گرد بکھری پڑی ہوں، ہم حضور کو تمہارے سپرد کر دیں گے یہاں تک کہ ہم اپنے بیٹوں اور بیویوں سے بھی بے نیاز ہو جائیں۔“

بنی کنانہ کے ایک شخص نے اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اس کے محبوب کی مدح میں چند اشعار پیش خدمت کئے اس کے دو آخری شعر آپ بھی سماعت فرمائیں۔

يَا اللَّهُ يَسْتَقِي بِصَوْبِ الْغَمَامِ وَهَذَا الْيَتَامَى كَذَلِكَ الْخَبَرُ

”اللہ تعالیٰ اس کے طفیل بادلوں سے بارش برساتا ہے اور یہ ہمارا چشم دید واقعہ ہے اور اسی طرح ہمیں اس کی اطلاع ملی ہے۔“

(۱) **فَمَنْ يَشْكُرْ اللَّهُ يَلْقَ الْمَزِيدَ وَمَنْ يَكْفُرْ اللَّهُ يَلْقَ الْغَيْدَ**
 ”جو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے مزید عطا فرماتا ہے اور جو اس کی نعمت کا انکار کرتا ہے وہ حوادث کا نشانہ بنتا ہے۔“

رحمت عالم ﷺ نے اس شاعر کے کلام کو سن کر فرمایا۔

وَنَبَتْ شَاعِرٌ يُحْسِنُ فَقَدْ احْسَنَ

”اگر کوئی شاعر اچھی بات کہتا ہے تو بیشک تم نے اچھی باتیں کہی ہیں۔“

ایک دوسرا واقعہ

رحمت عالم ﷺ جب غزوہ تبوک سے بحیرہٴ ثمر میں تشریف لائے تو بنی فزارہ کا ایک وفد آیا، جو پندرہ بیس افراد پر مشتمل تھا، جن میں خازجہ بن الحصین، حرب بن قیس جو سب سے کمسن تھا اور عیینہ بن حصین کا بھتیجا تھا بھی شامل تھے۔ وہ انصار کی ایک خاتون رمدہ بنت حارث کے گھر میں اترے۔ جن اونٹنوں پر سوار ہو کر آئے تھے وہ قحط کی وجہ سے از حد باغراور کمزور تھے۔ وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور سلام قبول کیا۔ رحمت عالم ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا تمہارے علاقے کا کیا حال ہے؟ عرض کی یا رسول اللہ ہمارے علاقے میں شدید قحط ہے۔ ہمارے اہل و عیال غربت کی وجہ سے برہنہ ہیں۔ ہمارے مویشی مر رہے ہیں۔ حضور بارگاہ الہی میں ہمارے لئے دعا فرمائیں، اللہ تعالیٰ ہم پر رحمت کی بارش فرمائے (کیونکہ وہ نو مسلم تھے انہیں اسلامی تعلیمات کا پوری طرح ذراک نہ تھا۔ ان کی زبان سے یہ نکلا یا رسول اللہ حضور ہمارے لئے اپنے رب کی جناب میں شفاعت فرمائیں پھر انہوں نے ساتھ ہی کہا اور آپ کا رب آپ کے پاس ہماری شفاعت کرے)۔ ان کا یہ آخری جملہ سن کر حضور بہت پریشان ہوئے اور فرمایا۔

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِكَ هَذَا فَاشْفَعْتُ إِلَى رَبِّي فَمَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ رَبَّنَا إِلَيْهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَهُوَ يَبِطُّ مِنْ عَظَمَتِهِ وَحَلَالِهِ كَمَا يَبِطُّ الْوَجَلُ الْحَدِيدَ۔

”اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک ہے جو تم نے کہا۔ میں نے تو اپنے رب کی جناب میں تمہاری شفاعت کی ہے لیکن کون ہے جس کے پاس اللہ شفاعت کرے۔ پھر فرمایا کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ اس کی کرسی نے آسمان و زمین کو اپنے گھیرے میں لیا ہوا ہے۔ یہ کرسی اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کے باعث چیں چیں کر رہی ہے۔“

پھر سرکارِ دو عالم ﷺ اٹھے منبر پر تشریف لے گئے وہاں کچھ ارشادات فرمائے پھر دونوں مبارک ہاتھوں کو بند کیا، یہاں تک کہ حضور کے بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ حضور ﷺ نے بارش کیلئے جو التجا کی وہ تقریباً وہی ہے جو پہلے آپ پڑھ آئے ہیں لیکن اس دعا کے بعد ان جملوں کا اضافہ کیا گیا۔ عرض کی۔

اللَّهُمَّ سَقِّيَا رَحْمَةً وَلَا سَقِّيَا عَذَابٍ وَلَا هَدِمِ وَلَا غَرِقِي وَلَا مَهَيِّقِي۔

”اے اللہ! یہ رحمت کی بارش ہو، عذاب کی نہ ہو۔ مکانوں کے گرانے والی، لوگوں کو غرق کرنے والی اور آثار کو مٹانے والی بارش نہ ہو۔“

حضرت ابو لہبہ مجلس میں موجود تھے حضور کی اس دعا کے بعد کھڑے ہو کر عرض پر داز ہوئے یا رسول اللہ اکجوریں تو خشک کرنے کیلئے ہم نے کھلیانوں میں بچھائی ہوئی ہیں وہ ساری بھیگ کر ضائع ہو جائیں گی۔ حضور نے عرض کی اسمم اسقیا یا اللہ ہم پر بارش نازل فرما۔ ابو لہبہ نے وہی جملہ تین بار دہرایا۔ آخری بار حضور نے اللہ کی جناب میں عرض کی۔

اللَّهُمَّ اسْقِنَا حَتَّى يَقُومَ أَبُو لُبَابَةَ عُرْيَانًا وَيَسُدَّ ثَعْلَبَ مَرْيَدَةَ
يَا ذَارِكَا۔

(1) ”الہی ہم پر پانی برسا، اتنا برسا کہ ابو لہبہ کھڑا ہو کر اپنے کھلیان کا سوراخ اپنی ازار سے بند کرے۔“

ابو ذرہ فرماتے ہیں کہ بخدا آسمان میں بادل کا نام و نشان تک نہ تھا۔ مسجد نبوی اور جبل سلع کے درمیان سارا میدان خالی تھا۔ کوئی عمارت اور گھر وہاں نہ تھا۔ جبل سلع کے پیچھے سے بادل کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا نمودار ہوا جب وہ آسمان کے وسط میں پہنچا تو چاروں طرف

پھیل گیا پھر موسلا دھار بارش برسا شروع ہو گئی یہاں تک کہ چھ دن سورج نظر نہ آیا۔ جب چھ دن تک بارش نہ رکی۔ تو لوگ ابولہابہ کے پاس آئے اور کہنے لگے اے ابولہابہ یہ بارش ہرگز بند نہیں ہوگی جب تک تم چادر اتار کر اپنے کھدیان کے سوراخ کو بند نہیں کر دو گے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ابولہابہ اٹھے اپنی چادر اتاری اور اس کے ساتھ پانی کے سوراخ کو بند کیا تو اسی وقت مطلع صاف ہو گیا۔

اسی قسم کا ایک اور واقعہ لشکر اسلام کو پیش آیا جب وہ غزوہ تبوک کیلئے مسافت طے کر رہے تھے۔ تافع بن جہر حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ وہ لوگوں نے سیدنا عمر بن خطاب سے عرض کی کہ ہمیں غزوہ تبوک کے بارے میں کوئی بات سنائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہم شدید گرمی میں تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں سستانے کیلئے ایک جگہ ٹھہرے۔ ہم سب کو پیاس کی شدت نے بے تاب کر دیا تھا یہاں تک کہ ہمیں اپنے زندہ بچنے کی بھی امید نہ رہی۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ لوگ اپنے سواری کے اونٹوں کو ذبح کرتے، ان کے معدوں کو نکال کر نچوڑتے اور جو چند قطرے اس سے ٹپکتے اس سے اپنے خشک ہونٹوں اور سونکھے گلے کو تر کرتے اور اگر کوئی چیز بچ جاتی تو اس کو اپنے کلیجے پر رکھتے۔

جب یہ تکلیف انتہا کو پہنچ گئی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر گزارش کی یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات کا خوگر بنا دیا ہے کہ جب بھی آپ دست سوال اس کی بارگاہ میں اٹھاتے ہیں تو وہ خالی و پس نہیں آتا، اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کو شرف قبول بخشا ہے۔ یا رسول اللہ! ازراہ نوازش اپنے رب کریم کی بارگاہ میں ہمارے لئے دعا فرمائیے۔

حضور نے اپنے صدیق کو کہا اوغب دث اے صدیق تمہیں یہ بات پسند ہے کہ میں اپنے رب کی بارگاہ میں التجا کروں؟ صدیق اکبر نے عرض کی ہمیں یہ بات بہت پسند ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے آسمان کی طرف اپنے ہاتھ بلند کئے اور اس سے چیختر کہ ٹھٹھے ہوئے ہاتھ واپس آتے سارا آسمان ابر آلود ہو گیا۔ فوراً بارش برسنے لگی یہاں تک کہ جتنے برتن کسی کے پاس تھے انہوں نے سب بھر لئے اور جب باہر نکلے تو ہم نے دیکھا کہ صرف وہاں تک بارش ہوئی ہے جہاں تک مجاہدین سلام کے خیمے نصب تھے اس سے باہر ایک قطرہ

بھی کہیں نہیں پکا۔

علامہ ابن کثیر اس روایت کے بارے میں کہتے ہیں **وَهَذَا إِسْنَادٌ جَيِّدٌ قَوِيٌّ** کہ اس حدیث کی سند جید اور قوی ہے۔ علامہ واقدی اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس لشکر میں بارہ ہزار اونٹ، بارہ ہزار گھوڑے اور تیس ہزار مجاہدین تھے اور اتنی بارش نازل ہوئی کہ تمام نشیبی جگہیں سریز ہو گئیں۔ اور ایک تالاب کا پانی اس سے نکل کر دوسرے تالاب میں جانے لگا **فَصَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْكَ** اللہ تعالیٰ کے درود اور اللہ تعالیٰ سے سلام نازل ہوں اس سرپا یمن و برکت رسول اکرم پر جس کی زبان کھلنے کی دیر ہوتی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانوں کے منہ کھل جاتے تھے۔

اور ایسے بے شمار واقعات ہیں جن کی سندیں صحیح ہیں کہ ادھر حضور ﷺ دعا کیے اب کش ہوتے ادھر بادل گھر کر آ جاتے اور موسلا دھار برتن شروع ہو جاتی۔

پانی کا کثیر ہونا

اس سے پہلے نبی رؤف و رحیم ﷺ کے ان معجزات جلیلہ کا ذکر کیا گیا جن کا تعلق عالم علوی (آسمان) سے ہے، اب ہم رحمت عالم ﷺ کے ایسے معجزات کا تذکرہ جمیل کرتے ہیں جن کا تعلق زمین سے ہے۔ پھر ان معجزات کی دو قسمیں ہیں ایک وہ ہیں جن کا تعلق جمادات سے ہے۔ دوسرے وہ ہیں جن کا تعلق حیوانات سے ہے۔ وہ معجزات جن کا تعلق جمادات سے ہے ان میں سے بعض وہ ہیں جن کا تعلق پانی سے ہے کہ پانی بہت قلیل تھا اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی برکت سے اس میں کثرت اور فراوانی پیدا ہو گئی۔ انگشتہائے مبارک سے پانی کا جاری ہونا حضور کے معجزات میں سے ایک ہے۔ اس کے بارے میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ انگلیوں سے پانی صرف ایک دفعہ جاری نہیں ہوا بلکہ بہت سے مقامات پر یہ معجزہ لوگوں نے دیکھا اور اس کی روایت اتنی کثیر سندوں سے ہوئی ہے کہ اس سے علم قطعی ثابت ہوتا ہے کیونکہ یہ روایتیں تواتر معنوی تک پہنچی ہوئی ہیں۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کو کثیر التعداد راویوں اور جم غفیر نے روایت کیا ہے اور یہ سلسلہ روایت صحابہ تک چلا جاتا ہے، کیونکہ اس قسم کے واقعات اس وقت ہوئے جب حضور ایک محفل میں تشریف فرما تھے یا مجاہدین کا جمع ہونا تھا۔ پھر کسی نے بھی اس واقعے کے راویوں پر

کوئی اعتراض نہیں کیا۔ پھر فرماتے ہیں۔

فَهَذَا الشَّعْرُ مُلْحَقٌ بِالْقَطْعِيِّ مِنْ مُعْجَزَاتِهِ

”کہ یہ معجزات کی قسم قطعی الثبوت ہے جس میں شک و شبہ کی کوئی
ممنج نش نہیں۔“

انگشتہائے مبارک سے پانی جاری ہونے کی روایت کو کئیہ طرق سے مجدد محدثین نے
اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ حضرت انس کی روایت کو شیخین اور امام احمد بن حنبل اور دیگر
محدثین نے پانچ طریقوں سے روایت کیا ہے۔

ان ہی حضرات نے حضرت جابر کی حدیث کو چار طریقوں سے نقل کیا ہے۔ جب یہ
روایت اتنے کثیر طرق سے مروی ہے تو ابن بطا کا یہ کہنا کہ یہ صرف حضرت انس سے
مروی ہے، مردود ہے۔ یہ حضور سرور عالم ﷺ کا عظیم معجزہ ہے جو کسی دوسرے نبی کو
ارزانی نہیں فرمایا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا صاب سے بارہ چشمے جاری
کئے لیکن وہ پتھر سے جاری ہوئے اور پتھروں سے پانی کا جاری ہونا یہ ایک عاصیہ ہے لیکن
انگلیوں سے پانی کے چشموں کا اہل یہ اللہ کے محبوب کرم ﷺ کا معجزہ ہے۔

صاحب المصابہ اللہ نے فرماتے ہیں کہ انگلیوں سے پانی کے چشموں کا جاری ہونا بہت
سے صحابہ سے مروی ہے جن میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں حضرت انس جابر۔
ابن مسعود، ابن عباس اور ابو یعلیٰ رضی اللہ عنہم

حضرت انس سے ایک روایت اس طرح منقول ہے۔ آپ فرماتے ہیں ہم مدینہ طیبہ
کے بازار میں زوراء کے مقام پر تھے۔ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ لوگ وضو کرنے کیلئے پانی
تلاش کرنے لگے لیکن سس پاس پانی نہ ملا۔ چنانچہ بارگاہ رسالت میں تھوڑ سا پانی جو دستیاب
ہوا تھا پیش کر دیا گیا۔ حضور نے اس برتن میں اپنا دست مبارک رکھا اور بوگوں کو حکم دیا کہ
وضو کریں۔ میں نے دیکھا کہ حضور کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے اچنے لگے یہاں
تک کہ سب بوگوں نے بڑی تسلی سے وضو کیا اور ان کی تعداد ستر یا اسی تھی۔ اور ایک
روایت میں یہ ہے کہ ہم نے حضرت انس سے پوچھا تمہاری تعداد کتنی تھی انہوں نے کہا ہم
تین سو کے قریب تھے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ انگلیوں سے پانی اچنے کا واقعہ ایک مرتبہ نہیں ہو دو مرتبہ

ہوا۔ ایک بار جن لوگوں نے وضو کیا ان کی تعداد ستر یا اسی تھی اور دوسری مرتبہ جب لوگوں نے وضو کیا تو ان کی تعداد تین سو کے قریب تھی۔

دوسری روایت ابن شاجین نے حضرت انس سے روایت کی کہ آپ فرماتے ہیں۔
غزوہ تبوک میں مجھے اپنے آقا کی ہمراہی کا شرف نصیب ہوا۔ ایک منزل پر ہم پہنچے مسلمانوں نے عرض کی یا رسول اللہ ہمارے چار پائے اور اونٹ پیاس سے نڈھال ہو رہے ہیں۔ حضور نے فرمایا کیا کوئی بچا کھچا پانی ہے تو ایک شخص ایک پرانا مشکیزہ لے کر آیا۔ اس کی تہہ میں دو تین گھونٹ پانی کے تھے۔ حضور نے چھوٹا ٹب منگو لیا اور اس میں دو پانی انڈیا گیا پھر رحمت عالم نے اپنی ہتھیلی مبارک اس میں رکھی۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے اس ٹب کو دیکھا کہ حضور کی انگلیوں سے پانی کے چشمے ابل رہے تھے۔ ہم نے اپنے اونٹوں کو اور اپنے دوسرے جانوروں کو پانی سے سیراب کیا اور اپنے مشکیزوں میں ذخیرہ کر لیا۔ حضور نے پوچھا کیا تمہاری ضرورت پوری ہو گئی؟ عرض کی ہاں یا رسول اللہ! چنانچہ حضور نے اس ٹب میں سے اپنا دست مبارک نکال لیا۔

امام بیہقی نے حضرت انس سے ایک اور حدیث روایت کی ہے وہ کہتے ہیں۔
ہم اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ قبار وانہ ہوئے۔ جب قبا کی بستی میں پہنچے تو ایک گھر میں سے ایک چھوٹا سا پیالہ لایا گیا۔ وہ اتنا چھوٹا تھا کہ بمشکل نبی رحمت کی چار انگلیاں اس میں داخل ہو سکیں۔ پھر حضور نے لوگوں کو کہا آؤ پانی پیو۔ حضرت انس فرماتے ہیں میری آنکھوں نے دیکھا کہ حضور کی انگلیوں کے درمیان سے پانی ابل رہا تھا۔ لوگ یکے بعد دیگرے اس پیالہ کے پاس آتے رہے اور پانی پی کر واپس لوٹتے رہے یہاں تک کہ تمام لوگ سیراب ہو گئے۔

اس واقعہ کو امام بخاری اور مسلم نے حضرت جابر سے بھی نقل کیا ہے۔
حضرت جابر فرماتے ہیں کہ جب ہم حدیبیہ میں پہنچے اور ہمیں مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے مشرکین نے روک دیا تو وہاں پانی کی قلت کا مسئلہ پیش آیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے چمڑے کا ایک چھوٹا سا ڈول رکھا تھا جس میں سے حضور وضو فرما رہے تھے۔ لوگ بڑی تیزی سے وہاں پہنچے۔ حضور نے پوچھا تم نے یہ بھگدڑ کیوں مچا رکھی ہے؟ عرض کی یا رسول اللہ! ہمارے پاس تو پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں جس سے ہم پیاس بجھا سکیں یا وضو کر سکیں۔

سرور عالم ﷺ نے اپنا دست مبارک اس چڑے کے ڈول میں ڈال دیا اور فوراً اس میں آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ ہم سب نے اس سے خوب سیر ہو کر پیا اور بڑی تسلی سے وضو کیا۔ سالم کہتے ہیں کہ میں نے جابر سے پوچھا تمہاری تعداد کتنی تھی؟ آپ نے فرمایا۔

لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَّكُنَّا تَاكُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً
(1) ”اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تب بھی وہ پانی کافی ہوتا لیکن اس وقت ہماری تعداد پندرہ سو تھی۔“

حضرت جابر فرماتے ہیں اسی قسم کا ایک واقعہ ہمیں غزوہ بواط کے دوران پیش آیا۔ بواط بنی جہینہ قبیلہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے جو یمن کے قریب ہے۔ حضرت جابر روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا اعلان کرو کسی کے پاس وضو کے لئے پانی ہے۔ میں نے تین مرتبہ یہ اعلان کیا۔ پھر میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! اس کاروان میں پانی کا ایک قطرہ بھی مجھے دستیاب نہیں۔ ایک انصاری کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنی مشکوں میں پانی ڈال کر کھوئی سے نکال دیتا تاکہ ہو گئے سے پانی ٹھنڈا رہے اور وہ اس ٹھنڈے پانی کو اپنے آقا کی خدمت میں پیش کرے۔ مجھے حضور نے فرمایا فلاں انصاری کے پاس جاؤ اور دیکھو کہ اس کی پرانی مشکوں میں پانی ہے۔ میں اس انصاری کے پاس گیا اور اس کی مشکوں کو اچھی طرح دیکھا۔ چند گھونٹ پانی کے دستیاب ہوئے۔ میں نوٹ کر آیا عرض کی یا رسول اللہ! حضور کے اس غلام کے پاس پانی کے چند گھونٹ ہیں۔ حضور نے مجھے حکم دیا جاؤ وہ پانی لاؤ۔ میں نے آکر پیش خدمت کیا۔ حضور کچھ تلوت فرماتے رہے پھر مجھے پیالہ عطا فرمایا۔ حکم دیا اعلان کرو کسی کے پاس بڑا پیالہ یا لگن ہے۔ چنانچہ چند آدمی ایک لگن کو اٹھ کر لائے اور حضور کے سامنے رکھ دیا۔ حضور نے اپنا دست مبارک اس لگن میں رکھا اور مجھے حکم دیا کہ چند گھونٹ پانی کے ہاتھ پر اٹھ ل دو اور کہو بسم اللہ۔ میں نے ایسے کیا۔ میں نے دیکھا کہ حضور کی انگشتیں مبارک سے پانی اٹل کر نکل رہا ہے یہاں تک کہ وہ لگن بھر گیا۔ پھر حضور نے فرمایا ﷺ جابر اعلان کرو جابر اعلان کرو جس کو پانی کی ضرورت ہو آئے اور اپنی ضرورت پوری کرے۔ چنانچہ سوگ دوڑتے ہوئے وہاں پہنچے اور خوب سیر ہو کر پانی پیا اور موشیوں کو

بھی پانی پلایا۔ پھر حضور نے کہا کوئی آدمی رہ تو نہیں گیا۔ جب معلوم ہوا کہ سب نے اپنی ضرورت کے مطابق پانی پی لیا ہے تو حضور نے اس نلگن سے دست مبارک اٹھالیا اور ہزاروں نے اگرچہ اس سے پانی پیا تھا لیکن وہ اب بھی لبالب بھرا تھا۔

حضرت معاذ بن جبل فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے موقع پر سرور عالم ﷺ اپنے لشکر جبار، جو تیس ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا، کی معیت میں عین تبوک پر پہنچے۔ اس میں پانی قطرہ قطرہ ٹپک رہا تھا۔ چنانچہ ہم نے ایک ایک قطرہ جو ٹپک رہا تھا اس کو ایک برتن میں جمع کیا پھر بارگاہ رسالت میں پیش کیا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس پانی سے اپنے رخِ اقدس اور مبارک ہاتھوں کو دھویا پھر وہ دھوؤں اس چشمے میں ڈال دیا گیا۔ وہ چشمہ جو قطرہ قطرہ ٹپک رہا تھا حضور کے اس دھوؤں کی برکت سے ایک بڑے چشمے کی طرح اچھلنے لگا۔

سرکارِ دو عالم ﷺ نے حضرت معاذ کو فرمایا اے معاذ! اگر تیری زندگی نے وفا کی تو تو دیکھے گا کہ اس چٹیل میدان میں ہر طرف باغات ہی باغات ہوں گے، اس کا چپہ چپہ آباد ہو گا۔ جو حضور نے اس وقت فرمایا چند سال بعد حضور کی پیشین گوئی پوری ہو گئی وہ سارا خطہ باغات سے لہلہانے لگا۔

امام بخاری مسعود بن محرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں سرورِ عام ﷺ اپنے چودہ پندرہ سو صحابہ کی معیت میں جب حدیبیہ پہنچے تو ایک کنارے پر جو کنواں تھا وہاں اترے۔ لوگ آئے اور اس کنویں سے پانی بھرنا شروع کیا۔ پانی کی وہ قلیل مقدار جو اس کنویں کی تہہ میں تھی وہ چند لمحوں میں ختم ہو گئی۔ لوگ جب پانی کی نایابی کی وجہ سے پیاس کا شکار ہوئے تو دوڑتے ہوئے اپنے آقا کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور پیاس کی شکایت کی۔ نبی مکرم ﷺ نے اپنے ترکش سے تیر نکالا، پھر حکم دیا کہ یہ تیر لے جاؤ اور اس کنویں میں اتر کر اسے وہاں گاڑ دو جہاں پانی ہے۔ تیر گاڑنے کی دیر تھی کہ پانی کے فوارے اٹل پڑے اور قلیل وقت میں وہ سارا کنواں لبالب بھر گیا۔ جتنے روز رحمتِ عالم ﷺ نے وہاں نزول اجلال فرمایا وہ کنواں لبالب بھرا رہا۔ سب لوگ وہاں سے پانی پیتے بھی رہے، وضو بھی کرتے رہے اور دیگر ضروریات کے لئے مشکیں بھر بھر کر لے جاتے بھی رہے لیکن پھر بھی پانی کی قلت کی شکایت نہیں ہوئی، وہ کنواں لبالب بھرا رہا۔

امام بخاری براء بن عازب سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے وضو فرمایا، کلی کی پھر دعا مانگی پھر وضو کے پانی کو حدیبیہ کے کنویں میں اغذیل دیا اور اس کی برکت سے کنوئیں کی تہ سے پانی جوش مار کر اٹھنے لگا۔ حضور نے اپنے ترکش سے تیر نکال کر بھی اس کنویں میں ڈالا اور بارگاہ رب العزت میں التجا کی۔ مختصر وقت میں وہ کنواں پانی سے بھرا گیا یہاں تک کہ اس کی منڈیر پر بیٹھ کر چلوؤں کے ذریعہ لوگ پانی نکال کر پیا کرتے تھے۔ یہ خیال رہے کہ یہ واقعہ، حضرت جابر کے واقعہ کے علاوہ ہے۔

امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں حضرت عمران بن حصین خزاعی سے یہ واقعہ روایت کیا ہے۔ حضرت عمران کہتے ہیں ہم ایک سفر میں سرور عالم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ کچھ لوگوں نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر شدت پیاس کی شکایت کی۔ سرور عالم ﷺ پنی اونٹنی سے نیچے اترے، حضرت زبیر اور علی رضی اللہ عنہما کو یاد فرمایا۔ جب وہ حاضر ہوئے حکم دیا۔ کہ جاؤ پانی تلاش کرو۔ تعمیل حکم میں وہ دونوں صاحبان پانی کی تلاش میں ادھر ادھر چہر لگانے لگے یہاں تک کہ انہیں ایک عورت ملی۔ قاضی عیاض نے شفا میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے جب انہیں پانی کی تلاش میں بھیجا تو بتایا۔ تمتا معدن مر ذمک۔ کد معب بعیر علیہ مروان تمہیں ایک عورت غلاں جگہ پر ملے گی جو اونٹ پر سوار ہوئی اور اس کے دونوں طرف پانی کے مشکیزے ننگ رہے ہوں گے اور وہ ان کے درمیان پاؤں لٹکائے بیٹھی ہوگی۔ یہ دونوں حضرات اسے کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے ایک برتن منگوایا۔ اس کی دونوں مشکوں کے منہ کھول دیئے اور پانی اس برتن میں ٹنڈیل پھر اس پانی میں اپنا دست مبارک رکھا تو پانی دست مبارک سے اٹھنے لگا۔ چنانچہ تمام مجاہدین میں اعلان کر دیا گیا کہ آؤ پانی پو اور پلاؤ۔ اعلان سن کر لوگ دوڑے آئے اور جتن جتن پانی کسی کو درکار تھا وہ لے کر واپس ہوتے گئے۔ وہ عورت بے حس و حرکت کھڑی تھی اور یہ منظر دیکھ رہی تھی کہ کس طرح لوگ دھڑا دھڑا آ رہے ہیں اور اس کے مشکیزوں سے پانی لے لے کر جا رہے ہیں۔ وہ بڑی دور سے پانی لے کر آئی تھی۔ پھر حضور علیہ السلام نے صحابہ کو حکم دیا کہ حسب توفیق سب لوگ اس خاتون کی امداد کریں تاکہ اس کو ہماری وجہ سے جو تکلیف پہنچی ہے اس کا ازالہ ہو سکے۔ بعض نے روایت کیا ہے کہ پانی لینے سے پہلے اس سے اجازت طلب کی گئی تھی۔

نبی مکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق تمام مسلمان حسب توفیق اس کی امداد کرنے میں مشغول ہو گئے۔ کوئی کجھوڑیں لارہا تھا کوئی آنا کوئی ستو، کوئی کپڑے لارہا تھا۔ ان سب چیزوں کو ایک گٹھڑی میں باندھ کر اس کے اونٹ پر لاد دیا گیا۔ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا تم جانتی ہو کہ ہم نے تیرے پانی سے ایک قطرہ بھی نہیں لیا۔ تیری دونوں مشکلیں جس طرح تم بھر کر لائی تھی اب بھی وہ لبالب بھری ہوئی ہیں۔ ہم نے تیرے پانی سے ایک قطرہ بھی نہیں سیا بلکہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے پانی پلایا ہے۔ چنانچہ وہ روانہ ہو گئی۔ جب اپنے گھر پہنچی تو اس کے اہل خانہ نے اس سے تاخیر کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کچھ نہ پوچھو، میرے ساتھ حیرت انگیز واقعہ پیش آیا ہے۔ اور اس نے سارا واقعہ ان لوگوں کے سامنے بیان کیا کہ یوں پانی بھر کر لارہی تھی، وہ آدمی مجھے ملے جو مجھے اس شخص کے پاس لے گئے جس کو تم صابی کہتے ہو۔ اس نے تمام تفصیلات کھول کر ان کے سامنے بیان کیں آخر میں اس نے کہا یہ شخص یا تو بہت بڑا جادوگر ہے یا یہ اللہ کا سچا رسول ہے۔ اس کے بعد مسلمان کافی عرصہ وہاں ٹھہرے رہے اور کفار و مشرکین کے جو ریوڑیاؤں انوں کے گلے انہیں دستیاب ہوتے وہ ان پر قبضہ کر لیتے لیکن اس خاتون کے قبیلہ کی بھیڑ بکریاں یا اونٹ چر رہے ہوتے تو ان سے تعرض نہ کرتے۔ اس عورت نے انہیں کہا اے میری قوم! مسلمان آپ کے اونٹوں اور بکریوں پر قبضہ نہیں کرتے، وہ جان بوجھ کر ان سے صرف نظر کر رہے ہیں، کیا تم اپنے دل میں اسلام قبول کرنے کی رغبت محسوس کرتے ہو تو آؤ اس نبی مکرم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے دست ہدایت بخش پر اسلام قبول کر لیں۔ چنانچہ اس خاتون کی بات انہیں پسند آئی۔ وہ سب لوگ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

غزوہ تبوک کے سفر میں حضور ﷺ نے حضرت ابو قتادہ کے وضو کے برتن سے وضو فرمایا اور اس میں کچھ پانی باقی رہ گیا۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا اے ابو قتادہ! اس برتن کی حفاظت کرنا اس کی بڑی شان ہوگی۔ کچھ عرصہ بعد لشکر اسلام کو پیاس کی شدت محسوس ہوئی بارگاہ رسالت میں انہوں نے عرض کی۔ حضور نے ابو قتادہ کا وہی برتن منگو لیا اور پیالہ میں پانی ڈال ڈال کر سب کو پلاتے رہے۔ مسلمان قوم نے سیر ہو کر پانی پیاء تمام جانوروں کو بھی پانی پلایا اور اپنے مشکیزے بھی پانی سے بھر لئے۔ ابو قتادہ فرماتے ہیں۔ سب لوگ سیر ہو کر پی چکے تھے لیکن میں نے اور حضور ﷺ نے ابھی پانی نہیں پیاتھا۔ حضور ﷺ نے پیالہ

میں پانی ڈالا اور مجھے حکم دیا اے ابو قتادہ پانی پیو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ جب تک حضور پانی نہیں پیئیں گے میں اس پیالہ کو بیوں سے نہیں لگاؤں گا۔ سرور عالم ﷺ نے ایک ارشاد فرمایا اور قیامت تک آنے والے امتیوں کو قربانی اور ایثار کا ناقابل فراموش درس دیا رَأَتْ سَارِقَ الْقَوْمِ أَخْرَهُمْ شَرًّا بَاطِلًا جو ساقی ہوتا ہے وہ سب کو پلانے کے بعد خود پیتا ہے۔ یہ قتادہ کہتے ہیں چنانچہ میں نے پہلے پیا۔ میں جب سیر ہو کر پی چکا تو اللہ کے محبوب ﷺ نے تب وہ پیالہ اپنے لبوں سے لگایا اور پیا۔ (1)

امام ابن اسحاق اپنی مغازی میں عمرو بن شعیب سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو طالب نے کہا کہ میں ایک روز سوق ذی الجواز میں تھا۔ یہ بازار عرفہ کے قریب تھا اور زمانہ جاہلیت میں اہل عرب وہاں جمع ہو کر لین دین کیا کرتے۔ حضرت ابو طالب کہتے ہیں کہ مجھے پیاس لگی میں نے اپنے بھتیجے کو بتایا کہ مجھے سخت پیاس لگی ہے حالانکہ مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ حضور کے پاس کوئی اسکی چیز نہیں ہے جس سے میری پیاس کا مداوا کر سکیں۔ یہ سن کر سواری سے حضور نیچے اترے اور زمین پر اپنی ایڑی ماری۔ زمین سے فوراً پانی اٹنے لگا۔ حضور نے فرمایا چچا جان آپ کو پیاس لگی ہے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ حضور نے فرمایا چچا جان پانی پیو۔ اس واقعہ کو ابن سعد اور ابن عساکر نے بھی روایت کیا ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

زیاد بن حارث الصدائی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ہمارے ایک کنوؤں ہے۔ جب سردی کا موسم آتا ہے تو اس میں پانی بہت زیادہ ہوتا ہے اور ہم سب اس کے ارد گرد اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ جب گرمی کا موسم آتا ہے تو اس کا پانی کم ہو جاتا ہے اس لئے پانی کے حصول کیلئے ادھر ادھر کنوؤں پر جانا پڑتا ہے۔ ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے ہمارے ارد گرد بسنے والے ہمارے دشمن ہیں جن سے ہر وقت خطرہ رہتا ہے۔ یا رسول اللہ ہمارے کنوئیں کے بارے میں بارگاہ الہی میں التجا کریں تاکہ اس کا پانی وافر ہو اور ہم سب قبیلے والے گرمیوں سردیوں میں ایک جگہ خیمہ زن رہیں۔

حضور نے حکم دیا کہ سات کنکریاں چن کر لاؤ۔ ہم نے سات کنکریاں پیش خدمت کیں۔ حضور نے ان کو اپنے ہاتھ مبارک سے مسوا اور دعا فرمائی اور اس میں دم کیا پھر ہمیں

حکم دیا کہ یہ سات کنکریاں لے لو، جب تم اپنے کنویں پر پہنچو تو ایک ایک کر کے اس کنویں میں ڈالتے جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہو۔

صدائی کہتے ہیں ہم نے تعمیل ارشاد کی۔ جب کنکریاں حسب حکم اس کنوئیں میں ڈال دی گئیں تو اس میں اتنا کثیر مقدار میں پانی جمع ہو گیا کہ ہمیں اس کی نہ نظر نہ آتی تھی۔

ابو بکر بزاز رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند سے حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ہمارے غریب خانہ میں قدم رنجہ فرمایا۔ ہمارے گھر میں کنواں تھا جس کو جامعیت کے زمانہ میں نزور کہا جاتا تھا۔ اس کنویں سے پانی نکال کر ہم نے حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور نے ہمارے اس کنویں میں لعابِ دہن ڈالا۔ اس کی ایسی برکت ہوئی کہ پھر اس کا پانی کبھی ختم نہ ہوتا تھا۔

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے قلیل دودھ کا کثیر ہو جانا

امام احمد، عمرو بن زرع اور وہ حضرت مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہمیں بتایا کرتے تھے کہ بخدا بھوک کی وجہ سے میں اپنے پیٹ پر پتھر باندھا کرتا تھا۔ ایک روز تنگ آکر اس راستہ پر آکر بیٹھ گیا جس راستے پر لوگوں کی آمد و رفت ہوا کرتی تھی کہ شاید کوئی میرا حال دریافت کر کے میرے فاقے کا درماں کر دے۔

چنانچہ ابو بکر صدیق میرے پاس سے گزرے۔ میں نے ان کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے قرآن کریم کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ وہ اس اثنا میں میرے چہرے کی زردی کو دیکھیں گے اور میرا حال دریافت کریں گے لیکن انہوں نے مجھ سے کوئی استفسار نہ کیا اور چلے گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے۔ میں نے ان کو بھی اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے ایک آیت کے بارے میں دریافت کیا لیکن آپ نے بھی میرے مقصد کو نہ بھانپا اور تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر گزری میرے آقا و مولیٰ سیدنا ابوالقاسم محمد رسول اللہ میرے پاس سے گزرے۔ میرا چہرہ دیکھ کر حضور نے میری حالت کو پہچان لیا اور میرے دل میں جو خواہش تھی اس پر آگاہی حاصل کر لی۔ حضور نے فرمایا اب ابو ہریرہ بھوک لگی ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ حضور نے فرمایا میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ حضور اپنے کا شانہ اللہ اس میں تشریف لے گئے۔ میں نے اذن طلب کیا۔ اذن

دیا گیا۔ میں اندر چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک پیالہ میں دودھ رکھا ہے۔ حضور نے اہل خانہ سے پوچھا تمہارے پاس یہ دودھ کہاں سے آیا؟ انہوں نے عرض کی فدا صاحب نے حضور کے لئے بطور ہدیہ بھیجی ہے۔ حضور نے فرمایا ابو ہریرہ! میں نے عرض کی سنت باریہ! اللہ فرمایا جاؤ اصحاب صفہ کو کہو کہ تمہیں حضور یاد فرماتے ہیں۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے نہ ان کے پاس سر چھپانے کو کوئی جھونپڑا تھا نہ ماں و اسباب۔ حضور سرور عالم ﷺ کے پاس جب ہدیہ آتا تو اسے حضور تہا دل فرماتے اور بقیہ اصحاب صفہ کی طرف بھیج دیتے اور اگر صدقہ حضور کی خدمت میں پیش کیا جاتا تو سارے کا سارا اصحاب صفہ کو بھجواتے اور خود اس سے کچھ تہا دل فرماتے۔ جب حضور نے مجھے اہل صفہ کو بلانے کا حکم دیا تو میرے حزن و ملال کی کوئی حد نہ رہی۔ میری توقع یہ تھی کہ پہلے دودھ کا پیالہ پینے کیلئے مجھے دیا جائے گا۔ میں سیر ہو کر بیوں گا اس طرح میرا دن رات سکون سے گزر جائے گا۔ میں نے دل میں کہا میں تو صرف پیغام رساں ہوں جب وہ لوگ آئیں گے تو حضور مجھے فرمائیں گے کہ ان کو دودھ پیش کروں اور اگر ایسا ہوا تو میرے لئے کیا بچے گا۔ لیکن اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے بغیر میرے لئے کوئی چارہ کار نہ تھا چنانچہ میں چل دیا اور ان کو اطلاع دی۔ سب آگئے انہوں نے باہر کھڑے ہو کر اذن طلب کیا۔ چنانچہ اندر جانے کی اجازت مل گئی۔ سب اندر داخل ہو گئے اور اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔

پھر فرمایا ”ابو ہریرہ! یہ پیالہ لا اور انہیں جا کر دو۔ حسب ارشاد میں نے پیالہ پکڑا اور ان کے پاس لے گیا۔ ایک کو دیا اس نے سیر ہو کر پیالہ مجھے واپس کر دیا میں نے دوسرے کی طرف پہنچا اس نے بھی سیر ہو کر پیالہ مجھے واپس کر دیا۔ یکے بعد دیگرے سب کے پاس پیالہ لے جاتا۔ وہ سیر ہو کر دودھ پیتا اور مجھے واپس کر دیتا۔ ان میں سے آخری آدمی نے دودھ پیا اور مجھے پیالہ واپس کر دیا تو میں نے وہ پیالہ بارگاہ رسالت میں پیش کیا۔ حضور ﷺ نے وہ پیالہ پکڑ لیا، دست مبارک پر رکھا، اس میں ابھی کچھ دودھ بچا تھا۔ پھر حضور نے اپنا سر مبارک اٹھایا میری طرف نگاہ کرم ڈالی اور مسکرا دیئے۔ مجھے کہا ابو ہریرہ! میں نے عرض کی لیلیٰ بار رسول اللہ اے اللہ کے پیارے رسول حضور کا غلام حاضر ہے۔ حضور نے فرمایا اب میں اور تو باقی رہ گئے ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ حضور نے سچ فرمایا۔ پھر فرمایا۔ بیٹھ جاؤ اور پیو حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں پھر میں بیٹھ گیا اور چپنا شروع کیا۔ جب

میں نے سیر ہو کر پی لیا اور پیالہ الگ کیا تو حکم دیا کہ پیو پھر میں نے جتنا میرے اندر سا سکتا تھا پیا۔ پھر پیالے کو لیوں سے جدا کیا۔ حکم ہوا اور پیو۔ بار بار حضور کے حکم سے میں پیتا رہا۔ آخری بار رحمت عالم ﷺ نے فرمایا ابوہریرہ اور پیو تو میں نے عرض کی۔ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَجِدُ لَهُ فِي مَسْكَتَا يَارَسُولَ اللَّهِ اب تو میرے اندر ایک قطرہ کی بھی گنجائش نہیں رہی۔ حضور نے فرمایا پیالہ مجھے دیدو۔ میں نے پیش کیا۔ حضور نے جو سب کا پس انداز تھوڑا نوش جان فرمایا۔ (1)

امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

امام احمد، ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بتایا کہ میں عقبہ بن ابی معیط کا ریوڑ چرایا کرتا تھا۔ ایک روز میرے پاس سے رسول اکرم ﷺ اور سیدنا صدیق اکبرؓ گزرے۔ مجھ سے پوچھا اے جوان! کچھ دودھ ہے؟ میں نے عرض کی دودھ تو ہے لیکن میں امین ہوں مالک کی اجازت کے بغیر نہیں دے سکتا۔ پھر حضور نے پوچھا کیا تمہارے پاس ایسی بکری ہے جس کے ساتھ کسی نے جفتی نہ کی ہو۔ چنانچہ میں ایسی بکری لے آیا۔ حضور نے اس کی کھیری پر دست مبارک پھیرا۔ چشم زدن میں وہ دودھ سے بھر گئی۔ پھر اس کو دو باگیاں۔ حضور نے خود بیا صدیق اکبرؓ کو پلایا پھر اس کی کھیری کو حکم دیا سکڑ جا۔ چنانچہ کھیری سکڑ گئی پھر میں کچھ دیر بعد بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا عرض کی یا رسول اللہ مجھے بھی وہ توں سکھائیے۔ سرِ پاطف و کرم آقا نے میرے سر پر دست شفقت پھیرا اور مجھے اس دعا سے نوازا يَا غُلَامُ سَمِعْتُكَ اِنَّكَ عَلَيَّ مُعَلِّمٌ اے نوجوان اللہ تعالیٰ تم پر رحمت فرمائے بیشک تو عالم اور معلم ہے۔

دوسری روایت میں ہے: تو وہ نوجوان ہے جس کو عالم بنادیا گیا ہے چنانچہ میں نے حضور سے ستر سورتیں یاد کیں۔

امام معبد کی بکری کا واقعہ آپ سفر ہجرت کے ذکر کے دوران پڑھ چکے ہیں اس کے اعادہ کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

حافظ ابو یعلیٰ اپنی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور حضرت انس اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں، میری والدہ نے ایک بکری پالی ہوئی تھی اور اس کا جو

گئی ہو تا تھا وہ ایک کچی میں جمع کرتی رہتی تھی یہاں تک کہ وہ کچی گھی سے بھر گئی۔ میری والدہ نے وہ کچی ربیبہ کو دے کر اسے حکم دیا کہ وہ یہ کچی لے کر جائے در رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کرے تاکہ وہ اسے بطور سالن استعمال کریں۔ ربیبہ وہ کچی لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ یہ گھی کی کچی ام سلیم نے حضور کی خدمت میں بھیجی ہے۔ حضور نے وہ کچی لے لی اور اپنے اہل خانہ کو حکم دیا کہ اس کو خانی کر کے دیں۔ ربیبہ بہتی ہیں میں خالی کچی لے کر واپس چل پڑی۔ جب میں آئی تو ام سلیم گھر پر نہیں تھیں۔ میں نے وہ کچی ایک میخ کے ساتھ دنگا دی۔ کچھ دیر بعد ام سلیم جب واپس آئیں تو انہوں نے دیکھا کہ وہ کچی بھری ہوئی ہے اور گھی نیچے ٹپک رہا ہے۔ ام سلیم نے ربیبہ سے پوچھا کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ اس کچی کو لے جاؤ اور حضور کی خدمت اقدس میں پیش کرو۔ اس نے کہا میں حضور کی خدمت میں وہ کچی پیش کرتی ہوں اور اگر آپ کو تسلیم نہ ہو تو آپ میرے ساتھ چلیں، حضور سے پوچھ لیں۔ حضرت انس کہتے ہیں میری والدہ ربیبہ کے ساتھ چل پڑی۔ حضور سے پوچھا یا رسول اللہ میں نے حضور کی طرف گھی کی ایک کچی بھیجی تھی یا۔ حضور اسے بطور سالن استعمال کریں۔ حضور نے فرمایا ربیبہ نے وہ کچی مجھے پہنچا دی ہے۔ ام سلیم نے عرض کی یا رسول اللہ اس ذات پاک کی قسم جس نے حضور کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا وہ تو بھری ہوئی ہے اور اس سے گھی کے قطرے نیچے ٹپک رہے ہیں۔ رحمت عالم ﷺ نے اپنی جان نثار خادمہ کو ارشاد فرمایا۔

يَا اُمَّ سَلِيْمٍ اَتَعْجِبِيْنَ اَنْ كَانَ اللّٰهُ اَطْعَمَكَ كَمَا اَطْعَمْتَ بَنِيَّ؟
کُحْلِيْ وَ اَطْعِمِيْ۔

(1)

”اے ام سلیم! تو اس بات پر تعجب کرتی ہے کہ جس طرح تو نے اللہ تعالیٰ کے نبی کے لئے سالن کا انتظام کیا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اس کے بدلے میں اپنی جناب سے سالن کا انتظام فرمایا ہے۔ تم اسے کھاؤ۔“

امام بیہقی نے اوس بن خالد سے روایت کیا ہے کہ ان کی والدہ ام اوس البہزیہ نے کہا کہ میں نے گھی گرم کر کے صاف کیا، ایک کچی میں ڈالا اور بطور بدیہ بارگاہ رسالت میں ارسال

کیا۔ حضور نے اسے قبول فرمایا اور اس کچی سے باقی کھی نکال لیا اور تھوڑا سا رہنے دیا اور کچھ پڑھ کر دم کیا۔ اس کی برکت کیلئے دعا مانگی۔ پھر حکم دیا کہ یہ کچی ام اس کو واپس پہنچا دو۔ جب وہ کچی اس کے پاس پہنچی تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ وہ پوری بھری ہوئی ہے۔ وہ کہتی ہیں مجھے یہ غلط فہمی ہوئی کہ میرے آقا نے اسے قبول نہیں فرمایا بلکہ مسترد کر دیا ہے۔ میں چیختی چلاتی حضور کی خدمت میں پہنچی اور عرض کی یا رسول اللہ میں نے یہ کھی صاف کر کے حضور کی خدمت میں بھیجی تھا کہ حضور اسے تناول فرمائیں۔ حضور نے اسے بتایا کہ میں نے تمہارا بد یہ قبول کر لیا ہے اور جو تھوڑا سا کھی واپس کیا ہے اسے تم کھاؤ اور اس میں برکت کیلئے دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اس تھوڑے کھی میں اتنی برکت ڈالی کہ سرور عالم ﷺ جتنا عرصہ اس دنیا میں تشریف فرما رہے وہ اسے استعمال کرتی رہی۔ پھر عہد صدیقی، عہد فاروقی اور عہد عثمانی کے اختتام پر اسی کھی سے نکال نکال کر استعمال کرتی رہی۔

امام بیہقی حاکم سے روایت کرتے ہیں وہ اپنی سند سے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں قبیلہ اوس کی ایک خاتون تھی جسے ام شریک کہا جاتا تھا۔ وہ رمضان المبارک میں مسلمان ہوئی۔ وہ پہلے ایک یہودی کی زوجہ تھی۔ اسے جب معلوم ہوا کہ اس نے اسلام قبول کر لیا ہے تو اس نے اسے پانی دینے سے انکار کر دیا۔ جب اس کو شدید پیاس نے تنگ کیا تو یہودی نے کہا جب تک تم یہودی نہیں بنو گی اس وقت تک پانی کا ایک گھونٹ نہیں ملے گا۔ اس خاتون نے اس کی فرمائش کو مسترد کر دیا۔ رات کو سوئی تو اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص اسے پانی پلا رہا ہے۔ جب بیدار ہوئی تو اسے تشنگی کا احساس تک نہ تھا اسے یوں معصوم ہوتا تھا کہ وہ سیراب ہو چکی ہے۔ وہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی اور اپنی داستان عرض کی۔ حضور نے اس کو اپنے شرف زوجیت میں لینے کا ارادہ ظاہر کیا لیکن اس نے سمجھا کہ میں شہنشاہ کونین کی زوجیت کے قائل نہیں ہوں۔ اس نے عرض کی جس غلام کے ساتھ حضور کی مرضی ہو میری شادی فرما دیجئے۔ چنانچہ سرور عالم نے حضرت زید کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا اور تمیں صاع اسے دینے کا حکم دیا۔ فرمایا اس میں سے نکال نکال کر کھاتی رہو لیکن اس کو ناپنا نہیں۔ اس کے پاس کھی کی ایک کچی تھی۔ اس نے اپنی کنیز کو کہا کہ اسے لے جائے اور حضور کی خدمت میں پیش کرے۔

اس کچی کو خالی کر دیا گیا اور سرور عالم نے اس کو لٹائی کو کہا کہ جب اسے واپس لکھ کو

پہنچائے تو اسے کہنا اس کو کسی کھوئی کے ساتھ لٹکا دے اور اس کا منہ بند نہ کرے۔ ام شریک جب گھر آئی اس نے دیکھا کہ وہ کچی تھی سے بھری ہے۔ اس نے اپنی لونڈی سے پوچھا کیا میں نے تمہیں حکم نہیں دیا تھا کہ اس کچی کو لیکر حضور کی خدمت میں پیش کرو؟ اس نے کہا میں نے حکم کی تعمیل کی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا کہ جو خالی کچی حضور نے واپس کی تھی اس کی، لیکن نے اسے دیکھا کہ وہ بھری ہوئی تھی۔ حضور نے حکم دیا اس کچی کا منہ بند نہ کرنا۔ وہ یوں ہی بھری رہی یہاں تک کہ ام شریک نے ایک روز اس کا منہ باندھ دیا۔ پھر جو غلہ حضور نے اسے دیا تھا اس نے اسے تول لیا۔ اتنا عرصہ تک وہ اس سے کھاتی رہی لیکن تیس صاع میں ذرا کمی نہ آئی۔ (۱)

قلیل کھانے کا زیادہ ہو جانا

حضرت ابو طلحہ انصاری کی میزبانی

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت انس ابن مالک سے روایت کرتے ہیں ابو طلحہ (والد انس) نے اپنی رفیقہ حیات ام سیم کو کہا میں نے سرور عام ﷺ کی آواز سنی ہے، مجھے اس میں نفاہت اور کمزوری محسوس ہوئی ہے۔ میرا خیال ہے فاقہ کی وجہ سے یہ کمزوری ہے۔ کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ اس نے چند جو کی روٹیاں نکالیں پھر اوڑھنی نکالی اس میں ان روٹیوں کو لپیٹا اور میرے ہاتھوں میں تھما دی۔ پھر مجھے کہا کہ چو بارگاہ رسالت میں پیش کرو۔ حضرت انس فرماتے ہیں میں وہ روٹیاں لیکر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور اس وقت مسجد میں رونق افروز تھے اور بہت سے لوگ خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ میں وہاں جا کر کھڑا ہو گیا، حضور نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کیا تم کو ابو طلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ پھر پوچھا کیا کچھ کھانا دیکر بھیجا ہے؟ عرض کی ہاں یا رسول اللہ۔ اس کے بعد حضور نے جتنے لوگ وہاں بیٹھے تھے سب کو فرمایا اٹھو اور اپنے بھائی کی دعوت کو قبول کرو۔ حضور روانہ ہوئے۔

حضرت انس کہتے ہیں میں آگے آگے جا رہا تھا سب سے پہلے میں ابو طلحہ کو ملے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ حضرت ابو طلحہ کو جب پتہ چلا کہ سرور عام جم غفیر کے ساتھ تشریف لے رہے

ہیں تو دوڑتے ہوئے ام سلیم کو جا کر بتایا **يَا اُمِّ سَلِيمٍ قَدْ جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسُ**
 رسول اللہ ﷺ لوگوں کے ہمراہ تشریف لارہے ہیں ہمارے پاس کھانے کے لئے کوئی چیز
 نہیں۔ اس مومنہ خادمہ نے جواب دیا تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں **اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ**
اَعْلَمُ اللّٰهَ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔

حضرت ابو طلحہ گھر سے روانہ ہوئے راستہ میں حضور سے ملاقات کی۔ اب سب لوگ
 حضور کی معیت میں ابو طلحہ کے گھر جا رہے ہیں حضور نے جب ان کے گھر میں قدم رنج
 فرمایا تو ارشاد فرمایا **هَلُمَّ يَا اُمِّ سَلِيمٍ مَا عَدَدُكِ اَمِ امِّ سَلِيمٍ** جو تمہارے پاس ہے وہ لے
 آؤ۔ وہ روٹی جو ان کے پاس تھی وہ لیکر آئیں اور خد مت اقدس میں پیش کر دی۔ سرور انبیاء
 نے حکم دیا کہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کرو۔ ام سلیم نے اپنے گھی کا کپا اس روٹی پر انڈیل دیا اس کو
 سامنے رکھ کر رحمت عالم نے کچھ پڑھا اور دم کر دیا پھر حکم دیا کہ دس آدمیوں کو اندر آنے کی
 اجازت دو۔ چنانچہ دس آدمی آئے سیر ہو کر کھایا اور چلے گئے پھر دس اور کو اندر آنے کا اذن
 ہوا۔ وہ آئے انہوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور باہر چلے گئے۔ اس طرح دس دس آدمی آتے
 رہے اور پیٹ بھر کر کھاتے رہے۔ آپ بتاتے ہیں ستر اسی آدمیوں نے اس ایک روٹی کو کھایا
 پھر بھی وہ جوں کی توں باقی رہی۔ (1)

ایک دوسری روایت ہے کہ جب حضرت ابو طلحہ کو حضور کی آمد کا علم ہوا تو اس مومن
 صادق کو ذرا تشویش نہ ہوئی کہ جم غفیر آ رہا ہے اور میرے گھر میں صرف ایک روٹی ہے، کیا
 بنے گا۔ آپ نے فرمایا **رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَعْلَمُ بِمَا فِي بَيْتِي مِمَّنِي** میرے گھر میں جو کچھ
 ہے مجھ سے زیادہ حضور اس کو جانتے ہیں۔ اس کے بعد مجھے فکر کی کیا ضرورت۔ حضرت ابو
 طلحہ نے آگے بڑھ کر اپنے آقا کا استقبال کیا اور صاف عرض کر دی کہ ہمارے پاس صرف
 ایک روٹی ہے۔ میں نے حضور کو دیکھا کہ حضور کا شکم مبارک کمر کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ میں
 نے ام سلیم کو حکم دیا۔ اس نے حضور کے لئے ایک روٹی پکائی۔ حضور نے فرمایا وہ روٹی لاؤ۔
 وہ ایک پیالہ میں رکھی گئی۔ حضور نے پوچھا کچھ گھی ہے۔ ابو طلحہ نے عرض کی یا رسول اللہ
 اس کپی میں کچھ ہو گا۔ وہ لے آئے۔ سرور عالم اور ابو طلحہ دونوں اس کو نچوڑ رہے تھے۔ اس
 سے بمشکل چند قطرے نکلے۔ اس سے آپ کی انگشت شہادت تر ہوئی۔ حضور نے وہ انگشت

اس روٹی پر ملی تو ایک روٹی پھول کر بڑی ہو گئی۔ پھر حضور نے دس دس آدمیوں کو اندر آنے کی اجازت دی یہاں تک کہ اسی آدمی میر ہو کر کھا کر چلے گئے لیکن روٹی کا درمیانی حصہ جس کو حضور نے اپنی انگشت شہادت سے چھوا تھا وہ ویسے کا ویسا موجود رہا۔

علامہ ابن کثیر کہتے ہیں **هَذَا السَّانِدُ عَلَى شَرْطِ أَصْحَابِ التَّنْقِيهِ** اصحاب سنن نے جن اسناد سے احادیث روایت کی ہیں اس حدیث کی سند بھی انہیں شرائط کے مطابق ہے۔ حضرت ابو طلحہ کی ضیافت کے بارے میں جو روایت ہے اس کے بارے میں علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔

لَكِنَّ أَصْلَ الْقِصَّةِ مُتَوَاتِرَةٌ لَا مَحَالَةَ كَمَا تَرَى وَبِإِلَهِ الْخَمْدِ
وَالْيَمْنَةِ (1)

حضرت جابر بن عبد اللہ کی یوم خندق دعوت

نام بخاری و مسلم اور دیگر محدثین نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے خندق کھودنے کا واقعہ روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے نبی مکرم ﷺ کو دیکھا کہ حضور کا شکم مبارک کمر کے ساتھ چپکا ہوا تھا اور بھوک کی وجہ سے کمر پتلی ہو گئی تھی۔ اسی اثنا میں ایک سخت چٹان خندق میں ظاہر ہوئی۔ تمام صحابہ نے اس کو توڑنے کی سر توڑ کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ بارگاہ رسالت میں فریاد کی یا رسول اللہ! خندق کھودتے ہوئے ایک چٹان ظاہر ہو گئی ہے، سب نے اس کو توڑنے کی کوشش کی لیکن وہ نہیں ٹوٹی۔ حضور نے فرمایا میں ابھی آ رہا ہوں۔ پھر حضور کھڑے ہوئے۔ حضور کے شکم مبارک پر پتھر بندھا تھا۔ جابر کہتے ہیں کہ ہم تین دن وہاں رہے اور ایک دانہ بھی ہمارے منہ میں نہیں گیا۔ چنانچہ رحمت عالم ﷺ کدال لیکر وہاں پہنچے اور اس کو ضرب لگائی۔ ضرب نبوت سے اس کا تیسرا حصہ ٹوٹ کر ملک شام کی سمت جا گرا۔ حضور نے فرمایا **أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ حَرَائِصِ الشَّامِ** مجھے شام کے خزانوں کی کنجیاں عطا کر دی گئی ہیں۔

دوسری ضرب لگائی اس کا تیسرا ٹکڑا ایران کے ملک کی طرف جا گرا۔ حضور نے فرمایا اس ضرب سے مجھے کسری کے خزانوں کی چابیاں عطا فرمادی گئی ہیں۔

تیسری بار جب ضرب لگائی تو اس چٹان کا بقیہ حصہ یمن کی طرف جاگرا۔ حضور نے فرمایا مجھے یمن کے ملک کی چایاں دے دی گئی ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ اجازت ہو تو گھر تک ہو آؤں۔ میں نے گھر جا کر اپنی بیوی سے کہا۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو سخت ذوق کی حالت میں دیکھا ہے۔ کیا تیرے پاس حضور کو پیش کرنے کیلئے کوئی چیز ہے؟ اس نیک بخت نے کہا ہمارے پاس کچھ جو ہیں اور ایک چھوٹا سا لیٹا ہے۔ میں نے اس بکری کے بچے کو ذبح کیا اور میری رفیقہ حیات نے جو پیسے۔ میں نے گوشت بانڈی میں ڈال کر چولہے پر رکھ رکھا اور خود حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کیلئے میدان جنگ میں واپس آگیا۔

جب میں جانے لگا تو میری زوجہ نے کہا مجھے حضور کے صحابہ کے سامنے شرمندہ نہ کرنا۔ میں نے جب حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر سرگوشی کرتے ہوئے عرض کی یا رسول اللہ! ہمارے پاس بکری کا چھوٹا سا بچہ ہے اور ایک صاع جو کا آٹا ہم نے گوندھا ہے۔ حضور خود بھی تشریف لائیں اور دس تک اپنے صحابہ کو ساتھ لائیں۔ دوسری روایت میں ہے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم نے حضور کیلئے تھوڑا سا کھانا پکایا ہے، حضور خود ایک دو صحابہ کو ساتھ لیکر تشریف لائیں۔ زبان سے تو کہا تھا کہ ایک دو آدمیوں کو ساتھ لائیں لیکن میری خواہش تھی کہ آپ اکیلے تشریف لاتے۔ حضور نے پوچھا تم نے کتنا کھانا پکایا ہے؟ میں نے عرض کی تھوڑا سا۔ حضور نے فرمایا کثیر صَبَّ بہت زیادہ اور پاکیزہ ہے، اپنی بیوی کو کہو جب تک میں نہ پہنچوں چولہے سے بانڈی نہ اتارنا اور تندور سے روٹی نہ نکالنا۔ یہ کہہ کر حضرت جابر کو گھر روانہ کیا پھر تمام لشکر میں منادی کرادی اے اہل خندق! جابر نے تمہارے لئے کھانا پکایا ہے۔ فَحْبَلًا بِكُمْ اَوْ سَبَّ کو صلائے عام ہے۔ پس مہاجرین و انصار سب حضور کے ہمراہ حضرت جابر کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت جابر اپنی زوجہ کے پاس گئے اور بتایا خدا تیرا بھلا کرے حضور تو اپنے تمام لشکریوں کو ہمراہ لیکر آرہے ہیں۔ اس مومنہ صادقہ نے پوچھا کیا حضور نے تم سے پوچھا کہ تم نے کتنا کھانا پکایا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ میں نے عرض کر دی تھی۔ لیکن دل میں مجھے بڑی شرمندگی محسوس ہو رہی تھی کہ ایک صاع جو اور ایک چھوٹا سا بکری کا بچہ اور سارا لشکر اسلام تو اس مومنہ صادقہ نے کہا اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ اَعْلَمُ تَعْنُ اَخْبَرْنَاكَ بِمَا عِنْدَنَا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ ہم نے تو جو ہمارے پاس تھا اس کے بارے میں اطلاع دے دی۔

پھر حضور تشریف لائے۔ حضور کے سامنے گوندھا ہوا آٹا پیش کیا گیا حضور نے اس میں لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا کی۔ پھر ہانڈی کی طرف متوجہ ہوئے اس میں بھی لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا کی پھر حضرت جابر کو حکم دیا روٹی پکانے والی عورت کو بلاؤ جو تیری بیوی سے مل کر روٹی پکائے۔ پھر بتایا میرے ساتھ ایک ہزار آدمی آیا ہے۔ ہانڈی کو چولہے سے نہیں اتارنا وہیں سے ہی چمچے سے سالن ڈالتے جانا۔ سب ہوگ باری باری تہہ رہے اور سب سیر ہو کر چھ گئے اور جنت آٹا پہلے تھا اتنا ہی باقی رہا۔ اور ہانڈی بھی بھری ہوئی تھی جیسے اس سے کسی نے ایک چمچ سالن نہیں نکالا ہے۔ پھر حضور نے فرمایا خود کھاؤ اور پڑوسیوں، رشتہ داروں کو بطور ہدیہ بھیجو۔ حضرت جابر فرماتے ہیں ہم سارا دن کھاتے رہے کھلتے رہے بانٹتے رہے۔

ایک روایت میں ہے ہم خود بھی کھاتے رہے اور تمام پڑوسیوں کو ہدیہ کے طور پر گھروں میں بھی بھجولیا۔ (۱)

امام بخاری و مسلم و دیگر محدثین حضرت انس سے روایت کرتے ہیں۔

جس زمانہ میں حضور کا عقد حضرت زینب بنت جحش سے ہوا تھا انہیں دنوں میری والدہ ام سلیم نے کہا کیا ہم حضور کی بارگاہ میں کوئی ہدیہ نہ پیش کریں۔ میں نے کہا ضرور کریں انہوں نے کھجوریں، گھی اور پنیر لیکر ایک حلوہ بنایا اور پتھر کے ایک طشت میں رکھا اور فرمایا اے انس! اسے لے جاؤ حضور کی خدمت میں پیش کرو۔ عرض کرنا میری والدہ نے یہ ہدیہ حضور کی خدمت میں بھیجا ہے اور سلام عرض کرتی ہیں۔ میں نے جب ہدیہ پیش کیا اور والدہ کا پیغام بھی عرض کیا تو رحمت عالم نے فرمایا اس طشت کو رکھ دو اور فلاں فلاں آدمی کو بلاؤ اور جو آدمی تمہیں راستہ میں ملے اس کو دعوت دو۔ میں نے حسب ارشاد سب کو دعوت دی واپس آیا تو حضور کا کاشانہ اقدس مہمانوں سے کھپا کھچ بھرا تھا۔ حضرت انس سے پوچھا گیا کہ ان کی تعداد کتنی تھی تو انہوں نے کہا تقریباً تین صد۔ رحمت عالم ﷺ نے اس کھانے پر پناہ دست مبارک رکھا اور کچھ دم پڑھا پھر دس دس آدمیوں کو بلا کر بٹھایا جاتا، ان کے سامنے دسترخوان پر کھانا چٹا جاتا اور وہ سیر ہو کر چھ جاتے۔ پھر دوسری ٹولی آ جاتی۔ جب ہوگ کھانے کیسے بیٹھتے تو حضور ارشاد فرماتے۔ اَذْكُرُوا اللّٰهَ وَلَيَّا كُلُّكُمْ دَجْلًا مِّمَّا يَكْتُمُهُ اللّٰهُ كَانَام لِكِرْ شَرُّ دَعْرَانَا وَهَر فَخْصَ اِنِّنَا سَامَنَّا سَا كَهَانَا كَهَانَا۔

حضرت انس نے فرمایا تمام مہمانوں نے اس تھوڑے سے کھانے سے سیر ہو کر کھایا۔ جب سب کھا کر چلے گئے تو کھانا بچ گیا۔ جب بچے ہوئے کھانے کی طرف غور سے دیکھا تو میں یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ جب مہمانوں کو کھانا کھانا شروع کیا تھا اس وقت زیادہ مقدار تھی یا اب، جبکہ سینکڑوں مہمان پیٹ بھر کر کھا چکے ہیں اب کھانے کی مقدار زیادہ ہے۔

طبرانی اور بیہقی حضرت ابو ایوب انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ جب رحمت عالم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ہم نے حضور اور حضور کے یار غار کیلئے دو آدمیوں کا کھانا تیار کیا۔ جب کھانے کا وقت آیا تو رحمت عالم ﷺ نے حضرت ابو ایوب کو حکم دیا انصار کے سرداروں سے ان تین آدمیوں کو بلاؤ کہ ہمارے ساتھ کھانا تناول کریں۔ میں نے انہیں بلایا۔ وہ سب آئے انہوں نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ پھر بھی کھانا بچ گیا۔ رحمت عالم نے پھر فرمایا فلاں فلاں ساتھ آدمیوں کو بلاؤ کہ وہ ہمارے ساتھ کھانا تناول کریں۔ میں ان کو بلا لایا۔ سب نے خوب سیر ہو کر کھایا اور دو آدمیوں کا پکایا ہوا کھانا پھر بھی بچ گیا۔ پھر حکم دیا کہ فلاں فلاں ستر آدمیوں کو بلاؤ، وہ ہمارے ساتھ کھانا تناول کریں۔ میں انہیں بل لایا۔ یہاں تک کہ ان سے بھی کھانا بچ گیا اور جتنے لوگ اس دعوت میں شریک ہوئے جب وہ گھر واپس لوٹے تو حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے اور حضور کے دست مبارک پر جہاد کرنے اور ہر حالت میں حضور کی مدد کرنے کی بیعت کر چکے تھے۔ اس معجزہ کی وجہ سے اور حضور کے عطف و کرم کی وجہ سے انہوں نے اسلام قبول کیا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس دعوت کیلئے انصار کو مخصوص کیا تاکہ ان کی تالیف قلوب ہو جائے اور اس معجزہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور اسلام لائیں اور حادی اسلام کی مدد کریں اور ایسا ہی ہوا۔ سرکارِ دو عالم نے ان کو انصار (مددگار) کے لقب سے اسلئے نوازا تھا کہ حضور جانتے تھے کہ یہ لوگ دین اسلام کی مدد کریں گے اور جان کی بازی لگانے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔

ابن سعد طبقات میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت جعفر صادق نے اپنے والد ماجد امام محمد باقر سے انہوں نے اپنے والد ماجد علی زین العابدین سے روایت کیا، ایک روز سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اپنے صبح کے کھانے کیلئے ہانڈی پکائی پھر حضرت علی مرتضیٰ کو حضور کی خدمت میں بھیجا تاکہ یہ عرض کریں کہ آج صبح کا کھانا ہمارے ہاں تناول فرمائیں۔ حضور تشریف لائے اپنی نور نظر کو حکم دیا کہ تمام اہل بیت کیلئے ایک ایک

بڑا پیالہ سالن سے بھرا ہوا بھیجیں۔ چنانچہ حضرت سیدہ نے تمام امہات المؤمنین کیلئے ایک ایک پیالہ سالن کا بھر دیا پھر ایک پیالہ حضور کیلئے ایک علی مرتضیٰ اور ایک اپنے لئے بھرا پھر ہانڈی کا ڈھکن اٹھا کر دیکھا تو وہ ہانڈی لبالب بھری تھی جیسے کسی نے اس میں سے ایک چمچ سالن نہ لیا ہو۔

امام ابو داؤد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ایک روز نبی رحمت ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ تمہارے باپا خانے میں جو کھجوریں رکھی ہیں ان میں سے احمس قبیلہ کے چار سو سواروں کو زاد راہ دو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ وہ کھجوریں تو چند صاع ہیں یہ اتنے آدمیوں کو کس طرح کفایت کریں گی۔ سرور عالم نے فرمایا۔ اذْهَبْ وَافْعَلْ مَا أَمَرْتُكَ بِهِ وَلَا تُنَادِلْ بِقَبْلَةِ الشَّعْرِ جاؤ اور جو میں نے حکم دیا اس کو بجاؤ اور فکر مت کرو کہ کھجوروں کی مقدار بہت کم ہے۔ چنانچہ حضرت فاروق اعظم اپنے آقا کا فرمان بجالانے کیلئے گئے اور تمام لوگوں میں زاد راہ تقسیم کیا اور پھر بھی کھجوروں کا ڈھیر یوں معصوم ہوتا تھا کہ اس سے کھجور کا ایک دانہ بھی کسی نے نہیں لیا۔ (1)

امام بخاری نقل کرتے ہیں کہ حضرت جابر کے والد غزوہ احد میں شہید ہو گئے اور ان پر بہت قرض تھا۔ آپ نے اپنے والد کے قرض خواہوں سے مصالحت کی کوشش کی کہ تم یہ باغ بھی لے لو اور جو اس میں کھجوریں ہیں وہ بھی لے لو جن کا پھل سال بھر کھاتے رہو اور قرض معاف کر دو لیکن انہوں نے اس تجویز کو قبول نہ کیا۔ کھجوروں پر جو پھل تھا وہ کئی سال اگر قرض خواہوں کو دیا جاتا رہتا تب بھی قرضہ ادا نہ ہو سکتا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے آقا علیہ السلام کی خدمت میں اپنا ماجرا پیش کیا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے حضرت جابر کو حکم دیا 'باغ میں جاؤ ہر کھجور پر جو پھل لگا ہے اس کو کاٹ کر درختوں کے ٹڈھوں میں جمع کر دو۔ یہ حکم دینے کے بعد سرکار خود حضرت جابر کے باغ میں تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی جناب میں التجا کی کہ وہ کھجوروں کے پھل میں برکت عطا فرمائے۔ حضرت جابر نے تمام قرض خواہوں کو بلایا اور ہر ایک کو اتنی کھجوریں دیں جن سے اس کا قرض ادا ہو گیا۔ جب تمام قرض خواہوں کو ان کے قرضوں کی قیمت کے مطابق کھجوریں دے دی گئیں اور فارغ ہو گئے تو پھر بھی وہ کھجوروں کے ڈھیر جوں کے توں لگے تھے۔ جتنی کھجوریں ان کثیر التعداد

قرض خواہوں کو دی گئی تھیں اتنی مقدار میں کھجوریں بیچ گئیں۔ یہ قرض خواہ یہودی تھے۔ اس چیز کو دیکھ کر کہ حضور کی دعا کی برکت سے کھجوروں کے پھل میں کتنی برکت ہوئی ہے وہ سرپا حیرت بن گئے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت جابر کو حکم دیا کہ جاؤ ابو بکر، عمر کو یہ اطلاع دو تاکہ وہ بھی شاداں فرحاں ہوں کہ ان کے نبی کریم کے قدموں کی برکت سے کھجوروں کے پھلوں میں اتنی برکت ہوئی کہ سارا قرض ادا ہو گیا ہے۔ (1)

امام بیہقی اور ترمذی ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ غزوہ تبوک میں ایک دفعہ سامان خورد و نوش کی از حد قلت ہو گئی۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کیا کوئی چیز ہے؟ میں نے عرض کی توشہ خانہ میں کچھ کھجوریں ہیں۔ حضور نے فرمایا ان کھجوروں سے منھی بھر کر لاؤ۔ میں لیکر حاضر ہوا تو میری منھی میں دس پندرہ کھجوریں تھیں۔ حضور نے ان کو دستر خوان پر بچھا دیا اور برکت کی دعا فرمائی۔ پھر فرمایا دس دس آدمیوں کو جاتے جاؤ۔ وہ کھاتے جاتے اور اٹھتے جاتے یہاں تک کہ سارا لشکر کھا کر سیر ہو گیا۔ حضور نے مجھے فرمایا کہ جتنی کھجوریں تم لے آئے تھے یہاں سے اٹھا لو۔ میں جتنی لایا تھا ان سے زیادہ کھجوریں اٹھالیں۔ ان میں سے خود بھی کھایا، اہل و عیال کو بھی کھلایا اور جو مہمان آتے تھے ان کو بھی کھلاتا تھا۔ انہیں منھی بھر کھجوروں سے سرکار دو عالم کی حیات طیبہ کے اختتام تک اور حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم کی خلافت کی انتہا تک کھاتا رہا یہاں تک حضرت عثمان کو شہید کر دیا گیا۔ اس افراتفری میں وہ توشہ دان چھین لیا گیا۔

قاضی عیاض شفاء شریف میں لکھتے ہیں کہ ان تین فعلوں (1) انگشتہائے مبارک سے پانی کا جاری ہونا۔ (2) حضور کی دعا سے کنوؤں کا پانی نکلتا۔ (3) تھوڑے طعام کا کثیر تعداد کیسے کفایت کرنا، ان کی اکثر روایات ان احادیث سے ہیں جن کو محدثین نے صحیح تسلیم کیا ہے اور صرف صحابہ سے پندرہ صحابہ نے ان کو روایت کیا ہے۔ تابعین کی تعداد اس تعداد سے کئی گنا ہے۔ اس لئے ان کے صحیح ہونے میں قطعاً کوئی شک و شبہ نہیں۔ (2)

مردوں کو زندہ کرنے کے معجزات

محبوب رب العالمین ﷺ کے معجزات کا شمار نہیں ہو سکتا۔ حضور کا ہر معجزہ اپنی شان میں بے عدیل اور بے مثال ہے۔ ہر معجزہ حضور کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی قدرت کاملہ پر گواہی دے رہا ہے۔ ان معجزات میں سے ایک معجزہ یہ ہے کہ حضور نے متعدد مردوں کو زندگی کی نعمت سے مالا مال فرمایا۔ اس سلسلہ میں چند معجزات قارئین کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

امام بیہقی۔ دلائل النبوة میں روایت کرتے ہیں۔

ایک روز مرشد برحق ﷺ نے ایک شخص کو اسام قبول کرنے کی دعوت دی۔ اس نے کہا کہ میں اس وقت تک آپ پر ایمان نہیں لاؤں گا جب تک آپ میری بیٹی کو زندہ نہ کر دیں۔ تب رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے اس کی قبر دکھاؤ۔ وہ شخص حضور کو لے گیا اور اس کی قبر پر کھڑا کر دیا۔ اللہ کے محبوب رسوں نے اس کا نام سیکر اس کو بلایا۔ فرمایا یا علامۃ اس نے سینکڑوں من مٹی کے نیچے سے جواب دیا لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ یا رسول اللہ حضور کی یہ خادمہ حاضر ہے، ساری سعادتیں آپ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں۔ حضور نے فرمایا کیا تو یہ پسند کرتی ہے کہ تو واپس دنیا میں آجائے؟ اس نے عرض کی یا رسول اللہ! بخدا میں اس بات کو پسند نہیں کرتی کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ کو اپنے ماں باپ سے زیادہ رحمت و شفقت کرنے والا پایا ہے اور آخرت کو دنیا سے کہیں بہتر پایا ہے۔

علامہ قاضی عیاض شفاء شریف میں روایت کرتے ہیں۔

حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ ایک شخص ہار گاہ نبوت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! میں نے اپنی بیٹی کو (زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق) فلاں وادی میں پھینک دیا حضور اس کو زندہ فرمادیں۔ حضور اس کے ساتھ اس وادی میں تشریف لے گئے اور اس کا نام لیکر بلایا یا علامۃ اللہ کے اذن سے مجھے جواب دے تو وہ قبر سے باہر نکل آئی اور کہہ رہی تھی لبثت و سعدیت حضور ﷺ نے فرمایا تیرے ماں باپ دونوں مسلمان ہو

گئے ہیں، اگر تجھے پسند ہو تو تجھے ان کے پاس بھیج دوں۔ اس نے کہا مجھے ماں باپ کی ضرورت نہیں، میں نے اپنے رب کو ان سے زیادہ کریم و شفیق پایا ہے۔

ابن عدی، ابن ابی الدنیا، امام بیہقی، ابو نعیم تمام جلیل القدر محدثین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس صفہ میں رہا کرتے تھے۔ ایک روز ایک بوڑھی خاتون جو نابینا تھی وہ ہجرت کر کے سرور عالم ﷺ کے قدموں میں حاضر ہوئی۔ اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا جس کا غضوان شباب تھا۔ کچھ دن گزرے کہ مدینہ کی وہ اپنے اس کو بستر عیال پر ڈال دیا۔ چند دن بیمار رہا پھر اس کی روح قبض کر لی گئی۔ حضور نے اس کی وفات کے بعد اس کی آنکھیں بند کیں اور ہمیں حکم دیا کہ ہم اس کی تجنیز و تکفین کا اہتمام کریں۔ جب ہم نے اس کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو نبی کریم نے فرمایا اے انس! اس کی ماں کے پاس جاؤ اور اس کو اس کے بیٹے کی وفات کی اطلاع دو۔ میں گیا اور اس بوڑھی ماں کو اس کے نوجوان بیٹے کی وفات کی اطلاع دی۔ وہ آئی اور اپنے بیٹے کے قدموں کے قریب بیٹھ گئی اور اس کے دونوں پاؤں کو پکڑ لیا پھر اس نے لوگوں سے پوچھا کیا میرا بیٹا واقعی وفات پا گیا ہے۔ انہوں نے کہا بیشک اب اس نے اپنا رخ اللہ رب العزت کی طرف کیا اور عرض کی۔

اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ إِنِّي أَسَلْتُ عَلَيْكَ طَوْعًا وَخَلَعْتُ الْأَوْثَانَ
زُهْدًا وَخَرَجْتُ إِلَيْكَ رَغْبَةً اللَّهُمَّ لَا تُشِمْتَ بِي عَبْدًا الْأَوْثَانَ
وَلَا تُعَمِّلَنِي فِي هَذِهِ الْمُصِيبَةِ مَا لَا طَاقَةَ لِي بِهِ۔

”اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں خوشی سے اسلام لائی ہوں اور بتوں سے نفرت کرتے ہوئے میں نے ان کی بندگی کا پنا اپنے گلے سے اتار پھینکا ہے اور میں تیرے دربار میں حاضر ہوئی ہوں تاکہ تو مجھے اپنی رحمت سے نوازے۔ اے اللہ! میرے بچے کی موت سے بتوں کے پجاریوں کو خوش ہونے کا موقع نہ دے اور مجھ پر اس مصیبت کا بوجھ نہ ڈال جس کے اٹھانے کی مجھ میں طاقت نہیں۔“

جوں ہی اس نے اپنی التجا ختم کی تو بچے نے اپنے پاؤں ہلائے اور اپنے چہرہ سے چادر ہٹا دی۔ اس کے بعد وہ کافی عرصہ زندہ رہا۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ نے وصال فرمایا اور اس

کی والدہ راضی ملک بقاء ہو گئیں۔ (1)

مشہور محدث ابو نعیم حضرت حمزہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کا ریوڑ تھا اور اس کا ایک بیٹا تھا۔ جب وہ اپنی بکریوں کا دودھ دہتا اس کا ایک پیالہ بھر کر بارگاہ رسالت میں پیش کرتا۔ ایک دفعہ رحمت عالم ﷺ نے کئی دن تک اسے نہ دیکھا۔ اس کا باپ آیا اس نے عرض کی یا رسول اللہ میرا بیٹا وفات پا گیا ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے اس بوڑھے باپ کو کہا اگر تم چاہو تو میں اللہ کی جناب میں دعا کروں اور وہ اسے زندہ کر کے تیرے پاس پہنچا دے اور اگر تیری مرضی ہو تو اس صدمہ پر صبر کرے اور اس کا جبر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تجھے عطا فرمائے۔ اس طرح کہ تیرا بیٹا تیرے پاس آئے، تیرا ہاتھ پکڑے اور جنت کی طرف چل دے اور جنت کے بہت سے دروازوں سے جس دروازے کو پسند کرے اس میں تجھے لیکر داخل ہو جائے۔ اس آدمی نے کہا **مَنْ يَنْزِلُكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ** اے اللہ کے نبی اس کا کون ذمہ دار ہے؟ فرمایا یہ صرف تیرے لئے نہیں بلکہ تیرے لئے اور ہر مومن کیسے ہے جس کو اس صدمہ سے دوچار کر دیا جائے۔

حضرت ابو نعیم اپنی سند سے عبد الرحمن بن کعب بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت جابر بن عبد اللہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دیکھ حضور کے چہرہ کی رنگت متغیر ہے۔ فوراً لوٹ کر اپنی زوجہ کے پاس آئے اور اسے بتایا کہ میں نے آج اللہ کے پیارے رسول ﷺ کا چہرہ مبارک دیکھا ہے، اس کا رنگ بدل ہوا ہے، میرا خیال ہے کہ پیہم فاقہ کشی سے چہرہ کی رنگت تبدیل ہوئی ہے۔ کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے جو میں بارگاہ رسالت میں پیش کروں؟ اس نے کہا۔ بخدا ہمارے پاس بکری کا ایک چھوٹا سا بچہ ہے اور کچھ بچے ہوئے جو ہیں چنانچہ میں نے اس بکری کے بچے کو ذبح کیا۔ اس نیک بخت نے جو پیسے، روٹی پکائی پھر اس کی ٹرید بنائی پھر اس کھانے کو اٹھا کر اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں لے آیا۔ حضور نے فرمایا اے جابر! اپنی ساری قوم کو بلا کر لے آ۔ چنانچہ میں ان کو بلا کر لایا۔ وہ ٹولی ٹولی بن کر داخل ہوتے تھے اور کھانا کھا کر واپس آ جاتے تھے یہاں تک کہ میری قوم کے تمام افراد نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ جب لوگ کھانا کھاتے تو حضور ﷺ انہیں ہدایت کرتے کہ گوشت کھاؤ لیکن ہڈیوں کو نہ توڑنا۔ ہم سب لوگ کھانا کھا چکے تو ان ہڈیوں کو جمع کیا گیا۔ حضور نے اپنا دست مبارک ان ہڈیوں پر رکھا اور کچھ پڑھا جسے میں

نے نہیں سنا۔ ہم نے دیکھا کہ چٹم زدن میں وہ ہڈیاں ایک ساتھ مل گئیں، گوشت نے ان کو ڈھانپ لیا اور وہ بکری فوراً زندہ ہو کر کھڑی ہو گئی اور کان ہلانے لگی۔ حضرت جابر اس بکری کو لیکر اپنے گھر گئے ان کی رفیقہ حیات نے جب حضرت جابر کے ہاتھ میں بکری کو دیکھا تو پوچھا یہ کیا آپ نے بتایا یہ وہی بکری ہے جس کو ذبح کر کے ہم نے حضور کی دعوت کی تھی۔

بیساختہ اس نیک بخت کی زبان سے نکلا **أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ**

طبری، خطیب بغدادی، ابن عساکر، ابن شامہ، ابن جلیل القدر محدثین نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے ایک روز نبی کریم ﷺ بڑے غمزہ اور افسردہ خاطر تھے۔ آپ حجوں کی داوی میں تشریف لے گئے اور کچھ دیر وہاں ٹھہرے رہے۔ جب واپس تشریف لائے تو چہرہ مبارک پر فرحت و شادمانی کے آثار نمایاں تھے۔ حضرت صدیقہ نے وجہ پوچھی تو فرمایا میں نے اپنے رب سے آج یہ سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری التجا کو شرف قبول ارزانی فرمایا۔ میری والدہ کو زندہ کیا، وہ قبر سے باہر آئیں اور مجھ پر ایمان لائیں پھر وہ اپنے مزار پر انوار میں واپس چلی گئیں۔

ایک دوسری روایت میں وہ بھی حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے مروی ہے اس میں صرف والدہ ماجدہ کا ذکر نہیں بلکہ والدین کریمین کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو زندہ کیا وہ مجھ پر ایمان لائے پھر اپنے مزارات میں واپس چلے گئے۔

حضور کے والدین کریمین کے ایماندار ہونے کے بارے میں ہم نے ضیاء النبی جلد دوم صفحات 91۴78 میں مفصل بحث کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امیدوار ہیں کہ قارئین کرام کو ان صفحات کے مطالعہ سے ان کے مومن ہونے پر صدق یقین نصیب ہوا ہو گا۔

ایک اور واقعہ جلیل القدر محدثین جن میں ابن ابی الدنیا، ابن مندہ، طبرانی اور ابو نعیم، نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

خارجہ بن زید انصار کے رؤسا میں سے تھے۔ ایک روز ظہر اور عصر کے درمیان مدینہ طیبہ کی ایک گلی سے گھر آرہے تھے کہ گر پڑے اور انتقال کر گئے۔ انصار کو جب ان کی ناگہانی موت کی اطلاع ملی تو وہ آئے اور ان کی میت کو اٹھا کر ان کے گھر لے گئے۔ چارپائی پر کھبل ڈال گیا اور دو چادریں ڈالی گئیں۔ گھر میں مستورات تھیں جو اپنے سردار کی وفات پر رورہی تھیں۔ انصار کے مرد بھی وہاں موجود تھے۔ کافی دیر تک آپ کی میت ان کے گھر پڑی رہی

کیونکہ ان کی وفات اچانک ہوئی تھی اس لئے لوگوں کے دلوں میں طرح طرح کے شکوک پیدا ہو گئے کہ ان کا قاتل کون ہے اسی وجہ سے ان کی تدفین میں کافی تاخیر ہو گئی یہاں تک کہ مغرب کا وقت ہو گیا اور اچانک ایک آواز بلند ہوئی۔ اَنْصِتُوا اَنْصِتُوا خاموش ہو جاؤ، لوگوں نے اس اچانک آواز پر میت کی طرف غور سے دیکھ تو معلوم ہوا کہ ان چادروں اور کبل کے نیچے سے یہ آواز آئی ہے چنانچہ آپ کے چہرہ سے کپڑا ہٹایا گیا تو پتہ چلا کہ حضرت خارجہ بن زید کی زبان سے یہ بات نکل رہی تھی۔

مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ السَّيِّدُ الْاُمَمِ حَاتِمُ السَّيِّئِ لَا سِيَّ بَعْدَهُ كَذَبَتْ فِيْ كُلِّ مَكْتَبٍ الْاَوَّلِ "سیدنا محمد اللہ کے رسول ہیں وہ نبی امی اور خاتم النبیین ہیں حضور کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔" پہلی کتاب میں یہی تحریر ہے۔

پھر آواز آئی صَدَقَ صَدَقَ پھر اس نے کہا هَذَا رَسُوْلُ اللهِ اَلَسَلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَرَحْمَتُهُ وَبَرَكَاتُهُ پھر خاموش ہو گئے۔

ایسے معلوم ہوتا تھا کہ رحمت دو عالم ﷺ کی روح مبارک تشریف لائی تھی ورنہ اس روح مبارک کو دیکھ کر آپ نے حضور کی سچائی کی گواہی دی تھی۔ (۱)

بچوں کا گفتگو کرنا

حضور کے معجزات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کے ساتھ شیر خوار بچوں نے گفتگو کی۔ ابن قانع سے مروی ہے کہ حجتہ الوداع کے موقع پر حضور مکہ مکرمہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ ایک روز حضور ایک گھر میں رونق فروز تھے، حضور کا رخ نور چودھویں کے چاند کی طرح دمک رہا تھا۔ میں نے ایک عجیب و غریب واقعہ دیکھا کہ اہل یمامہ میں سے ایک شخص ایک بچے کو کپڑے میں لپیٹ کر لایا۔ اسی روز اس کی پیدائش ہوئی تھی۔ اس نے اسے حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور نے اس بچے سے پوچھا يَا غُلَامُ مَنْ اُمُّكَ؟ اے بچے بتا میں کون ہوں؟ اس بچہ نے، جس کی عمر ابھی چوبیس گھنٹوں سے کم تھی، فوراً جواب دیا اَنْتَ رَسُوْلُ اللهِ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ حضور نے فرمایا صَدَقْتَ بِاَدَاكِ اللهُ فَيَدَّكَ تَمَّ نَسْجُ كَمَا هُوَ اللهُ تَعَالٰی تمہیں برکت دے۔ اتنا کہنے کے بعد بچہ خاموش ہو گیا۔ بڑا

ہو اتب اس نے گفتگو شروع کی۔ ہم اسے مبارک یمامہ کہا کرتے تھے کیونکہ رحمت عالم ﷺ نے اس کے لئے برکت کی دعا فرمائی تھی۔

امام بیہقی یہ روایت نقل کرتے ہیں حضور کی بارگاہ اقدس میں ایک نوجوان پیش کیا گیا جو بالکل گونگا تھا، آج تک اس نے کوئی بات نہیں کی تھی۔ رحمت عالم نے اس سے پوچھا مَن آنا اے نوجوان بتاؤ میں کون ہوں۔ اس گونگے نے جو شتم مادر سے ہی گونگا پیدا ہوا تھا اس نے جھٹ کہا اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ آپ اللہ تعالیٰ کے بچے رسول ہیں۔
یہ گونگے کو چشم زدن میں گویا کرنا اللہ کے محبوب کا عظیم الشان معجزہ تھا۔

امام احمد اور بیہقی ابن ابی شیبہ سے اور وہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں ایک روز ایک عورت اپنے بچے کو لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ بِہِمْ جُنُوْنٌ یا رسول اللہ ﷺ ہمارے بچے کو جنون کا مرض ہے۔ جب ہمارے صبح و شام کھانے کا وقت ہوتا ہے تو اسے دور رو پڑ جاتا ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس کے سر پر اپنے دست مبارک کو پھیرا۔ اچانک اسے قے آئی اور اس سے کچھ مواد نکلا۔ اس کے بعد وہ ہمیشہ خلیے شفا یاب ہو گیا۔

ابن ابی شیبہ ام جندب سے روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ خثعم کی ایک خاتون اپنے بچے کو لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی۔ عرض کی یا رسول اللہ! یہ بیمار ہے بات نہیں کر سکتا۔ رحمت عالم ﷺ نے پانی منگوایا، کلی کی اور اپنے دست مبارک کو دھویا اور وہ دھوؤں سے بچے کی ماں کو دیا اور فرمایا یہ پانی بچے کو پلاؤ۔ اور حضور نے اپنا دست مبارک اس کے اوپر پھیرا وہ بچہ فوراً شفا یاب ہو گیا اور اپنے زمانہ کے دانشور اور عقلمندوں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ (1)

بیماروں کا شفا یاب ہونا

سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کو اللہ تعالیٰ نے روحانی اور جسمانی ہر قسم کی دل علاج بیماریوں کا معالج و طبیبِ حاذق بنا کر مبعوث فرمایا۔ کفر و شرک اور فسق و فجور کی بیماریوں میں جو لوگ مبتلا تھے، رحمت عالم نے اپنی نگاہ کرم سے ان کے گندے دلوں کو پاک کر کے ان کو صحت کاملہ سے آراستہ کر دیا۔ اسی طرح بارگاہ رسالت میں جو لجاجت مریض حاضر ہوا حضور کی

توجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی شفیاب فرمایا۔ بیشمار ایسے بیمار ہیں جو حاضر خدمت ہوئے اور تندرست ہو کر لوٹے۔ ان سب کا احاطہ ہمارے لئے ممکن نہیں ابستہ چند وقعت جو صحیح روایات سے مروی ہیں وہ قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں تاکہ وہ اپنے آقاؐ کی شان مسیحائی کا اندازہ لگا سکیں۔

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ جنگ احد میں شریک ہوئے۔ جنگ میں آپ کو تیر لگا۔ جس سے آپ کی آنکھ کا ڈھیلا بہ نکلا۔ آپ نے اس ڈھیلے کو اپنے ہاتھوں سے پکڑا، بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کی میری آنکھ پر نظر کرم فرمائیے۔ حضور نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو تو صبر کرو اور اس کے عوض تمہیں جنت ملے گی اور اگر تم چاہتے ہو تو میں اس آنکھ کو درست کر دیتا ہوں۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ بیشک جنت بڑی خوبصورت جزا ہے اللہ تعالیٰ کا اگر ان قدر عطیہ ہے لیکن مجھے یہ ڈر لگتا ہے کہ میری بیوی جس سے مجھے بڑی محبت ہے وہ مجھے کانا کہے گی۔ حضور مہربانی فرما کر میری آنکھ کو درست فرمادیں اور اللہ تعالیٰ سے مجھے جنت بھی لے دیجئے۔

حضور ﷺ نے اس ڈھیلے کو لیا اور آنکھ میں اس کے مقام پر سے رکھ دیا پھر دعا دی۔
 اللَّهُمَّ أَكْبِمْ جَمًّا لَا يَأْتِيهِ اس کے چہرے کو حسین و جمیل بنا دے۔“

حضور کی برکت سے ان کی وہ ضائع شدہ آنکھ دوسری آنکھ سے بھی زیادہ حسین ہو گئی اور اس کی بینائی درست آنکھ سے بھی تیز تر ہو گئی یہ آنکھ جس کو حضور نے اپنے دست مبارک سے صحت یاب کیا تھا اسے کبھی آشوب چشم کا عارضہ نہیں ہوتا تھا۔

حارث بن ربیع الانصاری اسلمی، جن کی کنیت ابو قتادہ تھی ایک جنگ میں انہیں تیر لگا رحمت عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے حضور نے اپنا لعاب دہن ان کے زخموں پر لگایا اب نہ وہاں درد تھا نہ اس زخم میں خون یا پیپ تھی۔ زخم بالکل درست ہو گیا۔

نسائی، ترمذی، حاکم اور بیہقی جیسے محدثین نے اپنی تصانیف میں یہ روایت نقل کی ہے اور اس کے بارے میں یہ تصدیق کی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس حدیث کی روایت کرنے والے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں۔ ایک روز ایک نابینا شخص حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، عرض کی یا رسول اللہ ﷺ دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ میری آنکھوں کو بینا کر دے۔ رحمت عالم ﷺ نے اسے فرمایا جاؤ، وضو

کرو، اس کے بعد دو نفل پڑھو پھر ان الفاظ سے دعا مانگو۔ وہ گیا، حسب ارشاد وضو کیا، دو نفل پڑھے پھر وہ دعا مانگی جو حضور نے اسے سکھائی تھی۔ جب وہ اس سے فارغ ہو کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو جو صحابہ وہاں موجود تھے سب نے دیکھا کہ اس کی اندھی آنکھیں جینا ہو گئی ہیں، اب اسے کسی قسم کی تکلیف نہیں۔ اب نبی رحمت کا یہ ادنی غلام قارئین کی خدمت میں وہ دعا پیش کرتا ہے جس نے چشم زدوں میں اس اندھے کو جینا کر دیا۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ
يَا مُحَمَّدُ إِنِّي أَتَوَجَّهُ بِكَ إِلَى رَبِّكَ أَنْ تَكْتِفَ عَنِّي بِصِرِّي
اللَّهُمَّ شَفِّعْهُ لِي۔

”اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی کریم کے واسطے سے جن کا نام نبی محمد ہے جو نبی رحمت ہیں، تیری جناب میں متوجہ ہوتا ہوں۔ یا رسول اللہ! آپ کے وسیلے سے آپ کے رب کی جناب میں متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ میری آنکھوں کو جینا کر دے۔ اے مول کریم! حضور کی شفاعت کو میرے حق میں قبول فرما۔“

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ یہ دعا اپنے بچوں کو بھی سکھاتے تھے اور عام لوگوں کو بھی اور جب بھی انہیں کوئی مشکل پیش آتی تو وہ ان کلمات طہیت سے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں التجا کرتے تھے اور ان کی وہ مشکل حل ہو جاتی تھی۔

اس حدیث مبارک میں گونا گوں فوائد ہیں۔ ایک تو مشکل سے مشکل کام کیسے ان کلمات سے اگر بارگاہ الہی میں التجا کی جائے گی تو وہ قبول ہوگی۔ دوسرا یہ کہ اس حدیث سے ان لوگوں کی غلط فہمی کا بھی ازالہ ہو گیا جو اللہ کے محبوب کے وسیلے سے دعا مانگنے کو بدعت اور شرک کہتے ہیں۔ یہ دعا اپنے غلام کو اس نبی مکرم نے سکھائی جس کی آمد کا مقصد وحید اللہ تعالیٰ کی توحید کے عقیدہ کو مسلمانوں کے قلوب و اذہان میں راسخ کرنا تھا۔ کیا وہ نبی اپنے امتیوں کو ایسے کلمات سکھا سکتا ہے جس میں شرک کا شائبہ تک ہو۔ اس طرح بعض لوگ حضور کو خدا کرنے سے صرف منع ہی نہیں کرتے بلکہ ایسا کرنے والوں پر کفر و شرک کے فتوے بھی لگاتے ہیں۔ ان کیسے بھی اس حدیث میں درس ہدایت ہے۔ جب رحمت عالم ﷺ خود یہ سکھاتے ہیں **يَا مُحَمَّدُ إِنِّي أَتَوَجَّهُ بِكَ إِلَى رَبِّكَ** تو پھر ہم اپنے نبی کے

سکھائے ہوئے کلمات اگر زبان سے ادا کرتے ہیں تو ہم مشرک کیونکر ہو سکتے ہیں۔

ابو نعیم مشہور محدث روایت کرتے ہیں کہ عامر بن مالک جو طاعب الاسد کے عقب سے مشہور تھے انہیں استسقاء کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ بہت علاج کیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آخر کار مجبور ہو کر اس نے نبی معظم ﷺ کی بارگاہ میں اپنا قاصد بھیجا کہ حضور کی خدمت میں دعا کیلئے التماس کرے تاکہ اللہ تعالیٰ حضور کی برکت سے اسے شفا دیدے۔ جب وہ قاصد حضور کی خدمت میں پہنچا، اس کا حال زار بیان کیا تو رحمت عالم ﷺ نے زمین سے کچھ مٹی اٹھائی، اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا پھر اس قاصد کو دے دی اور فرمایا یہ ہے جاو اور عامر کو جا کر دیدو۔ وہ قاصد حیران رہ گیا۔ اس نے سمجھا شاید حضور نے میرے ساتھ مذاق کیا ہے لیکن وہ مٹی لے کر عامر کے پاس گیا۔ وہ عامر کے پاس اس وقت پہنچا جب وہ جاں بلب تھا اور موت اس کے دروازے پر دستک دے رہی تھی۔ اس نے اس مٹی کو پانی میں ملایا پھر اس کو پی لیا۔ حضور کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اسے شفا یاب کر دیا۔

ابن ابی شیبہ، بیہقی، طبرانی اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے کہ فدیک بن عمر سلمانی کو بارگاہ رسالت میں لایا گیا۔ اس وقت موتی کی وجہ سے اس کی دونوں آنکھیں سفید ہو چکی تھیں اور اسے کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ رحمت عالم ﷺ نے اس سے چوچھ تھیں یا ہوا ہے؟ عرض کی یا رسول اللہ! میں اپنے اونٹ کے ٹکیل کو پکڑے ہوئے آگے چل رہا تھا، میرا پاؤں سانپ کے انڈے پر جا پڑا، اسی وقت میری بینائی ختم ہو گئی مجھے کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ اس طبیب رحمانی نے اس کی آنکھوں پر پھونک ماری تو وہ فوراً بینا ہو گیا اور حضور کی برکت سے جو بینائی اسے نصیب ہوئی وہ اس کی آخر عمر تک قائم رہی یہاں تک کہ اسی سال کی عمر میں بھی وہ سوئی میں دھاگا ڈال لیا کرتا تھا۔

غزوہ خیبر کا مشہور واقعہ آپ پڑھ آئے ہیں، جب بار بار کی کوشش کے باوجود ایک قلعہ فتح نہ ہوا تو اللہ کے محبوب رسول نے فرمایا۔

لَا تُعْطِينَ دَايَةَ عَدَا الرَّجُلِ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ
وَرَسُولُهُ يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ۔

”کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور جس سے اللہ اور اس کا رسول بھی محبت کرتے ہیں۔ اس

کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ لشکر اسلام کو فتح عطا فرمائیں گے۔“

پھر سرکارِ دو عالم ﷺ نے علی مرتضیٰ کو بلا بھیجا۔ وہ آشوب چشم کی بیماری میں مبتلا تھے۔ آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو حضور کی خدمت میں لایا گیا۔ رحمتِ عالم نے علی مرتضیٰ کے سر کو اپنی گود مبارک میں رکھا پھر آپ کی دونوں آنکھوں میں لعابِ دہن ڈالا۔ درد کا نام و نشان تک نہ رہا آنکھوں کی سرخی غائب ہو گئی اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو آشوب چشم کی کبھی شکایت ہوئی ہی نہیں۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں یزید بن ابی عبید سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں۔

ایک روز میں نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی میں تلوار کی ضرب کا نشان دیکھا۔ میں نے پوچھا اے ابا مسلم! یہ ضرب تمہیں کب لگی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ غزوہ خیبر میں مجھے یہ ضرب لگی تھی۔ لوگوں کو جب پتہ چلا وہ سمجھے کہ سلمہ اس ضرب سے جانبر نہ ہو سکے گا۔ میں فوراً اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنی پنڈلی جس پر تلوار کا گہرا زخم تھا پیش کی۔ رحمتِ عالم ﷺ نے تین مرتبہ میرے اس زخم پر پھونک ماری۔ میرا زخم اسی وقت مندمل ہو گیا۔ نہ درد رہا اور نہ زخم رہا۔ اس وقت سے لے کر آج تک مجھے اس کی کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ کلثوم بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری گردن پر تلوار کی ضرب لگی۔ میں حاضر خدمت ہوا۔ رحمتِ عالم ﷺ نے اپنا لعابِ دہن مبارک میرے اس گہرے زخم پر ملا تو اسی وقت میرا زخم درست ہو گیا اور میں صحت یاب ہو گیا۔ ایک غزوہ میں حضرت عبداللہ بن انیس کو سر پر تلوار کا زخم آیا، اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا زخم دکھایا۔ حضور نے اپنا لعابِ دہن اس پر ڈال دیا۔ سارا گہرا زخم مندمل ہو گیا۔ اور اس کا نشان بھی باقی نہ رہا۔

ابن اسحاق روایت کرتے ہیں معاذ بن عفرار رضی اللہ عنہ، جنہوں نے جنگ بدر میں ابو جہل کو واصل جہنم کیا تھا، دشمن نے ان کے بازو پر وار کیا۔ بازو کوٹ کر ساتھ لٹکنے لگا۔ وہ فوراً دوڑتے ہوئے اپنے آقا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپنا کٹا ہوا بازو پیش کیا۔ حضور نے نگاہِ التفات فرمائی۔ جہاں سے وہ کٹا ہوا تھا وہاں لعابِ دہن ڈال دیا اور اس کو کندھے کے ساتھ جوڑ دیا۔ اسی وقت وہ چمٹ گیا حضور کے لعابِ دہن کی برکت سے وہ

ہاتھ ایسے چمٹ گیا جیسے وہ کٹا ہی نہ تھا۔

ابن اسحاق اور دیگر سیرت نگار روایت کرتے ہیں کہ خبیب بن اساف رضی اللہ عنہ کو غزوہ بدر میں گردن پر تلوار کا زخم لگایا تھا کہ ان کی وہ جانب جھک گئی۔ وہ بھی بھاگے بھاگے اپنے مسیحی خد مت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے پھونک ماری زخم بھی مند مل ہو گیا اور ٹھکی ہوئی گردن بھی اپنے مقام پر درست ہو گئی۔ (1)

امام بیہقی، نسائی طرابلسی وغیرہ سند صحیح سے روایت کرتے ہیں: محمد بن حاطب انجلی جو ابھی کسین بچے تھے، ان کے بازو پر اہلبیتی ہوئی ہانڈی الٹ گئی جس سے آپ کا وہ بازو جل گیا۔ وہ اسے لے کر حضور کی خدمت میں پیش ہو گئے۔ حضور نے دست مبارک اس بازو پر پھیر پھر لعاب دہن لگایا اور دعائیں تو اس وقت چشم زدن میں وہ بازو درست ہو گیا۔

حضور کے مس کرنے سے امراض کا کافور ہو جانا

صفات ذمیرہ کا صفات حمیدہ سے بدل جانا

اور چیزوں کی ماہیت کا تبدیل ہو جانا

سرور عالم جس چیز کو دست مبارک سے چھو لیتے تھے اس کی حالت بدل جاتی تھی۔ بیماریاں اور لاعلاج امراض دور ہو جاتے تھے بلکہ صفات ذمیرہ اور اخلاق سیرہ میں انقلاب رونما ہو جاتا تھا اور صفات ذمیرہ صفات حمیدہ سے بدل جاتا کرتی تھیں اور ان شیعہ میں حضور کے چھونے کی برکت سے ایسی تبدیلی رونما ہوتی تھی کہ دیکھنے والے ششدر رہ جاتا کرتے تھے۔ اور اس چیز کی حقیقت ہی بدل جاتی۔

مدینہ طیبہ میں ایک خاتون تھی۔ وہ بڑی زبان دراز اور نڈر تھی۔ جھجک نام کی کوئی چیز اس میں نہیں تھی۔ ایک روز بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی۔ حضور کھانا تناول فرما رہے تھے۔ عرض کرنے لگی مجھے بھی کچھ دیجئے۔ حضور کے سامنے جو کھانا تھا اس میں سے لے کر حضور نے اسے دیا۔ وہ کہنے لگی کہ میں نے وہ لقمہ مانگا ہے جو اس وقت آپ کے منہ میں ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے دہن مبارک سے وہ لقمہ نکال کر اس کو دیدیا کیونکہ حضور کی عادت مبارک تھی کہ کسی کے سوال کو مسترد نہیں کرتے تھے۔

جب وہ لقمہ اس نے کھایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو شرم و حیا کی نعمت سے یوں مالا مال کر دیا کہ مدینہ طیبہ میں کوئی عورت اس سے زیادہ شرمیلی اور باحیا نہ تھی۔ ایک لقمے کی برکت سے اس کی کایا پٹ گئی۔

امام بخاری، حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں ایک رات مدینہ طیبہ میں اچانک شور ہوا، لوگ گھبرا کر اٹھ بیٹھے۔ سرور عالم ﷺ سب سے پہلے باہر تشریف لائے۔ ابو طلحہ کا گھوڑا جو ست رفتار تھا اس پر سوار ہوئے اور یہ معلوم کرنے کیلئے کہ یہ شور کہاں سے آیا ہے حضور اس طرف گئے۔ چاروں طرف چکر لگانے کے بعد حضور واپس تشریف لائے۔ اتنے میں اہل مدینہ تیار ہو کر اس شور کا سراغ معلوم کرنے کیلئے مدینہ طیبہ سے باہر نکل رہے تھے، راستے میں حضور سے ملاقات ہوئی۔ حضور نے فرمایا میں نے چاروں طرف دیکھ بھال کی ہے، کوئی خطرے کی بات نہیں۔ حضرت ابو طلحہ بھی وہاں موجود تھے، حضور نے ابو طلحہ کو فرمایا **وَجِدْنَا قَوْسَكَ بِحَوْثَا** آپ کے گھوڑے کو ہم نے سمندر کی طرح رواں دواں پایا ہے۔ حضور کے سوار ہونے کی برکت سے اس گھوڑے میں وہ سرعت رفتار پیدا ہو گئی کہ کوئی دوسرا گھوڑا تیز رفتاری میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

امام بخاری اور مسلم روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ایک غزوہ میں اللہ کے رسول کے ساتھ شریک سفر تھا۔ یہ غزوہ ذات الرقاع کے نام سے مشہور ہے۔ میرا اونٹ تھک گیا۔ بڑی مشکل سے قدم اٹھا رہا تھا۔ سرور عالم میرے پاس سے گزرے، فرمایا جابر تیرے اونٹ کو کیا ہو گیا؟ عرض کی یا رسول اللہ بیچارہ تھک گیا ہے تیزی سے چل نہیں سکتا اس لئے پیچھے رہ گیا ہوں۔ حضور اپنی سواری سے اترے، جابر کے اونٹ کی بغل میں کچو کا دیا بھر جابر کو سوار ہونے کا حکم دیا۔ اب جو سوار ہوئے تو اس نے تیزی سے چلنا شروع کیا اور تمام سواروں کو اس نے پیچھے چھوڑ دیا۔ اب وہ حضور سے بھی آگے بڑھنا چاہتا تھا جو مجھے گوارا نہ تھا۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ اسے روکوں کہ وہ آگے نہ بڑھے۔ پھر حضور نے حضرت جابر سے یہ خرید لیا۔ جب مدینہ طیبہ پہنچے، جو قیمت مقرر ہوئی تھی اس سے زیادہ قیمت حضور نے حضرت جابر کو دے بھیجی اور پھر وہ اونٹ بھی حضرت جابر کو واپس کر دیا۔

اسی قسم کا ایک واقعہ امام تہذیبی روایت کرتے ہیں۔

جعیل بن زیادہ امام شجعی کی ایک گھوڑی تھی وہ فرماتے ہیں ایک غزوہ میں حضور سے ہرکاب تھا۔ میری گھوڑی کمزور بھی تھی اور وہی پتلی بھی تھی۔ میں لوگوں سے پیچھے رہ گیا۔ سرور عالم نے جب یہ دیکھا تو پوچھا اے جعیل تمہارا کیا حال ہے؟ عرض کی یا رسول اللہ میری گھوڑی بہت کمزور اور وہی پتلی ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے اپنی چھڑی سے اسے چوکا دیا اور فرمایا **مَارَكَ اللَّهُ فَبِهَا** اللہ تعالیٰ اس میں تمہارے لئے برکت دے۔ پھر دیکھا حضور کی دعا کی برکت سے وہ سب قافد سے گئے تھی میں اس کو قابو کرنا چاہتا تھا لیکن وہ نہیں رتی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس گھوڑی میں اتنی برکت دی کہ اس سے بہت بچے بچیاں ہوئے جو میں نے گراں قیمت پر فروخت کئے۔ میں نے اس کی نسل سے بارہ ہزار درہم کے پیچھے فروخت کئے۔

اسی طرح ایک روز سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام سعد بن عبادہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے، وہ بڑا ہی ست رفتار تھا لیکن حضور کی سواری کی برکت سے اتنا برق رفتار بن گیا کہ کوئی اور چانور اس کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ سیف اللہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں سرور کائنات ﷺ کے چند موئے مبارک تھے۔ وہ جب بھی یہ ٹوپی پہن کر کسی جنگ میں شرکت کرتے تو ہمیشہ مظفر و منصور ہوا کرتے تھے۔

امام مسلم ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت سماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ ایک دن آپ نے رحمت عام ﷺ کا جبہ مبارک نکالا جس میں سبز نشان بنے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا اس جبے کو اللہ کا محبوب رسوں پہنا کرتا تھا اور ہم اس کو دھوتے ہیں، اس کا دھوون بیماروں کو چلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو صحت عطا فرماتے ہیں۔

امام بیہقی حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ایک دفعہ وضو کیا۔ وضو کا کچھ پانی بچ گیا۔ حضور نے حکم دیا کہ جو پانی بچ گیا ہے اسے قبا کے فندے کنوئیں میں انڈیل دو۔ اس کی برکت یہ ہوئی کہ اس کنوئیں کا پانی کبھی خشک نہیں ہوتا تھا۔

ابو نعیم روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس کے گھر میں کنواں تھا جس میں رحمت عالم نے اپنا عاب و ابن ذال۔ مدینہ طیبہ میں جتنے کنوئیں تھے ان سب سے اس کنوئیں کا پانی میٹھا اور ٹھنڈا تھا۔

ابو نعیم روایت کرتے ہیں ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کا گزر ایک کنوئیں کے پاس سے ہوا۔ حضور نے پوچھا اس کا نام کیا ہے۔ عرض کی گئی اس کا نام بیسان ہے لیکن اس کا پانی نمکین ہے۔ حضور نے فرمایا اس کا نام بیسان نہیں بلکہ نعمان ہے اور اس کا پانی نمکین نہیں پاکیزہ ہے۔ سرور عالم ﷺ کے ان کلمات سے ہی کنوئیں میں ایسا انقلاب رونما ہوا کہ اس سے زیادہ میٹھا پانی کوئی بھی نہیں تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک روز حضور پر نور کے دونوں شہزادے حسن و حسین شدت پیاس کے باعث رو رہے تھے۔ حضور نے اپنی زبان مبارک ان دونوں شہزادوں کے منہ میں ڈال دی۔ وہ خاموش ہو گئے اب پیاس کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ سرور انبیاء ﷺ کی خدمت میں جب شیر خوار بچے لائے جاتے تو حضور اپنا لعاب دہن ان کے منہ میں چکا دیتے۔ پھر رات تک انہیں کسی چیز کی ضرورت نہ رہتی۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ذمہ چالیس اوقیہ سونا قرض تھا۔ سرور عالم ﷺ نے ایک سونے کا انڈا انہیں مرحمت فرمایا کہ اپنے قرض خواہوں کا قرض ادا کرو۔ آپ نے عرض کی یا رسول اللہ اس چھوٹے سے انڈے سے میرا چالیس اوقیہ کا قرض کیونکر ادا ہو گا۔ سرور عالم نے وہ سونے کا انڈا پکڑ کر اپنی زبان مبارک پر رکھا، فرمایا ے و اللہ تعالیٰ اس سے تمہارا قرض ادا کرے گا۔ حضرت سلمان فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے قرض خواہوں کو بلایا اور جتنا جتنا قرض میرے ذمہ تھا اس کے برابر سونا اس انڈے سے کاٹ کاٹ کر دیتا رہا یہاں تک کہ وہ چالیس اوقیہ قرض ادا ہو گیا اور اسی مقدار میں سونا باقی بچ گیا۔

حضرت امام احمد، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک رات حضرت قتادہ نے عشاء کی نماز حضور کی اقتداء میں ادا کی۔ رات بڑی تاریک تھی۔ بادل چھائے ہوئے تھے۔ حضور نے انہیں ایک ٹہنی عطا فرمائی اور فرمایا گھر جاؤ یہ ٹہنی تمہارے راستہ کو روشن کرے گی، اس کی روشنی دس گز آگے اور دس گز پیچھے تک پھیلی ہوگی جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو وہاں ایک سیاہ چیز نظر آئے گی، اس کو مارنا اور گھر سے نکال دینا کیونکہ وہ شیطان ہے۔

حضرت قتادہ اس شب دہجور میں حضور کے پاس سے نکلے۔ وہ شاخ ان کے ہاتھ میں تھی اس سے روشنی نکل رہی تھی جو ان کے آگے پیچھے روشنی پھیلا رہی تھی۔ جب گھر میں

داخل ہوئے تو حضور کے ارشاد کے مطابق ایک تاریک ہیوا نظر آیا۔ انہوں نے سے بار مار کر اپنے گھر سے باہر نکال دیا۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ حضور کے ایک صحابی عکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں داد شجاعت دے رہے تھے اور کفار و مشرکین کے کشتوں کے پتے لگا رہے تھے کہ اچانک آپ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ بڑے حیران ہوئے۔ حضور کی خدمت میں عرض کی۔ حضور نے انہیں ایک لکڑی پکڑادی کہ جاؤ اس کے ساتھ دشمن کے ساتھ جنگ کرو۔ جب انہوں نے اسے اپنے ہاتھ میں پکڑا تو وہ لکڑی تلوار میں تبدیل ہو گئی۔ تلوار ایسی جو بڑی تیز و تار والی اور بہت لمبی تھی۔ جس کی رنگت سفید تھی اور لوہا بڑا سخت تھا۔ وہ تلوار کے ساتھ دشمن پر تابزد توڑ حملے کرتے رہے۔ غزوہ بدر کے بعد جن غزوات میں شریک ہوئے ان کے پاس یہی تلوار ہوتی تھی۔ آخر کار مرتدین کے خداف جب جہاد کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ اس وقت شرف شہادت سے مشرف ہوئے۔ آپ کی تلوار کو اعبو۔ کہا جاتا تھا۔

امام بیہقی اور دیگر سیرت نگار حضرات لکھتے ہیں کہ غزوہ حد میں عبداللہ بن حشش کو یہی واقعہ پیش آیا کہ تلوار ٹوٹ گئی۔ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ میری تلوار ٹوٹ گئی ہے کیا کروں۔ رحمت عالم ﷺ نے کھجور کی شاخ نہیں عطا فرمائی اور فرمایا یہ لو اس کے ساتھ دشمنان اسلام سے جنگ کرو۔ جو نبی آپ نے وہ شاخ پکڑی وہ فوراً تلوار بن گئی۔ اس کے ساتھ دشمنان اسلام کے خلاف مصروف پیکار رہے اور ان پر قیامت بن کر ٹوٹنے رہے۔

سفر ہجرت میں جب ام معبد کے خیمہ کے پاس سے گزر ہوا تو اس سے حضور نے کھانے کی کوئی چیز مانگی۔ اس نے معذرت کی اور کہا قحط سالی کی وجہ سے ہمارے پاس کوئی چیز نہیں ورنہ میں حضور کی ضرورت میزبانی کا شرف حاصل کرتی۔ میرے گھر میں ایک دینی پتلی لاغری بکری ہے جو ریوڑ کے ساتھ چرنے نہیں جاسکتی۔ حضور نے فرمایا اگر اجازت دو تو اسے دودھ میں؟ اس نے بکری پیش کر دی اور عرض کی اگر اس میں دودھ کا قطرہ ہے تو میری طرف سے اجازت ہے۔ سرور عالم ﷺ نے جب اس کے خشک تھنوں پر اپنا دست مبارک پھیرا تو وہ دودھ سے بالاب بھر گئے جس کا مفصل تذکرہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔

اسی طرح حضرت حمیدہ سعدیہ جب حضور کو لے کر اپنے خیمہ میں پہنچیں تو ان کے

جتنے شیردار جانور تھے ان سب کی کھیریاں دودھ سے بھر گئیں، گویا حلیمہ کے گھر میں دودھ کی نہریں بہنے لگیں اور وہاں حضور کے قدم رنجا فرمانے سے اس کے گھر کے خزاں زدہ باغ میں بہر آگئی۔

اسی طرح قاضی عیاض نے شفاء شریف میں لکھا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے عمیر بن سعید کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرا اور اس کی عمر میں برکت کیسے دعا فرمائی۔ آپ نے اسی سال کی عمر میں وفات پائی لیکن آپ کے سر میں کوئی سفید بال نہ تھا اور نہ بڑھاپے کے آثار آپ پر ظاہر ہوئے تھے۔

طبرانی اور بیہقی نے لکھا کہ عقبہ بن فرقد رضی اللہ عنہ سے بڑی خوشبو آتی تھی۔ اس کی تین بیویاں تھیں، ہر بیوی کی خواہش تھی کہ جو عطر وہ استعمال کرے وہ دوسری دو سونوں سے زیادہ خوشبودار ہو۔ ہر بیوی بہتر سے بہتر خوشبو لگانے میں کوشاں رہتی تھی لیکن ان کے خاوند عقبہ نے خوشبو لگانے کا کبھی تکلف نہیں کیا تھا اس کے باوجود ان سے جو خوشبو آتی اس کے سامنے ان کی بیویوں کی خوشبو کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ ان کی ایک زوجہ اسماء صم تھی، اس نے ان سے پوچھا کہ آپ خوشبو بھی نہیں لگاتے لیکن آپ کے جسم سے جو مہک اٹھتی ہے اس کے سامنے سارے عطر اور کستوریاں بچ ہیں یہ کیا راز ہے ہمیں بھی بتائیے۔ آپ نے بتایا کہ بچپن میں مجھے چھوٹی پھنسیاں نکلی تھیں۔ میں حاضر خدمت ہوا حضور نے مجھے اپنے سامنے بیٹھنے کا حکم دیا، میرے کپڑے اتروا دیئے، ہتھیلی پر صاب دہن رکھ کر دوسری سے ملا اور پھر اپنا دست مبارک میری پیٹھ پر اور میرے پیٹ پر پھیرا۔ اسی ہاتھ کی برکت ہے کہ میرے جسم سے خوشبو آتی ہے اور کوئی خوشبو اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

ابن کلبی روایت کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے قیس بن زید جذامی کے سر پر ہاتھ مبارک پھیرا۔ قیس نے جب وفات پائی اس وقت اس کی عمر سو سال تھی۔ اس کے سر کے بال سفید ہو گئے تھے لیکن جس جگہ رحمت عالم ﷺ نے اپنی ہتھیلی مبارک رکھی تھی اس جگہ کے بال بالکل سیاہ تھے۔ اس دست مبارک کے باعث جو نور ان کے چہرے سے پھوٹتا تھا اس کی وجہ سے آپ کو اغر "روشن جبین" کہا جاتا تھا۔

ایک روز حضرت ابو ہریرہ نے بارگاہ رسالت میں شکایت کی، یا رسول اللہ جو پڑھتا ہوں

بھول جاتا ہوں کوئی چیز یاد نہیں رہتی۔ حضور ﷺ نے حکم دیا کہ چادر بچھا دیں۔ انہوں نے چادر بچھا دی یوں محسوس ہوتا تھا کہ حضور ﷺ کہیں سے کوئی چیز لے رہے ہیں اور چادر میں اس رہے ہیں۔ جب محفل ختم ہوئی، حضور نے فرمایا اے ابو ہریرہ چادر کو اٹھو اور سینے سے لگاؤ۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے اس چادر کو اکٹھا کر کے سینے سے لگایا۔ اس چادر کی برکت سے میری قوت حافظہ اتنی قوی ہو گئی کہ جو حدیث اپنے حق کی زبان سے سنتا تھا وہ مجھے یاد ہو جاتی تھی۔ صحابہ کرام میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو مجھ سے زیادہ احادیث طیبہ کا حافظہ ہو۔ سوائے عبداللہ بن عمرو کے وہ مجھ سے زیادہ احادیث طیبہ کے حافظہ تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ مجھ سے بہت پہلے مشرف باسلام ہوئے اور ان کو حضور کے ارشادات عالیہ سننے کا کافی موقع ملا اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ احادیث کو لکھ یا کرتے تھے درمیان تکھننے سے قاصر تھے۔ اس قسم کے صد ہا واقعات کتب احادیث و سیرت میں ملتے ہیں کہ رحمت و عالم نے جس چیز کو، جس حیوان کو، جس کپڑے کو، جس کٹڑی کو، بندہ جس چیز کو بھی اپنے دست مبارک سے چھوا اس کی کاپیا پلٹ کر رکھ دی۔ اس کی ساری خامیاں اور کمزوریاں دور ہو گئیں اور وہ محامد جمیلہ کی مظہر بن گئی۔

ہم ان چند واقعات کا ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ میں رحمت کی برکات سے ہم سب کو اور حضور کی ساری امت کے مردوں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں، یتیموں، ان پڑھوں کو مامول کرے۔ آمین ثمین۔

حضور کی دعاؤں کی شان قبولیت

اس سے پہلے جو ایمان افروز واقعات اور معجزات آپ کے مطالعہ کیسے زیر بحث قرطاس بنے ہیں ان میں حضور کے عمل کا بھی دخل تھا لیکن اب حضور کے معجزات کی سنہری زنجیر کا جو باب کھل رہا ہے وہ اپنے اندر خصوصی امتیاز رکھتا ہے۔ حضور نے صرف اپنی زبان فیض ترجمان کو جنبش دی۔ چند کلمات اپنے رب کریم کی بارگاہ میں عرض کئے دروگوں کی بڑی بنادی۔ شقاوت کو سعادت میں بدل دیا، کفر و شرک کے اندھیروں سے نکال کر شاہراہ ہدایت پر گامزن کر دیا اور دلوں کو جذبات محبت سے لبریز کر دیا۔ اور دلوں کو وہ مینائی بخش دی جو حق و باطل میں اس طرح باسانی امتیاز کر سکے جس طرح ظاہری آنکھیں سفید و سیاہ

میں امتیاز کر سکتی ہیں۔

یہ معجزات بھی اتنی کثرت سے ظہور پذیر ہوئے اور محدثین کرام نے ان کو بڑے ذوق و شوق اور بڑی احتیاط کے ساتھ اپنے صحیفہ نیرہ میں قلمبند کیا۔ نہ ان کا شمار کیا جاسکتا ہے نہ ان کی حد بندی کی جاسکتی ہے۔ اپنی ساری خامیوں، کمزوریوں اور نادانیوں کے باوجود اس ملکستان فضل نبوت سے چند پھول چن کر پیش کرتا ہوں، شاید اس گلدستہ کے کسی پھول کی رنگت اور مہکتی کسی کو پسند آجائے اور اس کی سوئی ہوئی تقدیر بیدار ہو جائے۔ واللہ ولی التوفیق۔

عاشق رسول حضرت قاضی عیاض شفاء شریف میں رقمطراز ہیں۔

کہ حضور ﷺ نے اپنے اہل بیتوں کیلئے جو دعائیں کیں یا دشمنان اسلام کیلئے جو بددعائیں کیں یہ حد تو اتر کو پہنچی ہوئی ہیں مندرجہ معیومہ ضرور۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حدیفہ بن یمان سے روایت کرتے ہیں۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَا لِلرَّحْلِ أَدْرَكَتْ
وَلَدَهُ وَوَلَدَ وَلَدِهِ أَيْ وَصَلَ أَثَرُ الدَّعْوَةِ وَبَرَكَاتُهَا إِلَى
وَلَدِهِ وَوَلَدِ وَلَدِهِ۔

(1)

”حضور ﷺ جب کسی شخص کیلئے دعا فرماتے تھے تو اس دعا کا اثر اس شخص کی ذات تک محدود نہیں رہتا تھا بلکہ اس کی برکات سے وہ شخص بھی، اس کا بیٹا بھی اور اس کا پوتا بھی فیض یاب ہوتے تھے۔

امام مسلم حضرت انس سے روایت کرتے ہیں ایک روز سرکارِ دو عالم ﷺ نے ہمارے غریب خانہ میں قدم رنجہ فرمایا۔ اس وقت گھر میں صرف میں، میری والدہ اور میری خالہ ام حرام موجود تھیں، اور کوئی شخص نہ تھا۔ میری والدہ نے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے التجا کی۔

خَوَّيْتُ مُلْكَ أَنَسٍ۔ أَدْعُ اللَّهَ لَهُ

”یا رسول اللہ! یہ ہے انس کا حقیر غلام، اس کے لئے اپنے رب سے دعا فرمائیں۔“

رحمتِ عالم نے دست دعا بلند کئے اور میرے لئے ہر بھلائی کی دعا کی اور دعا کا آخری

جملہ یہ تھا۔

اللَّهُمَّ اكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَبَارِكْ لَهُ فِيهِ۔ اَطْلُ عُمَرَةَ وَاجْعَلْهُ
مَقْبُورًا فِي الْجَنَّةِ

”اے اللہ! اس کے مال کو زیادہ کر۔ اس کی اولاد میں بھی برکت دے اور
پھر ان میں اس کے لئے برکت عطا فرما۔ اس کی عمر کو طویل کر۔ اور
جنت میں اس کو میرا رفیق بنا۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ، جب ان کی عمر بھی ہو گئی، ماں کثرت سے جمع ہو گیا اور بیش
تعداد میں ان کے بچے ہو گئے تو حضرت انس فرمایا کرتے ”وَبَارِكْ لَهُ فِيهِ وَاجْعَلْهُ
مَقْبُورًا فِي الْجَنَّةِ“ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے میرے حق میں اپنے محبوب کی دعا کو منظور
فرمایا ہے مجھے امید ہے کہ دعا کا آخری حصہ بھی شرف قبول سے سرفراز کیا جائے گا اور مجھے
اللہ تعالیٰ اپنی جنت میں حضور کی رفاقت اور شہادت نصیب کرے گا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف کیلئے برکت کی دعا

اب ہم آپ کو بادی برحق، فیاض دو جہاں ﷺ کی ایک اور دعا کے بارے میں عرض
کرتے ہیں جس سے حضور سرور عالم ﷺ نے اپنے ایک غلام، یثار پیشہ صحابی حضرت
عبدالرحمن بن عوف کو سرفراز فرمایا تھا۔

جب آپ ہجرت کر کے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ آئے تو بالکل خالی ہاتھ تھے، آپ
کے پاس کوئی چیز نہیں تھی۔ سرور عالم ﷺ نے ان کے درمیان اور حضرت سعد بن ریح
کے درمیان اخوت کا رشتہ قائم کر دیا، دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا۔ سعد بن ریح نے
جب دیکھا کہ میرا اسلامی بھائی افلاس میں مبتلا ہے تو جذبہ یتاران کے دس میں موجزن ہوا
اور انہیں کہا میری دو بیویاں ہیں میں چاہتا ہوں کہ جو آپ کو پسند ہو ایک کو طلاق دے دوں
تاکہ آپ اس سے شادی کریں اور آپ کا گھر آباد ہو۔ دوسری میری یہ خواہش ہے کہ میں اور
آپ میرا سہ ماہی آپس میں نصف نصف تقسیم کر لیں تاکہ آپ کی تنگدستی کا ازالہ ہو جائے۔

حضرت عبدالرحمن نے اسلامی بھائی کی یہ فیاضانہ پیشکش سن کر انہیں کہا کہ

لَا حَاجَةَ لِي فِي ذَلِكْ بَارَكَ اللَّهُ فِي رَوْحَتَيْكَ وَمَالِكَ

میرے بھائی مجھے ان چیزوں کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ تمہاری دونوں بیویوں میں برکت دے اور تیرے مال میں بھی اللہ تعالیٰ برکت دے۔“ مجھے صرف بازار کا راستہ بتا دو چنانچہ آپ کو بازار کا راستہ بتا دیا گیا۔ آپ ہر روز وہاں جاتے اور کاروبار کرتے۔ ابھی قلیل عرصہ گزرا تھا کہ سرور عالم علیہ السلام کی دعا کی برکت سے آپ کے پاس کثیر مقدار میں مال جمع ہو گیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے حضور کی دعا کی برکت سے میری اب یہ حالت ہے کہ اگر میں پتھر، ٹھٹھا ہوں تو مجھے یہ توقع ہوتی ہے کہ حضور کی دعا کی برکت سے مجھے اس کے نیچے سے سونا ملے گا۔ اور جب 31 یا 32 ہجری میں آپ نے وفات پائی تو جو ترکہ چھوڑا اس کی ایک جھلک آپ ملاحظہ فرمائیں۔

سونا ایک جگہ جمع تھا، وارثوں میں اس کو تقسیم کرنے کیلئے کلبڑوں سے اسے کاٹنا پڑا اور جو لوگ کلبڑے مار مار کر اس سونے کے ٹکڑے کر رہے تھے کثرت کار کی وجہ سے ان کے ہاتھ زخمی ہو گئے۔ آپ کی چار بیویاں تھیں، ہر ایک کو اسی ہزار حصہ میں ملے۔ آپ جانتے ہیں کہ جب کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے، بااولاد ہو تو اس کی بیوی ایک ہویا زیادہ اس ترکہ سے اسے آٹھواں حصہ ملتا ہے۔ آپ کی چار ازواج تھیں چاروں کو آپ کی جائیداد کا آٹھواں حصہ ملا اور آٹھویں حصہ کا چہارم اسی ہزار ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ان چاروں میں سے ہر ایک کو ایک لاکھ حصہ ملا۔ بلکہ آپ کی ایک رفیقہ حیات نے وراثت میں ملنے والے حصہ کو دس ہزار دینار میں فروخت کر دیا تھا۔

آپ نے وصال سے پہلے یہ وصیت کی۔

ایک ہزار گھوڑے پچاس ہزار دینار اللہ کے راستہ میں دیئے جائیں۔

آپ کا ایک باغ تھا اس کو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، امہات المؤمنین کیلئے وصیت کیا۔ یہ باغ چار لاکھ میں فروخت ہوا۔

آپ نے فرمایا مجاہدین بدر میں سے جو بدری زندہ ہوں ان میں سے ہر ایک کو چار سو اشرفی دی جائے۔ اس وقت ایک سو مجاہدین بدر بقید حیات تھے۔ ہر ایک نے اپنا حصہ لیا۔ ان میں حضرت عثمان بن عفان بھی شریک تھے۔

یہ سب صدقات ان صدقات کے علاوہ ہیں جو آپ نے اپنی زندگی میں اللہ کے راستہ میں خرچ کئے۔

آپ نے ایک روز تمیں غلام آزاد کئے۔

اور ایک قافلہ، جو سات سو اونٹوں پر مشتمل تھا جن پر سامان خور و نوش کے علاوہ کئی شیعہ لادی ہوئی تھیں، ان اونٹوں کو ان کے پلانوں اور سامان سمیت اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا۔ یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے ایک دفعہ اپنے آدھ مال اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا اور یہ آدھا چار ہزار دینار تھے۔

پھر ایک مرتبہ آپ نے چالیس ہزار درہم راہ خدا میں صدقہ کئے۔
کچھ عرصہ بعد چالیس ہزار دینار راہ خدا میں صدقہ کئے۔
پھر پانچ سو گھوڑے فی سبیل اللہ صدقہ کئے۔
پھر کچھ عرصہ بعد پانچ سو اونٹ مجاہدین کی سواری کیسے پیش کئے۔

یہ بھی مروی ہے کہ ایک مرتبہ رحمت عام ﷺ نے جب اپنے جان نثار صحابہ کو راہ خدا میں صدقہ کی ترغیب دی تو آپ چار ہزار دینار جھولی میں بھر کر لائے اور حضور کے قدموں میں ڈھیر کر دیئے۔ عرض کی یا رسول اللہ میرے پاس کچھ ہزار دینار تھے انہیں سے چار ہزار اپنے کریم رب کو بطور قرض دیئے اور چار ہزار اپنے اہل و عیال کیسے رکھے ہیں۔ اللہ کے حبیب نے جب اپنے غلام کی فیاضی اور ایثار کی بات سنی تو ارشاد فرمایا: **بَارِكْ لَكَ اللَّهُ** **فِيمَا عَصَبَ وَفِيمَا مَسَكْتَ** "اے عبد الرحمن جو تو نے راہ خدا میں دیا ہے اور جو تو نے اپنے اہل و عیال کیسے پکڑ رکھا ہے ان دونوں کو اللہ تعالیٰ اپنی برکت سے نوازے۔" (1)

حضرت معاویہ بن ابوسفیان کیلئے دعا

اب ہم آپ کو سرکارِ دو عالم ﷺ کی ان دعاؤں سے سگاہ کرتے ہیں جو حضرت معاویہ کے حق میں مانگیں ایک مرتبہ حضور نے فرمایا۔

اللَّهُمَّ عَلَّمَهُ الْكِتَابَ وَمَكَّنْ لَهُ فِي السِّبْطِ وَوَقِهِ الْعَذَابَ

"اے اللہ! انہیں کتاب کا علم عطا فرما، ان کو ملک میں تمکین عطا فرما اور

اس کو عذاب سے بچا۔"

حضور نے دوسری مرتبہ ان کے لئے دعا مانگی۔

اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًا

”اے اللہ ان کو ہادی اور مہدی بنادے۔“

حضور نے ان کے حق میں جو دعائیں کیں وہ قبول ہوئیں۔

سب سے پہلے صدیق اکبر نے انہیں شام کا والی بنایا۔ آپ کے بعد حضرت عمر نے ان کو اس عہدہ پر بحال رکھا۔ پھر حضرت عثمان کے زمانہ میں شام کے گورنر رہے پھر بیس سال آپ کو شام کی امارت نصیب رہی۔

جب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہونے کا اعلان کیا تو اس وقت سے حضرت امیر معاویہ ساری مملکت اسلامیہ کے بال تفاق خلیفہ قرار پائے اور تمام لوگوں نے آپ کی بیعت کی۔ اب ہم اس موضوع پر کچھ اظہار خیال کرتے ہیں۔ مانا کہ حضرت امیر معاویہ کیلئے حضور نے جو دعائیں فرمائیں وہ قبول ہوئیں لیکن حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کے ساتھ ان کا جنگ و جدال جو مدت دراز تک جاری رہا، اس کے بارے میں ہمیں کیا نظریہ رکھنا چاہئے؟

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمیں اکابر صحابہ کے بارے میں لب کشائی کرنے سے حتی المقدور اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ یہ جو کچھ ہوا سب پر بنائے اجتہاد تھا اور آپ جانتے ہیں کہ مجتہد جب حسن نیت سے حقیقت پر پہنچنے کی کوشش کرتا اور اجتہاد کرتا ہے تو اگر وہ حقیقت تک پہنچتا ہے تو اس کو اس کے دو ثواب ملتے ہیں اور اگر اس نے خلوص نیت سے حق پر رسائی حاصل کرنے کی پوری سعی کی لیکن وہ حقیقت تک رسائی حاصل نہیں کر سکا پھر بھی اس کو اس اجتہاد کا ایک ثواب ملے گا۔ بہر حال ہم میں سے کسی کو زیب نہیں دیتا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے صحابہ کی اس بابرکت جماعت کے بارے میں زبان طعن دراز کرے کیونکہ قرآن کریم کی بہت سی آیات ایسی ہیں جن میں اس پاکباز جماعت کی شان بیان کی گئی ہے اللہ تعالیٰ سورۃ توبہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

الْشَّيْقُونَ الْأَذَلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ
اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ
لَهُمْ جَنَّاتُ عَجْرَىٰ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ
الْمَوْزِعُ الْعَظِيمُ ۝

”اور سب سے آگے آگے، سب پہلے پہلے ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار سے اور جنہوں نے پیروی کی ان کی عہدگی سے، راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان سے اور راضی ہو گئے وہ اس سے۔ اور اس نے تیار کر رکھے ہیں ان کے لئے باغات بہتی ہیں ان کے نیچے ندیاں، ہمیشہ رہیں گے ان میں ابد تک۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصَرُّونَ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (1)

”(نیز وہ مال) نادار مہاجرین کے لئے ہے جنہیں (جبر) نکال دیا گیا تھا ان کے گھروں سے اور جائیدادوں سے۔ یہ (نیک بخت) تلاش کرتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضا۔ اور (ہر وقت) مدد کرتے رہتے ہیں مدد اور اس کے رسول کی۔ یہی راست باز لوگ ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے ان دو آیتوں میں ایک تو ان کے سچے ہونے کی تصدیق کی اور نہیں یہ مژدہ سنایا کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ اس کے بعد کسی مومن کو یہ زریعہ نہیں دیتا کہ ان میں سے کسی پر زبان طعن دراز کرے۔ سے چاہئے کہ ان حضرات کے معاملات کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے جو دلوں کے رازوں کو جاننے والا ہے اور اپنے بندوں کی نیکیوں پر پوری طرح آگاہ ہے اور یہ عقیدہ رکھے کہ ان میں جو جنگ و قتل ہوئے ہیں ان کی وجہ بدعتی نہیں بلکہ اجتہاد ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ایک اور ارشاد سنئے۔

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنفَقَ مِنْ تَبِيلِ الْفَتْحِ وَقَتَلَ أُوْلَٰئِكَ
أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَتَلُوا وَلَا
وَعَدَ اللَّهُ الْحَسَنَىٰ - (2)

”تم میں سے کوئی برابر نہیں کر سکتا ان کی جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے

(راہ خدا میں) مال خرچ کیا اور جنگ کی۔ ان کا درجہ بہت بڑا ہے ان سے
جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور جنگ کی۔ (ویسے) سب کے
ساتھ اللہ نے وعدہ کیا ہے بھلائی کا۔“

پھر مولا کریم فرماتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ (1)
”بلاشبہ وہ لوگ جن کے لئے مقدّر ہو چکی ہے ہماری طرف سے بخشنی
تو وہی اس جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔“

ان آیات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حضور کے تمام صحابہ کرام جنت میں ہیں اور انہیں
بخش دیا گیا ہے۔ ان آیات قرآنی کے بعد اب فرمان نبوی سماعت فرمائیں حضور نے فرمایا۔

اللَّهُ اللَّهُ فِي أَصْحَابِي لَا تَجِدُونَهُمْ غُرَضًا بَعْدِي. فَمَنْ
سَيَهُمُ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ
لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مَنَّهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا.

”میرے صحابہ کے بارے میں خدا سے غرض نہ ہو۔ میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنا
لینا۔ جس نے ان کو گالی دی، اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام
لوگوں کی طرف سے لعنت برے۔“

اس کے علاوہ صحابہ کرام کی شان میں سرور عالم ﷺ کے کثیر التعداد ارشادات ہیں۔

نَسَأَلُ اللَّهَ أَنْ يُحْيِيَنَا وَيُيَسِّرَنَا عَلَىٰ حَبِيبِهِمْ وَأَنْ لَا يُجْعَلَ
لِأَحَدٍ مِنْهُمْ فِي عُنُقِنَا ظِلَامَةٌ وَأَنْ يُجْعَلَهُمْ شُفَعَاءَ لَنَا
يَوْمَ الْقِيَامَةِ آمِينَ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کیلئے اجابت دعا کی عرض

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی
یا رسول اللہ! حضور میرے لئے دعا فرمائیں تاکہ اللہ تعالیٰ میری دعاؤں کو قبول فرمایا
کرے۔ حضور نے فرمایا اے سعد اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی کی دعا قبول نہیں کرتا جس

وقت تک اس کا طعام پاکیزہ نہ ہو۔ سعد نے عرض کی حضور دعا فرما میں اللہ تعالیٰ میرے طعام کو پاکیزہ کرے کیونکہ حضور کی دعا کے بغیر میں اس کی قدرت نہیں رکھتا۔
حضور نے دعا کی

اللَّهُمَّ أَطِيبْ طَعَمًا سَعِيدًا وَاسْتَجِبْ دَعْوَتَهُ

”اے اللہ سعد کی غذا کو پاکیزہ کر دے اور اس کی دعا کو قبول فرما۔“

چنانچہ کتب صحاح کے مصنفین نے حضرت سعد کی بہت سی ایسی دعائیں نقل کی ہیں جو کہ مستجاب ہوئیں۔ یہ دعائیں زبان زد عام ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

آپ کی موجودگی میں کسی شخص نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ و آلہ اللہ وجہہ کی جناب میں گستاخی کی۔ آپ کو غصہ آیا آپ نے اس کے لئے ان الفاظ میں بددعا کی

إِنْ كَانَ كَاذِبًا فَإِنِّي فِيهِ أَيْةٌ

”اگر اس نے سیدنا علی کے بارے میں جھوٹ بولا ہے تو مجھے اس میں

ایک نشانی دکھ جس سے اس کا جھوٹ عیاں ہو جائے۔“

اسی وقت ایک اونٹ آیا جس نے اس کو پکڑ کر اپنے پاؤں کے نیچے رید یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گیا۔

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد نے ابی سعد کی کیسے بددعاں، عرض کی

اللَّهُمَّ أَطِيبْ عُمُرًا وَأَطِيبْ فَقْرًا وَعَرِّضْهُ لِلْفِتَنِ

”اے اللہ اس کی عمر کو طویل کر۔ اس کے فقر کو بھی طویل کر اور اس کو

فتنوں کی آماجگاہ بنا دے۔“

راوی کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ وہ پیر فرقت بن گیا ہے، وروں بھنویں آنکھوں پر مگری ہیں اور وہ نوجوان لڑکیوں سے چیمڑ چھڑ کرتا ہے اور وہ اسے دیکھ کر کہتے ہیں یہ وہ دیوانہ ہے جس کو سعد کی بددعا لگی ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں۔

رحمت عالم ﷺ نے بارگاہ الہی میں التجا کی۔ یا اللہ اسلام کو ان دو آدمیوں میں سے کسی

ایک کے ذریعہ قوت و طاقت عطا فرما۔ حضور نے پھر دو نام سے عمر بن خطاب اور ابو جہل۔ حضور کی یہ دعا عمر بن خطاب کے بارے میں قبول ہوئی۔ مسلمان حضرت فاروق اعظم سے

اسلام لانے سے قبل مشرکین کے خوف سے حرم شریف کے محن میں نماز نہیں ادا کر سکتے تھے بلکہ ٹھپ کر اپنے مکانوں کے اندر پڑھتے تھے۔ اب جبکہ فاروق اعظم نے اسلام قبول کر لیا تو پھر وہ بیت اللہ شریف کے پاس محن حرم میں نماز ادا کیا کرتے تھے، کسی کی مجال نہ تھی کہ ان کی طرف میلی آنکھ کر کے دیکھ سکے۔

جہلی دما میں دو کے نام لئے تھے پھر حضور نے حضرت عمر کیلئے دعا فرمائی۔ (1)
ہجرت سے پہلے رحمت عالم ﷺ نے حضرت ابوقحہ کیلئے باریں اغاظ دعا فرمائی۔

اَقْدَحْ وَجْهَهُ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُ فِيْ شَعْرِهِ وَبَشَرِهِ

”اللہ تعالیٰ میرے چہرے کو کامیاب بنادے، اے اللہ! اس کے بالوں اور
ظاہری جلد میں برکت عطا فرما۔“

ستر سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کو دیکھنے سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ پندرہ سال
نوجوان ہے ان کا چہرہ شگفتہ اور تروتازہ تھا۔ ان کے جسم میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی تھی
اور نہ ان کے بال سفید ہوئے تھے۔

قیس بن عبد اللہ جو تابعہ الجعدی کے نام سے مشہور ہیں انہوں نے نبی رحمت کی شان
میں قصیدہ لکھا۔ وہ اپنا قصیدہ حضور کو پڑھ کر سنار ہے تھے۔ جب اس شعر تک پہنچے۔

وَلَا خَيْرَ فِيْ جِلْدِهِ اِذَا الْعَمِيْنُ لَهُ بَوَادِرُ تَخِيَّ صَفْوَةً اَنْ يَّكْدَرَا

”اس حلم میں کوئی بھلائی نہیں جب تک کہ اس میں غصہ کی آمیزش نہ
ہو تاکہ وہ اپنے صاف تالاب کو اسے گدلا کرنے والوں سے بچا سکے۔“

وَلَا خَيْرَ فِيْ جَبْهِهِ اِذَا الْعَمِيْنُ لَهُ حِلْمٌ اِذَا مَا اَوْرَدَا لَأَمْرًا صَدَّ

”ایسی خصلت غضب میں کوئی بھلائی نہیں جب تک اس میں حلم نہ ہو
جو اسے اس چیز سے نکال سکے جس میں وہ داخل ہوا ہے۔“

حضور کو یہ دونوں شعر بہت پسند آئے، اسے اس دعا سے نوازا۔

لَا يُغْوِضُ اللّٰهُ قَائِكَ

”اللہ تعالیٰ میرے منہ کو سلامت رکھے۔“

چنانچہ وقت رحلت تک ان کا کوئی دانت نہیں گرا تھا۔ ان کی عمر کے بارے میں مختلف

قول ہیں۔ کسی نے کہا ان کی عمر ایک سو چالیس سال تھی کسی نے دو سو اسی سال بتائی۔ واللہ اعلم۔
حضرت عبداللہ بن عباس کیلئے دعا

امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے وہ دعا نقل کی ہے جس سے رحمت عالم ﷺ نے حضرت ابن عباس کو سرفراز فرمایا تھا۔ اَللّٰهُمَّ قَوِّمَهُ فِي الدِّيْنِ وَعِلْمَهُ الْمَثَوِيْلَ سے دعا ہے ابن عباس کو دین کی سمجھ عطا فرما اور اسے قرآن کریم کے معانی کا علم عطا فرما۔

یہ دعا یوں مقبول ہوئی کہ وہ حبر اور ترجمان القرآن کے لقب سے شرق و غرب میں مشہور ہوئے۔ علم تفسیر، فقہ، میراث، عرب کے اشعار اور ان کے مشہور تاریخی دنوں کو ان سے بہتر جاننے والا کوئی اور نہیں تھا۔ یہ سب سرور عالم ﷺ کی دعا کی برکت کا نتیجہ تھا۔ نبی کریم ﷺ نے جعفر بن ابی طالب کے فرزند حضرت عبداللہ کیسے دعا فرمائی۔
”الہی! اس کے ہر سودے میں برکت دینا۔“

جتنے بھی سودے عمر بھر انہوں نے کئے ہمیشہ انہیں نفع حاصل ہوا، کبھی خسارہ کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

ابو نعیم روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے مقدار کیسے برکت کی دعا فرمائی۔ اس دعا کی برکت سے ان کے گھر میں نقدی کی بوریاں بھری ہوتی تھیں۔ آپ کی رفیقہ حیات کا نام ضباعہ بنت زبیر تھا۔ وہ فرماتی ہیں کہ مقدار ایک روز قضا نے حاجت کیلئے گئے۔ دریں اثناء آپ بیٹھے تھے کہ ایک چوبائیک بل سے منہ میں ایک اشرفی لئے باہر نکلا۔ اس نے وہ اشرفی آپ کے سامنے رکھ دی۔ پھر وہ بل میں داخل ہوتا رہا باہر نکلتا رہا اور ہر بار ایک اشرفی منہ میں لاتا رہا یہاں تک سترہ اشرفیاں آپ کے سامنے رکھ دیں۔ حضرت مقدار حضور نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا واقعہ کہہ سنایا۔ حضور نے پوچھا اس بل میں تو نے ہاتھ داخل تو نہیں کیا تھا؟ اس نے عرض کی اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں نے ہاتھ داخل نہیں کیا۔ حضور نے فرمایا پھر یہ صدقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں تمہیں برکت دے۔ وہ دینار ہمارے پاس باقی رہے یہاں تک کہ حضور کی برکت سے چاندی کی بھری بوریاں میں نے آنکھوں سے دیکھیں۔

عروہ بن ابی جعد البارقی کیلئے دعا

امام بخاری اور احمد فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت عروہ کو بھی اس دعا سے نوازا جو دعا حضور نے مقداد کو دی تھی۔ عروہ کہتے ہیں میں جب بھی کوفہ کے اس بازار میں جاتا ہوں جو کنسہ کے نام سے موسوم ہے اور وہاں جا کر کاروبار کرتا ہوں تو میں اس وقت تک لوٹ کر نہیں آتا جب تک مجھے چالیس ہزار کا نفع نہ ہو۔

ام ابوہریرہ کیلئے دعا اور ان کا ایمان لانا

امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ ایک روز حضرت ابوہریرہ روتے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے رونے کی وجہ پوچھی۔ عرض کی یا رسول اللہ! میں عرصہ سے اپنی ماں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا تھا لیکن ہر بار انکار کرتی تھی۔ تن میں نے پھر اسے اسلام لانے کی دعوت دی تو وہ غصہ سے پھر گئی اور حضور کی شان میں گستاخی کرنے لگی۔ یا رسول اللہ! اللہ کریم سے دعا فرمائیں تاکہ وہ میری ماں کو ہدایت دے۔ حضور نے اسی وقت دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کی۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِ اُمَّرَاۃً اٰتٰیَ هٰذِیْنَ رَکَّۃً اے میرے اللہ! جو عروہ کی ماں کو ہدایت دے۔ انہیں یقین تھا کہ حضور کی دعا بارگاہ الہی میں ہمیشہ مستجاب ہوتی ہے۔ وہ خوشی سے پھولے نہ سارے تھے۔ وہ فرحان و شادان اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب دروازہ پر پہنچے کسی کے پاؤں کی آہٹ کی آواز سنی۔ ساتھ ہی یہ آواز بھی آئی مَنَّكَتْ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ اے ابوہریرہ! میں ٹھہر جاؤ۔ آگے مت آنا۔ آپ کھڑے ہو گئے۔ سن جیسے ان کی والدہ اپنے اوپر پانی ڈال رہی ہیں۔ چنانچہ غسل کیا، کپڑے بدلے اور دروازہ کھولا۔ جب اندر قدم رکھا تو ماں نے کہا اے ابوہریرہ اِنِّیْ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ انہیں قدموں پر حضرت ابوہریرہ بارگاہ رسالت میں واپس آئے۔ ان کی خوشی کی حد نہ تھی۔ عرض کی یا رسول اللہ مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کی دعا قبول فرمائی اور میری ماں کو اسلام قبول کرنے کی ہدایت دی ہے۔ سرور عالم ﷺ نے اپنے رب کریم کی حمد کی۔ پھر حضرت ابوہریرہ نے عرض کی یا رسول اللہ! دعا فرمائیں۔

اَنْ یَّحْبِبَیْنِیْ اَنَا وَاُمِّیْ اِلٰی عِبَادَةِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَحَبِیْبَتِهِمُ الْیَتِیْمَا

”اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کے نزدیک مجھے اور میری ماں کو محبوب بنادے اور ہمارے دلوں میں اپنے نیک بندوں کی محبت پیدا کر دے۔“
حضور نے عرض کی۔

اللَّهُ حَبِيبُ عَبْدِكَ هَذَا وَأَقْرَبُ إِلَى عِبَادِكَ وَحَبِيبُهُ لَهْمَا
”اے اللہ! اپنے اس بندے اور اس کی ماں کو اپنے بندوں کا محبوب بنا دے۔ اور اپنے بندوں کی محبت سے ان کے دلوں کو بھی لبریز فرما دے۔“
جو شخص ان کو دیکھتا تھا ان سے وارفہ محبت کرنے لگتا تھا۔

امام بیہقی عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضور کی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ حضور کی تخت جگر سیدہ فاطمہ شریفائیں اور حضور کے سامنے بیٹھ گئیں۔ حضور نے ان کی طرف دیکھا، ان کا چہرہ مسلسل فاقوں سے زرد ہو گیا تھا۔ حضور نے اپنا دست مبارک ان کے سینہ پر رکھا اور بارگاہ لہی میں عرض کی لمبی اس جماعت کو سیر کر دے۔ اے حقیر لوگوں کو بلند فرمانے والے فاطمہ بنت محمد کو بھی بند فرما دے۔“

عمران کہتے ہیں کہ میں نے اس کے بعد پھر حضرت سیدہ کا چہرہ دیکھا تو اس کی زردی کافور ہو رہی تھی اور اب وہ سرخ رنگ تھا۔ پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو آپ نے بتایا کہ عمران! حضور نے اس دن جو دعا فرمائی تھی اس کے بعد مجھے کبھی فاقہ نہیں ہو۔

امام بخاری و مسلم نے حضرت ابن مسعود اور ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جب قبیلہ مضر نے دعوت اسلام کو قبول کرنے میں دیر کی تو حضور نے ان کے بارے میں بددعا کی۔

الشُّهُمُ اجْعَلْهُمُ عَنْهُمْ سُبْحٰنَ كَسٰى يٰوَسْف

”اے اللہ! ان غفلت شعاروں پر ایسا قحط نازل فرما جس طرح یوسف علیہ السلام کے ملک میں قحط پڑا تھا۔“

اس وقت سے اہر رحمت کا برس سائبند ہو گیا۔ ہر چیز تباہ و برباد ہو گئی۔ کھانے کیلئے کوئی نان دستیاب نہیں ہوتا تھا یہاں تک کہ وہ مردہ جانوروں کی کھامیں، ان کے خون اور ان کی ہڈیاں کھانے پر مجبور ہو گئے۔

ابوسفیان حاضر خدمت ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! حضور صمد رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ آپ کی قوم بھوک سے ہلاک ہو رہی ہے، اللہ کی جناب میں ان کے لئے دعا فرمائیں۔

حضور نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور ان دلنشین کلمات سے دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ اِنْفِصَا عَيْنًا مُّرِيْعًا طَلَقًا عَدُوًّا عَاجِلًا غَيْرَ اَجَلٍ
مُؤَعَّدًا غَيْرَ صَّارٍ

”اے اللہ! ہم پر بارش برسا جو تروتازہ کرنے والی ہو سارے علاقے پر
بر سے بڑی کثیر ہو۔ جلدی ہو تاخیر سے نہ ہو، نفع بخش ہو نقصان دہ نہ
ہو۔“

جمعہ آنے سے پہلے تک خوب موسلا دھار میںہ برسا۔

شیخان، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں جب سری شہنشاہ
ایران نے حضور کے گرامی نامہ کو پارہ پارہ کر دیا تو حضور نے اس کے لئے بدعا کی۔
اِنْ يُّمَرَّقِ اللّٰهُ مُلْكُكَ

”اے اللہ! اس کی سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔“

حضور کی بدعا سے ان کا نام و نشان تک مٹا دیا گیا اور کرہ زمین پر کسی جگہ بھی فارسیوں
کی حکومت باقی نہ رہی۔

امام مسلم نے سلمہ بن اکوع سے روایت کیا ہے نبی رحمت نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ
دائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ حضور نے اسے حکم دیا دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے کہا کہ میں
دائیں ہاتھ سے نہیں کھا سکتا۔ حضور نے فرمایا تو کبھی بھی نہ کھا سکے گا۔ اس کے بعد اس کا
دایاں ہاتھ کبھی اس کے منہ تک نہیں اٹھا۔

امام بیہقی سند صحیح سے روایت کرتے ہیں کہ مروان کا باپ حکم بن ابی العاص جب
حضور کو دیکھتا تو حضور کی نقلیں اتارتا۔ اپنے چہرے کو حرکت دیتا اور اپنے ابروؤں اور
ہونٹوں کو عجیب طرح سے ہلاتا اور اس طرح وہ محبوب رب العالمین کا مذاق اڑانے کی ناپاک
کوشش کرتا۔ حضور نے اس کی اس بے ہودگی کو دیکھ کر فرمایا۔ کُنْ كَذِبًا اِذَا رَأَيْتَ اِذَا رَأَيْتَ اِذَا رَأَيْتَ
جہ۔ پھر وہ مرتے دم تک اسی طرح اپنا منہ بنا تا رہا۔

امام بیہقی اور ابن جریر، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور
نے محکم بن جثمہ الکلتانی کیلئے بدعا کی اور اس بدعا کے ساتویں روز وہ ہدک ہو گیا۔
جب اس کو زمین میں دفن کیا گیا تو زمین نے اسے باہر پھینک دیا۔ اسے پھر دفن کیا گیا پھر

اسے زمین نے باہر پھینک دیا۔ کئی بار اسے دفن کرتے رہے ہر بار زمین اسے باہر پھینکتی رہی۔
 لاچار ہو کر اسے ایک وادی میں پھینک دیا گیا۔ اس کے اوپر پتھروں کا ڈھیر لگا دیا گیا۔ اس بدوع
 کی وجہ یہ تھی کہ حضور سرور عالم ﷺ نے ایک شکر بھیجا اور عامر بن اضبط کو اس کا سہارا
 بنایا۔ جب وادی کے وسط میں پہنچے تو محکم نے اپنی پرانی عداوت کے باعث عامر کو دھوکہ سے
 قتل کر دیا۔ جب حضور کو اس المیہ کی اطلاع دی گئی تو حضور نے اس کے لئے بددعا کی۔ جب
 عرض کی گئی یا رسول اللہ اس کو بار بار زمین میں دفن کیا گیا، ہر بار زمین اسے باہر پھینک رہی
 ہے۔ حضور نے فرمایا زمین تو ایسے لوگوں کو بھی قبول کر لیتی ہے جو محکم سے بدتر جہا بدتر
 ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں سبق سکھانے کیلئے ایسا کیا ہے۔ (۱)
 علامہ زینی دحلان اس باب کے آخر میں لکھتے ہیں۔

رحمت عالم ﷺ کی دعاؤں کی قبولیت کا باب بہت وسیع ہے، جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ تو
 اس سمندر کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا
 فرمائے آمین ثم آمین۔
 حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کیلئے دعائیں۔

غزوہ خندق میں جب عمرو بن عبدود نے مسلمانوں کو دعوتِ مبارزت دی تو علی مرتضیٰ
 شیر خداؑ اٹھے، فرمایا انا انا رءوہ میں اس کا چیلنج قبول کرتا ہوں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنی
 تلوار حضرت علی کو عطا فرمائی، آپ کو علامہ باندھا اور ان دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔
 اَللّٰهُمَّ اَعِزَّهُ عَيْبُو اے اللہ! علی کی اس کے مقابلہ میں مدد کرنا۔ چنانچہ دونوں ایک دوسرے
 کے مد مقابل نکلے۔ سخت جنگ ہوئی یہاں تک کہ اتنی گرد و غبار اڑی کہ دونوں اس میں
 چھپ گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کی مدد کی اور آپ نے عمرو بن عبدود کو چاروں
 شانے چت کر دیا اور اس کا سر قلم کر دیا۔

حاکم، امام بیہقی، ابو نعیم سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ
 شدید بیمار ہو گیا۔ سرورِ عالم میری عیادت کیلئے تشریف لائے۔ اس وقت میری زبان پر یہ
 جملے جاری تھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ اَحَدِيْ قَدْ حَصَرَ فَاَرْحَمْنِيْ اے اللہ اگر میری موت کا
 وقت آگیا ہے تو مجھ پر رحم فرما اِنْ كَانَ مُتَاَخِرًا فَاَرْفَعْنِيْ اگر میری موت میں ابھی دیر

ہے تو اس علالت سے مجھے اٹھ۔ اُریہ آزمائش ہے تو صبر کی توفیق دے۔ رحمت عالم تشیف لائے
میرے لئے دعا کی کہنہ اشعہ و عافہ اے اللہ اس کو شفا دے اس کو صحت مند کر دے اور
مجھے فرمایا اے علی اٹھ۔ میں اٹھ "پہاری غائب ہو گئی اور یہ تکلیف پھر کبھی نہیں ہوئی۔ (۱)

حکیم بن حزام کے لئے دعا

ایک دفعہ نبی رحمت ﷺ نے حکیم بن حزام کو ایک دینار دیا، حکم دیا کہ حضور کیلئے
قربانی کا جانور خرید کر لاؤں آپ نے ایک دینار سے ایک قربانی کا جانور خریدا واپس آ رہے
تھے تو وہی جانور دو دینار سے فروخت کر دیا پھر منڈی میں واپس گئے ایک دینار کا اور جانور
خریدا۔ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خدمت اقدس میں جانور بھی پیش کیا اور
دینار بھی۔ حضور نے فرمایا یہ کیا۔ انہوں نے سارا ماجرا بیان کیا حضور نے اس سے بے برکت
کی دعا کی۔ الہی اس کو تجارت میں برکت عطا فرما حضرت حکیم کہتے ہیں کہ میں بڑا خوش
قسم آدمی ہوں جب بھی میں نے کاروبار کیا ہمیشہ اس میں نفع ہوا۔ یہ ساری حضور کی دعا
کی برکت تھی۔

ابوسفیان کے لئے دعا

علامہ سیوطی روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ابتدائے بعثت میں ابو جہل نے سیدہ
فاطمہ زہراء کو ایک طمانچہ مارا۔ آپ نے بارگاہ رسالت میں شکایت کی۔ حضور نے فرمایا
ابوسفیان کے پاس جاؤ اور اسے بتاؤ۔ آپ گئیں ابوسفیان نے سنا حضرت سیدہ کا ہاتھ پکڑا اور
ابو جہل کے پاس لایا۔ حضرت سیدہ کو کہا جس طرح اس نے آپ کو طمانچہ مارا ہے آپ بھی
اسے طمانچہ ماریں۔ اس کو طمانچہ مارنے کے بعد حضرت سیدہ بارگاہ رسالت میں حاضر
ہوئیں اور سارا ماجرا عرض کیا حضور نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے عرض کی الہی ابوسفیان کے اس
فعل کو فراموش نہ کرنا۔

خباب بن ارت رضی اللہ عنہ

ان سعادت مندوں سے ہیں جن کو ابتداء میں حلقہ بگوش اسلام ہونے کا شرف نصیب

ہوا۔ یہ غلام تھے ان کی مالک کا نام ام اغار تھا۔ جب اسے ان کے اسدما لانے کی خبر ملی تو وہ لوہے کا ٹکڑا آگ میں خوب گرم کرتی جب سرخ ہو جاتا آپ کے سر پر رکھتی حضرت خباب کو اس سے جو اذیت ہوتی ہوگی اس کا پتہ سانی آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ انہوں نے اپنی اس تکلیف کی شکایت حضور سرور عالم کی بارگاہ میں کی۔ حضور نے اللہ کی جناب میں عرض کی۔
 اللَّهُمَّ انصُرْ خُبَابًا "اے اللہ خباب کی مدد فرما۔"

چنانچہ اس کی مالک کے سر میں درد شروع ہو گیا۔ شدت درد سے وہ کتوں کی طرح بھونکتی۔ اسے کہا گیا کہ تم پچھنے لگوؤ۔ وہ حضرت خباب کو کہتی مجھے پچھنے لگاؤ۔ آپ اسی دے کے ٹکڑے کو خوب گرم کر کے اس کے سر پر رکھتے۔

ثعلبہ بن حاطب کیلئے حضور کی دعا

ایک دفعہ ثعلبہ بن حاطب بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض پر داڑ ہوئے یا رسول اللہ! میرے لئے دعا فرمائیں تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے رزق بھی عطا فرمائے اور بیٹا بھی۔ حضور رحمت عالم نے اسے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔
 يَا ثَعْلَبَةُ قَلِيلٌ يُطِيقُ شُكْرَهُ خَيْرٌ مِنْ كَثِيرٍ لَا يُطِيقُهُ اے ثعلبہ تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کر سکتے وہ اس کثیر مال سے بدرجہا بہتر ہے جس کا شکر ادا کرنے سے توقاصر ہے۔ "لیکن میں نے اصرار کیا حضور میرے سے ضرور دعا فرمائیں اللہ مجھے کثیر دوست دے اس نے جب پھر اصرار کیا تو حضور نے فرمایا تیرا بھدا ہو تجھے یہ بات پسند نہیں کہ میری طرح ہو جائے۔ میں چاہوں تو میرا رب ان پہاڑوں کو میرے ساتھ چلنے کا حکم دے۔ اس نے پھر اصرار کیا یا رسول اللہ! حضور دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مال بھی عطا فرمائے اور بیٹا بھی۔ مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اگر اللہ تعالیٰ مجھے ماں و دولت سے سرفراز فرمائے تو میں حق دار کو اس ماں سے اس کا حق دوں گا۔

نبی کریم نے اس کے لئے دعا فرمائی گو یا رزق کے دروازے اس کے لئے کھل گئے۔ اس نے چند بکریاں خریدیں ان میں اتنی برکت ہوئی کہ اس کے گھر سے ملحقہ حویلی ان سے بھر گئی اور مزید کی گنجائش نہ رہی۔ پھر وہ باہر کھلی جگہ پر اپنے ریوڑ سمیت منتقل ہو گیا۔ اب دن میں تو حضور کی معیت میں نماز ادا کرتا رات کو وہاں باہر جاتا اور وہیں نماز پڑھتا۔ پھر وہ ریوڑ

اور بڑھا اسے اور دور جانا پڑا اب نہ وہ دن کو حضور کے ساتھ نماز پڑھتا نہ رات کو۔ اب آٹھویں دن نماز جمعہ کے لئے مسجد میں حاضر ہو کر حضور کی اقتداء میں نماز جمعہ ادا کر تا پھر اور اس ریوڑ میں برکت ہو گئی۔ زیادہ دور جا کر اس نے اپنے ریوڑ کیلئے جگہ بتائی اب جمعہ اور جنازہ میں بھی شرکت کرنے سے معذور ہو گیا۔

حضور نے فرمایا: وَيَحْتَثُّ ثَعْلَبَةَ بْنِ حَاطِبٍ اے حاطب کے بیٹے ثعلبہ صدحیف! پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو حکم دیا کہ مسلمانوں سے زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے اہل بھیجیت چنانچہ اس کی طرف دو آدمی بھیجے اور ان کو ایک گرامی نامہ لکھ دیا جس میں انہوں اور بکریوں کے لئے تعداد رقم کر دی تھی۔

پھر اپنے اہلوں کو حکم دیا ثعلبہ کے پاس جائیں اور کہیں اپنے مال موسیٰ سے زکوٰۃ ادا کرے۔ وہ گئے اور انہوں نے ثعلبہ سے زکوٰۃ کا مطالبہ کیا اس نے کہا مجھے وہ خط دکھاؤ جو حضور نے لکھ کر دیا ہے۔ اس نے وہ مکتوب گرامی ثعلبہ کے سامنے رکھا اس نے پڑھ کر کہا یہ صدقہ نہیں یہ جزیہ ہے چنانچہ اس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ حضور کے دونوں فرستادے دوسرے لوگوں کے پاس گئے وہاں سے زکوٰۃ لی واپسی پر پھر ثعلبہ کے پاس آئے اس نے پھر وہی کہا یہ تو جزیہ ہے میں جزیہ کیسے ادا کروں، اچھا مجھے سوچ بچار کرنے کا موقع دیں وہ دونوں صاحبان وہاں سے رخصت ہو کر مدینہ طیبہ آئے اور رسول اللہ ﷺ نے جب ان کو دیکھا تو اس سے پیشتر کہ ان سے گفتگو فرماتے حضور کی زبان سے نکلا: وَيَحْتَثُّ ثَعْلَبَةَ بْنِ حَاطِبٍ اے حاطب کے بیٹے ثعلبہ صدحیف! اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰمَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلٍ لَّنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنُ

مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَلَمَّا اٰتٰهُمْ مِنْ فَضْلِهِ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا

هُم مُّعْرِضُوْنَ ۝ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ (1)

”اور کچھ ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے وعدہ کیا اللہ کے ساتھ اگر اس نے دیا ہمیں اپنے فضل سے تو ہم دل کھول کر خیرات دیں گے اور ضرور ہو جائیں گے ہم نیکو کاروں سے۔“

پس جب اس نے عطا فرمایا انہیں اپنے فضل سے تو کنجوسی کرنے لگے

اس کے ساتھ اور روگردانی کر لی اور وہ منہ پھیرنے والے ہیں۔"

پس اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ نے نفاق جمادیا ان کے دلوں میں۔

ثعلبہ کو جب ان آیات کا علم ہوا تو وہ اپنے حصہ کا صدقہ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا حضور نے فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ مَتَّعَنِي أَنْ أَقْبَلَ مِنْكَ اللَّهُ تَعَالَى نے مجھے منع فرمادیا ہے کہ میں تم سے صدقہ وصول کروں۔ چنانچہ اب اس نے زار و قطار رونا شروع کیا روتا تھا سر پر مٹی ڈالتا تھا۔ اللہ کے رسول نے فرمایا یہ تیرا اپنا کیا ہوا ہے میں نے تجھے حکم دیا تم نے اس کی اطاعت نہ کی چنانچہ نہ حضور انور نے اس کا صدقہ قبول کیا نہ صدیق اکبر نے نہ فاروق اعظم نے اور وہ عہد عثمانی میں ہلاک ہو گیا۔

ضمیرہ بن ثعلبہ البہزی کیلئے دعا

طبرانی روایت کرتے ہیں ایک روز ضمیرہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا، عرض کی یا رسول اللہ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب کرے۔ حضور نے دعا فرمائی۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَحْبَبْتُ دِمَاءَ ابْنِ ثَعْلَبَةَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ

"اے اللہ میں مشرکوں کی تلواروں پر ابن ثعلبہ کا خون حرام کرتا ہوں۔"

یہ کافی مدت تک زندہ رہا اور جب جہاد میں شریک ہوتا تو بڑی بے جگری سے دشمن کی صفوں میں گھس جاتا اور پھر امن و سلامتی کے ساتھ واپس آ جاتا، اسے خراش بھی نہ آتی۔ (1)

میدان بدر میں ہادی برحق کی دعائیں

ابن سعد اور بیہقی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ جب غزوہ بدر کیلئے مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے تو مجاہدین کی تعداد تین سو پندرہ تھی۔ یہ وہی تعداد ہے جو حضرت عالت عبیدہ اسلام لے کر دشمن کے مقابلہ میں نکلے تھے۔ سرور عالم نے اپنے رب کریم کے سامنے دست دعا پھیلاتے ہوئے عرض کی۔

اللَّهُمَّ إِنَّهُمْ حَفَاةٌ فَأَحْمِلْهُمْ اللَّهُمَّ إِنَّهُمْ عِدَاؤُنَا فَانْصِرْهُمْ اللَّهُمَّ

إِنَّهُمْ جِيَاءٌ فَأَشْبِعْهُمْ

”اے اللہ! میرے یہ مجاہد پیدل ہیں انہیں سواریاں عطا فرما۔ اے اللہ! وہ پرہیزگار ہیں۔ انہیں لباس پہنا۔ اے اللہ! یہ بھوکے ہیں ان کو شکم سیر کر دے۔“

اپنے محبوب کریم کی دعا کے طفیل اللہ تعالیٰ نے میدان بدر میں مجاہدین کو شاندار فتح عطا فرمائی۔ جب وہ واپس مدینہ طیبہ آئے تو ہر مجاہد کے پاس سواری کیلئے ایک یا دو اونٹ تھے۔ انہوں نے بہترین لباس زیب تن کیا تھا۔ اور وہ خوب پیٹ بھرے ہوئے تھے۔ سرورِ دو عالم ﷺ جب دعا مانگتے تو عجز و نیاز کی انتہا فرما دیا کرتے تھے۔ آپ اپنی التجا کو بار بار دہراتے اور اللہ تعالیٰ کو اس کے وعدہ کا واسطہ دیتے تو سننے والے حیران ہو جاتے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کو اپنی رحمت کا واسطہ دیتے ہوئے عرض کی۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أُنْشِدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اللَّهُمَّ إِنَّ شَيْئًا لَمْ تُعَبِّدْ بَعْدَ الْيَوْمِ أَبَدًا۔

”اے اللہ! اسلام کی فتح و ظفر کا جو عہد مجھ سے باندھا اور جو وعدہ کیا ہے وہ یاد دلاتا ہوں۔ اے اللہ اگر تو چاہتا ہے کہ آج کے بعد تیری عبادت نہ کی جاسے تو تیری مرضی۔“

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پاس کھڑے تھے اور اپنے آقا کی نیاز مند یوں اور یاد دہانیوں کو مدِ لحظہ کر رہے تھے۔ اب آپ کو یارائے صبر نہ رہا۔ عرض کی۔

حَسْبُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَقَدْ أَلَمَمْتُ عَلَى رَيْبِكَ

”یا رسول اللہ! حضور نے عجز و نیاز اور التجاؤں کی حد کر دی ہے۔ یا رسول اللہ! اب بس کر دیں یہی کافی ہے۔“

نبی کریم ﷺ زورہ پہن کر میدان جنگ میں نکلے، حضور کی زبان پر تھا۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ۔

(1)

”کفار کا لشکر شکست کھائے گا اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے گا۔“

امام مسلم۔ یہی حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں مجھ سے حضرت عمر بن خطاب نے یہ حدیث بیان کی۔

بدر کے دن سرور عالم ﷺ نے مشرکین کی طرف دیکھا، ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔ اپنے صحابہ کی طرف دیکھا، ان کی تعداد تین سو اور سترہ تھی۔ نبی کریم نے قبلہ کی طرف رخ فرمایا اور دست دعا دراز کیا۔ اپنے رب کریم کو پکارنا شروع کیا یہاں تک کہ حضورؐ کے کندھوں پر جو چادر تھی وہ نیچے گر گئی۔ حضرت ابو بکر دوز کر آئے چادر اٹھائی اور حضورؐ کے کندھوں پر ڈال دی پھر پیچھے سے حضور کو اپنی پیٹ میں سے لیا اور عرض کی۔

يَا نَبِيَّ اللَّهِ كَفَاكَ مُنَاشِدَتَكَ رَبِّكَ قُلَانَتَهُ سَيُخْزِلُكَ مَا وَعَدَكَ

”اللہ کے پیارے نبی! آپ نے اپنے رب کو واسطہ دینے اور وعدہ کی یاد دہانی کی حد کر دی ہے، یہ کافی ہے اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ آپ سے فرمایا ہے وہ اسے ضرور پورا کرے گا۔“

اسی وقت جبریل امین اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر حاضر ہوئے۔

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَبَ لَكُمْ أَوْيَ مُيمِّدُكُمْ بِأَلْفِ مِائَةٍ

الْمَلَكَةِ مُؤَدِّينَ ۝ (۶۱)

”یاد کرو جب تم فریاد کر رہے تھے اپنے رب سے تو سن لی اس نے تمہاری فریاد (اور فرمایا) یقیناً میں مدد کروں گا تمہاری ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے درپے آئے ہیں۔“

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا شرف بھیج کر اپنے حبیب کے جاں نثروں اور سلام کے مجاہدین کی مدد فرمائی۔ ایسے ہی مواقع پر رحمت عام جس نیاز مندی اور سنجیدگی کے ساتھ دعا فرمایا کرتے تھے اس کا ذکر سیدنا علی مرتضیٰ کریم اللہ وجہہ کی زبان سے سنئے۔

امام بیہقی، نسائی، حاکم اور ابن سعد سیدنا علی مرتضیٰ سے روایت کرتے ہیں۔

بدر کے روز میں کچھ دیر کفار کے ساتھ جنگ کرتا پھر میں تیزی سے اس عریش میں آتا جہاں نبی اکرم ﷺ قیام فرماتے تاکہ میں اپنے آقا کا حس دریافت کروں۔ میں آیا میں نے دیکھا اللہ کا محبوب سجدہ ریز ہے اور باحی یا قیوم کا درد فرما رہا ہے۔ آپ صرف اتنا کہتے رہے اور اس پر اور کوئی اضافہ نہ کیا۔ پھر میں میدان جنگ کی طرف لوٹا۔ کچھ دیر تک کفار کے ساتھ جنگ آزما رہا پھر میں دوز کر عریش میں آیا، دیکھا حضور ابھی تک سجدہ ریز

ہیں اور ناحی یا قوم کا ورد کر رہے ہیں۔ پھر میدان جہاد کی طرف آیا کچھ دیر کفار سے برسرِ پیکار رہا پھر اپنے محبوب کی خبر لینے کیلئے دوزخا ہوا عریش میں آیا۔ میں نے دیکھا حضور اب بھی سر بسجود ہیں اور وہی ورد کر رہے ہیں، ناحی یا قیوم۔ جب چوتھی مرتبہ واپس آیا اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی درد بھری اور نیاز سے ڈوبی ہوئی التجاؤں کو شرف قبول ارزانی فرمایا اور مجاہدین اسلام کے لئے فتح و ظفر کے دروازے کھول دیئے۔

امام بیہقی حضرت ابن عباس اور حکیم بن حزام کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔

یوم بدر جب جنگ شروع ہوئی تو اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول نے اپنے دونوں مبارک ہاتھ پھیلا دیئے اور اپنے کریم و رحیم پروردگار سے فتح و نصرت کی دعا مانگی اور اس وعدہ کو پورا کرنے کیلئے التجا کی جو اللہ تعالیٰ نے حضور کے ساتھ کیا تھا۔ حضور نے عرض کی۔

اَللّٰهُمَّ اِنْ ظَهَرَ دَا عَلٰی هٰذِهِ الْعَصَابَةِ ظَهَرَ الشِّرْكُ وَلَا يَكُوْمُ
لَكَ دِيْنٌ

”اے اللہ اگر مشرکین مجاہدین کے اس جھٹ پر غائب آگئے تو شرم کا بول بال ہو گا اور تیرا دین قائم نہیں رہے گا۔“

صدق اکبر اپنے آقا کے تضرع اور نیاز مندی کو دیکھ بھی رہے تھے اور درد میں ڈوب ہوئے کلمات طیبات سن بھی رہے تھے، آپ کو یاد آئے صبر نہ رہا، آگے بڑھے اور اپنے آقا کی خدمت میں عرض کی۔

وَاللّٰهُ لَيَنْصُرَنَّكَ اللّٰهُ وَلَيُبَيِّضَنَّ وَجْهَكَ

”میرے آقا! فکر نہ فرمائیں۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ ضرور آپ کی مدد فرمائے گا اور آپ کے رخ انور کو فتح و نصرت کی چمک سے روشن کرے گا۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے وہ آیت نازل کی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتوں کا لشکر مدد کیلئے آسمان سے بھیجا۔ رحمت عالم ﷺ نے اپنے یار غار کو فرمایا۔

اَبْسِرْ يَا اَبَا بَكْرٍ هٰذَا جِبْرِيلٌ مُّعْتَرِضٌ بِعَامِيَّةٍ صَغَرَاءٍ اِخِذْ
بِعَتَانِ قَدْسِيْهِ۔

”اے ابو بکر تمہیں مژدہ ہو، یہ جبریل ہیں جنہوں نے زرد رنگ کا عمامہ باندھا ہوا ہے اور اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے فضا میں تشریف

فرمیں۔“

اور فرما رہے ہیں اِنَّكَ بِمَصْرَ اللّٰهِ اِدْعُوْهُ اَپ نے جو دعا کی وہ قبول ہوئی اب اللہ تعالیٰ کی مدد پہنچ گئی ہے۔

مدینہ طیبہ کیلئے دعا

امام بخاری اور مسلم نے ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت کیا ہے نبی مکرم ﷺ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مدینہ طیبہ بیمار یوں اور طرح طرح کی وباؤں کی آماجگاہ تھی۔ رحمت عالم ﷺ نے مدینہ طیبہ کیلئے دعا کی۔

اللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّ اَللّٰهُمَّ تَبَارَكَ
لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَمُدَّتِنَا وَصَيِّحَتِهَا لَنَا وَانْقُلْ سَخَاهَا اِلَى الْجَحْفَةِ (1)
اے اللہ! مدینہ طیبہ کو ہمارے نزدیک محبوب بنا دے جس طرح مکہ
ہمیں محبوب تھا یا اس سے بھی زیادہ۔ اے اللہ! ہمارے صاع اور مد میں
برکت دے۔ مدینہ کو تمام بیمار یوں سے پاک کر دے ورنہ اس کے بخاری کی
وبا کو جھٹھ میں منتقل کر دے۔“

ہشام بن عروہ فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ کی وبا عہد جاہلیت میں معروف و مشہور تھی۔
جب صحابہ کرام ہجرت کر کے یہاں پہنچے تو مدینہ کے بخار نے نہیں آدبوچا۔

ایک روز باہر سے ایک آدمی حاضر خدمت ہوا اور حضور نے اس سے پوچھا کیا راستہ میں
تیری کسی سے ملاقات ہوئی ہے؟ عرض کی یا رسول اللہ کسی سے ملاقات نہیں ہوئی ابتہ
ایک سیاہ فام عورت مجھے ملی ہے جو رہنہ تھی اور اس کے بال پریشان تھے۔ رحمت عالم ﷺ
نے فرمایا یہ بخار تھا اور اب کبھی مدینہ طیبہ واپس نہیں آئے گا۔ شیخین نے حضرت عبد اللہ
بن زید سے روایت کیا ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت براہیم علیہ السلام نے
مکہ مکرمہ کو حرم بنایا اور میں مدینہ طیبہ کو حرم بنانا ہوں اور مدینہ کے مد اور صاع میں مکہ سے
دگنی برکت کیلئے التجا کرتا ہوں۔ (2)

غزوہ خیبر میں حضور کی دعا

امام بیہقی روایت کرتے ہیں سرور عالم ﷺ اپنے جاں نثار مجاہدین کے ہمراہ عازم خیبر ہوئے اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ سامان خور و نوش کی قلت کے باعث مسلمانوں کو ذوق کشی کی نوبت آئی۔ قبیذہ اسلم کے چند مجاہدین بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، عرض کی یا رسول اللہ ہم بڑی مشقت میں مبتلا ہیں ہمارے پاس کوئی سامان نہیں کہ ہم اپنے کھانے پینے کا انتظام کر سکیں۔ اس وقت اللہ کے محبوب رسول نے دعا کیے ہاتھ اٹھائے اور بارگاہ صمدیت میں یوں التجاں۔

اللَّهُمَّ قَدْ عَلِمْتَ حَالَهُمْ وَلَيْسَتْ لَهُمْ قُوَّةٌ دَلَّيْسَ بِمَدِينَةٍ
مَا أُعْطِيَهِمْ آيَاهَا فَافْتَحْ عَلَيْهِمْ أَعْظَمَ حَصْنٍ بِهَا غَنَى
أَكْثَرُ مِنْهُ طَعَامًا وَدَقًّا

”اے اللہ! تو ان مجاہدین کے حالات کو جانتا ہے ان کے پاس تو سامان خور و نوش بھی نہیں اور میرے پاس بھی غنجا کش نہیں کہ میں انہیں دوں۔ مہربانی فرما، اور خیبر کے قلعوں میں سے اس قلعہ پر فتح عطا فرما جس میں کھانے پینے کا سامان تمام قلعوں سے زیادہ ہو۔“

چنانچہ اسی شام سعد بن معاذ کا قلعہ فتح ہوا اور مسلمانوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ اس میں پیشار خور و نوش کا سامان دستیاب ہوا۔ اس قلعہ کو فتح کرنے کیلئے اسلام کا پرچم حضرت خباب بن منذر کو عطا فرمایا گیا انہوں نے حمد کیا اور سورج غروب ہونے سے پہلے قلعہ والوں نے اپنے دروازے مسلمانوں کیلئے کھول دیئے۔

ایک نوجوان کیلئے دعا

حضرت ابن سعد اپنی سند کے واسطے سے ابو الحویرث سے نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا قبیلہ حبیہ کا ایک وفد 9 ہجری میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ ان کے ساتھ ایک نوجوان تھا۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ میری حاجت پوری فرمائیں۔ حضور نے پوچھا تمہاری کیا حاجت ہے؟ اس نے عرض کی یا رسول اللہ میرے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ

التجا کریں کہ اَنْ تَغْفِرَ لِيْ وَيَرْحَمَنِيْ وَيَجْعَلَ غِنَايَ فِيْ قَلْبِيْ کہ اللہ مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرمائے اور میری غنا میرے دل میں رکھے۔ رحمت عالم ﷺ نے اپنے اس غلام کی عرضداشت کو قبول کرتے ہوئے عرض کی۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَاجْعَلْ غِنَاكَ فِيْ قَلْبِهٖ

”اے اللہ اسے بخش دے اس پر رحم فرما اور اس کی غنا اس سے دل میں کر دے۔“

آئندہ سال حج کے موسم میں میدان مٹی میں تہیج کا وفد بھی حاضر ہوا۔ حضور نے اس نوجوان کے بارے میں پوچھا کہ اس کا کیا حال ہے؟ عرض کی گئی یا رسول اللہ اس سے زیادہ قناعت شعار ہم نے کوئی نہیں دیکھا۔

عتبہ بن ابی لہب کیلئے بددعا

ابو نعیم اور ابن عساکر عروہ سے اور وہ جابر بن اسود سے روایت کرتے ہیں اس نے کہا کہ ابو لہب اور اس کا بیٹا عتبہ شام کے سفر کیلئے تیار ہوئے۔ میں بھی ان کے ساتھ جانے کیلئے تیار تھا۔ روانہ ہونے سے پہلے ابو لہب کے بیٹے عتبہ نے کہا بخدا میں محمد (فدہ نبی و ملی علیہ السلام) کے پاس جاؤں گا، اس کا دل دکھاؤں گا تب سفر پر روانہ ہوں گا۔ چنانچہ وہ چلے گئے۔ حضور کے پاس پہنچ کر کہنے لگا یا محمد آپ کے رب نے آپ پر جو یہ آیت نازل کی ہے اِنَّكَ مِنْ مَّذٰنِ مَّكَانٍ قَاتٍ فَوَسِّسْ اَوْ ذَنْبِيْ میں اس کا انکار کرتا ہوں۔

حضور سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس کے لئے بددعا کی۔

اَللّٰهُمَّ اَبْعَثْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِّنْ كَلَابِكَ

”اے اللہ اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس گستاخ کی طرف بھیج دے۔“

عتبہ لوٹ آیا اس کے باپ نے اس سے پوچھا۔ تو نے کیا کہا اور انہوں نے کیا جواب دیا۔ عتبہ نے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ ابو لہب لرز گیا کہنے لگا حضور کی بددعا سے بچنا از حد مشکل ہے۔ ہم سفر پر روانہ ہو گئے۔ ہم جب وہاں پہنچے جہاں شیروں کا بھٹ تھا تو ہم نے وہاں قیام کیا۔ ابو لہب نے ہم سب کو کہا کہ میری عمر کو تم جانتے ہو اور میرے جو حقوق تم پر ہیں ان سے بے خبر نہیں ہو۔ یہ بھی تمہیں معلوم ہے کہ میں نے (حضور کا نام مبارک لے

کر) میرے بیٹے کیلئے بددعا کی ہے۔ اب اس طرح کرو اپنا سارا سامان اس حجرہ میں جمع کرو اور اس پر میرے بیٹے کیلئے بستر بچھاؤ۔ پھر اس کے ارد گرد اپنے بستر بچھاؤ۔ وہ کہتا ہے ہم نے ایسا کیا۔ اچانک شیر آیا اس نے ہم سب کا منہ سونگھ لیا لیکن جو اس کا مطلوب تھا وہ نہ ملا۔ پھر اس نے اپنے آپ کو سکیڑا اور کود کر سامان کے اوپر پہنچ گیا۔ اس نے ابو لہب کے بیٹے کا منہ سونگھا، اسے پتہ چل گیا کہ یہ وہی گستاخ ہے جس کو سزا دینے کیلئے بھیجا گیا ہے۔ چنانچہ اس نے اس کے جڑے توڑ دیئے اور سر کی ہڈیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

جب شیر چل گیا تو ابو لہب جاگا اس نے کہا مجھے یقین تھا کہ حضور کی بددعا خطا نہیں جائے گی۔

ابن قییمہ کیلئے بددعا

غزوہ احد میں عبد اللہ بن قییمہ نے حضور کو تیر مارا اور ساتھ ہی بلند آواز سے کہا۔
 خُذْهَا دَاكُنَا بَيْنَ قَمِيحَةٍ اَسَ لَے لویا در کھو میں قییمہ کا بیٹا ہوں۔
 اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا اَقِمَّتِكَ اللّٰهُ اللّٰهُ تعالیٰ تجھے ذلیل و رسوا کرے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک پہاڑی بکرا مسلط کر دیا جس نے پہلے اسے سینک مار مار کر نڈھال کیا اور پھر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

غزوہ خندق میں حضور کی دعا

اسلامی غزوات میں غزوہ خندق کی اہمیت اظہر من الشمس ہے۔ اس سے پہلے جو جنگیں ہوئیں ان میں مکہ کے مشرکین نے حصہ لیا اور ہر میدان میں شکست کھائی۔ قریش کے قائدین اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہم نے تنہا اپنے فوجوانوں پر اعتماد کرتے ہوئے مسلمانوں سے جنگیں لڑیں لیکن ہر بار ناکامی ہوئی ہمیں چاہئے کہ جزیرہ عرب کے جتنے مشرک قبائل ہیں ان سب کو اس حملہ میں شرکت کی دعوت دیں شاید اجتماعی قوت کو بروئے کار لا کر ہم جنگوں کا پانسہ پلٹ دیں۔ چنانچہ انہوں بڑے بڑے شعراء اور خطباء عرب کے تمام مشرک قبائل کی طرف روانہ کئے اور کہلا بھیجا کہ اگر تم اپنے بتوں کی خدائی کو بچانا چاہتے ہو تو یہ

آخری موقع ہے، جب تک ہم سارے قبائل متحد ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور نہیں ہوں گے اس وقت تک ہماری کامیابی ناممکن ہے۔ چنانچہ تمام مشرک قبائل نے اس حملہ میں مقدور بھر حصہ لیا اور سر زمین عرب میں اتنا بڑا لشکر گنبدی جمع نہیں ہوا تھا جتنا اس دفعہ سات و اہل کے پرستاروں نے جمع کیا تھا۔ جب یہ لشکر چلتا تھا تو یوں محسوس ہوتا کہ زمین کا پ رہی ہے رحمت عالم ﷺ نے خندق کھود کر ان کو حیران و ششدر کر دیا۔ بیس پچیس دن تک مشرکین عرب کا محاصرہ برقرار رہا، اس میں مختلف مرحلے پیش آئے۔ ہر مشکل مرحلہ پر سرور عالم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں فریاد کی اور حضور کی عجز و نیاز اور درود و سوز میں ڈوبی ہوئی دعائیں مسلمانوں کی کامیابی کا باعث بنیں۔ جنگ کے مختلف مرحلوں میں رحمت عالم ﷺ نے کئی بار جو دعائیں کی ہیں وہ یہی قارئین ہیں۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے جو پہلی دعا روایت کی ہے وہ یہ تھی۔

وَقَالَ اللَّهُمَّ مَنْزِلَ الْكِتَابِ سَيُفْعِلُ الْحِسَابِ إِهْزِمِ الْأَحْزَابَ
اللَّهُمَّ اهْزِمَهُمْ وَذَلِّزْلَهُمْ۔

”اے کتاب مقدس کو نازل کرنے والے، سرعت سے حساب لینے والے، الٰہی اقبال عرب کے اس لشکر کو شکست دے۔ الٰہی ان کو شکست دے اور ان کو لرزاکر رکھ دے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کثر یہ دعا ناکرتے تھے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ أَحْزَمُ جُنْدًا وَتَصَرَّ عَبْدًا وَهَزَمَ
الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ وَلَا شَيْءَ بَعْدَهُ

”کوئی خدا نہیں سوائے اللہ وحدہ لا شریک کے۔ اس نے اپنے لشکر کو عزت دی اور اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تمام مشرک قبائل کو شکست سے دوچار کیا اور اس کے بعد اور کوئی چیز نہیں۔“

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مسجد اقصیٰ

میں سو موار کے دن یہ دعا مانگی، مشکل کو بھی دعا مانگی اور بدھ کے دن بھی دعا مانگی۔ یہ دعا قبول ہوئی۔ یہ دعا بدھ کے روز ظہر اور عصر کے درمیان کی گئی تھی۔ جب حضور ہمارے پاس تشریف لائے تو خوشی کے آثار رخ انور پر ظاہر ہو رہے تھے۔ حضرت جابر فرمایا کرتے جب مجھے کوئی مشکل درپیش ہوتی تو میں مقبولیت کی اس گھڑی کا انتظار کرتا۔ بدھ کے دن ظہر اور عصر کے درمیان اللہ کی جناب میں اپنی حاجت پیش کرتا اور ہمیشہ وہ دعا قبول ہوتی۔ سیرت نبویہ میں ایک دعا نبی کریم ﷺ سے منقول ہے۔

يَا صَبْرِيْخَ الْمَكْرُوْبِيْنَ يَا مُجِيْبَ الْمُضْطَرِّينَ اَكْشِفْ هَمِّيْ وَ
عَنِّيْ ذِكْرِيْ فَاِنَّكَ تَرَى مَا نَزَلَ بِيْ وَ يَاصْغَارِيْ

”اے غمزدوں کی فریاد رسی کرنے والے۔ اے پریشان حالوں کی دعا قبول کرنے والے امیرے غم اور میری تکلیف کو دور فرما۔ بیشک تو دیکھ رہا ہے جو تکلیف مجھے اور میرے اصحاب پر نازل ہوئی ہے۔“

ایک موقع پر مسلمانوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کی یا رسول اللہ! ہماری روحمیں خوف کے مارے گلے تک پہنچ گئی ہیں (یونکہ اس جنگ میں مشرکین کی تعداد مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ تھی) یا رسول اللہ کوئی ایسا وظیفہ بتائیے جو اس مصیبت میں ہم پر چھیں۔ حضور نے فرمایا یہ وظیفہ کیا کرو۔

اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَ اٰمِنٌ رَّوْعَانَا

”اے اللہ ہمارے پیچوں کو ڈھانپ دے اور ہمارے خوف و ہراس کو امن سے تبدیل فرما دے۔“

چنانچہ جبرئیل امین آئے اور انہوں نے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ مشرکین پر تیز ہوا کا جھکڑ بھیجنے والا ہے اور آسمان سے فرشتوں کے لشکر اترنے والے ہیں۔

رحمت عالم ﷺ نے اپنے صحابہ کو بھی اس بشارت سے آگاہ کیا۔ حضور نے اس موقع پر اپنے دونوں دست مبارک بلند کئے ہوئے تھے اور زبان سے عرض کر رہے تھے شُكْرًا شُكْرًا اے اللہ تعالیٰ تیری مہربانی کا میں شکر ادا کرتا ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم کی دعاؤں اور التجاؤں کو شرف قبولیت بخشا اور ایسی تند و تیز سندھی بھیجی جس نے مشرکین کے خیموں کو اٹھٹھ کر پھینک دیا۔ انہوں نے جو آٹ جلائی ہوئی تھی اس کو بچھایا،

چوہوں پر سالن کی جود تکیں رکھی تھیں، اس ہوا کے تند جھونکوں نے ان کو اسٹ کر رکھ دیا۔ اتنی گردازی کہ ان کی آنکھیں اس غبار سے بھر گئیں اور انہیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس وقت انہوں نے ایک آواز سنی جیسے مجاہدین اپنے ہتھیاروں کو کھٹکھٹا رہے ہیں۔ چنانچہ ہر چیز چھوڑ کر سر پر پاؤں رکھ کر یوں بھاگے کہ پھر مزہ بھی نہیں دیکھا۔ اپنا قیمتی سامان بھی لے جانا بھول گئے۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرّم ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَكُمْ
جُنُودٌ فَأَرْسَلَتْ عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا.

وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا وَكَفَى اللَّهُ
الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا

(2)

عامر بن طفیل کیلئے بددعا

امام بیہقی ابن اسحاق کے ذریعہ سے روایت کرتے ہیں کہ بنی عامر کا وفد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ ان میں دیگر لوگوں کے علاوہ عامر بن طفیل، اربد بن قیس و رباحہ بن جعفر قوم کے سردار تھے اور پرلے درجے کے شیطان تھے۔ عامر اس نیت سے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا کہ موقع ملنے پر حضور کے ساتھ دھوکہ کرے گا۔ اس نے اربد کے ساتھ یہ سازش کی کہ جب وہ اس شخص (حضور ﷺ) کے پاس پہنچیں گے تو میں نہیں اپنی طرف متوجہ کروں گا اور جب میں انہیں اپنی طرف متوجہ کروں تو تم ان پر تلوار سے حملہ کرنا اور ان کا کام تمام کر دینا۔ جب وہ بارگاہ رسالت میں پہنچے تو عامر نے حضور کو کہہ دیا **مُحَمَّدٌ خَالَئِي** مجھے اپنا خلیل بناؤ۔ حضور نے فرمایا یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب تم اللہ وحدہ لا شریک پر ایمان لاؤ۔ جب حضور نے اسے اپنا خلیل بنانے سے انکار کیا تو اس نے کہا ہم سرخ گھوڑوں کے شہسواروں اور پیدل لڑاکوں سے آپ کے اس علاقے کو بھر دیں گے۔ جب وہ منہ پھیر کر چل دیا تو حضور نے بارگاہ رب اعزت میں عرض کی۔

اللَّهُمَّ اَلْعَنِ عَامِرَ بْنَ طُفَيْلٍ

”اے اللہ! عامر بن طفیل پر اپنی پھنکار بھیج۔“

جب یہ دونوں حضور کی مجلس سے باہر آئے تو عامر نے کہا ارے اربد! جو بات میں نے تمہیں کہی تھی اس پر تو نے کیوں عمل نہیں کیا؟ اس نے کہا میں نے کئی بار ارادہ کیا لیکن میں نے تجھے اپنے اور ان کے درمیان کھڑا پایا، اگر میں وار کرتا تو تیری زندگی کا خاتمہ ہو جاتا۔ میرے لئے کیسے ممکن تھا کہ میں تیرے جیسے دوست کا اپنی تلوار کے وار سے سر قلم کر دوں۔ چنانچہ وہ خائب و خاسر اپنے علاقہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب کچھ راستہ طے کر چکے تو حضور کی بددعا نے اسے آکھڑا۔ اس کے گلے میں طاعون کی گھٹی نمودار ہوئی۔ چنانچہ اس کی وجہ سے وہ موت کی بھیٹ چڑھا اور بنو سلول کی ایک عورت کے گھر میں اس کی موت آئی۔ جب اربد اپنے علاقہ میں واپس گیا تو قوم نے پوچھا کہ پیچھے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ اس نے کہا کہ انہوں نے ہمیں ایک چیز کی عبادت کرنے کی دعوت دی تھی وہ ہم نے مسترد کر دی۔ میرا جی چاہتا ہے کہ وہ میرے پاس ہوں اور میں انہیں تیرے گھائل کر کے موت کی نیند سلا دوں۔ اس کے ایک دو دن بعد وہ اپنا اونٹ بیچنے کیلئے کہیں جا رہا تھا کہ بادل گھر کر آ گئے، بجلی چمکی اور اونٹ کو بھی اور اربد کو بھی جلا کر خاکستر کر دیا۔

عرینین کیلئے حضور کی بددعا

امام بیہقی حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ عطل اور عرینہ قبیلہ کے چند آدمی مدینہ طیبہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے، اسلام قبول کیا اور عرض کی یارسو اللہ! ہم مویشی پالنے والے لوگ ہیں اور ہم گاؤں میں رہنے والے نہیں ہیں۔ چنانچہ مدینہ طیبہ کی آب و ہوا انہیں موافق نہیں آئی، بیمار ہو گئے۔ حضور نے انہیں حکم دیا کہ جہاں بیت اسال کی شیر خوار اونٹنیاں چرتی ہیں وہاں چلے جائیں، ان کا دودھ بھی پیئیں اور ان کا پیشاب بھی پیئیں، ان کی بیماری جاتی رہے گی۔ وہ استقاء کی بیماری کا شکار ہو گئے تھے۔ وہ چمے گئے جب وہ باہر پہنچے تو مرتد ہو گئے۔ حضور کے چرواہے کو انہوں نے قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہانک کر اپنے ساتھ لے جانے لگے۔ حضور کو جب اطلاع ملی تو ان کے تعاقب میں چند صحابہ کو بھیجا اور دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ عَفِّهِمْ الْقَطْرَيْنِ وَاجْعَلْهُمَا عَلَيْنِمْ اَصْبَقَ مِنْ

مَشْكُ جَمِيل

”اے اللہ ان کو راستہ سے اندھا کر دے تاکہ انہیں کوئی چیز نظر نہ آئے
اور ان پر راستہ تنگ کر دے۔“

اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی سب کر لی۔ مسلمان انہیں گرفتار کر کے حضور کی خدمت میں
لے آئے۔ حضور نے مختلف جرائم کے بدلے میں ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے اور ان کی
آنکھوں میں گرم سلائی پھیر دی۔ (1)

وہ معجزات جن کا تعلق عالم نباتات سے ہے

آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ جن خصائص سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیاء کو ممتاز کیا ہے ان
میں سے ایک یہ ہے۔

أَنْ تَكُونَ نَفْسُهُ مُتَصَرِّفَةً فِي مَادَّةِ هَذَا الْعَالَمِ

”کہ ان کی ذات اس جہان کے مادہ میں ہر قسم کا تصرف کر سکتی ہے۔“

عالم نباتات میں سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تصرف کے واقعات بہ حد وب
شمار ہیں۔ جنہیں صحابہ کرام کی کثیر تعداد نے رحمت عالم ﷺ سے خود سنا اور ان سے
تابعین کی کثیر تعداد نے روایت کیا ہند۔ جز اسی لئے علماء حدیث نے یہ تصریح کی ہے
علامہ شہاب خفاجی لکھتے ہیں۔

رَأَتْهَا بَلَغَتْ عَنْ كَثِيرٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ حَتَّى بَلَغَتْ
النَّوَاثِرَ الْمَعْنَوِيَّ وَصَارَتْ فِي مَرْتَبَةٍ قَوِيَّةٍ لَا يَسْتَكْفِرُ فِيهَا أَحَدٌ
مِنَ الْعُقَلَاءِ

”صحابہ اور تابعین کی کثیر تعداد کی روایت کے باعث یہ حد تو اتر معنوی
کو پہنچے ہوئے ہیں اور قوت میں ان کا مرتبہ بلند ہے اور کوئی عقلمند ان کی
صحت میں شک نہیں کر سکتا۔“

جن صحابہ نے ان معجزات کو روایت کیا ہے ان میں سے چند اکابر کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب، عبد اللہ بن عباس، ابو موسیٰ عاصی
صدیق، عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عمر، جابر بن عبد اللہ، اسماء بن

زید، انس بن مالک، یعلیٰ بن مرہ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ جن روایات کی راوی یہ برگزیدہ بستیاں ہوں ان کی صحت کے بارے میں کیا کسی شک کی گنجائش باقی رہتی ہے؟

ان بے شمار واقعات میں سے چند ملاحظہ فرمائیں۔

امام بیہقی، بزاز اور دارمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

ہم ایک سفر میں اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ تھے۔ ایک اعرابی حضور کے نزدیک آیا۔ حضور نے اس سے پوچھا اعرابی کہ ہر جا رہے ہو؟ اس نے کہا اپنے اہل و عیال کے ہاں۔ پھر حضور نے پوچھا کیا تیرے دل میں بھلائی حاصل کرنے کا شوق ہے؟ اس نے پوچھا کون سی بھلائی۔ آپ نے فرمایا تو یہ گواہی دے۔

أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ
وَرَسُولُهُ۔

اعرابی نے پوچھا کوئی گواہ ہے جو آپ کی صداقت کی تصدیق کرے۔ حضور نے ارشاد فرمایا وادی کے کنارے پر بیر کی کا درخت نظر آ رہا ہے یہ گواہ ہے۔ جب حضور نے اس درخت کو اشارہ کیا تو وہ اپنی جڑوں سمیت زمین کو چیرتا ہوا حضور کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ حضور نے اس درخت سے تین بار پوچھا کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس سوال کے جواب میں تین بار ہی اس درخت نے حضور کے دعویٰ نبوت کی گواہی دی۔ پھر وہ درخت اجازت لے کر اپنے پہلے مقام پر چلا گیا۔ وہ اعرابی جس نے اپنی آنکھوں سے یہ معجزہ العتوں دیکھا تھا وہ اپنی قوم کے پاس واپس آیا اور جاتی دفعہ اس نے عرض کی یا رسول اللہ میں اپنی قوم کو معجزہ بتاؤں گا، انہیں آپ پر ایمان لانے کی دعوت دوں گا۔ مگر انہوں نے میری بات مان لی تو ان سب کو لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ اگر انہوں نے میری بات نہ مانی تو میں خود حاضر ہو جاؤں گا اور عمر بھر حضور کے ساتھ رہوں

گا۔ (1)

بزاز نے حضرت بریدہ بن حصیب سے روایت کیا کہ ایک اعرابی نے نبی کریم ﷺ سے مطالبہ کیا کہ حضور اسے کوئی ایسی علامت دکھائیں جو اس بات کی شہادت دے کہ آپ اللہ

کے رسول ہیں۔ حضور نے اسے فرمایا وہ سامنے درخت دیکھ رہے ہو، وہاں جاذبہ درخت سے کہو کہ اللہ کے رسول تمہیں یاد فرما رہے ہیں۔ وہ اعرابی اس درخت کے پاس آیا اور یہ پیغام اسے سنایا۔ وہ سنتے ہی ایک مرتبہ دائیں طرف جھکا پھر بائیں طرف جھکا پھر سامنے کی طرف جھکا پھر پیچھے کی طرف جھکا، اس طرح اس کی جڑیں جو چاروں طرف زمین میں بڑی تھیں، نوٹ گئیں اور وہ زمین کو چیرتا ہوا حضور کی خدمت قدس میں حاضری دیئے کیسے روانہ ہو۔ وہ حضور کے سامنے مؤدب ہو کر کھڑا ہو گیا عرض کی: سلام علیک یا رسول اللہ۔

اس اعرابی کو یہ معجزہ دیکھ کر حضور کی رسالت کا یقین ہو گیا۔ اس نے عرض کی اب اس درخت کو حکم دیجئے کہ اپنی پہلی جگہ پر چلا جائے۔ چنانچہ وہ لوٹ گیا اور اس کی جڑیں زمین میں گز گئیں۔

یہ معجزہ دیکھ کر اعرابی نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں آپ کو سجدہ کروں۔ حضور نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کے سو کسی در کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں یہی حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ پھر اس اعرابی نے عرض کی یا رسول اللہ سجدہ کی اجازت نہیں دیتے تو مجھے اجازت دیں تاکہ میں حضور کے دونوں ہاتھ پر دست باندھوں اور قدمین شریفین کو بوسہ دوں۔ حضور نے سے دست بوسی اور قدم بوسی کی اجازت مرحمت فرمائی۔ (۱)

امام بخاری، مسلم حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں جس رات جنت کو بارگاہ نبوت میں حاضری کا شرف نصیب ہوا انہوں نے مطابہ کیا ہمیں کوئی ایسی نشانی دکھائی جس سے ہمیں یقین ہو جائے کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ حضور نے فرمایا یہ درخت میرا گواہ ہے۔ حضور نے اس درخت کو حکم دیا کہ آئے اور میری نبوت کی گواہی دے۔ وہ درخت اپنی جڑوں کو کھینچ کر حاضر خدمت ہو گیا اور حضور کی رسالت و نبوت کی گواہی دی۔

ایک دفعہ جنگل میں رکانہ کی حضور ﷺ سے ملاقات ہو گئی۔ حضور نے اسے کہا مسلمان ہو جاؤ۔ اس نے کہا میں اس وقت تک مسلمان نہیں ہوں گا جب تک آپ اپنی صداقت کی دلیل پیش نہیں کریں گے۔ حضور نے اسے فرمایا اگر تمہیں نشانی دکھاؤں تو تم

ایمان لے آؤ گے؟ اس نے کہا بیشک۔ وہیں قریب ہی پیری کا درخت تھا، حضور نے اسے حکم دیا اللہ کے اذن سے آؤ۔ وہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ اس کا ایک نصف وہیں کھڑا رہا اور دوسرا نصف وہاں سے چل کر حضور اور رکاتہ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ رکاتہ نے کہا کہ بیشک آپ نے بہت زبردست معجزہ دکھایا ہے، اب اسے حکم دیجئے کہ یہ واپس چلا جائے۔ حضور نے فرمایا اگر میں اسے حکم دوں اور وہ واپس چلا جائے تو کیا تم اسلام قبول کرو گے؟ اس نے کہا بیشک۔ حضور نے اسے واپسی کا اشارہ فرمایا۔ وہ واپس گیا اور اپنے نصف کے ساتھ جا کر جڑ گیا اور ایک درخت بن گیا۔

حضور نے فرمایا اب ایمان لاؤ لیکن اس نے ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ وہ اس وقت تک اپنے کفر پر ڈٹا رہا جب تک کہ حضور نے مکہ فتح کیا۔ اس وقت وہ مسلمان ہوا۔ اس کی وفات 42 ہجری میں مدینہ طیبہ میں ہوئی۔

امام احمد حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں: ایک روز نبی رؤف رحیم بڑے مغموم بیٹھے تھے۔ کفار مکہ میں سے کسی نے حضور کو اذیت دی تھی اور زخموں سے خون بہا تھا۔ اس نے حضور کے جسم کو رنگین کر دیا تھا۔ حضرت جبرئیل نے حاضر ہو کر عرض کی حضور کیوں مغموم بیٹھے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ میری قوم نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے مجھے اتنا زرد و کوب کیا ہے کہ میرے زخموں سے خون بہنے لگا ہے۔ جبرئیل نے عرض کی یا رسول اللہ! میں آپ کو ایسی نشانی نہ دکھاؤں جس سے آپ کا غم و اندوہ دور ہو جائے؟ حضور نے فرمایا ضرور۔ وادی کی دوسری طرف ایک درخت کھڑا تھا جبرئیل نے اس کی طرف دیکھا، حضور کو عرض کی یا رسول اللہ! اس درخت کو بلائیے۔ حضور نے بلایا وہ درخت فوراً چل کھڑا ہوا۔ یہاں تک کہ حضور کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ جبرئیل نے فرمایا اسے حکم دو کہ وہ بوٹ جائے۔ وہ واپس چلا گیا۔ تو حضور نے فرمایا حسسی حسسی میرا اللہ مجھے کافی ہے۔ اسی سے مٹی جلتی ایک اور روایت امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر سے روایت کی ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ ایک غزوہ میں ہم اللہ کے رسول کی معیت میں سفر طے کر رہے تھے یہاں تک کہ ہم ایک وادی میں اترے جو بہت وسیع تھی۔ سرکارِ دو عالم ﷺ قضائے حاجت کیسے تشریف لے گئے۔ میں (جابر) لوٹا پانی سے بھر کر ساتھ لے گیا۔ حضور نے دور جا کر دیکھا وہاں کوئی درخت نہ تھا جس کی اوٹ میں رفع حاجت کی جاسکے۔ اچانک دیکھا وادی کے

کنارے پر دو درخت ہیں۔ سرور عالم ایک درخت کی طرف تشریف لے گئے اس کی ٹہنی کو پکڑا اور اسے فرمایا میرے سامنے سر جھکا دو باذن اللہ۔ چنانچہ اس نے سر جھکا دیا، یک ایسے اونٹ کی طرح جس کی ناک میں ٹکیل ڈال دی گئی ہو۔ اور وہ اپنے مالک کے ساتھ مستیاب کرتا ہو۔ پھر دوسرے کو حکم دیا وہ آپ کے ساتھ ہو لیا۔ پھر جب نعتِ راستہ پر پہنچے تو دونوں درخت آپس میں مل گئے اور ان کی اوٹ میں حضور نے رفع حاجت فرمائی۔ اس کے بعد دونوں درخت جدا جدا ہو گئے اور اپنی اپنی جگہ پر پہنچ گئے۔

امام بیہقی اور ابو یعلیٰ اسامہ بن زید سے روایت کرتے ہیں کہ ایک غزوہ کے دوران حضور نے مجھے فرمایا کہ کہ قضائے حاجت کیلئے جگہ تلاش کرو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ وادی میں ہر طرف لوگ بکھرے ہیں خالی جگہ نظر نہیں آتی۔ حضور نے فرمایا کھجور کا درخت یا پتھر دیکھو۔ میں نے دیکھا تو کھجور کے درخت نزدیک نظر آئے۔ میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کی۔ آپ نے فرمایا جاؤ ان کھجور کے درختوں کو کہو کہ اللہ کا رسول تمہیں حکم فرماتا ہے کہ تم نزدیک ہو جاؤ اور پتھروں کو کہو کہ وہ بھی نزدیک ہو جائیں۔

حضرت اسامہ کہتے ہیں کہ میں نے کھجور کے درختوں اور پتھروں کو حضور کا پیغام پہنچایا۔ اس ذات کی قسم جس نے اپنے محبوب کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں نے دیکھا کھجوریں قریب ہو گئیں یہاں تک کہ ایک دوسرے سے مل گئیں۔ پتھر ایک ڈھیر کی صورت میں جمع ہو گئے۔ حضور نے ان کی اوٹ میں رفع حاجت فرمائی۔

مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے میں نے کھجور کے درختوں کو وہاں سے اپنی اپنی جگہ جاتے دیکھا یہاں تک کہ تمام اپنی جگہ پر پہنچ گئے۔ (1)
حضرت امام بو میری نے کیا خوب فرمایا۔

جَاءَتْ رُلْدُ مَوْبِدِ الْأَشْهَارِ مُسَاجِدًا تَمِثُّ عَلَى سَابِقِ بِلَا قَدَّامٍ (2)

”حضور کے بلانے پر درخت سجدہ کرتے ہوئے قدموں کے بغیر اپنی پنڈلیوں کے سہارے چلتے ہوئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔“

حنین الجذع

سرور کائنات فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ والتیات جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو سب سے پہلے رحمت عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعمیر کا اہتمام فرمایا۔ وہ مسجد اور اس کی تعمیر سادگی کا ایک بے مثال نمونہ تھی۔ کھجوروں کے تنے بطور ستون استعمال کئے گئے اور چھت کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی۔ جب بارش برستی تھی تو چھت ٹپکتی تھی جس کے باعث فرش پر کچھڑ ہو جایا کرتا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے روز ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے۔ جب نمازیوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تو صحابہ نے محسوس کیا کہ اس طرح دیر تک کھڑے ہو کر خطبہ دینے سے حضور کو تکلیف ہوگی نیز دور بیٹھے نمازیوں کو حضور کی آواز نہیں پہنچتی تو ایک خاتون نے عرض کی یا رسول اللہ امیر اعلام بڑھئی کا کام کرتا ہے اگر اجازت ہو تو اس کو کہوں کہ وہ حضور کیلئے منبر بنائے تاکہ حضور اس پر بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرمائیں۔ (1)

جب منبر تیار ہو گیا اور اس کو مسجد میں رکھ دیا گیا تو آئندہ جمعہ کو حضور نماز جمعہ کے لئے مسجد میں تشریف لائے تو اس کھجور کے تنے سے نزل کر جب منبر کی طرف تشریف لے گئے تو وہ تاجپوں کی طرح رونے لگا یہاں تک کہ ہجر کے صدمہ سے پھٹ گیا۔ رحمت عالم ﷺ منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، حضور نے اس ستون کے رونے کی آواز سنی، حضور نیچے اترے اور اس کو سینے سے لگایا اور وہ خاموش ہو گیا۔ حضور نے فرمایا۔

لَوْلَمْ اَلْتَزِمْنِي لَمْ يَزَلْ هَلْكَ اِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ

”اگر میں اس کو سینہ سے نہ لگاتا تو قیامت تک میرے فراق میں اسی

طرح روتا رہتا۔“

حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جب اس ستون کی آہ وزاری سنی تو منبر سے نیچے اتر کر اسے گلے لگایا اسے فرمایا۔

اِنْ شِئْتُ اَنْ اُرَدَّكَ اِلَى الْحَاظِطِ الَّذِي كُنْتَ فِيْهِ تَلْبُتُ
لَكَ عُرْوَقُكَ وَيَكْمُلُ خَلْقُكَ وَيَجِدُ ذٰلِكَ خَوْصًا وَثَمَرًا

”اگر تیری مرضی ہو تو میں تجھے تیرے باغ میں دوں گا۔ تیری چیزیں
نئے سرے سے تازہ ہوں اور تیرے پتے اور شاخیں تروتازہ ہوں اور
تجھ پر پھر سے پھل لگنے لگیں۔“

وَاِنْ شِئْتَ اَعْرِسْتُ فِي الْجَنَّةِ فَيَا كُلُّ اَوْلِيَاءِ اللّٰهِ مِنْ
ثَمَرَاتِهَا۔

”اگر تیری مرضی ہو تو میں تمہیں جنت میں گاڑ دوں تاکہ اویاءِ اللہ تیرے
پھل کھائیں۔“

حضور نے اپنے کان اس کی طرف لگائے گویا اس کا جواب سننا چاہتے ہیں۔
حنین جذع کی جو روایت ام لمومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے
اس میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے اس کو دنیا و آخرت میں ایک چیز اختیار کرنے کا اختیار
دیا اس نے آخرت کو پسند کیا۔
اس نے کہا!

بَلْ نَعْمُ سُبْحٰنِيْ فِي الْجَنَّةِ فَيَا كُلُّ اَوْلِيَاءِ اللّٰهِ

(1) ”یا رسول اللہ مجھے جنت میں گاڑ دیجئے تاکہ میرے پھل اللہ کے مقبول
بندے کھائیں۔“

اس ستون کا جواب حضور کے علاوہ جو ارد گرد لوگ جمع تھے انہوں نے بھی سنا۔ حضور
نے فرمایا۔ قَدْ فَعَلْتُ میں نے تیری پسند کے مطابق تجھے جنت میں گاڑ دیا۔ پھر حضور نے
فرمایا اس بے جان تنے نے ”دار لفاء“ کو چھوڑ کر دار ابقاء یعنی جنت کو اختیار کیا۔
کیا شان ہے اس ہادی برحق کی جس کے مس کرنے سے نکڑی کے سونکھے تنوں میں
زندگی آگئی۔ صرف زندگی نہیں بلکہ جذبہ عشق و محبت نصیب ہو گیا اور باقی و فانی میں جو
فرق ہے وہ بھی سمجھ گیا۔ عداوت قاضی عیاض نے شفاء شریف میں حضرت حسن بصری
رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے۔

جب آپ یہ واقعہ سنایا کرتے تھے تو رونے لگتے تھے۔ فرماتے ہیں اللہ کے بند و اسوئہ
لکڑی تو اللہ کے محبوب کے فرق میں اور شوق وصال میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور تم

اس بات کے زیادہ حق دار ہو کہ حضور کی ملاقات کے شوق میں تمہاری آنکھیں بھی اشکبار ہوں اور دل بے قرار ہو۔ (1)
علامہ ابن کثیر اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں۔

قَدْ وَدَّ مِنْ حَدِيثِ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ بِطَرَقٍ مُتَعَدِّقَةٍ
تُفِيدُ الْقَطْعَ عِنْدَ آيَةِ هَذَا الشَّانِ وَفُرْسَانِ هَذَا الْيَتَانِ (2)
”یہ حدیث صحابہ کرام کی ایک جماعت سے مروی ہے اور صرف ایک
سند سے نہیں بلکہ متعدد سندوں سے مروی ہے اور علماء حدیث کے
ائمہ اعلام اور اس میدان کے جو شہسوار ہیں ان کے نزدیک یہ قطعیت کا
فائدہ دیتی ہے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔“

وہ معجزات جن کا تعلق عالم جمادات سے ہے

امام مسلم نے حضرت جابر بن سمرہ سے روایت کیا ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنِي لَأَعْرِفَ حَجْرًا
بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُبْعَثَ وَإِنِّي لَأَعْرِفُ الْآنَ (3)
”حضور ﷺ نے فرمایا کہ مکہ میں ایک پتھر ہے جس کو میں جانتا ہوں
جو میری بعثت سے پہلے جب میں اس کے پاس سے گزرا کرتا تھا، وہ مجھے
سلام کرتا تھا۔“

بعض نے کہا یہ پتھر حجر اسود تھا۔ دوسروں نے کہا یہ وہ پتھر تھا جو زقاق الحجر میں نصب
تھا۔ لوگ اس سے لمس کرتے ہیں، تبرک حاصل کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ وہ پتھر ہے کہ
جب حضور اس کے پاس سے گزرتے تو وہ سلام عرض کرتا تھا۔

امام ترمذی اور دارمی اور حاکم نے اس روایت کی تصحیح کی ہے اور سیدنا علی بن ابی طالب
کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے آپ فرماتے ہیں میں مکہ کی گلیوں میں حضور کے ساتھ
چل رہا تھا، ہم بعض محلوں میں گئے اور جو درخت اور پتھر سامنے آیا اس نے عرض کی۔

1۔ شکل رسول، صفحہ 241، ری، حلائ، ”السیر والسیہ“، جلد 3، صفحہ 132

2۔ بیضا، صفحہ 239

3۔ ری، حلائ، ”السیر والسیہ“، جلد 3، صفحہ 125

السلام عليك يا رسول الله

علی مرتضیٰ فرماتے ہیں ابتداء نبوت میں ایسا اکثر وقوع پذیر ہوا کرتا تھا کہ حضور کے دل کو اطمینان آئے اور ان پے در پے شہادتوں سے حضور مسرور ہوں۔

المواہب اللدنیہ میں ابن رشد اور ائمہ فقہ مالکی کی ایک جماعت نے امام ابو حفص المیاشی سے روایت کیا کہ مکہ مکرمہ میں جس سے میری ملاقات ہوئی اس نے مجھے بتایا کہ وہ پتھر جو رحمت عالم ﷺ پر سلام بھیجتا تھا وہ صدیق اکبر کے مکان کے سامنے جو دیوار ہے اس میں نصب شدہ ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھے بتایا کہ جب جبریل امین نے یا رسول اللہ کہہ کر میرا استقبال کیا اس کے بعد میں جس پتھر اور درخت کے پاس سے گزرتا وہ یہ کہتا السلام عليك يا رسول الله۔

حضور جب کسی وادی میں تشریف لے جاتے تو اس وادی کے سارے درخت اور پتھر عرض کرتے السلام عليك يا رسول الله پھر حضور اس کا جواب دیتے وعيبكم السلام امام بیہقی، ابن ماجہ مالک بن ریح الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ ایک دن نبی مکرم ﷺ نے حضرت عباس بن عبد المطلب کو فرمایا اے ابوالفضل اتم اور تمہارے بیٹے میرے آنے تک اپنے گھر میں ٹھہرنا۔ جب چاشت کا وقت ہو گیا تو سرکارِ دو عالم ﷺ تشریف لائے، انہیں السلام عليك سے نوازا۔ ان سب نے بھی جواباً عرض کیا وعيبكم السلام ورحمة الله وبركاته یا رسول الله آپ پر بھی سلامتیاں، رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ پھر حضور نے پوچھا کیف اصباحتم تم نے صبح کیسے کی ہے؟ انہوں نے عرض کی خیر دعائیت سے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا۔ میرے نزدیک آؤ۔ جب وہ آرام سے بیٹھ گئے اور حضور کے قریب ہو گئے تو حضور نے اپنی چادر ان سب پر ڈال دی فرمایا۔

يَا رِبِّ هَذَا عَيْتِي وَصَنُوبِي وَهَؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي فَأَسَلِّمْهُمْ

مِنَ التَّارِكِ سَلِّمْ بِيَّائِيَاهُمْ بِمَلَأَوْقِي هَذَا

”یا رب اسعالمین یہ میرے بچا ہیں میرے باپ کی طرح ہیں، اور یہ میرے اہل بیت سے ہیں۔ یا اللہ جس طرح میں نے اپنی چادر ان سب

پر ڈالی ہے اور ان کو چھپا لیا ہے اسی طرح آتش جہنم سے انہیں چھپا لیں۔“

دروازوں اور کھڑکیوں کے جتنے کواڑ تھے، مکان کی جتنی دیواریں تھیں سب نے کہا آمین آمین آمین۔ حضرت عباس کے جو فرزند اس نورانی محفل میں حاضر تھے ان کے اسماء مبارکہ یہ ہیں۔ عبد اللہ، عبید اللہ، قثم، معبد، عبد الرحمن، سعید اور ان کی بہن ام حبیبہ رضی اللہ عنہم۔ اس سے معلوم ہوا کہ لکڑی کے بے جان اور بے حس کواڑ نے بھی حضور کی دعا کو سنا اور صفائے ان کی قوت سماعت ہی ظاہر نہیں ہوئی بلکہ یہ شعور بھی نصیب ہوا کہ اس دعا پر سب نے آمین بار آمین آمین آمین کہا۔

امام احمد، بخاری، ترمذی اور ابن ماجہ حضرت انس سے روایت کرتے ہیں۔ ایک روز کوہ احد پر حضور نبی کریم ﷺ، حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم تشریف لے گئے۔ جلال نبوت کے باعث کوہ احد پر رزہ طاری ہو گیا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے قدم مبارک سے اسے ٹھوکر لگائی اور فرمایا۔

أَنْتَبْتُ لِحَدِّ قَائِمًا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ

”اے احد ٹھہر جا۔ تیرے اوپر ایک اللہ کا نبی ہے، ایک اس کا صدیق ہے

اور دو شہید ہیں۔“

امام مسلم نے اس قسم کی روایت حضرت ابو ہریرہ سے کوہ حرا کے بارے میں نقل کی ہے۔ اس میں کچھ اضافے ہیں۔ اس روز حضور کے ساتھ ان حضرات کے علاوہ علی مرتضیٰ، طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم بھی تھے اور وہ پہاڑ بھی کانپنے لگا حضور نے فرمایا۔

اے پہاڑ ٹھہر جا قَائِمًا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ (تیرے اوپر کوئی ظالم

نہیں) بلکہ تیرے اوپر یا تو اللہ کا نبی ہے یا صدیق ہے یا شہید ہے۔ (۱)

امام بخاری، مسلم اور دیگر محدثین نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا فتح مکہ سے پہلے مسجد حرام میں تین سو ساٹھ بت نصب تھے اور قلعی کے ساتھ انہیں پتھروں میں گاڑ دیا گیا تھا۔ سرورِ انبیاء ﷺ جب مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ حضور کے دست مبارک میں چھڑی تھی اس کے ساتھ صرف ان بتوں کی طرف اشارہ کرتے گئے نہ ہاتھ لگایا اور نہ

انہیں دھکا دیا۔ اور حضور اشارہ کرتے اور یہ پڑھتے جَاءَ الْحَقُّ وَرَهَقَ الْبَاطِلُ جس کے منہ کی طرف اشارہ کرتے وہ سر کے بل اور منہ کے بل گر پڑتا۔

بچپن میں سید عالم علیہ السلام اپنے چچا حضرت ابو طالب کی معیت میں شام کے سفر پر روانہ ہوئے۔ راستہ میں راہبوں کی خانقاہ کے پاس سے گزرے۔ وہاں ایک بڑا راہب رہتا تھا۔ اس کا نام بکیرہ تھا، وہ کسی کی ملاقات کیلئے پنی خانقاہ سے باہر نہ نکلتا تھا لیکن جب اہل مکہ کا یہ قافلہ جس میں سرکارِ دو عالم بھی تھے، اس نے اس خانقاہ کے پڑوس میں قیام کیا تو وہ خود ہی باہر آیا۔ قافلے والوں کو بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑا اور سب کو کہا کہ ہدا سید العنبرین بعثہ اللہ رحمۃ سعدین یہ ہیں سارے جہانوں کے رسول۔ انہیں اللہ تعالیٰ رحمت ملے امین بنا کر مبعوث فرمائے گا۔

کسی نے اس راہب سے پوچھا اور بھی بہت سے خاندان قریش کے نوجوان موجود ہیں، تم نے انہیں کیسے پہچانا؟ اس نے جواب دیا جب بھی آپ کا گزر کسی درخت یا پتھر کے پاس سے ہوتا وہ ان کے سامنے جبدہ ریز ہو جاتا، نبی کے بغیر شجر و حجر کسی کو جبدہ نہیں کرتے۔ دوسری نشانی یہ دیکھی کہ جب ان کا قافلہ آ رہا تھا تو بادل کا ایک ٹکڑا ان پر سایہ کے ہوئے تھا۔ آپ جبدہ ہر جاتے بادل کا ٹکڑا آپ کے ساتھ ساتھ جاتا۔ تیسری یہ نشانی دیکھی کہ قافلہ والوں نے آگے بڑھ کر درخت کے سایہ میں اپنی جگہ پر قبضہ کر لیا۔ جب یہ تشریف لائے تو درخت کے سایہ میں جگہ نہ تھی، آپ بیٹھے درخت کا سایہ دھ جھٹ لیا۔ علامہ شہاب خفاجی شارح شفا لکھتے ہیں۔

کہ حضور اگر سنگ خارہ پر قدم مبارک رکھتے تو اس کا نشان اس پتھر میں ظاہر ہو جاتا تھا۔ لوگ ان پتھروں سے تبرک حاصل کرتے ہیں، ان کی زیارت کیلئے جاتے ہیں اور ان کا احترام کرتے ہیں۔ ایک پتھر مصر میں بھی تھا سلطان قانٹائی نے بیس ہزار پونڈ میں اسے خرید لیا اور وصیت کی کہ یہ پتھر اس کی قبر کے نزدیک رکھا جائے اور وہ اب تک موجود ہے۔

سنگ خارہ پر قدم رکھتے تو اس میں حضور کے پاؤں کے نقش ثبت ہو جاتے، ریت پر قدم رکھتے تو کچھ پتہ نہ چلتا۔ (۱)

کنکریوں کا تسبیح کہنا

جلیل القدر محدثین نے جن میں امام بیہقی، بزاز طبرانی، ابن عساکر شامل ہیں، نے حضرت ابوذر اور انس سے روایت کی ہے اور ایک روایت میں صرف حضرت ابوذر سے روایت ہے:

میں حضور ﷺ کی تنہائی کے اوقات کی جستجو میں رہتا تھا۔ میں نے ایک دفعہ رات کو سرور عالم ﷺ کو تنہا بیٹھے دیکھا۔ میں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا، خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اس وقت سرور عالم ﷺ کے پاس اور کوئی آدمی نہیں تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا گویا نبی کریم ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ میں نے حضور کی خدمت میں سلام پیش کیا۔ حضور نے اس کا جواب دیا۔ پھر حضور نے پوچھا کیسے آتا ہوا؟ میں نے عرض کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کھینچ لائی ہے۔ مجھے حکم دیا بیٹھ جاؤ۔ پس میں حضور کے پہلو میں بیٹھ گیا اور بالکل خاموشی اختیار کر لی۔ کافی دیر بیٹھا رہا اتنے میں ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے جو تیزی سے قدم اٹھا رہے تھے اور حضور کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ حضور نے انہیں بھی سلام کا جواب دیا، ان سے پوچھا کیسے آتا ہوا انہوں نے بھی وہی جواب دیا، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کھینچ لائی ہے۔ حضور نے انہیں بھی بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ سرکار دو عالم ﷺ کے سامنے ایک چھوٹا سا ٹیبل تھا، صدیق اکبر اس پر بیٹھ گئے۔ پھر کچھ دیر کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے ان کے ساتھ بھی اسی قسم کی باتیں ہوئیں وہ بھی ابو بکر صدیق کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے وہ فاروق اعظم کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ پھر رحمت عالم ﷺ نے چند کنکریاں اٹھائیں سات یا نو۔ ان کو اپنے ہاتھ میں لیا تو وہ سبحان اللہ کا ورد کرنے لگیں۔ ان کی تسبیح کی آواز اس طرح سنائی دینے لگی جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے۔ پھر حضور ﷺ نے ان کو زمین پر رکھ دیا وہ خاموش ہو گئیں۔ پھر کچھ دیر بعد اٹھایا اور صدیق اکبر کے ہاتھ میں انہیں رکھ دیا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہتھیلی میں بھی وہ سبحان اللہ کا ورد کرتی رہیں اور شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح ان کی آواز آتی رہی۔ پھر ان سے لے کر

انہیں زمین پر رکھ دیا پھر خاموش ہو گئیں پھر اٹھایا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکڑا دیا۔ ان کی تعظیم میں بھی وہ سبحان اللہ کا ورد کرتی رہیں۔ پھر انہیں زمین پر رکھا تو خاموش ہو گئیں۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمائیں وہاں بھی تسبیح کہتی رہیں۔ پھر ان سے لے کر زمین پر رکھا تو وہیں خاموش ہو گئیں۔ پھر حضور ﷺ نے وہ کنکریاں ہمارے حوالے کر دیں۔ ہم میں سے کسی کے ہاتھوں میں انہوں نے تسبیح نہیں کہی۔ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہاں ذکر نہیں آیا کیونکہ آپ وہاں موجود نہیں تھے۔ ارشاد نبوی کی تعمیل میں کہیں تشریف لے گئے ہوں گے۔ (۱)

وہ معجزات جن کا تعلق حیوانات سے ہے

امام احمد اور نسائی نے اسناد جید سے حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے کہ انصار کے ایک گھرانے کا ایک اونٹ تھا جس پر وہ پانی کے مشکیزے لاد کر لیا کرتے تھے۔ اس نے ایک دفعہ سرکشی شروع کر دی۔ وہ اپنی پشت پر نہ کسی کو سوار ہونے دیتا نہ سامان لادنے دیتا۔ اس کے مالک حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کی یا رسول اللہ! ہمارا اونٹ ہے جس پر ہم پانی کے مشکیزے لاد کر لاتے ہیں، اب اس نے ہمارے ساتھ سرکشی شروع کر دی ہے، نہ ہمیں اپنے اوپر سوار ہونے دیتا ہے نہ کوئی بوجھ لادنے دیتا ہے، اس کی اس سرکشی سے ہمارے نخلستان اور کھیت خشک ہو رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو فرمایا: ٹھو چلیں۔ اس اونٹ کے مالک کے ڈیرے پر تشریف لے گئے، حویلی میں داخل ہوئے تو دیکھا اونٹ ایک کونے میں کھڑا ہے۔ رحمت عالم چل کر اس کی طرف گئے۔ انصار نے عرض کی یا رسول اللہ یہ تو باؤلے کتے کی طرح ہو گیا ہے، حضور اس کے قریب تشریف نہ لے جائیں مبادا وہ تکلیف پہنچائے۔ حضور نے فرمایا: مجھے وہ کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔ اونٹ نے جب نبی کریم کی طرف دیکھا تو دو ذکر آیا اور حضور کے سامنے سجدہ میں گر گیا اور اپنے منہ کا حصہ حضور کے سامنے زمین پر رکھ دیا۔ سرور عالم ﷺ نے اس کی پیشانی کے بالوں کو پکڑ لیا۔ وہ بالکل تابع فرمان بن گیا۔ حضور نے اس کو حکم دیا جو کام اپنے مالک کا وہ پہلے کیا کرتا تھا وہ اب بھی کیا کرے۔ صحابہ کرام نے یہ منظر دیکھا تو عرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ! یہ جانور ہے

اسے کوئی سمجھ نہیں ہے۔ اس نے آپ کو سجدہ کیا ہے۔ ہم تو عقل و فہم کے مالک ہیں ہمارا زیادہ حق ہے کہ حضور کو سجدہ کریں۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کسی انسان کے لئے درست نہیں کہ کسی انسان کو سجدہ کرے۔ اگر یہ جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے کیونکہ خاوند کا حق عورت پر سب سے زیادہ ہے۔

امام احمد اور بیہقی صحیح سند سے یحییٰ بن مرہ الشافعی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا ہم نبی کریم ﷺ کے ہمراہ شریک سفر تھے۔ ہمارا گزر ایک اونٹ کے پاس سے ہوا جس پر اس کے مالک پانی کے مشکیزے لاد کر لایا کرتے تھے۔ جب اس اونٹ نے نبی کریم کو دیکھا تو بڑبڑایا اور گردن کا اگلا حصہ زمین پر رکھ دیا۔ حضور رک گئے پوچھا اس کا مالک کون ہے؟ وہ حاضر ہو گیا۔ حضور نے فرمایا یہ اونٹ مجھے فروخت کر دو۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ میں بطور ہدیہ حضور کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ یہ اس خاندان کا اونٹ ہے جن کے پاس اس کے علاوہ کسب معاش کا کوئی ذریعہ نہیں۔ حضور نے فرمایا: اب اگر یہ بات ہے تو سنئے تمہارے اونٹ نے تمہاری شکایت کی ہے کہ تم اس سے کام زیادہ لیتے ہو اور چارہ کم کھاتے ہو۔ اس کے ساتھ اچھا سوک کر۔ کام تھوڑا لے اور چارہ زیادہ ڈال۔

دارمی، بزاز اور بیہقی باسناد جید حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اونٹ حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوا، جب وہ حضور سے قریب ہوا تو سجدہ میں گر پڑا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے لوگو! اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ چند انصاری جوان گویا ہوئے یہ ہمارا اونٹ ہے۔ حضور ﷺ نے پوچھا اسے کیا تکلیف ہے؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ میں سب تک ہم اس پر پانی کے مشکیزے لاد کر لاتے رہے ہیں اب یہ بوڑھا ہو گیا ہے، ہمارا ارادہ ہے ہم اس کو ذبح کر دیں۔ رحمت عالم نے فرمایا کیا تم مجھے یہ اونٹ فروخت نہیں کر دیتے؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ یہ اونٹ حضور کا ہے۔ حضور نے فرمایا اس کے ساتھ اچھا سوک کر دیہاں تک کہ اس کا مقررہ وقت آجائے۔ انصاری نوجوانوں نے عرض کی یا رسول اللہ اس نادان اونٹ نے حضور کو سجدہ کیا، ہم اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ حضور کو سجدہ کریں۔ مرشد جن و انس نے فرمایا کسی انسان کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی انسان کو سجدہ کرے۔ حضور نے اونٹ کے مالک کو فرمایا۔ یہ تمہارا اونٹ تمہاری شکایت کیوں کر رہا ہے؟ اس کا خیال ہے اب یہ بوڑھا ہو گیا ہے تم اس کو ذبح کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ مالک نے عرض

کی حضور نے سچ فرمایا اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں ایسا نہیں کروں گا۔

طبرانی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص کے دو اونٹ تھے۔ دونوں مست ہو گئے۔ انہیں اس نے ایک چار دیواری میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا۔ پھر وہ اللہ کے پیارے رسول کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے ارادہ کیا کہ حضور کو بجائے۔ نبی کریم ﷺ چند انصار کے ساتھ بیٹھے تھے۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ میں ایک ضروری کام کیلئے حاضر خدمت ہوا ہوں۔ میرے دو اونٹ تھے وہ مست ہو گئے ہیں۔ میں نے ان کو ایک حویلی میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا ہے۔ میری خواہش ہے کہ حضور میرے لئے دعا فرمائیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو میرا فرمانبردار بنائے۔

حضور نے صحابہ کرام کو فرمایا اٹھو میرے ساتھ چلو۔ حضور تشریف لے گئے، جب دروازہ پر پہنچے تو مالک کو حکم دیا کہ دروازہ کھولو۔ وہ دروازہ کھولنے سے جھجکا مباد اونٹ حضور کو تکلیف پہنچائیں۔ حضور نے سختی سے حکم دیا کہ دروازہ کھولو۔ اس نے دروازہ کھولا۔ ایک اونٹ دروازہ کے پاس بیٹھا تھا اس نے جب حضور کو دیکھا تو فوراً سجدہ میں گر گیا۔ حضور نے اس کے مالک کو کہہ جاؤ رسی لے آؤ تاکہ میں اس کا سر باندھ دوں اور اس کو تیرے حوالے کر دوں۔ وہ جلدی سے رسی لے آیا۔ حضور نے اس کو باندھا، فرمایا لے لو۔ پھر حویلی کے آخری کنارہ پر دوسرا اونٹ کھڑا تھا اس نے جب حضور کو دیکھا تو وہ سبہ چون و چرا سجدہ میں گر گیا۔ اس کے لئے بھی اس کے مالک کو رسی لانے کا حکم دیا۔ وہ لے آیا۔ حضور نے اسی طرح اس اونٹ کا سر باندھ دیا اور اس کی تکمیل اس کے مالک کے حوالے کر دی۔ آخر میں فرمایا دھب و ہما لا یعضاں "لے جاؤ اب یہ تیری نافرمانی نہیں کریں گے۔" (1)

حضرت امام احمد و ابو داؤد حضرت عبداللہ بن جعفر سے روایت کرتے ہیں ایک روز سرکارِ دو عالم ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے سوار کیا اور میرے ساتھ ایک راز کی بات کی اور مجھے ہدایت کی کہ کسی شخص کو یہ بات نہ بتاؤں۔ قضائے حاجت کیلئے جب حضور کو پردے کی ضرورت ہوتی تو حضور پسند فرماتے کہ کوئی مٹی کا ٹیلہ ہو جس کی اوٹ میں بیٹھ کر حضور قضائے حاجت کریں یا کھجوروں کا جھنڈ۔ حضور قضائے حاجت کیلئے ایک انصاری کی حویلی

کے اندر تشریف لے گئے وہاں ایک اونٹ کھڑا تھا۔ جب اونٹ نے حضور کا رخ انور دیکھا تو شدت غم سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ چل کر خود اس کے پاس تشریف لائے اور سر کے قریب اس کی گردن پر اپنا دست مبارک پھیرا پھر حضور نے پوچھا اس کا مالک کون ہے؟ ایک انصاری حاضر ہوا عرض کی یا رسول اللہ یہ میرا اونٹ ہے۔ حضور نے اسے فرمایا اس کے بارے میں تجھے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں آتا جس نے تجھے اس اونٹ کا مالک بتایا ہے۔ اس نے میرے سامنے شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور اس سے بہت زیادہ کام لیتا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک اور روایت میں ہے کہ جب کوئی شخص اس حویلی میں داخل ہوتا تو اونٹ اس پر حملہ کرتا لیکن جب حضور نے اس کے اندر قدم رنجہ فرمایا اور اس اونٹ کو بدایا تو وہ دوڑ کر آیا اور اپنا منہ زمین پر رکھ دیا اور گھٹنے کے بل بیٹھ گیا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اسے نکمیل ڈالی اور وہ لگام جس سے اسے چلایا جاتا ہے وہ اس کے سر پر رکھ دی۔ سرکش اونٹ کی اس فرماں برداری کو دیکھ کر حضور نے فرمایا۔

مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ شَيْءٌ إِلَّا يَعْلَمُهُ أَيْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
عَاصِيَ الْجَنَّةِ وَالْإِنْسِ۔

”زمین و آسمان میں جو چیز ہے وہ جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں

سوائے سرکش جنوں کے اور سوائے نافرمان انسانوں کے۔“

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفاء شریف میں حضرت عبداللہ بن قریظ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے۔

ایک دفعہ عید الاضحیٰ کے موقع پر چھ سات اونٹ حضور کی خدمت میں پیش کئے گئے تاکہ حضور ان کی قربانی دیں۔ جب حضور ان کے پاس تشریف لائے تو وہ ایک قطار میں کھڑے کئے گئے۔ ان میں سے ہر ایک دوڑ کر حضور کی خدمت میں پیش ہوتا اور اپنی گردن پیش کرتا تاکہ حضور اپنے دست مبارک سے اس کو ذبح کرنے کا شرف بخشیں۔ اس طرح ایک کے بعد دوسرا اپنی گردنیں حضور کے سامنے پیش کرتے رہے۔ حضرت امیر خسرو نے کیا خوب فرمایا ہے۔

”ہم آہواں صحر اسر خود نہادہ بر کف بامید ایں کہ روزے بشکار خواہی آمد

”صحر کے سارے ہرنوں نے اپنے سر اپنی پتھیلیوں پر رکھ لئے ہیں،

اس امید میں کہ کسی روز حضور شکار کیلئے تشریف لائیں گے اور وہ اپنے سر حضور کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کریں۔“

امام طبرانی نے زید بن ثابت سے اور حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے انہوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ ایک غزوہ میں سرور عالم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ جب ہم ایک چوراہے پر پہنچے تو ہمیں ایک اعرابی دکھائی دیا جو ایک اونٹ کی ٹکیل اپنے ہاتھ میں پکڑے آ رہا تھا۔ جب وہ قریب ہوا، کھڑا ہو گیا اور عرض کی السلام علیک یا نبی اللہ۔ حضور نے اس کے سلام کا جواب ارشاد فرمایا۔ اسی اثناء میں ایک آدمی آگیا عرض کی یا رسول اللہ اس اعرابی نے میرا یہ اونٹ چرا لیا ہے۔ اس وقت اونٹ نے بلبلانا شروع کر دیا۔ حضور خاموشی سے اس کے بلبلانے کو سنتے رہے پھر اس شخص کو کہا جا آنکھوں سے دور ہو جا یہ اونٹ گواہی دے رہا ہے کہ تو جھوٹا ہے اور یہ اعرابی اس اونٹ کا مالک ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں سرور انبیاء ﷺ گھوڑے پر سوار تھے، نماز کا وقت آگیا، حضور گھوڑے سے اترے، گھوڑے کو کھل چھوڑ دیا اور اسے فرمایا۔

لا تبرح بآرك الله فبئ حتی ففرغ من صلاتہ

”اے گھوڑے جب تک ہم نماز سے فارغ ہوں تم نے ادھر ادھر کہیں نہیں جانا ہے۔“

وہ گھوڑا ساکت و صامت کھڑا رہا۔

بھیڑوں اور بکریوں کا سجدہ

امام احمد اور بزاز، حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے۔ حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم اور ایک انصاری بھی حضور کے ساتھ تھے۔ اس باغ میں بکریوں کا ریوڑ تھا، انہوں نے جب حضور کے نبوت کے نور کا مشاہدہ کیا تو وہ سجدہ میں گر گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے زبان و تادان بکریوں کے دل میں بذریعہ الہام حضور کی پہچان پیدا کر دی۔

صدیق اکبر نے عرض کی یا رسول اللہ ان بکریوں سے زیادہ تو ہمارا حق ہے کہ ہم حضور کو سجدہ کریں۔ ہادی برحق نے فرمایا کسی انسان کیلئے جائز نہیں کہ کسی انسان کو سجدہ کرے۔

نبیؐ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایمان لایا۔ اس وقت حضورؐ خیمہ کے قلعوں میں سے ایک قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ وہ آدمی خیمہ کے یہودیوں کا چرواہا تھا۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ میں ان بکریوں کا کیا کروں؟ حضورؐ نے فرمایا اس ریوڑ کا منہ ان کے مالک کی طرف متروک پھر ان کو کنٹرلیاں مار کر بھگا دے، اللہ تعالیٰ تیری امانت ان کے مالکوں تک پہنچا دے گا۔ اس نے یہاں ہی کیا اور ہر بکری اپنے مالک کے گھر چلی گئی۔

ہر جانور اللہ اور رسولؐ کا اطاعت گزار تھا۔ جس جانور کو جو حکم ملتا وہ اس کی تعمیل میں ذرا تامل نہ کرتا۔

بھڑیے کا گفتگو کرنا

امام احمد، اسناد جید کے ساتھ امام ترمذی اور حاکم اسناد صحیح کے ساتھ جو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے کہا ایک بھڑیے نے بکری پر حملہ کیا اور اس کو پکڑ لیا۔ اس کے چرواہے کو پتہ چلا وہ اس کے پیچھے بھاگا اور وہ بکری اس کے منہ سے چھین لی۔ وہ بھینڈا دم کے بل بیٹھ گیا اور اس نے چرواہے کو کہا۔

اَلَا تَتَّقِي اللّٰهَ تَنْزِعُ مِنْ رِزْقِ سَاۡتِهٖ اللّٰهُ اِلَیَّ

”تمہیں خدا کا خوف نہیں، اللہ تعالیٰ نے جو رزق میری طرف بھیجا، تم نے چھین لیا۔“

چرواہا کہنے لگا۔

ذُنْبٌ مُّقْبِعٌ عَلٰی ذَنبِهِمْ يُكَلِّمُنِيْ بِكَلَامِ الْاِنْسِ

”اے لوگو! دیکھو ایک بھڑیا اپنی دم پر بیٹھا ہے اور انسانوں کی طرح گفتگو کر رہا ہے۔“

کیا ایسا تعجب انگیز واقعہ تم نے پہلے دیکھا ہے۔

بھینڈا پھر بولا۔ اے نادان میں اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز بات تمہیں سنانا ہو۔

عَمَّادُ رَسُوْلٍ اللّٰهُ فِي الْفَضْلَاتِ بَيْنَ الْحَرَّتَيْنِ

”محمد اللہ کے رسولؐ ہیں جو ان نعمتوں میں تشریف فرما ہیں۔“

يَحْيَتُ النَّاسَ عَنْ شَيْءٍ مَا قَدْ سَبَقَ وَمَا يَكُونُ بَعْدَ ذَلِكَ
 "لوگوں کو گزری ہوئی باتیں بتاتے ہیں اور کچھ جو ہونے والا ہے اس
 سے آگاہ کرتے ہیں۔"

دوسری روایت ہے۔

يَدْعُو النَّاسَ إِلَى الْهُدَى وَإِلَى الْحَقِّ وَهُمْ يَكْذِبُونَ
 "وہ تو لوگوں کو ہدایت حق کی طرف باتیں ہیں اور وہ نادان ان کی
 تکذیب کرتے ہیں۔"
 ابو سعید خدری فرماتے ہیں۔

اس کے بعد چرواہا اپنے ریوڑ کو بانک کر دینے طیبہ حاضر ہوا۔ پھر رسول اکرم کی خدمت
 میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ سنایا۔ حضور ﷺ نے قلم دیا جسود جامعہ پھر حضور پر
 تشریف لائے اور عربی کو فرمایا جب مسلمان یہاں آئیں تو جو تم نے دیکھا وہ انہیں بتانا تاکہ
 وہ خوش ہو جائیں اور ان کے ایمان میں اضافہ ہو۔

جب مسلمان مسجد میں جمع ہوئے تو عربی نے سارا واقعہ انہیں سنایا۔ (1)

ایک دوسری روایت میں ہے: چرواہا یہودی تھا۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا،
 اسلام قبول کیا اور حضور کو سارا واقعہ کی اطلاع دی۔ حضور نے تصدیق کی پھر حضور نے
 فرمایا یہ قیامت کی نشانیاں ہیں۔ قریب ہے کوئی شخص اپنے گھر سے نکل کر سفر پر جائے گا
 جب واپس آئے گا تو اس کے جوتے اور اس کی چھڑی سے بتائے گی جو کچھ اس کے بل خانہ
 نے اس کی غیر حاضری میں کیا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں۔

بھیڑیے نے چرواہے کو کہا کہ تو اپنے ریوڑ کی حفاظت میں لگا ہوا ہے اور اس نبی مکرم کی
 خدمت میں حاضر نہیں ہوتا جس سے بڑی نبی اللہ تعالیٰ نے مبعوث نہیں فرمایا اور اس کے اور
 تیرے درمیان صرف ایک گھائی ہے جو تو نے عبور کرتی ہے۔ اگر تو سکی خدمت میں حاضر
 ہو گا تو تمہیں اللہ کے شکروں میں داخل کر لیا جائے گا۔ اس چرواہے نے کہا میری بھیڑیوں
 کا کون می فظ ہو گا۔ بھیڑیے نے کہا تیرے واپس آنے تک میں ان کی حفاظت کروں گا۔ اس

چرواہے نے اپنا ریوڑ بھیڑیے کے حوالے کر دیا پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ سنایا اور اسلام قبول کیا۔ حضور نے اسے فرمایا اب تم اپنے ریوڑ کے پاس جاؤ تم اسے محفوظ پاؤ گے، اس میں سے کوئی بھیڑ ضائع نہیں ہوگی۔ جب واپس آیا اس نے ریوڑ کو بحفاظت پایا۔ اس نے اپنے ریوڑ سے ایک بکری ذبح کی اور بھیڑیے کے سامنے رکھ دی۔ قاضی عیاض شفا شریف میں ایک بھیڑیے کی گفتگو کا واقعہ لکھتے ہیں۔

ابن وہب سے مروی ہے ایک بھیڑیے نے ابو سفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ سے ان کے اسلام قبول کرنے سے پہلے گفتگو کی تھی۔ وہ اس طرح کہ ان دونوں نے دیکھا کہ ایک بھیڑیا ایک ہرنی کو پکڑنے کیلئے اس کا تعاقب کر رہا ہے۔ اس وقت وہ ہرنی حدود حرم سے باہر تھی۔ جب وہ بھیڑیا اس ہرنی پر جھپٹا تو وہ ہرنی دوڑی اور حدود حرم میں داخل ہو گئی۔ جب حدود حرم میں داخل ہوئی تو بھیڑیے نے اس کا تعاقب ترک کر دیا اور واپس مڑ گیا۔ ان دونوں نے جب یہ منظر دیکھا تو بڑے حیران ہوئے۔ اس بھیڑیے نے جب ان کی حیرت زدہ ہونے کی بات سنی تو وہ بولا۔ اس سے بھی تعجب انگیز بات یہ ہے کہ محمد ابن عبد اللہ (ﷺ) مدینہ طیبہ میں تمہیں جنت کی طرف بلا رہا ہے اور تم دوزخ کی طرف دعوت دے رہے ہو۔

ابو سفیان نے صفوان کو کہالات و عزائی کی قسم! اگر یہ قصہ اہل مکہ کو جا کر سناؤں تو وہ اپنا دین چھوڑ کر اسلام قبول کر لیں۔ (1)

گدھے کا گفتگو کرنا

ابن عساکر نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ جب حضور کریم ﷺ نے خیبر کے قلعوں کو فتح کر لیا تو حضور نے ایک کالے رنگ کا گدھا دیکھا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس گدھے سے بات کی اور اس نے حضور سے گفتگو کی۔ رحمتِ عالم نے اس سے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ قال یزید بن شہاب پھر اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے میرے دادا کی نسل سے ساٹھ گدھے پیدا کئے۔ ان میں سے ہر ایک پر اللہ کے نبی نے سواری کی۔ مجھے بھی توقع تھی کہ حضور مجھ پر سواری فرمائیں گے کیونکہ میرے دادا کی

نسل سے میرے بغیر کوئی اور نہیں رہا اور انبیاء میں سے حضور کے بغیر کوئی نہیں رہا۔
حضور کی ملکیت میں آنے سے پہلے میں ایک یہودی کی ملکیت تھا، جان بوجھ کر پھسلا
کر تا تھا۔ وہ مجھ کو بھوکا رکھتا اور میری پیٹھ پر ضرر میں لگاتا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا
اَنْتَ يَعْفُورٌ تو عفور ہے۔ عفور ہرنی کے بچے کو کہتے ہیں۔ اس کی تیز رفتاری کی وجہ سے
اسے اس نام سے موسوم کیا گیا۔

نبی مکرم ﷺ کو جب کسی صحابی کو بلاتا ہوتا تو عفور کو بھیجتے جاؤ فلاں کو بلالو۔ وہ سیدھا
اس شخص کے گھر کے دروازے پر پہنچتا، اپنے سر سے اس کے دروازے پر ٹکراتا، جب
صاحب خانہ باہر آتا تو اشارہ کرتا کہ تمہیں حضور نے یاد فرمایا ہے۔ جب حضور کا وصال ہوا
تو وہ ایک کنوئیں پر آیا، حضور کے فراق نے اسے از حد پریشان اور غمزدہ کر دیا تھا، اس نے
اس کنوئیں میں چھلانگ لگا کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

گوہ (سوسار) کا ایمان لانا

یہ خشکی میں رہنے والا جانور ہے۔ ابن خالویہ کی تحقیق کے مطابق یہ پانی نہیں پیتا۔ اس
کی عمر سات سو سال سے زائد ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے چالیس دن کے بعد صرف ایک قطرہ
پیشاب کرتا ہے۔ اس کا کوئی دانت نہیں گرتا۔ اس کے دانت علیحدہ علیحدہ نہیں بلکہ ایک ہی
ٹکڑا ہوتا ہے۔

اس حدیث کو جلیل القدر ائمہ حدیث نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا
ہے۔ ان جلیل القدر محدثین میں بیہقی، طبرانی، حاکم، ابن عدی اور دارقطنی ہیں۔ یہ حدیث
سیدنا عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں ایک روز نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرام کی
ایک محفل میں رونق افروز تھے۔ بنی سلیم قبیلہ کا ایک بدو حاضر خدمت ہوا۔ اس نے ایک
سوسار کا شکار کیا تھا اور اس کو شکار کے بعد اپنی آستین میں چھپا لیا تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ اپنے
گھر جا کر اس کو خوب بھونے گا اور اسے کھائے گا۔ جب اس نے صحابہ کرام کی جماعت کو
دیکھا تو پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا اللہ کے نبی ہیں۔ دارقطنی کی روایت میں ہے
اس نے پوچھا ”مس ہولاء الجماعة یہ کون سا گروہ ہے؟“ اسے کہا گیا کہ یہ وہ شخص ہے جو
یہ خیال کرتا ہے کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔ وہ بدو حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اپنی نادانی اور

جہالت کے باعث یوں گویا ہوں۔

يَا مُحَمَّدُ مَا اشْتَمَلَتِ النِّسَاءُ عَلَى ذِي كَهَجَةٍ الْكَذِبِ مِنْكَ
وَلَوْلَا اَنْ تُسَمِّيَنِي الْعَرَبُ الْعَجُولَ لَقَتَلْتَنِي وَسَوَّيْتُ النَّاسَ
اَجْمَعِينَ يَقْتُلُكَ

”اس نے کہا۔ آج تک عورتوں نے جتنے بچے جنے ہیں آپ سے زیادہ
کذب بیانی کرنے والا کوئی نہیں۔ اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ مجھے اہل
عرب عجول (جلد باز) کہیں گے تو میں آپ کو قتل کر دیتا اور آپ کو
قتل کر کے تمام لوگوں کو خوش کر دیتا۔“

حضرت فاروق اعظم خدمت اقدس میں حاضر تھے، عرض کی۔ ”يَا رَسُولَ اللَّهِ دَعَوْنِي
أَقْتُلُهُ اے اللہ کے پیارے رسول مجھے اجازت دیں کہ میں اس گستاخ کا سر قلم کر دوں۔
اس کریم آقا نے فرمایا اے عمر! تمہیں پتہ نہیں کہ حلیم کا کتنی اونچی مقام ہے گناہ اَنْ
يَكُونَ نَبِيًّا اس گفتگو کے بعد وہ بدو حضور کی طرف متوجہ ہو اور اپنی آستین سے گوہ نکال کر
کہنے لگا۔

وَاللَّاتِ وَالْعُزَّى لَا اَمْنُ بِكَ اَدِلُّوْا مِنْ هَذَا الصَّبِّ
”جب تک یہ گوہ آپ پر ایمان نہ لائے، لات و عزنی کی قسم میں ہرگز آپ
پر ایمان نہیں لادوں گا۔ اس نے اس گوہ کو حضور کے سامنے پھینک دیا۔“

اس داعی حق ﷺ نے فرمایا۔ يَا صَبِّ۔ اے گوہ! اس گوہ نے فصیح عربی میں اس کا جواب دیا
جسے تمام اہل محفل نے سنا اور سمجھا۔ پھر اس نے کہا۔

لَبَيْتُكَ وَسَعْدَيْكَ يَا ذِينَ مَنْ وَاٰى الْقِيَامَةِ
”میں حاضر ہوں تمام سعادتمیں اور ار جندیوں حضور کے قدموں میں
ہیں۔ اے قیامت کے قریب آنے والوں کی زیارت۔“

پھر حضور نے پوچھا مَنْ تَعْبُدُ تو کس کی پوجا کرتا ہے۔

اس نے جواب دیا۔

الَّذِي فِي السَّمَاءِ عَرْشُهُ وَفِي الْأَرْضِ مُلْكُهُ وَفِي الْبَحْرِ
سَيِّدُهُ وَفِي الْجَنَّةِ رَحْمَتُهُ وَفِي النَّارِ عِقَابُهُ

”میں اس کی عبادت کرتا ہوں جس کا عرش سمان میں ہے، جس کی بادشاہی زمین میں ہے، جس کا راستہ سمندر میں ہے، جس کی رحمت جنت میں ہے۔ اور جس کا عتاب آگ میں ہے۔“
پھر رحمت عالم نے اس سے پوچھا۔ وَمَنْ آتَا فِي كُنْ هُو۔
اس نے جواب دیا۔

رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ قَدْ أَفَدَهُ مَنْ صَدَّقَكَ
وَدَخَابَ مَنْ كَذَّبَكَ

”آپ رب العالمین کے رسول ہیں خاتم النبیین ہیں۔ جس نے آپ کی تصدیق کی وہ دونوں جہانوں میں کامیاب ہوا۔ جس نے جھٹلایا وہ خائب و خاسر ہوا۔“

اپنی گوہ سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضور کی رسالت کی گواہی سن کر وہ بدو و حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ دار قطفی اور امین عدی نے یہ اضافہ کیا ہے۔
کہ گوہ کی یہ شہادت سننے کے بعد اس نے کہا۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ حَقًّا (1)
”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔“

پھر کہا۔

لَقَدْ آتَيْنَاكَ وَمَا عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدًا هُوَ أَبْغَضُ إِلَيَّ مِنْكَ
”جب میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا، روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہ تھا جو حضور سے زیادہ مجھے ناپسند ہو۔“

وَاللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَوَلَدِي
”اب اس وقت بخدا آپ مجھے میری جان سے اور میری اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔“

پھر اس نے عرض کی۔

قَدْ آمَنَ بِكَ شَعْرِي وَبَشْرِي وَدَاخِلِي وَخَارِجِي وَصِيَّتِي
وَعَلَّامِيَّتِي۔

”اس وقت میرے جسم کا ہر بال، میرے جسم کا چہرہ، میرا داخل اور خارج، باطن اور ظاہر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آپ کی رسالت پر ایمان لے آیا ہے۔“

رحمت عالم ﷺ نے اعرابی کی یہ فصیح و بلیغ باتیں سن کر فرمایا۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا ۖ وَمَا كُنَّا لِنَكُونَنَّ مِنَ الْغَافِلِينَ
يُعْلَىٰ عَلَيْهِ۔

”ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے تجھے اس دین حق کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی، جو دین ہمیشہ غالب و سر بلند ہوتا ہے اس کو مغلوب نہیں کیا جاسکتا۔“

پھر فرمایا۔

نماز کے بغیر اللہ تعالیٰ دین کو قبول نہیں کرتا۔ قرآن کریم کی تلاوت کے بغیر نماز قبول نہیں۔ پھر اس نے عرض کی وہ قرآن سکھائیے۔ معلم انسانیت رحمت عالم ﷺ نے اسے سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص کی تعلیم دی۔ وہ قرآن کریم کی ان چھوٹی سورتوں کو سن کر حیران رہ گیا کہ میں نے کوئی شعر اس سے زیادہ خوبصورت نہیں سنا۔ حضور نے فرمایا یہ رب العالمین کا کلام ہے، شعر نہیں ہے۔ اگر تو سورہ اخلاص ایک مرتبہ پڑھے گا تو تجھے قرآن کریم کے تیسرے حصہ کی تلاوت کا ثواب ملے گا، اگر دو بار پڑھے گا تو قرآن کی دو تہائی پڑھنے کا ثواب ملے گا اور اگر تین بار پڑھے گا تو پورا قرآن تلاوت کرنے کا ثواب ملے گا۔ وہ حیرت زدہ ہو کر کہنے لگا۔

نِعْمَ إِلَٰهُ الْعَالَمِينَ ۖ يُقَبِّلُ الْيَسِيرَ وَيُعْطِي الْكَثِيرَ

”ہمارا خدا بہترین خدا ہے۔ تھوڑی چیز قبول فرماتا ہے، اس کے بدلے میں بڑا اجر دیتا ہے۔“

پھر ہادی برحق نے پوچھا تمہارے پاس مال و دولت ہے؟
اس نے کہا میرے قبیلہ بنی سلیم میں مجھ سے زیادہ مفلس اور تنگ دست کوئی نہیں۔

حضور ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اس کی مالی امداد کریں۔ صحابہ نے اس پر اپنے عطیات کی بارش کر دی یہاں تک کہ وہ دو لہند ہو گیا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی حاضر خدمت تھے، انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں اس اعرابی کو ایک اونٹنی دیتا ہوں جو دس ماہ کی گاجھن ہے اور غزوہ تبوک میں حضور نے مجھے عطا فرمائی تھی۔ وہ اتنی تیز رفتار ہے کہ اگر آخر میں ہو تو سب سے آگے نکل جاتی ہے، کوئی اور اونٹنی پیچھے سے اس کو مل نہیں سکتی۔

یہ اللہ کے راستہ میں پیش کر کے اس کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ یہ بختی اونٹ سے کم ہے اور عربی اونٹ سے اعلیٰ ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے حضرت عبدالرحمن کی بات سن کر فرمایا تم نے جو اونٹنی دی ہے اور اس کی خوبیاں بیان کی ہیں، کیا اب میں تجھے اس چیز کی خوبیاں نہ بتاؤں جو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تجھے عطا فرمائے گا؟ عرض کی ضرور مہربانی فرمائیں۔ حضور نے فرمایا۔

لَكَ نَاقَةٌ مِّنْ ذُرِّيَةِ جَوْفَاءَ قَوَّائِمُهَا مِنْ ذِمْرٍ أَخْضَرَ وَعَنْفُهَا
مِنْ ذِبْرِ حَبِيٍّ أَصْفَرٍ وَعَلَيْهَا هُودٌ دِيمٌ وَعَلَى الْهُودِ دَجٌّ السُّنْدُسِ
وَالْإِسْتَبْرَقُ تَمْرِيكَ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبُرْقِ الْخُطَاطِفِ

”اللہ تعالیٰ تجھے اس کی اونٹنی عطا فرمائے گا جو موتیوں سے بنی ہوگی۔ جس کے پاؤں سبز زمرّد کے ہوں گے۔ جس کی گردن زرد زبرجد کی ہوگی۔ جس کے اوپر ہودج ہوگا اور ہودج کے اوپر سندس اور استبرق کی چادریں ہوں گی۔ وہ تجھے اٹھا کر بل صراط سے اس تیزی سے گزرے گی کہ جس طرح بجلی کووندتی ہے۔“

دنوی اور اخروی سعادتوں سے اپنی جھولیاں بھر کر یہ اعرابی رخصت ہوا۔ راستہ میں اسے بنی سلیم قبیلہ کے ایک ہزار نوجوان ملے۔ وہ سارے اونٹوں پر سوار تھے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک نیزہ اور تلوار تھی۔ اس اعرابی نے ان سے پوچھا کہ ہر چارہ ہے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ اس کے پاس جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نبی ہے۔ اعرابی نے کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ یعنی اس نے اپنی قوم کے بہادروں کو بتایا کہ میں تو ان

کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کر آیا ہوں۔ انہوں نے کہا تم مگر لوہے ہو گئے ہو۔ اس نے اپنا سارا واقعہ تفصیل سے سنایا۔ اس کی برکت سے ایک زبان ہو کر سب نے کہا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ پھر ان سب کو لے کر وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ حضور نے بڑے شوق سے استقبال کیا۔ وہ اپنے اونٹوں سے اترے اور سب ایک ساتھ کلمہ شریف کا ذکر کرنے لگے۔ پھر انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ہمیں تجھ فرمائیے جس کی ہم تعمیل کریں۔ آپ نے فرمایا خالد بن ولید کے پرچم کے نیچے اکٹھے ہو جانا۔

حضرت ابن عمر جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ سرور عالم کی حیات طیبہ میں ایسا بھی نہیں ہوا کہ اہل عرب یا عجم سے ایک ہزار کے گروہ نے ایک بار کی رحمت مامونہ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا ہو۔

علامہ زینی و حلان اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

بعض دُلوں نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور بعض نے تو یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ موضوع ہے لیکن دونوں باتیں مردود ہیں۔ اس کو کیونکر موضوع یا ضعیف کہا جاسکتا ہے جبکہ ابن محدثین نے اس حدیث کی روایت کی ہے جو اپنے زمانہ کے ائمہ حدیث تھے، جن کو حفاظ حدیث شمار کیا جاتا تھا اور جو بڑی شان کے مالک تھے۔ جیسے ابن عدی، بیہقی، یہ دُلوں ہرگز کسی موضوع حدیث کی روایت کرنے کے روادار نہیں اور دارقطنی وَتَاهِلِكَ بِهِ اور یہ حدیث جو حضرت ابن عمر سے روایت ہے، یہ کئی طریقوں سے مروی ہے۔ اس حدیث کو ابو نعیم و ابن عساکر نے حضرت علی مرتضیٰ سے روایت کیا ہے۔ ابن جوزی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث ام المومنین عائشہ صدیقہ اور ابو ہریرہ سے مروی ہے۔ علامہ دحلان یہ تحقیق کرتے ہوئے اپنے فیصلہ کا یوں اظہار کرتے ہیں۔

غَايَةُ الْأَمْرِ أَنَّ بَعْضَ الطُّرُقِ ضَعِيفَةٌ لَكِنَّهَا يُقَوَّى بِبَعْضِهَا

(1) بَعْضًا وَاللَّهُ أَعْلَمُ

”کیونکہ یہ کثیر طرق سے مروی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی کوئی سند

ضعیف ہو لیکن یہ کثیر طرق ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں۔“

ہرنی کا گفتگو کرنا

اس معجزہ کو امام بیہقی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس روایت کے متعدد طرق ہیں جو ایک دوسرے کی تقویت کر رہے ہیں، جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس روایت کا اصل ہے، اس لئے اسے حسن لغیرہ کہا جاتا ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس روایت میں کوئی ایسا صیغہ استعمال نہیں کیا جو اس کی سند کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہو۔ یہ ساری چیزیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ سند قوی ہے اور جن لوگوں نے اسے ضعیف کہا ہے ان کی کوئی اہمیت نہیں۔ ابو نعیم نے دلائل نبویہ میں لکھا ہے کہ اسے حضرت انس نے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

حضرت ام المؤمنین ام سلمہ کی بیان کردہ حدیث آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ آپ فرماتی ہیں ایک روز سرکارِ دو عالم ﷺ صحرا میں تشریف فرما تھے، اچانک یہ صدا بلند ہوئی یا رسول اللہ یا رسول اللہ یا رسول اللہ حضور نے آواز کی طرف توجہ فرمائی دیکھا ایک ہرنی ہے جس کو رسی سے باندھ دیا گیا ہے اور ایک اعرابی اس کے قریب کپڑا مان کر دھوپ میں سو رہا ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے اس ہرنی سے دریافت کیا مَا حَاقَ بِكَ تھمیں کیا تکلیف ہے؟ اس نے عرض کی اس اعرابی نے مجھے شکار کیا ہے، میرے چھوٹے چھوٹے دو بچے اس پہاڑ میں ہیں۔ حضور آزاد فرمائیں تاکہ جا کر دودھ پلاؤں پھر دھوٹاؤں گی۔ حضور نے فرمایا واقعی تم لوٹ آؤ گی؟ اس نے عرض کی اگر سوٹ کر نہ آؤں تو اللہ تعالیٰ مجھے اس عذاب سے دوچار کرے جو گناہ و صوں کرنے والوں کے لئے مقرر ہے۔ حضور نے اس کی رسی کھولی وہ دوڑتی ہوئی چلی گئی اور اپنے بچوں کو جا کر دودھ پلایا پھر تھوڑی دیر بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے پہلے کی طرح اسے باندھ دیا۔ اتنے میں اعرابی بیدار ہوا حضور کو کھڑے دیکھ کر عرض کرنے لگا اَللّٰکَ حَاجَۃٌ اے اللہ کے رسول کوئی حکم ہے، فرمائیں۔ حضور نے فرمایا اس ہرنی کو آزاد کر دو۔ اس نے تعمیل کی اور اسے آزاد کر دیا وہ دوڑتی ہوئی صحرا کو طے کرنے لگی۔ وہ شدت مسرت سے اپنے پاؤں زمین پر مار رہی تھی اور کہہ رہی تھی اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

یہی روایت طبرانی نے اور حافظ منذری نے الترغیب والترہیب میں باب الزکوۃ کے عنوان کے تحت درج کی ہے۔ سخاوی نے اس حدیث کا انکار کیا ہے لیکن آخر میں لکھ ہے۔

لِكُنْهُ فِي الْجُمْلَةِ وَإِذَا فِي عِدَّةٍ أَحَادِيثٌ يَتَقَوَّى بَعْضُهَا
بَعْضًا

”کہ یہ حدیث بہت سی کتب میں مختلف طرق سے مروی ہے اور یہ طریقے ایک دوسرے کی تقویت کا باعث بنیں گے۔

شیخ الاسلام ابن حجر نے المختصر مصنف ابن حاسب کی احادیث کی تخریج کرتے ہوئے اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ علامہ ابن سکی کہتے ہیں۔

حَدِيثُ نَسِيحِ الْحَصَى وَتَكْلِيمِ الْعَزَالَةِ وَإِنْ لَمْ يَكُنَا
الْيَوْمَ مُتَوَاتِرَيْنِ لَعَلَّهَاتَا تَوَاتَرَا إِذَا ذَاكَ

”کہ کنکریوں کی تسبیح کہنے اور ہرن کی گفتگو کرنے والی احادیث اگرچہ ہمارے زمانہ میں متواتر نہیں لیکن پہلے وہ درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی تھیں۔“
اس حدیث کے بارے میں حافظ ابن حجر نے اپنا فیصلہ بایں الفاظ ذکر کیا ہے۔

وَأَلَيْتِي أَقُولُهُ إِنَّمَا كَلَّهَا مَشْرَعَةً بَيْنَ النَّاسِ وَاللَّهُ مُبْتَحَاةٌ
أَعْلَمُ۔

(1)
”اس حدیث کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ اس کے سارے طرق لوگوں میں مشہور ہیں۔ حقیقت حال کو اللہ سبحانہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔“

جن صحابہ سے یہ حدیث مروی ہے ان میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں۔
ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔ ان سے طبرانی نے الکبیر میں اور ابو نعیم نے اپنے دلائل میں یہ حدیث روایت کی ہے۔

انس بن مالک۔ ان سے الطبرانی فی الاوسط اور ابو نعیم نے مربی کے طریقہ سے نقل کیا ہے۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں اس کی روایت میں اغلب بن تمیم راوی ہے یہ ضعیف ہے لیکن کیونکہ یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے جو اس بات کے گواہ ہیں کہ اس واقعہ کی کوئی اصل ہے۔

ابو سعید الخدری: ان سے امام بیہقی نے روایت کی ہے۔
 زید بن ارقم: ان سے بھی امام بیہقی اور ابو نعیم نے یہ حدیث روایت کی ہے۔
 امام بیہقی اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں اس کے متعدد اسناد ہیں اور ایک دوسرے
 کی تائید کرتے ہیں اس لئے اس کا درجہ حسن لغیرہ ہے۔ (1)

شیر کی فرمانبرداری

حضرت امام بخاری اپنی تاریخ اور بیہقی اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں۔
 رحمت عالم ﷺ کا ایک غلام تھا جس کا نام سفینہ تھا۔ حضور سید عالم ﷺ نے انہیں
 حضرت معاذ کی طرف بھیجا جو اس وقت یمن کے امیر تھے۔ راستہ میں شیر سامنے آگیا۔ اس
 نے جب ان پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے اس شیر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔
 اَنَا سَفِينَةُ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعِيَ كِتَابُهُ
 ”اے شیر! خبردار میرا نام سفینہ ہے اور میں حضور ﷺ کا غلام ہوں۔
 میرے پاس حضور کا گرامی نامہ بھی ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اس شیر کو الہام کیا، وہ سفینہ کے کلام کو سمجھ گیا اور راستہ سے ہٹ گیا۔
 امام بیہقی اور بزاز کی ایک روایت ہے ”جسے ان دونوں نے صحیح قرار دیا ہے اور امام سیوطی نے
 ان دونوں کی روایتوں کو صحیح کہا ہے“ کہ سفینہ ایک کشتی میں سمندر کو عبور کر رہا تھا۔ سمندھی
 کی وجہ سے کشتی ٹوٹ گئی۔ بڑی مشکل سے ایک نواحی جزیرہ میں جا پہنچے۔ وہاں ایک شیر کھڑا
 تھا۔ حضرت سفینہ کہتے ہیں میں نے اسے کہا اَنَا مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ اے جنگل کے
 بادشاہ! میں رسول اکرم کا غلام ہوں وہ میرے آگے آگے چل دیا اور اپنا کندھا ہا ہا کر اشارہ
 کرتا رہا اور مجھے اس سڑک پر پہنچا دیا جو میری منزل کی طرف جاتی تھی۔ (2)

حیوانوں کی اطاعت اور فرمانبرداری کے بارے میں بیشمار روایات ہیں لیکن ہم نے چند
 مشہور روایات کو ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَعْلَاهُ

چشم زدن میں اجنبی زبانوں کا ماہر بنادیا

ہادی برحق علیہ السلام نے جب سلاطین زمانہ کی طرف اسلام کی دعوت دینے کیلئے اپنے گرامی نامے اپنے سفراء کے ہاتھ بھیجے تو ایک دن چھ سفیر مختلف اطراف میں بھیجے گئے۔ ان تمام سفراء کا تعلق جزیرہ عرب سے تھا۔ یہ صرف عربی زبان جانتے تھے، دوسری زبانوں سے مطلقاً ناواقف تھے لیکن ہادی برحق علیہ السلام نے جس سفیر کو جس ملک کی طرف بھیجا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی برکت سے ان زبانوں کا انہیں ماہر بنادیا۔ جب وہ اپنے مقررہ ملکوں میں پہنچے تو بڑی بے تکلفی اور روانی سے وہاں کی زبان کو سمجھتے اور بولتے تھے۔ حضور کی ایک نگاہ کرم نے ان کو ان زبانوں کا ماہر بنادیا۔

یہ روایت علامہ واقدی نے بیان کی ہے۔ بعض علماء جرح و تعدیل نے ان کی بڑی تعریف کی ہے اور بعض نے ان پر طرح طرح کے اعتراضات کئے ہیں۔ علامہ شہاب خفاجی ان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

علامہ واقدی کے ثقہ اور قابل اعتماد ہونے کیلئے صرف یہی بات کافی ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان سے روایت کرتے تھے۔ امام شافعی کا روایت کرنا ہی ان کو تمام ایسے الزامات سے مبرا کر دیتا ہے جو مختلف لوگوں نے ان پر لگائے ہیں۔

امام ذہبی، ابن سید الناس اور ان کے علاوہ دیگر علماء جرح و تعدیل نے ان کے بارے میں جو تراجم لکھے ہیں ان میں ان کی جلالت شان کی بڑی تعریف کی ہے۔

اخبار بالمغیبات

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر معجزات میں سے ایک رفیع الشان معجزہ یہ ہے کہ حضور نے امور غیبیہ سے اپنے صحابہ کو بالتفصیل آگاہ کیا۔ قاضی عیاض شفاء شریف میں لکھتے ہیں۔

هَذَا يَجْعَلُ لَكَ قَعْرًا كَذَلِكَ يُنَزِّلُ عَمْرًا

”(اس موضوع سے متعلق جو احادیث ہیں) وہ اپنی کثرت میں سمندر کی طرح ہیں جس کی تہ کو کوئی نہیں پہنچ سکتا، جس کے پانی کو کوئی نہیں

نکال سکتا۔

یہ معجزہ ان معجزات سے ہے جو حد تو اتر کو پہنچے ہوئے ہیں اور اطلاع سے الغیب (امور غیبیہ پر اطلاع) صرف اسی وقت ہو سکتی ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو امور غیبیہ پر آگاہ کر دے۔

ہم یہاں ان بی شمار احادیث میں سے چند اہم احادیث قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں تاکہ عوام غیبیہ کے بارے میں بھی حضور کے علم خداوندی و سعتوں پر آپ کو سگاہی ہو اور محمد کریم ﷺ کے بے انتہا علوم و معارف پر کسی قسم کی گشت نمائی سے باز رہیں۔

سب سے پہلے ہم ایک جلیل القدر صحابی حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کرتے ہیں۔ یہ حذیفہ، معمولی صحابی نہ تھے بلکہ صحابہ کرام کے درمیان صاحب سر رسول اللہ ﷺ کے لقب جلیل سے مشہور و معروف تھے۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔

حدیث کا متن یہ ہے۔

قَامَ فَيَتَأْتِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا
أَيُّ خُطْبٍ وَمَا تَرَكَ شَيْئًا مِمَّا يَكُونُ فِي مَقَامِهِ ذَلِكَ إِلَى
قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا حَدَّثَنَا بِهِ حَفْظُهُ مَنْ حَفْظُهُ وَلَيْسَ
مَنْ نَسِيَ... وَاللَّهُ مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَائِدٍ فَتَنَّا إِلَى أَنْ تَنْقَضِيَ الدُّنْيَا يَبْلُغُ
مَنْ مَعَهُ ثَلَاثُ مِائَةٍ فَصَاعِدًا إِلَّا قَدْ سَمِعَاكَ بِرَأْسِهِمْ وَلَا نَمِ
أَبِيهِمْ وَقَبِيلَتِهِمْ بِحَيْثُ كُنْتُمْ فِيهِ شُبُهَةٌ (1)

”ایک روز سرکارِ دو عالم ﷺ خطبہ ارشاد کرنے کیلئے ہمارے درمیان کھڑے ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے قیامت تک وقوع پذیر ہونے والے تمام واقعات کا ذکر فرمایا یا رکھا ان کو جس نے یاد رکھا اور بھلا دیا ان کو جس نے بھلا دیا۔ بخدا رسول اللہ ﷺ نے قیامت تک برپا ہونے والے تمام فتنوں کے قائدین، جن کے پیروکاروں کی تعداد تین صدی

اس سے زائد تک پہنچ چکی ہو، اس کا نام بھی بتایا، اس کے باپ اور قبیلہ کا نام بھی بتایا اور اس کی ایسی شناخت کرائی تاکہ اس کے بارے میں کسی کو شبہ نہ رہے۔“

قَالَ أَبُو ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَعَدَّ تَرَكْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَحُولُ طَائِرُ جَنَاحَيْهِ فِي السَّمَاءِ إِلَّا ذَكَرْنَا مِنْهُ عِلْمًا.

”حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور نے اس دنیا سے رحلت کرنے سے پہلے ہر اس پرندے کے بارے میں ہمیں بتایا جو فضا میں اپنے پروں کو حرکت دیتا ہے۔“

ام بخاری، مسلم ان کے علاوہ دیگر محدثین نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کے ساتھ جو وعدے فرمائے تھے کہ ان کی حکومت مشرق و مغرب میں دور دراز تک پہنچ جائے گی اور دشمن کا نخوت و غرور خاک میں مل جائے گا، جو چیزیں سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے صحابہ کو بتائی تھیں وہ پوری ہو کر رہیں۔

فتح مکہ کے بارے میں حضور نے پہلے اپنے صحابہ کو بتا دیا اور جب مکہ فتح ہوا اور وہ امور وقوع پذیر ہوئے جن کے بارے میں نبی کریم نے اطلاع دی تھی تو حضور فرماتے هَذَا الْيَوْمِ خُلِّتْ لَكُمْ يَوْمَئِذٍ يَوْمَئِذٍ يَوْمَئِذٍ یہ وہ واقعہ ہے جس کے بارے میں میں نے تمہیں پہلے بتایا تھا۔ اس وقت کسی کو مجال انکار نہ رہی۔ حضور نے بیت المقدس کے فتح ہونے کی خوشخبری اپنے صحابہ کو دی تھی اور جب حمیم الداری نے اسلام قبول کیا تو حضور نے اس کو بھی بتایا کہ عنقریب بیت المقدس فتح ہوگا اور میں فلاں قطعہ زمین بطور جاگیر تمہیں دیتا ہوں۔ فاروق اعظم کے عہد خلافت میں جب بیت المقدس فتح ہوا تو سرکارِ دو عالم کے وعدہ کو پورا کرنے کیلئے حضرت فاروق اعظم نے وہ قطعہ زمین حمیم الداری کو عطا فرمایا۔ بیت المقدس 16 ہجری میں فتح ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے غلاموں کو یہ بھی خبر دی تھی کہ شام، یمن، عراق کے ممالک فتح ہوں گے اور وہاں شریعت اسلامیہ کا نفاذ ہوگا اور وہاں امن و امان کی یہ کیفیت ہوگی کہ ایک خاتون حیرہ کے دور دراز شہر سے روانہ ہوگی اور راستے میں واقع تمام صحراؤں، جنگلوں، کوہستانوں کو عبور کرتی ہوئی مکہ پہنچے گی لیکن اللہ کے بغیر اس کو کسی کا خوف نہیں ہوگا۔

حیرہ۔ ایک شہر ہے جو کوفہ کے قریب ہے۔ جسے حضور نے فرمایا تھا یہ سارے ممالک فاروق اعظم کے عہد خلافت میں مملکت اسلامیہ میں داخل ہوئے۔

حضور نے اس بات کی اطلاع دی تھی کہ مدینہ طیبہ پر چڑھائی کی جائے گی۔ چنانچہ یزید کے زمانہ میں حرہ کے قتل عام کا واقعہ پیش آیا۔ بے دریغ صحابہ شہید ہوئے، مسجد نبوی میں تین دن تک نہ اذان ہوئی نہ اقامت۔ جو المناک واقعات ان ایام میں رو پڑے ہوئے اور یزید کے لشکر کی چڑھائی سے جو بے گناہ مسلمانوں کے خون کے دریا بہے اور عصمتیں پامال ہو میں ان کے ذکر سے دل بھی لرزتا ہے اور قلم بھی کانپتا ہے۔

فتح خیبر کے بارے میں حضور نے سیدنا علی کے بارے میں بتایا، چنانچہ آپ کی ذوالفقار کی برکت سے وہ قلعے سر ہوئے۔ حضور نے دیگر فتوحات کے بارے میں امت کو خبردار کیا۔ انہیں بتایا کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے تمہارے قدموں میں ڈال دیئے جائیں گے تاکہ تم ان کو تقسیم کرو۔

امت مسلمہ کے درمیان جو اختلافات اور انتشار رونما ہو گا اس کو بھی تفصیل سے بتا دیا فرمایا۔

إِنَّ أُمَّتَهُ سَقَطَتْ رُؤْيً عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً وَارْتَفَعَتِ
الْشَّاجِيَةُ مِنْهَا وَاحِدَةً وَإِنَّ الشَّاجِيَةَ مَنْ كَانَ عَلَى مَا آتَا
عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي۔

”میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی اور بہتر فرقے جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ صرف ایک فرقہ کو نجات ہوگی۔ اور یہ بھی بتا دیا کہ وہ نجات پانے والا فرقہ کون ہو گا تاکہ کوئی کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو۔ فرمایا وہ فرقہ نجات پائے گا جو اس راستہ پر گامزن ہے جو میرا راستہ ہے اور میرے صحابہ کا راستہ ہے۔

چنانچہ جو حضور ﷺ نے فرمایا وہ وقوع پذیر ہوا اور یقیناً صرف اس فرقہ کو نجات ملے گی جو حضور کے نقش قدم کو اپنا خضر راہ بنائے گا اور اس راستہ پر چلے گا جس راستے پر سرور عالم کے صحابہ کرام نے سفر حیات طے کیا ہو گا۔

امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا

فقر و فاقہ کی یہ تلخیاں جن سے تم آج دو چار ہو وہ قصہ ماضی بن جائیں گی اور اللہ تعالیٰ تمہیں مال و دولت کی اتنی فراوانی بخشے گا کہ آپ کی نشست گاہوں میں بہترین قالین بچھائے جائیں گے۔ صبح کے وقت وہ ایک لباس پہنیں گے اور شام کے وقت نیا لباس زیب تن کریں گے۔ کھانے کے وقت دسترخوان بچھائے جائیں گے۔ مختلف کھانوں کی کثرت ہوگی کہ یکبارہی وہ دسترخوان پر سجائے نہیں جائیں گے بلکہ پہلے ایک کھانا رکھا جائے گا جب اس سے فارغ ہوں گے دوسرا رکھا جائے گا اس کے بعد تیسرا۔ چوتھا۔

تمہارے مکانوں کی دیواروں پر کپڑوں کے غلاف لگائے جائیں گے، انہیں اس طرح ڈھانپ دیا جائے گا جس طرح کعبہ کا غلاف ہوتا ہے۔

ان تمام امور کو بیان کرنے کے بعد رحمت عالم ﷺ نے اپنے امتیوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے فرمایا۔

أَنْتُمْ الْيَوْمَ خَيْرٌ مِنْكُمْ يَوْمَئِذٍ لَاقَ الرَّسُولَ الْكَفَافَ خَيْرٌ
مَنْ الْعَنَى يَشْغَلُ عَنْ عِبَادَةِ اللَّهِ وَيُتَوَعَّبُ الْقَلْبُ الْبَكَاةَ

”اگرچہ آج تم فقر و افلاس سے دو چار ہو لیکن اس زمانے سے، جس میں ہر چیز کی فراوانی ہوگی، آج تم بہتر ہو۔ کیونکہ وہ رزق جس میں ضروریات پوری ہو سکیں اس کثرت رزق سے بہت بہتر ہے جو انسان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دے اور تمہارے دل و دماغ کو بھی تھکا دے اور بدن کو بھی۔“

اس واقعہ اسرار جہاں ﷺ نے مسلمانوں کی آنکھوں سے پردہ ہٹانے کیلئے ان تلخ حقائق سے آگاہ کر دیا۔

امام ترمذی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

میری امت جب فخر و نخوت سے چلے گی، جب شاہان ایران و روم کی بیٹیاں ان کی خدمت میں آئیں گی، اس وقت وہ باہمی انتشار کا شکار ہو جائیں گی اور ایک دوسرے کے قتل و غارت میں مشغول ہو جائیں گی۔ اس وقت ان کے بدکار نیکوں پر مسلط ہو جائیں گے۔ اور یہ بھی بتایا کہ رومیوں کی حکومت کسی نہ کسی شکل میں قائم رہے گی لیکن کسریٰ کی حکومت کا

نام و نشان مٹ جائے گا۔ (کیونکہ جب انہوں نے حضور نبی کریم کے گرامی نامہ کی بے ادبی کی تو اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر بھڑکا اور ان کو جلا کر خاکستر کر دیا۔) حضور نے یہ بھی بتایا وہ زمانہ آئے گا کہ اچھے اچھے لوگ اٹھتے جائیں گے اور بدکار باقی رہیں گے جس طرح تلخست باقی رہ جاتا ہے، ایسے بد قماش لوگوں کو اللہ کی جناب میں کوئی قدر و منزلت نہ ہوگی۔

حضرت امام ترمذی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

جب قیامت قریب ہوگی تو ماہ و سال میں سے برکت اٹھلی جائے گی۔ سال ایک ماہ کی طرح ہو جائیں گے، ماہ ایک ہفتہ کی طرح، ہفتہ ایک دن کی طرح، ایک دن ایک گھڑی کی طرح ہو جائے گا اور ایک گھڑی چشم زدن میں ختم ہو جائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سالوں اور دنوں سے برکت اٹھلی جائے گی۔ علم قبض کر لیا جائے گا۔ فتنے رونے ہو جائیں گے۔

ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے ایک روز نبی کریم ﷺ نے فرمایا **وَيَلُكَّ الْعَرَبُ مِنْ شَيْءٍ قَدِ اقْتَرَبَ اِلَيْهِمْ** عرب کے لئے ہلاکت ہے اس شے سے جو اب بالکل قریب آ پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کے دو کنارے مجھے دکھائے ہیں جہاں میری امت کی حکومت پہنچے گی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا مشرق سے مغرب تک ہر جگہ اسلامی عظمت کا پرچم ہر آنے لگا۔ سرور عالم ﷺ نے بنی امیہ کے برسر اقتدار آنے کی بھی اطلاع اپنی امت کو دی اور پھر ان مظالم اور تباہ کاریوں سے بھی مطلع کیا جو ان کے ہاتھوں رو پڑ رہے ہوں گی۔ امام مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا ہے۔

إِنَّهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَ بِمَلِكٍ بَنِي أُمَيَّةَ وَ
وَلَايَةِ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَوَصَّاكَ إِذَا أَمَلْتَ بِالْعَدْلِ
وَالزُّبُونِ وَقَالَ لَهُ إِذَا أَمَلَكْتَ فَاشْحِجْ أَيْ إِذْنُ قَالَ مُعَاوِيَةُ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَا زِلْتُ أَطْعَمُ فِي الْخِلَافَةِ مِنْذُ سَمِعْتُهَا
مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”حضور نے خبر دی کہ بنی امیہ بادشاہ بنیں گے اور امیر معاویہ والی بنیں گے۔ پھر حضور نے امیر معاویہ کو وصیت فرمائی جب تم والی بنو تو لوگوں کے ساتھ عدل اور نرمی سے پیش آنا۔ پھر ایک مرتبہ فرمایا جب تم

برسر اقتدار آؤ تو لوگوں کے ساتھ حلم و بردباری کا سلوک کرتا۔
امیر معاویہ کہا کرتے تھے جب سے میں نے اپنے بارے میں یہ حکم
اپنے آقا سے سنا تو مجھے امید لگ گئی کہ ایک دن ضرور آئے گا جب میں
مسند خلافت پر فائز ہوں گا۔

امام ترمذی، بیہقی اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت
کی ہے جس میں بنی امیہ کے مظالم، ستم رسانیوں اور لوٹ کھسوٹ کا ذکر فرمایا ہے۔
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ صَلَى اللَّهَ تَعَالَى عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ قَالَ إِذَا بَلَغَ بَنُو أَبِي الْعَاصِ أَرْبَعِينَ أَوْ ثَلَاثِينَ
اَتَّخَذُوا دِينَهُ اللَّهُ دَعَلًا وَ عِبَادَ اللَّهِ حَوْلًا وَ مَالَ اللَّهِ
دُولًا - أَيْ يَتَدَاوُلُونَهُ دَاجِدًا أَبَعَدَ وَاحِدٍ -

”جب ابو العاص کی اولاد کی تعداد چالیس یا تیس کو پہنچے گی تو وہ دین میں
فتنہ و فساد پیدا کر دیں گے اور اللہ کے مال کو آپس میں یکے بعد دیگرے
بانٹتے رہیں گے۔“

یعنی بیت المال کی وہ حرمت اور تقدس باقی نہیں رہے گا بلکہ اس میں لوٹ مار شروع ہو
جائے گی اور ہر شخص اپنی قدرت کے مطابق اس کو اکٹھا کرنے کے درپے ہوگا۔ حقوق تلف
کر دیئے جائیں گے۔ عیش و عشرت میں عیاشی کی انتہا کر دی جائے گی۔ اور مسلمانوں کے
مال کو اللوں تللوں میں ضائع کریں گے اور تاریخ کے اوراق اس بات کے گواہ ہیں کہ بنی
امیہ نے اپنے زمانہ اقتدار میں یہی کچھ کیا۔

بنو عباس کے اقتدار کے بارے میں حضور نے مطلع فرمایا کہ ان کی فوجیں سیاہ جھنڈے
لہراتے ہوئے خراسان سے چلیں گی یہاں تک کہ شام میں پہنچیں گی اور ان کے ہاتھوں سے
بڑے بڑے سرکش اور متکبر قتل کر دیئے جائیں گے۔ دوسری حدیث مبارک میں ہے کہ
خراسان سے سیاہ جھنڈے لہراتے ہوئے لشکر آئیں گے یہاں تک کہ بیت المقدس میں آکر
اپنے جھنڈے گاڑ دیں گے۔ حضور نے حضرت عباس کو یہ خبر دی تھی کہ تمہاری اولاد کو
مسند خلافت پر فائز کیا جائے گا اور انہیں اس بات کی توقع تھی۔

سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے صحابہ میں فتنہ و فساد رونما نہ ہو گا جب تک عمر

بن خطاب رضی اللہ عنہ زندہ رہیں گے۔

ایک روز حضرت فاروق اعظم کی ملاقات حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ آپ نے ابوذر کا ہاتھ پکڑا اور اسے خوب بھینپی۔ انہوں نے کہا دَعَّيْدِي يَا قُفْلَ الْفِتْنَةِ اس فتنہ کے دروازے کے قفل میرے ہاتھ کو چھوڑ دے۔ آپ نے پوچھا اے ابوذر یہ کیا ہے۔ آپ نے جواب دیا۔

ایک دفعہ آپ آئے اور ہم اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارد گرد حلقہ باندھے بیٹھے تھے۔ آپ نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ لوگوں کے سروں کو پھانتتے ہوئے نزدیک آجائیں۔ آپ وہیں لوگوں کے پیچھے بیٹھ گئے۔ رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا لَا تُصِيبُكُمْ فِتْنَةٌ مَّا ذَا هَذَا فَيَكُمُ تم میں اس وقت تک فتنہ و فساد برپا نہیں ہوگا جب تک یہ شخص تم میں موجود رہے گا۔

امام بخاری و مسلم نے حضرت فاروق اعظم سے روایت کیا۔ ایک دن آپ نے حاضرین سے پوچھا وہ حدیث تم میں سے کس کو یاد ہے جس میں حضور نے اس فتنہ کا ذکر کیا تھا جو سمندر کی ہروں کی طرح موجزن ہوگا۔ حضرت حذیفہ رازدان نبوت ﷺ حاضر تھے، آپ نے حضرت فاروق اعظم کے استفسار پر فرمایا۔

كَيْسَ عَلَيْهِمَ مَا بَأْسٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ بَابٌ مُخْتَلَفٌ۔

”اے امیر المؤمنین آپ کو اس فتنہ سے کوئی گزند نہیں پہنچے گی کیونکہ

آپ کے درمیان اور اس فتنہ کے درمیان ایک دروازہ ہے جو بند ہے۔“

حضرت عمر نے پھر حذیفہ سے پوچھا۔ اَيُّ فِتْنَةٍ أَهْرَيْكُمُ کیا وہ دروازہ کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا۔ آپ نے جواب دیا توڑا جائے گا۔

حضرت فاروق اعظم نے فرمایا اِذَا لَا يُغْلَقُ أَبَدًا پھر تو وہ دروازہ کبھی بند نہیں ہو سکے

گا۔ (1)

کسی نے حضرت حذیفہ سے پوچھا۔ دروازہ کون ہے؟ آپ نے بتایا وہ عمر ہے۔ پھر آپ سے پوچھا گیا کیا حضرت عمر کو اس بات کا علم تھا؟ حضرت حذیفہ نے کہا بیشک وہ اس بات کو

اس طرح جانتے تھے جیسے کسی کو یقین ہوتا ہے کہ آج کے دن کے بعد رات ہوگی۔

ایک روز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا، جب وہ شام میں تھے۔ کسی آدمی نے کہا اے ہمارے سالار اعظم صبر سے کام لو، فتنہ و فساد کے ظہور کا آغاز ہو گیا ہے۔ حضرت خالد نے جواب دیا یہ کیسے ہو سکتا ہے، ابھی تو عمر بن خطاب زندہ ہیں۔ فتنوں کا ظہور آپ کے بعد ہوگا۔

امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں اطلاع دی کہ **إِنَّهُ يُقْتَلُ وَهُوَ بَقِيَّةُ الْمَصْحَفِ** آپ کو شہید کیا جائے گا جب آپ قرآن کریم کی تلاوت کر رہے ہوں گے۔ پھر ویسا ہی ہوا جیسے حضور نے فرمایا تھا۔

امام ترمذی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

ایک روز حضور سرور عالم ﷺ نے امت میں برپا ہونے والے فتنوں کا ذکر فرمایا۔ حضرت عثمان بھی حاضر تھے، ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، اس کو قتل کیا جائے گا جبکہ یہ مظلوم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے ایک قیص پہنائے گا اور اس کے مخالفین یہ چاہیں گے کہ وہ اس قیص کو اتار دیں۔ پھر عثمان کی طرف روئے سخن کرتے ہوئے فرمایا **فَلَا تَحْتَجُّهُ** اے عثمان! ہرگز اس کو نہ اتارنا۔ حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا حضور نے فرمایا۔

حضرت عثمان کے خون کے قطرے قرآن کریم کی اس آیت پر گریں گے **فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ** اور ایسا ہی ہوا کہ جب قاتل آپ پر حملہ آور ہوئے اس وقت آپ کی گود میں قرآن کریم رکھا تھا، آپ اس کی تلاوت کر رہے تھے۔ اس وقت دشمنوں نے حملہ کیا اور خون کے قطرے آیت کے اسی حصہ پر گرے جس کے بارے میں سرور عالم ﷺ نے اطلاع دی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے آپ نے فرمایا۔

أَوَّلُ الْفِتَنِ قَتْلُ عُثْمَانَ وَآخِرُهَا خُرُوجُ الدَّجَالِ

”سب سے پہلا فتنہ قتل عثمان ہے اور سب سے آخری فتنہ دجال

ہے۔“

اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے وہ شخص جس کے دل میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں کی محبت ذرے کے برابر بھی ہے وہ دجال کے ساتھ ہو گا۔ اور اگر دجال نے اس دنیا میں اسے نہ پایا تو جب اسے لحد میں رکھا جائے گا اس وقت وہ دجال پر ایمان لائے گا۔

حضرت زبیر اور حضرت علی کے بارے میں حضور کا ارشاد گرامی

امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ ایک دن نبی مکرم ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت و پیار سے مصروف گفتگو تھے۔ سرکار دو عالم نے سیدنا علی سے پوچھا اَیُّھُتَیْبَةُ اے علی کیا تم زبیر سے محبت کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ میں اس سے کیوں محبت نہ کروں، ایک وہ میری پھوپھی حضرت صفیہ کا بیٹا ہے اور دوسرا ہمارا دین ایک ہے۔ پھر حضور نے حضرت زبیر سے پوچھا اَیُّھُتَیْبَةُ آپ علی مرتضیٰ سے محبت کرتے ہیں؟ عرض کی یا رسول اللہ میں اس سے محبت کیوں نہ کروں، وہ میرے ماموں کا لڑکا ہے اور میرا اور اس کا دین یک ہے۔ حضور نے فرمایا اے زبیر تم ان کے ساتھ لڑائی کرو گے اور اس وقت تم ظالم ہو گے۔ جب جنگ جمل وقوع پذیر ہوئی تو حضرت زبیر، حضرت علی کے مقابلہ میں آئے۔ سیدنا علی مرتضیٰ نے ان سے پوچھا۔

فَإِشَادُكَ اللَّهُ أَسْمَعْتَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَوْلَهُ إِنَّكَ سَتَقَاتِلُنِي وَأَنْتَ بِي ظَالِمٌ؟ (1)

”اے زبیر اللہ کا واسطہ دیکر میں تم سے پوچھتا ہوں کہ حضور کا یہ فرمان تم

نے سنا تھا کہ تو علی کے ساتھ جنگ کرے گا اور آج کل کہ تو ظالم ہو گا۔“

آپ نے کہا بے شک میں نے سنا تھا لیکن اسے بھول گیا تھا آج آپ نے مجھے یاد دلایا ہے بخدا میں آپ سے ہر گز جنگ نہیں کروں گا۔

آپ فوج کی صفوں کو چیرتے ہوئے پیچھے لوٹے۔ آپ اس وقت گھوڑے پر سوار تھے حضرت زبیر کے بیٹے حضرت عبداللہ نے راستہ روک لیا پوچھا آپ کیا کر رہے ہیں۔ آپ

نے فرمایا حضرت علی نے مجھے وہ حدیث یاد کرائی ہے جو میں نے حضور سے سنی تھی، حضور نے فرمایا لَنْتَغَايَنَّكَ وَأَنْتَ ظَالِمٌ لَّكَ آپ حضرت علی سے جنگ کریں گے ورنہ آپ ظالم ہوں گے۔

حضرت عبد اللہ نے حضرت زبیر کو کہا ابا جان آپ ان کے ساتھ جنگ کرنے نہیں آئے آپ تو ان کی صبح کروانے آئے ہیں۔ آپ نے کہا میں نے قسم کھائی ہے میں آپ کے ساتھ جنگ نہیں کروں گا۔ حضرت عبد اللہ نے کہا آپ قسم کے کفارہ کیسے ندام آزاد کر دیں یہاں ٹھہریں تاکہ صبح کا معاہدہ مکمل ہو۔

چنانچہ آپ رک گئے جب مصالحت کی کوششیں ناکام ہو گئیں تو اس لشکر سے نکل گئے۔ آپ وادی سبا میں پہنچے وہاں آرام کرنے کیلئے لیٹ گئے۔ ابن جرموز نے حضرت زبیر پر تلوار کا وار کر کے آپ کو قتل کر دیا۔ حضرت علی مرتضیٰ نے جب آپ کے قتل کی اندوہناک خبر سنی تو فرمایا۔

أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
إِنَّ قَاتِلَ الزُّبَيْرِ فِي النَّارِ۔

”کہ میں گواہی دیتا ہوں میں نے سرور عالم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جو زبیر کو قتل کرے گا وہ جہنم کا ایندھن بنے گا۔“

وہ امور غیبیہ جن کے بارے میں ان کے وقوع سے بہت پہلے حضور نے خبر دی اور پھر ایسے ہی ہو جیسے حضور نے بتایا تھا، ان میں سے ایک یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے قرآن کے بارے میں فرمایا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وہ دوزخی ہے۔

یہ بہت بڑا اور بہادر شخص تھا۔ اس نے بعض غزوات میں شجاعت و بہادری کے ایسے کارنامے دکھائے کہ لوگ عیش عیش کرا گئے۔ یہ انصار میں سے ایک شخص کا غلام تھا۔ صحابہ نے ہر میدان جب اس کی بہادری کے عظیم النظر کارنامے دیکھے تو انہوں نے بارگاہ رسالت میں اس کے بارے میں عرض کی یا رسول اللہ یہ بڑا بہادر شخص ہے، دشمن پر اس طرح ٹوٹتا ہے جس طرح بجلی کو نمدتی ہے۔ صحابہ کا خیال یہ تھا کہ سرور عالم اس کے بارے میں کسی اچھی رائے کا اظہار فرمائیں گے لیکن رحمت عالم ﷺ نے اس کی بہادری اور شجاعت کے سارے قصے سن کر فرمایا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ یہ تو دوزخی ہے۔ حسب معمول

یہ جنگوں میں شرکت کرتا رہا۔ ایک مرتبہ شدید زخمی ہوا۔ درد کی کک اس کی قوت برداشت سے بہت زیادہ تھی۔ جب درد و الم کی شدت نے اسے لاچار کر دیا تو اس نے اپنی تلوار کی انی اپنے سینے میں گھونپ دی اور اپنے ترکش سے تیر نکال کر اس کی انی سے اپنی شاہ رگ کاٹ دی یہاں تک کہ وہ لقمہ اجل بن گیا۔ سرور عالم ﷺ کو جب اس کی خودکشی کی اطلاع دی گئی تو حضور نے فرمایا اس نے خودکشی کی ہے یہ جہنم کا سزاوار ہے۔ اللہ تعالیٰ بہ اوقات کسی فاجر و فاسق سے اپنے دین کی تائید کرا دیتا ہے۔

اخبار مغیبات میں سے ایک یہ ہے، امام بخاری و مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کیا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے وصال سے پہلے فرمایا میرے اہل خانہ میں سے سب سے پہلے میری بیٹی فاطمہ مجھ سے آٹے گی۔ ایسے ہی ہوا کہ حضور کے وصال سے چھ ماہ بعد آپ نے انتقال فرمایا اور اس طرح سب سے پہلے اپنے والد ماجد سید کائنات ﷺ کی بارگاہ میں حاضری سے شرف یاب ہوئیں۔

حضور نے اپنے صحابہ کو خبردار کیا تھا کہ میرے بعد بہت سے اہل عرب مرتد ہو جائیں گے اور ان سے جنگ ہوگی۔ حضور کے بعد مسیہ کذاب کے فتنے نے بہت زور پکڑا۔ بہت سے لوگ اس کو نبی ماننے لگے۔ صدیق اکبر نے ان کے ساتھ شدید جنگیں کیں اور سرکار اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کے خلیفہ اول حضرت سیدنا صدیق اکبر کو ان تمام شیطانی قوتوں پر غالب کیا۔ مسیہ کی نبوت کا طسم ٹوٹ گیا، وہ خود میدان جنگ میں وحشی کے ہاتھوں بری طرح قتل ہوا اور حضرت صدیق اکبر کے وصال سے پہلے جتنے لوگ مرتد ہوئے تھے، وہ پھر مسلمان ہو گئے۔

ان اخبار مغیبات میں سے ایک وہ حدیث ہے جس میں رحمت عالم ﷺ نے اویس قرنی کا ذکر فرمایا ہے۔ انہوں نے اگرچہ عہد رسالت پایا تھا لیکن اپنی والدہ کی خدمت کو انہوں نے ترجیح دی اور حضور کی زیارت سے اپنے آپ کو محروم رکھا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا۔ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا، تمہارے پاس اویس بن عامر آئے گا۔ اس کے ساتھ یمن کے اور کئی لوگ ہیں۔ اس کا تعلق قبیلہ مراد سے ہے۔ اس کا وطن قرن ہے، جو یمن کا ایک علاقہ ہے۔ اس کا سارا جسم برص کی وجہ سے سفید ہو گیا تھا۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی یا اللہ اس

بیماری کو مجھ سے دور کر دے، لیکن ایک درہم کے برابر ایک سفید داغ باقی رہے تاکہ اس کو دیکھ کر تیری اس مہربانی کا شکر ادا کر جاؤں۔

پس جس شخص کو اس کی زیارت نصیب ہو اور اس سے اپنی مغفرت کی دعا کر اسکے تودہ ضرور ایسا کرے۔

وَمَنْ أَذْنَكُ مِنْكُمْ فَاسْتَطَاعَ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَهُ فَلْيَفْعَلْ

حضور نے اس کا حلیہ بیان کیا کہ اس کی آنکھیں سرخی مائل ہوں گی۔ اس کا چہرہ بھی سرخ سیاہی مائل ہو گا۔ اس کا رنگ گندم گوں ہو گا۔ اس کی ٹھوڑی سینے کے ساتھ لگی ہو گی اور اس کی آنکھیں اپنی سجدہ گاہ پر مرکوز ہوں گی اور ہر وقت وہ گریہ کننا نظر آئے گا۔ اس کی دو پرانی چادریں ہوں گی۔ اس کے علاقہ میں کوئی اس کو جانتا نہ ہو گا لیکن آسمان پر فرشتے اس سے خوب متعارف ہوں گے۔ اگر اللہ کی ذات پر وہ قسم دے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم پوری کرے گا۔ اس کے بائیں کندھے کے نیچے ایک درہم کے برابر سفید نشان ہو گا۔ قیامت کے روز جب لوگوں کو کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو تو وہ دوڑتے جائیں گے اور اولیس کو کہا جائے گا یہاں ٹھہرو، گنہ گاروں کی شفاعت کرو۔ چنانچہ وہ عرب کے قبیلوں، مصر اور ربیعہ کی شفاعت کرے گا۔

پھر حضور نے حضرت عمر اور حضرت علی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا جب تم دونوں اس سے ملاقات کرو تو اس کو کہنا وہ میری امت کیلئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے۔ یہ دونوں حضرات دس سال تک اس کا انتظار کرتے رہے لیکن اس سے ملاقات نہ ہو سکی۔ جب وہ سال آیا جس میں حضرت فاروق اعظم شہید ہوئے تو آپ جبل ابی قیس پر کھڑے ہو گئے اور زور سے ندا دی اے اہل یمن کیا تم میں اولیس نامی کوئی شخص ہے؟ ایک بوڑھا آدمی کھڑا ہوا، اس نے کہا ہم تو اولیس کو نہیں جانتے لیکن یہ ایک میرا بھائی ہے جو بالکل گنہگار ہے اور وہ اس قابل نہیں کہ ہم اسے آپ کی خدمت میں پیش کر سکیں۔ وہ ہمارے اونٹوں کو عرفات میں چرا رہا ہے۔ یہ دونوں حضرات سوار ہوئے اور وہاں پہنچے۔ ایک آدمی کو دیکھا جو کھڑا ہو کر نماز پڑھ رہا تھا۔ دونوں حضرات نے اسے سلام فرمایا پھر پوچھا آپ کون ہیں؟ جواب ملا میں ایک ملازم ہوں اونٹوں کو چرایا کرتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا ہم اس کے بارے میں آپ سے نہیں پوچھ رہے، آپ کا نام کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا میرا نام عبد اللہ ہے۔

انہوں نے فرمایا ہم سارے اللہ کے بندے ہیں ہم نے وہ نام پوچھا ہے جو آپ کی ماں نے آپ کا رکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ ان حضرات نے سرور عالم ﷺ نے جو ان کے بارے میں فرمایا تھا اس سے آگاہ کیا۔ پھر انہوں نے اسے کہہ ڈالا اپنے بائیں کندھے کو دکھائیں، اس سے کپڑا سر کاٹیں تاکہ ہم اس نشانی کی تحقیق کریں جو اللہ کے رسول نے بتائی تھی۔ انہوں نے بائیں کندھے سے کپڑا ہٹایا وہاں وہ سفید نشان موجود تھا جو حضور نے بطور علامت یا نشانی بتایا تھا۔ اس وقت ان دونوں صاحبان نے ان سے التماس کیا کہ ان کیلئے مغفرت کی دعا کریں۔ پھر اس نے پوچھا آپ حضرت کون ہیں؟ انہوں نے اپنا تعارف کر لیا۔ وہ کھڑے ہو گئے اور دونوں کی تعظیم و تکریم کی پھر حضرت اولیس نے انہیں کہا۔

جَزَاكَمُ اللَّهُ خَيْرًا مِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَأَسْتَغْفِرُ لَكُمْ كَمَا أَسْرَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

”اللہ تعالیٰ آپ دونوں حضرات کو حضرت محمد ﷺ کی امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔“

پھر ان دونوں حضرات کیلئے دعا استغفار کی جس طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا۔ حضرت فاروق اعظم نے انہیں کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے تھوڑی دیر یہیں قیام فرمائیں تاکہ آپ کو زاد سفر پیش کروں اور کچھ لباس۔ انہوں نے فرمایا میرے لئے کوئی میعاد نہیں ہے آج کے بعد تم نہیں دیکھ سکو گے۔ میں زاد راہ اور لباس کو بے کر کیا کروں گا۔ اس کے بعد عبادت میں مصروف ہو گئے۔ (1)

امام مسلم حضرت ابو ذر سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا۔

سَيَكُونُ أُمَرَاءُ يُؤَخِّرُونَ الصَّلَاةَ عَنْ وَقْتِهَا

”غریب ایسے امراء ہوں گے جو نماز کو وقت کے بعد پڑھیں گے۔“

حضرت ابو ذر نے عرض کی ہمیں کیا حکم ہے؟ حضور نے فرمایا جب نماز کا وقت آئے تم نماز پڑھ لیا کرو اور اگر اس کے بعد وہ نماز پڑھیں تو ان کے ساتھ مل کر بھی پڑھ لیا کرو۔ یہ نماز تمہارے لئے نفلی نماز ہوگی۔ سرور عالم ﷺ نے جو صیہ کو بتایا تھا وہ اسی طرح وقوع پزیر ہوا۔

امام بخاری اور مسلم اس حدیث کو روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا۔

هَلَاكُ أَقْبَرِي عَلَى يَوْمِ أُغْيِمَكُم مِّنْ قُرَيْشٍ

”میری امت قریش کے نابل لڑکوں کے ہاتھ پر ہلاک ہوگی۔“

حضرت ابو ہریرہ جو اس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں اگر میں چاہوں تو ان نوجوانوں کے نام تمہیں بتا سکتا ہوں کہ وہ فلاں فلاں کے بیٹے ہیں۔ آپ کی مراد اس سے یزید اور بنو مردان تھے۔ آپ نے فتنے کے خوف سے ان کے نام بیان نہیں کئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہمیشہ یہ دعا مانگا کرتے۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ رَّأْسٍ يَسْتَيْتِنُ أَمْرِي أَمَّا زَقَةُ الضَّبَّانِ

”یا اللہ ساٹھویں سال اور نابل بچوں کی حکمرانی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔“

آپ کی دعا قبول ہوئی اور آپ اس سے پہلے وفات پا گئے۔ ۶۰ ہجری میں یزید صمران بنا تھا سب کو علم ہو گیا کہ وہی بد بخت ہے جس سے حضرت ابو ہریرہ اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے۔ حضور سرور عالم ﷺ نے قدر یہ فرقے کے بارے میں بھی خبر دی کہ وہ اس امت کے مجوسی ہیں اور بہت سی احادیث میں رافضیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ امام بغوی نے ایک حدیث روایت کی ہے، یہ امت اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک کہ بعد میں آنے والے پہلوں کے بارے میں سب و شتم نہیں کریں گے۔“

بہت سے اہل بدع سابقین کی بارگاہ میں گستاخیاں کرتے ہیں۔ کوئی صحابہ کا گستاخ ہے، کوئی اہل بیت کا بے ادب ہے، اور کوئی اولیاء کرام کی بارگاہ میں زبان طعن دراز کرنے والا ہے۔ ہم ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں کہ یہی چیزیں برے انجام کا سبب بنتی ہیں۔ نیز حضور نے فرمایا انصار کی تعداد قلیل ہوتی جائے گی یہاں تک کہ یہ ایسے ہوں گے جیسے آنے میں نمک ہوتا ہے۔ تم میں سے جو کسی ایسے منصب پر فائز ہو کہ وہ لوگوں کو نقصان بھی پہنچا سکتا ہو اور نفع بھی پہنچا سکتا ہو تو ایسے والی کو چاہئے کہ انصار سے جو نیکو کار ہیں، ان کی نیکیوں کو قبول کرے اور جو ان میں سے خطا کار ہیں ان سے تجاوز کرے۔ رحمت عالم ﷺ نے انصار کو فرمایا۔

إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ أَشْرَةً بَعِيَّتِي قَاصِدَةً وَاحِدَةً تَلْقَوْنِي عَلَى

الْحَوْضِ۔

”میرے بعد تم دیکھو گے کہ اقربا پروری کی جائے گی۔ تمہیں چاہئے کہ صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑ لو یہاں تک کہ روز محشر حوض پر تمہاری اور میری ملاقات ہو۔

جو حضور ﷺ نے فرمایا اسی طرح وقوع پذیر ہوتا رہا ہے اور ہو رہا ہے۔

سرکارِ دو عالم ﷺ نے خوارج کے بارے میں اپنی امت کو خبردار کیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے خلاف بغاوت کی۔ سرکارِ دو عالم نے اپنی امت کو مطلع فرمایا: ایک کالے رنگ کا آدمی ہوگا، اس کا پستان اتنا بڑا ہوگا جتنی عورت کی چھاتی ہوتی ہے۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے جب ان سے جنگ کا خطبہ ارشاد فرمایا تو لوگوں کو یہ حدیث یاد دلائی۔ آپ نے حکم دیا اس نشانی والے آدمی کو تلاش کرو۔ انہوں نے ڈھونڈا، مقتولوں کے نیچے دبا پڑا تھا۔ حکم دیا اس کی قمیص پھاڑو۔ جب دیکھا کہ حضور کی بتائی ہوئی نشانی ہو رہی ہے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ کیا۔ بتایا کہ یہ سجدہ شکر میں ہے۔ اس لئے کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا کی زبان سے نکلی ہوئی بات کو سچا کر دیا ہے۔ اور حضور نے ان کی نشانی بتائی کہ سروں کے بالوں کا منڈانا (حق کرنا) ان کی نشانی ہے۔ ایک زمانہ میں مسلمان صرف حج ادا کرنے کے بعد سر منڈایا کرتے تھے۔

حضور نے قیامت کی علامتوں سے یہ عداوت بیان فرمائی۔

أَنْ تَرَى رِعَاةَ الشَّاءِ وَمُؤَسَّسَ النَّاسِ وَالْعُرَاةَ الْمُخَفَّاتِ
يَتَطَاوَلُونَ الْبَنِيَّاتِ -

”بکریوں کے چرانے والے لوگوں کے سردار بن جائیں گے۔ ننگے اور برہنہ پا اونچی اونچی عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کریں گے۔“

غزوہ احزاب میں جب مشرکین عرب کو اور رؤساء قریش کو شکست فاش ہوئی تو رحمتِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

إِنَّ قَوْمِي لَا يَغْرَوْنَهُ بَعْدَ غَزْوَةِ الْاَحْزَابِ وَلَا أَنَّهُ هُوَ الَّذِي
يَغْرُوهُمْ وَكَانَ كَذَلِكَ

”آج کے بعد قریش ہم پر حملہ نہیں کریں گے، اب ان کو ہم پر حملہ

کرنے کی جرأت نہ ہوگی بلکہ ہم ان پر حملہ کریں گے۔“

تاریخ گواہ ہے اللہ کے حبیب نے جو فرمایا وہ پورا ہو کر رہا۔ پھر کبھی قریش مکہ اور مشرکین کو جرأت نہ ہوئی کہ مسلمانوں پر حملہ کریں بلکہ ہمیشہ اسلام کے فتنوں قابہ ان کے مرکڑوں پر حملہ کرتے رہے اور انہیں ناکوں چنے چبواتے رہے۔

امام ابو داؤد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں، حضور نے فرمایا کہ **إِنَّ النَّاسَ يُقَصِّرُونَ أَكْصَاكَ الْوَلَدِ** بڑے بڑے شہر آباد کریں گے۔ ان میں ایک شہر ہوگا جس کا نام بصرہ ہوگا۔ اگر تیرا وہاں سے گزر ہو یا اس میں داخل ہو تو خیردار اس کی بندرگاہوں، بازاروں اور امراء کے دروازوں کی طرف نہ جانا بلکہ اس کے گرد و نواح میں جو آبادیاں ہیں وہاں ٹھہرنا۔ وہاں کے لوگوں کے فسق و فجور کے باعث اس شہر پر طرح طرح کے مذہب ہوں گے۔ وہاں زمین نیچے دھنسے گی، اوپر سے پتھر پڑیں گے اور لوگوں کے چہرے مسخ ہو جائیں گے۔ چنانچہ کئی شہر آباد کئے گئے، ان میں بصرہ بھی تھا۔ ان شہروں کو حضرت فاروق اعظم کی خلافت میں 17ھ میں آباد کیا گیا۔ بصرہ کو عقبہ بن غزوہ ان نے آباد کیا اور وہاں عمارات تعمیر کیں۔ 18 ہجری میں یہاں لوگوں نے سکونت اختیار کی۔ حضرت انس بھی وہاں سکونت پذیر رہے۔ اور اس شہر کا شرف یہ ہے کہ اس میں کبھی کسی بت کی پوجا نہیں کی گئی۔

حضور کے معجزات میں سے ایک یہ حدیث ہے جو شیخین نے روایت کی ہے۔

حضور نے فرمایا حضور کی امت بحری جنگیں کرے گی اور یہ اپنے جہازوں میں بادشاہوں کی طرح تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں ایک روز نبی مکرم ﷺ کوہ حراء پر تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ حضرات ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ اور زبیر رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی تھے۔ وہ پہاڑ کاٹنے لگا۔ حضور نے فرمایا **أَنْتُمْ** ٹھہر جا تیرے اوپر کوئی ظالم نہیں ہے بلکہ ایک نبی ہے ایک صدیق ہے یا شہداء ہیں۔

پس سیدنا عمر، علی، عثمان، طلحہ، زبیر یہ سب شہداء سے تھے۔ حضور نے پہلے ان حضرات کے بارے میں شہادت کی اطلاع دے دی۔

جب حضور مکہ مکرمہ سے صدیق اکبر کی معیت میں ہجرت کر کے مدینہ طیبہ کی طرف جا رہے تھے تو سراقہ حضور کے تعاقب میں نکلا۔ جب قریب پہنچا تو اس کے گھوڑے کے

پاؤں گھٹنوں تک اس پتھریلی زمین میں دھنس گئے۔ اس نے معافی طلب کی۔ حضور نے معافی دے دی۔ زمین نے اس کے گھوڑے کے پاؤں چھوڑ دیئے۔ دو تین مرتبہ یہاں ہوا آخری بار سراقہ کو یقین ہو گیا کہ یہ حضور کی بددعا کا نتیجہ ہے کہ میرے گھوڑے کے پاؤں بار بار اس پتھریلی زمین میں دھنس جاتے ہیں۔ اس نے معافی کی التجا کی۔ اسے معاف کر دیا گیا۔ حضور نے اسے اپنے پاس بلایا اور ایک تحریری معافی نامہ لکھ کر دیا، جو حضرت صدیق اکبر نے لکھا تھا۔ اب اس کو رخصت فرمایا تو اسے خوشخبری دی **كَيْفَ بَلَكَ إِذَا الْبَسْتَ سَوَادِي كَسْتَهُی؟** کہ اس وقت تیری کیفیت کیسی ہوگی جب کسری کے سونے کے کنگن تجھے پہنائے جائیں گے۔ اس نے حیرت سے پوچھا کیا کسری بن ہر مز؟ حضور نے فرمایا ہاں۔ حضرت فاروق اعظم کے زمانہ میں جب ایران فتح ہوا تو کسری کے سارے خزانے مدینہ طیبہ کی مسجد میں ڈھیر کر دیئے گئے۔ حضرت فاروق اعظم کو یاد تھا کہ میرے آقا نے کسری کے کنگن سراقہ کو پہنانے کی بشارت دی ہے۔ فوراً کسری کے کنگن منگوائے گئے اور تمام لوگوں کے سامنے سراقہ کو پہنائے گئے۔

حضرت فاروق اعظم نے فرمایا **إِنِّي أَلْبَسُكَ اللَّهُ وَدَسَّوْهُ** پہن و یہ تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے پہنائے ہیں۔ (1)

جس وقت حضور نے یہ مژدہ دیا تھا، کیا اس وقت کوئی شخص تصور بھی کر سکتا تھا کہ ایسا ہوگا؟ حضور اپنے وطن سے بے وطن کر دیئے گئے ہیں، اپنے آبائی شہر میں رہنا بھی دشمنوں نے دو بھر کر دیا ہے، اس سفر میں صرف ایک صدیق اکبر کی ذات ہے، یہاں یہ کوئی شخص تصور کر سکتا تھا کہ یہ بات وقوع پذیر ہوگی؟ لیکن اللہ کے رسول نے جو کہا اس کے قادر اور قیوم خدا نے اپنے محبوب کی ہر بات کو پورا کر دکھایا۔

ابو نعیم نے دماکل میں اور خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں سرور عالم سے یہ بات نقل کی ہے۔

حضور نے فرمایا دریائے دجلہ اور نہر فرات کے درمیان ایک شہر آباد کیا جائے گا۔ زمین کے سارے خزانے وہاں لائے جائیں گے۔ یہ شہر بغداد ہے۔ خلافت عباسیہ کے زمانے میں اس کی بنیاد رکھی گئی اور سلطنت اسلامیہ کے گوشہ گوشہ سے ہر قسم کے اموال یہاں ڈھیر

کئے جاتے تھے۔

اوزاعی کہتے ہیں۔

امام احمد اور بیہقی نے سرور عالم ﷺ کا یہ ارشاد روایت کیا ہے کہ۔
 سَيَكُونُ بَنِي هَذِهِ الْأُمَّةِ رَجُلٌ يَقَالُ لَهُ الْوَلِيدُ هُوَ شَرُّ أَقَاتِي
 مِنْ فِرْعَوْنَ لِقَوْمِهِ

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس امت میں ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام ولید ہوگا۔ وہ میری امت کیلئے فرعون سے زیادہ شرانگیز ہوگا۔“

امام اوزاعی کہتے ہیں پہلے لوگ سمجھتے تھے کہ اس ولید سے مراد ولید بن عبد الملک ہے، پھر یہ بات واضح ہو گئی کہ اس ولید سے مراد اس کا بھتیجا ہے جس کا نام وسید بن یزید بن عبد الملک تھا۔ ہر فتنہ کا دروازہ کھولنے کیلئے یہ کلید تھا۔ بڑا حق تھا۔ ہر وقت شراب کے نشہ میں دھت رہتا تھا۔ ایک روز اس نے قرآن کریم سے قال نکالنے کا ارادہ کیا۔ جب اس نے مصحف شریف کھولا تو یہ آیت اس کی نظر سے گزری۔

وَأَسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ

”انہوں نے فتح طلب کی اور ہر وہ (شخص) جو جبار و سرکش تھا وہ خائب و خاسر ہو گیا۔“

اس نے مصحف شریف کو سامنے رکھ دیا اور اس کو تیروں سے پارہ پارہ کر دیا۔ اور یہ شعر کہنے لگا۔

أَتُوعِدُ كُلَّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ هَذَا الْكَفَّارُ عَنِيدٌ

”اے قرآن تو ہر جبار و سرکش کو دھمکیاں دے رہا ہے دیکھ میں وہ جبار و عنید ہوں۔“

إِذَا مَا جِئْتِ بِكَ يَوْمَ تَحُشُّ فَعَلَّ يَأْتِيكَ مَوْفِقُ الْوَلِيدِ

”جب روز حشر تو اپنے رب کے پاس جائے تو کہنا اے رب مجھے ولید نے پارہ پارہ کر دیا تھا۔“

قریش مکہ نے جب حضور کے ساتھ ہر قسم کا سوشل بائیکاٹ کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے لئے انہوں نے ایک معاہدہ لکھا جس میں قطع تعلقی کی تفصیلات درج تھیں۔ پھر اس کو

بند کر کے ایک صندوق میں مقفل کر دیا اور کعبہ کے اندر رکھ دیا۔ شعب ابی طالب میں جس قسم کے محاصرہ سے سرور عالم اور حضور کے جان نثاروں کو واسطہ پڑا اس کی تفصیلات پڑھ کر آج بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تین سال بعد حضور نے اپنے چچا ابو طالب کو یاد فرمایا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس معاہدہ پر دیمک کو مسلط کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام کے مددہ تمام تحریر کو اس دیمک نے چاٹ کر فنا کر دیا ہے۔ چنانچہ قریش مکہ کو اس بات سے باخبر کیا گیا تو کہنے لگے تمہارا بھتیجا غلط کہہ رہا ہے، بہت سے پردوں میں رکھا ہوا وہ معاہدہ ان کو کیسے دکھائی دے سکتا ہے۔ لیکن جب کھولا گیا تو بعینہ وہی بات تھی جو سرکارِ دو عالم ﷺ نے بتائی تھی۔ اس کی تفصیلات آپ شعب ابی طالب کے محاصرہ میں پڑھ آئے ہیں۔

بہت سے ایسے واقعات ہیں جن کی اطلاع صدیوں قبل مدد کے رسول کریم نے دی اور وہ اپنے وقت پر اسی طرح ظہور پذیر ہوتے رہے جس طرح اللہ کے نبی نے بتایا تھا۔ بعض ایسے واقعات ہیں جن کے بارے میں حضور نے بتایا لیکن ابھی تک وہ ظہور پذیر نہیں ہوئے لیکن یقیناً وہ اپنے وقت پر ظہور پذیر ہوں گے اور اس طرح ظہور پذیر ہوں گے جس طرح اللہ کے نبی نے ان کی تفصیلات بتائی ہیں۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ سرزمین حجاز سے آگ نکلے گی جس کی روشنی دور دور تک پہنچے گی حتیٰ کہ یہاں بیٹھے ہوئے بصری شہر کے اونٹوں کی گردنیں دکھائی دیں گی۔ بصری ملک شام کا مشہور شہر ہے۔

ابن عدی (مشہور محدث) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں سرور عالم ﷺ نے فرمایا۔

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَسِيلَ قَادِقُنْ أَوْدِيَةِ الْحِجَازِ بِالنَّارِ تُعْنِي مَكَّةَ
الْحَنَّاكَ الْإِبِلُ بِالْبُغْهَى

”حضرت فاروق اعظم نے روایت کیا کہ حضور نے فرمایا اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ حجاز کی ایک وادی آگ سے بھر کر رواں نہ ہوگی۔ اس کی روشنی میں بصری کے اونٹوں کی گردنیں دکھائیں دیں گی۔“

شیخین صحیحین میں حضرت انس بن مالک سے ایک روایت نقل کرتے ہیں اور حضرت انس نے اپنی خالہ ام حرام بنت منخان سے یہ حدیث سنی ہے۔ وہ بتاتی ہیں۔

ایک روز اللہ کے پیارے رسول ﷺ ان کے ہاں تشریف لائے اور قیولہ فرمایا۔ کچھ دیر کے بعد حضور بیدار ہوئے تو آپ مسکرا رہے تھے۔ ام حرام نے عرض کی ما اضحکک یا رسول اللہ یا رسول اللہ! آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ حضور نے فرمایا میری امت کے کچھ جوان میرے سامنے پیش کئے گئے جو سمندر کے وسط کشتیوں پر سوار ہیں، اس شان و شوکت سے بیٹھے ہیں جیسے بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھتا ہے۔ حضرت انس کہتے ہیں میری خالہ نے عرض کی یا رسول اللہ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے ان غازیان اسلام سے کرے۔ سرکارِ دو عالم نے ان کیلئے دعا فرمائی پھر استراحت فرما ہو گئے۔ پھر کچھ دیر بعد جنتے ہوئے بیدار ہوئے ام حرام نے وہی باتیں پوچھیں۔ حضور نے وہی جواب دیئے۔ آخر میں پھر ام حرام نے التجا کی یا رسول اللہ میرے لئے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے اسلام کے مجاہدین سے کرے۔ فرمایا تو پہلے مجاہدین سے ہے۔ حضرت عثمان غنی کے زمانہ میں قبرص پر حملہ کرنے کیلئے ایک بحری بیڑا تیار ہوا جس کی کمان حضرت امیر معاویہ کے ہاتھ میں تھی۔ وہ لوگ کشتیوں میں سوار ہوئے اور حضرت انس کی خالہ ام حرام اپنے خاوند کے ساتھ اس جہاد میں شریک ہوئیں۔ جب یہ مجاہد واپس آئے اور جہاز ساحل سے آکر لگا تو ان کی سواری کیلئے جانور پیش کیا گیا لیکن وہ وہاں گریں اور شہادت کا درجہ پایا۔ حضرت ام حرام کا مزار شریف قبرص میں ہے جو مشہور و معروف ہے۔ لوگ اس کی زیارت کیلئے جایا کرتے ہیں۔

امام ابو داؤد، نسائی، حضرت زید بن خالد الجہنی سے روایت کرتے ہیں۔

حضور ﷺ نے لوگوں کو اس آدمی کے بارے میں بتایا جس نے یہود خیبر کے اموال غنیمت سے کانچ کے چند دانے بغیر اجازت کے لئے تھے۔ وہ انتقال کر گیا۔ حضور کی خدمت میں عرض کیا گیا، حضور اس کی نماز جنازہ پڑھائیں، حضور نے فرمایا تم اس پر نماز جنازہ پڑھو۔ یہ سن کر لوگوں کے چہروں کی رنگت بدل گئی۔ حضور نے فرمایا اس لئے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھتا ہوں کہ اس نے مال غنیمت میں خیانت کی ہے۔ اس کے سامان کی تلاشی لی گئی تو اس کے سامان سے کانچ کے چند منکے دریافت ہوئے۔ گویا ہادی برحق ﷺ کے نزدیک اتنی حقیر سی خیانت بھی از حد ناپسندیدہ ہے کہ حضور نے اس شخص کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار

فرمادیا۔

غزوہ بدر میں عمیر بن وہب کا بیٹا مسلمانوں نے جنگی اسیر بنالیا اور اس کو دیگر اسیران جنگ کے ساتھ مدینہ طیبہ لے آئے۔ صفوان بن امیہ اور یہ عمیر آپس میں گہرے دوست تھے۔ دونوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ صفوان کا باپ امیہ میدان بدر میں مسلمانوں نے قتل کر دیا تھا اور عمیر کے نوجوان بیٹے کو جنگی قیدی بنا کر مسلمان اپنے ہمراہ لائے تھے۔

ایک دن یہ دونوں دوست حطیم میں بیٹھے اپنے درد و غم کو تازہ کر رہے تھے۔ عمیر نے اپنے دوست صفوان کو کہا ان مسلمانوں نے تیرے باپ امیہ کو جو قریش کا سردار تھا، قتل کر دیا اور میرے بیٹے کو پکڑ کر لے گئے۔ جس طرح تیرے دل میں انتقام کے شعلے بھڑک رہے ہیں اسی طرح میرے دل میں بھی مسلمانوں کے خلاف انتقام و عداوت کا طوفان اٹھ کر آیا ہوا ہے۔ میری مجبوری یہ ہے کہ میں مقروض ہوں، عیالدار ہوں ورنہ خاموشی سے مدینہ جاتا اور وہاں موقع تاز کر حضور کا کام تمام کر دیتا لیکن میں مقروض ہوں، عیالدار ہوں اور میں اس مہم کو سرانجام دیتے ہوئے قتل کر دیا جاؤں تو میرے قرض خواہ مجھ پر یہ نرا لگائیں گے کہ قرضے ادا کرنے سے بھاگ کر اس نے خودکشی کر لی ہے۔ نیز میرے بچے در در کی بھیک مانگیں گے اور ذلیل ہوں گے۔ اُریہ دو باتیں نہ ہوتیں تو اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہناتا۔

صفوان نے کہا اے میرے بھائی! میں تمہیں اطمینان دلاتا ہوں ورنہ وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تو اس مہم کو سر کرنے میں ہار گیا تو تیرے تمام قرض خواہوں کو تیرا قرض میں ادا کر دوں گا۔ نیز جب تک زندہ رہوں گا تیرے بیوی بچوں کی کفالت کا میں ذمہ دار ہوں، جو میں پہنوں گا وہی ان کو پہناؤں گا جو خود کھائے گا وہی ان کو کھلاؤں گا۔ اگر تم یہ کارنامہ انجام دو تو ہماری آنے والی نسلیں تمہاری شکر گزار رہیں گی۔ تنہائی میں جہاں کوئی انسان کی بات سننے والا نہ تھا انہوں نے یہ مشورہ کیا۔ ایک دوسرے سے عہد و پیمان کیا۔ وہاں سے اٹھ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ عمیر نے اپنی تلواریں، اس کو سان پر تیز کیا، اور اسے تین بار زہر میں بچھایا، اونٹ پر پامان کسا اور مدینے کی طرف روانہ ہو گیا۔

اس کے چلے جانے کے چند روز بعد صفوان نے دو گوں کو بتایا کہ عنقریب میں تمہیں

ایسی خوشخبری سناؤں گا کہ تم سارے غم بھول جاؤ گے۔ وہ ہر وقت اس انتظار میں تھا کہ عمیر کی طرف سے کوئی اطلاع آئے۔

عمیر جب مدینہ پہنچا اس نے مسجد نبوی کے باہر اپنی اونٹنی بٹھائی۔ ابھی اتر ہی رہا تھا کہ حضرت فاروق اعظم آگئے۔ آپ اس کی خباثتوں سے اچھی طرح آگاہ تھے۔ فوراً خدشہ ہوا کہ یہ خبیث کسی اچھے ارادہ سے نہیں آیا اور برا منصوبہ بنا کر یہاں آیا ہے۔ چنانچہ آپ نے آگے بڑھ کر اس کی گردن دبوچ لی۔ سرکارِ دو عالم ﷺ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ صحابہ کرام اپنے آقا کے ارد گرد مودب ہو کر بیٹھے تھے۔ جب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمیر کو یوں دبوچے مسجد میں لے گئے تو حضور نے اس کی طرف دیکھا تو حضرت عمر کو فرمایا اے عمر! اسے چھوڑو، اسے میرے پاس لاؤ۔ عمر کاجی نہیں چاہتا تھا لیکن حضور کے حکم کے سامنے مجال انکار نہ تھی۔ آپ نے اس کی گردن کو چھوڑا اور اسے لے کر حضور کی خدمت میں پہنچے۔

حضور ﷺ نے اس کے ساتھ بڑی محبت سے برتاؤ کیا اور پوچھا عمیر، کیسے آئے۔ بات ٹالنے کیلئے عرض کرنے لگا یا رسول اللہ جناب کو علم ہے میرا بیٹا آپ کے پاس جنگی قیدی کی طرح آیا ہوا ہے۔ اس کی ماں اس کو یاد کر کے روتی رہتی ہے۔ اس نے مجھے مجبور کیا کہ میں اس کی خیریت دریافت کر کے آؤں۔ اس لئے حاضر ہوا ہوں۔ اس کے گلے میں تلوار جمائل تھی۔ حضور نے پوچھا جب تو صرف اپنے بچے کی خیریت دریافت کرنے آیا ہے تو اس تلوار کو لانے کی ضرورت کیا تھی؟ کہنے لگا جلدی میں اونٹ سے اترا ہوں گلے سے نکال کر رکھنی یاد نہیں رہی۔ دوسرا ہم بڑی بڑی تلواریں لے کر بدر کے میدان میں آئے تھے، ہماری ان تلواروں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے؟ حضور نے فرمایا عمیر تمہیں یاد ہے کہ فلاں روز فلاں جگہ تو اور تیرا ہار مضمون ایک جگہ بیٹھے ہوئے مجھے شہید کرنے کی سازشیں کرتے رہے۔ تم نے اپنی بیگمستی، مفلوک الحالی اور مقروض ہونے کا بہانہ بنایا۔ اس نے یہ ساری ذمہ داریاں اپنے ذمہ لیں۔ اب تم اس لئے آئے ہو کہ مجھے شہید کر دو۔ تجھے پتہ نہیں ہے میرا نگہبان میرا اللہ تعالیٰ ہے۔

یہ بات سن کر اس پر مدہوشی کی کیفیت طاری ہو گئی اور فوراً کہنے لگا یا رسول اللہ! مجھے اپنی غلامی میں قبول فرمائیں۔ جس بات کو حضور نے سینکڑوں میل دور یہاں سے دیکھا اور

سنا اس سارے قصے کی صفوان اور میرے بغیر اور کسی کو خبر نہ تھی۔ اگر یہاں بیٹھے ہوئے حضور ہماری گفتگو کو سنتے بھی ہیں اور ہماری سازشوں کو دیکھتے بھی ہیں تو میں بچے دل سے گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بچے رسول ہیں۔

قَوْلَهُ إِنِّي لَا أَعْلَمُ أَنَّهُ مَا أَتَاكَ بِهِ إِلَّا اللَّهُ

”بخدا مجھے اب پتہ چل گیا ہے کہ اس واقعہ کی خبر آپ کو اللہ تعالیٰ نے دی

ہے کیونکہ وہاں میرے بغیر اور صفوان کے بغیر کوئی تیسرا آدمی نہ تھا۔“

پھر اس نے کہا۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانِي لِسْلَامًا شَهِدْتُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَأَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ

حضور نے صحابہ کو فرمایا اسے دین کا علم سکھاؤ۔ (1)

ان اخبار بالغیب میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ جب ابی بن خلف نے حضور ﷺ کو دھمکی دیتے ہوئے کہا، میں نے ایک بڑا قیمتی گھوڑا پل رکھا ہے۔ سیر دانہ روزانہ اسے کھلاتا ہوں۔ میں اس پر سوار ہو کر حضور کو قتل کروں گا۔ سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس موذی کے اس چیلنج کا یوں جواب دیا اَنَا أَقْتُلُكَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تو نہیں میں تجھے نہ تیج کروں گا۔ پھر احد کے میدان میں جب وہ گھوڑا دوڑاتا ہوا حضور کے قریب پہنچا تو حضور نے اس پر چھوٹے نیزے کا وار کیا اور اس کو دواصل جہنم کر دیا۔

جنگ بدر میں جنگ شروع ہونے سے پہلے حضور ﷺ نے سب کو بتایا اور ان قریش کے سرداروں کے نام لے لے کر بتایا کہ وہاں اس کی لاش گرے گی، یہاں فداں فلاں مرے گا۔ جتنے بڑے بڑے سردار تھے سب کی جگہوں کا تعین کر دیا۔ جب جہاد ختم ہوا، اللہ تعالیٰ نے اسلام کو فتح مبین عطا فرمائی تو جن سرداروں کے قتل ہونے کی اطلاع حضور نے دی تھی وہ سارے مقتول پائے گئے اور ان کی لاشیں اسی جگہ گری تھیں جہاں حضور نے ان کے بارے میں بتایا تھا۔

دیگر اخبار غیب میں سے ایک وہ روایت ہے جسے امام بخاری و مسلم و دیگر محدثین نے

روایت کیا ہے حضور نے فرمایا۔

إِنَّا بَنِي هَذَا سَيِّدًا سَيُصَلِّحُ اللَّهُ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ
مِنَ الْمُسْلِمِينَ

”امام حسن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا میرا یہ بیٹا سر دار ہے، اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کر دے گا۔“

جو حضور نے فرمایا وہی ہوا کیونکہ حضرت علی مرتضیٰ کی شہادت کے بعد دو گروہوں نے حضرت امام حسن کے دست مبارک پر بیعت کی اور عَلٰی الْمَوْتِ کی شرط لگائی یعنی کہا کہ ہم آخر دم تک آپ کا ساتھ دیں گے۔ جن لوگوں نے یہ بیعت کی ان کی تعداد چالیس ہزار سے زائد تھی اور وہ سب سیدنا امام حسن کے اشارہ اور پر سب کچھ قربان کرنے کیلئے آمادہ تھے۔ سات ماہ تک عراق، خراسان اور ماوراءالنہر میں آپ کی خلافت کا خطبہ پڑھا جاتا رہا۔ پھر آپ امیر معاویہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے لشکرِ جرار کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اسی طرح امیر معاویہ ان کے ساتھ جنگ کرنے دمشق سے روانہ ہوئے۔ جب انبار کے مقام پر پہنچے تو دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا۔ حضرت امام حسن کو یہ ہم ہو گیا کہ ضرور جنگ ہوگی اور بے شمار مسلمان موت کی بھیشت چڑھ جائیں گے۔ اسی طرح امیر معاویہ نے حضرت امام کے شکر کو دیکھا۔ انہوں نے بھی یہی سمجھا کہ جنگ فریقین کے لئے تباہ کن ہوگی۔

بعض نیک بخت لوگ دونوں فریقوں میں صلح کرانے کیلئے سرگرم عمل ہو گئے۔ حضرت امیر معاویہ نے ایک سفید سادہ کاغذ سیدنا امام حسن کی طرف بھیجا اور انہیں عرض کی جس چیز کا آپ مجھ سے مطالبہ کرتے ہیں وہ اس کاغذ پر لکھ دیں میں اس کی پابندی کا آپ سے وعدہ کرتا ہوں۔ حضرت امام حسن نے اس شرط پر انہیں زمامِ خلافت سپرد کرنے کی حامی بھر لی کہ مدینہ طیبہ، حجاز، عراق میں جو لوگ ضیفۃ المسلمین حضرت سیدنا علی کے حای تھے ان کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔

امیر معاویہ نے وہ شرط منظور کر لی اور امام حسن نے ایک شرط یہ بھی لکھی کہ امیر معاویہ کی وفات کے بعد زمامِ خلافت ان کے سپرد کر دی جائے گی۔ امیر معاویہ نے اس شرط کو بھی تسلیم کر لیا۔

عملی طور پر یہی ہوا کہ دونوں فریقوں کے درمیان صلح ہو گئی۔ حضرت امیر معاویہ نے امام پاک کی پیش کردہ شرائط تسلیم کر لیں اور حضرت امام نے بھی خلافت ان سے پہلے دہرائے کا وعدہ پورا کر دیا۔ سالہا سال پہلے اللہ کے محبوب نے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کی جو خوشخبری سنائی تھی وہ سیدنا امام حسن کے طفیل پایہ تکمیل تک پہنچی۔ (۱)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ گئے۔ وہاں بیمار ہو گئے۔ ان کی بیماری نے ایسی شدت اختیار کی کہ صحت یاب ہونے کی امیدیں ختم ہونے لگیں۔ رحمت مام علیہ السلام کو جب ان کی شدید بیماری کا پتہ چلا تو حضور ان کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ حضرت سعد اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ ان کی موت اس شہر میں ہو جس شہر سے انہوں نے اللہ کی رضا کیلئے ہجرت کی تھی۔ رحمت مام علیہ السلام ان کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت سعد کی صرف ایک بیٹی تھی بیٹا کوئی نہ تھا۔ حضرت سعد نے عرض کیا کہ میں اللہ میں اپنے سارے مال کی وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ حضور نے فرمایا یہ بہت زیادہ ہے۔ پھر انہوں نے نصف مال کی وصیت کرنے کی اجازت طلب کی۔ حضور نے فرمایا یہ بھی زیادہ ہے۔ پھر انہوں نے اپنے مال کا تیسرا حصہ وصیت کرنے کی اجازت مانگی۔ حضور نے فرمایا اَلثَّلَاثُ وَالْثَّلَاثُ کَثِیْرٌ تیسرے حصہ کی وصیت درست ہے یہ بھی بہت زیادہ ہے۔

انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! میری زندگی ختم ہونے کے قریب ہے۔ حضور نے فرمایا نہیں تم کافی زندہ رہو گے یہاں تک کہ بہت سی قومیں تم سے فائدہ اٹھائیں گی اور بہت سی قوموں کو آپ کی وجہ سے نقصان ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات کو پورا کیا۔ حضرت سعد بہت جلد شفا یاب ہو گئے، اپنے آقا کی معیت میں مدینہ طیبہ پہنچے یہاں تک کہ حضرت فاروق اعظم کے زمانہ میں آپ نے عراق فتح کیا۔ بہت سے کافر آپ کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئے۔ مسلمانوں کو بہت سامان قیمت میں ملا۔ بہت سے کفار قتل ہوئے اور بعض جنگی قیدی بنائے گئے۔ جس روز سر کار دو مام علیہ السلام اپنے مخلص صحابی کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے تھے، اس وقت ان کے زندہ رہنے کی امید نہ تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے طفیل اس دن سے پچاس سال تک آپ کو زندہ رکھا اور اس عرصہ میں جو ملک انہوں نے فتح کئے، جو مال قیمت حاصل کیا جو کیشہ اتحاد

لوگ مشرف باسلام ہوئے اس کا تذکرہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی زبان پاک سے ان کے بارے میں جو بشارتیں دی تھیں وہ سب کی سب پوری ہوئیں۔

امام بخاری اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ موتہ کیلئے جب لشکر اسلام کو روانہ کیا گیا تو حضور ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اس لشکر کا سپہ سالار بنایا اور اسلام کا پرچم ان کو عطا فرمایا۔ معاف فرمایا اگر زید شہید ہو جائے تو پھر حضرت جعفر بن ابی طالب اس لشکر کے سپہ سالار اور عمیرہ دار ہوں گے اور اگر جعفر بھی شہید ہو جائے تو پھر عبد اللہ بن رواحہ لشکر کا سپہ سالار اور علمبردار ہوگا۔ اس وقت ایک یہودی جس کا نام نعمان بن رھطی تھا، وہ لوگوں کے ساتھ وہاں کھڑا تھا، اس نے جب حضور کے ارشادات سنے تو اس نے کہا یا ما القاسم اگر آپ نبی ہیں تو جن لوگوں کے آپ نے نام لئے ہیں وہ سب کے سب شہید ہو جائیں گے کیونکہ نبی اسرائیل کے انبیاء اس طرح بعض مجاہدین کی تائید کی کرتے تھے تو وہ سب شہید ہوتے تھے۔ پھر اس یہودی نے حضرت زید کو کہا اب جو وصیت کرنا ہے وہ کر لے پھر تجھے حضور کی بارگاہ میں حاضری کی سعادت نصیب نہیں ہوگی۔

امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ غزوہ موتہ میں میں شریک تھا۔ وہاں دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ہر قسم کے اسلحہ کی ان کے ہاں فراوانی تھی۔ سواری کیلئے جانور بھی بے حد بے حساب تھے۔ ان کے سپاہیوں نے دیباچ اور ریشم کے لباس پہنے ہوئے تھے۔ ان کے جرنیلوں نے سونے کے زیور پہنے تھے۔ میری آنکھیں اس چمک دمک کو دیکھ کر چندھیا گئیں۔ میری اس حالت کو دیکھ کر ثابت بن ارقم نے مجھے کہا اے ابو ہریرہ! تجھے کیا ہو گیا لشکر کثیر دیکھ کر تو خوفزدہ ہو گیا ہے لیکن تو نے غزوہ بدر میں ہمارے ساتھ شرکت نہیں کی تھی یاد رکھو **إِنَّا لَكُم مِّنْصَرٍ بِأَلَكُمُورًا** تعداد کی کثرت کی بنا پر ہمیں فتح و کامرانی نہیں نصیب ہوئی۔ حضرت یعلیٰ بن مہ غزوہ موتہ میں شرکت کر کے حضور کو حالات سے آگاہ کرنے کیلئے مدینہ طیبہ واپس آئے اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے حضور نے انہیں فرمایا۔ **إِنِّي شِئْتُ فَأَخْبَرْتَنِي وَإِنِّي شِئْتُ فَأَخْبَرْتَنِي** ”اگر تمہاری مرضی ہے تو وہاں کی جنگ کی تفصیلات تم بیان کرو اور اگر تمہاری مرضی ہے تو میں بتاتا ہوں۔“

انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ ارشاد فرمائیں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے جو واقعات

وہاں رو پڑیر ہوئے تھے تفصیل سے بیان کر دیئے۔ حضرت علیؓ سن کر حیران ہو گئے اور عرض کرنے لگے۔

وَالَّذِي بَعَثْتَ بِالْحَقِّ مَا تَوَكَّلْتُ مِنْ حَيْثُ هُمْ حَقًّا لَّتَذْكُرَهُ (1)
 "اس ذات پاک کی قسم! جس نے حضور کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے جنگ کے حالات میں سے آپ نے ایک حرف بھی نہیں چھوڑ۔"

در حقیقت وہاں وہی حالات ظہور پذیر ہوئے جن کو حضور نے بیان فرمایا۔
 لشکر کے روانہ ہونے کے چند روز بعد سرور عالم ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور اعلان عام کے معروف الفاظ کے ساتھ اعلان کرنے کا حکم دیا۔

الضَّوَّةُ جَامِعَةُ الضَّوَّةُ جَامِعَةُ

یہ اعلان سن کر مسلمان اپنے آقا کے ارشادات سننے کیسے مسجد نبوی میں جمع ہو گئے۔
 فرمایا میں تمہیں لشکر کے حالات بتانا چاہتا ہوں۔ یہ لشکر یہاں سے روانہ ہو کر جب دشمن کے علاقہ میں پہنچی تو دونوں لشکروں کے درمیان سخت جنگ ہوئی۔ پہلے زید بن حارثہ نے جام شہادت نوش کیا پھر اس جھنڈے کو گرنے سے پہلے حضرت جعفر نے قہم لیا اور دشمن پر سخت حملہ کیا یہاں تک کہ انہوں نے بھی جام شہادت نوش کیا۔ پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے آگے بڑھ کر جھنڈا قہم کیا یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر خالد بن ولید نے آگے بڑھ کر جھنڈے کو پکڑ لیا۔ یہ بیان کرتے ہوئے حضور ﷺ نے اپنے جرنیل کیلئے دعا فرماتے ہوئے عرض کی۔

اللَّهُمَّ إِنَّهُ سَيُفَكُّ مِنْ سَيِّوْفِكَ وَأَنْتَ تَنْصُرُ

"اے اللہ یہ تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے، اس کی مدد کرنا تیرا کام ہے۔"

اس دن سے حضرت خالد کو سیف اللہ کہا جانے لگا۔

اور جب خالد کی قیادت میں مجاہدین اسلام نے دشمن سے جنگ شروع کی تو رحمت عالم نے فرمایا اَلْآنَ حَيَّيْ الْوُطَيْسُ اب جنگ کی بھٹی بھڑکی ہے۔
 ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو جب اپنے جرنیلوں کی شہادت کی خبر

ہی تو حضور پہلے بہت غمزہ ہوئے پھر تبسم فرمایا۔ صحابہ نے وجہ پوچھی، فرمایا پہلے تو مجھے اپنے صحابہ کے قتل پر بیدار نہ ہوا تھا لیکن اب میں نے انہیں دیکھا ہے جنت میں وہ ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھے ہیں۔ میں نے حضرت جعفر کو دیکھا کہ ان کے دو بازو ہیں جو خون آلود ہیں۔ ان کے جسم کا اگلا حصہ بھی خون آلود ہے، تو اپنے صحابہ کو یوں اللہ کی نعمتوں میں دیکھ کر میں نے تبسم فرمایا ہے۔

حاکم مستدرک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

ایک روز رحمت عالم ﷺ تشریف فرما تھے۔ حضرت جعفر بن زوہر محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس بھی قریب بیٹھی تھیں۔ اچانک حضور نے فرمایا علیکم السلام۔ پھر حضرت اسماء کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا یہ ہیں جعفر۔ حضرات جب کیل، میکائل اور اسرافیل بھی ان کے ساتھ ہیں۔ انہوں نے ہمیں سلام کہا ہے اس لئے میں نے ان کو جواب دیا ہے۔ اے ساء تم بھی انہیں سلام کا جواب دو۔

حضرت جعفر نے مجھے بتایا ہے کہ جب مشرکین کے ساتھ میرا آمنہ سامن ہوا تو میں نے خوب داد شجاعت دی اور میرے جسم کے اگلے حصہ پر تیروں، نیزوں اور تلواروں کے تہتر زخم آئے۔ میں نے اپنے دائیں ہاتھ میں جھنڈا پھڑل جب دو کٹ گیا تو میں نے اپنے بائیں ہاتھ میں جھنڈا اٹھام لیا۔ جب وہ بھی کٹ گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں ہاتھوں کے بدلے دو پر عطا فرمائے ہیں جن کے ساتھ میں ان جلیل القدر ملائکہ کے ساتھ محو پرواز رہتا ہوں اور جنت میں جہاں چاہتا ہوں جاتا ہوں اور جس پھل کو پسند کرتا ہوں وہ تناول کرتا ہوں۔

ابن اسحاق، ابن سعد، بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک روز سرور عالمیان ﷺ میرے ہاں تشریف لائے اور مجھے فرمایا کہ جعفر کے بیٹوں کو میرے پاس لے آؤ۔ میں لے کر آئی۔ حضور نے ان کو بوسے دیئے، ان کو سونگھا، یہاں تک کہ حضور کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ حضور کیوں رو رہے ہیں، کیا جعفر اور ان کے دوستوں کی کوئی خبر آگئی ہے؟ فرمایا ہاں آج وہ تینوں شہید ہو گئے ہیں۔ حضور نے فرمایا اسماء میں تمہیں خوشخبری نہ سناؤں۔

أَلَا بُشِّرُكَ أَنَّ اللَّهَ جَعَلَ لْجَعْفَرِ بْنِ جَنَاحٍ يَطِيرُ بِهِمَا

فی الجنة

اللہ تعالیٰ نے جعفر کو دو پر عطا فرمائے جن سے وہ جنت میں پروز مرت ہیں۔
حاکم، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔
میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے جعفر کو دیکھا مائند کے ساتھ ٹھوپہ دار تہ۔
حضرت حمزہ ایک پٹنگ پر تکیہ لگا کر بیٹھے ہیں۔

دار قطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ہم غلام اپنے تاقی
معیت میں جا رہے تھے۔ رحمت عالم ﷺ نے اپنا مبارک تہا کی طرف بند کیا۔
فرمایا وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ لَوْ كُنَّا نَعْرِضُكَ لَإِلَهِكَ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ
کس کو آپ نے جواب دیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا بھی میرے پاس سے جعفر بن ابی
طالب گزرے ہیں، ان کے ساتھ فرشتوں کا ایک جم غفیر تھا۔ انہوں نے مجھے سلام کیا جس
کا میں نے جواب دیا۔

ابن سعد نے محمد بن عمر بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے جعفر کو فرشتوں کی طرح جنت میں اڑتے ہوا
دیکھا ہے۔ ان کا اگلا حصہ خون سے ست پت ہے۔ پھر میں نے زید کو دیکھا ان کا درجہ چھتم
معلوم ہوا۔ میں نے کہا کہ میرا یہ خیال نہیں تھا کہ زید کا درجہ حضرت جعفر سے کم ہے۔
فوراً جبرئیل امین میرے پاس آئے اور کہا بیشک زید جعفر سے کم نہیں لیکن ہم نے حضرت
جعفر کو اس لئے فضیلت دی ہے کہ وہ حضور کا رشتہ دار سے لِكُنَّا فَضَّلْنَا جَعْفَرًا لِقَرَابَتِهِ
هَذَاكَ (1)

امام بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جس روز
نبی شہی بادشاہ حبشہ نے اپنے ملک میں وفات پائی تو رحمت عالم ﷺ نے مدینہ طیبہ میں اپنے
صحابہ کرام کو اس کی موت کی اطلاع دی پھر جنازہ گاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ رحمت عالم
ﷺ نے اس کی نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور صحابہ کرام نے صفیں باندھ کر اپنے تاقی
اقتداء میں اس کے لئے نماز جنازہ ادا کی۔

حضرت عباس اور اخبار بالغیب

ابن اسحاق سے مروی ہے۔

نبی مکرم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں ایسے ارشادات فرمائے جن کا تعلق اخبار بالغیب سے ہے چند حوالے درج ذیل ہیں۔

جنگ بدر میں جن کفار کو جنگی قیدی بنایا گیا تھا ان میں حضرت عباس بھی تھے۔ سب لوگوں سے فدیہ وصول کر کے انہیں آزاد کر دیا گیا۔ جب حضرت عباس کو فدیہ ادا کرنے کیلئے کہا گیا تو انہوں نے کہا مَا عِنْدِي مَا أَفْتَدِي بِهِ میرے پاس تو کچھ نہیں ہے جس سے فدیہ ادا کروں۔ حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔ تم فقر و افلاس کا اظہار کر رہے ہو۔

أَيُّ الْمَالِ الَّذِي دَفَنْتَهُ أَمْتٌ دَأْمًا فَضِّلٌ؟

”وہ مال کہاں گیا جو تو نے اور ام فضل نے زمین میں دفن کیا تھا۔“

اور تم نے اپنی بیوی ام فضل کو کہا تھا کہ اگر میں اس جنگ میں قتل ہو جاؤں تو یہ مال میرے بیٹوں فضل اور قثم کو دیتا۔

حضرت عباس کی آنکھوں سے غفلت کے پردے اٹھ گئے اور عرض کی اب مجھے یقین آ گیا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ جو بات میں نے بڑی رازداری سے رات کی تاریکی میں اپنی رفیقہ حیات سے کہی تھی وہ مدینہ میں بیٹھے آپ نے سنی اور دیکھا بھی۔ حضرت عباس کے الفاظ ہیں۔

وَاللّٰهُ إِنِّي لَا أَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ. وَاللّٰهُ إِنِّ هَذَا شَيْءٌ

مَا عَلِمَهُ أَحَدٌ غَيْرِي وَعَزِيزُ أَمْرِ فَضِّلٍ

”بخدا مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں بخدا جس بات کا

آپ نے ذکر کیا ہے میرے بغیر اور ام الفضل کے بغیر اور کسی کو معلوم

نہیں تھی۔“

محدث ابو نعیم نے حضرت ابن عباس کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے مجھے بتایا کہ ان کی والدہ ام الفضل نے یہ بات بتائی کہ حضور ﷺ حجر میں بیٹھے تھے، میں حضور کے پاس سے گزری۔ حضور نے فرمایا تیرے شکم میں بیٹا ہے جب تو اسے

جنے تو اسے لے کر میرے پاس آنا۔ حضرت ام فضل فرماتی ہیں جب میرے باپ بیٹا پیدا ہوا تو میں لے کر اسے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ حضور نے اس کے دائیں کان میں اذان دی، بائیں میں کبیر کہی اور اپنی لعاب دہن سے اسے گھٹی ڈالی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ پھر فرمایا **يَا أَيُّهَا الْخَلَفَاءُ** اب اس خلف کے باپ کو لے جاؤ۔ آپ کہتی ہیں میں نے اپنے شوہر حضرت عباس کو بتایا، جو حضور نے فرمایا تھا۔ حضرت عباس ہار گاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ام الفضل نے مجھے یہ بات بتائی ہے۔ حضور نے فرمایا بیشک تمہارا یہ بیٹا کئی غلیفوں کا باپ ہو گا۔ ان کی نسل میں جو خلفاء پیدا ہوئے تھے ان میں سے چند کے نام بھی بتائے سفاح، مہدی وغیرہ۔

حضرت عبداللہ بن عباس اور اخبار بالغیب

امام بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت عباس بن عبدالمطلب سے روایت کیا کہ نبیوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ جب وہ حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضور کسی آدمی کے ساتھ گفتگو کر رہے ہیں اس لئے آپ نے قطع کلامی مناسب نہ سمجھی اور واپس آگئے۔ اس کے بعد حضرت عباس کی ملاقات سرور کائنات سے ہوئی۔ حضرت عباس نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے اپنے بیٹے کو حضور کی خدمت میں بھیجا۔ اس وقت حضور کے پاس کوئی آدمی بیٹھا تھا اس سے وہ گزارش نہ کر سکے اور واپس آگئے۔ حضور نے پوچھا کیا اس نے اس شخص کو دیکھا تھا۔ عرض کی بیشک دیکھا تھا۔ حضور نے فرمایا وہ شخص جس کے ساتھ میں گفتگو کر رہا تھا وہ جبریل تھے در آپ کا بیٹا اس وقت تک وفات نہیں پائے گا جب تک اس کی بیٹائی ضائع نہ ہو جائے۔ آپ کے بیٹے کو علم عطا کیا جائے گا۔ ابو نعیم، حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا میں حضور ﷺ کے پاس سے گزرا۔ میں نے سفید کپڑے پہنے تھے اس وقت حضور وحید کبھی سے مصروف گفتگو تھے۔ در حقیقت وہ جبریل تھے لیکن میں نہیں جانتا تھا اس سے میں نے ان کو سلام نہ دیا۔ جب ابن عباس پاس سے گزر گئے تو حضرت جبریل نے عرض کی یا رسول اللہ انہوں نے کتنے سفید شفاف کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ اگر ان کی زندگی ہوئی تو ان کی اولاد حکمران بنے گی۔ اگر مجھے سلام دیتے تو میں ان کو سلام کا جواب ضرور دیتا۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں اس کے بعد میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور نے فرمایا کہ تو نے اس روز سلام کیوں نہیں کیا۔ انہوں نے عرض کی میں نے دیکھا حضور دُجیہ کے ساتھ مصروف گفتگو ہیں، میں نے مناسب نہ سمجھا کہ مداخلت کروں۔ حضور نے پوچھا کیا تم نے اس کو دیکھا تھا؟ عرض کی بیشک حضور نے فرمایا وہ جبرئیل تھے تمہاری بیٹائی ختم ہو جائے گی اور تمہاری وفات سے پہلے تمہاری بیٹائی لوٹ آئے گی۔

حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ جب ابن عباس کا انتقال ہوا اور آپ کو چارپائی پر رکھا گیا تو ایک سفید رنگ کا پرندہ آپ کے کفن میں گھس گیا اور پھر نہیں دیکھا گیا، عکرمہ بولے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بشارت تھی۔ جب آپ کو لحد میں رکھا گیا تو آپ نے یہ آیت پڑھی جس کو تمام لوگوں نے سنا جو قبر کے پاس موجود تھے۔ (1)

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً

مَرْضِيَّةً ۖ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۖ وَادْخُلِي جَنَّاتٍ

(2) ”اے نفس مطمئن واپس چلو اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس

سے راضی (اور) وہ تجھ سے راضی۔ پس شامل ہو جاؤ میرے (خاص)

بندوں میں اور داخل ہو جاؤ میری جنت میں۔“

اس سلسلہ میں جو ارشادات نبی کریم نے فرمائے تھے وہ سب پورے ہوئے۔ حضرت ام الفضل کے شکم سے جو فرزند تولد ہوئے ان کا نام حضور نے عبد اللہ رکھا۔ ان کی اولاد سے خلافت عباسیہ کے خلفاء ظاہر ہوئے جنہوں نے سینکڑوں سال حکمرانی کی۔ اسی طرح وفات سے پہلے حضرت ابن عباس کی بیٹائی جاتی ربی اور لحد میں رکھنے کے بعد جو آیت آپ نے تلاوت کی اس کے کئی گواہ ہیں انہوں نے خود اپنے کانوں سے اس کی تلاوت کو سنا۔

نوفل بن حارث اور اخبار بالغیب

ابن سعد نے طبقات میں اور بیہقی نے دلائل میں عبد اللہ بن نوفل بن حارث سے روایت کیا کہ غزوہ بدر میں نوفل جنگی قیدی بنائے گئے۔ رسول رحمت ﷺ نے انہیں فرمایا نوفل اپنا فدیہ ادا کرو۔ نوفل نے عرض کی میرے پاس تو پھوٹی کوڑی بھی نہیں کہ فدیہ ادا

کروں۔ رحمت عالم نے فرمایا اس مال سے فدیہ ادا کر جو تو نے جدہ میں چھپا کر رکھا ہوا ہے، یہ سن کر نوفل کی زبان سے بے اختیار نکل۔ اَشْهَدُ اَنْكَ رَسُولُ اللّٰهِ "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔" پھر فدیہ ادا کیا۔

عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام بخاری و مسلم نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے اور امام مسلم نے حضرت ام سلمہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمار کو فرمایا تَقْتُلُكَ الْفِتْنَةُ الْبَاغِيَّةُ تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا۔

حافظ سیوطی نے اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ متواتر ہے اور دس پندرہ صحابہ نے اس کی روایت کی ہے۔ امام بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت عمار کی کنیز سے یہ سننا، ایک دفعہ حضرت عمار شدید بیمار ہو گئے آپ پر غشی طاری ہو گئی کچھ دیر کے بعد افاقہ محسوس ہوا دیکھا ان کے ارد گرد بیٹھنے والے رو رہے ہیں۔ آپ نے نہیں فرمایا کیا تمہیں اندیشہ ہوا کہ میں اپنے بستر پر مروں گا۔

اَخْبَرَنِي حَبِيبُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَنَّ تَقْتُلُنِي الْفِتْنَةُ الْبَاغِيَّةُ

"مجھے میرے حبیب رسول اللہ ﷺ نے بتایا تھا کہ مجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا اور اس دنیا میں آخری گھونٹ دودھ کا پیوں گا۔"

جنگ صفین کے روز آپ کو دودھ پیش کیا گیا تو دودھ کو دیکھ کر ہنسنے لگے۔ پوچھا گیا آپ کیوں ہنسنے ہیں؟ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مجھے بتایا تھا کہ آخری گھونٹ جو تو پئے گا وہ دودھ کا گھونٹ ہوگا۔ پھر میدان جنگ میں گھس گئے اور وہیں شہید ہوئے۔

ابن سعد حضرت ہذیل سے روایت کرتے ہیں ایک روز حضور ﷺ تشریف لائے۔ عرض کی گئی عمار پر تو دیوار گری ہے اور وہ مر گیا ہے۔ حضور نے فرمایا هَاتَا مَاتَ عَمْرًا عمار نہیں مرا۔

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حاکم اور بیعتی حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں ایک روز رسول اللہ ﷺ نے بتایا مجھے وہ مقام دکھایا گیا ہے جو میری ہجرت گاہ ہوگا۔ ایک شوریلا میدان ہے اس کے دونوں طرف چلے ہوئے پتھروں کی زمین ہے۔ یا تو یہ جگہ حجر میں ہے یا یثرب میں۔ چنانچہ رحمت عالم ﷺ صدیق اکبر کو ہمراہ لے کر مکہ سے روانہ ہوئے۔ میرا بھی ارادہ تھا کہ میں بھی حضور کے ہمراہ چلا جاؤں لیکن قریش کے چند نوجوانوں کو پتہ چلا تو انہوں نے مجھے جانے سے روک دیا۔ میں ساری رات جاگتا رہا۔ وہ تھک کر سو گئے اور میں یثرب کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں کافی دور نکل گیا۔ ان لوگوں کی آنکھ کھلی، میرے تعاقب میں دوڑے، جب پھر انہوں نے مجھے پکڑ لیا تو میں نے انہیں کہا اگر میں سونے کی چند ڈسیاں تمہیں دوں تو کیا مجھے جانے کی اجازت دو گے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ میں انہیں لے کر واپس آیا، جہاں سونے کی ڈسیاں زمین میں چھپا کر رکھی تھیں انہیں نکالا اور ان کو دے دیں پھر میں مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوا۔

صہیب رومی ان خوش نصیبوں میں سے ہیں جن کا شمار سابقین اولین میں ہوتا ہے۔ مکہ میں آکر انہوں نے کاروبار شروع کیا۔ کاروباری امور میں مہارت کے باعث انہوں نے بہت جلد ترقی کی منزلیں طے کیں اور مکہ کی منڈی میں وہ ملک التجار (تاجروں کے بادشاہ) کے لقب سے یاد کئے جانے لگے۔ رحمت عالم ﷺ نے جب تبلیغ اسلام کا آغاز کیا تو ابتدائی سالوں میں ہی انہوں نے اسلام قبول کیا اور محبوب رب العالمین کی غلامی کو اختیار کر لیا۔ نبی کریم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو اگرچہ مسجد حرام، کعبہ مقدسہ، حجر اسود، چاہ زمزم، صفا، مروہ تمام شعار الہی یہیں موجود تھے لیکن ایک ذات پاک مصطفیٰ ﷺ کے یہاں سے چلے جانے سے اہل عشق و محبت کیلئے مکہ کی ساری فضا خزاں زدہ معلوم ہونے لگی اور ایک ایک کر کے بستگان فراق عشق مصطفویٰ مکہ کے باہر کت شہر کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ روانہ ہونے لگے۔ حضرت صہیب کا کاروبار بہت پھیلا ہوا تھا انہوں نے بھی اپنے کاروبار کو سمیٹنا شروع کیا اور چند منتخب اشیاء اپنے ایک صندوق میں بند کیں اور عازم دیار جاناں ہو گئے۔ ابھی مکہ سے نکلے نہیں تھے کہ قریش کے نوجوانوں نے انہیں گھیر لیا اور

انہیں کہا صہیب تمہیں علم ہے جب تم یہاں آئے تھے تو تم مفلس و قلاش تھے، یہ ساری دولت تم نے یہاں سے کٹی ہے۔ اگر آپ یہاں رہیں تو ہم آپ سے کوئی تعرض نہیں کریں گے اور اگر آپ یہ کہیں کہ میں ضرور میثرب جاؤں گا تو کان کھول کر سن لو یہاں سے ایک درہم بھی تمہیں لے جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ آپ نے اپنے دل کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا بتاؤ۔ تمہارا فیصلہ کیا ہے۔ ایک طرف مال و دولت کے انبار ہیں اور دوسری طرف بارگاہ محبوب میں حاضری ہے، ان میں سے تمہیں ایک چیز پسند کرنا ہوگی۔ تو دل نے جواب دیا کہ میں اپنا سب کچھ اپنے محبوب کی ایک جھلک پر قربان کر دوں گا لیکن جدائی کے یہ صدمے مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ آپ نے اونٹ پر لد اہوا قیمتی سامان سب کچھ ان کے حوالے کر دیا اور پیدل مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ دس گیارہ روز پاپیادہ سفر کرنے کے بعد مدینہ طیبہ میں پہنچے تو پاؤں چھالوں سے زخمی تھے، بال بکھرے ہوئے تھے اور لباس پسینہ اور گرد سے سخت میلا ہو چکا تھا۔ اس حالت میں جب مہاجرین نے آپ کو دیکھا تو ششدر ہو کر رہ گئے۔ صہیب تم اور یہ حال۔ آپ نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ بارگاہ رسالت میں صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صہیب آگیا ہے۔ سرور عام ﷺ نے ان کی آمد پر خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ جب وہ مکہ سے روانہ ہوئے تو کفار نے ان کا سارا مال و متاع ان سے چھین لیا ہے صرف تین کپڑے جو ان کے بدن پر تھے وہ رہنے دیئے اب ان کی حالت بڑی خستہ اور پریشان کن ہے۔ اس قدر دان اور بندہ نواز نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا قَدْ دَبِحَتْ صَفْقَةُ صَهَيْبٍ ”صہیب نے جو سودا کیا ہے یہ بڑا نفع بخش ہے۔ دنیا کے مال و متاع کے عوض اس نے اپنے رب کی رضا حاصل کر لی ہے۔ اس سے زیادہ خوش نصیب اور کون ہو سکتا ہے۔ (1)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بہیقی اور ابو نعیم حضرت ابوالدرداء سے روایت کرتے ہیں، میں نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے اطلاع ملی ہے کہ حضور نے فرمایا ہے کچھ لوگ ایمان لانے کے بعد پھر مرتد ہو جائیں گے۔ حضور نے فرمایا بیشک، لیکن تو ان میں سے نہیں ہے۔ چنانچہ آپ کا انتقال

حضرت عثمان کی شہادت سے پہلے ہو گیا۔

طیالسی نے ابن ابی حبیب سے روایت کیا ہے کہ دو آدمی حضرت ابوالدرداء کے پاس آئے۔ وہ ایک بالشت زمین میں ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑ رہے تھے۔ حضرت ابوالدرداء نے کہا مجھے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا اگر تم ایسی زمین میں ہو جہاں دو آدمی ایک بالشت زمین کے بارے میں جھگڑتے ہوئے تمہارے پاس آئیں تو فوراً اس جگہ سے نقل مکانی کر جانا۔ چنانچہ آپ وہاں سے ہجرت کر کے شام چلے گئے۔

مروی ہے ابوالدرداء مسلمان ہونے سے پہلے ایک بت کی پوجا کیا کرتے تھے۔ ایک روز عبداللہ بن رواحہ اور محمد بن مسلمہ ان کے گھر گئے اور اس بت کو توڑ دیا۔ ابوالدرداء جب واپس آئے اور انہوں نے اپنے معبود کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھا تو اسے کہنے لگے و بھٹ ہلا دفعت عن معصن تیرا خانہ خراب ہو تو اپنا بچاؤ بھی نہ کر سکا۔ اسی وقت وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے کیلئے چل پڑے۔ راستہ میں ابن رواحہ نے ابوالدرداء کو دیکھا تو انہوں نے اپنے ساتھی کو کہا ہم نے اس کے بت کو توڑ دیا ہے یہ ہمارے تعاقب میں آرہا ہے تاکہ ہمیں پکڑ لے۔ سرور عالم ﷺ نے فرمایا یہ تمہیں پکڑنے کیلئے نہیں آرہا بلکہ یہ تو اسلام قبول کرنے کیلئے آرہا ہے کیونکہ میرے رب نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا تھا کہ ابوالدرداء مشرف باسلام ہوگا، چنانچہ وہ بارگاہ نبوت میں پہنچے اور اسلام قبول کیا۔ (1)

ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جب قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ الْاِیَّہ تو حضرت ثابت بن قیس پر گویا بجلی گری جس نے ان کو بے چین کر دیا۔ ان کی آواز قدرتی طور پر اونچی تھی، اس اندیشہ سے کہ میں بھی اسی آیت کا کہیں مصداق نہ ہوں اور ایسا نہ ہو کہ میرے سارے اعمال ضائع ہو جائیں، آپ پر کوہ الم ٹوٹ پڑا۔ گھر چلے گئے، ایک کمرے میں داخل ہوئے اور اندر سے کنڈی لگالی۔ انہیں دن رات رونے سے کام تھا۔ کھانا پینا سونا سب ترک کر دیا اور ہر وقت روتے رہتے اور نماز بھی اس کمرے میں ادا کرتے۔ تین دن تک مسجد نبوی میں حاضر نہ ہوئے تو سرکارِ دو عالم ﷺ نے دریافت کیا ثابت بن قیس کہاں ہے؟ عرض کی گئی یا رسول اللہ جس روز سے یہ آیت نازل ہوئی ہے اس وقت سے اپنے

آپ کو ایک کمرے میں بند کر رکھا ہے نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے صرف رونے سے کام ہے۔
رحمت عالم ﷺ نے آدمی بھیج کر انہیں اپنے پاس بلایا اور فرمایا۔

يَا ثَابِتُ اَلَا تَرَوْنِي اَنْ يَّعِيْشَ حَمِيْدًا وَّلَقُتْ لَّ شَهِيدًا
تَدْخُلُ الْجَنَّةَ؟ بَلَى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

”کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تم عزت و آبرو سے زندگی بسر
کرو تمہیں شہادت کا شرف بخشا جائے اور تم قیامت کے دن جنت میں
داخل ہو۔“

عرض کی یار رسول اللہ میں اپنے رب کی ان عطاؤں پر بڑا خوش ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا
اس واقعہ کے بعد جتنی مدت اس دار فانی میں بسر کی وگ ان کی بڑی عزت و تکریم کیا کرتے
اور جب اس عالم فانی سے کوچ کا وقت آیا تو مسیلہ کذاب کے شکر سے جہد کرتے ہوئے
شہادت کا جام نصیب ہوا۔ اور یقیناً اسی طرح روز قیامت اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں علی ترین
مقام عطا فرمائے گا۔

جو واقعات بعد میں آنے والے تھے نبی کریم نے پہلے ہی ان سے باخبر کر دیا۔

زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

امام بیہقی نے حضرت زید بن ارقم کی حدیث نقل کی ہے ایک دفعہ بیمار ہو گئے۔ نبی
رحمت ﷺ ان کی بیمار پرسی کیلئے ان کے گھر تشریف لے گئے۔ وہ زندگی سے مایوس ہو چکے
تھے۔ حضور نے فرمایا۔

اس بیماری سے تم صحت یاب ہو جاؤ گے، اس کی فکر مت کرو لیکن یہ بتاؤ کہ میرے بعد
تم زندہ رہو گے اور تمہاری بینائی جاتی رہے گی تو اس وقت تمہارا رویہ کیا ہوگا؟ آپ نے
عرض کی یار رسول اللہ اس وقت صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑوں گا اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کا
امیدوار رہوں گا۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا اِذَا تَدْخُلُ الْجَنَّةَ يَغْيِرُ حَسَابٍ پھر تمہیں
حساب لئے بغیر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

سرور عالم کے انتقال کے بعد کافی عرصہ آپ زندہ رہے۔ بعد میں آپ کی بینائی جاتی
رہی اور آپ کی وفات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بینائی عطا فرمائی پھر آپ نے اس دنیا

سے انتقال کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے جن باتوں سے انہیں آگاہ کیا تھا ہر ایک اپنے اپنے وقت پر پوری ہوئی۔ اس بیماری سے شغلیاب ہوئے جس سے شغلیاب ہونے کی قطعاً امید نہ تھی۔

معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام احمد اور بیہقی نے عاصم بن حمید سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا والی بنا کر بھیجا۔ حضور ان کو الوداع کہنے کیلئے ان کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ اس اثناء میں انہیں وصیتیں فرمائیں۔ جب وصیتیں فرما چکے تو فرمایا اے معاذ! اب شاید تیری میری ملاقات نہ ہوگی، جب تم واپس آؤ گے تو تمہارا گزر میری مسجد شریف کے پاس سے اور میرے مزار پر انوار کے پاس سے ہوگا۔ حضرت معاذ جدائی کا یہ صدمہ نہ برداشت کر سکے اور رونا شروع کر دیا۔ جتہ الوداع کے موقع پر حضرت معاذ حضور کے ہمراہ حج ادا کرنے کیلئے گئے، وہاں سے رحمت عالم نے آپ کو یمن روانہ فرمایا۔ اس کے چند ماہ بعد اللہ کا محبوب اپنے رفیق اعلیٰ کے پاس چلا گیا۔

براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام ترمذی اور دیگر محدثین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ کتنے ایسے لوگ ہیں جو ضعیف اور کمزور ہیں اور پہننے کیلئے ان کے پاس صرف دو پرانی چادریں ہیں لیکن اللہ کے نزدیک ان کا درجہ اتنا بلند ہوتا ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کو قسم دیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کرتا ہے۔ انہیں مقربان بارگاہ الہی میں سے ایک براء بن عازب رضی اللہ عنہ ہیں۔

جب عہد فاروقی میں مجاہدین اسلام نے تسحر پر حملہ کیا تو دشمن کے لشکر کے دہاؤ کی وجہ سے مسلمان مجاہدین ادھر ادھر تتر بتر ہو گئے۔ مسلمانوں نے حضرت براء کو عرض کی اے براء! نبی کریم ﷺ نے تمہارے بارے میں یہ کہا ہے اگر تم اللہ تعالیٰ کو قسم دو تو اللہ تعالیٰ تمہاری قسم کو پورا کرے گا۔ ہم جس مصیبت میں مبتلا ہیں وہ تیرے سامنے ہے۔ اب اللہ کو قسم دو تاکہ ہماری اس خستہ حالی پر رحم فرمائے۔ انہوں نے اللہ کی جناب میں عرض کی۔ دشمنوں نے میدان جنگ سے رخ پھیر لیا اور پسپائی شروع کی۔ پھر مسلمانوں کے ساتھ ان کی جھڑپ ہوئی اس وقت پھر انہوں نے بہت سے مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔

پھر عرض کی گئی کہ اللہ تعالیٰ کو قسم دیجئے۔ عرض کی یا رب العالمین میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ ان دشمنان اسلام کو یہاں سے پسپا کر اور مجھے اپنے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ملا دے۔ چنانچہ مسلمانوں نے پھر اہل فارس کی فوج پر حملہ کیا اور ان کو شکست فاش دی اور حضرت ہرہ کو نعمت شہادت سے سرفراز فرمادیا گیا۔ یقیناً وہ اپنے محبوب کے قدموں میں پہنچ گئے۔

عمر و بن سالم الخزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

طبرانی نے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے آپ فرماتی ہیں۔ ایک رات حضور نے میرے حجرہ میں قیام فرمایا۔ صبح کا وقت ہوا، حضور بیدار ہوئے اور وضو کرنے کیلئے طہارت خانہ میں تشریف لے گئے۔ ابھی رات کا اندھیرا تھا۔ تین مرتبہ فرمایا سُنْتُ سُنْتُ سُنْتُ تین بار فرمایا نَصْرْتُ نَصْرْتُ نَصْرْتُ حضور جب طہارت خانہ سے باہر تشریف آئے تو حضرت میمونہ نے عرض کی یا رسول اللہ حضور جب طہارت خانہ میں تھے تو حضور نے تین بار سُنْتُ اور تین بار نَصْرْتُ کی تھانہ کہے۔ طہارت خانہ میں حضور کے ساتھ کوئی اور تھا جس کے ساتھ حضور ہم کلام تھے؟ حضور نے فرمایا بنی کعب کے راجز نے فریاد کی تھی میں اس فریاد کا جواب دے رہا تھا۔

جب حدیبیہ کی صلح ہوئی تھی تو رحمت عالم ﷺ نے تمام قبائل کو یہ جارت دی تھی کہ جس فریق کے ساتھ چاہیں اپنی دوستی کا معاہدہ کر لیں۔ چنانچہ بنی بکر نے قریش کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کیا اور خزاعہ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کیا۔ قریش نے بنی بکر کی امداد کی اور بنی خزاعہ پر حملہ کر دیا جن کا معاہدہ نبی کریم کے ساتھ تھا۔ قریش نے بنی خزاعہ پر حملہ کر کے اس معاہدہ کی صورت خلاف ورزی کی تھی گویا انہوں نے عہد شکنی کا ارتکاب کیا تھا۔ ان حالات میں حضور پر لازم ہو گیا تھا کہ وہ قریش کے ساتھ جنگ کریں جنہوں نے عہد شکنی کرتے ہوئے خزاعہ پر حملہ کیا تھا، ان کے بہت سے جوانوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔

اسی وقت عمر و بن سالم الخزاعی نے حضور ﷺ کو مدد کے سے پکارا تھا۔

جو فریاد عمرو بن سالم نے سینکڑوں میل دور اپنے علاقہ سے کی تھی اس کی فریاد کو حضور نے مدینہ طیبہ میں سنا اور اس کی امداد کا وعدہ فرمایا چنانچہ اللہ تعالیٰ کے محبوب نے ان کی مدد کا جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کرنے کیلئے تیاری شروع کی اور یہی ان کی عہد شکنی کا فتنہ مکرر کا پیش خیمہ ثابت ہوئی جس کی تفصیل آپ فتح مکہ کے ضمن میں پڑھ چکے ہیں۔

ابوسفیان بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بنی بکر نے جب بنو خزاعہ پر حملہ کیا تو قریش نے عہد شکنی کرتے ہوئے بنی بکر کی مدد کی، سب نے یکجا ہو کر بنی خزاعہ پر حملہ کیا اور ان کے بیسیوں افراد کو قتل کر دیا۔ ایک روز سرور عالم ﷺ نے اپنے صحابہ کو بتایا مجھے یوں معلوم ہو رہا ہے کہ ابوسفیان تمہارے پاس آئے گا اور درخواست کرے گا کہ اس معاہدہ کی تجدید کی جائے اور اس کی مدت میں اضافہ کیا جائے۔ پہلے معاہدہ میں دس سال مدت تھی اب اسے بڑھا کر پندرہ سال کر دیا جائے لیکن وہ ناکام واپس جائے گا۔

کچھ وقت گزرا تو حضور کے ارشاد کے مطابق ابوسفیان وہاں پہنچ گیا اور بڑی لج جت سے درخواست کی کہ ہم سے جو غلطی ہوئی ہے ہم اس کے لئے معذرت کرتے ہیں، مہربانی فرما کر اس معاہدہ کی تجدید فرمائیں اور اس کی مدت میں اضافہ کر دیں۔

سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس کی بات کا جواب ہی نہیں دیا پس وہ خائب و خاسر ہو کر واپس چلا گیا۔ ابو بکرؓ بیان کرتے ہیں جب لشکر اسلام فتح مکہ کیلئے روانہ ہوا تھا تو جب مر اسلم ان کے مقام پر پہنچا تو حضور نے فرمایا ابوسفیان کہیں جھاڑیوں میں چھپا ہو گا، اس کو پکڑ لو۔ ہم اس کی تلاش میں گئے۔ وہ ہمیں مل گیا اور ہم اس کو پکڑ کر حضور کی خدمت میں لائے۔

ابن سعد، بیہقی ابن عساکر رحمہم اللہ نے ابی اسحاق السبئی سے روایت کیا ہے کہ فتح مکہ کے بعد ابوسفیان بیٹھا تھا اور اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ کاش میں پھر لشکر جمع کر کے مسلمانوں پر حملہ کروں۔ ابھی وہ دل ہی دل میں یہ بات کہہ رہا تھا کہ اچانک اللہ کا پیارا نبی ﷺ ایف آیا۔ حضور نے اچانک اس کے کندھوں کے درمیان ماتھ مارا اور فرمایا: **إِذَا يُخْرِجُ**

اللہ اگر تم دوبارہ یہ حماقت کرو گے تو اللہ تعالیٰ حسب سابق پھر تمہیں ذلیل و رسوا کرے گا۔
ابوسفیان نے ہڑ بڑا کر اوپر دیکھا، نبی کریم ﷺ اس کے پاس کھڑے تھے اور یہ فرما رہے
تھے۔ کہنے لگا کہ مجھے اب یقین ہو گیا ہے اِنَّكَ نَبِيٌّ حَقٌّ کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔
میں نے یہ بات صرف دل میں کہی تھی اور آپ اس پر مطلع ہو گئے۔

نبیؐ، ابو نعیم اور ابن عساکر، سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔
اس رات جب مسلمان فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے اور رات کو تمام دُک
تجیر و تہنیل کرتے رہے۔ کبھی اللہ اکبر اور لآلہ الا اللہ کے کبھی لآلہ الا اللہ کے
نعرے گونجتے۔ مسلمان ساری رات طواف بیت اللہ شریف میں مصروف رہے۔ ابوسفیان
یہ سارے نعرے سن رہا تھا، اللہ اکبر اور لآلہ الا اللہ کے، اس نے اپنی بیوی ہند سے
ازراہ تعجب پوچھا اَتَرْنِیْ هٰذَا مِنْ اللّٰهِ كَمَا قَالَ "تیرا کیا خیال ہے یہ سارا انقلاب اللہ کی
طرف سے آیا ہے" جب صبح ہوئی تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو۔ سرکار نے
اسے دیکھتے ہی فرمایا تم نے ہند سے یہ بات کہی ہے اَتَرْنِیْ هٰذَا مِنْ اللّٰهِ سن میں تمہیں بتاتا
ہوں مَوْحِنَ اللّٰهِ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

ابوسفیان پھر حیران ہوا کہ جو بات میں نے اپنی بیوی سے بڑی تہائی میں کی تھی اس کو
حضور نے سن لیا۔ حضور کا یہ معجزہ دیکھ کر پھر اعتراف کیا شَهِدْتُ نُبْتَ اللّٰهِ وَرَسُولَهُ
میں گواہی دیتا ہوں آپ اللہ کے برگزیدہ بندے اور اس کے جلیل الشان رسول ہیں۔ یہ
بات میں نے ہند سے کہی تھی لیکن اللہ کے بغیر اور ہند کے بغیر کسی کو بھی اس کی خبر نہیں
تھی۔ آپ نے سن لی تو یہ اللہ نے آپ کو سنائی ہے۔ میں یقین سے کہتا ہوں آپ اللہ کے
سچے رسول ہیں۔

ابن سعد اور ابن عساکر نے عبد اللہ بن ابی بکر سے روایت کیا ہے ابوسفیان مسجد میں
بیٹھا تھا اور ازراہ حیرت اپنے دوستوں کو کہہ رہا تھا مَا اَدْرِیْ بِہٖ یَغْلِبُنَا مُحَمَّدٌ کہ میں آج
تک یہ نہیں سمجھ سکا کہ محمد (ﷺ) کس وجہ سے اور کس طاقت سے ہم پر غالب آتے

ہیں۔ ابھی یہ بات کر رہا تھا کہ سرور عالم ﷺ پہنچ گئے۔ حضور نے اس کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا **يَا لَللّٰهِ تَقْلِيْبُكَ** اللہ کی مدد سے ہم تم پر غالب آتے ہیں۔ پھر ابوسفیان یہ کہہ اٹھا۔ **اَشْهَدُ اَنْكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ** میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

کیونکہ ابوسفیان کے دل میں اسلام کی عداوت اور ہادی اسلام کے بارے میں بغض و عناد کے آتشکدے بھڑک رہے تھے، سرور عالم ﷺ نے اس کے ساتھ نرمی کا رویہ اختیار کیا اور بار بار اپنی شان نبوت کے اس کو جلوے دکھائے۔ پہلا معجزہ دیکھا، زبان نے ان کی صداقت کو تسلیم کیا، دوبارہ دیکھا تو پھر اس بغض میں کچھ کمی ہوئی اور بار بار اپنی شان نبوت کی جلوہ گریوں سے اس کے گندے اور آلودہ دل کو پاک صاف کر کے رکھ دیا، یہاں تک کہ وہ کامل ایمان کے ساتھ یہ اعلان کرنے پر مجبور ہوا۔ **اَشْهَدُ اَنْكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ** یہاں تک کہ اسلام اس کے دل میں راسخ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے محبوب کی محبت کی وہ شمع روشن ہوئی جسے کوئی طوفان بجھانہ سکا۔ یہی شخص جس نے اپنی ساری زندگی، سارے وسائل، سارا اثر و رسوخ اور سارا سرمایہ اسلام کو نیست و نابود کرنے کیلئے صرف کیا وہی ایک دن شمع اسلام کا پروانہ بن گیا۔ جب رحمت عالم ﷺ نے طائف پر لشکر کشی کی تو یہ بھی مجاہدین کے لشکر میں شریک تھا۔ اہل طائف نے جب تیروں کی بارش برسائی تو ایک تیر اس کی آنکھ پر لگا، آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل آیا، اس نے اسے ہاتھ میں پکڑ لیا اور دوڑتا ہوا بارگاہ نبی رحمت میں آکر عرض پرداز ہوا۔ حضور نے اسے فرمایا اگر تیری مرضی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے پہلی حالت سے بہتر بنا کر تجھے عطا فرمائے اور اگر تو اس سے بہتر جنت میں آنکھ لینا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ جنت میں ایسی آنکھ عطا فرمائے گا کہ کوئی آنکھ اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔ سرور عالم کی زبان اقدس سے یہ بات سنی تو آنکھ کا ڈھیلا جو اس کے ہاتھ میں تھا زمین پر پھینک دیا کہنے لگا **حَسْبُ مِنْهَا لِي** نجات اس سے بہتر آنکھ مجھے جنت میں عطا فرمائی جائے۔ اس کے بعد عہد فاروقی میں یرموک کی جنگ میں لشکر اسلام میں شامل ہو کر شریک جہاد ہوا۔ اس کی دوسری آنکھ اس دن ضائع ہو گئی اس کے باوجود وہ مجاہدین کو دلا شجاعت دینے پر براہِ بیعت کرتا اور یہ کہتا رہا۔

هَذَا يَوْمٌ قَدْ آتَاكَ اللَّهُ الْفَتْحَ وَأَدْنَىٰ اللَّهُ يَنْصُرُكَ
 (۱) ”یہ اللہ کے مخصوص دنوں میں سے ایک دن ہے۔ آج تم اللہ کے دین
 کی مدد کرو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔“

عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بن عساکر حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں۔
 حالت کفر میں، اسلام قبول کرنے سے پہلے ابو جہل سے بیٹے عکرمہ نے صحرانامی ایک
 انصاری کو شہید کیا تھا۔ یہ اطلاع حضور کو سنائی گئی۔ حضور یہ سن کر غصہ پڑے۔ انصار کو بڑی
 حیرت ہوئی۔ عرض کی یا رسول اللہ حضور کی قوم کے ایک آدمی نے ہمارے ایک آدمی کو
 قتل کر دیا اور حضور غصہ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس چیز کیسے نہیں جانتے لیکن میرے ہنسنے کی
 وجہ یہ تھی کہ

لَيْكُمُ قَتْلُهُ وَهُوَ مَعَهُ فِي دَرَجَةٍ أَوْ فِي الْجَنَّةِ

”اس شخص نے اس کو قتل کیا ہے جس کا درجہ جنت میں اس شہید کے
 برابر ہوگا۔“

پھر دنیا نے دیکھا کہ عکرمہ نے اسلام قبول کیا اور خلعت شہادت سے سرفراز کیا۔
 اس طرح دونوں اسلام کے شہید اور دونوں کا جنت میں درجہ یکساں۔
 نبی کریم کو یہ ساری باتیں معلوم تھیں کہ کیا ہوگا۔ حضور نے اس پر تعجب کا اظہار کیا
 کہ ایک جنتی دوسرے جنتی کو قتل کر رہا ہے۔ انصار کو اس راز پر کھانسی نہ تھی اس لئے نہیں
 رنج بھی ہوا اور افسوس بھی۔

عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عثمان بن طلحہ کہتے ہیں کہ ہجرت سے پہلے ایک روز مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ سے
 میری ملاقات ہوئی۔ حضور نے مجھے سدا قبول کرنے کی دعوت دی۔ میں نے کہا بڑی
 حیرت کی بات ہے کہ آپ مجھ سے یہ امید رکھتے ہیں کہ میں آپ کا تابعہ اور بن جاؤں
 حالانکہ آپ نے اپنی قوم کے دین کی مخالفت کی اور ایک نئے دین کو لے کر آئے ہو اس لئے

میں کسی قیمت پر آپ کا دین قبول نہیں کروں گا۔

عثمان کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ہم دو دن سوموار اور جمعرات کو کعبہ شریف کا دروازہ کھولا کرتے تھے ایک دن نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور ارادہ کیا کہ لوگوں کے ساتھ کعبہ کے اندر تشریف لے جائیں۔ مجھے بڑا غصہ آیا میں نے بڑے غصے سے چند سخت باتیں آپ کے ساتھ کیں اور کچھ گستاخیوں کا ارتکاب کیا لیکن حضور کے حلم کے سمندر میں کوئی لہر نہ اٹھی۔ حضور نے بڑے صبر و بردباری کے ساتھ میرے اس جبر نہ سرائی کو سنا۔ پھر حضور نے مجھے فرمایا۔

لَعَلَّكَ سَتَرِي هَذَا الْبِفَتْاحِ يَوْمًا يَبِيدِي أَصْنَعُ حَيْثُ شِئْتُ
 ”اے عثمان! عنقریب تو دیکھے گا یہ چابی میرے ہاتھ میں ہوگی جس کو
 چاہوں گا عطا فرماؤں گا۔“

میں سراپا حیرت بن کر بولا۔ لَعَلَّكَ هَلَكْتَ قُرَيْشٌ يَوْمَئِذٍ وَذَلِكَ جِسْ اَنْتَابِ كِ
 آپ بات کر رہے ہیں کیا اس دن قریش خاک میں مل جائیں گے اور انکے جاہ و جلال کا
 آفتاب غروب ہو چکا ہوگا؟ حضور نے فرمایا نہیں جس دن چابی میرے ہاتھ میں ہوگی وہ
 قریش کی خوشحالی اور عزت و سرفرازی کا دن ہوگا۔ اتنی بات ہوئی، حضور کعبہ کے اندر چلے
 گئے لیکن حضور کی یہ باتیں میرے دل میں پیوست ہو کر رہ گئیں۔ میں نے یہ خیال کیا کہ جو
 کچھ ان کی زبان سے نکلا ایسے ضرور ہو کر رہے گا چنانچہ میں نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ کر
 لیا لیکن جب میری قوم کو میرے ارادہ کا علم ہوا تو انہوں نے طعن و تشنیع کے تیروں کی مجھ
 پر بھر مار کر دی۔ مجھے سب و شتم کی۔ مجھے دھمکیاں دیں چنانچہ مجھے اپنا ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔
 جس روز مکہ فتح ہوا حضور نے مجھے یاد فرمایا حاضر ہوا مجھے حکم دیا جاؤ چابی لے آؤ۔ گھر گیا
 کعبہ شریف کی چابی لے آیا اور بڑے ادب و احترام سے حضور کی خدمت میں پیش کر دی۔
 چابی حضرت نے لے لی پھر حضور نے وہ چابی مجھے عطا فرمائی اور ساتھ فرمایا۔

خُذْهَا خَالِدَةً تِلْكَ لَا يَنْزِعُهَا مِنْكَ إِلَّا ظَالِمٌ

”یہ چابی لے لو اور میں تمہیں یہ چابی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دے رہا ہوں کوئی

شخص تم سے یہ چابی نہیں لے گا جو لے گا وہ ظالم ہوگا۔“

جب میں چابی لے کر واپس لوٹا تو حضور نے پھر مجھے آواز دی اور میں لوٹ کر واپس آیا۔

حضور نے فرمایا ہجرت سے پہلے جو بات میں نے تمہیں کہی تھی وہ پوری ہو گئی یا نہیں۔ میں نے تمہیں کہا تھا تو دیکھے گا ایک روز یہ چاہی میرے پاس ہوگی اور جس کو چاہوں گا ملے کروں گا۔ عثمان کو اب یارائے ضبط نہ رہا بندہ آواز سے کہنے لگا اَشْهَدُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ میں کو اسی دیتا ہوں بیشک آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

شیبہ بن عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن سعد، ابن عساکر اور دیگر محدثین نے اپنی کتب حدیث میں عبد الملک بن حید سے روایت کیا ہے شیبہ بن عثمان اپنے ایمان لانے کا واقعہ خوب بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا جس سال مکہ فتح ہوا اور رسول اللہ ﷺ بزور شمشیر مکہ میں داخل ہوئے، میں نے دل میں طے کیا کہ جب قریش ہوازن کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے حنین جاؤں گے اور وہ آپس میں گڈمڈ ہو جائیں گے تو میں اچانک دھوکا سے محمد رسول اللہ پر حملہ کروں گا اور حضور کی شیعہ حیات کو بھگا کر قریش کے تمام مقتولوں کا انتقام لینے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ میں اپنے دس میں کہا کرتا کہ اگر سدا عرب اور سدا عجم اسلام قبول کر لے تب بھی میں سدا موقوف نہیں کروں گا۔ میں اب اس موقع کا انتظار کرنے لگا کہ مجھے موقع ملے تو میں اپنے منصوبہ کو عملی جامہ پہناؤں۔ ہر لمحہ حضور کی عداوت اور اسلام سے مخالفت کا جذبہ قوی سے قوی تر ہوتا جا رہا تھا۔ جب سب لوگ آپس میں گڈمڈ ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ اپنے خچر سے نیچے اترے تو میں نے اپنی تلوار کو نیام سے نکال اور آہستہ آہستہ حضور کے قریب ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ جب میں قریب پہنچ گیا تو میں نے تلوار بند کی۔ میں وار کرنے والا تھا کہ اچانک آگ کا ایک شعلہ میرے سامنے آگیا اور وہ بجلی کی طرح چمک رہا تھا۔ قریب تھا کہ میری بیٹائی کو سب کر لے۔ میں نے اپنی آنکھوں پر پٹا باندھ رکھا کہ کہیں یہ تیز روشنی

میری آنکھوں کی بیٹائی کو سب نہ کر لے۔ اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ نے میری طرف توجہ فرمائی اور مجھے بندہ آواز سے فرمایا شَيْبَةُ اُذِّنْ هِیْئًا اے شیبہ امیرے نزدیک آ جاؤ۔ میں قریب ہوا، اس رؤف و رحیم نبی نے اپنا پاکیزہ ہاتھ میرے سینہ پر رکھ دیا اور ساتھ ہی اللہ کی جناب میں عرض کی اے اللہ شیطان کی فریب کاریوں سے اسے پناہ دے۔ شیبہ کہتے ہیں اسی لمحہ میرے دل میں حضور کی محبت سے سیلاب مڈمڑ گئے۔ ۱۰ مجھے اپنی

ذات سے اپنے کانوں سے اپنی آنکھ سے زیادہ عزیز لگنے لگے اور میرے دل میں کفر اور بغض کی جو آلائشیں تھیں وہ سب دور ہو گئیں۔ حضور نے پھر فرمایا اَدْنُ اے شیبہ اور نزدیک ہو۔ اب دشمنان اسلام کے خلاف جنگ کر۔ میں حضور کے آگے آگے چلنے لگا۔ میری تلوار دشمن پر بجلی کی طرح گرنے لگی اور ان کو خاک و خون میں ملانے لگی۔

میری یہ کیفیت تھی کہ اگر اس وقت میرا باپ بھی میرے سامنے آتا تو میں اس کا سر قلم کر دیتا۔ پھر دشمن کے شکست کھانے کے بعد حضور اپنے لشکر میں تشریف لے گئے اور اپنے خیمے کے اندر چلے گئے۔ میں بھی حضور کے پیچھے پیچھے حضور کے خیمہ میں چلا گیا۔ مجھے دیکھ کر حضور نے فرمایا۔

يَا شَيْبُ الْاِذْنِي اَرَادَ اللهُ بِكَ خَيْرًا مِمَّا اَرَدْتَ يَنْفِيكَ۔

”اے شیبہ! اللہ تعالیٰ نے تیرے بارے میں جو ارادہ فرمایا وہ ہزار درجہ

اس ارادہ سے بہتر ہے جو تو نے اپنے بارے میں کیا تھا۔“

پھر میں نے جو منصوبے بنائے تھے اور جو تجویزیں کی تھیں تفصیل کے ساتھ حضور نے مجھے فرمادیں، جن کا ذکر میں نے کسی سے بھی نہیں کیا تھا۔ پھر میں نے عرض کی اِنِّیْ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ پھر میں نے عرض کی اِسْتَغْفِرُنِیْ یَا رَسُوْلَ اللهِ اے اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب ﷺ اللہ تعالیٰ کی جناب میں میرے سب سے مغفرت کی دعا فرمائیں۔ حضور نے فرمایا غَفَرَ اللهُ لَكَ اِنَّكَ اَنْتَ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُ۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی تو سرور عالم میں نے فرمایا یَا عَبَّاسُ نَاوِلْنِیْ مِنَ الْمُصْبَاوِ مجھے کچھ کنکریاں اٹھا کر دو۔ سرکار کے اس ارشاد کو سن خچر نے سمجھ لیا اور فوراً جھک گیا یہاں تک کہ اس کا پیٹ زمین کو مس کرنے لگا۔ حضور نے خود کنکریوں کی مٹھی بھری اور دشمنوں کے لشکر کی طرف پھینکی اور فرمایا تَشَاهِیْتُ الْجُجُوجَ کَا حَمَلٍ لَا یُصْرَدُونَ ہر کافر کی آنکھوں میں وہ کنکریاں پڑیں، ان پر خوف و ہراس طاری ہو گیا اور انہوں نے راہ فرار اختیار کی۔

ان دونوں (عثمان اور شیبہ) نے سچے دل سے اسلام قبول کر لیا اور باقی ساری زندگی اللہ کے دین کیلئے وقف کر دی۔ سرور عالم ﷺ نے کعبہ شریف کی جو چابی ابو طلحہ کی اولاد کو عطا کی تھی صدیاں گزر چکی ہیں، بڑے بڑے انقلاب رونما ہوئے، بڑے بڑے حکمران آئے اور

چھ گئے لیکن کسی کو جرات نہیں ہوئی ان سے یہ چاہی لے سکے اور قیمت تک ان کے پاس رہے گی۔ اللہ تعالیٰ جو نعمت اپنے محبوب کریم کی وساطت سے کسی کو عطا فرماتا ہے وہ نعمت واپس نہیں لی جاتی۔ حضور نے جب یہ چاہی دی تھی فرمایا تھا۔

خُذْهَا خَالِدَةً مُّغْتَدَّةً تَالِدَةً إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ يَا بَنِي

أَبِي طَلْحَةَ

(1)

”اے ابو طلحہ کی اولاد یہ چاہی لے لو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے قیامت تک کیلئے۔“

اس ایک واقعہ میں سرور عالم کے کئی معجزات مضمّن ہیں۔ ایک اس طرف اشارہ فرمایا۔ ان کی نسل قیامت تک باقی رہے گی۔ یہ چاہی قیمت تک اس خاندان کے پاس رہے گی۔ اب تک کسی جابر سے جابر بادشاہ کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ چاہی ان سے واپس لے۔ اللہ کے حبیب نے جو فرمایا اس کے رب نے اس کے ایک ایک غلط کو چرّ کر دیا۔

تمیم الداری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک دفعہ داریوں کا ایک وفد حضور کی خدمت میں حاضر ہوا، اس میں تمیم الداری، اس کا بھائی نعیم اور چار دوسرے اس قبیلہ کے افراد تھے۔ یہ پہلے عیسائی تھے بعد میں انہوں نے اسلام قبول کیا اور ان کا اسلام قابل رشک تھا۔ یہ لوگ دو مرتبہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ پہلی دفعہ ہجرت سے پہلے مکہ میں اور دوسری دفعہ ہجرت کے بعد مدینہ میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کی یا رسول اللہ شام کے ملک میں کوئی جاگیر عطا فرمائیں۔ حضور کریم ﷺ نے پوچھا کس خطہ میں تم جاگیر چاہتے ہو۔ وہ ہند کہتے ہیں، جو اس وفد کے فرد تھے، ہم مشورہ کیلئے اٹھ گئے تاکہ باہمی مشورہ کر کے عرض کریں۔

تمیم نے مشورہ دیا بیت المقدس اور اس کے ارد گرد کا علاقہ طلب کرو۔ ابو ہند نے کہا یہ جگہ اب تک بنی تمیم کے بادشاہوں کی اقامت گاہ ہے اب یہ عرب کے سلاطین کی قیام گاہ بن جائے گی اس لئے ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ یہ ہمیں پوری طرح قبضہ نہیں دیں گے۔ تمیم نے کہا کہ چلو بیت حبرون کے متعلق عرض کرتے ہیں۔ ہم اٹھ کر سرور انبیاء کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ حبرون اور اس کے ارد گرد کے علاقے ہمیں عطا

فرمانے جائیں۔ حضور نے ایک چمڑے کا ٹکڑا منگوایا اور ہمارے لئے ایک سند لکھ دی جس کی عبارت یہ تھی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - هَذَا كِتَابٌ ذُكِرَ فِيهِ مَا وَهَبَ
مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ لِلدَّارِ بَيْنَ أَعْطَاهُ اللَّهُ الْأَرْضَ فَوْهَبَ
لَهُمْ بَيْتَ عَيْنُونٍ وَجَبْرُونَ وَمَرْطُومَ وَبَيْتَ إِبْرَاهِيمَ إِلَى الْأَبَدِ
شَهِدًا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَخَزِيمَةُ بْنُ قَيْسٍ وَشَرِصِيلُ
بْنُ حَسَّةٍ -

(1)

”بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ وہ سند ہے جس میں اس جاگیر کا ذکر ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے دار بین کو عطا فرمائی۔ انہیں بیت عینون، جبرون، مرطوم، اور بیت ابراہیم کا سارا علاقہ دیا جاتا ہے۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دیا جاتا ہے درج ذیل گواہ ہیں عباس بن عبد المطلب، خزیمہ بن قیس، شرصیل بن حسہ۔“

یہ سند ہمیں عطا فرمائی اور واپس جانے کی اجازت دی پھر فرمایا جب سنو میں مکہ سے ہجرت کر کے چلا گیا ہوں تو وہ بارہ ملاقات کرنا بوجہ ہند کہتے ہیں اجازت ملنے پر ہم واپس چلے گئے اور جب سرور عالم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے تو ہم مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے عرض کی ہمیں وہ سند دوبارہ لکھ کر دی جائے پھر حضور نے یہ سند ہمیں لکھ دی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذَا مَا أَعْطَى مُحَمَّدٌ صَلَّى
اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَبِيلِهِ الدَّارِ وَلِأَصْحَابِهِ إِثْمًا
أَعْطَيْتُكُمْ بَيْتَ عَيْنُونٍ وَجَبْرُونَ وَالْمَرْطُومَ وَبَيْتَ إِبْرَاهِيمَ
يَوْمَهُمْ - وَجَمِيعَ مَا فِيهَا بِطَيْبَةِ بَيْتٍ وَأَنْهَيْتُ وَسَكَنْتُ
ذَلِكَ لَهُمْ وَلَا عَقَابَ بِهِمْ مِنْ بَعْدِهِمْ أَبَدًا أَبَدًا - وَمَنْ
أَذَاهُمْ فِيهِ أَذَاهُ اللَّهُ شَهِدَ أَبُو بَكْرٍ بْنُ أَبِي قُحَافَةَ - عُمَرُ
بْنُ الْخَطَّابِ - عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانٍ - عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَ

مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ۔

(1)

”بسم اللہ الرحمن الرحیم، یہ وہ سند ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے تمیم الداری اور ان کے اصحاب کو دی ہے۔ میں نے تمہیں مندرجہ ذیل خط عطا فرمایا: بیت عنون، حبرون، مروطوم، بیت ابراہیم اور اس کے گرد و نواح۔ میں نے یہ ان کے سپرد کر دیا ہے اور انہیں اور ان کی اولاد کو جو قیامت تک آئے گی سب کو عطا فرمایا ہے۔ جو ان سے یہ چھین کر اذیت پہنچائے گا اللہ تعالیٰ اسے سزا دے گا۔“ وہاں میں درج ذیل حضرات کے دستخط درج ہیں ابو بکر بن ابی قحافہ، عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم۔“

حارث والد ام المومنین جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں یہ روایت نقل کی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے بنی مصطلق قبیلہ پر حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شہر فتح عطا فرمایا۔

غزوہ بنی مصطلق میں مسلمانوں کو دیگر اموال غنیمت کے علاوہ بہت سے مرد و زن (اسیران جنگ) بھی ملے۔ انہیں لے کر سرکارِ دو عالم ﷺ واپس مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ ان جنگی قیدیوں میں اس قبیلہ کے سردار حارث کی بیٹی، جس کا نام جویریہ تھا وہ بھی قیدی بن کر آئی۔

اس کا باپ حارث بہت سے اونٹ لے کر مدینہ طیبہ کیسے روند بواتا کہ یہ اونٹ اپنی بیٹی کے فدیہ کے طور پر ادا کرے اور اس کو واپس گھر لے آئے۔

جب وہ اپنے اونٹوں سمیت وادی عقیق پہنچا تو اس وقت اس نے مڑ کر اونٹوں کی قطار پر نظر ڈالی۔ دو اونٹ جو بڑی اعلیٰ نسل کے تھے اسے وہ بہت پسند آئے۔ چنانچہ اس نے انہیں اس قطار سے نکال کر وہاں کی اس گھائی میں چھوڑ دیا، اس نیت سے کہ واپس آوں گا تو انہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔

مدینہ طیبہ پہنچ کر اس نے بارگاہ رسالت میں حاضری دی اور عرض کرنے لگا آپ

میری بیٹی کو جنتی اسیر بنا کر لے آئے ہیں، یہ اس کا فدیہ ہے اسے قبول فرمائیں اور اسے آزاد کر کے میرے ساتھ روانہ فرمائیں۔ حضور نے ان اونٹوں کی طرف دیکھا، فرمایا وہ دو اونٹ کہاں ہیں جن کو تم وادی عقیق کی ایک گھائی میں چھوڑ کر آئے ہو۔ حارث یہ سن کر حیران ہو گیا اور کہہ اٹھا اَشْهَدُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ”میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ ان دو اونٹوں کے بارے میں میرے علاوہ اور کسی کو علم نہ تھا۔“ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس ائمہ سے گاہ ۲ یا یقیناً آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام بخاری، عدی بن حاتم سے روایت کرتے ہیں۔ عدی کہتے ہیں۔

ایک دن میں حضور کی بارگاہ میں حاضر تھا۔ ایک آدمی حاضر ہوا، اس نے فقر و افلاس کی شکایت کی۔ ایک اور حاضر ہوا اس نے عرض کی ڈاکوؤں اور راہزنوں نے تاک میں دم کر رکھا ہے، کوئی آدمی سفر پہ جاتا ہے اسے لوٹ لیتے ہیں۔ رحمت عالم ﷺ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔

اے عدی! اگر تیری زندگی نے وفا کی تو تو دیکھے گا ایک خاتون اونٹ پر سوار ہو کر حیرہ سے روانہ ہوگی، طویل مسافت طے کر کے کعبہ شریف کا طواف کرے گی پھر وہیں آئے گی اور اسے اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کا خوف نہ ہوگا۔

یہ بات سن کر میں نے اپنے دل میں سوچا بنی طے قبیلہ کے ڈاکو اور راہزن جنہوں نے پورے علاقہ کو فتنہ و فساد میں مبتلا کر رکھا ہے وہ کہاں جائیں گے۔ پھر حضور نے فرمایا اے عدی! اگر تیری زندگی نے وفا کی تو کسریٰ کے خزانوں کو فتح کرو گے۔

میں نے عرض کی کسریٰ بن ہرمز؟ حضور نے فرمایا وہی کسریٰ بن ہرمز۔ اس کے خزانوں کو فتح کر کے، اے عدی تیری زندگی نے وفا کی تو تم دیکھو گے کہ لوگ سوتا چاندی لے کر گھروں سے نکلیں گے، یہ تلاش کریں گے کہ کوئی ایسا آدمی مل جائے جو اس کا مستحق ہو تو اسے دیں لیکن کوئی ایسا آدمی نہیں ملے گا۔ رحمت عالم ﷺ نے تین باتیں فرمائیں۔ عدی کہتے ہیں وہ باتیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی ہیں میں نے خاتون کو دیکھا کہ حیرہ

سے روانہ ہو کر مکہ مکرمہ گئی، بیت اللہ شریف کا طواف کیا، واپس آئی ورنہ تعالیٰ کے بغیر اس کو کسی کا اندیشہ نہ تھا۔

دوسری بات میں خود ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے شہشاہ ایران سری کے خزانوں کو فتح کیا۔ اگر تم لوگوں کی عمر میں دراری ہوتی تو تم تیسری بات بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔

امام بیہقی کہتے ہیں تیسری بات بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ خلافت میں پوری ہوئی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اڑھائی سال حکومت کی اور ان کے عدل و انصاف کی برکت سے اڑھائی سال کے قلیل عرصہ میں مسلمانوں کی مالی حالت اتنی بہتر ہو گئی کہ لوگ زکوٰۃ دینے کیلئے اپنا مال زکوٰۃ لاتے تھے اور ڈھونڈتے تھے کہ کوئی ایسا آدمی ملے جو زکوٰۃ کا مستحق ہو لیکن تلاش بسیار کے باوجود نہیں ایسا آدمی نہیں ملتا تھا۔ چنانچہ وہ مال زکوٰۃ لے کر واپس چلے جاتے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں تمام لوگ اتنے غنی ہو گئے تھے کہ ان میں کوئی زکوٰۃ لینے والا نہ تھا۔

ذوالجوشن کلابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن سعد نے ابی اسحاق سے روایت کیا ہے کہ ذوالجوشن کلابی ایک دن بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ حضور نے اس سے پوچھا کون سی چیز تمہیں اسلام قبول کرنے سے روکتی ہے؟ وہ کہنے لگا میں نے دیکھا ہے آپ کی قوم نے آپ کی تکذیب کی پھر آپ کو اپنے گھر سے جلا وطن کر دیا پھر آپ سے جنگیں کیں۔ میں انتظار میں ہوں، اگر وہ آپ پر غالب آئے تو پھر میں آپ کا دین قبول نہیں کروں گا۔

حضور نے ذوالجوشن کو کہا اگر تیری زندگی نے وفی کی اور قلیل عرصہ تو زندہ رہا تو دیکھے گا میں ان تمام پر غالب آ جاؤں گا۔ ذی الجوشن کہتا ہے اس انتظار میں میرے دن گزرتے رہے، اچانک ایک روز مکہ کی طرف سے ایک قافلہ آیا، میں نے ان سے پوچھا کیا خبر پائے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ نے مکہ فتح کر لیا ہے اور تمام لوگوں نے حضور کی اطاعت قبول کر لی ہے۔

یہ سن کر اس کو بہت صدمہ پہنچا بار بار دل میں کہتا جس وقت نبی کریم نے مجھے اسلام

قبول کرنے کی دعوت دی تھی کاش اس وقت میں اسلام قبول کر لیتا۔
پھر اس نے اسلام قبول کر لیا۔

ابو ریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محمد بن الربیع الجوزی کہتے ہیں مجھے ریحانہ کے باپ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو ایک روز کہا اے ریحانہ کے باپ اس وقت تمہاری کیا کیفیت ہوگی جب تم ایک قوم کے پاس سے گزرو گے جو کسی جانور کو باندھ کر تیر اندازی کر رہے ہوں گے، تم کہو گے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ کسی جانور کو باندھ کر اس پر تیر چلائے جائیں۔ وہ جھٹ کہیں گے ہمیں قرآن کی آیت پڑھ کر سنو جو اس بارے میں نار ہوئی۔ ابو ریحانہ کہتے ہیں کہ میں ایک قوم کے پاس سے گزرا جنہوں نے ایک مرغی باندھی تھی اور اس پر نشہ لگا رہے تھے۔ میں نے ان لوگوں کو منع کیا کہ حضور ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے تو انہوں نے کہا ہمیں کوئی آیت پڑھ کر سناؤ جس میں اس بات سے منع کیا گیا ہو۔

ابو ریحانہ کہ اٹھے صدق اللہ و رسوله اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا ہے۔ یعنی جو بات سرور عالم ﷺ نے مجھے کہی تھی کہ تم ایک دن ایسی قوم کے پاس سے گزرو گے جو ایسی حرکت کر رہے ہوں گے تو تم انہیں کہو گے کہ یہ کام نہ کرو، اللہ اور رسول نے منع کیا ہے تو وہ کہیں گے ہمیں وہ آیت سنو جس میں ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہو۔ حضور نے جو فرمایا تھا وہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

معاویہ بن معاویہ اللشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن سعد اور بیہقی نے علماء بن محمد الشافعی سے روایت کی ہے غزوہ تبوک میں ہم حضور کے ہرکاب تھے۔ ایک روز صبح سورج طلوع ہوا لیکن بڑی چمک دمک کے ساتھ اور نورانیت کے ساتھ۔ میں نے اس سے پہلے اس چمک دمک کے ساتھ سورج کو طلوع ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ اتنے میں جبرئیل امین بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے جبرئیل سے پوچھا آج کیا وجہ ہے کہ سورج ایسی چمک دمک اور نورانیت سے طلوع ہو رہا ہے کہ پہلے کبھی ایسا طلوع نہ ہوا تھا۔ جبرئیل نے عرض کی یا رسول اللہ آج مدینہ طیبہ میں معاویہ بن معاویہ کا انتقال ہوا، اللہ تعالیٰ نے سزا بزار فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ اس کی نماز جنازہ میں

شرکت فرمائیں۔ حضور نے پوچھا یہ شان انہیں کیسے نصیب ہوئی؟ جبریل نے بتایا آپ رات دن چلتے بیٹھتے ہر حالت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھا کرتے تھے۔ جب نیکل میں نے عرض کی یا رسول اللہ اگر آپ حکم دیں تو میں اس زمین کو سیکڑ دوں اور متوفی کو آپ سے سامنے کر دوں تاکہ حضور اس کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ حضور نے فرمایا نعم۔ چنانچہ زمین سمیٹ دی گئی، راستوں کی رکاوٹیں دور کر دی گئیں اور حضور ﷺ نے سفر تبوک میں صمدیہ میل کی مسافت پر معاویہ بن معاویہ کی نماز جنازہ ادا کی۔

امام بیہقی اور ابو نعیم حضرت انس سے روایت کرتے ہیں۔ ایک روز ہم بارگاہ رسالت میں حاضر تھے ایک انصاری آیا اور دوسرا بنی ثقیف کا ایک فرد۔ دونوں نے عرض کی یا رسول اللہ ہم حضور سے کچھ سوال کرنے کیلئے آئے ہیں۔ حضور نے فرمایا اگر تمہاری مرضی ہو تو میں تمہیں بتاؤں کہ تم کیا پوچھتے ہو اور اگر تمہاری مرضی ہو تو میں خاموش رہتا ہوں اور تم سوال کرو۔ دونوں نے عرض کی یا رسول اللہ ہمارے بتائے بغیر اگر حضور خود بتائیں گے کہ یہ سوالات پوچھنے کیسے ہم حاضر ہوئے ہیں تو ہمارے ایمان میں اضافہ ہوگا۔ حضور سرور عالم نے ثقیفی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تو رات کی نماز کے بارے میں، اپنے رُکوع، سجدہ کے بارے میں، روزوں اور غسل جنابت کے بارے میں پوچھنے آیا ہے۔ پھر روئے سخن انصاری کی طرف کر کے فرمایا تو یہ بات پوچھنے آیا ہے کہ تو بیت اللہ شریف کا حج کرنا چاہتا ہے، گھر سے کیسے نکلے۔ عرفات میں کیسے وقوف کرے، سرے ہاں کیسے منڈائے، بیت اللہ شریف کا طواف کیسے کرے اور کنکریاں کیسے مارے۔ دونوں نے عرض کی۔

(۱) وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنَّهُ لَكُنِي يَظُنُّنَا نَسَأَلُكَ عَنْهُ

”اس ذات پاک کی قسم جس نے حضور کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے یہی مسائل تھے جن کو دریافت کرنے ہم حاضر ہوئے۔“

عیینہ بن حصن الفزاری

امام بیہقی اور ابو نعیم عروہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا ایک روز عیینہ بن حصن حضور کی خدمت میں آیا، اجازت طلب کی کہ اگر حضور اجازت دیں تو میں اہل طائف کے پاس جاؤں ورنہ ان سے گفتگو کروں، شاید اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے۔ حضور نے سے

اجارت دے دی۔ جب ان کے پاس پہنچا تو کہنے لگا اپنی جگہ سے مت ہٹا تم اپنی جگہ پر ذمے رہو، اپنے قعدے چایاں ان کے حوالے مت کرنا۔ تمہارے باغات کے درخت اُمر کاٹنے گئے تو اس سے پریشان نہ ہونا۔ یہ باتیں کر کے پھر واپس آیا۔ حضور نے پوچھا یا ہوا؟ کہنے لگا۔ میں نے ان کو تاکید کی کہ اسلام ضرور قبول کر لیں اور میں نے عذاب و عذاب سے انہیں بہت ڈرایا ہے اور جنت میں جانے کا شوق دایا ہے۔ سرکارِ عالم ﷺ خدا و ادا قوت سے اس بد نصیب کو ایسے رہے تھے اور اس کی باتیں سن رہے تھے۔ حضور نے فرمایا کدس تم جھوٹ بک رہے ہو۔ تم نے ان کو یہ باتیں کہی ہیں، اور جو ننگلو اس نے ان کے ساتھ کی تھی اس کی ایک ایک بات حضور نے اسے بتادی۔ اب میرا خستہ کہ انھا۔

صَدَقْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اَتُوبُ اِلَى اللَّهِ وَ اِلَيْكَ مِنْ ذَلِكَ

”حضور نے سچ فرمایا میں اپنی اس حماقت سے اللہ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور حضور کی جناب میں بھی توبہ کرتا ہوں۔“

جزیرہ: ۱۰۰

نبی برحق ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو ان قوموں کے بارے میں بتایا جن سے ان کی جنائیں ہوں گی، ان شہروں کے بارے میں بتایا جن کو فتح کریں گے۔ ان بے شمار ادویث میں سے چند ادویث قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَعُوذُ النَّاسُ عَنِّي
ثَلَاثًا تَوَخَّوْا خَوْزَارًا وَ كُرْمَانًا قَوْمًا مِّنَ الْأَعْيَانِ حُمُرُ الْوُجُوهِ قُطُسَ
الْأَنْوِفِ أَصْفَادًا الْأَعْيُنِ كَأَنَّ وُجُوهُهُمُ الْمَنَابِتُ الْمَطْرَقَةُ (۱)

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جبکہ تم خوز اور کرمان کے غمی قبیلوں سے جنگ نہیں کرو گے۔ پھر ان کا حیدہ بتایا، فرمایا ان کے چہرے سرخ اور ان کی ناکیں چمکی ہوں گی۔ ان کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی۔ ان کے چہرے ایسے ہوں گے جیسے ڈھال۔ اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم ایسی قوم کے ساتھ

جنگ نہ کرو جن کے جوتے بالوں کے ہوں۔۔۔

امام بیہقی کہتے ہیں یہی قوم سے جنگ ہوئی ہے۔ وہ خارجیوں کا ایک فرقہ تھا جو "رب" کے قرب و جوار میں رہتے تھے۔ ان کے پاؤں کی جوتیاں بالوں کی تھیں۔

أَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ وَعَدَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَزَّوَالِهِنَّ

"امام بیہقی حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا کہ تم بند و ستان پر نبرد نہ کرو۔۔۔"

امام بیہقی اور حاکم روایت کرتے ہیں، حاکم نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔ عبد اللہ بن حواذل زوی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اے مسلمانو! تمہارے تین بڑے شہر ہوں گے، ایک لشکر شام میں ہو گا، ۱۰۰ ہزار لشکر عراق میں اور تیسرا بڑا لشکر یمن میں ہو گا۔

عبد اللہ بن حواذل صحابی موجود تھے۔ عرض کی یا رسول اللہ! حضور مجھے فرمایا میں یہاں سکونت اختیار کروں؟ حضور نے فرمایا تم شام میں سکونت اختیار کرو۔

ابن سعد نے ذی الاصلح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، میں نے عرض کی یا رسول اللہ۔

إِنِّي أَبْتَئِنُّ بِالْبَقَاءِ مِنْ بَعْدِكَ فَأَيْنَ تَأْخُذُونِي أَنْ أُنْزَلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ۔

"حضور کے وصال کے بعد اگر ہمیں زندہ رہنے کی مصیبت میں متاثر کیا جائے تو حضور کا کیا حکم ہے، میں کہاں سکونت اختیار کروں۔"

حضور نے فرمایا تم بیت المقدس میں سکونت اختیار کرنا، شاید اللہ تعالیٰ تجھے کسی عطا فرمائے جو مسجد اقصیٰ کو آباد کرے۔ صبح شام نماز پڑھنے کیلئے وہاں جا میں اس طرح مسجد کی آبادی میں اضافہ ہو گا۔

امام مسلم نے حضرت ابو ذر سے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

کہ تم اس سرزمین کو فتح کرو گے جہاں قیہ کا غلط استعمال ہوتا ہے۔ اس کے باشندوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا جو تکہ تمہارے ان کے ورثے میں ایک مہ کا یہ وصل سے وہی بن کر رہے ہیں دوسرا یہ کہ تمہاری ان سے رشتہ دار ہیں۔ جب تم ان کے ساتھ

ایک اینٹ کے برابر زمین پر جھگڑ رہے ہیں تو وہاں سے سکونت ترک کر کے چلے جانا۔ چنانچہ ابو ذر ایک دن گزرے دیکھا ربیعہ اور عبدالرحمن بن شریک بن حنیفہ کی مقدار زمین پر جھگڑ رہے تھے۔ آپ اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مصر سے سکونت ترک کر کے چلے گئے۔

طبرانی اور حاکم نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم مصر کو فتح کرو تو قبضہ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ ایک اسے کہ وہ ذمی ہیں دوسرا اسے کہ تمہاری اور ان کی رشتہ داری ہے۔ حضرت اسماعیل جو اہل عرب کے جد تھے ان کی والدہ حاجرہ مصری تھیں، اسی طرح حضرت ابراہیم بن محمد ﷺ کی والدہ جن کا نامار یہ تھا وہ بھی قبلی قوم سے تھیں۔

ابو نعیم نے ام المومنین حضرت ام سلمہ سے روایت کیا ہے آپ کہتی ہیں رسول اللہ نے اپنے وصال کے وقت وصیت کی تھی مصر کے قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور ان کے معاملہ میں اللہ سے ڈرنا۔ تم یقیناً ان پر غلبہ حاصل کرو گے اور جہاد فی سبیل اللہ میں وہ تمہارے دست و بازو ثابت ہوں گے۔ ابن اسحاق نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب ہم دشمن سے بچاؤ کیلئے مدینہ طیبہ کے ارد گرد خندق کھود رہے تھے تو ایک سفید رنگ کی سخت چٹان حائل ہو گئی۔ ہم اس کو توڑنے کیلئے بڑی بڑی گینتیاں استعمال کرتے رہے لیکن اس چٹان میں ذرا اثر نہ ہوتا تھا۔ ہم نے جا کر بارگاہ رسالت میں شکایت کی، یہ سن کر رحمت عالم خود تشریف فرما ہوئے۔ حضور نے حضرت سلمان کے ہاتھ سے گینتی لی فرمایا بسم اللہ، یہ کہہ کر اسے ایک ضرب لگائی اس کا تیسرا حصہ نوٹ کر الگ ہو گیا اور بڑھ رہا ہو گیا اور اس ضرب کے وقت ایک نور ظاہر ہوا جس نے مدینہ شریف کے دونوں پہاڑوں کے درمیانی علاقہ کو روشن کر دیا۔

حضور نے فرمایا اللہ اکبر! اَعْظِیْتُ مَفَاتِیْحَ حِرَاسِ اَشْیَاءِ اللہ اکبر مجھے شام کے خزانوں کی کنجیوں عطا فرمائی گئی ہیں بخدا میں یہاں کھڑے ہو کر شام کے سرخ محلوں کو دیکھ رہا ہوں۔

دوسری بار اللہ اکبر کہہ کر ضرب لگائی پھر ایک تہائی حصہ نوٹ کر بڑھ رہا ہو گیا پھر روشنی چمکی صبح کی طرف اور درمیانی علاقہ روشن ہو گیا حضور نے فرمایا اللہ اکبر!

أَعْطَيْتُ مَعَايِشَ حَرَائِبِ الْفَارِسِ اللہ سب سے بڑا ہے مجھے فارس کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں خدا کی قسم میں یہاں کھڑے ہوئے حیرہ، مدائن کے محلات دیکھ رہا ہوں نیز فرمایا جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ میری امت ان ممالک پر غالب آئے گی۔ پس تمہیں اس فتح کی مبارک ہو۔ یہ سن کر مسلمانوں کی خوشی کی حد نہ رہی۔

پھر حضور نے اللہ کا نام لے کر تیسری ضرب لگائی وہ حصہ بھی ریزہ ریزہ ہو گیا اور یمن کی طرف نور چمکا اور مدینہ کے دونوں پہاڑوں کے درمیان علاقہ روشن ہو گیا وہ روشنی ایسی تھی جس طرح کسی اندھیری عمارت میں شمع روشن ہو فرمایا اللہ کُفْرًا غَضِبْنَا مَعَهُ حَرَرْنَا نَسَمًا بخدا میں یہاں صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔ جب یہ بات منافقین نے سنی تو کہنے لگے مَا وَعَدْنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا عُذْرًا (نَعُوذُ بِاللَّهِ) اللہ و اس کے رسول نے جو وعدہ کیا ہے وہ جھوٹا کیا ہے۔

بن اسحاق نے کہا کہ جب یہ علاقے در شہر فتح ہوئے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے۔

اَفْتَحُوا مَا بَدَا لَكُمْ وَالَّذِي نَفْسِي اِنِّي مُرِيْرَةٌ بِبَيْدِهِ مَا فَتَحَتْهُ
مِنْ مَدِيْنَةٍ وَلَا تَفْتَحُوْنَهَا اِلَّا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا قَدْ اَعْطَى

اللَّهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاتِحَهَا قَبْلَ ذَلِكَ (1)

”مسلمانو! جو چاہو ملک فتح کرو۔ جو شہر اب تک تم نے فتح کئے ہیں یہ قیامت تک فتح کرو گے وہ وہابی ملک اور شہر ہیں جن کی کنجیاں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم کو عطا فرمائی تھیں۔“

جب یمنی ضرہوں سے حضور نے چنان کو پارہ پارہ کر دیا حضور نے اپنے صحابہ کو بتایا کہ جبرئیل نے مجھے اطلاع دی ہے کہ میری امت ان ملکوں پر غالب آجائے گی میں تمہیں فتح و کامرانی کی خوشخبری سناتا ہوں۔

یہ تمام صحابہ کرام نے بھی سنا لیکن کسی کے دل میں حضور کے ارشاد کے بارے میں ذرا شک پیدا نہیں ہوا بلکہ انہیں سب بات کا یقین تھا کہ ہمارے آقا ﷺ جو فرما رہے ہیں حق ہے، جو کہہ رہے ہیں وہ ضرور ہو گا لیکن وہاں جو منافق تھے ان کے دلوں میں شک و

شبہات کے طوفان اندر رہے تھے۔ انہوں نے کہا ناشروع کیا (حضور کا نام نامی لے کر) کہ وہ تمہیں کہہ رہے ہیں کہ یثرب میں کھڑے ہوئے وہ حیرہ و امان کسری کے محلات دیکھ رہے ہیں اور وہ تمہیں بشارتیں دے رہے ہیں کہ تم ان ملکوں کو فتح کرو گے حالانکہ تمہاری حالت یہ ہے کہ اپنے بچہ وادہ و دفاع کیلئے تم خندق کھودنے پر مجبور ہو۔ تمہاری بے بسی ایسی ہے کہ قضاے حاجت سیدے باہر نہیں نکل سکتے۔

وَلَاذِ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ مَا وَعَدَنَا
اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ۝

”منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بغض ہے وہ تو کہتے ہیں کہ اللہ

کے رسول نے جو وعدہ ہمارے ساتھ کیا ہے وہ نرا دھوکہ ہے۔“

حضور کے علم کے بارے میں کسی مومن کے دل میں شبہ پیدا نہیں ہو سکتا جن کے دلوں میں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے وہ غور کریں کہ کہیں منافقین کا طریقہ تو نہیں اپنا رہا ہے۔

امام احمد اور مسلم عقبہ بن عامر سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ زمینیں تم پر فتح ہوں گی اور اللہ تعالیٰ ان کے مقابلہ میں تمہیں کافی ہو گا یہاں تک کہ تم اپنے گھروں کو ساز و سامان سے آراستہ و پیراستہ کرو گے جس طرح کعب کو کیا جاتا ہے۔ تم آج کے روز اس روز سے بہتر ہو دین اور ایمان کے لحاظ سے۔

ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت امام حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔

سَتَفْتَحُ مَشَارِقُ الْأَرْضِ وَمَغَارِبُهَا عَلَى أُمَّتِي إِلَّا وَعَالَهَا

فِي النَّارِ لَا مَنَ أَنْتَعَى اللَّهُ وَآذَى الْأَمَانَةَ۔ (1)

”میرنی امت پر زمین کے مشرق و مغارب سب فتح ہو جائیں گے،

کان کھول کر سن لو اس کے عمل اور کار پرداز و وزخ کا اندھن ہوں

گے بجز ان لوگوں کے جو ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں اور امانت

میں خیانت نہیں کرتے۔“

دنیا بھر کے ممالک کی فتوحات کی خوشخبری دینے کے بعد امت کا مرشد برحق

ﷺ انہیں متنبہ فرما رہا ہے کہیں اس غلط فہمی میں جتنا نہ ہو جانا کہ تمہیں اب ہر طرح کی آزادی ہے جو چاہو کرو ایسی بات نہیں جو اللہ سے ہر معاملہ میں ڈرنا رہے گا اور امانت میں رائی کے دانے کے برابر بھی خیانت کا مرتکب نہیں ہو گا صرف وہی دولت میں جنت کے مستحق ہوں گے۔ دولت کی فراوانی، زرخیز زمینوں کے وسیع رقبے اور فلک بوس عمارتیں اور محلات تمہیں مغرور نہ کر دیں۔ تمہیں اللہ سے غافل نہ کر دیں۔ کتنا کریم ہے ہمارا آقا جہاں ہمارے پھسلنے کے اور طوفان فتنہ و فجور میں بہ جانے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں وہاں ان کے ارشادات ہمیں غفلت کی نیند سے بیدار کر رہے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے عبرتناک انجاموں سے بچانے کی جدوجہد فرما رہے ہوتے ہیں۔

جب سرکارِ دو عالم ﷺ کا گرامی نامہ کسریٰ کے سامنے پیش کیا گیا اور اس نے اسے پڑھا اور دیکھا کہ اس کے نام سے پہلے سرورِ عالم ﷺ نے اپنے اسم گرامی کو لکھا ہے تو غصہ سے بے قابو ہو گیا اور اس گرامی نامہ کو پرزے پرزے کر دیا۔ اس وقت یمن کا صوبہ کسریٰ ماتحت تھا اور کسریٰ کا مقرر کردہ گورنر وہاں کا دوبار حکومت کا ذمہ دار تھا۔ کسریٰ نے اپنے یمن کے عامل باذان کو براقتبر آمیز خط لکھا کہ تمہارے علاقے میں ایک ایسا آدمی پیدا ہو ہے جس نے مجھے خط لکھنے کی جسارت کی ہے اور آدابِ شای کو پس پشت ڈالے ہوئے ہے۔ اس نے اپنے نام کو شہنشاہِ ایران کے نام سے پہلے لکھا ہے۔ اسے گرفتار کر کے فوراً میرے دربار میں پیش کرو۔ چنانچہ باذان نے دو سمجھدار اور طاقتور آدمی مدینہ طیبہ بھیجے اور اپنی طرف سے انہیں ایک خط لکھ کر دیا۔ جب وہاں پہنچے تو انہوں نے باذان کا خط بارگاہِ رسالت میں پیش کیا اور حضور نے اسے پڑھا کر سنا۔ فرمایا یہ مہمان ہیں ان کو صبح لے آنا۔

چنانچہ دوسری صبح وہ پھر حاضر کئے گئے حضور نے فرمایا واپس جاؤ اور اپنے گورنر کو جا کر میری طرف سے کہو کہ میرے رب نے اس کے رب (کسریٰ) کو قتل کر دیا ہے اور اس کے بیٹے شیردیاہ کو اس پر مسلط کر دیا ہے۔ جب وہ خط لے کر واپس پہنچے تو ادھر یہ اطلاع مل گئی تھی اور شیردیاہ کا مکتوب اسے مل گیا تھا کہ میں نے ایرانیوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے خسرو پر دیز کو قتل کر دیا ہے اب تم لوگوں کو کہو کہ میری اطاعت قبول کریں۔

باذان کو جب یہ پیغام ملا تو اسے یقین ہو گیا کہ حضور اللہ کے سچے نبی اور رسول ہیں، وہ ایمان لایا اور دوسرے کئی لوگوں نے اسلام قبول کیا۔

سرور عالم کا مدینہ طیبہ سے خسرو پرویز کے قتل کا مشاہدہ کرنا اور یہ بتانا کہ اس کا قاتل کون ہے، کوئی دشمن نہیں بلکہ اس کے بیٹے نے اسے جہنم رسید کیا ہے، یہ اس کے لئے حضور کی صداقت کے ایسے شاہد عدل تھے جس کا وہ انکار نہیں کر سکتا تھا۔

دنیا کے فریب سے بچنے کی ہدایت

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الدُّنْيَا حُلُوهٌ حَضَرَةٌ
وَإِنَّ اللَّهَ مُسْتَعْلِقُكُمْ فِيهَا لِيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ وَاتَّقُوا الدُّنْيَا
وَإِنَّ الدُّنْيَا تَبْلُغُ أَهْلَهَا قَاتٍ أَوَّلَ فِتْنَةٍ بَنِي إِسْرَءِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ (1)

”نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا دنیا بڑی میٹھی ہے اور بڑی سرسبز و شاداب ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہے تاکہ تمہیں آزمائے کہ اس سامان عیش و نشاط کی فراوانی میں تم کیسے عمل کرتے ہو۔ کیا اللہ سے ڈرتے ہو اور اس کے احکام بجالاتے ہو، جن چیزوں سے اس نے منع کیا ہے ان سے دور رہتے ہو۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں دنیا سے پرہیز کرنا اور عورتوں سے بچنا۔ کیونکہ بنی اسرائیل کو سب سے پہلے جس فتنہ میں مبتلا کیا گیا وہ عورتیں تھیں۔“

ابو نعیم نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے ایک آدمی نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ہمیں تو خشک سالی نے تباہ کر دیا ہے۔ حضور نے اسے فرمایا مجھے اس خشک سالی سے زیادہ اور چیز سے ڈر لگتا ہے وہ یہ کہ دنیا تم پر انڈیل دی جائے اور تم اپنے رب سے غافل ہو جاؤ۔ قحط سالی سے زیادہ یہ چیز میری امت کیلئے خطرناک ہے۔

امام ابو داؤد حضرت ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا۔

رَأَيْتُكُمْ مَقْصُودُونَ اے میرے امتیابر میدان میں تمہاری مدد کی جائے گی، سارے خزانوں کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ جس کو یہ موقع نصیب ہو اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے، نیک کاموں کا جو کچھ وہ دے اور برے کاموں سے روکے۔

امام مسلم اپنی صحیح اور دیگر جلیل القدر محدثین اپنی کتب حدیث میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول نے ایک دن ارشاد فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ ذُوُّى الْأَرْضِ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَلَيْسَ
أَمَتِي سَبِيلَهُ مُلْكُهَا مَا ذُوُّى لِي مِنْهَا۔

”اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو لپیٹ دیا ہے میں نے اس کے
مشارق و مغارب کو دیکھا ہے۔ میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے
گی جہاں تک زمین میرے لئے لپٹی گئی ہے۔“

پھر فرمایا۔

أَعْطَيْتُ الْكَفَّزِينَ الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ

”مجھے دونوں خزانے احمر (سونا) ابیض (چاندی) عطا فرمائے گئے ہیں۔“

میں نے اپنے اللہ سے التجا کی یا رب العالمین قحط سالی سے میری امت کو بددکان کرنا۔
اور ان پر ایسا دشمن مسلط نہ کرنا جو ان کو موت کے گھاٹ اتار دے۔ میرے رب نے میری
التجا کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

يَا مُحَمَّدُ إِذَا قَضَيْتُ قَضَاءَ فَإِنَّهُ لَا يُرَدُّ وَإِنِّي أَعْطَيْتُكَ
لَأَمَّتِكَ إِنِّي لَا أَهْنِكُمْ بِسَنَةِ عَاقِمَةٍ وَلَا أَسْلُطُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا
مَنْ يَذُو أَلْفِهِمْ يَسْتَبِيحُ بَيْضَتَهُمْ وَلَوْ اجْتَمَعَتْ عَلَيْهِمْ مَن
بِأَقْطَارِهَا حَتَّى يَكُونَ بَعْضُهُمْ يَهْلِكُ بَعْضًا۔

”اے میرے حبیب! جب میں کوئی فیصلہ کر دیتا ہوں تو اس فیصلہ کو
مسترد نہیں کیا جاسکتا۔ میں تم سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ میں ان تمام
کو عام قحط سالی سے ہلاک نہیں کروں گا اور ان کے اپنے بغیر ان پر کسی
دشمن کو مسلط نہیں کروں گا جو ان کی اکثریت کو قتل کر دے۔ اگر دنیا
کے اطراف و اکناف کے سارے دشمن اکٹھے ہو کر ان پر حملہ کریں تب
بھی وہ ان کو تباہ نہیں کر سکتے جب تک یہ خود ایک دوسرے کو ہلاک
کرنے کے درپے نہ ہوں۔“

صحیحہ نے پوچھا۔

أَعْنُ الْيَوْمَ خَيْرًا مِّمَّا ذَاكَ

”یہ آج جس حالت میں ہم ہیں وہ بہتہ ہے یا وہ حالت بہتر ہوگی۔“

حضور نے فرمایا۔

بَلْ أَنْتُمْ الْيَوْمَ مُتَعَابُونَ وَأَنْتُمْ يُومِينَ مَتَابِ غَضُوبٍ يُضْرَبُ

بَعْضُكُمْ بِقَابٍ بَعْضٍ (1)

”تمہارے لئے یہ حالت بہت اچھی ہے۔ اب تم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہو اور اس دن تم ایک دوسرے کے ساتھ بغض کرو گے، ہر ایک دوسرے کی گردن کاٹنے کے درپے ہو گا۔“

آخر میں رحمت عالم ﷺ کا ایک اور سبق آموز ارشاد گرامی آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، امام بخاری و مسلم نے حضرت عامر بن عوف سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

وَأَنْتُمْ مَا أَخْشَى عَلَيْكُمْ الْفَقْرَ وَلَكِنْ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ
عَلَيْكُمْ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنْتَفِسُوا
كَمَا تَنْتَفِسُوا وَلَكُمْ عَلَيْكُمْ كَمَا أَلْهَتْهُمْ

”بخدا مجھے تمہارے فقر و غربت سے کوئی خوف نہیں، مجھے تمہارے بارے میں یہ خوف ہے کہ دنیا تمہارے لئے کشادہ کر دی جائے گی جس طرح ان لوگوں کیلئے کشادہ کر دی گئی جو تم سے پہلے گزرے ہیں پھر تم ایک دوسرے کے ساتھ دنیا سے زیادہ سے زیادہ جمع کرنے میں مقابہ کرنے لگو گے جس طرح وہ کیا کرتے تھے اور یہ مال و دولت کی کثرت تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل کر دے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں کو اس نے غافل کر دیا تھا۔“

امام طبرانی عوف بن مالک الا شجعی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عوف بن مالک سے پوچھا ہے عوف! جب یہ امت تمہرے فرقوں میں بٹ جائے گی، تمہارا کیا حال ہو گا۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ یہ کب واقع ہو گا۔

سرور عالم ﷺ نے اس وقت کی چند نشانیاں بیان فرمائیں جن میں سے اہم پیش خدمت ہیں۔

وَأَتَّخِذُ الْفَقْرَ دَوْلًا - وَالزَّكَاةَ مَغْرَمًا - وَالْأَمَانَةَ مَعْنَمًا
وَتُفْقَهُ فِي الدِّينِ لِعَيِّرِ اللَّهِ وَأَطَاعَةُ الرَّجُلِ امْرَأَتًا وَعَقْدُ
أُمِّهِ وَأَقْضَى آبَاكَ - وَلَعَنَ أَخُو هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلَهَا -

”جس وقت اموال فقی کو اقرباء پروری کا ذریعہ بنایا جائے گا اور زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھا جائے گا اور امانت کو غنیمت سمجھا جائے گا۔ لوگ دین میں سمجھ حاصل کریں گے لیکن ان کے پیش نظر اللہ کی رضا نہ ہوگی۔ جب آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرے گا اور اپنی ماں کا نافرمان ہو گا اور اپنے باپ کو دور بھگا دے گا اور جب امت کے آخری لوگ ساقیین اولین پر لعنت بھیجنے لگیں گے۔“

ان نشانیوں کے ذکر کے بعد حضور نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔

سَيِّدُ الْقَبِيلَةِ فَإِسْمُهُمْ وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ أَدْرَكَهُ

وَأَكْرَمُ الرَّجُلِ انْقِصَاءُ الشَّيْءِ (1)

”قبیلہ کا سردار وہ ہو گا جو سب سے زیادہ فاسق ہو گا قوم کا راہبر ذلیل ترین شخص ہو گا۔ کسی شخص کی عزت اس لئے نہیں کی جائے گی کہ وہ عزت کے لائق ہے بلکہ اس کے شر سے بچنے کیسے کی جائے گی۔“

سرور عالم ﷺ نے جب یہ بتایا کہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی اور ان میں صرف ایک فرقہ جنت کا مستحق ہو گا تو عرض کی گئی یا رسول اللہ وہ خوش نصیب فرقہ کون سا ہو گا۔

ارشاد فرمایا مَا آتَاكَ عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِي جس راستہ پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہوں گے اس راستہ پر چلنے والا فرقہ نجات یافتہ ہو گا اور جنت کا مستحق ہو گا۔

روافض کے بارے میں ارشاد

عبداللہ بن احمد نے مسند میں نقل کیا ہے، ہزار، ابو علی، حاکم، ان ائمہ حدیث نے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فِيكَ مِنْ عَيْسَى
مَثَلًا أَبْغَضْتَهُ الْيَهُودُ وَحَتَّى يَهْتَوِ أُمَّتًا وَاحِدَةً النَّصَازِي حَتَّى
أَنْزَلُوهُ بِالْمَنْزِلَةِ الَّتِي لَيْسَ بِهَا-

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے علی! تیری عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ
۱۱۱ جہ سے مشابہت ہے۔ یہود نے آپ سے بغض کیا اور اس بغض میں
اتنا خواہ کیا کہ حضرت مریم علیہا السلام پر ہتھیں لگائیں اور عیسائیوں نے
حضرت عیسیٰ کے ساتھ محبت کی تو انہوں نے انہیں اوبیت کے مقام
پر پہنچا دیا۔

پھر علی مرتضیٰ نے فرمایا۔

لَئِنْ يَهْلِكُ فِي إِنْشَانٍ مُحِبٌّ مَغْرُطٌ يُقْرَظُنِي بِمَا لَيْسَ فِئْتِ
وَمُبْغِضٌ يَجْعَلُهُ شَتَانِي أَنْ يَتَّهِمَنِي

”دو فرقے (دو قسم کے لوگ) میری وجہ سے گمراہ ہوں گے۔ ایک
محبت مغرط جو میری محبت میں حد سے تجاوز کر جائیں گے اور دوسرے
میرے ساتھ بغض کرے گا اور اس بغض میں تمام حدود کو پھلانگ
جائے گا۔“

امام بیہقی نے علی مرتضیٰ سے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

يَكُونُ فِي أُمَّتِي قَوْمٌ يُسَمُّونَ الرَّافِضَةَ يَرْفُضُونَ الْإِسْلَامَ (۱)

”میری امت سے ایک قوم ہوگی جنہیں رافضہ کہا جائے گا کیونکہ
انہوں نے اسلام کو ترک کر دیا ہوگا۔“

منکرین سنت کے بارے میں ارشاد

امام بیہقی نے حضرت مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نے فرمایا۔ لا سی و سنت الکتب و مثلہ معہ خبردار! غور سے سنو۔ مجھے کتاب بھی عطا فرمائی گئی ہے، اور اس کے ساتھ اس کی مثل اور بھی عطا فرمائی گئی ہے۔

أَلَا يُؤْتِيكَ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلَى أَرْنَبِكَ يَقُولُ عَلَيْكَ بِهَذَا
الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتَهُ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحْلُوهُ وَمَا وَجَدْتَهُ
مِنْ حَرَامٍ فَخَرِّجُوهُ۔

”عنقریب ایک آدمی آئے گا جس کا پیٹ بھر ہو گا وہ اپنے پیٹ پر تکیہ لگا کر بیٹھا ہو گا اور یہ کہے گا اے گوتم پر لازم ہے صرف اس قرآن پر عمل کرو، جس چیز کو قرآن کریم نے حلال کیا ہے اس کو حلال سمجھو جس کو اس نے حرام کیا ہے اسے حرام سمجھو۔“

اس سے حضور کا مقصد یہ تھا کہ سنت کو چھوڑ کر صرف قرآن پر عمل کرنے والے مغرور اور دوہند ہوں گے جو بیش قیمت صوفوں پر غرور و نخوت کا پتلا بنے بیٹھے ہوں گے اور دُلوں کو تلقین کر رہے ہوں گے کہ صرف قرآن پر عمل کرو، سنت پر عمل نہ کرو۔

امام بیہقی نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

لَا أَلْفِينَ أَحَدَكُمْ مَتَّعْنَا عَلَى أَرْنَبِكُمْ يَأْتِيهِ الْأَمْرُ مِنْ
أَمْرِي وَمِنَّا أَمْرٌ بِهِ أَوْ نَهْيٌ عَنْهُ وَيَقُولُ لَا نَذَرِي مَا
وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللَّهِ اتَّبَعْنَاكَ۔

(1)

”میں تم سے کسی کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ وہ پنگ پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اس کے سامنے میرے احکام میں سے کوئی حکم پیش کیا جائے تو وہ کہے میں تو اس چیز کو نہیں جانتا۔ جو کتاب اللہ میں پائیں گے ہم اس کی اطاعت کریں گے۔ گویا حدیث نبوی کو وہ شخص قابل اتباع نہیں سمجھے گا۔“

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ایسا گروہ پیدا ہو گیا ہے جو سرور عالم بادی برحق ﷺ کی سنت کا

منکر ہے۔

شرطہ اور نیم برہنہ عورتوں کے بارے میں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

يُصْنَعَانِ مِنَ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَدْهَمَا - قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَغْصَانِ
الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيَلَاتٌ
مَّا يَلَاتُنَّ عَلَى زُجُورِهِنَّ كَأَسْمَةِ الْبُنْتِ.

(1)

”دو چیزوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا یعنی میرے
زمانہ میں وہ ظاہر نہیں ہوئے۔ ایک قسم ان لوگوں کی ہے جن کے
ہاتھوں میں گائے کی دم کی طرح درے ہوں گے جس سے وہ دُڑوں کو
ماریں گے، دوسرا اگر وہ ان عورتوں کا ہوگا جنہوں نے لباس پہنا ہوگا پھر
بھی وہ تنگی ہوں گی۔ ناز نخرے سے کبھی ادھر جھکیں گی کبھی ادھر۔ ان
کے سروں کے بالوں کا ایک گتھ ہوگا جو بختی اونٹ کی کوبان سے
مشابہت رکھتا ہوگا۔“

فرمودات مصطفوی، دم اور دعائیں

رحمت عالم ﷺ اپنے صحابہ کرام کو مختلف بیماریوں، مختلف پریشانیوں، قرضہ، شنگہ ستی
وغیرہ کیلئے دعائیں تعلیم فرماتے تھے اور دم سکھاتے تھے تاکہ ان کی برکت سے ان کی بیماریاں
دور ہوں، ان کی پریشانیاں دور ہوں اور انہیں راحت و اطمینان نصیب ہو۔

یہ دنیا دار المحن ہے۔ ہر شخص کو کبھی نہ کبھی مشکلات سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس لئے میں
نے مناسب سمجھا کہ نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ سے قارئین کے سامنے اس فیض
مصطفوی کی چند جھلکیاں پیش کروں تاکہ ہر شخص اپنی ضرورت کے مطابق ان سے استفادہ
کر سکے۔

یہ ایسے دم ہیں اور ایسی دعائیں ہیں جن کے پڑھنے سے حضور کی توجہ اور برکت سے
تکلیف بھی دور ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر اور اس کی شان رحمت و رحمانیت پر یقین

ہنست ہوتا ہے۔

بخار کیلئے

امام بیہقی، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ایک روز نبی کریم ﷺ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے آپ کو بڑا تیز بخار تھا اور آپ بخار کو برا بھلا کہہ رہی تھیں۔ حضور نے فرمایا اے عائشہ اس کو برامت کہو۔ یہ تو حکم الہی کا تابع ہے لیکن اگر تم چاہو تو میں تمہیں ایسے کلمات سکھا دوں کہ اگر تم یہ کلمات کہہ کر اپنے آپ کو دم کر دو گی تو اللہ تعالیٰ بخار کو دور فرما دے گا۔ آپ نے عرض کی مجھے وہ کلمات ضرور سکھا دیں۔ حضور ﷺ نے یہ کلمات حضرت عائشہ صدیقہ کو تعلیم کئے۔

اَللّٰهُمَّ اَرْحَمْ جَلْدِي الرَّقِيقَ وَعَظْمِي الدَّقِيقَ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ يَا اَمْرًا مَلَكًا اِنْ كُنْتُ اَمْنْتُ بِاَللّٰهِ الْعَظِيْمِ لَا تَصْدَعْ رَاسِي وَلَا تَنْتَنِي الْقَمَدَ وَلَا تَأْكُلِي اللَّحْمَ وَلَا تَشْرِبِي الدَّمَ وَتَحْتَوِي عَيْتِي اِلَى مَنْ يَتَّخِذُ مَعَ اَللّٰهِ الْهَاتَا الْاُخْرَا۔
(1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ کلمات دہرائے اور فوراً بخار اتر گیا۔

جنات کے اثرات کو دور کرنے کیلئے

امام بیہقی اور ابن سعد نے ابو العالیہ الریاتی سے روایت کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی یا رسول اللہ ایک مکار جن مجھے تکلیف پہنچاتا ہے۔ حضور ﷺ نے پڑھنے کیلئے یہ کلمات سکھائے۔

اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ السَّمَاتِ الَّتِي لَا يَحْمِلُوْنَ مِنْهُنَّ بَرْذًا لَّجَاجِدٍ
مِّنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ فِي الْاَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ شَرِّ
مَا يَعْرِجُ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا يَنْزِلُ فِيْهَا مِنْ شَرِّ كُلِّ طَائِفٍ اِلَّا طَائِفًا
يَطْرُقُ بِغَيْرِ يَدَحْمَنُ۔

حضرت خالد فرماتے ہیں حضور کے ارشاد کے مطابق میں یہ دم پڑھتا رہا اللہ تعالیٰ نے اس مکار جن کی مکاری سے مجھے بچا لیا۔

بچھو کے کاٹنے کا دم

قبیلہ اسم کے ایک آدمی نے بتایا کہ ایک آدمی کو بچھونے ڈس لیا۔ اس کی اطلاع سرور عام ﷺ کو ہوئی تو فرمایا شام کے وقت اگر یہ دم پڑھ لیتا تو اسے کوئی چیز ضرر نہ دیتی۔ کلمات یہ ہیں۔

أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ

میرے خاندان کی ایک عورت یہ پڑھا کرتی تھی ایک دفعہ اسے سانپ نے ڈس لیا لیکن اسے کوئی ضرر نہ ہوا۔

ابن سعد طبقات میں عبد الرحمن بن سابط رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت خالد بن ولید کو بے خوابی کی تکلیف ہو گئی۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں کہ جب تم ان کا ورد کرو تو تمہاری بے خوابی دور ہو جائے ورنہ تم کو نیند آجائے۔ کلمات یہ ہیں۔

اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَمَا أَظَلَّتْ وَرَبَّ الْأَرْضَيْنِ وَ
مَا أَقْنَتِ وَرَبَّ الشَّيَاطِينِ وَمَا أَضَلَّتْ. كُنْ جَارِي مِنْ شَرِّ
خَلْقِكَ كُلِّهِمْ جَمِيعًا أَنْ يَفْرُطَ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ أَوْ أَنْ يَطْعَنِي
عَزَّ جَارُكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ

فقر و تنگدستی کو دور کرنے کیلئے

امام مالک نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے ایک روز ایک آدمی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوا عرض کی۔ اَلدُّنْيَا اَدْبَوْتُ عَرَقِي دُنْيَا نے میری طرف سے پیٹھ پھیر لی ہے اور منہ بھی پھیر لیا ہے۔ ”سرور کائنات ﷺ نے اس آدمی کو کہا کہ ملائکہ کی جو نماز اور اللہ کی مخلوق کی جو تسبیح ہے اس سے تو کیوں غافل ہو گیا ہے، اسی کے صدقے ان سب کو رزق دیا جاتا ہے۔

جب صبح صادق طلوع ہو تو یہ تسبیح ایک سو بار پڑھا کرو۔

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ اسْتَغْفِرُ اللَّهَ

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تَمَاتِيكَ الدُّنْيَا صَاحِبًا وَدُنْيَا تَمِيرُ بِاسْ ذَلِيلٍ ہو کر آئے گی۔

اپنے ”قاصدِ کاہ“ پر ارشادِ حرزِ جاں بنانے کے بعد وہ آدمی واپس چل آیا۔ کچھ مدت ٹھہر رہا پھر حاضر ہوا عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس اتنی دولت آگئی ہے مجھے اس سے رکھنے کی جگہ نہیں ملتی۔

امام بیہقی خارجی بن صمد تمیمی سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے چچا سے کہ ایک دن وہ ایک قوم کے پاس سے گزرے ان کے پاس ایک مجنون تھا جس کو انہوں نے لوہے کی زنجیروں میں باندھ رکھا تھا۔ ان لوگوں سے کسی نے پوچھا اس بیمار کیلئے کوئی دوائی آپ کے پاس ہے کیونکہ آپ کے نبی مکرم ﷺ ہر بھلائی کو لے کر تشریف لائے ہیں۔ پس انہوں نے تین روز دو بار سورۃ فاتحہ کو پڑھ کر اس مجنون کو دم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا عطا فرمائی۔ ان لوگوں نے سو بکریاں بطور ہدیہ پیش کیں ان بکریوں کو لے کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، سارا ماجرا عرض کیا، پوچھا کیا میں ان بکریوں کو استعمال کر سکتا ہوں اور ان کو کھانا جائز ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا جائز ہے۔

چوری سے حفاظت کیلئے

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ یہ آیت چوری کے لئے امان ہے

قُلْ ادْعُوا اللَّهَ اَوْ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَا تَدْعُوْا فَلِلّٰهِ الْمَصِيْرُ
(1)

”آپ فرمائیے۔ یا اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر پکارو۔ جس نام سے

اسے پکارو اس کے سارے نام ہی اچھے ہیں۔“

ایک صحابی جب سونے لگے اور چارپائی پر لیٹے تو انہوں نے یہ آیت پڑھی رات کو چور ان کے گھر میں داخل ہو گیا۔ گھر میں جو سامان تھا وہ اس نے گٹھڑی میں باندھا اور اسے سر پر

اٹھالیا۔ گھر کا مالک جاگ رہا تھا اور دیکھ رہا تھا۔ جب چور اس کا سامان اٹھا کر دروازے پر پہنچا تو دروازے کو بند پایا۔ گٹھڑی کو اس نے اتار کر نیچے رکھا تو دروازہ کھل گیا۔ پھر اس نے اسے اٹھایا، مالک مکان یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا، جب چور دروازے تک پہنچا تو کواڑوں کو بند پایا۔ پھر اس نے وہ گٹھڑی نیچے رکھ دی فوراً دروازہ کھل گیا۔ اس نے تین مرتبہ کیا ہر مرتبہ ایسا ہوتا رہا۔ مالک مکان اب ہنس پڑا۔ اس کو کہا اے شخص میں اپنے گھر کی اور جو سامان ہے اس کی حفاظت کا انتظام کر کے سویا تھا۔ (۶)

فضائل
دُرود شریف

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اِنَّ لِلّٰهِ فَكْلًا كَثْرًا
يُصَلُّونَ عَلٰى النَّبِيِّ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
صَلُّوا عَلَيَّ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

○
بیشک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے
ہیں اس نبی مکرم پر۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ
پر درود بھیجا کرو اور (بڑے ادب و محبت سے)
سلام عرض کیا کرو۔ (سورۃ الاحزاب)

دروود و سلام اور ان کے فضائل

حضور ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کا حکم قرآن و حدیث میں

اسلام کو مٹانے کے لئے کفر کے سارے حربے ناکام ہو چکے تھے۔ مکہ کے بے بس مسلمانوں پر انہوں نے مظالم کے پہاڑ توڑے لیکن ان سے جذبہ ایمان کو کم نہ کر سکے۔ انہوں نے اپنے وطن، گھریلو، اہل و عیال کو خوشی سے چھوڑنا چاہا، لیکن دامن مصطفیٰ علیہ الطیب الخیرۃ والثناء کو مضبوطی سے پکڑے رہے۔ کفار نے بڑے کروفر اور شگواء طمطراق کے ساتھ مدینہ طیبہ پر بار بار یورش کی لیکن انہیں ہار ان مٹھی بھر بل بیان سے شکست کھا کر واپس آنا پڑا۔ اب انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس و اطہر پر طرح طرح کے بیجا الزامات تراشنے شروع کر دیئے تاکہ لوگ رشد و ہدایت کی اس نورانی شمع سے نفرت کرنے لگیں اور یوں اسلام کی ترقی رک جائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت: **اللّٰهُ وَمَلَائِكَتُهُ يُصَلُّونَ عَلَیْ سَیِّدِ الْاٰلِیْنَ اَزْاٰلَ اَوَّلَیْنَ** فرما کر ان کی ان امیدوں کو خاک میں ملا دیا۔ بتایا کہ یہ میرا حبیب اور میرا پیارا رسول وہ ہے جس کی وصف و ثناء میں اپنی زبان قدرت سے کرتا ہوں اور میرے سارے ان گنت فرشتے اپنی نورانی اور پاکیزہ زبانوں سے اس کی جناب میں ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ تم چند لوگ اگر اس کی شان عالی میں ہرزہ سرائی کرتے بھی رہو، تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ جس طرح تمہارے پہلے منصوبے خاک میں مل گئے اور تمہاری کوششیں ناکام ہو گئیں اسی طرح اس ناپاک مہم میں بھی تم خائب و خاسر ہو گے۔ اس آیت کریمہ کی جلالت شان کو زیادہ سے زیادہ سمجھنے کے لئے پہلے اس کے کلمات طبیات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ آیت کریمہ میں فعل صلوٰۃ (دروود) کے تین ذیل ہیں۔

(1) اللہ تعالیٰ (2) فرشتے (3) اہل اسلام۔

جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کی بھری محفل میں اپنے محبوب کریم ﷺ کی تعریف و ثنا کرتا ہے۔ یہی **مِنْہُ عَزَّ وَجَلَّ** **نَسَاءُ عِنْدَ الْمَلَائِكَةِ وَنَقَطُ الْمَاءِ** رواہ اسحاری عن سی عاقلہ

علامہ آلوسی اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وَتُعْطِيهِ تَعَالَى تَأْذِيًّ فِي الدُّنْيَا بَاعْتِدَاءِ ذِكْرِهِ وَاضْهَارِ
دَسِهِ وَنُقْطَاءِ لِعَمَلِ بَشَرِيْعِهِ وَفِي الْآخِرَةِ تَشْفِيعِهِمْ فِي
أَتَمِّ وَجْهِهِ بِحُجْرِهِ وَمُتَوَسِّمِهِ وَبَدَأِ فَصْلِهِ بِمَدَوْنَتِهِ
وَالْآخِرَتَيْنِ بِإِتْمَاعِهِ الْمَحْمُودِ وَتَقْدِيمِهِ عَلَيَّ كَأَفْ
مُفَرَّسِنَ بِالشَّهَادَةِ

”اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے کا یہ مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے
ذکر کو بلند کر کے، اس کے دین کو غلبہ دے کر اور اس کی شریعت پر عمل
پر قرار رکھ کے اس دنیا میں حضور کی عزت و شان بڑھاتا ہے اور روز
محشر امت کے لئے حضور کی شفاعت قبول فرما کر اور حضور کو بہترین
اجر و ثواب عطا کر کے اور مقام محمود پر فائز کرنے کے بعد اولین اور
آخرین کے لئے حضور کی بزرگی کو نمایاں کر کے اور تمام مقررین پر
حضور کو سبقت بخش کر حضور کی شان کو آشکارا فرماتا ہے۔“

اور جب اس کی نسبت ملائکہ کی طرف ہو تو صلوٰۃ کا معنی دعا ہے کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی
بارگاہ میں اس کے پیارے رسول کے درجات کی بلندی اور مقامات کی رفعت کے لئے
دست بدعا ہیں۔ اس جملہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتُهٗ سَاجِدٌ لِّهٖ فِي الْبَرِّ میں اگر آپ غور فرمائیں تو آپ کو
معلوم ہوگا کہ یہ جملہ اسمیہ ہے۔ لیکن اس کی خبر جملہ فعلیہ ہے۔ تو یہاں دونوں جملے جمع کر
دیئے گئے ہیں۔ اس میں راز یہ ہے کہ جملہ اسمیہ استمرار و دوام پر دلالت کرتا ہے، اور فعلیہ
تجدد و وحدت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر دم، ہر گھڑی اپنے نبی مکرم پر
اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے اور آپ کی شان بیان فرماتا ہے۔ اسی طرح اس کے فرشتے بھی
اس کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہتے ہیں۔ عراقی نے کیا خوب لکھا ہے۔

ثَنَاءُ زَلْفٍ وَرَخْسَارٍ تَوَاسِعُ مَآهَ مَلَائِكُ وَرُوحٌ وَصَبْحٌ وَشَامٌ كَرْدُنُ

جب اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندے پر ہمیشہ اپنی برکتیں نازل فرماتا رہتا ہے اور اس کے
فرشتے اس کی ثناء گستری میں زمزمہ سنج رہتے ہیں اور اس کی رفعت شان کے لئے دعائیں
مانگتے رہتے ہیں، تو اسے اہل ایمان تم بھی میرے محبوب کی رفعت شان کے لئے دعا مانگا
کرو۔ علامہ ابن منظور ”صلوٰۃ“ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب مومن بارگاہ

الہی میں عرض کرتا ہے۔

اِنَّهُمْ صَلَّوْا عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ فَمَنْعَاهُ عِظْمَةُ فِيْ سُبْحٍ
بَاعِلَاءٍ ذَكَرَهُ وَاطْهَارِ دَعْوَتِهِ وَانْقَاءِ شَرِيْعَتِهِ وَفِي
الْآجِرَةِ تَتَشَفَّعُ فِيْ اُمَّتِهِ وَتَضَعِفُ اَجْرَهُ وَمُثَوِّبَتُهُ

”یعنی اے اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے ذکر کو بلند فرما۔ اس کے دین کو خوب
دے اور اس کی شریعت کو باقی رکھ کر اس دنیا میں ان کی شان بلند فرما اور روز
محشر ان کی شفاعت قبول فرما، ان کے اجر و ثواب کو کئی گنا کر دے۔“

اگرچہ صلوٰۃ بھیجنے کا ہمیں حکم دیا جا رہا ہے لیکن ہم نہ شان رسالت کو کما حقہ جانتے ہیں ورنہ
اس کا حق ادا کر سکتے ہیں۔ اس لئے اعتراف بخیر کرتے ہوئے ہم عرض کرتے ہیں اِنَّهُمْ صَلَّوْا
عَلَيْهِ یعنی مولا کریم تو ہی اپنے محبوب کی شان کو اور قدر و منزلت کو صحیح طور پر جانتا ہے۔
اس لئے تو ہی ہماری طرف سے اپنے محبوب پر درود بھیج جو اس کی شان کے شایان ہے۔

وَقُلْ اَلَمْعَنِيْ مَا مَرَّ لَكَ بِعَدُوِّ سُلَيْمٰنَ وَهٰذَا
عَيْنُهُ وَنُفْعٌ سَلْعٌ قَدَرٌ نُّوْحٍ حَبَسَ مِنْ دَمْتِ حَبَسَ عَمِيْ لَكَ
وَقُلْنَا اَللّٰهُمَّ صَلِّ اَنْتَ عَلٰی مُحَمَّدٍ بِاَنْتَ عَلَمٌ
يُنْتَقٰ بِهٖ (لسان العرب)

اس آیت میں ہمیں بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور
احادیث کثیرہ صحیحہ میں بھی درود شریف کی شان بیان فرمائی گئی ہے۔ چند احادیث تہر کا ذکر
کر دیتا ہوں تاکہ آپ کے دل میں بھی اپنے رسول مكرم ہادی اعظم، مرشد اہل صلوٰۃ پر
درود بھیجنے کا شوق پیدا ہو۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ اَلْحَضَابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ حَرَجَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَاحِبَةً فَلَمَّ اَحَدٌ اَحَدًا بِسَعَةِ فَمَرَّ
عُمَرُوْا تَاَهُ بِمَطْهَرَةٍ مِنْ حَنْطٍ فَوَجَدَ اَسِيَّ ﷺ سَاحِدًا
فِيْ مَشْرِئَةٍ فَتَنَحَّى عَنْهُ مِنْ خَلْفِهِ حَتّٰى رَفَعَ اَلْيَدِيْ ﷺ
رَأْسَهُ فَقَالَ حَسْبُكَ اَعْمَرُ حَسْبُ وَجَدْتَنِيْ سَاحِدًا
تَسَحَّيْتُ عَنْكَ اَنْ حَرَنْتَ اَسِيَّ فَقَدْ مِنْ صَنِيْ عَسْتِ
مِنْ اَمِيْنِكَ وَاحِدَةٌ صَنِيْ اللّٰهُ تَعَالٰى عِبْرَةُ عَشْرٍ صَوْتِ

وَرَفَعَهُ عَشْرَ دَرَجَاتٍ-

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا ایک دن حضور ﷺ قضائے حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئے۔ حضور کے ساتھ کوئی اور آدمی نہیں تھا۔ حضرت عمر نے پانی سے بھرا ہوا ٹالیا اور پیچھے چل دیئے۔ جب آپ باہر آئے تو حضور ﷺ کو ایک وادی میں سر بسجود پایا اور چپکے سے ایک طرف ہٹ کر پیچھے بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ حضور نے سجدہ سے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا اے عمر! تو نے بہت اچھا کیا کہ جب مجھے سر بسجود دیکھ تو ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گیا۔ جبرئیل میرے پاس آئے اور انہوں نے آکر یہ بتایا کہ جو امتی آپ پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود پڑھے گا اور اس کے دس درجے بلند کر دے گا۔“

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَمْحَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جَاءَ دَابَّ يَوْمَ وَالسُّرُورِ يُرَى فِي وَجْهِهِ وَقَابُورُ رَسُولِ اللَّهِ! مَا لَمْ يَرِ السُّرُورُ فِي وَجْهِكَ وَقَالَ إِنَّهُ تَأْمِي الْمَعْنَى فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَمَا يُرْصِئُ أَنْ رَتَنَ عَرُوجَ يَقُولُ إِنَّهُ لَا يُصَلِّيُ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِّنْ أُمَّتٍ إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا وَلَا تُسَمُّ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِّنْ أُمَّتٍ إِلَّا أَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا قُلْتُ نَعَى

”ایک دن حضور سرور کائنات ﷺ تشریف لائے۔ رخ انور پر خوشی اور مسرت کے آثار نمایاں تھے۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آج تو چہرہ مبارک خوشی سے تاباں ہے۔ فرمایا۔ میرے پاس فرشتہ آیا ہے اور اس نے آکر کہا کہ اے سرایا حسن و خوبی! کیا آپ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ آپ کے رب نے فرمایا ہے کہ آپ کا جو امتی آپ پر ایک بار درود پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود پڑھے گا اور آپ کا جو امتی آپ پر ایک بار سلام پڑھے گا اللہ تعالیٰ دس بار اس پر سلام بھیجے گا۔ میں نے جواب دیا ہے کہ میں اپنے مولا کریم کی اس نوازش پر از حد

خوش ہوں۔“

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ ذَكَرْتُ عَنْهُ
مُبْصِلٌ عَلَىَّ وَمَنْ صَنَى عَلَىَّ مَرَّةً وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ
تَعَالَى عَلَيْهِ عَشْرًا

”حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اس پر لازم ہے کہ وہ مجھ پر درود پڑھے اور جو شخص ایک مرتبہ مجھ پر درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود پڑھے گا۔“

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ ﷺ قَالَ أَنَحِيلُ مَنْ ذَكَرْتُ عَنْهُ ثَمَّةً سَهْ يُبْصِلُ
عَلَيَّ

”حضرت عبد اللہ، حضرت زین العابدین کے فرزند، نے اپنے والد بزرگوار سے انہوں نے اپنے والد گرامی سیدنا امام حسین سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بخیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے پھر وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔“

عَنْ طُعَيْلِ بْنِ سَيِّئٍ نَسِ كَعْبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ ﷺ إِذَا ذَهَبَ ثُلَاثُ الْبَيْلِ قَامَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ
ادْكُرُوا اللَّهَ - جَاءَتْ الرَّاحِمَةُ تَسْغِيهَا الرَّادِفَةُ جَاءَتْ
الْمَمُوتُ بِمَا فِيهِ قَالَ أَيْ قُلْتُ بِرَسُولِ اللَّهِ أَيْ أَكْثَرُ
الصَّوْبِ عَيْتُ فَكَمْ أَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِي قَالَ
مَا شِئْتَ قُلْتُ الرُّبْعَ قَالَ مَا شِئْتَ وَإِنْ رَدَّتْ فَهُوَ خَيْرُ
لَكَ قُلْتُ فَالنَّصْفَ قَالَ مَا شِئْتَ وَإِنْ رَدَّتْ فَهُوَ
خَيْرُ لَكَ قُلْتُ فَالثُّلُثَ قَالَ مَا شِئْتَ وَإِنْ رَدَّتْ فَهُوَ
خَيْرُ لَكَ قُلْتُ أَجْعَلْ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا قَالَ إِذَا تَكَلَّمْتُ
هَمَّتْ وَتَعَمَّرْتُ لَكَ دَسْتُ

”ابی بن کعب کے لڑکے طفیل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: جب رات کے دو حصے گزر جاتے تو حضور اٹھ کھڑے ہوتے اور فرماتے اب لوگو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ تمراوینے والی آگئی۔ اس کے پیچھے اور آنے والی ہے۔ موت اپنی تلخیوں کے ساتھ آچکی۔ موت اپنی تلخیوں کے ساتھ آچکی۔ میرے باپ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں حضور پر کثرت سے درود پڑھتا ہوں، ارشاد فرمائیے کہ میں کس قدر پڑھا کروں۔ فرمایا جتنا تیرا دل چاہے۔ میں نے عرض کیا کیا وقت کا چوتھائی حصہ؟ فرمایا جتنا تیرا دل چاہے اور اگر اس سے زیادہ پڑھے تو تیرے لئے بہتہ ہے۔ عرض کیا نصف وقت۔ فرمایا جتنا تیرا دل چاہے، اور اگر زیادہ کرے تو بہتر ہے میں نے عرض کیا دو تہائی؟ فرمایا جتنا تیرا دل چاہے۔ اگر زیادہ کرے تو افضل ہے۔ میں نے عرض کیا میں اپنا سارا وقت حضور پر درود شریف پڑھتا رہوں گا۔ فرمایا تب یہ درود تیرے رنج و الم کو دور کرنے کے لئے کافی ہے اور تیرے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔“

عن الطُّفْلِ بْنِ أَبِي عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اِنْ حَمَمْتُ صَلَاتِي كَتَمْتُ عَيْبِي قَالَ اِدَّ يَكْفُكُنَّ اللَّهُ مَا اَهَمَّتْ مِنْ دُنْيَاكَ وَآخِرَتِكَ

”طفیل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! میں اگر اپنا تمام وقت حضور پر درود پڑھنے میں صرف کردوں تو؟ حضور نے فرمایا تب اللہ تعالیٰ تیری دنیا و آخرت کی مشکلیں آسان کر دے گا۔“

مذکورہ آیت طیبہ اور ان احادیث مبارکہ سے درود شریف کی برکتیں اور فضیلتیں معلوم ہو گئیں۔ ایسا کم فہم اور نادان کون ہو گا جو رحمتوں کے اس خزانے سے اپنی جھولی بھرنے کی کوشش نہ کرے۔ لیکن بعض اوقات اور بعض مقامات ایسے ہیں جہاں درود شریف پڑھنے کی زیادہ فضیلت ہے اور وہاں پڑھنے کی خصوصی تاکید کی گئی ہے۔ ان میں سے

بھی چند اہم مقامات اور اوقات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ہر محفل اور مجلس میں درود شریف پڑھنے کی ہدایت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مَا
جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا وَلَمْ يَذْكُرُوا اللَّهَ فَهُ وَلَمْ يُصَلُّوا
عَلَى سَيِّئِهِمْ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ نَزْءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَإِنْ شَاءَ
عَذَابُهُمْ وَإِنْ شَاءَ غَفَرْلَهُمْ

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا جب لوگ کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں اور اس میں نہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور نہ اس کے نبی پر درود پڑھتے ہیں، قیامت کے دن وہ مجلس ان کے لئے وبال ہوگی، چاہے تو اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دے اور چاہے تو ان کو بخش دے۔“

ہر محفل کے اختتام کے وقت

حضرت ابو سعید سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا جب لوگ بیٹھتے ہیں اور پھر کھڑے ہوتے ہیں اور حضور پر درود نہیں پڑھتے تو قیامت کے دن وہ مجلس ان کے لئے باعث حسرت ہوگی اور وہ جنت میں داخل ہو بھی جائیں تو ثواب سے محرومی کے باعث انہیں ندامت ہوگی۔

اذان کے بعد

حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ:

إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ
وَابْتَغُوا مِنِّي صَلَاتِي عَلَى صَلَاتِي اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرٌ

”جب مؤذن کو تم اذان دیتے ہوئے سناؤ تو وہی جملے دہراؤ جو وہ کہہ رہا ہے۔ پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو مجھ پر درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود پڑھتا ہے۔“

مسجد میں داخل ہوتے وقت اور نکلتے وقت

حضرت عبداللہ بن حسن اپنی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا سے اور وہ اپنی داوی صاحبہ حضرت خاتون جنت سے روایت کرتی ہیں

قالت قال رسول الله ﷺ إذا دخل المسجد صلي على راسك ثم قال اللهم اغفر لي ذنوبي وافتح لي أبواب رحمتك وإذا خرج صلي على راسك ثم قال اللهم اغفر لي ذنوبي وافتح لي أبواب فضلك

”ہر حضور ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو مجھ پر درود بھیج پھر دعا کرے اے اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرما دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب مسجد سے نکلے تو مجھ پر درود بھیجے اور پھر یہ دعا مانگے اے اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرما دے اور میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔“

دعا کرتے وقت

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ دعا میں جب تک درود پاک نہ پڑھا جائے وہ قبول نہیں ہوتی اور زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے۔

نماز کے بعد دعا سے پہلے

عن عبد الله قال كنت أصلي والسيّد عليّ وأبو بكر وعمر معي فلما جلس بدأت بالنساء على الله تعالى ثم بالصلوة على السيّد عليّ ثم دعوت لبسبي فقال أسيّد عليّ صلّ تغطه

”حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ، حضرت صدیق اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف فرما تھے۔ جب میں نماز سے فارغ ہو کر بیٹھا تو پیسے میں نے اللہ

تعالیٰ کی شاع کی، پھر میں نے درود پاک پڑھا پھر اپنے لئے دعا مانگنے لگا۔ تو حضور نے فرمایا: اب مانگ! تجھے دیا جائے گا۔“
امام ترمذی اپنی سنن میں نقل کرتے ہیں۔

بِسْمِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَاعِدٌ اِذْ دَخَلَ رَجُلٌ مَضْنَى
فَقَالَ اِنَّهُ اَعْمَرُنِي وَرَحِمْنِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
عَمَلْتَ اَيُّهَا الْمُضْنَى اِذْ صَنَبْتَ مَعْدَنَ وَاَحْمَدَ لِلَّهِ
بِمَا هُوَ مُنْعٌ وَصَلَّ عَلَى نَبِيٍّ ذُنْفَرٌ لَمْ يَصْنِ رَجُلٌ
اٰخَرُ بَعْدَ دَنِّ مُحَمَّدٍ لِلَّهِ وَصْنِي عَمِي سَيِّ ﷺ
فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ اَيُّهَا الْمُضْنَى دُخْ نَحْبُ

(ترمذی، ابودود)

”ایک روز حضور ﷺ تشریف فرما تھے۔ ایک آدمی آیا اس نے نماز پڑھی اور دعا مانگی یا اللہ مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما۔ حضور نے ارشاد فرمایا اسے نمازی تو نے بڑی جلد بازی سے کام لیا ہے۔ جب نماز پڑھ چکو تو بیٹھو، اللہ کی حمد و ثنا کرو اور مجھ پر درود پڑھو، پھر دعا مانگو۔ پھر دوسرا آدمی آیا اس نے نماز پڑھی اور اللہ کی حمد و ثنا کی پھر حضور پر درود پڑھا۔ حضور نے فرمایا اسے نمازی اب دعا مانگ قبول ہوگی۔“

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ
وَأَصْلُوهُ مُعْتَقٌ نِشَ سَمَاءَ وَنَارُصَ وَلَا يَصْعَدُ سَيِّ
اللَّهُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتَّى يُصْنِيَ عَمِي سَيِّ ﷺ

(اشعاع، صفحہ ۶۳۴، جلد ۲)

”حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ دعا اور نماز زمین و آسمان کے درمیان معلق یعنی لٹکی رہتی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہیں پیش کی جائیں گی جب تک حضور کریم ﷺ پر درود شریف نہ پڑھا جائے۔“

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے۔

لَا تَدْعَاءُ مَخْخُوبٌ حَتَّى يُعْصِيَنَّكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ
صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

”کہ دعا بارگاہ الہی میں پیش نہیں کی جائے گی جب تک دعا مانگنے والا
حضور نبی کریم ﷺ پر درود شریف نہ پڑھے۔“

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

اِنْ رَدَّ اَحَدُكُمْ لَمْ يَسْمَعْ اِلَّا سَمْعًا مُبِينًا مَدْحًا
وَبَدْعًا عَنْهُ لِمَا هُوَ اَهْلُهُ لَمْ يُعْصِيَنَّ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ
لَمْ يَسْمَعْ وَلَمْ يَخْشَعْ

”کہ تم میں سے اگر کوئی ارادہ کرے کہ وہ اپنے رب کریم سے التجا کرے
تو اسے چاہئے کہ پہلے اپنے رب کی اس کے شان کے شایان مدح و ثنا
کرے پھر اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم ﷺ پر صلوة و سلام بھیجے۔ پھر
اپنے رب سے التجا کرے۔ اس دعا کے بارے میں امید کی جاسکتی ہے کہ
وہ ضرور قبول ہوگی۔“

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تَجْعَلُونِي
كَفَدْحٍ مَرَكْتُ عَنْ مَرَكَبٍ يَمْنًا فَدَحَا لَمْ يَصْفُ
وَيَرْفَعُ مَنَاعَةً عَنْ اِحْتِاجِ ابْنِ سَرَبٍ شَرِبَهُ اَوْ تَوْضُوءًا
نَوْصًا وَلَا هَرَقَةً وَلَكِنْ اجْعَلُونِي فِي رَدِّ الدُّعَاءِ
وَوَسْطِهِ وَاحِرَةً۔

”حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے مسافر کے پیالے کی طرح مت بناؤ
کیونکہ مسافر اپنے پیالے کو بھرتا ہے۔ پھر اس کو رکھ دیتا ہے پھر اپنا
سامان اٹھاتا ہے پھر اگر اسے پیاس محسوس ہو تو پانی پیتا ہے یا وضو کی
ضرورت ہو تو وضو کرتا ہے ورنہ اسے زمین پر اندل ایتا ہے۔ لیکن مجھ
پر اپنی دعا سے پہلے اس کے درمیان اور اس کے آخر میں درود شریف
پڑھا کرو۔“

حضرت ابن عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

سَدْعَاءُ الرِّكَانُ وَجُحَّةُ الشَّابِّ وَوَقْتُ دَارِ رَفِيعِ
الرِّكَانِ قَوِيٌّ وَإِنْ وَفَى احْتِجَّتْ طَرَفُ سَمَاءٍ وَإِنْ
وَفَى مَوْفِقُهُ دَارِ وَإِنْ وَفَى شَدِيدُ نَحْجٍ عَارِكَانِهِ
خُصُورُ انْقَبَ وَارْقَةُ وَتَسْكِينُهُ وَنَحْشُوعُ وَبَعْلُ
انْقَبَ بَالَهُ وَطَعْفَةُ الشَّابِّ

”دعا کے کچھ ارکان ہوتے ہیں کچھ پر ہوتے ہیں کچھ اسباب ہوتے ہیں اور قبولیت کے اوقات ہوتے ہیں۔ اگر دعا اس کے ارکان کے مطابق ہو تو طوقور ہوتی ہے اگر اس کے پر ہوں تو آسمان پر پرواز کرتی ہے اور قبولیت کی گھڑیوں میں دعا کی جائے تو کامیاب ہوتی ہے۔ اگر اس کے اسباب مہیا ہوں تو قبول ہوتی ہے۔ دعا کے ارکان حضور قلب، خضوع و خشوع، عاجزی اور بندگی کے ساتھ دل کا معلق ہونا، سچی نیت ہونا ہے۔ اس کے اوقات قبولیت، سحری کے اوقات۔ اس کے اسباب، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ و سلام“

حدیث پاک میں ہے کہ دو درود شریف کے درمیان مانگی گئی دعا یعنی اس آخر درود، شریف پڑھنے سے دعا مسترد نہیں ہوتی۔

اس سے ثابت ہوا کہ ہم اہل سنت نماز کے بعد جو ذکر و درود شریف پڑھتے ہیں۔ یہ سنت ہے اور قبولیت دعا کا باعث ہے۔ نیز اس سے باور بند ذکر اور درود شریف پڑھنا ثابت ہوا اسی طرح ہر محفل کے اختتام پر ہم بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ و سلام عرض کرتے ہیں وہ بھی قبولیت کا باعث ہے اور احادیث صحیحہ سے باور بند ذکر کرنا اور درود شریف پڑھنا ثابت ہے۔

حضور ﷺ کا اسم گرامی لیتے وقت اور لکھتے وقت، سنتے وقت اور

اذان کے وقت

جب حضور نبی کریم ﷺ کا اسم مبارک لیا جائے تو درود شریف پڑھے۔ جب نام مری لکھے تو ساتھ درود پاک لکھے۔ حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ خلف نے بیان کیا کہ

ان کا ایک دوست حدیث کا طالب علم تھا۔ وہ فوت ہو گیا میں نے اسے خواب میں دیکھا کہ
 سبز پوشاک پہنے خوش و خرم گھوم رہا ہے۔ میں نے کہا کہ تم تو وہی میرے ہم کتب نہیں
 ہو؟ اس نے کہا ہاں میں وہی ہوں۔ میں نے پوچھا یہ کیا حال بنا رکھا ہے؟ اس نے کہا میری یہ
 عادت تھی کہ جہاں محمد رسول اللہ ﷺ کا نام نامی لکھتا وہاں درود شریف بھی لکھتا۔ مک
 فَاَنْتِي رَسِيْ هَدِ نَدِيْ نَزِيْ عَنِيْ۔ یہ جو کچھ تو دیکھ رہا ہے میرے رب نے مجھے اس عمل
 کا بدلہ دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن حکم کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضرت امام شافعی کو دیکھا۔
 پوچھا فرمائیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ آپ نے فرمایا
 رَحِمَنِيْ وَعَرَّبَنِيْ وَرَقَّبَنِيْ اِلَى النِّجَةِ كَمَا تَرَوُفَ الْغُرُوسِ
 وَنَزَّ عَنِيْ كَمَا نَزَّ عَنِيْ الْغُرُوسُ

”میرے رب نے مجھ پر رحم فرمایا۔ مجھے بخش دیا، مجھے دلہن کی طرح
 آراستہ کر کے جنت میں بھیجا گیا اور مجھ پر جنت کے پھول پھار کئے
 گئے جس طرح دلہن پر درہم و دینار پھار دے جاتے ہیں۔“

میں نے اس عزت افزائی کی وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ اپنی کتاب ”الرسالہ“ میں حضور ﷺ پر
 میں نے جو درود لکھا ہے، اس کا یہ اجر ہے۔ عبداللہ بن حکم کہتے ہیں میں نے امام سے پوچھا۔
 وہ خاص درود شریف کیا ہے؟ آپ نے بتایا کہ میں نے وہاں یہ درود شریف لکھا ہے۔
 وَصَنَى اللّٰهُ عَنِيْ مُحَمَّدٍ عِدَدَ مَا ذَكَرَهُ لِدَاكِرُوْنَ وَعِدَدَ مَا عَقَلَ عَنْ ذِكْرِهِ
 نِعَاصُوْنَ میں بیدار ہوا اور کتاب الرسالہ کو کھولا تو وہاں عینہ اسی طرح درود شریف لکھا
 ہوا تھا۔

حضور کریم ﷺ کا اسم گرامی سننے کے بعد جو حضور پر درود شریف نہیں پڑھتا اس کے
 پارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ

فَلَمْ يُصَلِّ عَنِيْ

”حضور ﷺ نے فرمایا اس کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا

ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود شریف نہیں پڑھا۔“

حضور کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔

مَنْ صَنَى عَلَى هَذِهِ الْكِتَابِ نَزَلَ إِلَيْكَ تَسْفِهُهُ

مَادِمِ اسْمَعِي فِي ذَلِكَ الْكِتَابِ۔

”حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص مجھ پر میرا نام لکھ کر درود شریف

پڑھتا ہے جب تک وہ اسم مبارک لکھا رہے گا فرشتے اس کی مغفرت

کے لئے دعا مانگتے رہیں گے۔“

علامہ سخاوی القول البدیع میں لکھتے ہیں کہ جیسا تو حضور قدس ﷺ کا نام نامی پیتے ہو۔

زبان سے درود پڑھتا ہے اسی طرح نام مبارک لکھتے ہو۔ حضور پر درود لکھنے (ﷺ)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد پاک نقل کیا ہے کہ

حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی کتاب میں میرا نام لکھے اور اس کے ساتھ درود لکھے، فرشتے

اس وقت تک لکھنے والے پر درود بھیجتے رہتے ہیں جب تک کہ میرا نام اس کتاب میں رہے۔

علامہ سخاوی نے متعدد روایات سے یہ مضمون بھی نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن تمام

حدیث حاضر ہو گئے اور ان کے ہاتھوں میں دو تین ہوں گے جن سے وہ حدیث لکھا کرتے

تھے۔ اللہ جل شانہ حضرت جبریل سے فرمائیں گے کہ ان سے پوچھو یہ کون ہیں اور یہ

چاہتے ہیں۔ وہ عرض کریں گے کہ ہم حدیث لکھنے اور پڑھنے والے ہیں۔ وہاں سے ارشاد

ہو گا کہ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ تم میرے نبی مکرّم ﷺ پر کثرت سے درود بھیجتے تھے۔

حضرت سفیان ابن عیینہ سے نقل کیا گیا ہے فرماتے ہیں کہ میرا ایک دوست تھا ابو مرثبہ

میں نے اس کو خواب میں دیکھا۔ میں نے اس سے پوچھا یہ معاملہ تیرا؟ اس نے کہا کہ اللہ

تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی۔ پوچھا کس عمل پر؟ اس نے کہا کہ میں حدیث پاک لکھ

کرتا تھا اور جب حضور اقدس ﷺ کا پاک نام آتا تھا تو میں اس پر ﷺ لکھ کر تاکھا اسی پر

میری مغفرت ہو گئی۔

شیخ ابن حجر کی نے لکھا ہے کہ ایک شخص صرف صنی اللہ عنہ پر اکتفا کرتا تھا

وسلہ نہ لکھا کرتا تھا۔ حضور انور ﷺ نے اس کو خواب میں ارشاد فرمایا تو اپنے کو چار بیس

نیکیوں سے کیوں محروم رکھتا ہے یعنی وسلہ میں چار حرف ہیں ہ حرف پر ایک نیکی درہم

نیکی پر ایک درجہ یعنی دسہم میں چار بیس نیکیاں ہوں گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ

جانتے ہیں کہ کون مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے اور کتنا پڑھتا ہے و سنم بھی لکھتا ہے یا نہیں۔
حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ
فرماتے سنا۔

دَا سَمِعْتُهُ الْمُؤَذِّنَ يَقُولُ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ
فَإِنَّ مِنْ صَلَّيَ عَلَيَّ صَلَوةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا ثُمَّ
سَلَّمَ اللَّهُ سَيَ الْوَسْنَةِ فَإِنَّهَا مَرَّةٌ فِي أَنْحَاءِ لَا تَسْعَى
لَا يَغْنَى مَنْ عَمَدَ اللَّهُ وَارْجُوا أَنْ أَكُونَ أَمَّا هُوَ فَحَسَنٌ
سَأَلَ سَيَ الْوَسْنَةِ حَتَّى عَمَدَ الشَّعَاعَةَ (رواہ مسلم)

”جب تم اذان سنا کرو تو جو الفاظ مؤذن کہے وہی تم کہا کرو اس کے بعد
مجھ پر درود شریف پڑھا کرو اس لئے کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود
شریف بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ درود شریف بھیجتے ہیں۔ پھر
اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ کی دعا کیا کرو وسیلہ جنت کا ایک درجہ
ہے جو صرف ایک ہی شخص کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہی
ہوں۔ پس جو شخص میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ کی دعا کرے گا اس
کے لئے میری شفاعت واجب ہوگی۔“ (1)

تشہد میں حضور ﷺ پر سلام عرض کرنا

التحيات، میں حضور نبی کریم ﷺ پر جب سلام عرض کیا جاتا ہے تو وہاں خطاب کا صیغہ
استعمال ہوتا ہے۔ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ (اے نبی کریم ﷺ آپ پر اللہ کی طرف
سے سلامتیاں ہوں) حالانکہ بظاہر یہاں صیغہ غائب استعمال ہوتا چاہئے یوں کہا جاتا اسَّلَامُ
عَلَيْ النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

اس کے بارے میں متعدد علماء کرام نے اس کی کئی توجیہات بیان کی ہیں ان میں سے چند
توجیہات پیش خدمت ہیں۔

امام ابن حجر عسقلانی، بخاری شریف کی شرح فتح الباری میں تحریر فرماتے ہیں۔

کیونکہ حضور کریم ﷺ نے خطاب کا صیغہ ارشاد فرمایا ہے اس لئے حضور کے الفاظ کا اتباع

کرتے ہوئے ہم بھی خطاب کا صیغہ استعمال کرتے ہیں۔

وَيُخْتَمَلُ نَ يُقَالُ عَلَى صَرِيحٍ هَلْ أَعْرَفْتُمْ
نُفْصِلُ بِنَا سَتَفْتَحُوا بَابَ الْمَكُوتِ أَدْرَ سَهْمُ
بِأَذْخُولٍ فِي حَرِيمٍ أَلْحَى أَدَى لَا يَفُوتُ فَعَرْتُ
عَيْبُهُ بِأَمْسَاحَةِ وَشَهْوَا عَنَى نَ دَسْتُ نَوَ مِطْلَةَ سَيَ
الْخُحْمَةِ وَبِرُكَّةٍ مُتَابِعَةٍ فَاسْتَمْنُوا وَدَ سَحِيبُ فِي حَرَمِ
الْحَبِيبِ حَاصِرٌ فَاقْنُوا عَلَيْهِ قَالِيلِينَ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا
النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

”اہل عرفان اس مقام کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نمازی جب ملکوت کے دروازے کو التَّحَاتِ اللَّهُ وَالصُّوْبُ وَصَدَب سے کھولتے ہیں تو ان کو خداوند حی و قیوم کے حریم ناز میں داخل ہونے کا اذن مل جاتا ہے۔ پھر وہاں ان کی آنکھیں مناجات سے ٹھنڈی ہوتی ہیں اور انہیں آگاہ کیا جاتا ہے کہ ان پر یہ مہربانی حضور نبی رحمت ﷺ کے واسطے سے اور حضور ﷺ کی پیروی کی برکت سے کی گئی ہے۔ پھر جب توجہ کرتے ہیں تو انہیں محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب اللہ تعالیٰ کے حریم قرب میں حاضر ہے۔ پس وہ بارگاہ رسالت میں یہ عرض کرتے ہوئے متوجہ ہوتے ہیں اِسْلَامَ عَمِیْتُ یٰہَا سَی ح۔“

حضرت علامہ بدر الدین عینی نے اپنی تصنیف بخاری کی شرح عمدۃ القاری میں اس مقام کی بعینہ یہی تشریح کی ہے۔ (عمدہ القاری جلد 6، صفحہ 111)
حضرت شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ کی شرح لغات میں اس مقام پر یوں وضاحت کرتے ہیں۔

وَيَخْوَرُ أَنْ يَكُونَ لِكُلِّ دَنَةٍ لَشَرِيفَةٍ نُكْرَمَةٍ مُصَنَّبٍ
عَيْنِ الْمُؤْمِنِينَ وَفَرَّةٍ عَيْنِ الْعَابِدِينَ فِي جَمْعٍ نَ خَوْرٍ
وَأَوْقَاتٍ حُضُوفًا حَاةٍ حَرٍ مَصْنُوءَةٍ مَحْضُوءٍ
السُّورِيَّةِ فِي نَفْسٍ وَنَ بَعْضِ أَعْرَفِينَ نَ دَسْتُ

سِرِّدَانِ حَقِيقَةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ فِي دَرَائِرِ الْمَوْجُودَاتِ
وَفَرَادِ الْكَوْنَاتِ كَتَبَهَا وَهُوَ عَلَيْهِ ^{صَلَاتُهُ} مَوْجُودٌ حَاصِرٌ فِي
ذَوَاتِ الْمُصَنِّفِ وَحَاصِرٌ عِنْدَ هَذِهِ وَسَعَى لِنُفُوسِ مَنْ
يَعْمَلُ مِنْ هَذِهِ اسْتِثْبَاتِ عِنْدَ هَذَا انْحِطَابِ نَسْأَلُ
مَنْ يُؤَرِّقُ نَفْسَهُ وَيَقْوِزُ بِسُرَرِ الْمَعْرِفَةِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَسُولِ اللَّهِ وَسَلَّمَ۔

”یہاں خطاب کا صیغہ اس لئے استعمال کیا گیا ہے کیونکہ حضور کی ذات
شریفہ کریمہ مومنین کا نصب العین ہے اور عبادت گزاروں کی
آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور تمام حالات اور تمام اوقات میں خصوصاً
جبکہ نماز کا آخری حصہ ہو اس وقت دل کو جو نور حاصل ہوتا ہے اس کی
وجہ سے کمال قرب نصیب ہوتا ہے۔ اور ازراہ خطاب بارگاہ رسالت
میں بدیہ صلوٰۃ و سلام پیش کیا جاتا ہے۔ ”شیخ لکھتے ہیں“ بعض عارفین کی
یہ رائے ہے کہ حضور کی حقیقت محمدیہ تمام موجودات کے ذروں میں اور
تمام کائنات کے افراد میں نہایت کئے ہوئے ہوتی ہے۔ اس لئے حضور
نبی رحمت ^{صلی اللہ علیہ وسلم} تمام نمازیوں کی ذاتوں میں موجود اور حاضر ہوتے ہیں۔
مومن کو چاہئے کہ جو شہودان مبارک لحاظ میں اسے حاصل ہوتا ہے
اس سے غافل نہ ہو بلکہ بصورت خطاب حضور کی خدمت اقدس میں بدیہ
صلوات و تسبیحات پیش کرے تاکہ اس کا دل بھی انوار محمدی سے منور ہو
جائے اور معرفت کے اسرار اس پر منکشف ہوں۔“

حجتہ اسلامی حضرت امام غزالی قدس سرہ العزیز اس مقام پر یوں داد تحقیق دیتے ہیں۔

وَحَاضِرٌ فِي فَنَنِ انْسِي ^{صَلَاتُهُ} وَشَخْصُهُ مُكَرَّمٌ وَقُلُّ
سَلَامٌ عَلَيْهِ ثَبَا انْسِي وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَنُرْسَانُهُ
وَبُحْبُوقٌ عَلَيْهِ فِي انْسِي سَعَةً وَبَرْدٌ عَلَيْهِ مَا هُوَ وَفِي
مَنْ

”جس وقت تو التیحات کے بعد یہ عرض کرے سَلَامٌ عَلَيْهِ ثَبَا

الشیء تو اس وقت نبی کریم ﷺ کو اپنے دل میں حاضر کر اور حضور کی ذات اقدس کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ عرض کر اے نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں آپ پر، اس ناچیز کی طرف سے یہ سلام عقیدت پیش ہے۔ زبان سے یہ کہے اور دل میں یہ امید واثق رکھے کہ تیرا یہ سلام حضور کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے اور حضور اپنی شان کے شایان تمہیں اس سلام کا جواب ارشاد فرمائیں گے۔

کیا درود شریف پڑھنا فرض ہے یا واجب ہے؟

جمہور علماء کے نزدیک درود شریف کا کم سے کم عمر بچہ میں ایک مرتبہ پڑھنا فرض ہے لیکن دوسری احادیث جن میں درود نہ پڑھنے والے پر بہت سی وحیدیں منقول ہیں یعنی حضور اقدس ﷺ کا نام پاک آنے پر درود شریف نہ پڑھنے والا بخیل ہے، ظالم ہے، بد بخت ہے، ایسے شخص کیلئے جبرئیل نے ہدایت کی دعا فرمائی اور حضور نے آمین فرمائی۔ اس نے علماء کا فتویٰ یہ ہے کہ جب بھی رحمت عام ﷺ کا نام نامی ذکر کیا جائے اس کو سن کر نبی کریم ﷺ پر ہر مرتبہ درود پڑھنا واجب ہے۔

کیا نبی کریم ﷺ کے نام نامی کے ساتھ شروع میں ”سیدنا“ کا لفظ بڑھادینا مستحب ہے؟

در مختار میں لکھا ہے کہ سیدنا کا لفظ بڑھادینا مستحب ہے اس لئے کہ ایسی چیز کی زیادتی جو واقع میں ہو وہ عین ادب ہے اور حضور ﷺ کا تمام بنی نوع انسان کا سرور ہونا اور قیامت کے روز سارے جہاں کی سرداری کے منصب پر فائز ہونا، ایسی حقیقتیں ہیں جو روایات صحیحہ سے ثابت ہیں، اس لئے حضور کو ”سیدنا“ کہنا مستحب ہے۔ بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: سَبْدُ سَاسِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ کہ قیامت کے دن میں تمام انسانوں کا سرور رہوں گا۔ دوسری حدیث جو امام مسلم نے اپنی صحیح میں تحریر کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اَنْ سَبْدُ وَنَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فُحْرَ کہ قیامت کے دن میں آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کا سرور ہوں گا۔ میں یہ فخر یہ نہیں کہہ رہا بلکہ اظہار حقیقت کر رہا ہوں۔

درود شریف کے فضائل کے بارے میں کئی آیات اور متعدد احادیث بیان کی جا چکی ہیں جن میں درود کے فضائل و برکات بیان کئے گئے لیکن وہ واقعات جو درود کے بکثرت پڑھنے سے اولیائے کرام اور صالحین کو پیش آئے ان کا تذکرہ بھی باعث ہزار برکت ہے۔ بڑے بڑے مستند لوگوں کے دل تسبیح جاتے ہیں غفلت کے پردے اٹھ جاتے ہیں، اور دل میں ان اعمال صالحہ کو کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اس لئے چند حکایات جو سلف صالحین نے مستند سمجھ کر اپنی تالیفات میں بیان کی ہیں ان کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں شاید کسی کے لئے ہدایت کا باعث بن جائیں۔ میں نے فقط ان حکایات اور واقعات کے ذکر کرنے پر استغناء ہے جو مستند علماء نے اپنی تالیفات میں درج کی ہیں۔

موہب مدنیہ میں تفسیر قشیری سے نقل آیا ہے کہ قیمت کے ان دس سوسوں کی نیکیوں کا وزن کم ہو جائے گا تو رسول اللہ ﷺ انشت کے برابر کا خزانہ کر میزان میں رکھ دیں گے۔ اس کی نیکیوں کا پلہ وزنی ہو جائے گا۔ وہ مومن کہے گا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کون ہیں، آپ کی صورت اور سیرت کیسی اچھی ہے۔ آپ فرمائیں گے میں تیرائی ہوں اور یہ درود شریف ہے جو تو نے مجھ پر پڑھا تھا میں نے حاجت کے وقت اس کو ادا کر دیا۔

حضرت عمر ابن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو جلیل القدر تابعی ہیں اور جن کا شمار خلفائے راشدین میں ہوتا ہے، شام سے مدینہ منورہ کو خاص قاصد بھیجتے تھے کہ ان کی طرف سے روضہ شریف پر حاضر ہو کر سلام عرض کریں۔

روضۃ الاحباب میں امام اسماعیل بن ابراہیم مزنی سے جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے شاگردوں میں سے ہیں نقل کیا ہے کہ میں نے امام شافعی کو بعد انتقال کے خواب میں دیکھا اور پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ کیا وہ بولے مجھے بخش دیا۔ اور حکم فرمایا کہ مجھ کو تعظیم و احترام کے ساتھ بہشت میں لے جایا جائے اور یہ سب برکت ایک درود کی ہے جس کو میں پڑھا کرتا تھا میں نے پوچھا کونسا درود ہے؟ فرمایا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا دَکَرَهُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَ کُنَّمَا عَمِلَ عَنْ دَکْرِهِ نَعَابُونَ۔

منہج احسان میں ابن فاکہنی کی کتاب فجر منیر سے نقل آیا ہے کہ ایک نیک بزرگ مدنی رحمۃ اللہ علیہ تھے انہوں نے اپنا نذر اسواقہ مجھ سے نقل کیا کہ ایک جہاز ڈوبنے

لگا۔ میں اس میں موجود تھا۔ اس وقت مجھ کو غنودگی سی ہوئی۔ اس حالت میں نبی کریم ﷺ نے مجھے یہ درود تعظیم فرما کر ارشاد فرمایا کہ جہاز والے اس کو ہزار بار پڑھیں۔ ہنوز تین سو بار پڑھا تھا کہ جہاز نے نجات پائی۔ وہ درود شریف یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَوْنًا نَحْنُهَا مِنْ
جَمِيعِ الْاَهْوَالِ وَنَقَاتٍ وَتَقْصِيْ لَهَا مِنْ جَمِيعِ
الْمَحَاجَاتِ وَتَصَهِّرْهَا مِنْ جَمِيعِ السَّيِّئَاتِ وَتَرْفَعْ
بِهَا اَعْيُنَ الْمَرْحُوْمَاتِ وَتُسَلِّمْ بِهَا اَقْصَى الْعَالَمَاتِ مِنْ
جَمِيعِ الْخَيْرَاتِ فِي الْحَيٰوةِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ

ایک معتمد دوست نے راقم سے لکھنؤ کے ایک خوش نویس کی حکایت بیان کی۔ ان کی عادت تھی کہ جب صبح کے وقت کتابت شروع کرتے تو اول ایک بار درود شریف یک بیاض پر جو اس غرض کے لئے بنائی تھی لکھ لیتے۔ اس کے بعد کام شروع کرتے۔ جب اس کے انتقال کا وقت آیا تو غلبہ فکر آخرت سے خوفزدہ ہو کر کہنے لگے کہ دیکھئے وہاں جا کر یہ ہوتا ہے۔ ایک مجذوب آنکھ لکھنے لگے بابا کیوں گھبراتا ہے وہ بیاض سرکار کی خدمت میں پیش ہے اور اس پر صادق بن رہے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوة میں لکھا ہے کہ جب حضرت حوا علیہا السلام پیدا ہوئیں تو حضرت آدم علیہ السلام نے ان کی طرف ہاتھ بڑھنا چاہا۔ ملائکہ نے کہا مبرا کرو جب تک نکاح نہ ہو جائے اور مبرا دانہ ہو جائے۔ انہوں نے پوچھا مبرا کیا ہے؟ فرشتوں نے کہا اس میں مقبول ﷺ پر تین بار درود شریف پڑھنا اور ایک روایت میں میں بار درود شریف پڑھنے کو کہا۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ رشید عطار نے بیان کیا کہ ہمارے ہاں مصر میں ایک بزرگ تھے جن کا نام ابو سعید خیاط تھا۔ وہ بہت یکسو رہتے تھے، لوگوں سے میل جول بالکل نہیں رکھتے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے ابن رشیق کی مجلس میں بہت کثرت سے جانا شروع کر دیا اور بہت اہتمام سے جایا کرتے۔ لوگوں کو اس پر بڑا تعجب ہوا۔ لوگوں نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ انہوں نے حضور کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کی اور کہا کہ حضور نے مجھ کو خواب میں ارشاد فرمایا کہ ابن رشیق کی مجلس میں جایا کرو۔ سب نے کہا

یہ اپنی مجلس میں مجھ پر سنت سے درود شریف پڑھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے محبوب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کے کیا فضائل ہیں اس کے بارے میں آپ آئیہ کریمہ ان الله وملكه لابه کی تفسیر اور تشریح کے ضمن میں ضیاء القرآن کا اقتباس ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب یہ فقیر اس مسئلہ کے چند دیگر پہلوؤں پر روشنی ڈالنا چاہتا ہے جن کے باعث بہت سے لوگ طرح طرح کی پریشانیوں اور تذبذب کا شکار ہیں۔

1۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو درود شریف پڑھا جاتا ہے کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ درود شریف پہنچتا ہے یا نہیں۔

2۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے سنتے ہیں یا نہیں۔

3۔ ہر امام صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ و سلام پڑھنے والے کو پہنچتے ہیں اور اس کو جواب عطا فرماتے ہیں یا نہیں۔

4۔ کیا اور نزدیک سے صلوٰۃ و سلام پیش کرنے میں کوئی فرق ہے۔

یہ چند امور میں جنہوں نے اس پر فتن دور میں بہت سے لوگوں کے ایمان کو تذبذب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے علماء ربانین کے ارشادات سے استفادہ کرتے ہوئے اس مسئلہ کے متعدد پہلوؤں کو تفصیل سے بیان کر دوں تاکہ علامان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس تذبذب، بے چینی اور تشکیک کی دلدل سے نکل کر یقین و ایقان کی اس صراط مستقیم پر گامزن ہو جائیں جہاں شک و شبہ کا کوئی کانٹا نہیں چبھ کر بے چہین نہ کر سکے۔ سب سے پہلے میں علامہ حافظ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف ”القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع“ سے کچھ روایات صحیحہ قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں تاکہ آئینہ دل شک و شبہ کے ہر گرد و غبار سے پاک و صاف ہو جائے۔

لیکن ان روایات کو درج کرنے سے پہلے میں امام موصوف کا قارئین کو تعارف کرانا ضروری سمجھتا ہوں۔ ان کے اقوال نقل کرنے کے بعد علامہ ابن قیم کی تصنیف لطیف ”جلاء الفہام“ کے حوالے سے بھی چند احادیث طیبہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔

”القول البدیع“ کے مصنف کا مختصر تعارف

آپ کا اسم مبارک شمس الدین محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن ابی بدر بن عثمان السخاوی ہے۔ السخاوی، سخا کی طرف منسوب ہے جو مصر کا ایک گاؤں ہے۔ ان کی ولادت ربیع الاول شریف 831 ہجری میں ہوئی۔ انہوں نے قرآن کریم کیا، یہاں اس میں مہارت تامہ حاصل کی پھر فقہ اسلامی، ادب عربی، فرائض، حساب، میقات کے فنون میں کمال حاصل کیا۔ اس حدیث میں ان کے اساتذہ کی تعداد چار سو سے زائد ہے اور فن حدیث کے ایک استاد کامل الحافظ ابن حجر عسقلانی کی ذات سے ساری عمر وابستہ رہے ان کی تمام تصانیف کو ان سے مانا گیا اور تادم آخر ان کے دامن سے وابستہ رہے اور فن حدیث کے وہ استاد و معارف جن پر بہت کم لوگوں کو سگای حاصل ہوتی ہے ان سے حاصل ہے۔ انہوں نے تیسری عمر سے عالم اسلام کے بہت سے ممالک کی سیاحت کی۔ پہلے حلب، دمشق، قدس، بغداد، بعلبک، حمص وغیرہ مشہور بلاد و امصار میں تشریف لائے۔ جہاں بھی کوئی صاحب علم، فضل نظر آیا ان کی خدمت میں زانوئے تلمذ کیا، اپنی علمی تشنگی و جہاد اپنے شیخ بن حجر کے وصال کے بعد فریضہ حج ادا کیا۔ اس اثناء میں کئی عظیم علماء سے انس و الفت حاصل کیا۔ ان میں سے ابو الفتح برہان الدین الرمزى اور تقی بن فہد بن فہیمہ کے اہل علم و امتیاز تعارف نہیں پھر اس سیاحت کے بعد قاہرہ و دہلیس تشریف لائے اور اس وقت سے علماء ربانین کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیث میں کمال حاصل کیا۔ پھر 870 ہجری میں وہ ہارون کی سعادت حاصل کی اور وہاں بھی عظیم علماء سے استفادہ کیا پھر 885 ہجری میں حج کے لئے مکہ مکرمہ آئے اور 887ھ تک مکہ مکرمہ میں اقامت فرماتے رہے۔ 892 ہجری میں حج کی سعادت حاصل کی اور 893 تک وہیں حاضر رہے۔ پھر 896 سے 898 تک عقبہ مقدسہ و حرم مکی کی برکتوں سے مالا مال ہوتے رہے پھر وہاں سے اپنے آقا و مولا و رکانائے بیت اللہ کے قدم مبارک میں حاضری کا شرف حاصل کیا اور تادم واپس وہاں سے کسی اور طرف جانے کا قصد نہ کیا یہاں تک 903ھ میں ماہ شعبان میں اپنی جان جان آفرین کی بارگاہ میں پیش کر دی۔

ان کی بے شمار تصانیف ہیں جن کی صحیح قدر و منزلت کو علماء ربانین ہی جانتے ہیں۔ ان کی چند مشہور کتب کے اسماء مبارک یہ ہیں۔ فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث۔ امتداد النور۔

القول ابدیع۔ الضوء الدامع۔ المنهج العذب الروی۔

اپنے شیخ علامہ ابن حجر کی سوانح حیات کے سلسلہ میں الجواہر والدرر تصنیف فرمائی۔ اس کے علاوہ اور بہت سی کتب ہیں جو ان کے فضل و کمال اور ثقاہت و عدالت پر شاہد عادل ہیں۔ ان قول ابدیع ایسے تابذ روزگار عالم ربانی کی تصنیف لطیف ہے جس کے بارے میں کسی کو شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

اب میں اس علامہ مذکور کی اس بے عدیل کتاب کے حوالہ سے دو روایات قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جن کی صحت کے بارے میں وہم و گمان کی گنجائش نہیں۔

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَثُرُوا مِنَ الصَّوْمَةِ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّ يَوْمَ مَشْهُودٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ وَمَا أَحَدٌ يُصْنِي عَلَيَّ إِلَّا غَرَضْتُ عَلَيَّ صَوْتَهُ حِينَ يَفْرُغُ مِنْهَا - قَالَ قُلْتُ وَبَعْدَ الْمَوْتِ قَالَ وَبَعْدَ الْمَوْتِ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيَّ نَارُصَ أَنْ نَأْكُلَ الْجَسَادَ إِنَّمَا هِيَ اللَّهُ حَتَّى يُرْزَقَ أَخْرَجَهُ إِبْنُ مَاجَةَ وَرَجَاهُ ثِقَاتٌ -

”ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو کیونکہ اس روز فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور جو شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ میں نے عرض کی حضور کی وفات کے بعد بھی؟ حضور نے فرمایا میری وفات کے بعد بھی اس کا درود میری خدمت میں پیش کیا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔ پس اللہ تعالیٰ کا نبی وفات کے بعد زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق دیا جاتا ہے۔ اسی روایت کو ابن ماجہ نے بیان کیا ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔“

اہم طبعہ نے اپنی کبیر میں یہ روایت بایں الفاظ نقل کی ہے۔

كثُرُوا الصَّوْمَةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّ يَوْمَ مَشْهُودٌ

تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ لَيْسَ مِنْ عِنْدِ يُصَلِّيَ عَلَى الْآبِلَعِي
صَوْتُهُ حَتَّى كَانَ قَدْ وَقَعَتْ وَقَاتِكَ قَالَ وَقَعَتْ
إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ الْجَسَادَ الْمَيِّتَ (۱)

”کہ جمعہ کے روز مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو۔ کیونکہ اس روز فرشتے
حاضر ہوتے ہیں۔ کوئی شخص ایسا نہیں جو اس روز مجھ پر درود پڑھے مگر
مجھے اس کی آواز پہنچتی ہے جہاں کہیں وہ ہو۔ ہم نے عرض کی یا رسول
اللہ! حضور کے وصال کے بعد بھی وہ درود پیش ہوتا ہے؟ آپ نے
فرمایا میری وفات کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا
ہے کہ وہ انبیاء کے اجساد مبارک کو کھائے۔“

اس روایت کو حضرت علامہ ابن قیم نے اپنی تصنیف ”جداء الفہم“ میں انہی الفاظ کے
ساتھ بیان کیا ہے۔ (2)

حافظ منذری نے اس حدیث کو ترغیب میں بیان کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ اس کو ابن
ماجہ نے جید سند سے روایت کیا ہے۔

علامہ ابن قیم کی شخصیت علمی ہے اور ان کی ثقاہت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ جن
روایات کو انہوں نے بڑی تحقیق اور تفحص کے بعد اپنی اس تصنیف کا حصہ بنایا ہے، جو وہ
ابن قیم کی شخصیت سے باخبر ہیں، ان کو ان احادیث طیبہ کے بارے میں کوئی شک نہیں
ہو سکتا۔ ایسے ثقہ اور مستند عالم کی مصدقہ احادیث پر شک و شبہ کا اظہار کرنا ضعف ایمان کی
علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق قبول کرنے میں ہر قسم کے تعصب اور ضد سے محفوظ
رکھے آمین ثم آمین۔

عبدالباقی بن قانع سعید بن عمیر سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ صَلَّى عَلَى صَادِقٍ مِنْ نَفْسِهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَوَابٍ وَرَفَعَهُ عَشْرَ درجَاتٍ

وَكُتِبَ لَهُ بِهَا عَشْرَ حَسَابٍ وَمَحَا عَنْهُ عَشْرَ سَيِّئَاتٍ

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص صدق دل سے میری بارگاہ میں

درویش شریف عرض کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے، اس کے دس درجات کو بلند کرتا ہے، دس نیکیوں کو نامہ اعمال میں لکھ دیتا ہے اور اس کے نامہ عمل سے دس گناہ مٹا دیتا ہے۔“

سید شباب الہ الجبہ سیدنا حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

حَدَّثَنَا عَنْدُ اللَّهِ بْنِ نَافِعٍ أَخْبَرَنَا الْعَدَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
ﷺ صَلُّوا صُلُّوا فِي صَلَاتِكُمْ وَلَا تَتَحَدَّوْهَا قُبُورًا وَلَا
تَتَحَدَّوْا بَيْنِي عِبَادًا صَلُّوا عَمِي وَسَلِّمُوا فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ
وَسَلَامَكُمْ يَنْفَعُنِي أَيْمَانُكُمْ

”حضرت حسن بن علی مرتضیٰ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے گھروں میں نمازیں پڑھا کرو۔ اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ جہاں کوئی عبادت جائز نہیں۔ نیز میرے گھر کو عید نہ بناؤ جو سال میں صرف دو بار آتی ہے بلکہ کثرت سے حاضری دیا کرو۔ مجھ پر صلوٰۃ و سلام پیش کیا کرو تمہارا صلوٰۃ و سلام مجھے پہنچتا ہے جہاں کہیں بھی تم ہو۔“

اسی طرح حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور حدیث مروی ہے۔

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ حُنْتُ مَا كُنْتُ فَصَلُّوا عَمِّي
وَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَنْفَعُنِي

”حضور نے ارشاد فرمایا جہاں کہیں بھی تم ہو۔ مجھ پر درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے۔“

فرشتے حضور ﷺ کی خدمت میں صلوٰۃ و سلام پہنچاتے ہیں

عَنْ يَحْيَى بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ قَالَ لِيْ عَمْرُو بْنُ حَمْرٍ
أَلَا أُحَدِّثُ عَنْ حَنِيئِ بْنِ عَمَّارٍ أَنَّ بَسْرَ بْنَ رَافِعٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ
وَتَعَالَى مِنْكُمْ أَعْضَاءُ أَسْمَاعِ الْخَلَائِقِ فَهُوَ فَتَنْفَعُنِي

فَرَى دَامَتْ فَلَيْسَ أَحَدٌ يُصَلِّيَ عَلَيَّ صَلَوةَ الْآ قَال
يَا مُحَمَّدُ صَلِّ غَنِيكَ بِنُ فُلَانٍ قَالَ فَيُصَلِّي رُبُّ

نَدَرْتُ وَمَعَايَ عَمِي دَمْتُ اِرْجُلُكَ وَاحِدُهُ عَشْرُ

”نعیم بن قیسم کہتے ہیں مجھے عمران حمیری نے کہا کیا میں تمہیں اپنے دوست عمار بن یاسر کی ایک حدیث نہ سناؤں؟ میں نے کہا ضرور سنائیں۔ انہوں نے یہ حدیث پاک سنائی کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی آوازوں کو سننے کی قوت عطا فرمائی ہے۔ وہ میری رحلت کے بعد سے میری قبر انور پر کھڑا ہے اور جب بھی کوئی شخص مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو وہ میری خدمت میں عرض کرتا ہے کہ یا محمد (اے اللہ کے محبوب) ﷺ آپ کے غلام امتی نے جو فداں کا بیٹا ہے اس نے حضور پر درود پڑھا۔ حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر ایک درود شریف کے بدلے دس بار درود شریف پڑھتا ہے۔“

اگر ایک فرشتہ ایسا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی آوازیں سننے کی طاقت مرحمت کی ہے، زمین کے کسی گوشے سے جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے حبیب پر درود و سلام عرض کرتا ہے تو وہ فرشتہ اس کے صلوة و سلام کو سنا کر اس کے باپ کا نام لے کر بارگاہ رسالت میں پیش کرتا ہے وہ فرشتہ درود شریف پڑھنے والے کے درود کو سنتا ہے اس کا نام بھی جانتا ہے۔ جب ایک فرشتہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ قوت عطا فرمائی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو جو قوتیں ارزانی فرمائیں ان کا کوئی اندازہ لگا سکتا ہے؟ اس مفہوم کی ایک اور روایت حضرت عمار بن یاسر سے مروی ہے۔

قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ اِنَّ بَيْنَهُ مَكَ

عَصَهُ سَمِعَ الْعِبَادَ فَلَيْسَ مِنْ أَحَدٍ يُصَلِّيَ عَلَيَّ صَلَوةَ

اِلَّا بُعِثَ بِهَا وَاسْمِي سَأَلْتُ رَبِّي اِنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ

عِنْدَ صَلَوةِ الْآ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا امثالها۔

”میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ

ہے جس کو تمام بندوں کی باتیں سننے کی قوت ارزانی فرمائی گئی ہے۔ جب کوئی آدمی مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو فرشتے مجھے اس کا درود پہنچاتا ہے۔ میں نے اپنے رب کی جناب میں گزارش کی یا رب العالمین جو تیرا بندہ مجھ پر درود شریف ایک بار پڑھے تو اس پر دس مرتبہ درود شریف پڑھ۔“

حضور ﷺ سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں

یہ بختیانی سے مروی ہے کہ ایک فرشتہ اس آدمی کیلئے مقرر کیا جاتا ہے جو نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کرتا ہے اور وہ فرشتہ اس شخص کا درود شریف بارگاہ نبوت میں پیش کرتا ہے۔

قاضی اسماعیل نے سند صحیح سے سلیمان حکیم سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا میں نے حضور نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کی۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ اجو لوگ دور راز سے حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور حضور کی بارگاہ اقدس میں سلام عرض کرتے ہیں، کیا حضور ان کے سلام کو سمجھتے ہیں؟ حضور نے فرمایا میں ان کے سلام کو سمجھتا ہوں اور نہیں جواب بھی دیتا ہوں۔ (1)

حضرت ابراہیم بن شیبان روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک سال حج کیا پھر مدینہ طیبہ حاضر ہوا اور مرقد انور کے پاس گیا اور بارگاہ رسالت ﷺ میں سلام عرض کیا۔ حجرہ شریف کے اندر سے آواز آئی وعلیک السلام (تم پر بھی سلامتی ہو)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ میری زندگی بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔ تمہارے اعمال میری خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر میں تمہارے اچھے اعمال کو دیکھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور اگر تمہارے گناہ دیکھتا ہوں تو تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔

مسند دارمی میں ہے کہ جب یزیدی فوجوں نے مدینہ طیبہ پر حملہ کیا اور تین دن تک وہ مسجد نبوی پر قابض رہے، ان تین دنوں میں نہ کسی نے اذان کہی اور نہ تکبیر۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ وہ تین دن مسجد نبوی میں محصور رہے۔ انہیں نماز کے وقت کے

بارے میں اس وقت پہنچتا تھا جس وقت قبر انور سے اذان کی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔
 حضرت ابو الخیر اقطع روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔ فاقہ نشی
 سے میری بری حالت تھی۔ پانچ دن اسی طرح گزر گئے کہ میں نے ایک دانہ بھی منہ میں نہ
 ڈالا۔ میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی مزار پر انور کے قریب گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ
 میں صلوٰۃ و سلام عرض کیا۔ اس کے ساتھ ہی حضرت بو بکر صدیق اور حضرت فاروق
 اعظم رضی اللہ عنہما کی خدمت میں سلام عرض کرنے کا شرف نصیب ہوا۔ میں نے عرض
 کیا انا صیغۃ النبیۃ بارئ رسول اللہ یارسول اللہ تنرت میں حضور کا مہمان ہوں۔ پھر
 منبر شریف کے پیچھے سو گیا۔ میں خواب میں اللہ تعالیٰ کے حبیب حبیب ﷺ کی زیارت سے
 مشرف ہوا۔ حضرت صدیق اکبر حضور کے دائیں جانب اور فاروق اعظم حضور کی بائیں
 جانب تھے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور کے سامنے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ
 نے مجھے حرکت دی۔ فرمایا ابو الخیر! اٹھو، اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب شریف لے
 ہیں۔ میں اٹھا۔ حضور کے سامنے کھڑا ہو گیا وقتاً پس سبب میں نے حضور کی دونوں
 آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ نبی کریم ﷺ نے مجھے ایک روئی عطا فرمائی جس کا نصف میں
 نے کھایا پھر میری آنکھ کھل گئی، میرے سامنے وہ آدمی بقیہ روئی موجود تھی۔ (۱)

دور و نزدیک سے صلوٰۃ و سلام عرض کرنے میں فرق نہیں ہے

علامہ ابن قیم نے اس حدیث کو ابو نعیم سے انہوں نے طبرانی سے بواسطہ حضرت
 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مسلمان جو
 مجھ پر سلام عرض کرتا ہے خواہ وہ مشرق میں ہو یا مغرب میں، میں اور میرے رب کے
 فرشتے اس کو اس سلام کا جواب دیتے ہیں۔ کسی نے عرض کی یا رسول اللہ اہل مدینہ میں سے
 جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اس کے بارے میں حضور کیا کرتے ہیں؟ حضور نے فرمایا
 کریم کا جو ہر تاؤ اپنے پڑوسی سے ہوتا ہے کریم اپنے پڑوسیوں سے جو ہر تاؤ کرتا ہے اس کے
 بارے میں کوئی اندازہ لگا سکتا ہے، اور وہ ہستی جس کو اپنے پڑوسیوں کے ساتھ بہتہ سوک
 کرنے کا حکم دیا گیا ہو جب حضور کے پڑوسی اپنے قاقا کی خدمت میں سلام عرض کرتے
 ہوں گے تو حضور پر نور ﷺ کا ابراہیم رحمت ان پر یونکر برستا ہو گا۔ (۲)

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

کَمَا قَبِلَ دُخُورَ رَدُّهُ عَلَيْهِ عَنِ مَنْ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ مِنْ
تُرُوبِ مَدِينَةِ دُخُورَ رَدُّهُ عَنِ مَنْ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ مِنْ
جَمْعِ لَوْنٍ (1)

”اگر مزار پر انوار پر حاضر ہونے والوں کا جواب حضور عطا
فرماتے ہیں تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آفاق عالم میں
جہاں سے کوئی غلام بارگاہ رسالت ﷺ میں ہدیہ صلوة و
سلام پیش کرے گا حضور اس کے سلام کا جواب بھی ارزانی
فرمائیں گے۔“

کسی امتی کیلئے اس سے بڑھ کر اور کیا شرف و سعادت کی بات ہے کہ بارگاہ رسالت میں
اس کا نام کلمات خیر سے لیا جائے۔

حضور کی بارگاہ میں ہدیہ صلوة و سلام پیش کرنے والے کو
حضور ﷺ پہچانتے ہیں اور تفصیل سے جانتے ہیں

شیر دیا کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن کلی کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ابوالفضل
القرمسانی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک آدمی خراسان سے میرے پاس آیا۔ اس نے کہا کہ
حضور رحمت عالم ﷺ کی خواب میں زیارت سے مشرف ہوا جبکہ میں مسجد نبوی میں سویا ہوا
تھا۔ حضور ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ جب تو بھدا ان جائے تو ابوالفضل بن زریک کو میرا
سلام دینا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ مجھ
پر ہر روز سو مرتبہ درود شریف پڑھتا ہے۔

پھر اس آدمی نے کہا کہ مہربانی فرما کر مجھے وہ درود شریف سکھائیے جو آپ پڑھتے ہیں۔
انہوں نے کہا کہ میں ہر روز یہ درود شریف پڑھتا ہوں۔

اِنَّهُ صَلَّى عَلَيَّ سَيِّدُنَا مُحَمَّدٍ اَسِيَّ لَأُمِّيْ وَغُلَامِيْ
مُحَمَّدٍ جَرَّيْ اللّٰهُ مُحَمَّدًا عَنَّا مَا هُوَ اَهْلُهُ۔

ایک آدمی جس کا نام محمد بن مالک تھا بیان کرتا ہے کہ میں بغداد میں حضرت ابو بکر بن

مجاہد المقری سے قرأت سیکھنے کیلئے حاضر ہوا۔ ایک روز ہم سب ان کی خدمت میں قرأت کی مشق کر رہے تھے کہ ان کے پاس ایک بزرگ داخل ہوئے جنہوں نے پرانا مہار اور بوسیدہ قمیص پہنی ہوئی تھی اور ایک پرانی سی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ شیخ ابو بکر اپنی مسند سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس شیخ کو اپنی مسند پر بٹھایا۔ ان سے ان کے احوال دریافت کئے، ان سے بچوں کی خیریت دریافت کی۔ اس بزرگ نے بتایا آج رات میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔ اہل خانہ نے مجھے کہا ہے کہ گھی اور شہد داں لیکن میرے پاس تو پھولی کوڑی بھی نہیں ہے۔ شیخ ابو بکر فرماتے ہیں کہ میں سو گیا میرا دل سخت پریشان تھا۔ میں نے حضور کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کی۔ حضور نے پوچھا اے ابو بکر تم تنے غمزدہ کیوں ہو۔ اٹھو اور علی بن عیسیٰ الوزیری کے پاس جاؤ وہ میری طرف سے سے سلام پہنچاؤ۔ اور سے اپنا تعارف کرو اور یہ نشانی بتاؤ کہ تیرا یہ معمول ہے کہ تو ہر جمعہ کی رات کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایک ہزار مرتبہ درود شریف کا بد یہ پیش کرتا ہے۔ گزشتہ جمعہ کی رات کو تو نے سات سو مرتبہ درود پاک پڑھا۔ اس کے بعد خلیفہ کا قاصد تمہیں بلانے کیسے آیا تم اس کے ساتھ چلے گئے۔ وہاں سے واپس کر تم اپنی جگہ پر بیٹھے اور بقیہ تین سو پڑھا یہاں تک کہ ایک ہزار مکمل ہو گیا (مگر اس نشانی کے بارے میں تمہیں علم ہے) تو اس بچے کے باپ کو ایک سو دینار پیش کر دینا کہ وہ اپنی ضرورت پوری کر سکے۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت ابو بکر بن مجاہد مقری اس بچے کے باپ کو ہمہ دے کر اٹھے اور وزیر کے گھر گئے۔ حضرت ابو بکر نے وزیر کو کہا کہ یہ وہ شخص ہے جس کو حضور رحمت عالم ﷺ نے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ جب وزیر نے یہ بات سنی تو فوراً اٹھ کھڑا ہوا اپنی مسند پر نہیں بٹھایا اور ان کے حالات دریافت کئے۔ وزیر کی مسرت کی حد نہ رہی۔ اپنے خادم کو حکم دیا کہ فوراً تھیلی اٹھا کر لاؤ جس میں دنانیر رکھے ہوئے ہیں۔ وہ تھیلی پاس میں سے اس نے سو دینار گئے اور اس بزرگ کی خدمت میں پیش کئے۔ پھر اتنی مقدار میں گئے تاکہ شیخ ابو بکر کی خدمت میں پیش کرے لیکن انہوں نے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ وزیر نے عرض کی کہ یہ میری طرف سے بد یہ قبول کرو۔ یہ اس نئی بشارت کے عوض میں ہے جو تو نے مجھے سنائی ہے۔ یہ چیز میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک راز تھی۔ اور تم میرے محبوب کی طرف سے خوشخبری سننے والے ہو۔ پھر ایک سو دینار وزن کئے اور عرض کی کہ

یہ اس بشارت کے صدقے قبول کر لو جو
 شریف کو جانتے ہیں۔ پھر ایک سو بار
 بد میں قبول کرو جو یہاں تک آئے ہیں کہ
 تک۔ ایک سو بار یہاں تک آئے ہیں کہ
 میرے قویٰ نے اپنے کا حکم فرمایا۔
 حضرت قتیبہ فرماتے ہیں کہ میں نے
 یہ اعانی حاضر ہوا اس نے عرض کی کہ
 کا یہ ارشاد اُمی ہے۔

وہ نہ کہہ رہا تھا کہ میں نے
 نہ کہہ رہا تھا کہ میں نے
 "وہ لوگ جنہوں نے اپنی جان
 اُردو تہ کی بارگاہ میں حاضر
 مفت طلب کریں وہ یہ کہ
 قرب و قریب ہندوؤں کو
 پائیں گے۔"

یا رسول اللہ! میں اپنے گناہوں
 حاضر ہوا ہوں۔ میں حضور کو اللہ کی بارگاہ
 یا حشر میں ڈھونڈ رہا ہوں۔
 "اے ان تمام لوگوں سے کہ
 سے جنگل و نیلے سب مہلک
 مٹی ہوتا غرض کہ
 "میری جان اس عزار پر
 پذیر ہیں۔ اس میں حفت
 جو کہ کما بیٹہ ہے۔"

یہ عرض کرنے کے بعد وہ اعرابی چلا گیا اچانک مجھے خیند آگئی۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ حضور نے فرمایا اے تھی! دوڑو اور اس اعرابی کو جا کر یہ مشہدہ سنو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا ہے۔ (1)

اسی طرح ایک اور اعرابی حاضر ہوا اسی طرح کی فریاد بارگاہ ٹیکس پناہ میں کی جس طرح اس پہلے نے عرض کی تھی۔ اس نے ایک شعر کا اضافہ کیا۔

اِنَّتَ سَيِّدُ الْاَلَمِیْنِ تُرْجِیْ شِعْرَیْ عِنْدَ مَصْرَعِ دَ مَارِثَ اَنْفَعِ
”آپ نبی کریم ہیں جن کی شفاعت کی امید کی جاسکتی ہے جب پہل صراط پر لوگوں کے قدم پھلتے ہیں۔“

اس کو بخشش کی بشارت دی گئی۔

ابو موسیٰ مدنی، عبدالغنی اور ابن سعد رحمہم اللہ تعالیٰ حضرت ابو بکر بن محمد بن عمر سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ ایک روز میں ابو بکر بن محمد کے پاس بیٹھا تھا کہ چائیک شہلی آئے انہیں دیکھ کر حضرت ابو بکر اٹھ کھڑے ہوئے، ان کے ساتھ معانقہ کیا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے انہیں کہا اے میرے آقا آپ شہلی کے ساتھ یہ رویہ اختیار کرتے ہیں حالانکہ آپ خود اور بغداد کے سارے علماء ان کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ یہ مجنون ہے۔ میرے اس استفسار پر انہوں نے فرمایا کہ میں نے ان کے ساتھ وہ طریقہ اپنایا ہے جیسے میں نے نبی کریم ﷺ کو ان کا احترام کرتے دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ شہلی حاضر ہوئے تو آپ ﷺ بطور احترام ان کے لئے کھڑے ہو گئے اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔

میں نے عرض کی یا رسول اللہ! حضور ﷺ ان کے ساتھ ایسا سوک کیوں کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا شہلی کا یہ معمول ہے کہ جب وہ فرض نماز سے فارغ ہوتے ہیں تو یہ آیت پڑھتے ہیں۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ
حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِ رَءُوفٌ رَّحِيْمٌ وَانْ تَوَلَّوْا
فَلَنْ حَسِبَ اللّٰهُ بَآئِهَ الْاَلَا هُوَ عِنْدَهُ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ

ان آیات کی تلاوت کے بعد اس طرح تین دفعہ درود شریف پڑھتا ہے۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ - صَلَّيْ اللَّهُ عَلَيْكَ يَا

مُحَمَّدُ - صَلَّي اللَّهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ (2)

شیخ ابو حفص عمر بن الحسن السمرقندی روایت کرتے ہیں کہ میں نے حرم شریف میں ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ کثرت سے اللہ کے محبوب کریم ﷺ پر درود شریف پڑھتا رہتا ہے خواہ وہ حرم شریف میں ہو خواہ عرفات و منیٰ میں، درود پاک کے بغیر اس کا کوئی ور شغل نہیں۔ میں نے اس سے پوچھا اے اللہ کے بندے ہر جگہ کے لئے مختلف باتیں اور معمولات ہوتے ہیں لیکن میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم نہ دعا مانگتے ہو نہ نفل ادا کرتے ہو، صرف حضور نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ و سلام عرض کرتے رہتے ہو، اس کی کیا وجہ ہے۔

اس شخص نے بتایا کہ میں حج کے ارادے سے ملک خراسان سے روانہ ہو۔ میرا والد بھی میرے ساتھ تھا۔ جب ہم کوفہ پہنچے تو وہ بیمار ہو گیا۔ رفتہ رفتہ اس کی بیماری میں اضافہ ہوتا گیا۔ پھر اس نے وفات پائی۔ جب میرا والد فوت ہو چکا تو میں نے اپنی چادر اس کے چہرہ پر ڈال دی۔ پھر میں کچھ دیر کے لئے وہاں سے غائب ہو گیا۔ پھر واپس آیا، اس کے چہرے سے میں نے چادر ہٹائی کہ اس کو دیکھوں۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ اس کا چہرہ مسخ ہو گیا ہے۔ اس کا چہرہ گندھے کی مانند ہو گیا ہے۔ یہ دیکھ کر میرے حزن و ملال کی کوئی حد نہ رہی۔ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میں اپنے والد کی شکل لوگوں کو کیونکر دکھاؤں گا۔ میں اپنے باپ کے پاس بیٹھ گیا اسی اثناء میں مجھے نیند آگئی، میں سو گیا۔ میں نے دیکھا کہ کوئی شخص میرے پاس آیا اور جہاں میرے والد کی میت پڑی تھی اس کے قریب آکر بیٹھا۔ اس نے میرے والد کے چہرے سے چادر ہٹا دی۔ چہرہ کو دیکھا پھر اس پر چادر ڈال دی۔ اس شخص نے مجھ سے پوچھا کہ تم اس قدر غمزدہ اور افسردہ کیوں ہو؟ میں نے کہا کہ میں کیوں غمزدہ نہ ہوں میرے والد کی شکل بگڑ گئی ہے۔ اس شخص نے کہا تمہیں خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ پر جو مصیبت آئی تھی اس کو دور فرما دیا ہے۔ پھر میں نے اس کے چہرے سے چادر ہٹائی تو اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ میں نے اس نیک بخت آدمی

کو کہا آپ کون ہیں، تیرا آنا میرے لئے بڑی برکتوں اور سعادتوں کا باعث بنا ہے۔ اس ہستی نے جواب دیا انا الْمُصْطَفٰی میں محمد مصطفیٰ ﷺ ہوں۔ جب انہوں نے یہ فرمایا تو میری خوشی کی انتہاء نہ رہی۔ میں نے اس ہستی کی چادر کو ایک کنارے سے پھاڑا اور میں نے عرض کی سُبْحٰنَ اللّٰہِ بِاَسْمٰی بَارِسُوْنَ اللّٰہِ لَا حَرَمَ لَیْسَ بِمَقْصَدِہٖمِیرَ آقَابَہٗمِیرَ رسولِ مکرم ﷺ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا قصہ ہے۔ حضور نے فرمایا تیرا باپ سود کھایا کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ جو سود خوری کرتا ہے اللہ تعالیٰ موت کے وقت اس کے چہرے کو بدل کر گدھے کی مانند کر دیتا ہے۔ دنیا میں یا آخرت میں۔ لیکن تیرے باپ کا یہ معمول تھا کہ ہر رات کو سو مرتبہ مجھ پر درود شریف پڑھا کرتا تھا۔

جب تیرے باپ پر یہ مشکل گھڑی آئی تو وہ فرشتہ جو میرے امتیاز کے اعمال میری خدمت میں پیش کرتا ہے اس فرشتہ نے مجھے تیرے باپ کی حالت سے مجھے آگاہ کیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں التجا کی اللہ تعالیٰ نے اس کے حق میں شفاعت قبول فرمائی۔

میری آنکھ کھل گئی میں نے ان کے چہرے سے چادر ہٹائی تو ان کا چہرہ دایہ چمک رہا تھا جس طرح چودھویں کا چاند چمکا کرتا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر ادا کیا اس کی تجبیہ و تکلیفین کرنے لگا۔ دفن کرنے کے بعد کچھ دیر اس کی قبر پر بیٹھ رہا۔ مجھ پر فیند اور بیداری کی کیفیت طاری تھی۔ اس وقت ایک ہاتف نے مجھے یہ آواز دی۔ اس نے پوچھا کہ تم جانتے ہو کہ تیرے والد پر یہ عنایت کیوں اور کس طرح ہوئی؟ میں نے عرض کی مجھے علم نہیں۔ ہاتف نے بتایا کہ وہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ پر درود شریف پڑھا کرتا تھا۔

میں نے اس وقت قسم کھائی کہ حق کے بعد پابندی سے میں بارگاہ رسالت ﷺ میں درود و سلام عرض کرتا رہوں گا خواہ میں کس حال میں اور کس مقام پر ہوں۔ (1)

اسی طرح علامہ سخاوی نے متعدد واقعات لکھے ہیں جن میں ہر بار سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے امتی پر نظرِ شفقت فرمائی۔ اس کے سیاہ چہرے کو اپنے دست مبارک کو پھیر کر چودھویں کے چاند کی طرح درخشاں کر دیا۔ ایسے ایک خوش نصیب کو یہ سعادت حاصل ہوئی تو اس نے پوچھا من انت ندی فرحب عسی آپ کون ہستی ہیں جنہوں نے مجھ سے یہ مصیبت دور فرمائی ہے؟ جواب ملا ہ سئت مُحَمَّدٌ ﷺ میں تیرا نبی ہوں جس کا

نام نامی محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے نصیحت فرمائیے۔ حضور نے فرمایا جب کوئی قدم اٹھاؤ اور جب کوئی قدم رکھو تو مجھ پر اور میری آل پر درود شریف پڑھا کرو۔ (1)

ابو سلیمان محمد بن الحسین حرانی کہتے ہیں کہ میرے پڑوس میں ایک شخص تھا جس کا نام "افضل" تھا۔ وہ بکثرت روزہ رکھا کرتا اور نماز پڑھتا وہ حدیث پاک لکھا کرتا تھا لیکن حضور نبی کریم ﷺ پر درود شریف نہیں بھیجا کرتا تھا۔ اس نے بتایا کہ میں نے حضور کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ حضور کریم ﷺ نے مجھے فرمایا جب تو درود شریف لکھتا ہے یا میرا ذکر کرتا ہے تو درود شریف کیوں نہیں پڑھتا؟ اس کے بعد میں نے درود شریف کا اہتمام شروع کر دیا اس کے کچھ دنوں بعد میں نے دوبارہ حضور نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا بلغتہ صونث عنی جو تم درود شریف مجھ پر پڑھتے ہو وہ مجھے پہنچتا ہے۔ پھر فرمایا جب تم میرا ذکر کرو یا لکھو تو اس طرح درود شریف لکھو۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں چار حروف ہیں، ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں اور سنہ نہ کہنے سے تو چالیس نیکیوں سے محروم رہتا ہے۔

كَيْفِيَّةُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنے کے متعدد صیغے روایت کئے گئے ہیں ان میں سے چند ہدیہ قارئین ہیں تاکہ ان کلمات طیبات سے حضور کی بارگاہ میں ہدیہ صلوٰۃ و سلام عرض کریں اور اس کی غیر متناہی برکتوں سے اپنا دامن طلب معمر کر سکیں۔

عبداللہ بن ابی بکر بن حزم اپنے والد سے وہ عمرو بن سلیم زرقی سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے ابو حمید ساعدی نے بتایا۔

قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ نُسَبِّحُكَ فَقَالَ فُؤَادُ
لِلَّهِمْ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَدُرِّيَّتِهِمْ كَمَا صَلَّيْتَ
عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَدُرِّيَّتِهِ
كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ ثُمَّ حَبِيبُ مُحَمَّدٍ

ابو حمید ساعدی فرماتے ہیں صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم حضور کی بارگاہ میں

کس طرح صلوٰۃ و سلام عرض کریں؟ حضور نے فرمایا ان کلمات سے صلوٰۃ و سلام عرض کرو۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِهِ۔

صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کا دوسرا انداز ابو مسعود انصاری سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا ان کلمات سے صلوٰۃ پیش کیا کرو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی
آلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی آلِ
اِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

عقبہ بن عامر نے درود شریف کے درج ذیل الفاظ نقل کئے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَعَلٰی اَبِيْ مُحَمَّدٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّكْتُمَالَ بِالْمَكِّيَّاتِ الْاَوْفٰى دَا صَلَّيْتَ عَلٰی
اَهْلِ الْبَيْتِ فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
وَارْزُقْهُمْ اَمْهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَدُرِّيَّتِهِ وَاهْلَ بَيْتِهِ كَمَا
صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

جس شخص کو یہ بات پسند آئے کہ وہ بڑے پیالے سے اپنا حصہ لے تو وہ ہم پر درود ہماری

الہیت پر درود پڑھے اور یوں پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِهِ۔ الخ

زید بن خارجه روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی یا رسول

اللہ ہم حضور پر کس طرح درود شریف پڑھیں تو حضور نے فرمایا درود شریف پڑھو اور

کوشش سے دعا مانگو۔ درود شریف اس طرح پڑھو

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِهِ كَمَا
بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

حضرت سلمہ کندی فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ ہمیں اس طرح صلوٰۃ و سلام عرض

کرنے کا طریقہ سکھاتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ ذَا حِيٍّ الْمَدْحُوَاتِ وَبَارِئِ الْمَسْمُوكَاتِ اجْعَلْ
شَرَائِفَ صَلَوَاتِكَ وَنَوَافِدَ بَرَكَاتِكَ وَارْزُقْنَا تَحْسِنَ

عَنِ مُحَمَّدٍ عِنْدَكَ وَرَسُولِكَ أَلْقَاتِ لِمَا أُعْطِيَ
وَأَلْقَاتِ لِمَا سَقَى وَأَلْقَاتِ لِمَا حَقَّ بِالْحَقِّ وَالْإِذَاعِ
لِحَبِشَاتِ مَا صَبُلَ كَمَا حُمِلَ - فَاَصْطَبِعْ بِأَمْرِكَ
صَاعِنَتِ مُسَوِّفًا هِيَ مُرْصَاتُكَ وَأَعْمَا بِوَحْيِكَ حَافِضًا
لِعَهْدِكَ مَا صَبَا عَلَى مَقَادِ أَمْرِكَ حَتَّى تُؤْزِرَ فِئْسًا
بِقَدْسِ مَا نَزَلَ اللَّهُ تَعَالَى بِهِمْ بِأَسْمَاءِهِمْ بِهَدْيِهِمْ تَقْبُولُ
بَعْدَ حَوَاصِلِ نَفْسٍ وَأَنَاءِهِ وَتَنْهَجُ مُؤَصِّحَاتِ أَعْمَاءِ
وَبَائِرَاتِ أَسْخَاكِهِ وَمُفِيرَاتِ أَسْلَامِ مُنْتِ أَسْمَاءِ
وَحَارِزِ عِزَّتِ الْمُحِبُّونَ وَشَهِيدِكَ يَوْمَ يَسْتَن
وَبَعَثْتَ نِعْمَةً وَرَسُولًا (1)

”اے اللہ! اے مجھ نے والے زمینوں کے فرش کو اور پیدا کرنے والے
بلند آسمانوں کو اور تخلیق کرنے والے دلوں کو ان کی فطرت کے مطابق
کسی کو بد بخت کسی کو نیک بخت، نازل فرما اپنے بزرگ ترین درودوں کو
اور نشوونما پانے والی اپنی برکتوں کو اور اپنی مہربان شفقتوں کو ہمارے
آقا محمد (ﷺ) پر جو تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں۔ کھونے
والے ہیں اس چیز کو جو بند کردی گئی اور مہر لگانے والے ہیں جو گزر چکا
ہے اور اعلان کرنے والے ہیں حق کاراستی کے ساتھ۔ کچلنے والے ہیں
باطل کے لشکروں کو۔ جو بوجھ آپ پر ڈالا گیا انہوں نے اسے اٹھالیا۔
تیرے حکم سے تیری بندگی کرتے ہوئے۔ چستی کرتے ہوئے تیری
رضا کے حصول میں۔ سمجھ کر یاد رکھنے والے تیری وحی کو۔ حفاظت
کرنے والے تیرے عہد کی۔ مستعدی دکھانے والے تیرے حکم کے
نافذ کرنے میں یہاں تک کہ روشن کر دیا آپ نے شعلہ ہدایت کا روشنی
کے طلبگار کیلئے۔ اللہ کی نعمتیں پہنچتی ہیں حق داروں کو ان کے اسباب
کے ذریعے۔ آپ کے ذریعے ہدایت دی گئی دلوں کو اس کے بعد کہ وہ
گمراہی کے فتنوں اور گناہوں میں ڈوب چکے تھے اور روشن کر دیا حق کی

واضح نشانیوں کو اور چمکنے والے احکام کو اور اسلام کے روشن کرنے والے دلائل کو۔ پس آپ تیرے قابل اعتماد امین ہیں اور تیرے علم کے خزانچی ہیں۔ اور قیامت کے دن تیرے گواہ ہیں اور تیرے بیٹے ہوئے ہیں رحمت مجسم اور رسول بنا کر۔“

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم حضور ﷺ پر صلوٰۃ و سلام عرض کرو تو نہایت عمدہ طریقہ سے پیش کرو کیونکہ تم نہیں جانتے شاید یہی کلمات حضور کی بارگاہ میں منظور ہوں اور اس طرح درود شریف پڑھا کرو۔

اَنْتُمْ اَجْعَلُ صَوَاتِكُمْ وَرَحْمَتِكُمْ وَبَرَكَاتِكُمْ سُبْحَانَ
سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَامَامِ الْمُتَّقِينَ وَحَنَامِ سَيِّدِ الْمَحَمَدِ
عِنْدَكَ وَرَسُولِكَ مَا اَنْخِرُ وَفَاوَدُ لُحَيْرٍ وَرَسْمُونَ
الرَّحْمَةُ اَنْتُمْ اَنْتُمْ مَعَهُ مَحْمُودًا يُعْطَى فِيهِ لُؤْلُؤُونَ
وَالْاَجْرُونَ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَىٰ اَبْنِ هَارُونَ نَبِيٍّ حَمْدُكَ مَجْدُكَ (1)

حضرت ابی بن کعب نے ایک دن حضور کی بارگاہ میں عرض کی یا رسول اللہ! میں اپنے وقت کا کتنا حصہ حضور پر درود شریف پڑھا کروں؟ حضور نے فرمایا جتنا تیرا جی چاہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! اربع میں اپنے وقت کا چوتھا حصہ حضور پر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے میں گزاروں۔ حضور ﷺ نے فرمایا جتنا تیرا جی چاہے اگر اس سے زیادہ کرو تو یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے۔ میں نے عرض کی وقت کا تیسرا حصہ؟ حضور نے فرمایا جتنا تیرا جی چاہے اگر اس سے زیادہ پڑھو تو بہت اچھا میں نے عرض کی نصف وقت؟ حضور نے فرمایا جتنا تیرا دل چاہے اگر تو اس میں اضافہ کرے تو بہت بہتر ہے۔ میں نے عرض کی دو تہائی حصہ؟ آپ پر صلوٰۃ و سلام عرض کروں۔ حضور نے فرمایا جتنا تیرا جی چاہے۔ اگر اس سے زیادہ پڑھے تو بہت بہتر۔ میں نے عرض کی میں اپنا سارا وقت حضور ﷺ کے درود شریف پڑھنے میں صرف کروں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا اِذَا نَكَبْتُمُ هِمَّتُمْ وَيُعْصَرُ دَسْتُ اَرَأَيْتُمْ سَآءَ اَوْقَاتٍ دُرُودِ شَرِيفٍ پڑھنے میں صرف کرے تو یہ تیرے سارے غم و اندوہ کو دور کر

دے گا اور تیرے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (1)

حضرت ابو طلحہ سے مروی ہے کہ میں ایک دن بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تو میں نے مسرت و شادمانی کے آثار حضور کے رخ انور پر دیکھے۔ اس طرح شاداں فرحاں میں نے کبھی حضور کو نہیں دیکھا تھا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! حضور آج از حد مسرور و شادمان نظر آ رہے ہیں۔ میں نے اس مسرت و شادمانی کی وجہ دریافت کی۔ رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا میں آج کیوں خوش نہ ہوں۔ ابھی ابھی جبریل امین یہاں سے گئے ہیں انہوں نے اپنے رب کریم کی طرف سے یہ خوشخبری دی ہے اور فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے حضور کو یہ خوشخبری سناتے کیلئے بھیجا ہے کہ حضور کا جو امتی آپ پر درود شریف بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے تیرے اس امتی پر دس بار درود شریف پڑھتے ہیں۔ (2)

حضرت ابن وہب سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر دس بار درود شریف پڑھا گویا اس نے ایک غلام آزاد کیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف عرض کرنا، گناہوں کو ختم کرنے کا باعث ہوتا ہے اور غلاموں کو آزاد کرنے سے زیادہ افضل ہے۔

جو حضور ﷺ پر صلوٰۃ و سلام عرض نہیں کرتا اس کے لئے وعید

اور اس کی مذمت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

رَغْمَ نَفٍ رَحْبٍ ذُكِرْتُ عَنْهُ فَمَنْ يُصَلِّ عَلَيَّ

”اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس

نے مجھ پر درود شریف نہیں پڑھا۔“

پھر حضور نے فرمایا۔

رَغْمَ آفَةٍ رَجُلٍ دَخَلَ مَضَانُ ثُمَّ نَسَخَ قَتْلَ

ثَعْمَرَةَ

”اس شخص کی ناک بھی خاک آلود ہو جسے رمضان المبارک کا مہینہ نصیب ہوا لیکن اس سے پیشتر کہ وہ مہینہ ختم ہو جائے اس نے اپنی بخشش کو یقینی نہیں بنایا۔ اور اپنے آپ کو جنت کا حق دار نہیں بنایا۔“

حضرت جابر بن سمرہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ منہ پر شریف لے گئے۔ جب پہلی میٹرنگی پر قدم رکھا تو رک گئے فرمایا آمین، دوسری میٹرنگی پر قدم رکھا تو رک گئے فرمایا آمین، تیسری میٹرنگی پر قدم رکھا فرمایا آمین، صحابہ کرام نے یہ بعد دیگرے تین بار آمین کہنے کی وجہ پوچھی تو حضور نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل امین آتے ہیں انہوں نے کہا یا رسول اللہ جس کے سامنے آپ کا نام نامی یا جائے اور درود پاک نہ پڑھے اس کو اللہ تعالیٰ جنت سے محروم رکھے آپ کہے تین تو میں نے کہا آمین۔

جبرئیل امین نے پھر کہا کہ جس کو رمضان المبارک کا مہینہ نصیب ہوا اور اس نے اپنے آپ کو جنتی نہ بنایا ہو وہ شخص بھی جنت میں داخل نہ ہو۔ پھر کہا جس کو روزے و امین کی خدمت کا موقع ملے اور وہ ان کی خدمت کرے اپنے آپ کو جنت کا مستحق نہ کرے اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ ہو۔

حضرت علی المرتضیٰ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا۔

السَّخِيلُ كُلُّهُ اَنْدَى ذَكَرْتُ عَنْهُ فَمَنْ نَصَلَ عَنِي

”سب سے بڑا کجکس وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے تو وہ مجھ

پر درود شریف نہ پڑھے۔“

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ ذَكَرْتُ عَنْهُ فَمَنْ نَصَلَ عَنِي اُحْضِيْ نَهْ صَرِيْقُ

اَلْحَبِ

”جس شخص کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود شریف نہ

پڑھے تو وہ جنت کے راستہ سے بھٹک گیا۔“

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ ابو القاسم حضور فخر دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کوئی قوم اکٹھی بیٹھے پھر وہ اس مجلس کے اختتام پر اپنے اپنے گھروں کو چلی جائے اور منتشر ہونے سے پہلے نبی کریم ﷺ پر درود شریف نہ پڑھے تو یہ مجلس ان کے لئے باعث

حسرت ہوگی، اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کو عذاب دے چاہے تو ان کو معاف فرمادے۔
یہاں تک ہم نے درود شریف کی اہمیت اور اس کے فضائل کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا
ہے۔ اب ان دیگر حقوق کا ذکر کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ
تعالیٰ کی مخلوق پر لازم ہیں۔

سرور عالم ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان لے آنا

ایمان کا مفہوم یہ ہے کہ

هُوَ تَصَدِّيقُ نُبُوَّتِهِ وَرِسَالَةِ اللَّهِ لَهُ وَتَصَدِّقُهُ فِي جَمْعِ
مَا حَاءَ بِهِ وَمَا قَامَ وَ مُطَابَقُهُ تَصَدِّيقُ لِقَبْ بِدَلَّتْ وَ
شَهَادَةُ اللِّسَانِ بِأَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ-

”یعنی انسان حضور کی نبوت اور رسالت کی تصدیق کرے اور جو احکام
الہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ لے کر آئے ہیں اور جو اپنی
زبان حق ترجمان سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
ہے ان تمام چیزوں کو صدق دل سے تسلیم کرے اور جس طرح اس کا
دل ان امور کی تصدیق کر رہا ہے اس کی زبان بھی اس کا اقرار کرے۔“

جب تک یہ دونوں چیزیں جمع نہیں ہوں گی اس وقت تک ایمان کی صفت نہیں پائی
جائے گی اور جب تک انسان حضور ﷺ پر ایمان نہیں لاتا اگر وہ صرف اللہ تعالیٰ کی توحید کا
اقرار کرے گا تو وہ مومن کہلانے کا مستحق نہیں ہوگا۔ قرآن کریم کی کثیر آیات اس حقیقت
کی تائید کرتی ہیں۔

چند آیات آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

فَأَمَّا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلْنَا

”یعنی ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول مکرم پر اور اس نور پر بھی
ایمان لاؤ جو ہم نے اپنے نبی کریم ﷺ پر نازل فرمایا۔“

ثُمَّ ارْشَلْنَاهُ شَاهِدًا وَ مُشْرًا وَ نَذِيرًا سُبْحَانَ اللَّهِ

وَرَسُولُهُ (2)

”ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہ بنا کر خوشخبری سنانے والا بروقت سناہ کرنے والا۔ تاکہ تم سچے دل سے ایمان لے آؤ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرّم ﷺ پر۔“

پھر ارشاد ربانی ہے۔

فَامُّوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ نَسِيَ الْاٰمَنِيُّ الْقَدْرَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ
وَكَلِمَتِهِ وَاتَّبَعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (1)

”پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول مکرّم پر جو نبی امی ہے۔ جو خود ایمان لایا ہے اللہ پر اور اس کے کلام پر اور تم پیروں کرو اس کی تاکہ تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ۔“

احادیث طیبہ سے بھی ان آیات کی تصدیق ہوتی ہے رسالتکتاب ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اُمِرْتُ اَنْ اُفَنِّ سَاسَ حَتّٰی يَنْتَهَدُوْا لِيَّ سَاسَ لَا لِلّٰهِ
وَيُؤْمِنُوْا بِيَّ وَبِجَنَّتْ لِيَّ دِدَ فَعَدْتُ دَسْتِ عَصْمُوْ
مَنْ دَعَاغَةً وَتَوَانِهَةً لَا يَحْفَظُهَا وَحَسَانِهَةً عَسَى
لِلّٰهِ -

”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ جنگ کروں یہاں تک کہ وہ اس امر کی شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی معبود نہیں اور میری نبوت پر ایمان لائیں اور جو کتاب مقدس میں اپنے رب کی طرف سے لایا ہوں اس پر بھی ایمان لے آئیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو ان کے خون اور ان کے اموال محفوظ ہو جائیں گے۔“

حدیث جبرئیل سے بھی اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ حضرت جبرئیل نے بارگاہ رسالت میں عرض کی۔ اَحْبَبُ بِيَّ عَنِ اِسْلَامِ اِسْلَامِ كَيْ بَارِئِيَّ مِنْ مَّجْهِيَّ اَكَاہِ فَرَمَايِي۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اِنْ تَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَنَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَضْرَتِیْ فَرَمَايَا كَيْ حَقِیْقَتِیْ یَہے كے تُو گواہی دے كے اللہ تعالیٰ كے بغیر كوئی معبود نہیں اور محمد مصطفیٰ ﷺ كے سچے رسول ہیں۔

اگر كوئی شخص زبَان سے اقرار كے گا لیکن دِل سے تصدیق نہیں كے گا تُو وہ مومن

نہیں ہو گا بلکہ منافق ہو گا۔

حضور ﷺ کے ہر فرمان کی اطاعت کرنا

قرآن کریم کی کثیر التعداد آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنے محبوب کریم ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ چند آیات ملاحظہ فرمائیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ (1)

”اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی۔“

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ (2)

”آپ فرمائیے اطاعت کرو اللہ تعالیٰ اور رسول مکرم ﷺ کی۔“

وَاصْبِرُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (3)

”اطاعت کرو اللہ تعالیٰ اور رسول کریم کی تاکہ تم پر رحمت فرمائی جائے۔“

وَلَا تُصِغُوا بِهِنَّ (4)

”اگر تم اطاعت کرو گے میرے رسول کی تو ہدایت پاؤ گے۔“

مَنْ يُصِغِ الرِّسُولَ فَقَدْ صَاحَ اللَّهُ (5)

”جو اطاعت کرے گا رسول مکرم کی تو اس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ کی۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا ہے کیونکہ حضور ﷺ اسی کام کا حکم دیتے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے اور اسی کام سے منع فرماتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔

وَمَا تَأْكُمُ الرِّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (6)

”جو رسول کریم تمہارے پاس حکم لے کر آئیں اس کو قبول کرو اور جس سے منع فرمائیں اس سے رک جاؤ۔“

مَنْ يُصِغِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ تُقَعِّدُ اللَّهُ

1۔ سورۃ النفال 20

2۔ سورۃ آل عمران 32

3۔ سورۃ آل عمران 132

4۔ سورۃ سحر 54

5۔ سورۃ النساء 80

6۔ سورۃ النحر 7

عَنْهُمْ مِنَ النَّاسِ وَالصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءَ وَاصْلَحْ
وَحَسُنَ أَوَّلَتْ رَفِيقًا -

”جو اطاعت کرتے ہیں اللہ کی اور (اسکے) رسول کی تو وہ ان لوگوں کے
ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء صدیقین اور
شہداء اور صالحین اور کیا ہی اچھے ہیں یہ ساتھی۔“
حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

كُلُّ أُمَّتٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مِنْ أُمَّتٍ (1)

”میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی سوائے ان کے جنہوں نے
انکار کیا۔“

عرض کی گئی یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل
ہوگا۔ جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا وہ جہنم کا مستحق ہو۔
قرآن کریم ان آیات سے بھرا ہوا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے احکامات
کو بجالانے کا حکم دیا ہے اور اپنے محبوب کی نافرمانی سے سختی سے منع فرمایا ہے۔
ارشاد باری ہے۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (2)

”اگر تم محبت کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے تو میری پیروی کرو۔ اللہ تعالیٰ تم
سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ
غفور رحیم ہے۔“

بندے کی محبت اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول مکرّم ﷺ سے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے
بندے سے کے مفہوم کی تشریح کرتے ہوئے قاضی عیاض فرماتے ہیں۔

أَحَبُّ مِنَ اللَّهِ عِصْمَةٌ وَتَوْفِيقٌ - وَمِنْ الْعِبَادِ طَاعَةٌ (3)

”بندے سے اللہ کی محبت کا یہ مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے گنہوں سے
بچاتا ہے۔ اور نیک کاموں کی توفیق عطا فرماتا ہے۔“

اور بندوں کی محبت اللہ تعالیٰ سے کا یہ مفہوم ہے کہ بندہ اپنے رب کے ہر حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا۔

نَعَصِيْ اِلَهٍ وَاَنْتَ تُعْطِيْهِ حَتّٰى هٰذَا لِعَمْرِىْ فِى الْفِيْاسِ بَدِيْعٌ
 ”تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اس کے باوجود اس کی محبت کا دم بھرتا ہے۔ میری زندگی کی قسم یہ عجیب و غریب بات ہے۔“

بُوْكَانَ حُثٌّ صَادِقًا لِّاَطَاعَتِهِ اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ تُحِبُّ مُطْمَئِنٌّ
 ”اگر تیری محبت کا دعویٰ سچا ہوتا تو تو اس کی فرمانبرداری کرتا کیونکہ یہ ایک واضح مسلمہ حقیقت ہے کہ محبت، اپنے محبوب کا اطاعت گزار ہوتا ہے۔“

اس کا یہ مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے۔

يُقْبَلُ مَحَبَّةُ الْعَبْدِ لِرَبِّهِ تَعْظِيْمُهُ وَهَنَةٌ مِنْهُ وَمَحَبَّةُ اللَّهِ
 لَهُ رَحْمَةٌ وَرَدُّهُ الْجَمَلُ

”بندے کی اللہ سے محبت کا یہ مفہوم بیان کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم و احترام بھی لائے اور اس کی ناراضگی سے ہر وقت خائف رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت کا یہ مفہوم بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس بندے سے محبت کرتا ہے اس پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے لئے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے۔“

سرکارِ دو عالم ﷺ نے ایک دفعہ وعظ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

فَعَسَاكُمْ سُنَّتِيْ وَسُنَّةُ الْخُلَعَاءِ الرَّاشِدِيْنَ لِنَهْدِيْنَ
 وَعَصُوْا عَنْهَا مَا سَوَّاحِدٌ وَاَيَاكُمْ وَمُحَدَّثَاتٍ لِّمُؤَرِّ
 وَنَ كُلِّ مُحَدَّثَةٍ بَدْعَةٌ وَكُلُّ بَدْعٍ ضَلَالَةٌ

”تم پر میری سنت کا اتباع اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت کا اتباع لازمی ہے اس کو اپنے دانتوں سے مضبوط پکڑ لو۔ اور دین میں نئی باتیں پیدا کرنے سے اجتناب کرو کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہوتی ہے اور ہر بدعت گمراہی ہوتی ہے۔“

بدعت کس کو کہتے ہیں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔

الْبِدْعَةُ الْمَذْمُومَةُ مَا رَحِمَ اللَّهُ الْمُنْثَوْرَةَ وَكَ
يُغَيِّرُ إِلَى تَغْيِيرِهَا

"کہ بدعت مذمومہ وہ ہے جو کسی مشہور حدیث کے خلاف ہو یا اس کی
وجہ سے کسی سنت میں تغیر پایا جائے۔"

اب جب صرف بدعت کا لفظ ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے وہ امر مراد ہوتا ہے جو کسی سنت
مشہورہ کے خلاف ہو یا اس سے حضور کی کسی سنت میں تغیر رو پڑے ہو اور وہ نیا کام جو کسی سنت
مشہورہ کے خلاف نہ ہو وہ بدعت مذمومہ نہیں ہے بلکہ اس کے بارے میں ارشاد نبوی ہے۔

مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً مِنْهَا اجْرُهَا وَاجْرُ مِنْ عَمَلِهَا

"جس نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کا اجر ملے گا اور جو دیک

اس نئے طریقہ کو چنائیں گے ان کا ثواب بھی اسے ملے گا۔"

بدعت کا لفظ مطلقاً ذکر کیا جائے تو اس سے مراد وہی فعل ہے جو سنت مشہورہ

خلاف ہو۔

حضرت ابورافع سے مروی ہے کہ :

لَا تُغَيِّرُ أَحَدَكُمْ مِنْكَ عَمِلِي رُبَّمَا سَنَّ سُنَّةً مَرْمُورَةً

مَرْمُورَةً مِمَّا مَرَّتْ بِهِ وَنَهَيْتُ عَنْهُ وَيَقُولُ - ذَرْنِي

وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللَّهِ اتَّعَدُ (1)

"کہ میں تم سے کسی کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ وہ پلٹ پر تکیہ لگے۔

بیٹھا ہو اور اس کے سامنے میری کوئی حکم پیش کیا جائے جس میں میں نے

کوئی کام کرنے کا یا کسی کام سے باز رہنے کا ارشاد فرمایا ہو تو وہ یہ کہے کہ

میں اس کو نہیں جانتا، جو کتاب اللہ میں ہو گا ہم اس پر عمل کریں گے۔"

دوسری حدیث پاک میں ہے۔

مَنْ سَنَّ سُنَّةً بِحَدِيثِي وَهَمَّهُ وَحَقَّقَهُ جَاءَ مَعِ

الْقُرْآنِ

"جو شخص میری حدیث کو مضبوطی سے پکڑتا ہے اور اس کو اچھی

طرح سے سمجھتا ہے اس کو یاد کرتا ہے تو وہ قرآن کریم کے ساتھ بارگاہ الہی میں پیش ہو گا۔“

وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالْقُرْآنِ وَحَدَّثَنِي حَسْرَةُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔

”اور جو قرآن کریم اور میری حدیث کے ساتھ لاپرواہی کرے گا وہ دنیا و آخرت میں حائب و خاسر ہو گا۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْمُسْنَدُ بَشِيٌّ عِنْدَ فَسَادِ أَهْلِي لَهُ أَجْرٌ مِائَةِ شَهِيدٍ

”میری امت کے فساد کے وقت جو میری سنت پر مضبوطی سے قائم رہے گا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔“

جن آیات طہیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نبی مکرم ﷺ کی فرمانبرداری اور

پیروی کا حکم دیا ہے وہاں عام طور پر دو لفظ استعمال ہوئے ہیں۔ اطاعت اور اتباع

ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ان دونوں لفظوں کا اصطلاحی مفہوم کیا ہے تاکہ ان آیات قرآنی کا صحیح مفہوم سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے میں کوئی دقت اور الجھ و پیش نہ آئے۔

مدامہ ابوالحسن آمدی جو اصول فقہ کے امام ہیں اطاعت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے

فرماتے ہیں۔

مَنْ أَمَى بِمَنْطَلٍ بِغَيْرِ شَعِيرٍ عَلَى قَصْدِ إِعْظَامِهِ فَهُوَ مُطِيعٌ

”جب کوئی شخص کسی دوسرے کی تعظیم و اکرام کے باعث بعینہ اس کے فعل کی طرح کوئی فعل کرے تو کہتے ہیں کہ یہ شخص فدا کا مطیع ہے۔“

گویا اہل عرب، جن کی زبان میں قرآن کریم نازل ہوا، اطاعت کا لفظ اس وقت استعمال کرتے ہیں جبکہ کسی کے حکم کی اطاعت کی جائے اس کی عزت و تکریم کی وجہ سے اور بعینہ ایسا کام کیا جائے جیسے وہ کرتا ہے۔ ائمہ لغت عرب لفظ اتباع کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مَنْ أَمَى بِمَنْطَلٍ بِغَيْرِ شَعِيرٍ عَلَى قَصْدِ إِعْظَامِهِ فَهُوَ مُطِيعٌ

فَعَلٌ وَتَرْكٌ فَاتَّبَاعُ الْقَوْلِ امْتِثَالُهُ عَنِ لُوحَةِ نَدَى

اِقْتِصَاءُ الْقَوْلِ عَالِيًا نَسْأُ فِي الْمَعْلُ هُوَ النَّاسُ بِعَيْنِهِ

وَالنَّاسُ نَنْ تَعْمَلُ مِثْلَ مَعْلَمٍ عَلَى وَجْهِهِ مِنْ رَجْعِهِ -

”کسی کے قول کے اتباع کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح اس قول کا تقاضا ہے اس کے مطابق عمل کیا جائے اور کسی کے فعل کے اتباع کا معنی ہے کہ اس فعل کو بعینہ کرنا اس کو ناسی کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور ناسی کے لفظ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس کے فعل کو اس طرح کیا جائے جس طرح وہ کرتا ہے اور اس لئے کیا جائے کیونکہ وہ کرتا ہے۔“

اتباع کی لغوی اور اصطلاحی تحقیق سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ کی جہاں سے متعلق جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے اس کی تعمیل صرف اس صورت میں ہو سکتی ہے کہ ہم حضور ﷺ کے اقوال پر اس طرح عمل کریں جیسے ان قوال کا تقاضا ورنشہ ہے اور حضور ﷺ کے افعال کو اس طرح واکریں جس طرح حضور ﷺ نے ادا فرمایا اور اس لئے واکریں کیونکہ حضور پر نور ﷺ نے ان افعال کو ادا فرمایا۔

اگر ہم ان شرائط میں سے کسی شرط کو بھی نظر انداز کریں گے تو پھر اتباع نبوی، جس کا ہمیں اللہ تعالیٰ نے بار بار حکم دیا ہے، سے ہم محروم رہیں گے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنے نبی کریم ﷺ کی اتباع و اطاعت کا تاکید حکم دیا ہے اسی طرح حضور سرکار دو عالم ﷺ کی حکم عدوں سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ اس مضمون کی بے شمار آیات میں سے چند درج ذیل ہیں۔

فَسَحْذِرُوا لَدُنَّ يَحْيِيْمُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اِنَّ نَصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ وَّ

يُصِيْبُهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (1)

”پس ڈرنا چاہئے انہیں جو خلاف ورزی کرتے ہیں رسول کریم کے فرمان کی، کہ انہیں کوئی مصیبت نہ پہنچے یا انہیں دردناک عذاب نہ آئے۔“

وَمِنْ يُسَافِقْ رَسُوْلًا مِنْ بَعْدِ مَا نَبَّشَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ

عِزِّ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ قَوْلُهُ عَاتَوْلِي وَفَضْلُهُ جَهَنَّمَ

وساعات مفصلاً (1)

”جو شخص مخالفت کرے (اللہ کے) رسول کی اس کے بعد کہ روشن ہو گئی اس کے لئے ہدایت کی راہ اور چلے اس راہ پر جو الگ ہے مسلمانوں کی راہ سے تو ہم پھرنے دیں گے اسے جدھر وہ خود پھرا ہے اور ڈال دیں گے اسے جہنم میں اور یہ بہت بری پلٹنے کی جگہ ہے۔“

اسی مضمون کی چند احادیث طیبہ بھی ملاحظہ ہوں۔

روای نئی است از امام علی علیه السلام که در آن
نفس حدیثه متکبر است و اینکه در آن امری
مما مرثیه و نهشتن او و نهشتن او
در کتاب الله آمده

”حضرت ابو رافع اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے میرے بھتیجے! میں تم میں سے کسی کو اپنے مزین چنگ پر بیٹھا ہوا نہ پاؤں کہ اس کے پاس میرے احکام میں سے کوئی حکم پیش کیا جائے جس میں میں نے کسی چیز کو کرنے کا حکم دیا ہو یا کسی چیز سے منع کیا ہو تو وہ بجائے اس کے میرے اس حکم کو بجا لائے وہ یہ کہے کہ اس بات کو میں نہیں جانتا، ہمیں تو جو بات قرآن کریم میں ملے گی ہم اس کی اتباع کریں گے۔ گویا وہ حضور کی سنت کا انکار کریں گے۔“

حضرت مقدم کی روایت میں یہ جملہ ہے

المؤمن ما حرمه رسول الله ﷺ مثل ما حرمه الله

”مکان کھول کر سن لو، جس چیز کو اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم نے حرام کیا وہ اسی طرح حرام ہے جس طرح کسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔“

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ بھی حرزِ جان بنا چکے اور اپنی شاہراہِ حیات کو اس کی روشنی میں ہمیشہ منور رکھنے تاکہ آپ بھٹک نہ جائیں۔ حضرت صدیق اکبر کی یہ روایت

امام ابو داؤد، امام بخاری، امام مسلم نے اپنی اپنی صحاح میں روایت کی ہے۔

قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصَّدِيقُ لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُولُ

اللَّهِ ﷺ يَفْعَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ أَيْ احْتَسَى

نَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَرْيَغَ (1)

”حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا میں ہر گز اس کام کو چھوڑنے وال نہیں

ہوں جس کو سرکارِ دو عالم ﷺ کیا کرتے تھے۔ اور میں ہر وہ کام کروں گا

جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول مبارک تھا کیونکہ مجھے اس بات کا

ہر وقت خوف رہتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کسی

سنت کو نظر انداز کرنے سے میں راہِ راست سے بھٹک نہ جاؤں۔“

ذاتِ پاک محمد مصطفیٰ ﷺ سے محبت

ہر مومن پر لازم ہے کہ وہ اللہ کے حبیب ﷺ سے محبت کرے۔ بیشہ التعداد آیات

قرآنی اور بے شمار احادیثِ نبویہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی محبت کے بغیر

ایمان ناقص ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَخَوَاةُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ

وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَحْسَبُونَ

حِسَابَهَا وَمَسْكِينٌ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِمَّا نَدُفِعُ

وَرَسُولٌ وَجِهَادٌ فِي سَبِيلِ فَتَرْتَفِئُونَ حَتَّىٰ سَأَى اللَّهُ

بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ

”(اے حبیب) آپ فرمائیے اگر میں تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے

اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے

کمائے ہیں اور وہ کاروبار، اندیشہ کرتے ہو جن کے منہ کے کا اور وہ

مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو، زیادہ پیارے تمہیں اللہ تعالیٰ سے اور

اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تو انتظار کرو یہاں

تک کہ لے لے آئے اللہ تعالیٰ پنہ حکم، اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اس

قوم کو جو نافرمان ہے۔“

اس آیت طیبہ کے بعد کسی دوسری دلیل کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب کی محبت کو ثابت کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے سخت سرزنش کرتے ہوئے فرمایا کہ جن کا مال، اہل و عیال اور اولاد، انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے زیادہ پیارے ہوں تو ان کو فرمایا انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے اور تمہیں تمہیں نہیں کر دے۔ پھر ایسی قوم کو فاسق کہا گیا ہے۔

اب ان احادیث طیبہ کو ملاحظہ فرمائیں جو امت کو محبت رسول کا درس دے رہی ہیں حضرت انس سے یہ حدیث مروی ہے

اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يَكُونَ
حَبَّةَ نَلَّةٍ مِنْ وَلَدِهِ وَوَالِدِهِ وَالنَّاسِ اِجْمَعِينَ۔

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم سے کوئی بھی سچا مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اپنی اولاد، اپنے والدین تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔“

حضرت انس سے ایک دوسری حدیث مروی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

تَلَتْ مِنْ كُتُبٍ فِيهِ وَحْدَ حَلَاوَةِ الْإِيمَانِ (۱) اَنْ
تَكُونَ لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ احَبَّ اِلَىٰ مِمَّا سِوَاهُمَا اَنْ
يُحِبَّ الْمَرْءُ لَا يُحِبُّهُ اِلَّا لِلّٰهِ (۳) اَنْ يَكُوْرَ اَنْ يُعُوْذَ
فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكُوْرُ اَنْ يُعُوْذَ فِي الْإِسْلَامِ۔

”جس شخص میں یہ تین چیزیں ہوں وہ ایمان کی حلاوت پائے گا (۱) اللہ اور اس کے رسول سے اس کی محبت تمام لوگوں سے زیادہ ہو (۲) وہ جس شخص سے محبت کرتا ہے صرف اللہ تعالیٰ کی وجہ سے محبت کرتا ہے (۳) وہ کفر کی طرف لوٹنے کو اس قدر ناپسند کرتا ہے جس طرح دوزخ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔“

ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی یا رسول اللہ! آپ مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں سوائے میری جان کے۔ نبی کریم نے فرمایا تم میں

سے کوئی بھی کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اسے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ حضور نے جب توجہ فرمائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں ایک انقلاب رونما ہو گیا، بارگاہ رسالت میں حضرت عمر نے عرض کی اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ پر قرآن کریم نازل کیا آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب اور عزیز تر ہیں۔ حضور کی ادنیٰ سی توجہ نے حضرت عمر میں یہ انقلاب برپا کر دیا اور آپ کہاں سے اٹھے وراہت کی کن بند یوں پر فائز ہوئے فرمایا لا ینالہ غم۔ اب عمر اب تمہارا ایمان مکمل ہو گیا۔ حضرت سہل فرماتے ہیں۔

قَالَ سَهْلٌ مَنْ لَمْ يَرْوِلَّ إِلَى الرَّسُولِ عَنْهُ فِي جَمِيعِ الْأَحْوَالِ وَتَوَرَّى نَفْسَهُ فِي مَنكِهِ ﷺ لَا يَنْوُقُ حِلَاوَةَ سُنَمٍ بَانَ سَيِّ ﷺ قَدْ بَلَغَ يُؤْمِنُ حَدَاكُمَا حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ نَفْسٍ مِنْ نَفْسِهِ

”حضرت سہل سے مروی ہے جو شخص اپنے تمام حالات میں سے اپنے آپ کو رسول کریم ﷺ کا زیر تصرف خیال نہیں کرتا وہ حضور کی سنت کی مٹھاس کو نہیں چکھ سکتا کیونکہ حضور نے فرمایا۔ لَا يُؤْمِنُ أَخَذَكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ“

قاضی عیاض اس کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

أَيُّ مَنْ لَمْ يَغْنَمْ وَيَتَقَبَّضْ بِفَتْحٍ وَلَا يَهْجُ وَلَا يَنْفُذْ حُكْمِهِ وَسُلْطَانَهُ عَنْهُ حَتَّى كُنَّ مَمْنُونًا لَهُ (1)

”جب تک کوئی شخص یقین کے ساتھ اس بات کو نہیں جانتا کہ وہ ہر وقت ہر حالت میں رسول اللہ ﷺ کا تابع فرمان ہے اور حضور کے حکم کی پابندی اس پر لازم ہے اور وہ سرکارِ دوعالم ﷺ کا غلام ہے دام ہے، اس وقت تک وہ اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کا حق دار نہیں۔“

ثَوَابُ مَحَبَّتِهِ ﷺ حُضُورِ كِي مَحَبَّتِ كَا جَر اور صلہ

ابوزید مروزی فرماتے ہیں محمد بن یوسف نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث روایت کی کہ۔

ایک آدمی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ قیامت کب برپا ہوگی۔ حضور ﷺ نے اس سے پوچھا مَا عَدَدْتُ لَهَا۔ تو نے قیامت کیلئے کیا تیار کر رکھا ہے؟ اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے نہ زیادہ نمازیں پڑھیں نہ زیادہ روزے رکھے نہ زیادہ صدقات دیئے۔ لَکِنِّي أَحَبُّ إِلَهِ وَرَسُولُهُ اہل بیت میں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔

نبی رؤف رحیم ﷺ نے فرمایا۔ اَنْتَ مَعَ مَنْ احْبَبْتَ تَمِيزُ احْسِرْ اس کے ساتھ ہوگا جس سے تو محبت کرتا ہوگا۔

ایک دوسری حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ عَلِيٍّ ابْنِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِي حَسَنِ وَحُسَيْنِ
وَفَاةٍ مِنْ احْتِسَى وَاحِدَةٍ هَدَيْنِ وَنَاهُمَا وَأَمَّهُمَا كَانَ
مَعِي يَوْمَ ذُرْجَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ

”سیدنا علی روایت کرتے ہیں ایک روز نبی مکرم ﷺ نے امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا جو میرے ساتھ محبت کرتا ہے اور ان دو بچوں سے محبت کرتا ہے اور ان کے والد اور والدہ ماجدہ سے محبت کرتا ہے وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا اور میرے درجہ میں ہوگا۔“

ایک صحابی نے حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ حضور مجھے اپنے اہل و عیال، اپنے مال سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ جب میں آپ کو یاد کرتا ہوں تو یارائے صبر نہیں رہتا یہاں تک کہ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حضور کا دیدار کر کے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا ہوں۔ مجھے اب یہ خیال آتا ہے کہ میں نے ایک دن یہاں سے انتقال کرنا ہے۔ حضور بھی اس دنیا فانی سے رحلت فرمائیں گے۔ مگر حضور وصال کے بعد جنت کے اس اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز ہوں گے جہاں دم مارنے کی مجھے تاب نہیں۔ حضور کے دیدار سے محروم رہوں گا۔ میں حضور کے فراق پر کیونکر صبر کروں گا؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے عاشق زار کی یہ بات سنی تو یہ آیت نازل فرمائی۔

مَنْ يُصِغِرْ لَكَ وَلَدًا فَالْوَلَدُ مَعَ الْوَلَدِ تَعَمَّ اللَّهُ

عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّيِّئَاتِ وَالصَّالِحِينَ وَالشُّهَدَاءَ وَالْمُتَلَحِّضِينَ
وَحَسْبُ لَنَا رَفِيقًا (1)

”جو اطاعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی تو وہ ان لوگوں
کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء،
صدیقین اور شہداء اور صالحین۔ اور کیا ہی اچھے ہیں یہ ساتھی۔“

حضور ﷺ نے اس وقت اس صحابی کو یہ فرمایا اور یہ آیت پڑھ کر سن دی اور اس کو شہد
کام کیا۔

دوسری حدیث پاک میں ہے ایک صحابی جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتا تھا تو تنہا
باندھ کر حضور کا رخ انور دیکھتا رہتا اور کچھ تک نہ جھپکتا۔ حضور نے اس سے دریافت کیا
مالٹ تو نے یہ کیا حال بنایا ہوا ہے؟ عرض کی میرا باپ اور میری ماں آپ پر قربان جب
دل ادا ہو جاتا ہے تو حضور کے رخ انور کو دیکھ دیکھ کر اس کو تسلی دلاتا ہوں لیکن جب
قیامت کا دن ہوگا حضور کا مقام بڑا اعلیٰ وارفع ہوگا، میں کیونکر حضور کا دیدار کر سکوں گا۔
حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا میں ”حَسْبُ“ کااں معی فی مُجْمَعہ جو میرے
ساتھ محبت کرتا ہو گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (2)

یعقوب بن عبد الرحمن حضرت سہیل سے وہ اپنے باپ سے وہ حضرت ابو ہریرہ سے
روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت میں سب سے زیادہ مجھ
سے محبت کرنے والے وہ لوگ ہوں گے جو میرے بعد آئیں گے۔ وہ اس بات کو دوست
رکھیں گے کہ ان سے ان کے اہل و عیال اور مال و منال کو لے لیا جائے اور اس کے عوض
انہیں میری ایک جھلک نصیب ہو جائے۔

عبدہ بنت خالد بن معدان سے مروی ہے آپ کہتی ہیں میرے باپ خالد اس وقت تک بستر
پر آرام نہیں کرتے تھے جب تک وہ حضور سرور عالم ﷺ اور حضور کے صحابہ کرام کو جی
بھر کر یاد نہیں کر لیا کرتے تھے۔ آپ مہاجرین و انصار کے نام لے کر یاد کرتے۔ وہ فرماتے
ہُمْ اَعْلَىٰ وَهَجَرِيْ میرا سارا ناز ان پاک لوگوں پر ہے انہیں کے دیدار کے سئے میرا دل
ترجیا ہے اور میرا شوق بڑھتا ہے آپ یہ دعا مانگتے۔

مَعْمَلُ رَبِّ فَتَنَصَّىٰ اِنْثِثْ يَاللّٰهُ مجھے جلدی اپنے پاس بلا لے تاکہ میں عشاقِ مصطفیٰ کا دیدار کر سکوں۔ یہی کہتے کہتے ان پر نیند غالب ہو جاتی اور سو جاتے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں انصار کی ایک خاتون جس کا باپ، بھائی اور خاوند غزوہٴ احد میں شہید ہو گئے تھے انہوں نے صحابہ سے پوچھا ما فعل رسولِ اللہ ﷺ حضور کی کیا کیفیت ہے؟ صحابہ نے کہا حضور بخیر و عافیت ہیں۔ حضور ﷺ اس طرح ہیں جس طرح تو حضور کو دیکھنا پسند کرتی ہے۔ اس نے کہا مجھے دکھاؤ حضور ﷺ کہاں ہیں تاکہ میں حضور ﷺ کو نظر بھر کر دیکھ دوں۔ جب اس خاتون نے حضور ﷺ کا دیدار کر لیا حضور ﷺ کو بخیریت پایا تو اچانک اس کے منہ سے یہ آواز نکلی۔ کُنْ مُصَنَّبَةً بَعْدَ جَدِّیَ۔ یا رسول اللہ ﷺ اگر حضور بخیریت ہیں تو حضور ﷺ کی سلامتی کے بعد ہر مصیبت میرے نزدیک کوئی وقعت نہیں رکھتی۔

کسی نے سیدنا علی مرتضیٰ سے پوچھا تم سرکارِ دو عالم ﷺ کے ساتھ کس حد تک محبت کیا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا بخدا حضور ﷺ ہمارے نزدیک ہمارے مالوں سے، اولاد سے، ہمارے مہربانوں سے اور یہاں سے کیلئے ٹھنڈا پانی جتنا عزیز ہوتا ہے اس سے زیادہ محبوب ہیں۔

زید بن اسلم روایت کرتے ہیں ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ کی گلیوں میں نکلے تاکہ لوگوں کی پاسبانی کریں۔ ایک گھر میں چراغ دیکھا وہاں ایک بوڑھی عورت اون دھن رہی تھی اور یہ پڑھ رہی تھی

عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَوةٌ اَمَّا رُحْمٰتِیْ عَنْہُ اَصْصَوْنَ لِحَبَابِ

”نیک اور پاک لوگوں کے درود و سلام حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام پر ہوں۔ پاک لوگ اور نیک لوگ اللہ کے محبوب پر

درود شریف بھیجتے ہیں۔“

فَدَکُنتُ قَوَّامًا بِکُلِّ مَآثِرٍ اَنْسَحَابِ یَا نَبِیَّ شَعْرَتِیْ وَ اَنْصَابِ اَنْصُورِ

”حضور ساری رات عبادتِ الہی میں کھڑے ہونے والے تھے سحری

کے وقت گریہ زاری کیا کرتے تھے۔“

هَلْ یَجْمَعُیْ وَ خِیْبِی الدَّارِ

”کیا کوئی ایسا وقت آئے گا کہ ہم حضور کے ساتھ ایک مکان میں ہوں

”مے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس خاتون کے شعر من کر بیٹھ گئے اور وٹے گئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کا پاؤں سن ہو گیا آپ کو کہا گیا جس سے آپ کو سب سے زیادہ محبت ہے اس کو یاد کریں آپ کا پاؤں درست ہو جائے گا۔ آپ نے زور سے کہا: ”مُحَمَّدُ“ اسی وقت آپ کا پاؤں درست ہو گیا۔

حضرت بلال کی وفات کا وقت قریب آیا۔ ان کی زوجہ آپ کے سر ہانے بیٹھی تھیں۔ شدت غم سے ان کی زبان سے نکلا: ”اَحْرَبُہُ“ حضرت بلال نے فرمایا یہ مت کہو بدلہ کہو و اظرباہ کتنا خوشی کا وقت ہے ”عَدُوُّ لَفِي مُحَمَّدٍ وَحَرْبُهُ كُلُّ حَضُورٍ سِوَا حَضُورِہِ“ صحابہ سے ملاقات ہوگی۔

ایک صحابیہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ کی خدمت میں حاضر تھیں۔ عرض کی مہربانی فرما کر حضور کی قبر مبارک سے چادر بٹائیے۔ آپ نے چادر مبارک بٹائی تو اس پر سریہ طاری ہو گیا۔ اتار دیں کہ روح پرواز کر گئی۔

جب اہل مکہ زید بن دثنہ کو قتل کرنے کیلئے حرم شریف سے نکال کرے گئے تو ابوسفیان بن حرب نے حضرت زید کو کہا اے زید میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ حضور ﷺ تیری جگہ ہمارے پاس ہوتے، حضور کو جب شہید کیا جاتا اس وقت تو اپنے اہل خانہ کے پاس خوش و غرم ہوتا؟ اس عاشق صادق زید بن دثنہ نے ابوسفیان کو جواب دیا۔ اے ابوسفیان تم کس غلط فہمی میں مبتلا ہو۔

وَاللّٰہُ مَا اُحِبُّ اِنَّ مُحَمَّدًا رَّبٌّ فِیْ مَکَآہِ نَدٰی ہُو

فِیْہِ نَصِیْبٌ شَوْکَہُ وَاَنْتِ جَالِسٌ فِیْ اَهْلِیِّ

”اے ابوسفیان! بخدا میں تو اس بات کو بھی پسند نہیں کرتا کہ حضور

اپنے کاشانہ اقدس میں اپنے اہل خانہ کے پاس ہوتے اور حضور کو یہ

کاشا بھی چھتا اور میں امن و امان سے اپنے گھر والوں کے پاس ہوتا۔“

جب کوئی عورت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی تو حضور اس سے یہ قسم لیتے کہ وہ اپنے خاوند کے بغض کے باعث اپنا گھر چھوڑ کر نہیں آئی اور نہ کسی اور شخص کی محبت اسے یہاں لے آئی ہے۔ بلکہ وہ تو محض اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے باعث اپنا گھر چھوڑ کر آئی ہے۔

عیال چھوڑ کر آئی ہے۔

حضرت ابن عمرؓ ابن زبیر کی شہادت کے بعد ان کی میت پر آئے اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کی اور کہا: كُنْتُ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ حَقَّ مَا قَوْمًا تُحِبُّ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ
بخدا مجھے جتنا علم ہے آپ بہت زیادہ روزہ رکھنے والے ساری رات کھڑا ہونے والے تھے اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت کرنے والے تھے۔

جو خوش نصیب اللہ تعالیٰ کے محبوب مکرم ﷺ سے محبت کرتا ہے اس کی نشانیاں

اطاعت و فرماں برداری، جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے وہ اس کی موافقت کو اپنے اوپر لازم کرتا ہے۔ اور اگر یہ علامت اس میں نہیں پائی جاتی تو وہ محبت کا جھوٹا مدعی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی محبت میں وہ سچ ہے جو حضور کا تابع رہے، حضور کی سنت پر عمل پیرا ہو، حضور کے ارشادات و افعال کا متبع ہو۔ حضور کے احکام کو بجالائے اور جن چیزوں سے حضور نے منع فرمایا ہے ان سے باز رہے۔ عسرت، تنگدستی اور خوشحالی میں حضور کے ارشادات کی تعمیل کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے محبت کرنے والوں کو بھی اتباع رسوں کا حکم دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اے حبیب آپ فرمائیں اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا۔

حضور ﷺ کی شریعت کے احکام کو دوسری تمام باتوں پر ترجیح دینا اور اپنے نفس کی خواہش پر اس کو مقدم رکھنا ارشاد خداوندی ہے۔

وَسَيُجَنَّبُكَ الَّذِينَ اتَّخَذْتَهُمْ دِينًا
وَلَا تَجِدُ دِينَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا
اَوْتُوْا - وَيُؤْتُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَاَوْتُوْا كَاٰلَ بَيْتٍ حَصٰصَةً

”اور اس مال میں ان کا بھی حق ہے جو دارِ ہجرت میں مقیم ہیں اور ایمان میں ثابت قدم ہیں مہاجرین کی آمد سے پہلے۔ محبت کرتے ہیں ان سے

جو ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں اور نہیں پاتے اپنے سینہ میں
کوئی خلش اس چیز کے بارے میں جو مہاجرین کو دیدی جائے۔ اور ترجیح دیتے
ہیں انہیں اپنے آپ پر اگرچہ خود انہیں اس چیز کی شدید حاجت ہو۔

حضور ﷺ کی پیروی میں لوگوں سے بغض نہ رکھنا

سعید بن مسیب حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا مجھے رسول اللہ
ﷺ نے ارشاد فرمایا اے میرے بیٹے! اگر تو اس حالت میں صبح کرے اور شام کرے کہ
تیرے دل میں کسی کے بارے میں بغض و کینہ نہ ہو تو ایسا ضرور کر۔ پھر حضور نے یہ فرمایا۔

بِأَنِّي دَلْتُ مَنْ سَتَى وَمِنْ حِدِّ سَتَى فَقَدْ احْتَسَى

وَمَنْ احْتَسَى كَأَن مَعِيَ فِي الْحِجَةِ

"اے میرے بیٹے! میری یہی سنت ہے اور جس نے میری سنت کو زندہ

کیا اس نے میرے ساتھ محبت کی اور جس نے میرے ساتھ محبت کی وہ

جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔"

جوان سنتوں کی پوری پیروی کرے گا اس کی محبت کامل ہوگی ورنہ جو تمام سنتوں پر عمل
پیرا نہیں ہوگا اس کی محبت ناقص ہوگی لیکن یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ بل محبت سے نہیں
ہے۔ اس کی دلیل یہ حدیث پاک ہے کہ ایک شخص کو شراب پینے کے جرم میں حد لگائی گئی
تو کسی نے اس پر لعنت بھیجی کہ کئی بار سے اس جرم میں سزا مل چکی ہے لیکن یہ بار نہیں آیا۔
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ لا اس پر لعنت مت بھیجو، اگرچہ یہ گنہگار ہے لیکن یہ اللہ اور
اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

حضور ﷺ کا ذکر کرنا

حضور نبی کریم ﷺ کی محبت کی ایک اور علامت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا کثرت سے ذکر
کرتا رہے مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا كَثَرَتْ ذِكْرُهُ جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے وہ بکثرت اس کا
ذکر کرتا ہے۔ نیز اس کے دل میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کا شوق ہر وقت اسے تڑپاتا رہتا
ہے۔ مَن كَانَ حُبًّا لِّحَبِّ لِقَاءِ حَسَنِهِ بِمَحَبِّ بَنِي مُجُوبٍ سَلَامَاتٍ كَاخْوَانٍ مُّشْتَمِلِينَ
ہوتا ہے۔

قبیلہ اشعر کا وفد جب مدینہ طیبہ کے قریب پہنچا اور حضور ﷺ سے ملاقات کی گھڑی قریب آئی تو وہ بڑے جوش سے یہ نعرہ لگاتے۔ عداً بلفی الراحۃ محمد و صحبہ۔ کل ہماری ملاقات اپنے پیاروں سے ہوگی یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ اور حضور کے صحابہ کرام سے۔ اسی طرح کے کئی واقعات آپ پڑھ چکے ہیں کہ صحابہ کرام حضور ﷺ کے شوق وصال میں کس طرح بے چینی اور بے قراری کا اظہار کیا کرتے۔

حضور ﷺ کی تعظیم

حضور ﷺ کی محبت کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ کثرت سے حضور ﷺ کا ذکر کرے اور ذکر کے وقت حضور ﷺ کی تعظیم اور توقیر کو ہمیشہ پیش نظر رکھے۔ حضور ﷺ کا نام نامی سن کر اس پر خضوع و خشوع کی کیفیت طاری ہو جائے۔ اسحق عجبی کہتے ہیں نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام جب اپنے آقا کا ذکر کرتے تھے تو ان پر پانی ور رہا یہ طاری ہو جاتا تھا اور وہ سر پاپا عجز و نیاز بن جاتے تھے۔

حضور ﷺ کی محبوب چیزوں سے محبت

حضور ﷺ کی محبت کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اس چیز سے بھی محبت کرے جس سے حضور ﷺ کو محبت ہے۔ حضور ﷺ کے اہل بیت، صحابہ کرام، مہاجرین و انصار سے وہ صدق دل سے محبت اور اس چیز سے عداوت رکھے جس سے حضور ﷺ کو عداوت ہو۔ نبی کریم ﷺ نے حسین کریمین کے بارے میں فرمایا اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما۔

دوسری روایت میں ہے کہ جو ان دونوں سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے۔ جو ان دونوں سے بغض کرتا ہے وہ مجھ سے بغض کرتا ہے اور جو مجھ سے بغض رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے بغض رکھتا ہے۔

امام ترمذی نے اپنی سنن میں یہ حدیث پاک روایت کی ہے۔

لله في اصحابي لا تحذروا هبة عروا بغدي
ومن حبه محبي حبه ومن انصه منعه
انصه ومن داه فقد دى ومن دى فقد

اذی اللہ۔ ومن آدی اللہ یونسٹ ان یأخذہ (1)

”کو گوا میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ میرے بعد ان کو طعن و تشنیع کا ہدف نہ بنانا۔ جو میرے صحابہ سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض کے باعث ان سے بغض رکھتا ہے۔ پس جو انہیں اذیت پہنچاتا ہے وہ مجھے اذیت پہنچاتا ہے اور جو مجھے اذیت پہنچاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو اذیت دیتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جلد ہی ہلاک کر دے گا۔“

حضرت سیدۃ النساء کے بارے میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہہ یغضہ منی یغضی ما اغضبہا۔ ”فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو چیز اسے غضبناک کرتی ہے وہ مجھے بھی غضبناک کرتی ہے۔“

بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔ قال رسول اللہ ﷺ یہ ائمتہ۔ خاتمہ انصار وائتہ سقاہ نعصہ۔ ”ایمان کی نشانی انصار کی محبت ہے ورنہ نفقت کی نشانی انصار سے بغض ہے۔“

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا جو اہل عرب سے محبت کرتا ہے وہ اس لئے کہ میں ان سے محبت کرتا ہوں اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ اس لئے کہ مجھ سے وہ بغض رکھتا ہے۔ درحقیقت محبوب کی ہر چیز، محبوب و پسندیدہ ہوتی ہے۔ سلف صالحین کا یہی معمول تھا کہ وہ ہر اس چیز سے محبت کرتے تھے جس سے ان کا آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام محبت فرماتا تھا۔

سیدنا حضرت حسن بن علی، عبداللہ بن عباس ورا بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں میں حاضر ہوتے اور درخواست کرتے کہ جو کھانا آپ حضور ﷺ کے لئے پکاتی تھیں اور حضور ﷺ اسے پسند فرمایا کرتے وہی کھانا ان کے لئے بھی پکائیں۔

جس طرح محبوب کی ہر چیز محبوب ہوتی ہے اسی طرح ہر وہ چیز جسے محبوب ناپسند کرتا ہے وہ اس کے محبت کو بھی ناپسند ہوتی چاہئے۔ ارشاد الہی ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ

حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أَلَا يَه (1)

”تو ایسی قوم نہیں پائے گا جو ایمان رکھتی ہو اللہ اور قیامت پر پھر وہ محبت کرے ان سے جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی۔ خواہ وہ مخالفین ان کے باپ ہوں یا ان کے فرزند ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا کنبے والے ہوں۔“

یہ حضور کریم ﷺ کے صحابہ کرام تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے اپنے باپوں اور بیٹوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کے بیٹے نے ان کا نام بھی عبد اللہ تھا، بارگاہ رسالت میں عرض کی مَوْنَتُ مَوْنَتُ مَرَأَسِهِ اگر حضور چاہیں تو میں اپنے باپ کا سر کاٹ کر حضور کے قدموں میں ڈال دوں۔

حضور ﷺ کی سنت سے محبت

محبت کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ حضور ﷺ کی سنت سے محبت کرے اور اس

کی پیروی کرے۔

سہل بن عبد اللہ کہتے ہیں۔

عَلَامَةُ حُبِّ اللَّهِ حُبُّ أُخْرَتِي وَعَلَامَةُ حُبِّ الْفَرَسِ
حُبُّ نَسِيٍّ ﷺ وَعَلَامَةُ حُبِّ النَّبِيِّ ﷺ حُبُّ
نَسِيٍّ وَعَلَامَةُ حُبِّ النَّسَةِ حُبُّ نَاحِرِهِ وَعَلَامَةُ حُبِّ
نَاحِرَةِ نَعِصٍ نَدْبِيَا وَعَلَامَةُ بُعْضِ الدُّنْيَا أَنْ تَبْذُرَ
مِنْهَا لَا رَادَّ وَشُعَّةٌ لِي الْآخِرَةِ (2)

”سہل بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی نشانی قرآن کی محبت ہے اور قرآن کریم کی محبت کی نشانی نبی کریم ﷺ کی محبت ہے۔ حضور کی محبت کی نشانی حضور ﷺ کی سنت سے محبت ہے۔ حضور کی سنت سے محبت کی نشانی آخرت کی محبت ہے۔ آخرت کی محبت کی نشانی

دنیا سے نفرت ہے۔ دنیا سے نفرت کی نشانی یہ ہے کہ وہ دوست نہ جمع کرتا رہے مگر بقدر ضرورت۔“

حضور ﷺ کی امت پر شفقت

حضور کریم ﷺ کی محبت کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ حضور کریم کی امت پر شفقت کرے اور ان کیلئے خیر خواہی کرے۔ ان کی بہتری کے کاموں میں کوشاں رہے۔ ان کی تکالیف کو دور کرے جس طرح حضور کریم ﷺ مومنین کے لئے رؤف رحیم تھے۔

محبت کے اسباب

اس سے پہلے آپ محبت کی تعریف اور محبت کی علامتوں کے بارے میں پڑھا آئے ہیں اب آپ کو ان امور کے بارے میں بتانا ہے جو محبت کا سبب ہیں۔

جب ان تین چیزوں میں سے کوئی چیز پائی جائے تو محبت خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ جمال، کمال اور نوال۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری حسن سے نوازا ہو اس کو دیکھتے ہی دل اس کی محبت کا اسیر بن جاتا ہے۔ جہاں کہیں کوئی کمال ہو وہاں بھی دس میں اس کی چاہت و رپیاری پیدا ہوتا ہے اور جو شخص اپنے احسان اور سخاوت سے کسی کو مسرور و شادمان کرتا ہے اس کی محبت کا جذبہ بھی دل میں از خود پیدا ہو جاتا ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کی ذات اقدس و ارامی میں یہ تینوں صفات بدرجہ کمال موجود تھیں۔ حضور ﷺ جیسا کبھی کسی نے کوئی حسین و جمیل نہیں دیکھا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا خوب فرمایا۔

وَاجْهَلُ مِنْكَ لَمْ تَرَفْهُ عَيْنٌ وَحَسَنُ مِنْكَ لَمْ يَنْسَا

”حضور ﷺ سے زیادہ کوئی جمیل کسی تک نے نہیں دیکھا اور آپ سے

بڑھ کر حسین کسی ماں نے نہیں جانا۔“

اسی طرح حضور ﷺ کی سخاوت بے نظیر و بے مثال تھی۔ اتنا سخا و کریم چشم فلک چرخ نے کسی زمانہ میں نہیں دیکھا۔ جو کوئی حاجت مند سائل بن کر حاضر ہوتا حضور ﷺ اسے کبھی محروم واپس نہ کرتے بلکہ اس کی توقع سے بھی زیادہ اس کے دامن کو بھر دیتے۔

حضور ﷺ کے لطف و احسان کی تو کوئی مثال نہیں۔ خداوند قدوس نے قرآن کریم میں حضور ﷺ کی شانِ رحمت کو بار بار مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔ دوسری جگہ فرمایا۔ وَنُفِخُ فِي سُرُورٍ۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو شفیق المذنبین بنایا۔ جس گنہگار کے لئے بھی حضور ﷺ نے اپنے رب کریم کی بارگاہ

میں بخشش کی التجاء کی اللہ تعالیٰ نے اسے شرف قبول سے نوازا۔

جس ذات اقدس و اطہر میں یہ تینوں خوبیاں اور کمالات بدرجہ اتم موجود ہوں ان کی محبت و عشق کی شمع خود بخود فروزاں ہو جاتی ہے۔ اس سے بڑا بد نصیب اور بد بخت کون ہوگا جو اس مرقد دلبری و زیبائی کو دیکھ کر سو جان سے اس پر قربان نہ ہو۔
علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

کون سا احسان، اس محسن اعظم کے احسان سے بڑا ہے جس نے مخلوق خدا کو فسادت و کفر کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت کے نور سے منور شاہراہ مستقیم پر گامزن کر دیا اور اس سے بڑا فضل و کرم کیا ہے کہ جو جہنم کے ابدی عذاب کے مستحق قرار پا چکے تھے ان کیلئے شفاعت فرمائی اور ان کو جنت کی ابدی نعیم تک پہنچا دیا۔

محبت کے جملہ اسباب اپنی مکمل اور اعلیٰ ترین صفات سے حضور ﷺ میں پائے جاتے ہیں اسی لئے ہر صاحب قلب سیم اس نور مطلق کو دیکھ کر سو جان سے فدا ہو جاتا ہے۔

مناصحت خیر خواہی اور نصیحت

عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ لِنَدَائِنِ
نَصِيحَةً إِنْ أَدَّيْنَا نَصِيحَتَهُ إِنْ أَدَّيْنَا النَّصِيحَةَ قَالُوا
مَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ بَيْنَهُ وَبَيْنَكَ وَبَيْنَ رَسُولِهِ وَآئِمَّةٍ
مُسْتَمْعِنٍ وَعَامَّةٍ

”حضرت تميم الداری سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک دین خیر خواہی کا نام ہے۔ بے شک دین خیر خواہی کا نام ہے۔ بے شک دین خیر خواہی کا نام ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ! کس کی خیر خواہی؟ فرمایا اللہ تعالیٰ، اس کی کتاب، اس کے رسول، مسلمانوں کے ائمہ اور عام مسلمانوں کی۔“

امام ابو سلیمان نصیحت کا مفہوم بتاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

نَصِيحَةُ كَمَا نَعَرُ بِهَا عَنْ حُمْنِهِ رَادَّةٌ تُخْبِرُ لِمَنْصُوحٍ

جس کو نصیحت کی جارہی ہے، اس کی مکمل بھلائی کے ارادے کو لفظ نصیحت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ غت میں نصیحت کا معنی اخلاص ہے۔ عرب کہتے ہیں۔ نَصَحْتُ نَعْسًا دَ حَصْنَةً

من شیعہ۔ میں نے شہد کو صاف کیا۔ یعنی جب شہد کو ہر طرح کی آلائشوں سے پاک کر دیا جائے تو کہتے ہیں مَصْحُفُ الْعَمَلِ میں نے شہد کو پاک کر دیا۔
اب اس حدیث پاک کی وضاحت سماعت فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کیلئے نصیحت کا معنی یہ ہے کہ اس کی وحدانیت کا صحیح عقیدہ رکھا جائے۔ اور اسے ان صفات سے موصوف کیا جائے جو اس کی شان الوہیت کے شایان ہوں۔ اور تمام نقائص و عیوب سے اسے پاک یقین کیا جائے اور اس کی محبت کی رغبت کی جائے اور اس کی ناراضگی سے دور بھاگا جائے اور خصوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے۔

وَالنَّصِيحَةُ كِتَابُهُم کا معنی یہ ہے کہ اس پر ایمان لیا جائے اور جو اس میں احکام ہیں ان پر عمل کیا جائے۔ اس کی تلاوت حسن و خوبی سے کرے اور تلاوت کے وقت خضوع و خشوع پیدا ہو۔ اس کی تعظیم کی جائے اور اس کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ قرآن کریم کو ان تاویلوں سے دور رکھا جائے جو اہل زبغ نے کی ہیں۔

وَالنَّصِيحَةُ لِرَسُولِهِ کا مفہوم یہ بتایا گیا ہے کہ اس کی نبوت کی تصدیق کی جائے۔ اس کے احکام کی تعمیل کیسے پوری کوشش کی جائے اور حضور ﷺ کی حیات ظاہری میں پوری طرح آپ کی مدد اور مساعدت کی جائے۔ حضور ﷺ کی سنت کو زندہ کیا جائے اور اس کی نشر و اشاعت میں مقدور بھر کوشش کی جائے۔ آپ کے اخلاق کریمہ اور آداب جمید سے اپنے آپ کو متصف کیا جائے۔ حضور ﷺ کی حیات ظاہری میں حضور کے صحابہ کی مدد کی جائے۔ حضور کے وصال کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کی سنت کی حفاظت کی جائے اور کسی کو اس میں آمیزش کی اجازت نہ دی جائے۔ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کی دعوت دی جائے اور اس میں کسی کوشش سے دریغ نہ کیا جائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد نصیحة للرسول کا مفہوم یہ ہے کہ حضور ﷺ کی عزت و تکریم میں ذرا کمی نہ ہونے دی جائے حضور ﷺ کی محبت میں دوسروں سے آگے بڑھنے میں کوشش کی جائے اور حضور ﷺ کی سنت مبارکہ سیکھنے میں ذرا کاہلی کا ثبوت نہ دے۔ حضور ﷺ کے اہل بیت، صحابہ کرام سے دلی محبت کی جائے۔ جو حضور ﷺ کی سنت کا تارک ہو اس سے قطع تعلقی کی جائے اور اس کو برا سمجھا جائے۔ نبی کریم ﷺ کی امت پر ہر طرح کی شفقت کی جائے۔ حضور کے اخلاق حسنہ اور یہ ست طیبہ

پر عمل کرنے میں پوری کوشش کی جائے۔

یہ نصیحت درحقیقت اس محبت کا نتیجہ ہے جو امتی کو اپنے محبوب رسول سے ہوتی ہے۔

امام ابو القاسم القشیری روایت کرتے ہیں کہ خراسان کا ایک بادشاہ عمرو بن لیث نامی تھا۔ اس کو کسی نے خواب میں دیکھا۔ اسے کہا تیرے اللہ نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انہوں نے بتایا اس نے مجھے بخش دیا۔ اس نے پوچھا اس کی وجہ کیا ہوئی؟ اس نے کہا ایک روز میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھا۔ چاروں طرف میرا لشکر پھیلا ہوا تھا۔ لشکر کی کثرت کو دیکھ کر میرا دل خوش ہوا۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کاش میں عہد نبوت میں ہوتا اور اس لشکر جبار کے ساتھ حضور ﷺ کی مدد کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے اس خیال کو پسند فرمایا اور مجھے بخش دیا۔ انصحة بآئمة المسلمین اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہر حق بات میں ان کی اطاعت کروں اور مدد کروں اور ان کو نیکی کا حکم دوں بہتر انداز سے ان کی اصلاح کی کوشش کروں جن کاموں میں ان سے غفلت ہوتی ہے ان سے متنبہ کروں اور مسلمانوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کی تلقین کروں۔

عام لوگوں کی نصیحت کا یہ مطلب ہے کہ میں ان کو ان امور کی صرف دعوت دوں جن میں ان کی مصیحت ہے اور دین کے معاملات میں ان کی امداد کروں اور مسلمانوں میں جو نادار و مفلس ہوں ان کی مالی امداد کروں۔ اور ان کے جو عیوب ہیں ان کی پردہ دہری نہ کروں۔ ہر ضرر سے انہیں بچاؤں۔ اور ہر فائدہ سے ان کو خورسند کروں۔ اپنے قول و فعل سے ان کی دنیا و آخرت سنوارنے کی کوشش کروں۔ جو شریعت کی اطاعت سے غافل ہیں ان کو متنبہ کروں۔ جو جاہل ہیں ان کو تعلیم دوں۔ جو محتاج ہیں ان کی حاجت روائی کروں۔ ہر ضرر سے انہیں بچاؤں اور ہر نفع و فائدہ سے ان کو محظوظ کروں۔

نبی رحمت ﷺ کی تعظیم و توقیر و تکریم

خداوند قدوس نے اپنی کتاب مقدس میں متعدد آیات میں اپنے حبیب کریم ﷺ کی تعظیم و تکریم کا اپنے صحابہ کو حکم دیا ہے اور ہر وہ اسلوب جس میں بے ادبی کا شائبہ تک بھی ہو ایسے اسلوب سے سختی سے منع کیا۔ چند آیات آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

لَا تُسَبِّحُ شَاهِدُ وَ مُسْتَشِرٌ وَ نَذِيرٌ اَلْمَدَّة (1)

اے نبی مکرم ﷺ ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہ بنا کر خوشخبری سننے والے بروقت ڈرانے والے تاکہ تم ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے رسول مکرم کے ساتھ اور تخفیم کرو میرے محبوب کی اور ادب کرو میرے رسول کا۔

یہاں کئی طرح سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی تعظیم و تکریم کا حکم دیا ہے۔ یہ آیت کریمہ کے ابتدائی الفاظ سورۃ الاحزاب میں بھی موجود ہیں وہاں آغاز خطاب بآیہا اَیُّہَا النَّبِیُّ کے الفاظ سے ہے خود جب خدا فرمائی تو نام لے کر نہیں بلکہ بآیہا اَیُّہَا اَیُّہَا النَّبِیُّ۔ کہہ کر۔ جتنے انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خطاب سے نوازا ہمیشہ ان کا نام لے کر خطاب فرمایا لیکن جب اپنے محبوب کو خطاب کرنے کا موقع آیا تو نام لے کر نہیں بلکہ بآیہا اَیُّہَا اَیُّہَا النَّبِیُّ کے پر جلال الفاظ سے اپنے نبی کو خطاب فرمایا۔ اس کے بعد شاید، مبشر اور نذیر کے پر وقار احکامات سے حضور کی شان بیان کی۔ آخر میں حکم دیا کہ اس رفیع شان رسول پر ایمن لاؤ اور اس کی تعظیم کرو۔ حضرت ابن عباس نعرۃ کا مفہوم اس طرح بیان کرتے ہیں۔

تَعْرِوۃُ تَحْمُوۃُ۔ یعنی حضور کی شانِ جلیل پہن کر۔

المبرود نغز و نغمہ کا معنی بیان کرتے ہیں تباغوا فی تغضنہ میرے حبیب کی تعظیم میں
مبالغہ سے کام لو۔

انغش کہتے ہیں۔ نَعْرُوۃ نَصْرُوۃ تم پ کی نصرت اور امداد کرو۔

اس ایک آیت میں ہی خود اللہ تعالیٰ نے بارگاہ نبوت کے جن آداب کی طرف صراحتاً کنیت اپنے بندوں کی راہنمائی کی ہے اس کے بعد کسی مزید تنبیہ کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک دوسری آیت میں حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم کی مزید تاکید فرمائی جا رہی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا نَادُوا بَصَوْتِكُمْ فَوْقَ صَوْتِ لِسَىٰ

وَمَا تَجْهَرُوا لَهُ يَابْقُولُ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ يَنْقُصُ الْ

نَحْطُ أَعْمَالَكُمْ وَنَتَبَّاهُ شَعْرُورَ-

”اے ایمان والو! نہ بلند کیا کرو اپنی آوازوں کو نبی کریم کی آواز سے اور نہ زور سے آپ کے ساتھ بات کیا کرو جس طرح زور سے تم ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہو (اس بے ادبی) سے کہیں ضائع نہ ہو جائیں تمہارے عمل اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔“

یہاں حضور کے غلاموں کو تلقین کی جا رہی ہے کہ جب وہ ہادی برحق ﷺ سے گفتگو کریں تو ان کا لب و لہجہ کیا ہونا چاہئے۔ یہاں لب و لہجہ میں بھی ادب کو ملحوظ رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ خبردار محتاط رہنا کہیں گفتگو کرتے وقت تمہاری آواز میرے حبیب کی آواز سے بلند نہ ہو جائے ورنہ تمہارے اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے اور تمہیں اس نقصان عظیم کا شعور تک بھی نہ ہوگا۔

پھر ارشاد رہانی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدَمُوا عَلَىٰ بَدِيٍّ لِّلَّهِ وَرَسُولِهِ
وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

”اے ایمان والو! آگے نہ بڑھا کرو اللہ اور اس کے رسول سے۔ ڈرتے رہو

کہ اللہ تعالیٰ سے بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔“

پھر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی ستائش کرتے ہیں جو بارگاہ رسالت میں گفتگو کرتے وقت اپنی آوازوں کو نیچا رکھتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ يُعْضِدُونَ أَسْوَأَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ
لَدَيْهِمْ أَلْفُ فَتْوَةٍ لَّهُمْ مَقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَ أَجْرٌ
عَظِيمٌ

بیشک جو پست رکھتے ہیں اپنی آوازوں کو اللہ کے رسول کے سامنے یہی وہ لوگ ہیں، مختص کر لیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کیلئے۔ انہیں کیلئے بخشش اور اجر عظیم ہے۔ اور ان کے برعکس جو لوگ بلند آواز سے حضور کو باہر کھڑے ہو کر پکارتے ہیں ان کے بارے میں فرمایا۔

إِنَّ الَّذِينَ يُبَادُونَكَ مِنَ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ
يُفْسِدُونَ

”بیشک جو لوگ پکارتے ہیں آپ کو حجروں کے باہر سے ان میں سے اکثر نا سمجھ ہیں۔“

ایسے لوگوں کو نادان اور نا سمجھ فرمایا گیا جو حضور ﷺ کا نام لے کر بلند آواز سے پکارتے ہیں۔ ابو محمد مکی لکھتے ہیں کہ گفتگو کرنے میں حضور ﷺ سے سبقت نہ لے جاؤ اور خطاب کرنے

میں اجڑ پن کا مظاہرہ نہ کرو۔ اور حضور ﷺ کا نام لے کر نہ پکارو بلکہ ایسے الفاظ سے حضور ﷺ کو خطاب کرو جن میں ادب و احترام کا پوری طرح لحاظ رکھا گیا ہو۔ مثلاً یا رسول اللہ یا نبی اللہ سے۔

جب بنو تمیم بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو ان کے خطیب نے ازراہ تقاضا خطبہ دیا اور اپنی قوم کی بڑائی بیان کی۔ اس کا جواب دینے کیلئے حضور ﷺ نے ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خطیب مقرر کر کے بنی تمیم کے خطیب کا جواب دینے کا حکم دیا تھا اور انہوں نے بنو تمیم کے خطیب کو منہ توڑ جواب دے کر اسے خاموش کر دیا۔

ان کے کانوں میں بہرہ پن تھا۔ یہ خود بھی بات کرتے تو بلند آواز سے کرتے۔ جب لا ترفعوا أصواتکم الا یہ نازل ہوئی تو ان پر غم و اندوہ کا پہرہ ٹوٹ پڑا کہ ان کی آواز اونچی ہے مبدا انہوں نے اونچے لہجے میں گفتگو کی ہو اس کی پاداش میں ان کے سارے اعمال ضائع ہو گئے ہوں۔

یہ فرط غم سے گھر میں بیٹھ گئے۔ باہر نکلتا چھوڑ دیا۔ جب چند روز نماز کیلئے مسجد میں نہ آئے تو حضور کریم ﷺ نے ان کے بارے میں دریافت فرمایا۔ عرض کی گئی جب سے یہ آیت نازل ہوئی اس دن سے وہ گھر میں کواڑ بند کر کے داخل ہو گئے ہیں اور رونے کے بغیر ان کا کوئی شغل نہیں۔ نبی رحمت نے ان کی حالت زار پر رحمت فرماتے ہوئے انہیں اپنی بارگاہ میں طلب فرمایا اور ان کے حزن و ملال کو دور کرنے کیلئے ان بشارتوں سے انہیں سرفراز فرمایا۔

يَا ثَابِتُ اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَعِیْشَ حَمْدًا وَتُقْتَلَ شَہِیْدًا
وَتَدْخُلَ الْجَنَّةَ

چنانچہ وہ مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑی جانے والی جنگ، جنگ یمامہ میں شرف شہادت سے مشرف ہوئے۔ ان کے بارے میں حضور ﷺ کے سارے ارشادات پورے ہوئے اور وہ جنت الفردوس کے حقدار قرار پائے۔

بارگاہ رسالت میں صحابہ کرام جب گفتگو کرتے تو بڑی دھیمی آواز سے تاکہ کہیں بے ادبی کے مرتکب نہ ہوں۔ وہ کلمات جن میں اگرچہ صراحتاً بے ادبی کا شبہ تک نہیں لیکن کنایہ ان کو گستاخی کے مفہوم پر محمول کیا جاسکتا ہے ایسے الفاظ کے استعمال کرنے سے بھی

فرزند ان اسلام کو سختی سے منع فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَعَا - اے ایمان والو! میرے حبیب کی بارگاہ میں یہ الفاظ مت دہراؤ۔ ”رعا“ کیونکہ رعا کا غلط تلفظ کر کے اس کے ذریعے بد طینت لوگ حضور کی گستاخی کر سکتے تھے اس لئے اس لفظ کے استعمال سے بھی روک دیا گیا۔

صحابہ کرام کا ادب رسول ﷺ

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا بہادر اور شجاع جرنیل بھی جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتا تو انہیں جرات نہ ہوتی کہ حضور ﷺ کے رخ انور کی طرف آنکھ بھر کر دیکھ سکیں۔ آپ کہتے اگر مجھے کوئی یہ کہتا کہ میں اپنے آقا کا حلیہ بیان کروں تو میں ایسا نہ کر سکتا کیونکہ میں نے کبھی آنکھ بھر کے نہیں دیکھا۔ ہمیشہ سر جھکائے، آنکھیں نیچے کئے ہوئے بارگاہ مصطفویٰ میں حاضر ہا کرتا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں جب نبی رحمت ﷺ صحابہ کرام کے مجمع میں تشریف لاتے تو کوئی بھی ان میں سے آنکھ اٹھا کر حضور ﷺ کی طرف دیکھنے کی جسارت نہ کرتا۔ البتہ حضرت ابو بکر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور کی نہایت شفقت و مہربانی کے باعث آپ کو دیکھ لیا کرتے تھے۔

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں۔ ایک روز بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ صحابہ کرام حضور ﷺ کے ارد گرد حلقہ باندھے بیٹھے تھے۔ صحابہ کرام حضور ﷺ کی محفل میں اس طرح فرط ادب سے بے حس و حرکت بیٹھے ہوتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں، اگر انہوں نے ذرا سر ہلایا تو پرندے اڑ جائیں گے۔ جب حضور ﷺ اپنی محفل مبارک میں گفتگو فرماتے تو تمام حاضرین جامد و ساکت بیٹھے ہوتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار مکہ نے عروہ بن مسعود کو مسلمانوں کے حالات دریافت کرنے کیلئے حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ اس نے حضور ﷺ کے صحابہ کرام کے ادب و احترام کی کیفیت کو دیکھا تو سراپا حیرت بن گیا۔ اس نے دیکھا کہ حضور ﷺ وضو فرماتے ہیں تو جسم اطہر سے گلنے والا پانی کا کوئی قطرہ زمین پر نہیں گرنے دیتے بلکہ آگے بڑھ کر پانی کے ان قطروں کو اپنی اٹھیلی پر لے لیتے ہیں اور جسم اور چہروں پر بطور تبرک مل لیا کرتے

ہیں جب حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں تو ہر صحابی اس فرمان کو پورا کرنے کے لئے جہاد ہو جاتا ہے ہر ایک کی یہ آرزو ہوتی ہے کہ اس ارشاد عالی کو بجالانے کی سعادت اسے نصیب ہو۔ جب حضور ﷺ گفتگو کرتے ہیں تو سب صحابہ سر جھکایتے ہیں اور ہمہ تن گوش ہو کر حضور ﷺ کے ارشادات کو سنتے ہیں۔

عروہ جب واپس آیا تو اپنی قوم سے کہا اے عروہ قریش! میں بڑے بڑے شاہان عالم کے درباروں میں گیا ہوں۔ کسری ایران، قیصر روم، حبشہ کے نجاشی اور کنی کے بادشاہوں کو بھی دیکھا ہے لیکن اطاعت و انقیاد کا جو جذبہ میں نے خدایان مصطفیٰ ﷺ میں دیکھا ہے اس کا کہیں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ انصاف اور مہربانی کو حجامت کراتے دیکھا۔ حجام حضور کے پیسوں کو مونڈ رہا تھا۔ صحابہ کرام ﷺ حضور کے ارد گرد حلقہ باندھے کھڑے تھے ہر ایک کی یہ آرزو تھی کہ حضور ﷺ کے پیسہ مبارک ان میں سے کسی کے ہاتھ میں پڑیں اور کوئی بال زمین پر نہ پڑے۔

جب قریش نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہہ کہ ہم در کسی مسکن تو قاعد میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیں گے البتہ آپ کو اجازت دیتے ہیں آپ چاہیں تو حجاب شریف کا طواف کر سکتے ہیں۔ اس عاشق صادق نے یہ کہہ کر مد کے قریش کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ کُنْصُوفُ حَتَّىٰ يَصُوفَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ۔ میں اس وقت تک ہر گز حجاب کا طواف نہیں کروں گا جب تک میرے آقا و مولا محمد رسول اللہ ﷺ پہلے طواف نہیں فرمائیں گے۔

صحابہ کرام کے ادب کا یہ عالم تھا کہ جب در اقدس پر حاضر ہوتے اور دروازہ بند ہوتا تو ناخنوں سے اس کو کھنکھاتے تاکہ حضور کے سمع مبارک پر یہ شور بوجھ نہ بنے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کوئی بات حضور ﷺ سے پوچھنا چاہتا لیکن میری جرأت نہ ہوتی تھی کہ میں پوچھ سکوں۔ حضور ﷺ کے رعب کی وجہ سے کئی سال گزر جاتے اور میں اس بات کے بارے میں استفسار کی جرأت نہ کر سکتا۔

سرکارِ دو عالم ﷺ کا ادب و احترام بعد از وصال

سرکارِ دو عالم ﷺ کی عزت و تکریم جس طرح حضور ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ میں لازمی اور ضروری تھی اسی طرح حضور ﷺ کے وصال کے بعد بھی آپ کا ادب و احترام لازمی ہے۔

جب سرکارِ دو عالم ﷺ کا ذکر پاک کیا جاتا، آپ کی کوئی حدیث یا سنت بیان کی جاتی یا حضور ﷺ کی سیرت کا کوئی واقعہ بیان کیا جاتا یا حضور ﷺ کی اہل بیت، عترت طاہرہ کا تذکرہ ہوتا یا اہل بیت کرمین اور صحابہ کرام کا ذکر خیر ہوتا تو سلف صالحین اسی ادب و احترام کے ساتھ بیٹھتے جیسے حضور ﷺ اس محفل میں بذات خود جلوہ فرما ہیں۔

قاضی ابوالفضل شفاء میں فرماتے ہیں ہمارے سلف صالحین اور ائمہ کرام کے ادب و احترام کا یہی حال تھا

قاضی ابو عبد اللہ جمیل القدر علماء کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ خلیفہ منصور ابو جعفر مسجد نبوی میں حاضر تھا اور اس کی گفتگو کسی مسئلہ پر حضرت امام مالک سے ہوئی اور امام مالک نے امیر المومنین کو کہا **يَا امِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَا تَرْفَعْ صَوْتًا فِي هَذِهِ الْمَسْجِدِ** اے امیر المومنین اس مسجد میں اپنی آواز مت اونچی کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ **لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ**۔ کہ حضور کریم ﷺ کی آواز پر اپنی آواز کو بلند نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ نے خود اہل اسلام کو ادب سکھایا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے تمہاری آواز بلند نہ ہونے پائے ورنہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں اس نقصان عظیم کا شعور تک بھی نہ ہوگا۔

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف فرمائی ہے جو بارگاہ نبوت میں آہستہ بولتے ہیں۔ ارشاد الہی ہے۔

اِنَّ الدِّينَ يُعْصَمُ اِنْ عَصَاكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اُولَٰئِكَ
اَلَّذِيْنَ مَنَعَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَلَوْ اَنْهَضُوْهُمْ لَيَقُوْى لَّهُمْ مَّعْبَرَةٌ وَّ جَزَاءٌ
عَظِيْمٌ

”بے شک جو لوگ پست رکھتے ہیں اپنی آوازوں کو اللہ کے رسول کے

سامنے یہی وہ لوگ ہیں، مختص کر لیا ہے اللہ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لئے۔ انہی کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے۔“

جو لوگ حضور ﷺ کے ادب کو ملحوظ نہیں رکھتے اور باہر سے آوازیں دے کر حضور ﷺ کو بلاتے ہیں ان کو ان الفاظ سے تنبیہ کی۔

اِنَّ الدِّينَ بُدُوْتُ مِنْ وَّرَاءِ الْحُجُرَاتِ كَثُرْهُمْ لَا يَغْفِرُونَ

”ب شک جو ہوگ پکارتے ہیں آپ کو حجروں کے باہر سے، ان میں سے اکثرنا سمجھ ہیں۔“

اس سے معلوم ہوا کہ حضور کی ظاہری حیات طیبہ میں جن آداب کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے اسی طرح وصال کے بعد بھی ان آداب کا ملحوظ رکھنا گزیر ہے۔

اِنَّ حُرْمَتَهُ مِثْلًا كَحُرْمَتِهِ حَيًّا

جب امام مالک کی امیر المومنین نے یہ بات سنی تو اس نے فوراً سر جھکا دیا۔

اسی اثناء میں امیر المومنین نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا یہ دعا مانگتے وقت میں قبلہ شریف کی طرف رخ کروں یا اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی طرف رخ کروں؟ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم دعا مانگتے وقت حضور کی طرف سے منہ کیوں پھیرتے ہو؟ حالانکہ حضور ﷺ تمہارا بھی وسیعہ ہیں اور تمہارے باپ آدم کا بھی وسیعہ ہیں بلکہ تم حضور ﷺ کی طرف منہ کر کے دعا مانگو اور حضور سے طلب شفاعت کرو، حضور تمہاری شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں تمہارے آقا کی شفاعت کو قبول فرمائے گا۔ ارشاد الہی ہے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ

وَسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا

”اگر یہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، اے میرے حبیب!

تیری خدمت میں حاضر ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے کئے پر مغفرت

طلب کریں اور اللہ کا رسول مکرر ان کیلئے مغفرت طلب کرے تو وہ یقیناً

اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا رحمت فرمانے والا پائیں گے۔“

روایت حدیث کے وقت سلف صالحین کا طریقہ کار

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایوب سختیانی کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا جتنے لوگوں سے میں نے حدیث بیان کی ہے ان سب میں سے ایوب سختیانی افضل تھے۔

اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انہوں نے دو حج کئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ میں ان کی حرکات و سکنات کو تازہ کرتا رہتا تھا۔ جب بھی ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم ﷺ کا ذکر خیر کیا جاتا تو وہ زار و قطار رونا شروع کر دیتے یہاں تک کہ ان کی حالت زار کو دیکھ کر میرے دل میں ان کے لئے رحم پیدا ہو جاتا۔ جب میں نے ان کی یہ کیفیت دیکھی کہ حضور ﷺ کا نام سنتے ہی زار و قطار رونا شروع کر دیتے ہیں تو مجھے معلوم ہو گیا کہ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے حبیب و محبوب ﷺ کی حد درجہ تعظیم و تکریم ہے۔

حضرت مصعب بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب حضور کریم ﷺ کا ذکر پاک ہوتا تو آپ کے چہرہ کی رنگت بدل جاتی اور جھک جاتے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر آپ کے ہم نشینوں پر بڑا مشکل وقت آ جاتا۔ ایک دن اس کے بارے میں آپ سے پوچھا گیا کہ حضور ﷺ کا نام سن کر آپ اس طرح کیوں زار و قطار روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جن کو میں نے دیکھا تھا اگر تم بھی ان لوگوں کو دیکھتے تو تم میری اس حالت کو دیکھ کر پریشان نہ ہوتے۔ میں نے محمد بن منکدر کو دیکھا جو سید اقراء، تمام قراء کے سردار تھے کہ جب کبھی ہم ان سے کسی حدیث پاک کے بارے میں دریافت کرتے تو ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا مینہ برسنے لگتا یہاں تک کہ ہم ان کی اس حالت کو دیکھ کر ان پر رحم کرنے لگتے۔

فقال مؤرثہ مارثہ بما انکرتہ عنی ماترؤں۔
وَقَدْ كُنْتُ ارَى مُحَمَّدَ بْنِ اَبْنِ كَنْدَرٍ وَكَانَ سَيِّدَ
اَقْرَاءَ۔ لَمَّا كَادَ يَسْتَفِئُ عَنْ حَدِيثٍ بَدَأَ الْاَبْنُ كَنْدَرِیَّ حَتَّى
بَرَحَنِي۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا کہ میں حضرت جعفر بن محمد الصادق کو دیکھا کرتا آپ کے سامنے سرور کائنات ﷺ کا ذکر خیر ہوتا تو آپ کا رنگ زرد ہو جاتا اور آپ کبھی بھی کوئی حدیث بغیر وضو کے بیان نہیں کرتے تھے۔ میں اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہو

کرتا۔ جب بھی حاضری کا شرف نصیب ہوتا میں آپ کو ان تین حالتوں سے کسی ایک حالت میں دیکھتا یا نماز پڑھتے ہوئے یا خاموشی سے بیٹھے ہوئے یا قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے۔ کبھی بھی فضول گفتگو نہ کرتے۔ آپ ان علماء اور عباد سے تھے جو اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے حضرت عبدالرحمن بن قاسم سے پاس جب نبی کریم ﷺ کا ذکر خیر ہوتا تو یوں محسوس ہوتا کہ فرط ہیبت سے ان کا خون نہجور یا سیاہی اور ان کی زبان خشک ہو جاتی۔

امام مالک سے مروی ہے کہ میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند حضرت عامر کی خدمت میں حاضر ہوتا ان کے سامنے نبی رحمت ﷺ کا ذکر پاک کیا جاتا تو آپ فوراً دنا شروع کر دیتے اور اس وقت تک روتے رہتے جب تک ہمیں یہ محسوس نہ ہوتا کہ اس کی آنکھوں کے سارے آنسو خشک ہو گئے ہیں۔

میں امام زہری کی زیارت کرتا وہ بڑے ہنس تھکتے۔ جب ان کے سامنے نبی رؤوف رحیم ﷺ کا ذکر مبارک ہوتا تو ان پر یہ کیفیت طاری ہوتی گویا وہ نہ آپ کو جانتے ہیں اور نہ آپ ان کو جانتے ہیں۔

میں صفوان بن سلیم کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا۔ وہ بڑے عبادت گزار اور مجتہد تھے۔ جب ان کے سامنے حضور ﷺ کا ذکر پاک ہوتا تو رونے لگتے یہاں تک کہ وہ گٹھ جات۔

وَدُ ذَكَرَ نَسِيٍّ ﷺ بَكَى وَ لَا يَرِنُ بِنَكْحَى حَتَّى
يَقُومَ نَاسُ مِنْهُ وَيَبْرُكُوهُ

حضرت قتادہ جب نبی کریم ﷺ کی حدیث پاک کو سنتے تو تڑپتے اور روتے۔

جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث شریف کا درس لینے کیلئے لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا تو آپ سے عرض کی گئی کتنا چھ ہوتا کہ اپنے ساتھ ایک اور آدمی آپ بٹھاتے جو آپ فرماتے وہ بلند آواز سے دہرا دیتا اور سب لوگ سسانی سے سن لیتے۔ آپ نے فرمایا ارشاد یہی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا صَوْتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ
النَّبِيِّ وَخَرِّمْتَهُ حَيًّا وَمَمَاتًا سَوَاءً

”اے ایمان والو! حضور ﷺ کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو۔ اور حضور

کا ادب و احترام وصال سے پہلے بھی اور وصال کے بعد بھی یکساں ہے۔“

عمر بن میمون سے مروی ہے آپ نے فرمایا میں اکثر حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا۔ ایک دن ان کی زبان سے نکلا قل رسول اللہ ﷺ یہ کہتے ہی ان کے چہرے پر کرب و حزن کے آثار ظاہر ہو گئے۔ میں نے دیکھا ان کی پیشانی سے پیمہ بہہ رہا ہے پھر آپ نے فرمایا۔

هَكَذَا نَسَاءَ اللَّهِ اَوْ فَوْقَ دَاوُدَ مَاذُوْنَ دَاوُدَ مَا هُوَ

مَرِيَّتٌ مِنْ دَاوُدَ هِيَ رَوَايَةُ قَدْ نَعَزْ عَرْتُ عَسَاءُ وَانْتَعَحْتُ

وَدَحَنُ

”انشاء اللہ اسی طرح یا اس سے کچھ کم یا زیادہ یا اس کے قریب قریب۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ کی آنکھیں اشک بار ہو جاتیں اور آپ کی

رگیں پھول جاتیں۔“

مدینہ طیبہ کے قاضی ابراہیم بن عبد اللہ ابن قریم انصاری ایک دفعہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ابن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزرے وہ حدیث بیان کر رہے تھے۔ وہ پاس سے گزر گئے اور کھڑے نہ ہوئے آپ نے کہا۔ نَبِيْ لَمْ اَجِدْ مَوْضِعًا اَجْلِسُ فِيْهِ اِس لَئِيْ فِيْ مِثْلِ كَهْرًا نَّهِيْسُ بَوَاكٍ وَهَانَ مِثْنُخِيْ كِيْ جَلَّهْ نَهْ تَحِيْ اُوْر مِيْنِ لَئِيْ يَهْ مَنَاسِبْ نَهْ سَبَّحَا كَهْ نَبِيْ رَحْمَتِ ﷺ كِيْ حَدِيْثْ پَاك كَهْرُے ہو كر سنوں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک آدمی حضرت ابن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزرا اور ان سے ایک حدیث کے بارے میں پوچھا۔ اس وقت آپ لیٹے تھے آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور حدیث بیان کرنی شروع کی۔ اس آدمی نے کہا میں اس بات کو پسند کرتا تھا کہ آپ اتنی تکلیف نہ فرمائیں۔ انہوں نے جواب دیا میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ میں آپ کو رسول کریم ﷺ کی حدیث سناؤں جبکہ میں لیٹا ہوا ہوں۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جب حدیث بیان کرتے تو احترام و اجال کو ملحوظ رکھتے ہوئے، پہلے وضو فرماتے پھر حدیث بیان کرتے۔

یہ طرح مصعب بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

جب بھی حدیث نبوی ﷺ بیان کرتے پہلے وضو فرماتے پھر اپنی داڑھی وغیرہ کو درست کرتے پھر حدیث بیان کرتے۔

مطرف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب وہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کیلئے آتے تو آپ اپنی کینز لوگوں کے پاس بھیجتے۔ وہ کینز پوچھتی شیخ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ دریافت کر رہے ہیں کہ آپ حدیث سننا چاہتے ہیں یا کوئی فقہی مسئلہ پوچھنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ کہتے کہ فقہی مسئلہ پوچھنا چاہتے ہیں تو آپ اسی وقت باہر تشریف لاتے۔ اگر کہتے کہ حدیث سننے کیلئے آئے ہیں تو آپ پہلے غسل خانہ میں غسل فرماتے، خوشبو لگاتے، نیا لباس زیب تن کرتے، اس کے اوپر جبہ پہنتے پھر دستار باندھتے اور اس کو اپنے سر پر بجاتے پھر چادر اوڑھتے پھر آپ کے لئے کرسی رکھی جاتی آپ اس پر بیٹھتے اس طرح کہ آپ پر خضوع و خشوع کے آثار نمایاں ہوتے آپ کے پاس بخور اور عود جلایا جاتا یہاں تک کہ آپ روایت حدیث سے فارغ ہوتے۔

ابن ابی اوئیس کہتے ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا یا آپ تائید میوں کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ اُجبت ان اُحفظ حدیث رسول اللہ ﷺ۔ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میں حضور کریم ﷺ کی حدیث کی زیادہ سے زیادہ تحفیم و تکریم کروں۔ آپ عام حالات میں راستے میں چلتے ہوئے اور جلدی میں حدیث پاک بیان نہ کرتے اور فرماتے میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ لوگوں کو حدیث پاک اچھی طرح سمجھوں۔

خزار بن مرہ کہتے ہیں سلف صالحین اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ وضو کئے بغیر وہ حدیث روایت کریں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر تھا اور سماع حدیث کر رہا تھا۔ انہیں 16 مرتبہ بچھونے ڈسلا۔ جب بچھو ڈستان کا رنگ بدل جاتا اور زردی مائل ہو جاتا۔ اس تکلیف کے باوجود آپ حدیث پاک کی روایت کے سلسلہ کو منقطع نہ فرماتے۔ جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس مجلس سے فارغ ہوئے اور لوگ منتشر ہو گئے تو میں نے عرض کی یا ابا عبداللہ (آپ کی کنیت) آج میں نے آپ کو عجیب و غریب حالت میں دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا بیشک تم سچے ہو، مجھے 16 بار بچھونے ڈسا اور میں نے صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رکھا۔ ورنہ

صورتِ اجنادنا حدیث رسول اللہ ﷺ۔ میں نے مہر کیا تاکہ حضور کریم ﷺ کی حدیثِ پاک کی عزت و تکریم میں سر مو فرق نہ آئے۔ (1)

ابن محمدی کہتے ہیں ایک روز میں وادیِ یثیق میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پیدل چل کر پہنچے۔ اسی اثناء میں، میں نے ایک حدیثِ پاک کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے مجھے جھڑکا اور فرمایا پہلے میری نظر میں تمہاری بڑی عزت تھی لیکن اب وہ عزت نہیں رہی کیونکہ تم نے نبی کریم ﷺ کی حدیثِ پاک کے بارے میں اس وقت دریافت کیا جبکہ ہم پیدل چل رہے تھے۔

جریر بن عبد الحمید القاضی نے آپ سے ایک حدیث کے بارے میں دریافت کیا جبکہ وہ کھڑے تھے، انہوں نے حکم دیا کہ انہیں قید کر دو۔ عرض کی گئی کہ حضرت یہ تو شہ کے قاضی ہیں فرمایا اُحصیٰ الحق من أدب۔ قاضی اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اسے ادب سکھایا جائے۔

بشام بن بشام نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک حدیث پوچھی جبکہ وہ کھڑے تھے۔ آپ نے انہیں بیس کوڑے لگائے پھر ان پر ترس آیا اور انہیں بیس احادیث سنائیں۔ جتنی ہر کوڑے کے بدلے میں ایک حدیث۔ بشام نے کہا مجھے یہ بات بہت پسند تھی کہ آپ ایک ایک کوڑا اور مارتے جاتے اور ہر ایک کے بدلے میں ایک حدیثِ پاک سناتے جاتے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی اہل بیت ذریت طاہرہ اور امہات المؤمنین کی توقیر و تعظیم

ان حضرات کی عزت و توقیر در حقیقت سرورِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توقیر و تعظیم تھی اس لئے سلف صالحین ان حضرات کی توقیر کو اس طرح لازم سمجھتے جس طرح سرورِ عالم ﷺ کی توقیر کو لازمی سمجھتے تھے۔

ارشاد الہی ہے۔

لَمَّا تُرِيدُ اللَّهُ مَذْهَبَ عَمَّكَ رَجَسٍ هَلْ تُبَيِّنُ

وَنُظْهِرْكُمْ نَهْرًا (1)

”نیز فرمان خداوندی ہے۔ وارو حُجۃ امتہائِئہ۔ نبی کریم ﷺ کی
ازواجِ طاہرات مسلمانوں کی مائیں ہیں۔“

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم میرے اہل
بیت کے ساتھ احسان و شفقت کا برتاؤ کیا کرو۔ صحابہ کرام نے حضرت زید بن ارقم رضی
اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ حضور ﷺ کے اہل بیت کون ہیں؟ زید نے فرمایا۔

أَنَا عَلِيٌّ وَ جَعْفَرٌ وَ زَيْنُ الْعَبْدِينَ وَ زَيْنُ الْعَبْدِ

”یعنی حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت عقیل اور حضرت عباس کی

اولاد۔“

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑ رہا ہوں کہ انہیں اگر تم
مضبوطی سے پکڑے رکھو گے تو گمراہ نہیں ہو گے۔ پھر فرمایا کُنْتُ لَكُمْ عَمْرًا مِثْلَ
بَنِي نَجْدٍ۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میری اہل بیت۔ تم خیال رکھو۔ میرے بعد تم ان سے کیا
برتاؤ کرتے ہو۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔

وَالْحَقُّ أَنِّي مَعْرُوفٌ لِّمُحَمَّدٍ ﷺ بِرَبِّهِ قَسِيرٌ
وَحَقُّ لِي بِمُحَمَّدٍ حَقٌّ عَنِّي صَرَحٌ وَبُوءَةٌ لِّي
بِمُحَمَّدٍ أَمَانٌ مِّنْ عَذَابٍ

”یعنی نبی کریم ﷺ کے حق کو پہچاننے کی برکت سے آگے سے نجات
مندی ہے حضور کی آل پاک سے محبت کرنا پہل صراط سے بخیریت
گزرنے کا باعث ہے اور آلِ مصطفیٰ کی مدد و اعانت، عذاب ہی سے امان
کا باعث ہے۔“

عمر بن ابی سلمہ سے مروی ہے۔ کہ جب یہ بیت نازل ہوئی تھیں فریادِ اللہ لایۃ تو
اس وقت حضور ﷺ حضرت ام سلمہ کے گھر تشریف فرما تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اس
وقت سیدہ فاطمہ، سیدنا حسن اور سیدنا حسین کو بلایا اور ان پر اپنی چادر ڈال دی۔ علی مرتضیٰ
حضور ﷺ کے پشت کے پیچھے تھے۔ آپ پر بھی چادر ڈالی پھر بارگاہِ الہی میں عرض کی۔

اللَّهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي فَادْفَنْهُمْ رَحْمَةً
وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا

”اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ تاپاکی کو ان سے دور کر دے اور ان کو مکمل طور پر پاک کر دے۔“

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا۔

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَكُنْ مَوْلَاهُ إِنَّهُ رِوَالٌ مِنْ رِوَالِهِ
وَعَادٍ مِنْ عَادَاهُ

”جس کا میں ناصر و مددگار ہوں علی مرتضیٰ بھی اس کے مددگار و ناصر ہیں۔

اے اللہ! جو علی کی مدد کرتا ہے یا دوست رکھتا ہے تو بھی اس کو دوست

رکھ اور جو اس سے دشمنی کرتا ہے تو بھی اس کا دشمن بن جا۔“

سرکارِ دو عالم ﷺ نے علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مزید فرمایا۔

لَا يُحِبُّكَ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُعْصِلُكَ إِلَّا مُنَافِقٌ

”تیرے ساتھ محبت نہیں کرتا مگر مومن اور تیرے ساتھ بغض نہیں

کرتا مگر منافق“

حضور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔

وَدِدْتُ نَفْسِي يَتِيهِ لَا يَدْخُلُ قَلْبُ رَجُلٍ ثَائِمًا حَتَّى

يُحْكِمَهُ مِنْ رِسْوَتِهِ مِنْ نَفْسِي فَقَدْ دَسِي وَ نَمَا

عَمُ الرِّجُلِ صَوْنَهُ (1)

”حضور ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں

میری جان ہے کسی آدمی کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوتا یہاں تک

کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کیلئے تم سے محبت نہ کرے۔

جس نے میرے چچا کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت پہنچائی۔ بیشک آدمی

کا چچا اس کے باپ کی مانند ہوتا ہے۔“

ایک دن نبی کریم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا اے چچا! صبح

سورے اپنے بیٹوں کے ساتھ میرے پاس آنا۔ وہ سب جمع ہو گئے۔ حضور ﷺ نے ان سب پر اپنی چادر ڈال کر فرمایا یہ میرا چچا ہے، میرے باپ کی مانند ہے اور یہ میرے اہل بیت ہیں۔ اے اللہ ان کو آتش جہنم سے بچالے جس طرح میں نے ان کو اپنی چادر میں چھپایا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی دعا کو سن کر دروازوں کے کواڑوں اور دیواروں نے آمین آمین کہا۔ نبی رحمت ﷺ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکڑ لیتے اور دعا مانگتے۔

اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت فرما۔
 صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے۔ 'ارْقُبُوا مُحَمَّدًا فِيْ اَهْلِ بَيْتِهِ' حضور ﷺ کے اہل بیت کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے حق کا خیال رکھو۔
 حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے۔

وَالَّذِيْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ لَقَرْنَةٌ رَّسُولُ اللهِ ﷺ حَبْلُ نَبِيٍّ
 مِنْ اَنْ اَصِلَ بَقَرَاتِيْ

”اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے نبی کریم ﷺ کے اہل قرابت کے ساتھ صلہ رحمی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی سے مجھے بہت عزیز ہے۔“

عقبہ بن حارث فرماتے ہیں کہ میں نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا، انہوں نے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی گردن پر بٹھایا ہوا تھا آپ فرما رہے تھے۔

بَابِيْ شَبِيْهَةٌ بَابِيْ شَبِيْهَةٌ بِعَلِيٍّ

”بخدا یہ شہزادہ اپنے باپ علی سے زیادہ نبی کریم ﷺ سے مشابہت رکھتا ہے۔“

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جمدہ سنتے اور ہنستے۔

حضرت عبد اللہ بن حسن بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ میں عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک کام کیسے آیا۔ آپ نے مجھے فرمایا جب آپ کو میرے ساتھ کوئی کام ہو تو میری طرف آدمی بھیج دیا کریں یا خط لکھ دیا کریں۔

مجھے اس بات سے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ وہ آپ کو میرے دروازے پر دیکھے۔

زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی والدہ کا جنازہ پڑھا پھر آپ کا فخر آپ کے قریب لایا گیا تاکہ آپ اس پر سوار ہوں۔ اسی اثناء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے انہوں نے آپ کی سواری کی رکاب تھام لی۔ زید نے کہا اے رسول کریم ﷺ کے برادر عم زاد رکاب کو چھوڑ دو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہکد بفعلنا نأثمنا ہم حناء کا اسی طرح احترام کیا کرتے ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ کو چوم لیا اور فرمایا۔ ہکد نمرنا نأثمنا ہل بیت سینا ہمیں یہی حکم دیا گیا ہے کہ اپنے نبی معظم کی آل کے ساتھ یوں ادب و احترام کا برتاؤ کیا کریں۔

اوزاعی روایت کرتے ہیں کہ اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی، حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ ان کے ساتھ ایک غلام تھا جس نے ان کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب انہیں دیکھا تو ازراہ ادب ان کیسے کھڑے ہو گئے۔ چل کر ان کے پاس گئے اپنے دونوں ہاتھوں کو کپڑے میں لپیٹا پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنے ساتھ لے گئے۔ جہاں خود بیٹھا کرتے وہاں حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی کو بٹھایا اور خود ان کے سامنے باادب بیٹھ گئے۔ وما نرك بها حاجة الا فصحها آپ نے جو حکم کیا اس کو بجالائے اور تعمیل کی۔

جب عبداللہ رقی میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے وظائف مقرر کئے گئے تو آپ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ کیلئے تین ہزار کا وظیفہ مقرر کیا اور اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے ساڑھے تین ہزار درہم کا وظیفہ مقرر کیا حضرت عبداللہ نے اپنے والد ماجد سے گزارش کی کہ آپ نے حضرت اسامہ کو مجھ پر کیوں فضیلت دی اور اس کے لئے زیادہ وظیفہ کیوں مقرر کیا حالانکہ وہ کسی مشہد میں مجھ سے سبقت نہیں لے گئے۔ حضرت عبداللہ عظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا زید، اسامہ کا باپ، تیرے باپ سے حضور کو زیادہ محبوب تھا اور اسامہ تم سے زیادہ حضور ﷺ کو محبوب تھا۔ فانزلت حث رسول اللہ ﷺ عنی حسی میں نے حضور ﷺ کی محبت کو اپنی محبت پر ترجیح دی اس لئے ان کا وظیفہ تم سے زیادہ مقرر کیا۔ (1)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ قابس بن ربیعہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ شکل میں مشابہت رکھتا ہے۔ جب یہ قابس، امیر معاویہ کے پاس آئے تو آپ ازراہ ادب کھڑے ہو گئے، آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور مرغاب کی جاگیر جو بڑی زر خیز تھی وہ ان کو عطا فرمائی کیونکہ وہ شکل، صورت میں رحمت عالمیان ﷺ سے مشابہت رکھتے تھے۔

جعفر بن سلیمان خلیفہ نے جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو در لگائے تو آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ اسی حالت میں انہیں اٹھا کر لایا گیا۔ لوگ آپ کی تیمارداری کیلئے آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ کچھ دیر کے بعد آپ کو ہوش آگئی۔ آپ نے فرمایا: "سُبْحَانَكَ يَا جَعْفَرُ صَارَ بِي حُلٌّ"۔ اے لوگو! میں تم کو س بات کا گواہ بناتا ہوں کہ جس نے مجھے اتنی ضربیں لگائی ہیں میں نے اسے معاف کر دیا۔

پوچھا گیا کہ اس غنودہ گزر کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا مجھے یہ اندیشہ ہے کہ مجھے موت نہ آجائے اور پھر نبی کریم ﷺ سے میری ملاقات ہو۔ مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ میری وجہ سے حضور ﷺ کی آل سے کسی شخص کو آتش جہنم میں جھونک دیا جائے۔

منصور نے حکم دیا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر جعفر نے جو زیادتی کی اس کا اس سے قصاص (بدلہ) لیا جائے، جتنے درے اس نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو مارے ہیں اتنے ہی درے اس کو بھی لگائے جائیں۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سن تو فرمایا میں اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں بخدا جس وقت جعفر مجھے درہ مارتا تھا، ابھی وہ میرے جسم سے اٹھاتا نہیں تھا کہ میں اس کو معاف کر دیا کرتا تھا کیونکہ وہ نبی کریم ﷺ کا رشتہ در تھا۔

حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زیارت کے لئے عام طور پر جایا کرتے تھے اور فرماتے ہمارے آقا ﷺ کی ملاقات کیلئے تشریف لے جاتے تھے اس لئے ہم بھی ان کی زیارت کیلئے حاضر ہوتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں۔ حضور ﷺ نے اپنی چادر بچھائی اور اس پر انہیں بٹھایا اور دریافت کیا کہ آپ کیوں تشریف لائی ہیں۔ انہوں نے اپنی ضرورت بیان کی۔ حضور نے اسی وقت اس کو پورا کر دیا۔

حضور کے وصال کے بعد آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں

حاضر ہوتیں اور پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتیں یہ دونوں خلفاء آپ کے ساتھ بعینہ وہی برتاؤ کرتے جو سرکار عالم ﷺ ان کے ساتھ کیا کرتے تھے یعنی اپنی چادر بچھاتے اور اس پر حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بٹھاتے پھر جو حکم کرتیں اس کو بجالاتے۔

صحابہ کرام کی تعظیم و تکریم اور ان کے ساتھ احسان و مروت

سرکار دو عالم ﷺ کی تعظیم و تکریم کا حق ادا کرنے کے لئے صحابہ کرام کی تعظیم و تکریم بھی انتہائی ضروری ہے۔ جو واقعات ان کے درمیان روپذیر ہوئے ان کے بیان سے زبان کو روکنے لازمی ہے۔ جاہل مورخین، نادان راویوں اور گمراہ رافضیوں نے صحابہ کرام عظیمہ الرضوان کے بارے میں طرح طرح کی لغو روایتیں نقل کی ہیں۔ اہل ایمان کا فرض ہے کہ ان واقعات کی ایسی تادیل کریں جس سے کسی پر کوئی الزام عائد نہ ہو۔ کسی کو روایتیں کہ وہ صحابہ کرام میں سے کسی پر زبان طعن دراز کرے کیونکہ یہ وہ مقدس ہستیاں ہیں جن کی توصیف و ثناء سے اللہ تعالیٰ کی کتاب بھری ہوئی ہے۔ جن ہستیوں کے ثنا خواں رب العالمین ہوں کسی دشمن کو کیا حق پہنچتا ہے کہ ان کی بارگاہ اقدس میں یادہ گوئی کرتا رہے یہورۃ افتخار کا ایک رکوع۔ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ الخ۔ کوئی غور سے پڑھے تو اللہ تعالیٰ کے محبوب کے ان صحابہ کی عظمت شان کا پتہ چل جاتا ہے۔

سورۃ توبہ کی آیت ۱۰۰ بھی اس سلسلہ میں ہر غلط فہمی کو دور کرنے کا باعث بن سکتی ہے۔

وَالْمُسْلِمُونَ الْأَوْثَرُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ
اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ
وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا
أَبَدًا ذَلِكَ أَفْضَلُ الْعَظِيمِ۔

سورۃ فتح کی یہ آیت بھی سرمہ چشم بصیرت کا کام دیتی ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُوهُنَّ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

ان کے علاوہ سینکڑوں آیات طبیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے جاں نثار اور

وفاء شعار صحابہ کرام کی عظمت شان کا ذکر فرمایا ہے۔

ان آیات قرآنی کے علاوہ بے شمار احادیث طیبہ ہیں جن میں نبی کریم ﷺ نے اپنے

غلاموں کی عزت افزائی فرمائی ہے۔ فرمایا۔

لَا تَسْتَوُوا صَحَابِيْ وَلَوْ اَتَمَقَ اَخَذُكُمْ مِثْلَ اُخْبِدْ دَهْنًا
مَا بَلَغَ مِثْلُ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصْبِيَّةً

”میرے صحابہ کرام کے بارے میں بدکلامی نہ کرو۔ اگر تم
لوگ احد کے پہاڑ کے برابر سونا راہ خدا میں خرچ کرو تو اس
کا اتنا ثواب بھی نہیں جتنا میرے صحابہ کے نصف مد خرچ
کرنے کا ہے۔“

دوسری حدیث پاک میں ہے جب میرے صحابہ کی شان میں بدکلامی کی جائے تو اپنی
زبانوں کو روک لو۔

قَالَ مَنْ سَبَّ اصْحَابِيْ فَقَعْنَهُ لَعْنَةُ اللهِ وَشَعَائِكُمْ
وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ - لَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص میرے صحابہ کو برا بھلا کہتا ہے اس
پر اللہ تعالیٰ کی، اس کے فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی طرف سے
لعنت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور نہ اس کی
طرف سے فدیہ قبول کرتا ہے۔“

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ
تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین کے علاوہ تمام لوگوں سے میرے صحابہ کو پسند فرمایا ہے۔ اور
میرے صحابہ میں سے چار کو میرے لئے پسند فرمایا ہے۔ حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم،
عثمان غنی اور حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضوان اللہ علیہم۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے میرے تمام
صحابہ سے افضل بنایا ہے اور میرے تمام صحابہ میں بھائی ہے۔

قَالَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَبْرُكٍ حَضَنَانٍ مَنْ كَتَبَنَا فِيهِ سَجَا
الصَّدَقِ وَحُبِّ اصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ

”حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں جس شخص میں دو خصلتیں
پائی جائیں وہ نجات پا جاتا ہے۔ سچائی اور حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ
کی محبت۔“

ابو ایوب السخینی نے فرمایا۔ جس شخص نے ابو بکر صدیق سے محبت کی اس نے اپنے دین کو قائم کر لیا۔ جس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کی اس کے لئے صراطِ مستقیم واضح ہو گئی۔ اور جس نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کی اس نے اللہ کے نور سے روشنی حاصل کی اور جس نے حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کی اس نے مضبوط رسی پکڑ لی۔ جس نے حضور کریم ﷺ کی تعریف کی وہ غفاق سے بری ہو جاتا ہے۔ اور جو کسی صحابی کی عیب چینی کرتا ہے وہ بدعتی ہے۔ وہ سنت کے بھی مخالف ہے اور سف صالحین کے بھی خلاف ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ اس کا عمل آسمان کی طرف بلند نہیں کیا جائے گا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے لوگوں! میں ابو بکر سے راضی ہوں تم بھی اسے اچھی طرح جان لو۔ اے لوگوں! میں عمر، علی، عثمان، طلحہ، زبیر، سعد، سعید اور عبدالرحمن بن عوف عیہم الرضوان سے راضی ہوں تم بھی اس حقیقت کو پہچان لو۔ (۱)
حضور ﷺ نے فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو اور اہل مدینہ کو معاف کر دیا ہے۔ اے لوگو! میرے صحابہ کے بارے میں، میرے سرال کے بارے میں اور میرے والدوں کے بارے میں میری عزت و تکریم کا خیال رکھ کر دو۔

ایک آدمی نے معافی بن عمران کو کہا کہ عمر بن عبدالعزیز کا درجہ امیر معاویہ سے بہت بلند ہے۔ تو انہوں نے کہا حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کے ساتھ کسی کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کے صحابی تھے۔ حضور ﷺ کے سرال سے تھے۔ آپ کا تب وحی تھے اور اللہ تعالیٰ کی وحی پر آپ امین تھے۔

ایک جنازہ حضور ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تاکہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔ حضور ﷺ نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی، فرمایا وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض کیا کرتا تھا اس لئے اس کو اللہ تعالیٰ نے مغموض بنادیا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے انصار کے بارے میں فرمایا اگر ان سے غلطی ہو جائے تو معاف کر دو اگر وہ اچھا کام کریں تو اس کو قبول کرو۔

حضور ﷺ نے فرمایا، جو میرے صحابہ کا ادب ملحوظ رکھے گا، روز محشر میں اس کا محافظ ہوں گا۔ جو میرے صحابہ کا ادب ملحوظ رکھے گا وہ حوض کوثر پر میرے پاس آئے گا۔ جو

میرے صحابہ کا ادب ملحوظ نہیں رکھے گا وہ قیامت کے روز حوض کوثر پر حاضر نہیں ہوگا۔
حضور کریم ﷺ کے جتنے صحابہ کرام ہیں حضور ﷺ ان کیسے شفاعت فرمائیں گے۔
سہل بن عبد اللہ التستری نے کہا کہ وہ شخص جو صحابہ کرام کی تعظیم نہیں کرتا وہ گویا رسول
اللہ ﷺ پر ایمان نہیں لایا۔

ان چیزوں کا احترام جن کو حضور ﷺ سے نسبت کا شرف حاصل ہے

ہر وہ چیز جس کا حضور ﷺ کے ساتھ کوئی تعلق ہو یا جس جگہ پر حضور ﷺ تشریف
فرما ہوئے ہوں جیسے مکہ اور مدینہ اور جہاں حضور ﷺ نے نماز ادا کی ہو یا قیام فرمایا ہو، ان
تمام چیزوں کی عزت و تکریم کرنا درحقیقت سرور عالم ﷺ کی تعظیم و تکریم کرنا ہے۔
صفیہ بنت نجود رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے بالوں کا ایک گچھ تھ جو سر کے اگلے حصہ میں تھا۔ آپ بیٹھتے تو اس کو کھوتے تو وہ بال
اتنے لمبے تھے کہ زمین کو چھو لیتے۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ ان کو کٹوائیں نہیں دیتے یا منڈا
کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے فرمایا میں انہیں ہرگز نہیں منڈاؤں گا کیونکہ ان بالوں کو سرور
عالم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے مس کیا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر ٹوپی تھی، اس میں نبی کریم ﷺ
کے چند موئے مبارک تھے۔ ایک دفعہ جنگ میں وہ ٹوپی آپ کے سر سے گر پڑی۔ آپ اپنی
سواری سے نیچے اترے اور کفار کے ساتھ سخت جنگ کی یہاں تک کہ انہیں ادھر ادھر ہٹا دیا
اور ٹوپی اٹھالی۔ بعض صحابہ نے آپ کی اس بات کو ناپسند کیا کہ ایک ٹوپی کیسے اہوں نے
صحابہ کی کثیر تعداد جانوں کو خطرے میں ڈالا۔ آپ نے فرمایا میں نے صرف اس ٹوپی کیسے
اتنی قربانی نہیں کی بلکہ اس میں میرے آقا و مولا ﷺ کے چند موئے مبارک تھے جن کی
برکت سے ہر میدان میں مجھے فتح حاصل ہوتی تھی۔ میں نے یہ خطرہ اس لئے مول لیا کہ
مبادا یہ ٹوپی ضائع ہو جائے اور اس میں حضور ﷺ کے جو موئے مبارک ہیں ان کی برکت
سے میں محروم ہو جاؤں اور وہ مشرکین کے قبضہ میں نہ آجائے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا گیا کہ نبی کریم ﷺ کے منبر کی اس
جگہ پر ہاتھ پھیرتے جہاں حضور ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوتے۔ اور پھر اپنے ہاتھوں کو

چہرہ پر مل لیتے۔

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں کسی گھوڑے پر سوار نہ ہوتے۔ آپ فرماتے مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ میں اس سر زمین پر کسی جانور پر سواری کروں جس میں میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام استراحت فرماتے ہیں۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بہت سے گھوڑے تھے۔ آپ نے وہ تمام گھوڑے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو دے دیئے انہوں نے عرض کی اپنی سواری کیلئے ایک گھوڑا تو اپنے پاس رکھ لیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ میں اس سر زمین کو گھوڑے کے سموں سے روندوں جس میں اللہ کا حبیب ﷺ آرام فرما ہے۔ حضرت ابو عبد الرحمن السلمی احمد بن فضلویہ سے، جو بڑے زاہد، مجاہد اور تیر انداز تھے، روایت کرتے ہیں کہ جب سے مجھے یہ علم ہوا کہ حضور ﷺ نے اپنی کمان کو اپنے دست مبارک میں لیا ہے میں نے اس کے بعد کبھی بے وضو کسی کمان کو ہاتھ نہیں لگایا۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فتویٰ دیا ہے۔ جس شخص نے یہ کہا کہ مدینہ طیبہ کی مٹی ردی ہے اس کو تیس درے لگائے جائیں گے اور اس کو قید کی سزا دی جائے گی۔ اس سے بڑا جرم اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس نے اس پاک زمین کو ردی اور غیر طیب کہا ہے جس میں رحمت عالم ﷺ آرام فرما ہیں۔

جھجھ غفاری نے نبی کریم ﷺ کی وہ سوئی جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھی، اس کو چھینا اور جب اپنے گھٹنے پر رکھ کر اس کو توڑنے کا ارادہ کیا تو نوگ چیخ اٹھے لیکن اس بد بخت نے اس کو توڑ دیا جس سے اس کے گھٹنے میں عاقلہ کی بیماری لگ گئی اور ایک سال میں ہی وہ ہلاک ہو گیا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو میرے منبر پر بیٹھ کر جھوٹی قسم اٹھاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے واصل جہنم کرتا ہے۔

ابو افضل الجوبیری کے بارے میں مروی ہے جب وہ مدینہ طیبہ کی زیارت کیلئے حاضر ہوتے اور مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ جاتے تو اپنی سواری سے اترتے اور پیدل چلتے اس حال میں کہ آپ پر گریہ طاری ہوتا اور یہ شعر پڑھ رہے ہوتے۔

وَلَمَّا رَتَبَ رَسْمَهُ مِنْ نَمِّ يَدَيْ لَنَا فَوَادًا لِيَعْرِفَانِ الرُّسُومَ وَلَالُ

”جب ہم اس شہر کے گری ہوئی عمارتوں کو دیکھتے ہیں جس کی

محبت نے ہمیں فکر و تدبیر سے محروم کر دیا ہے۔“

نَزَلْنَا عَنْ الْأَنْكُورِ نَفْسِيْ كَرَامَةً سَمِعْنَا مِنْ عِنْدِكَ نَادَاً رَّسُوْا

”ہم کج دلوں سے اتر جاتے ہیں اس ذات اقدس کی تعظیم و تکریم میں

کیونکہ یہ بات جائز نہیں کہ اس ہستی کے شہر کی زیارت کیلئے ہم

آئیں اور اونٹوں پر سوار ہو کر۔“

دُعِ لِحِجَابِ لِمَا فَلَاحٍ سَاصِرٍ فَمَرُّ نَقْصَعِ ذُوْا نُهْ ذُوْا

”دوری کا پردہ ہمارے سامنے سے اٹھ گیا اور ہماری آنکھوں

کے سامنے چودھویں کا چاند ظاہر ہو گیا۔“

وَإِذَا الْمَعْصِيُّ بَنَّا بَعَثْنَا مُحَمَّدًا فَضْلُوْا هُنَّ عَمَى الرِّجَالِ حَرَامَ

”جس وقت ہماری سواری کے جانور ہمیں ٹھکرائی کریم ﷺ کی پارگاہ

میں پہنچا دیں تو ان کی پشتیں سواری کے سے مردوں پر حرام ہو جاتی

ہیں۔“

فَرَسًا مِنْ حَبْرِ مِنْ وَطْنِي الْفَرَى وَهِيَ عِنَّا حُرْمَةٌ وَدَمَامٌ (1)

”ان سواروں نے ہمیں اس ہستی کے نزدیک پہنچا دیا جو ان تمام لوگوں

سے افضل اور اعلیٰ ہے جنہوں نے زمین پر اپنے قدم رکھے اور اس وجہ

سے ان جانوروں کی عزت و حرمت ہم پر لازم ہو جاتی ہے۔“

کسی بزرگ سے مروی ہے کہ انہوں نے پیدل چلنا۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے

پیدل چلنے کی تکلیف کیوں گوارا کی؟ آپ نے فرمایا۔ نَعْنَدُ نَابِيَّ نَابِيٍّ يَنْتَبِهُ مَوْنَاهُ

راکنا ”کہ بھاگا ہوا غلام جب اپنے مول کے پاس آتا ہے تو اسے زب نہیں دیتا کہ وہ سوار

ہو کر آئے۔“ اگر میں سر کے بل چل کر آسکتا تو میں قدموں سے چل کر نہ آتا۔

ہر وہ چیز جس کی نسبت سرکارِ دو عالم ﷺ کے ساتھ ہو گئی وہ اہل محبت کیلئے بہت ہی معزز و

مقرب ہو گئی۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

يَا ذَا رَحْمَةِ الْمُرْسَلِينَ وَمَنْ بِهِ هُدًى الْأَلْبَابِ وَحُصْنَ مَلَايِبِ

”تمام رسوؤں کے سردار کے شہر جس میں ایسی ہستی ہے جس سے

لوگوں کو ہدایت نصیب ہوئی۔ اور جس کو خصوصی معجزات عطا فرمائے گئے۔“

عِنْدِي لِبَاحِلِكَ لَوْعَةٌ وَصَبَابَةٌ وَتَشْوِيقٌ مُتَوَقِّدٌ الْحَمَرَاتِ
”میرے دل میں اس سر زمین کیلئے شوق ہے اور محبت ہے ایسا شوق جس کی چنگاریاں جھل رہی ہیں۔“

وَعَلَىٰ عَهْدِ إِنْ مَلَأْتُ مَحَاجِرِي مِّنْ تِلْكَمُ الْحُذْرَانِ وَالْعَرَصَاتِ
”میں نے اپنے اوپر یہ بات لازم کر لی ہے کہ جب میری آنکھیں ان دیواروں اور ان میدانوں سے مشرف ہوں گی۔“

لَأَعْقِرَنَّ مَصُونٌ شَيْئًا يَنْبُتُهَا مِّنْ كَثْرَةِ التَّقْبِيلِ وَالرَّشْفَاتِ
”میں اپنی سفید داڑھی کو حضور ﷺ کی اس زمین کو بوسہ دے دے کر خاک آلود کروں گا۔“

لَوْلَا الْغَوَادِي وَالْأَعَادِي زُرْنَهَا أَبَدًا وَلَوْ سَحَبًا عَلَى الْوُجُنَاتِ
”اگر رکاوٹیں نہ ہوتیں اور دشمن نہ ہوتے تو میں ہر وقت اس مقدس شہر کی زیارت کرتا رہتا اور اپنے رخساروں کو رگڑتے ہوئے وہاں پہنچتا۔“

لَكِنِّ سَأْهَدِي مِّنْ حَفِيلٍ نَّحْيِي لِقَاطِنِ تِلْكَ الدَّارِ وَالْحُجُرَاتِ
”لیکن میں اس شہر میں جو سکونت پذیر ہے اور ان حجرات میں جو ہستیاں تشریف فرما ہیں ان کی خدمت میں صلوٰۃ و سلام کے تحائف پیش کرتا رہوں گا۔“

أَزْكَىٰ مِنَ الْجِسْلِ الْمُفْتَقِ نَفْحَةٌ تَغَشَاةٌ بِالْأَصَالِ وَالْبُكْرَاتِ
”وہ صلوٰۃ و سلام جو کستوری سے بھی زیادہ خوشبودار ہیں اور جو ہر شام ہر صبح کو اس فضا کو معطر کرتے رہتے ہیں، میں وہ درود شریف جو ہر وقت بڑھ رہے ہیں اور وہ سلام اور وہ برکتیں جن میں ہر لحظہ اضافہ ہوتا جا رہا ہے، خدمت اقدس میں پیش کرتا رہوں گا۔“

کتابیات

نام کتاب	نام مصنف	مطبوعہ	سال طباعت
القرآن الکریم			
تفسیر ضیاء القرآن	پیر محمد کرم شاہ الازہری	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور	1399ھ
التفسیر المنظمی	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	مکتبہ ہاشمیہ امیر نگر	
تفسیر جامع البیان	محمد بن جریر طبری	مصر	
الہدیان فی تفسیر القرآن	ابو جعفر محمد بن حسن طوسی		
فتح القدیر	محمد بن علی بن محمد الشوکانی	دار المعرفہ بیروت	
الجامع الاحکام القرآن	ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی	قاہرہ	1936ء
روح المعانی	سید محمود آلوسی بغدادی	مصر	
تفسیر فتح العزیز	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی		
تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی	مطبع العامرہ	1324ھ
البرہان فی علوم القرآن	امام بدر الدین الزرکشی	مصر	1958ء
الکشاف	علامہ جلال الدین سیوطی	مصر	1948ء
تفسیر المنار	سید رشید رضا		1368ھ
تفسیر غرائب القرآن حاشیہ	نظام الدین نیشاپوری	مصر	1329ھ
تفسیر قرطبی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی		
صحیح بخاری	ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری		
صحیح مسلم	ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری		
مشکوٰۃ شریف	ولی الدین ترمذی		
اشعاع المعانی	شیخ عبد الحق محدث دہلوی		
المرقات	علامہ علی بن سلطان محمد القاری		
المواقف شرح مشکوٰۃ	علامہ شیخ فضل امام		
سنن ترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی		
الترغیب والترہیب	علامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی	مصر	1325ھ

نسیم اریاض فی شرح شفاء احمد شفاء الدین خفاجی

لقاضی عیاض

1314ھ

شماکل ترمذی ابو یحییٰ محمد بن یحییٰ ترمذی

مکتبہ سعیدیہ لاہور

مکتوبات مجدد الف ثانی حضرت مجدد الف ثانی

تاج کچنی لاہور

قصیدہ بردہ شریف شیخ شرف الدین البوصیری

منہج الصاوقین فتح اللہ کاشانی

1927ء

قاہرہ

سبل الہدیٰ والرشاد محمد بن یوسف الصالحی

بیروت

الشفاء للقاضی عیاض ابو الفضل عیاض بن موسیٰ

مصر

حبہ اللہ علی العالمین یوسف بن الطلیل البہبانی

للمنشر

السیرۃ النبویہ احمد زینی وعلان

بیروت

احیاء العلوم

بیروت

الرسول سعید حوی

شماکل رسول ابو الفداء ابن کثیر

قاہرہ

السیرۃ النبویہ ابو الحسن علی ندوی

استماع الاسماع تقی الدین احمد بن علی المقریزی

بیروت

قصیدہ والطیب النعم حضرت شاہ ولی اللہ

1986ء

قاہرہ

حیاۃ الرسول وفضائل علامہ یوسف مہبانی

1936ء

السیرۃ النبویہ ابن ہشام

قرآن کتاب ہدایت ہے
مکمل ضابطہ حیات ہے۔

قرآن ہماری دنیوی اور اخروی کامیابی کا ضامن ہے۔
قرآن کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

پیر محمد شہزادہ شاہ رضا ازہری کی مغلکہ آراء تفسیر
فولجوریت ترجمہ بہترین تفسیر

ضیاء القرآن

فہم قرآن کا بہترین ذریعہ ہے۔

ترجمہ: جن کے ہر لفظ سے اعجاز قرآن کا منظر نظر آتا ہے۔

تفسیر: اہل دل کے لیے درد و سوز کا ارمغان

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور